بعون صانع بیچون و بفضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع چہارم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد چہارم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

بمطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں مطبوع ہوا

اطلاع - اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ازران ہر اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے متن صفحہ جو سادہ ہیں ہم انھیں کتب مذہب اہل سنت و جماعت کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

فقہ اردو

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ
مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری
حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ کیفیت نماز ان -
ترجمہ فتاوی عالمگیری - کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول ترجمہ مولانا احتشام الدین والبقی ہر سہ جلد مع مقدمہ ترجمہ مولانا امیر علی
کشف الحاجات - ترجمہ اردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین -
ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ - (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - از افاضات مولوی عبد السلام -
شرح محمدی منظوم - مسائل فقیہ از محمد خان قندھاری -
تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -
حیرت الفقہ - مسائل مشکل فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -
جواب السائلین - بطور استفتا -
کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان
چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری
اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -
رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو بہت سے متداول ہر دو مجلد کامل -
شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف
حج الحج - مسمے بہ نہایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -
تحقیق الانساب - از فقہ شرعی مولفہ عبد الرزاق
تذکرۃ الحجیہ - احکام حج از مولوی عبد السلام -
تبیان - در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین -
مبدائح منظوم - مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی
تام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -
مائۃ مسائل - مشہور مسائل از مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -
مسالک المتقین - مرغوب علماے ولایت از مولوی آلہ یار خان -
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -
قدوری - ترجمہ مولانا ابو القاسم عبد البدیع
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشیہ مع [illegible]
مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ مع وصیت نامہ
شرح مختصر وقایہ کوہستری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف -
برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -
فتح القدیر - پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ شمس الدین افندی کامل چار مجلد ضخیم
عینی - یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینتابی معروف بعینی نہایت معتبر کامل شرح - چھ مجلدات ضخیم -
ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد تحشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں (مجلد اول) دونوں جلدیں اولین عبادات

فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو در المختار

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	کتاب الاجارۃ	۹۱	یعنی تصرف فضولی کا ... کون ... کے کون ...	۱۹۳	یعنی مکروہ وحرام ومباح چیزوں کا بیان
	یعنی ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ کے احکام	۹۶	فصل فی البلوغ یعنی مرد و عورت کے بالغ ہونے کا ذکر	۲۰۲	فصل فی اللبس یعنی لباس کونسا جائز ہے اور کونسا مکروہ
۱۰	جس فعل میں نقص ہو اور وہاں عادت کا اعتبار ہے	۹۷	کتاب الماذون	۲۰۷	فصل فی النظر والمس یعنی دیکھنا اور چھونا اور کسکو کسے چھونا کیسا ہے
۱۴	باب ما یجوز من الاجارۃ وما یکون خلافا فیہا		یعنی غلام اور نابالغ کو اجازت تجارت وغیرہ دینے کے احکام	۲۱۲	باب الاستبراء وغیرہ یعنی لونڈی خریدنے کے بعد حیض کا انتظار کرنا وغیرہ
	یعنی جو اجارہ درست ہو اور جس میں خلاف ہے	۱۰۸	کتاب الغصب	۲۲۰	بوسہ کی پانچ قسمیں ہیں
۲۸	باب الاجارۃ الفاسدۃ یعنی اجارہ فاسدہ کے احکام		یعنی چیز کے چھین لینے کے احکام	ایضا	فصل فی البیع یعنی کونسی چیزوں کی بیع مکروہ ہے
۳۳	حرمت اجرت ... ومال مغنیان و نوحہ گران و	۱۱۹	فصل ... یعنی غصب کی چیز ... کا بیان ہے	۲۲۲	احکام مسجد
	مزامیر وازان جوڑ نوکری تعلیم قرآن وفقہ وامامت	۱۲۴	کتاب الشفعۃ	۲۲۳	... حیوانات کی ہڈی کا استعمال ... دودھ کی ناس لینا
	واذان		یعنی شفعہ کے احکام	۲۲۴	قصہ خوانی تین طرح ہے
۴۶	باب ضمان الاجیر یعنی مزدور کے تاوان کے احکام	۱۲۸	ترتیب شفیعان	ایضا	چار چیزوں کا دفن کرنا چاہیے
۴۷	باب فسخ الاجارۃ یعنی اجارہ توڑنے کے احکام	۱۳۱	باب طلب الشفعۃ یعنی شفعہ طلب کرنے کے مسائل	۲۳۳	اقسام علم
۵۳	مسائل شتی یعنی اجارہ کے مسائل متفرقہ	۱۳۳	باب ما یثبت ہی فیہ ولا یثبت یعنی کونسی چیز میں	ایضا	پانچ شخصوں کی غیبت مباح ہے
۵۶	شہر ... قاضی کو اجرت لینی ...		شفعہ ثابت ہوتا ہے اور کیون ثابت نہیں	۲۳۸	فضائل صلۂ رحم
۶۰	کتاب المکاتب	۱۴۰	باب ما یبطلہا یعنی کون سی باتوں سے شفعہ جاتا رہتا ہے	۲۴۲	خط کے سلام کو پڑھکر جواب دینا واجب ہے
	یعنی ان غلاموں کے احکام جنکو مولی نے یہ کہا ہو کہ اتنا مال دے تو تو آزاد ہے	۱۴۲	کتاب القسمۃ	۲۴۴	زیارت قبور
۶۴	باب ما یجوز للمکاتب یعنی غلام مکاتب کو کون افعال جائز ہیں		یعنی مشترک چیز کا شریکوں میں بانٹنا	۲۴۵	وسمہ کا خضاب مکروہ نہیں
۶۸	باب کتابۃ العبد المشترک یعنی غلام مشترک کے مکاتب کرنے کا بیان	۱۶۰	کتاب المزارعۃ	۲۴۷	وصیت کا طریق
۶۹	باب موت المکاتب وعجزہ وموت المولی		یعنی بٹائی پر کھیت دینے کے احکام	۲۵۰	اصول حلال کے دس ہیں
	یعنی مکاتب کے مرنے اور مال ادا کرنے سے اور آقا کے مرنے کے احکام	۱۶۵	کتاب المساقاۃ	ایضا	کتاب احیاء الموات
۷۴	کتاب الولاء		یعنی درختوں کو پرورش کے لیے دوسرے کو دینا اور اس سے کچھ پھل کو ٹھہرا لینا		یعنی زمین غیر مزروع کو قابل زراعت کرنا
	یعنی آزاد غلام کا مال وارث نہ ہونے کے بعد آقا کو ملنا ...	۱۶۸	کتاب الذبائح	۲۵۲	فصل فی الشرب یعنی کھیت سینچنے اور جانوروں
۷۸	فصل فی ولاء الموالاۃ یعنی موالات کی جہت سے ترکہ ملنا ... کے احکام		یعنی ذبح کے اور مذبوح جانوروں کے احکام		کے پانی پلانے کے بارے کے احکام ہیں
۸۰	کتاب الاکراہ	۱۸۱	کتاب الاضحیۃ	۲۶۰	کتاب الاشربۃ
	یعنی دوسرے پر زبردستی کرنے کے احکام		یعنی قربانی کے احکام		یعنی پینے کی چیزیں کونسی حرام ہیں اور
۹۱	کتاب الحجر	۱۹۳	کتاب الحظر والاباحۃ	۲۶۷	خراب کے برتن کے پاک کرنے کے احکام

تمت

بعون صانع بیچون و مکین بیمکان و فضل خلاق زمین و آسمان

المجلد الرابع کہ ... فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد چہارم

... بہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

... مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہی اجارہ کے احکام میں مترجم کہتا ہی اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قدم البتہ لکونہا تملیک عین وہذہ
تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہی تملیک منفعت سے بلا تملیک عین
یعنے اور اعیان وجود مین مقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی ہی لغۃ اسم للاجرۃ وہی ما یستحق علی عمل الخیر
ولذا یدعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت مین اسم ہی اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو لہذا بلفظ اجر دعا کیجاتی ہی یون دعا دیتے ہین
کہ خدا تجکو اجر عظیم دیوے ہم اجرت لغت مین کرایہ ہی مزدور کا اور اجیر اور اجارہ کام کی خراہی خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجزاء علی
العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراء الطحطاوی نے کہا شارح کی عبارت مین خلل ہی چنانچہ عینی کی شرح کنز اسپر دلالت کرتی ہی انتہے یعنی عینی نے اجرت کی
تفسیر کراء اجیر اور اجر کی تفسیر ما یستحق علی عمل الخیر کی ہی وشرعا تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بہا او دابۃ لیجنبہا
بین یدیہ او دارا لا یسکنہا او عبدا او دراہم او غیر ذلک لا یستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی الکل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من
العین بزازیۃ وسیجی اور اصطلاح شرع مین اجارہ عبارت ہی اس منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لیتا کہ
اُنسے تجمل اور آرایش حاصل کرے یا گھوڑا مثلاً کرایہ لے تا کہ اپنے آگے کوتل چلاوے یا گھر کرایہ لے اسواسطے کہ اسمین سکونت کرے یا غلام یا دراہم
یا سواے اسکے اور چیز کرایہ لے اسواسطے کہ استعمال مین نہ لاوے بلکہ تا گمان کرین آدمی کہ وہ چیز اُسی کی مملوک ہی تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہی
اور اشیاء مذکورہ کے مالک کو اجر نہ ملیگا اسواسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعت غیر مقصود ہی عین سے کذا فی البزازیۃ اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم نفع کی قید
سے بیع اور ہبہ خارج ہوگئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونون کو شامل ہی اسواسطے کہ نفع اور عوض مین معلوم اور معین ہونے کی قید نہین لگائی
اشیاء مذکورہ کے اجارہ مین اجرت ثابت نہو گی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصود مین استعمال کرے اور یہ جو فقہا کا قول ہی کہ اجارہ فاسدہ مین انتفاع
سے اجرت واجب ہوتی ہی تو اُس صورت پر محمول ہی جب کہ نفع مقصود مین استعمال ہوئی ہو وکل ما صلح ثمنا ای بدلا فی البیع صلح اجرۃ لانہا ثمن المنفعۃ
اور جو چیز ثمن یعنے بیع مین بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہی وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہی اسواسطے کہ اجرت ثمن ہی منفعت
کا ہم ثمن دین بھی ہوتا ہی اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہی تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہی ولا ینعکس

١ قال الطحطاوی
قال العینی نے
شرح کنز الاجیر
الاجر ما یستحق
من کراء الاجیر
ما یستحق علی
العمل الخیر و لہذا یدعی
بہ یقال اعظم اللہ
اجرک انتہی ١٢ منہ

٢ یعنی بیع مین
عین بعین
١٢

كلياً فلا يقال ما لا يجوز ثمنا لا يجوز اجرة لجواز اجارة المنفعة بالمنفعة اذا اختلفا كما سيجي اور قول منعكس بعكس كلي نهين هو يا نولون نه بولين كه
جسكا ثمن هونا جائز نهين اسكا اجرت هونا جائز نهين بسبب جائز هونے اجارۂ منفعت کے بعوض منفعت کے بسبب کہ دونون منفعتين
مختلف الجنس هون چنانچه اسکا ذکر آگے آویگا هم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہی اور بیع
مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہی نہ عکس منطقی وتحقیقہ یاتی کذا فی الدر ثم رایتہ الا ان العاریة
بعوض اجارة بخلاف العکس اور منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہ گھر عاریت دیا یا مہینے بھر کو بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت
بشرط عوض کے اجارہ ہی بخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہ گھر مین نے تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارہ فاسد
ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وهبتک او اجرتک منافعها شهرا بکذا یا منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو
ہبہ کیے ایک مہینے بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دیے ایک مہینے بھر بعوض اسقدر کے افاد ان رکنها
الایجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب اور قبول ہی طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہی
کہ (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ نہین ہو سکتا بدون ایجاب اور قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ کیفیت ایجاب اور قبول کی منعقد ہونے لفظ سے
نکلتی ہی اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہی ایجاب اور قبول کے ربط سے وشرطها کون الاجرة والمنفعة معلومتين لان جهالتهما تفضي الى
المنازعة اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہی اجرت کا اور منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعہ کی طرف پہونچاتا ہی وحکمها وقوع
الملك في البدلين ساعة فساعة اور حکم یعنی اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہی دونون عوضون یعنی منفعت اور اجرت مین دمبدم او گھڑی
گھڑی هم وجه اسکی یہ ہی کہ اجارہ عقد معاوضہ ہی اور احد العوضین منفعت ہی کہ اندک اندک دمبدم پیدا ہوتی جاتی ہی اور معاوضہ مقتضی ہی مساوات کا تو
بالضرورت تراخی فی المنفعة موجب ہی تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر وهل
تنعقد بالتعاطي ظاهر الخلاصة نعم ان علمت المدة وفي البزازية ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوجاتا ہی تعاطی سے بلا ایجاب وقبول لفظی
ظاہر خلاصہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہی اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہی کہ اگر مدت اجارہ کی کمتر ہو تو منعقد
ہوتا ہی اور اگر کمتر نہ ہو تو منعقد نہین ہوتا هم امام محمد نے اصل مین مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین
تو جائز نہین اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہی اور یہ اجارہ
جدید ہوگا تعاطی سے اور تتمہ مین ہی کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہی نادمین یا حجامت کرواتا ہی یا فصد لیتا ہی یا حمام مین
جاتا ہی یا سقے سے پانی پیتا ہی پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہی بطور استحسان کے اور پہلے سے
عقد کی کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ عن التاتارخانیہ وتعلم النفع ببیان المدة کالسکنی والزراعة مدة کذا ای مدة کانت
وان طالت ولو مضافة کاجرتکها غدا وللموجر بیعها غدا وتبطل الاجارة به یفتی خانیه اور منفعت معلوم ہوجاتی ہی مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ
سکونت دار اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہا کہ مین نے
تجکو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہی اور اس بیع سے اجارہ باطل ہوجائیگا اسی قول
پر فتوے ہی کذا فی الخانیة هم مدت طویلہ کا اجارہ جائز ہی اگرچہ موجر اور مستاجر اس مدت تک زندہ نہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہی اور
بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہی اور تابید مبطل اجارہ ہی یہ قول ہی ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی وظم تزد فی الاوقاف

علی ثلث سنین فی الضیاع وعلی سنۃ فی غیرہا کما مرّ فی بابہ اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہوگی اراضی مین
اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین جیسا کہ گھر اور دکان مین جسطرح باب الوقف مین اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد
عقودا متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیہ اور اگر متولی وقف اجارۂ طویلہ کا محتاج
ہو تو اجارۂ طویلہ کا یہ حیلہ ہے کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت
حاضر کا عقد ہے بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اسکا فسخ کر ڈالنا جائز ہے کذا فی الخانیۃ وفیہا لو شرط
الواقف ان لا یؤجرہا الا اذا کانت اجارتہا انفع للفقراء فیؤجرہا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہے کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارۂ وقف
کی مدت شرط کرے تو اس شرط کی پیروی لازم ہے مگر جب کہ اسکے اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ
قاضی کی ولایت عام ہے یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہے قلت قدمنا فی الوقف ان الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ
ولو بعقود وسیجیئ متنا فلیراجع ولیحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدم بیان کر چکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارۂ طویلہ پر فتوی ہے اگرچہ بعقود
جداگانہ ہو اور اسکا ذکر متن مین عنقریب آویگا تو اسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو اجرہا المتولی اکثر لم تصح الاجارۃ
اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ صحیح نہ ہوگا وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری
الہدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی انفع الوسائل اور عقد اجارۂ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنی نہ تین سال مین صحیح ہوگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد واحد
جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دی ہے انفع الوسائل
کے قول پر ہم انفع الوسائل مین مذکور ہے کہ اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہے تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہے تو
ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فساد ما یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ
کثیر ویساقی علی اشجارہ بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح مین اس امر کے فساد کا افادہ کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے انگور کی وقف لینے
سے یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے پھر شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اس باغ کی زمین کو جو خالی ہے اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا
کرتا ہے وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے یعنے ایک سہم یتیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہے اور باقی اپنے واسطے
مساقی معین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فالحظ ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہے اجارہ مین نہ مساقات
مین یعنے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہے لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہے درختون کے
سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید
تو مفاد اس کا یعنے منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولے فساد ہے مساقات کا اسواسطے کہ ہر ایک ان دونون مین سے
یعنے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہے ہم منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہے کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض
وقف کا اجارۂ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اس واسطے کہ اجارۂ طویلہ کی رسم یہ ہے کہ پہلے برسون کے مقابلہ مین تھوڑا مال
ہوتا ہے اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہے پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہ ہوگا انتہی
وجہ اولویت کی یہ ہے کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کے واسطے خیر اور شر دونون ہے اور باوجود اس کے فاسد ہے تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو جیسا کہ
مساقات مذکورہ تو اسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہے ضمیر مفادہ کی اسکی طرف راجع ہے جو اسکے کلام سے مستفاد نہین کذا فی الطحطاوی

قلت وقيده باسراية الفساد في باب البيع الفاسد بالفساد القوي المجمع عليه فيسري كجمع بين حر وعبد بخلاف الضعيف المختلف فيقتصر على محله
لا يتعدا كجمع بين عبده ومدبر قلت مین کہتا ہون اور بیع فاسد کے باب مین فقہانے سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہی تو کل عقد
مین فساد پھیلیگا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد مین بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ پر ٹھہر رہیگا اور وہان سے تجاوز نکریگا
جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد مین تو اسکو تامل کرو هم یہ شارح نے انفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مفسد
ضعیف ہی تو زیادت پر ٹھہر رہیگا اور تمام تک نہ پہنچیگا کذا فی الطحطاوی وجعلوه ايضا من الفساد الطاري فتنبه اور یہ بھی ہی کہ فقیہون نے طول اجارہ کو فساد
طاری قرار دیا ہی تو آگاہ رہو هم یہ دوسری تائید ہی یعنی جب کہ یہ فساد طاری ہی تو کل عقد مین ساری نہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونیمین تامل ہی یعنی
اسواسطے کہ صلب عقد مین داخل ہی اور طاری وہ ہی جو ابتداء عقد کے لاحق ہو وفي حوادث الروم وصي زيد باع ضيعة من تركته لدين على انها ملكه ثم ظهران بعضها
وقف مسجد هل يصح البيع في الباقي اجاب فريق بنعم وفريق بلا والف لبعضهم رسالة ملخصها ترجيح الاول فتامل اور ملک روم کے حوادث مین
یہ مسئلہ مسطور ہی کہ زید کے وصی نے اسکے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا اور اسے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہی پھر ظاہر ہوا
کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہی کیا باقی زمین مین بیع صحیح ہوگی یا نہین علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہان باقی یعنی غیر موقوف مین بیع صحیح ہی اور دوسرے فریق نے
جواب دیا کہ نہین باقی مین بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمین رسالہ لکہا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہی تو اسکو تامل کرو هم شارح نے امر بالتامل
سے انفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہین ہی تا کہ عقود احد مین بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری اسپر دلالت کرتا ہی
کہ عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہی کذا في الطحطاوي وفي جواهر الفتاوى اجر ضيعة وقفا ثلث سنين وكتب في الصك انه اجر ثلثين عقدا كل عقد
عقيب الآخر لا تصح الاجارة وهو الصحيح وعليه الفتوى صيانة للاوقاف ثم قال ولو قضى قاض بصحتها تجوز ويرتفع الخلاف انتهى اور جواہر الفتاوی
مین ہی کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز مین لکہا کہ اسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے عقد کے بعد یعنی
عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اوقاف کی حفاظت کے واسطے یعنی
تاکہ اتنی مدت کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نہ کرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم
دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی هم رفع خلاف اسوقت ہوگا جبکہ قاضی حادثہ شرعیہ مین حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہون ایک صحت کا مدعی
اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا في الطحطاوي قلت وسيجيء ان المتولي او الوصي لو اجر بدون اجر المثل يلزم المستاجر تمام اجر المثل وانه يعمل
بالانفع للوقف مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دین کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اسپر عمل ہوگا جو زیادہ
نافع ہو وقف کیواسطے وفي صلح الخانية متى فسد العقد في البعض بمفسد مقارن يفسد في الكل اور صلح خانیہ مین ہی کہ جب عقد بعض مین فاسد ہو بسبب اس مفسد کے جو
مقارن ہی عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا هم مصنف اپنی شرح مین اس قول کو لایا ہی قاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کیواسطے وتعلم النفع ايضا ببيان العمل كالصباغة
والصبغ والخياطة بما يرفع الجهالة اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہی چنانچہ زرگری اور رنگ سازی اور دوخت اس طرح کا بیان جو
جہالت کو دور کر ڈالے هم عمل زرگری مین ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ مین کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ سرخ یا زرد یا سبز
اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہی اور دوخت مین جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہی اور شوب مین کپڑے کا معین ہونا ضرور ہی ولہذا
محیط مین ہی کہ اگر بن دیکہے دس کپڑون کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہی اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اسواسطے کہ کپڑا
غلظت اور رقت مین مختلف ہوتا ہی انتہى فيشترط في استجار الدابة للركوب بيان الوقت او الموضع فلو خلا عنهما فهي فاسدة بزازيه تو سواری کیواسطے

جانور جسکو کرایہ لینے مین بیان وقت یا مکان سکو بیان شرط ہی تو اگر اجارہ دونون کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے
کہ بیان مذکور رفع جہالت نہین ویعلم العمل ایضا بالاشارۃ کنقل ہذا الطعام الی کذا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہوجاتا ہی جیسا کہ لیجانا
اس طعام کا فلانے مکان تک تمام ہی جنس منفعت مشار الیہ نہین ہی لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہوجاتا ہی کہ فعل مخصوص مراد ہی کذا فی الدرر
الاجر لا یلزم بالعقد فلا یجب تسلیمہ بل بتعجیلہ او شرطہ فی الاجارۃ المنجزۃ اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہین عقد سے تو واجب نہین
اس کی تسلیم یعنی اسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارہ حاضرہ مین تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہی ہم اور جب
کہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کردی تو اب اسکو نہین پھیر سکتا کذا فی الطحطاوی عن الغایۃ اما المضافۃ فلا تملک فیہا الاجرۃ بشرط التعجیل
اجماعاً اور اجارہ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تجعل عقوداً فی کل الاحکام
فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وہبانیۃ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاسکے پھر اجرت
کے مالک ہونے کا فتوی دیا جاسے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ہم شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا بلکہ تفصیل
مطلب ظاہر نہ ہوگا اجارہ مذکورہ بخارا مین متعارف ہی صورت اسکی یہ ہی کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے
ہین اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نرہی اور ہر سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز
مین مختلف ہین بعضے مجوز ہین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین سو اسلیے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سوا سے عقد اول
کے باقی عقود مضاف ٹھہرین اور اجارہ مضافہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام نے بیان فرمایا
کہ ہمارے نزدیک صحیح یہ ہی کہ درحق سائر احکام عقود متعدد کیجیے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ ہی
اور اگر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل اتنی اجرت پر تو مقدم مذکور ہوچکا کہ اسمین اشتراط تعجیل باطل ہی اور باطل سے اجرت لازم نہوگی چنانچہ طحطاوی نے بیان کیا
ہی والمصنف جلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہی اور اگر شارح یون کہتا (قیل تجعل عقوداً فی حق ... فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط
التعجیل علی ہذا القول) تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی او الاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کر چکنے سے او تمکنہ منہ الا فی ثلث
مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہی استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتون مین باوجود قدرت لازم نہین ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین ہم جب
موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے دے اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اس وقت مین اگر
مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہ ہوگی تو اگر موجر کی طرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اسکے اسباب سے فارغ نہین یا فارغ
تسلیم کی مدت کے بعد ین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اسکو محل اجارہ مین رکھا اور اسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کی طرف سے کوئی
عذر نہین لیکن حاکم یا غاصب نے اسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتون مین لازم نہین کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صورتون مین سے پہلی صورت
یہ ہی کہ قدرت علی الاستیفاء اجارہ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اسپر سوار
نہو تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کرکے پھر اسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت لازم نہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اسکو
پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع
علیہ بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت
واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور سکونت اسمین مستاجر نہین کی واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہی وہذا اذا کانت

الاجارة صحیحة واما فی الفاسدة فلا یجب الاجر الا بحقیقة الانتفاع کما بسطه فی العمادیة اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اُس وقت ہی
جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ میں تو اجرت واجب نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ میں شرح بیان کیا ہے و
ظاہر ما فی الاسعاف اخراج الوقف فتجب اجرته فی الفاسدة بالتمکن کذا فی الاشباه اور ظاہر قول اسعاف کا نکالنے والا ہے وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد
اجارہ میں بھی واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ہم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہے کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ میں اگر زراعت اور سکونت نہو تو
اجرت لازم نہیں متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہوجاوے کہ متاخرین کا خلاف اسمیں نظر نہیں آیا اور اجناس میں
خود مصرح ہے کہ وقف کی اجرت اجارہ فاسدہ میں لازم نہیں ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور بعض شارح نے علامہ وجوب میں جب وقف کا حکم معلوم
ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہوگیا جسمیں شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت وفی مال الیتیم والمعد للاستغلال والمستاجر فی بیع
الوفاء علی ما افتی به علماء الروم کذا لک محل تردد فلیراجع میں کہتا ہوں اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہو اور بیع الوفاء کے
اجارہ والی چیز ہو جب بفتوی اسکے علماء روم بھی اسیطرح وقف کے مانند ہی تردد کا مقام ہے تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم کچھ تردد کا مقام نہیں
چنانچہ ہم مذکور کرچکے ہیں اسواسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہے تو قدرت انتفاع اسمیں کافی ہے اور اگر اجارہ فاسد ہے تو اسکے حکم میں کچھ تغیر نہیں [illegible] بیع الوفا کی یہ صورت
ہے کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ میں اجارہ
صحیح ہے پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اسکے ہاتھ میں باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال رکھا اسمیں یہ حیلہ ہے کہ
بعد انقضاء مدت اجارہ پھر اجارہ نہیں کذا فی الطحطاوی وبقوله ویسقط الاجر بالغصب ای بالحیلولة بین المستاجر والعین لان حقیقة الغصب لا تجری فی العقار اور
مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے
کہ حقیقت غصب کی جاری نہیں ہوتی زمین میں یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگئی وہل تنفسخ بالغصب قال
فی الهدایة نعم خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہوجاتا ہے غصب سے ہدایہ میں کہا کہ ہاں فسخ ہوجاتا ہے بخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض المدة فبحسابه
اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ میں تو بحساب اسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا بشفاعة او حماية اشباه
مگر جبکہ نکالنا غاصب کا مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی کذا فی الاشباہ ہم اگر باوجود امکان
اخراج مستاجر اوسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اسکا اخراج ممکن نہ ہو تو قنیہ میں ہے کہ اجرت ساقط ہوگی
ولو انکر ذلک ای الغصب المؤجر وادعاه المستاجر ولا بینة لحکم الحال کمسئلة الطاحونة اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہوں تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند ہم یعنی اگر مستاجر گھر میں تنہا ہے غاصب نہ
کے حال میں تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اسمیں غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اسپر کرایہ نہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کے مستاجر اور موجر میں
اختلاف واقع ہو بعد انقضاء مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع میں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو موجر کا
قول مقبول ہوگا اور نہیں تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی المجتبی ولا یقبل قول الساکن لانه فرد ذخیرة اور گھر کے رہنے والے کا قول قبول نہوگا اسواسطے
کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرة یعنی مسئلہ غصب میں ساکن دار کا قول معتبر نہیں اور اگر گھر میں کوئی ساکن نہیں تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریة
وبقوله ولا یعتق قریب المؤجر لو کان اجرة لانه لم یملکه بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد
نہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ میں اسواسطے کہ موجر اسکا مالک نہیں ہوگیا فقط عقد اجارہ سے ہم صورت اس کی یہ ہے

کہ زید کا خالہ زاد بھائی خالد ہے محمود کا بھائی ہے سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی مملوک نہیں ہوجاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلم العین الموجرۃ بعد مضی بعض المدۃ والاجرۃ فلیس لاحدہما الامتناع من التسلیم والتسلم فی الباقی المدۃ اذا لم یکن فی مدۃ الاجارۃ وقت یرغب فیہا لاجلہ اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے امتناع جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکساں ہو جب امتناع دینے اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیہا ای فی العین الموجرۃ وقت کذلک کبیوت مکۃ ومنی اوحوانیتہا زمن الموسم فانہ لا یرغب فیہا الا فی الموسم فاذا لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز میں ویسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانے میں اسواسطے کہ بعد موسم حج اُن کی خواہش نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اُس وقت میں تسلیم نہ کرے جسکی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خرید کیے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید میں اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی سو مستاجر اُس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اُس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں تو واجب نہیں کذا فی الاشباہ ھم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور یہیں رہ مگر اُسنے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا میں اُسمیں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مئونت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں نہ قفل توڑ ڈالا اور کیوں نہ اُسمیں داخل ہوا کذا فی العالمگیریۃ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بہذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ لم تصح صیرفیہ میں کہتا ہوں اور اگر اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اسواسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہوا کذا فی الصیرفیہ ولو اختلفا تحکیم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حال یہ کہ کنجی مستاجر کے پاس ہے مستاجر کہتا ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی ولو برہنا فبینۃ الموجر ذخیرہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرہ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز مستاجر کی ساتھ منح الغفار میں کہا گھر خرید لیا اور کنجی اُسکی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں کذا فی المنح وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فہو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے وللموجر طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ اذا اطلقہ ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جانور کا کرایہ ہر منزل میں جبکہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق وللخیاطۃ ونحوہا من الصنائع اذا فرغ وسلم فہلکہ قبل تسلیمہ یسقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے اور

پیشون کی مزدوری مانگنا جائز ہی جب کہ اُس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اِن مزدوری کا مطالبہ بدون نہیں بلکہ کام کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اُس چیز کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہی ہم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اُسکی آزادی جل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی امین ہی وکذا کل من لعملہ اثر اور ہر طرح ہرایک اُس پیشہ ور کا حکم ہی جسکے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ اُنکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا و مالا اثر لہ کحمال لہ الاجر کما فرغ وان لم یسلم بحسب اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا چنانچہ حمال تو اُس کو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو ہم تو بعد فراغت کے تلف ہوجانے سے مزدوری ساقط نہوگی کذا فی البحر وان وصلیہ عمل فی بیت المستاجر و خیاطت وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغ اور تسلیم کے اگرچہ دوخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ہم مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہی کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ زیلعی مین ہی کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہی کہ مجرد فعل کے ہوا اسواسطے کہ وہ مستاجر کے گھر مین ہی اور گھر اُس کے قبضے مین ہی تو اِس مین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو یہ جب ہی اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہو گا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اجرت ثابت گی بسبب تسلیم حکمی کے کما ہو ظاہر اسلئے اگرچہ مصنف نے ذکر کی ہی لیکن تسلیم بیان نہین کی جیسا ہدایہ مین یون ہی کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین تا وقتیکہ عمل سے فارغ نہ ہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہوگا اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے مستوجب اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعہ مین ہی کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض ثوب کی دوخت کرے پھر اسکی چوری ہو جاوے تو بقدر دوخت اسکی اجرت ثابت ہی تو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہی در رمین ہی کہ کفایہ ہدایہ و تجرید کے مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شرح جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اسکے حساب کے اجرت واجب ہی تو اگر کپڑا چوری ہوجاوے کچھ سینے کے بعد تو اُسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی

ثم لو سرق بعد ما خاط بعضہ او انہدم بعد ما بناہ فلہ الاجر بحسابہ علی المذہب بحر وابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہوجاوے بعد اسکے کہ درزی نے اسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اُسکا اجر ثابت ہوگا اُسکے حساب کے موافق بنابر مذہب صحیح کے کذا فی البحر وابن کمال ہم یہ استدراک بلا وجہ ہی اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر مین ہی تو اجرت واجب ہی خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہی تو کل یا بعض کچھ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار اُٹھانا تو نہین ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہی کہ مسئلہ بنا خود اصل مین متفق ہی کہ بعض عمل سے اجرت اسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور اسی پر یقین کیا ہی غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا اور لہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی مین اسکو پسند کیا ہی اگرچہ اُسکی عبارت کنز مین مطلق ہی کذا فی الطحطاوی ثوب خاطہ الخیاط باجر ففتقہ رجل قبل ان یقبضہ رب الثوب فلا اجر لہ بل لہ تضمین الفاتق کپڑا ہی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اُدھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اُسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی ولا یجبر علی الاعادۃ وان کان الخیاط ہو الفاتق فعلیہ الاعادۃ کانہ لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اُدھیڑنے والا ہو تو اُسپر دوبارہ سینا واجب ہی گویا اُس نے نہ سیا تھا بخلاف اجنبی سے یعنی اجنبی شخص کے اُدھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وہل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطۃ الاصح لا اشباہ لکن فی حاشیتہا معزیا للمضمرات المفتی بہ نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتہی ثم رایت فی التاتارخانیۃ معزیا للکبری ان الفتوی علی الاول فقال اور

کیا خیاط کے واسطے کپڑا بیونتنے سے بدون دوخت کے مزدوری ہے یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہیں
کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ سے حضرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بہ یہ ہے کہ اُن اجرت ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا جواب لائق یہ ہے
کہ رواج پر حکم ہو انتہی مجہر میں نے تاتارخانیہ میں فتاوے آہو سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہے تو تامل کرو صورت مسئلہ یہ ہے کہ بیونت کپڑا اور درزی
کو سینے کے واسطے دیا سو اُسنے قطع کیا اور مر گیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ کل ہی مقصود ہے
تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب بحر نے اور صاحب کبری دونوں نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتوی ہے اور شارح کی ظاہر عبارت
سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے تامل کذا فی الطحطاوی و لخباز طالب الاجر الخبز فی بیت المستاجر بعد اخراجہ من التنور لان تمام
بالاک و باخراج لعمله بکسابہ جوہرہ اور روٹی پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے مستاجر کے گھر میں تنور سے نکالنے کے بعد
اس واسطے کہ عمل کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیوں کے نکالنے سے اُس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی
الجوہرہ فان احترق بعدہ ای بعد اخراجہ الخبز بلا فعلہ فلہ الاجر لتسلیمہ بالوضع فی بیتہ ولا غرم لعدم التعدی وقالا یغرم مثل دقیقہ ولا اجر او الاجر
شار ضمنہ الخبز و اعطاہ الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ روٹی جل جاوے تو اُسکا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے
مستاجر کے گھر میں رکھ دینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہیں بسبب اُسکی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ
تاوان دے اُس کے آٹے کے برابر اور اُس کی مزدوری نہیں اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اُس کو روٹی
پکانے کی مزدوری دے و لو احترق قبلہ لا اجر لہ و یغرم اتفاقا لتقصیرہ درر و بحر اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اُس کی
مزدوری نہیں اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اُسکی تقصیر کے کذا فی الدرر و البحر و ان لم یکن الخبز فیہ ای
فی بیت المستاجر سواء کان فی بیت الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر له لعدم التسلیم حقیقۃ ولا ضمان لو سرق لانہ فی یدہ امانۃ خلافا لهما
وہی مسئلہ الاجیر المشترک جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی نہ ہو خواہ نان پز کے گھر میں ہو یا کہیں اور پھر جل جاوے یا چوری جاوے
تو اُس کے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اُس پر تاوان نہیں اگر چوری جاوے اسواسطے کہ اُس کے پاس
امانت ہے بخلاف صاحبین کہ اُنکے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے
تو ضمان نہیں بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی و ان احترق الخبز او سقط من یدہ قبل الاخراج فعلیہ الضمان
ثم المالک بالخیار فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلہ الاجر و ان ضمنہ قیمتہ دقیقا فلا اجر لہ لهلاک قبل التسلیم ولا یضمن الحطب و الملح اور
اگر روٹی جل گئی یا اُسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور کے نکالنے سے پہلے تو نان پز پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اُس سے پکی روٹی کا تاوان لے
تو اُسکی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہو جانے کے قبل تسلیم کے اور اُس پر لکڑی اور نمک کا تاوان
نہیں و الملح بعد العرف الا اذا کان لا بل بیتہ جوہرہ و الاصل فی ذالک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا جبکہ بخت مستاجر کے گھر والوں کیواسطے ہو نہ اہل
دعوت کیواسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرہ اور قاعدہ کلیہ یہی ہے رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہے تو نکالنے کے بعد
مزدوری لازم ہوگی ورنہ نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد جیسے زیلعی نے کہا کہ بعض محل میں بعض نہیں وہاں عادت کا اعتبار ہے فان افسدہ ای الطعام الطباخ
او احرقہ او لم ینضجہ فهو ضامن للطعام یعنی اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا

عادت اجرت و ... ١٢

اُسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار لیخبز او لیطبخ بہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق شئ

من السکان لعدم التعدی جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کے واسطے اور اسمیں سے ایک چنگاری

گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اُسپر تاوان نہیں بسبب اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاوے رہنے والوں کا بوجہ عدم تعدی

کے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص باجیر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے ولبضرب اللبن اجرۃ اذا اقامہ ثم لا بعد تشریجہ

ای جعل بعضہ علی بعض بعد جفافہ یعنی ابن کمال معبرا باللبون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا

کہ تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور [illegible] لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے [illegible] نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے

وبہ افتی [illegible] فی بیت المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجرۃ حتی یعدہ منصوبا بعد [illegible] اور یہ اسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر

کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہیں جبتک شمار نکر دے کھڑی کرکے امام کے نزدیک اور [illegible] لگا کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی

[illegible] میں تسلیم شرط کی ہے شمار اور شرط تسلیم ہے اسواسطے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی [illegible] مسائل [illegible]

[illegible] علی اللبان فالتراب علی المستاجر واخراج الحمل المنزل علی الحمال لا صبہ فی الجوالق او صعودہ للغرفۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سامان اینٹ پاتھنے والے کے

ذمہ ہے اور مٹی اینٹ بنانے والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اٹھانے والے پر اسکا ڈالنا اور بوجھ کا بوریوں میں یا [illegible]

بلکہ شرط کر لینے سے والاکاف و ابتہ الحمل علی المکاری وکذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کے واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری [illegible] کرایہ والے پر ہے اور

اسی طرح رسیاں اور بوریاں مکاری پر ہیں والحبر علی الکاتب واشتراط الورق علیہ یفسدہا ظہیریہ اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ ہے اور کاغذ

شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریۃ ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار یحبسہا لاجل الاجر اور جس اجیر کے عمل اور

کام کا اثر موجود ہو چیز میں جیسے رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے ہم دھوبی

دھوبی سے مراد ہے جو کپڑا دھوتے نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر فقط غاسل ثوب جیسا کہ مشہور علیہ وصف ہے جو عمل میں ثابت ہے [illegible] بدلا لینے کے

واسطے ہو اچنانچہ بیع میں کذا فی الدرر [illegible] المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشا والغراء [illegible] ان الغاسل الثوب وکاسر

الفستق والحطب والطحان والخیاط والخفاف [illegible] لیس العبد [illegible] حبس العین بلا اجر علی الاصح [illegible] اور آیا اثر سے کام کرنے والے کی کوئی

چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اسمیں دو قول ہیں یعنے ایک قول یہ ہے کہ

چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونوں قولوں میں سے صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دھونے والا

اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو روک رکھنا چیز کا اجرت

لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبی ہم بحر الرائق میں ہے کہ مستصفی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد دھلائی میں حق حبس نہیں

تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی درر میں نہایہ سے

قاضی خان نقل کرتا ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو سوا اسکے میل چھڑانے کے اسمیں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اسواسطے کہ سفیدی

مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اُسنے سپیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے وہذا اذا کان حالا اما اذا کان الاجر مؤجلا فلا یملک حبسہا کعملہ

فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ یعنی حق حبس اسوقت ہے جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اُسکے حبس

کر رکھنے کا مالک نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں بسبب تسلیم حکمی کے ولا یضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اجیر پر تاوان

[illegible] سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر مین واقع ہو کذا فی النہایۃ فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے
چیز روک رکھی اور وہ تلف ہوگئی تو اسکی مزدوری نہیں اور نہ اسپر تاوان ہے بواسطہ عدم تعدی کے ومن لاثر لعملہ کالحمال علی ظہرہ او دابتہ
والملاح وغاسل الثوب ای لتطہیرہ لا لتحسینہ یعنی یا لیصفر فلا یحبس العین للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو جیسے جنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور
پر بوجہ لادنے والا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا اجیر کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھوئے
اسکے ظاہر کرنیکے واسطے نہ تحسین کیواسطے کذا فی الجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اسکے فعل سے
ظاہر ہوگئی تو گویا اُسنے سفیدی کو ایجاد کیا تو محسن ثوب حبس کا مالک ہوگا نہ مطہر ثوب در مختار میں کہا اگر غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اسکے
عمل کا اثر نہین فلو حبس ضمن ضمان الغصب وتمامہ فی بابہا یعنی اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آویگا غصب کے
باب میں یعنی اگر حبس میں وہ چیز تلف ہو جاوے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبہا بالخیار ان شاء ضمنہ
قیمتہا ای بدلہا شرعا محمولۃ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر جو بہرۃ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حال سے اسکو محمول اعتبار کرکے اسکی قیمت
یعنی اسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرہ واذا شرط عملہ بنفسہ
بان یقول لہ اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا بشرط وغیرہ خلاصہ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ
اُس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نلے مگر دایہ کہ اسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور
بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ ہم خانیہ میں ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اُسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام
کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان اطلق کان لہ ای للاجیر ان یستاجر غیرہ افاد بالاستیجار انہ لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی دیا
صرح فی الخلاصۃ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اسکا کہ اگر
اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دیگا بصورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ میں اسکو بصرح بیان کیا ہے وقید بشرط العمل لانہ لو شرطہ الیوم او غدا
فلم یفعل وطالبہ مرارا فسرق لا یضمن واجاب شمس الائمۃ بالضمان کذا فی الخلاصۃ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے آج
یا کل کے دن کی شرط کی سو اُسنے اُسدن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اُسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہوگئی تو تاوان اجیر پر لازم
نہ ہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصہ دقولہ علی ان العمل اطلاق لا تقیید مستصفی فلہ ان یستاجر غیرہ اور مستاجر کا یون کہنا کہ
استیجار ہے تیرے عمل پر یہ اطلاق ہے یہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجرہ لیاتی بعیالہ فمات بعضہم فجاء
بمن بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اُسکے اہل وعیال کو لے آوے سو انمین کوئی شخص مرگیا اور وہ باقی
لوگون کو لے آیا تو اُسکی مزدوری ثابت ہوگی اُسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اُسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد
ہوا تھا اور وہ سبکو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہوگا پھر اگر انکو لایا نصف عیال ہون تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہون تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا
وقید بقولہ لو کانوا ای عیالہ معلومین ای للعاقدین لیکون الاجر مقابلا بکلہم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اُسکے اہل وعیال معلوم ہون یعنی
عاقدین انکو جانتے ہون تب بقدر حساب بعض عیال بعض اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سبکے مقابلہ میں پڑے والا یکونوا معلومین فکلہ ای لکل الاجر ونقل ابن
الکمال ان کانت المؤنۃ تقل بنقصان عددہم فبحسابہ والا فکلہ اور اگر عیال غیر معلوم ہون تو اجیر کیواسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام سغدی نے
سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو عدد عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اُسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی

لا لایصال خط ای کتاب او زاد الی زید ان ردہ ای المکتوب او الزاد لموتہ ای زید او غیبتہ لاشیٔ لہ لانہ نقضہ بعودہ کالخیاط اذا خاط ثم
فتقہ یعنی اگر کرایہ پر کیا ایک مرد سے خط یا توشہ پہونچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اُسکے واسطے
کچھ مزدوری نہیں اسواسطے کہ اُسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اُسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی نے جبکہ سیا پھر اُس کو
اُدھیڑ ڈالا امام مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچانا اور جواب لانا دونوں کو ذکر کرتا ہو اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی
چنانچہ شرح مجمع میں مصرح ہے اور امام محمد کی جامع صغیر میں خط لیجانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الخانیۃ استاجر لیذہب لموضع
کذا او یدعو فلانا باجر مسمی فذہب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا تا فلانے کی طرف جاوے اور فلانے شخص کو بُلا لاوے معین دوری
پر پس اجیر وہاں گیا اور اُسنے اُس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی ہم خانیہ میں تبلیغ رسالت مذکور ہے نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو یکسان
(پہونچانا پیام کا ۱۲)
قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع الخط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من یسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر بالذہاب وہو نصف
الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعہ المصنف ولکن تعقبہ المحشون وعولوا علی لزوم کل الاجر لکن فی القہستانی عن النہایۃ ان شرط المجیٔ بالجواب فنصفہ
والا فکلہ فلیکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب میں اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثون کو درصورت موت زید کے یا اُس شخص کو دیا جو زید کو پہونچا دے
جب کہ وہ آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت معین ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا ہے
صاحب درر کا لیکن درر پر محشیون نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قہستانی میں نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب
لانا شرط کیا ہے تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام مشترط جواب پر محمول
ہے اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے وان لم یجدہ ولم یوصلہ الیہ لم یجب لہ شیٔ لانتفاء المعقود علیہ ہو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو
نہ پایا اور خط اور توشہ اُسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اُسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما
لو فرقہ اور اسمین اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضون کے نزدیک آنے کی مزدوری واجب ہے اور بعضون کے نزدیک واجب نہیں متولی ارض الوقف
اجرہا بغیر اجر المثل یلزم مستاجرہا ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمام اجر المثل علی المفتی بہ کما فی البحر عن الملتقط وغیرہ متولی ارض وقف نے
زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں تلخیص
وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں وکذا الحکم وصی الاب کما فی مجمع الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ
مجمع الفتاوی میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ نے صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر ویفتی بالضمان فی
غصب عقار الوقف وغصب منافعہ وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی نقضوا الاجارۃ عند الزیادۃ الفاحشۃ نظرا للوقف وصیانۃ
لحق اللہ تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہے ضمان کا اوپر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے میں
اور اسیطرح ہر ایک اُس چیز کا فتوی ہے جو وقف کیواسطے نافع تر ہے جسمین عالموں کا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہے فقہا نے زیادت فاحشہ کے نزدیک
بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہو جانا ہے بلا تعنت چنانچہ عنقریب
فروع میں مذکور ہوگا مات الاجیر وعلیہ دیون حتی فسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمستاجر اولی من فی یدہ ولو العقد فاسدا اشباہ حتی بالمستاجر من غرمائہ حتی یستوفی
الاجرۃ المعجلۃ مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اُسپر لوگون کے دین ہیں تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اجارہ کی
چیز کا اُسکے اور قرضخواہون سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ عقد فاسد اُسکے تصرف میں ہو

کذا فی الاشباہ یعنی جبکہ موجر مستاجر کے دیون میں پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر حق بائع ثمن ہے باقی قرضخواہوں کے کذا فی الطحطاوی یعنی اسکے پہلے
مستاجر اسکے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لیگا بعد اسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انہ لا یسقط الدین ہلاکہ ای ہلاک المستاجر
لانہ لیس برہن من کل وجہ مگر یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہو گا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہوجانے سے اسواسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہیں جو ساقط دین ہو بخلاف
الرہن فانہ مضمون بالاقل من قیمتہ ومن الدین کما فی مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہوجانیکے اسواسطے کہ مرہون کی ہلاکی مرتہن پر تاوان ہے کمتر کا
مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ھم قولہ بالاقل من قیمتہ ومن الدین ترکیب فاسد ہے اسواسطے کہ اس سے مفہوم ہوتا ہے
کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہوا حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جاوے سو دونوں میں سے جو اقل ہو وہ تاوان آتا ہو تو یہ ترکیب
صواب یوں ہے بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو ہر صورت میں بیانیہ ہوگا فتدبر مسائل متفرقہ کذا فی الطحطاوی فرع شارح کہ الزیادۃ فی الاجرۃ من المستاجر
تصح فی المدۃ وبعدہا زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہے اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے ھم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ اور
بیع الوفاء کے مخالف ہے واما الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک ولو یتیم لم تقبل کالوجہت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہو
اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہیں چنانچہ اگر اجرت ارزاں ہوجاوے تو معتبر نہیں ھم یعنی بعد اجرت معین ہوچکنے کی اجرت کا نرخ گران ہوگیا یا ارزان تو غیر وقف میں اسکا
اعتبار نہیں مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ اجر الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتہا باجر المثل ولو ادعی رجل انہا بغبن
فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف میں ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دے بدون پوچھے مستاجر اول کے لیکن قول اصح
صحت اجارہ مذکورہ ہے بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ھم اشباہ میں لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل وقوعہا صحیحۃ
باجر المثل فراقع ہے فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذلک فسخہا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسیطرح ہوجیسا دعاوی مدعی غبن فاحش کے ساتھ ہوا تو
قاضی اجارہ کو فسخ کرڈالے ھم شارح کو یوں کہنا خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہے مگر جبکہ قاضی کو خبردار
خبر کرے یعنی پھر دعوی مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل البصیرت اور صاحب امانت کے قول کی طرف رجوع کرے وتقبل الزیادۃ وان شہد
وقت العقد انہا باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہوں نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہوا ولا فان کانت اضرارا وتعنتا لم تقبل اور
اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نہ کرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہ ہوگی ھم اضرارا ور تذلیل کی زیادتی
وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا دو شخص بنا بریں ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اسکی طرف التفات نہو گا شاید کہ وہ شخص متعنت اور
ضرر رساں ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولہا فیفسخہا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجر بالاکثر اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اسکو
قبول کرلینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کرڈالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اسکا اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ھم زیادت اجر مثل سے
مراد اس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہوجاوے سب شخصوں کے نزدیک بسبب گران ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجاوے لوگوں کی رغبت کے سبب
کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا او حانوتا او ارضا فارغۃ عرضہا علی المستاجر فان
قبلہا فہو احق بہا والا آجرہا لزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول
کرے تو وہی اسکا زیادہ ترحقدار ہے اور اسپر زیادت لازم ہوگی قبول کرلینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول
کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل وادعی انہا اضرار فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونیکا انکار کرے اور دعوی کرے
کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اسپر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلہا اجرہا المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے

شخص کو اجارہ دے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو تابع الخ زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعۃ لم تصح اجارتہا لغیر صاحب الزرع لکن تضم الزیادۃ من یوم تھا اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اسکا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہیں لیکن جس دن سے زیادتی لائی جاسے مستاجر پر زیادہ ہونیکے وقت سے وان کان نحو ادعوس فان کان لمستاجر باشاھرۃ فانہا توجر لغیرہ اذ نوب الشہران الفسخ بالانتھا لہ وہ وی کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دیجائے جبکہ مہینہ ختم ہوچکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ کے ماہواری کے ہر مہینے کے سرے پر ہم مہینہ میں ہر کہ غیر کو اس طرح نہیں اجارہ دیا جاسے جبکہ رفع عمارات کے بعد اجرت زیادہ ہوچکا اور اگر بعد دور ہوجانے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہ ہو تو اسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جاسے کذا فی الطحطاوی ع البناء تملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او یصبر حتی یتخلص بناءہ یا مستاجر صبر کرے یہانتک کہ اسکی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم توجر لغیرہ وانما تضم علیہ الزیادۃ کالزیادۃ وبہا زرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین اجارہ نہ دیا جاسے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت لائی جاسے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہے وانما اذا زادا جر المثل فی نفسہ من غیران یزید احد فللمتولی فسخہا وعلیہ الفتوی اور جبکہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہوجاسے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہے وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ فتاوی الصغری اور جبتک متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ اشباہ میں فتاوی صغری سے منقول ہے قلت وظاہر قولہ والبناء تملکہ الناظر الخ انہ تملکہ جبرا الوقف قہرا علی صاحبہ بذا والارض تنقص بالقلع والا شرط رضاہ کما فی عامۃ الشروح منہا البحر والمنح فیعول علیہا لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب بخلاف نقول الفتاوی میں کہتا ہوں اور اسکا یہ قول البناء تملکہ الناظر الی آخرہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا مالک ہوجاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت پر جبر اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت میں ہے کہ زمین ناقص ہوجائے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک نہیں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں صراحت ہے از انجملہ بحر الرائق اور منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جاسے اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہیں برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوے کی نقول شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ہم منجملہ فتاوی مذکورہ فتاوی مؤیدزادہ ہے جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس وزخانیہ سے ان میں منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہوجاویگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی فتاوی مؤیدزادہ معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیہ ساکنہ بلا اذن متولیہ ان لم یضر رفعہ رفعہ وان ضر فہو المضیع مالہ فلیتربص الی ان یتخلص مالہ من تحت البناء ثم یاخذہ اور مؤیدزادہ کے فتاوی میں ہے کتاب الوقف سے منسوب جامع الفصولین کہ ایک دکان ہے وقف کی جسمیں اسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی تو اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا خود ضائع کرنے والا ہے اپنے مال کا تو چاہیئے کہ یہانتک انتظار کرے کہ اسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اسکو لے ولا یکون بناءہ مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید لہ علی ذلک البناء حیث لا یملک رفعہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اسکا تصرف اور قبضہ نہیں اس عمارت پر ہے اسواسطے کہ وہ اسکو منہدم نہیں کرسکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوا ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا ومبنیا فیہ صح اور اگر اسپر اتفاق کریں کہ اس عمارت کو وقف کے تحت میں کردیں بعوض اس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور طیار عمارت کی قیمت میں جسکی قیمت کم ہو اس طرح سے اسکا ثمن زیادہ نہو تو یہ صحیح ہے ولو لحق الاجر دین رفع الامر الی قاضی لیفسخ العقد ولیس للاجر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کرڈالے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتوی ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ ادا سے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرائے اس چیز کو بیچکر دین ادا کرے دیکھو کشف

الاجر او باكثر او باقل مما يتغابن فيه الناس لا بما لا يتغابن فتكون فاسدة فيوجره اجارة صحيحة اما من الاول او من غيره باجر المثل او بزيادة بقدر ما يرضى به المستاجر انتهى اور اجارہ جائز ہو اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اُسقدر اکثر یا اقل ہو جسقدر میں لوگون کو تغابن ہوتا ہے نقصان اُٹھاتے ہیں
نہ اُسقدر میں جسمین تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہوجائیگا تو موجر اُسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اُسکے سوا اور شخص سے اجرت
مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجرت مثل سے جسقدر سے کہ مستاجر راضی ہو انتہی ما في فتاوى مؤيد زاده وفي فتاوى الحانوتي بينة الاثبات مقدمة وهي التي تشهد بان الاجرة
اجرة المثل وقد اتصل بها القضاء فلا تنقض قال وبه اجاب العلامة الشيخ المحقق ابن نجيم فقط اور فتاوی حانوتی میں ہو کہ اثبات کے گواہ مقدم ہین اور گواہ اثبات وہ ہین جو
یہ گواہی دین کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہوگیا تو اجارہ منقوض نہو گا حانوتی نے کہا اور یہی جواب دیا ہو ابن نجیم اپنے شیخ نے
نے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت یہ ہو کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اُسکا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی
حکم کیا بعد اُس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہون نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہین جواب دیا
کہ گواہی اثبات کی مقدم ہو اور حکم حاکم بھی اُس سے متصل ہوگا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ۔

باب ما يجوز من الاجارة وما يكون خلافا فيها اي في الاجرة

یہ باب ہو اُس اجارہ کا جو جائز ہو اور جس اجارہ مین اختلاف ہو ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا باب ما يجوز من الافعال في الاجارة یہ باب ہو اُن افعال کا جو
اجارہ مین جائز ہین تصح اجارة حانوت اي دكان و دار بلا بيان ما يعمل فيها لصرفه للمتعارف صحیح ہو اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اُس فعل
کے جو اُسمین کیا جائے بسبب پھرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ہم بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ عمل متعارف اُسمین سکونت ہو تو وہی مراد ہوگی اور سکونت
متفاوت نہین ہین و بلا بيان من يسكنها فله ان يسكنها غيره باجارة وغيرها كما سيجيء اور اجارہ صحیح ہو بدون اس بیان کے کہ گھر مین کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہی
کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم غیر کا رکھنا جائز ہو اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہوگیا ہو کذا فی الطحطاوی وله ان يعمل فيها اي الحانوت
والدار كل ما اراد فيتد ويربط دوابه ويكسر حطبه ويستنجي بجداره ويتخذ بالوعة ان لم تضر ويطحن برحى اليد ان لم تضر به يفتى قنيه اور مستاجر کو جائز ہو کہ دکان اور گھر مین جو چاہے سو کام
کرے تو میخ گاڑے اور اپنے جانور اُسمین باندھے اور لکڑیان توڑے اور اُسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بنا دے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا
پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسیکا فتوی ہو کذا فی القنیہ ہم جانور باندھنا اُسوقت جائز ہو جبکہ جانورون کیواسطے کوئی مکان گھر مین مقرر ہو اور اگر ایسا نہو تو گھر کو معطل نہ بنا دے
اور چکی کے مسئلہ مین شارح تابع ہو مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہی حالانکہ بحر الرائق مین خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہوگیا ہو جس سے
حکم نکلتا ہو یعنی منع کا وعبارة الخلاصة كما في الرمز ولا يمنع من رحى اليد ان كان لا يضر يمنع عليه الفتوى یعنی ہاتھ کی چکی منع نہین اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہو اور اسی پر فتوی ہے
ہوسے نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہین مگر یہ کہ اُسکی شرط ہوگئی ہو یا مالک اُس فعل سے راضی ہوجائے اور جو فعل
کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہو کذا فی الطحطاوی غير انه لا يسكن بالبناء للفاعل او المفعول حدادا او قصارا او طحانا من غير رضى المالك او اشتراطه ذلك في عقد الاجارة
لانه يوهن البناء فيتوقف على الرضاء کرایہ دار کو ہر عمل گھر مین درست ہو سوائے اسکے کہ گھر مین لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اُسکی
شرط ہوجانے سے عقد اجارہ مین اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہو تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح نے کہا يسكن معروف یا مجہول
کا صیغہ ہو ہم شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ يسكن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہو چنانچہ منح الغفار مین ہو تو پہلی صورت مین حدادا کا منصوب ہونا باعتبار
حال ہونے کے ہو اور دوسری صورت مین باعتبار مفعول ہونے کے ہو ولو اختلفا في الاشتراط فالقول للموجر كما لو انكر اصل العقد اور اگر مستاجر
اور موجر مشروط ہونے مین مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہو چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اُسی کا قول مقبول ہوگا وان اقاما

باب ما يجوز من الاجارة وما يكون خلافا فيها اي في الاجرة

البینۃ فالبینۃ بینۃ المستاجر لاثباتہا الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بوجہ اثبات زیادت کذا فی
الخلاصۃ وفیہا استاجر للقصارۃ فالحدادۃ ان اتحد ضررہما اور خلاصہ میں ہے کہ گھر اجارہ لیا گاذری کے واسطے تو اسکو اسمیں آہنگری درست
ہے اگر گاذری اور آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل مالیس لہ لزمہ الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لایجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے
جو اسکو درست نہیں ہے تو اسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اس کام سے عمارت منہدم ہو جاوے تو اسکا تاوان دیوے اور اس صورت میں کرایہ
نہیں ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہیں ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل مالا یختلف بالمستعمل یبطل
فیہ التقیید لانہ غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے کہ آپ رہے اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہیں ہوتا استعمال
کرنے والے کے اختلاف سے اسمیں استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہے اسواسطے کہ قید مذکور مفید نہیں یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف
ما یختلف بہ کما سیجیء بخلاف اس عمل کے جو متفاوت ہو جاتا ہے استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مثلاً جیسے سوار ہونا اور کپڑا پہننا
کہ اسمیں تفاوت ہوتا ہے باعتبار اختلاف مستعمل کے تو تاوان لازم ہوگا بصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو
اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کر کے تو زیادتی خیرات کرے ہم یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات
کرے اپنے صرف میں نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئاً مگر دو صورتوں میں مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے کہ گھر کو کرایہ دے
مخالف جنس پر یا گھر میں کچھ درستی کردی ہو یعنی خلاف جنس یہ کہ روپیوں کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسوں یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی
کی صورت یہ کہ مثلاً گھر میں چونہ کاری کر دے یا استر پردہ لگا دے سوری نے کہا اینٹ اور دینا اصلاح میں داخل نہیں ولو آجر بالمؤجر لایصح وتفسخ الاجارۃ
فی الاصح بحر معزیا للجوہرۃ وفی البحر تلا فیہ نظر فتنبہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک مؤجر کو تو اجارہ صحیح نہیں اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح میں چنانچہ بحر الرائق
میں جوہرہ سے منقول ہے اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو غور کرو اور رسالہ یعنی متفرقات اجارہ میں عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا
وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان یزرع فیہا ما شاء کیلا تقع المنازعۃ والا فھی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب
صحیحۃ بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہے اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اسمیں بوئی جاویگی یا مستاجر یوں کہے کہ اجارہ لیتا ہوں
اس شرط پر کہ زمین میں زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آیندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم
مزروع نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسد پلٹ کر صحیح ہو جاویگا اس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع باعتبار
نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کے واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہو جاتا ہے مستاجر کو اختیار دینے سے اور در صورت عدم بیان
زراعت کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تھا بسبب ناواقفی مزروع کے تو جبکہ جہالت دفع ہوگئی
زراعت کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ میں پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کیواسطے ثابت
ہے ہم اجارہ میں پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہے اور زمین کی خرید میں بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہیں اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہے انتفاع کے
واسطے اور بدون دونوں چیزوں کے زمین سے فائدہ لینا نہیں ہو سکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع عین زمین سے ولہذا شور زمین کی بیع
جائز ہے اور اسکا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہیں کذا فی المحیط اوی ویزرع زرعین ربیعاً وخریفاً اور مستاجر دوبار زراعت کرے ربیع اور خریف میں
ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاحتیاجہا للسقی او کری ان یمکنہ الزراعۃ فی مدۃ العقد
جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہ ہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو

عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہے اور اگر اسقدر مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہے آجر یا وہی مشغولۃ بزرع
غیرہ ان کان الزرع بحق لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمہا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت
سے مشغول ہے تو اگر زراعت اوراہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹ اور
زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدلکر جائز ہو جائیگا ما لم یستحصد الزرع فتجوز ویومر بالحصاد والتسلیم بہ یفتی بزازیہ زراعت والی زمین کا اجارہ
جائز نہیں جبتک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرہا مضافۃ الی
المستقبل فتجوز مطلقا مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمانہ مستقبل کی طرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر
واجبی ام بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جائے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی العمادی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم بجبرہ
علی قلعہ اور کہا اولا فتاوی قاری الہدایہ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہے بسبب ممکن ہونے
تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑکر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایہ وفی الوہبانیہ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی ویومر بالتفریغ وابتداء
المدۃ من حین تسلیمہا اور وہبانیہ میں ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اسکے خالی کردینے
کا اور ابتداے مدت اجارہ اسکی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط وتقدم فی المتفرقات اور اشباہ
میں ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اسکا ذکر باب المتفرقات میں آگے آویگا وتصح اجارۃ ارض للبناء
والغرس وسائر الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحا حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہے اجارہ زمین کا مکان بنانے
اور درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں
کے رہنے کے واسطے نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یہ اجارہ
زراعت کے واسطے نہیں ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعہا وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما
سو اگر اجارہ کی مدت گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہ ہونے دونوں کی نہایت کے ہم حموی
نے کہا اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کردینا مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے کہ اسی نے زمین کو خراب کیا الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء والغرس
مقلوعا بان تقوم الارض بہا وبدونہا فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کردینا لازم ہے مگر جب کہ موجر مستاجر کو کھدے ہوئے مکان یا درخت کی قیمت کا
تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر
تاوان دے ما بین قیمتین کا کذا فی الاختیار وتملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظرا لہما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہوے اسواسطے
کہ اسمین مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہے شارح نے کہا تملکہ کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہے قال فی البحر وہذا الاستثناء
من لزوم القلع علی المستاجر فافاد انہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص تملکہا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرائق میں کہا
اور یہ استثناء یعنی الا ان یغرم کا استثناء لزوم قلع علی المستاجر سے ہے تو مصنف نے فائدہ بتایا استثناء سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں
اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کرکے زمین کا مالک ہے اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو
اسکی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس
لہذا والارض لہذا یا یہ کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی

موجر کی شارح نے کہا یعنی عطف ہے بعزم پر وہذا الترک ان یامر فاجارۃ والا فاعارۃ فلہما ان یواجراہا لثالث ویقتسما الاجر علی قیمۃ الارض
بلا بناء وعلی قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ مجتبی اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھود دینے دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ
اجارہ ہے والا اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہے تو مستاجر اور موجر دونوں کو اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہے اور دونوں شخص اجرت کو زمین
کی قیمت پر بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت کریں پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی ھم مثلاً اگر زمین کی قیمت
دو سو ہو اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر وفی وقف القنیۃ بنی فی الدار المسبلۃ بلا اذن
القیم ونزع البناء یضر بالوقف یجبر القیم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف میں ہے کہ فی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون
اجازت متولی کے اور حال آنکہ اس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہے تو متولی پر اسکی قیمت دلانے پر مکان بنانیوالے کے واسطے زبردستی کیجاوے
الی ہذا العبارۃ یعنی حاکم زبردستی قیمت دلاوے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارضا وقفا وغرس فیہا وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر
استبقاؤہا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین
اجارہ لی اور اسمیں درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو درختوں کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہے جبکہ اس باقی
رکھنے میں وقف کو ضرر نہو اور جنپر زمین وقف ہے وہ نہ مانیں سواے کھود دینے کے تو انکو اسکا اختیار نہیں کذا فی القنیۃ ھم ظاہر بیان مصنف سے دلالت
کرتا ہے کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاے مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین مملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا حکم
اور اسعاف اور حاویہ میں قنیہ کے مخالف منصوص ہے کہ عمارت جب وقف کو ضرر نکرے تو اسکے کھود دینے پر بنانیوالے پر زبردستی کیجاوے انتہی اور علما
ذکر کیا ہے کہ قنیہ کا نادر اقوال لائق عمل کے نہیں ہے کیونکہ اسپر عمل ہوگا جو مشہور کتابوں کے مخالف ہو یا اسکو خلاف مشائخ پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی مختصراً
قال فی البحر وبہذا تعلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ایضا فی اوقاف الخصاف بحر الرائق میں کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ
معلوم ہوتا ہے اور وہ اوقاف خصاف میں بھی منقول ہے ھم یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل پر رکھا جائیگا اور
اسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اسکا مالک نہوگا وقف کیواسطے مگر اسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ خلو کا جو اول کتاب البیع
میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی والرطبۃ لعدم نہایتہا کالشجر فتقلع بعد مضی المدۃ اور رطبہ درخت کے مانند ہے بسبب نہونے اسکی نہایت کے تو کھود دا
جاوے مدت گذر جانے کے بعد ھم رطبہ مابین شجر اور گیاہ کے ہے فارسی میں اسکو سپست کہتے ہیں بیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال تک رہتا ہے لہذا وہ
درحکم شجر ہے نہ درحکم زراعت ثم المراد بالرطبۃ ما یبقی اصلہ فی الارض ابدا وانما یقطع ورقہ وزہرہ ویباع پھر دریافت کرنا چاہیے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہے کہ جسکی جڑ زمین
میں ہمیشہ باقی رہے اور اسکے پتے یا پھول توڑے جاویں اور بیچے جاویں اما اذا کان لہ نہایۃ معلومۃ کما فی الفجل والجزر والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع یترک
باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ بما فی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جبکہ اسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق
یہ ہے کہ اسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اسکی نہایت تک چھوڑی جاوے اسیطرح کی تحریر کی ہے مصنف نے حواشی کنز میں اور اسکو
تقویت دی ہے خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مولی اور گاجر کی مثال درست نہیں ہے اسواسطے کہ یکبارگی کاٹنے
سے پھر باقی نہیں رہتی قلت بقی لو لہ نہایۃ معلومۃ لکنہا بعیدۃ طویلۃ کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الجلبی فلیحفظ تقییدہ میں کہتا ہوں
یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور دراز ہو جیسا نیشکر کا ہے اور رہنے تو وہ چیز درخت کے مانند ہے کما فی فتاوی ابن الجلبی
تو یہ قید یاد رکھنی چاہیے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ رعایۃ للجانبین لان لہ نہایۃ کما مر اور کھیت سے تعرض نکیا جاوے اجرت مثل لیکر اسکے

پکنے تک دونوں جانب کی رعایت کیواسطے اسواسطے کہ کھیت کی نہایت ہی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہو گئی اور ہنوز کھیت پختہ نہیں ہوا تو پکنے تک اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر مدت موجود ہو تو وہ اجرت لازم ہے جو دونوں میں مقرر ہو چکی بخلاف موت احدہما قبل ادراکہ فانہ یترک بالمسمی علی حالہ الی الحصاد وان انفسخت لان الابقاء علی ما کان اولی ما دامت المدۃ باقیۃ اما بعد ہا فباجر المثل بخلاف موت مستاجر یا موجر کے کھیت پکنے سے پہلے اسواسطے کہ کھیت باقی رکھا جائیگا اجرت معینہ پر بحال سابق کھیت کاٹنے تک اگرچہ اجارہ فسخ ہو گیا ایک شخص کی موت سے اسواسطے کہ جو باقی رکھنا بحال ماضی بہتر ہے جبتک کہ مدت اجارہ باقی رہے اور بعد انقضاے مدت کے تو اجرت مثل لازم ہوگی ویلحق بالمستاجر المستعیر فیترک الی ادراکہ باجر المثل اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نہ کیا جائے کھیت سے اسکے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک نے چاہا کہ میں اپنی زمین پھیر لوں اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاویگی اجرت مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور ظاہر یہی حکم ہے عاریت کی زمین میں مکان بنانے اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی واما الغاصب فیومر بالقلع مطلقا لظلمہ اور غاصب کو کھیت اکھاڑ لینے کا حکم ہوگا اسیطرح اگرچہ کھیت کچا ہو اسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم واجب العدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولہم یترک الزرع باجر ای بقضاء او بعقد حتی لا یجب الاجر الا باحدہما کما فی القنیۃ فلیحفظ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ فقہا کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نہ کیا جاے اجرت لیکر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب نہوگی بلکہ قضا یا عقد متعاقدین سے چنانچہ قنیہ میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر وتصح اجارۃ الدابۃ للرکوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھ لادنے کے واسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر لادنے کے واسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کے واسطے کرایہ کیا تو اسپر لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصۃ وریمن کافی ہے سے منقول ہے کہ اگر بیان نہ کیا کہ کون شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کون شخص کپڑا پہنیگا تو اجارہ فاسد ہے فلا تصح اجارۃ الدابۃ لیجنبہا ای لاجل ان یجعلہا جنیبۃ بین یدیہ جلالہ کہا اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تا اسکو خالی لے چلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اسکو کوتل کر لے چلے اپنے سامنے اور نہ اسپر سوار نہ ہو ولا تصح اجارتہا ایضا لاجل ان یربطہا علی باب دارہ لیراہا الناس فیقال لہ عرس اور جانور کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اسکو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلا صاحب خانہ کا ہے او لاجل ان یزین بیتہا او حانوتہ بالثوب لما قدمنا ان ہذہ منفعۃ غیر مقصودۃ من العین یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دکان کو آراستہ کرے کپڑے سے اجارات ثلثہ مذکورہ اس دلیل سے جائز نہیں جسکو ہم اول باب میں مذکور کر چکے کہ جانور کا کوتل لے چلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دکان کو کپڑے سے آراستہ کرنا منفعت غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیاں اور چاندنیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں انکا فرش کرے اور انپر نہ بیٹھے اور نہ سووے تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجر اور جبکہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا او استاجر بیتا لیصلی فیہ او طیبا لیشمہ او کتابا لیقرأہ او شعرا لیقرأہ ایضا شرح وہبانیہ اور اسی طرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا تاکہ اسمیں نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ لے سونگھنے کے واسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کے واسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا گھر کرایہ لینا نماز کے واسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمیں کافر اور مسلمان برابر ہے اسواسطے کہ فساد اجارہ مدت انتفاع کی جہالت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جاے تو اجارہ صحیح ہے اسمیں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ کو قرار دیجیے تو بھی اسیطرح کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یقید بالرکوب واللبس ارکب والبس من شاء اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی آدمی سوار یا پہننے والے کی قید نہ لگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہناوے ہم عدم تقیید سے مراد اسیطرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر کہے موجر سے کہ سوار کروں نگا یا

پہنا دیگا جسکو بہن چاہیگا کذا فی الحموی اور یہ صرف نہیں ہے کہ رکوب مطلق کہے اسواسطے کہ یہ سواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح ذکر کریگا
وتعیین اول راکب ولابس اور متعین ہو جائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا ہم یعنی جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہوجاویگا کہ یہی شخص
اصل سے مراد تھا تو اب دوسرے شخص کو اسپر سوار ہونا جائز نہ ہوگا کذا فی الدر رعن الکافی وان لم یبین بیہ کہا فسدت للجہالۃ اور اگر مستاجر نے
بیان نہ کیا کہ کون اسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ہم شارح کہتے ہیں کہنا صواب تھا (ولو استاجر للرکوب مطلقا)
یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نہ کہے
کذا فی الطحطاوی وینقلب صحیحا بہو اور اجارہ فاسد ذکرہ پلٹ کر صحیح ہوجاویگا جانور پر سوار ہونے سے ہم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا غیر کو سوار
کرے از راہ استحسان اجرت مسمیٰ واجب ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب تو جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی
تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم انتہائی تعیین کو ابتدائی تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور ضمان یعنی تاوان لازم نہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے
اسواسطے کہ وہ متعدی نہیں بہت عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قید براکب او لابس فخالف ضمن اذا عطبت والاجر علیہ وان سلم اور
اگر مستاجر یا موجر نے سوار یا پہننے والے کی قید لگائی سو مستاجر نے اسکے مخالفت کیا تو اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ جانور ہلاک ہوجاوے اور اسپر اجرت نہیں
اگرچہ اسنے تسلیم کی ہو ہم مخالفت سے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی واقفیت میں متفاوت ہوتے ہیں اسواسطے کہ اکثر ہلکے اور سبک ہیں
کہ انکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب ناواقفکاری کے اور بہت ہوتے ہیں جنکی سواری سے جانور کو ضرر نہیں ہوتا کیونکہ سواری سے
واقف ہوتے ہیں بخلاف حانوت فقعد فیہ حدادا وقصارا حیث یجب الاجر اذا سلم لانہ لما سلم تبین انہ لم یخالف وانہ مالا ومن الدرر کما فی الغایۃ یہ بخلاف اس
دکان کے جسمیں مستاجر نے مثلاً لہار کو بٹھلا یا اسواسطے کہ اسمیں اجرت واجب ہوگی جبکہ موجر کی طرف سے تسلیم دکان واقع ہو اسواسطے کہ جب اسنے دکان
تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہوگیا کہ حدادی گھر کو کمزور نہیں کرتی کذا فی الغایۃ ہم طحطاوی نے کہا ہمیں گفتگو
اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لانہ مع الضمان ممتنع اسواسطے کہ اجرت تاوان کے ساتھ جمع نہیں ہوتی ہم یہ تعلیل ہے
مصنف کے اس قول کی ولا اجر لہ کذا فی العینی ومثلہ فی الحکم کل مایختلف بالمستعمل کالفسطاط اور جانور کی سواری کے مانند ہے حکم میں جو چیز متفاوت
اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ شیخین کے نزدیک خیمہ در حکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمہ کے کھڑے کرنے میں
اور مکان نصب کے تجویز کرنے میں اور اسکی میخیں گاڑنے میں متفاوت ہوتے ہیں بعضے با سلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے
بے سلیقہ ایسے کہ ضائع کر ڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم میں برابر ہے کہ خیمہ کی میخیں مستاجر کے ذمہ پر ہیں اور رسیاں اجر پر
وفیمالا یختلف فیہ بطل تقییدہ بہ کما لو شرط سکنی واحد لہ ان یسکن غیرہ لان التقیید غیر مفید اور جس چیز میں تفاوت نہیں باوجود اختلاف
مستعمل کے تو اسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ میں ایک شخص کا رہنا شرط ہو تو مستاجر کو جائز ہے کہ اسکے غیر کو اسمیں بسائے اسواسطے
کہ مذکور ہوچکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں وان سمی نوعا وقدرا ککر بر لہ حمل مثلہ واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع اور مقدار
کا چنانچہ گیہوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اسکے مانند اور اس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ ترضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا کر تسمیہ کا فی الصورۃ
نہیں بارہ صاع کا ہوا ہوے اور اس ملک کے وزن کے موافق تخمیناً اکتالیس سیر ہوتا ہے اور مانند کی مثال جیسے معین گیہوں کے برابر اور گیہوں اسکے
وزن کے برابر لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہوں کے عوض جو لادنا اور نمک یا لوہا لادنا گیہوں کے عوض جائز نہیں والاصل ان من استحق منفعۃ
مقدرۃ بالعقد فاستوفاہا او مثلہا او دونہا جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا اجارہ کے عقد سے پھر اسی منفعت کو یا اسکی

ہلا ہو یا اُس سے کمتر کو حاصل کرے تو جائز ہے اور اگر زیادہ ترکو حاصل کرے تو جائز نہیں ومنہ حمل وزن البر فحملہا الاشعیر الی الاج اور مثلہ غیر جانور کے
ہی لادنا روٹی کا جو برابر گیہوں کے وزن کے نہ لادنا چاہئے کا قول اصح یہی ہے یعنی اگر من بھر گیہوں لادنے پر کرایہ ٹھہرا اسو مستاجر نے من بھر روٹی
جانور پر لادی تو جائز نہیں اسواسطے کہ روٹی پیٹھ پر گیہوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور اُس میں گرمی بھی زیادہ ہے تو اُسکا ضرر زیادہ ٹھہرا گیہوں
اور گیہوں کی عوض اگر جو اُسیقدر لادے اور جانور مرگیا تو تاوان نہیں بقول اصح اسواسطے کہ سبب جو اور گیہوں وزن میں برابر ہوں تو جو کا
ضرر جانور کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیلانے کے یہی فتویٰ ہے جوہرہ رشیدیہ کا اصل اگر جسے محمول ہو پھیلاؤ سے اور جو لادی اور وزن دونو
سکا برابر ہے تو محمول کمتر پھیلتا ہے جانور کی پیٹھ پر بھی سے تو صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہوں کے وزن کے برابر بھر پایا لوہا لادا
اور اگر محمول ایک زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر بھی سے تاوان نہیں چنانچہ گیہوں کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے
تاوان لازم نہ آویگا مگر جبکہ موضع حمل سے زیادہ تر متجاوز ہو چنانچہ روئی عوض گیہوں کے کذا فی الحلاوی و در المختار و فی علیت الاسم بقیمتہا او
اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اُس شخص کو سوار کرلیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھ سکتا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے گا
اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا کذا فی الخانیہ ولا اعتبار للثقل لان الآدمی غیر موزون اور اعتبار نہیں گرانی وزن کا اسواسطے کہ
آدمی غیر موزون ہے یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو عدد راکب کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ثقیل سواری کے واقف کار سے جانور کو
ضرر نہیں ہوتا اور خفیف نا واقف سے ضرر ہوتا ہے وہذا ان کانت الدابۃ تطیق حمل الاثنین والا فالکل بکل حال اور یہ یعنی نصف ضمان اُس وقت ہے
جبکہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اُٹھا سکتا ہو اور اگر اُٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر ہر حال میں یعنی خواہ بذات خود بیٹھ سکے یا نہ ہو گا اور جملہ
الراکب علی عاتقہ فانہ یضمن الکل وان کانت تطیق حملہا لکونہ فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اٹھایا ہو
مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونوں کے بوجھ اٹھانیکی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونوں کا بوجھ پیٹھ کی
ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا وان کان الردیف صغیرا لا یستمسک یضمن بقدر ثقلہ اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بلا اعانت
جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اُسکی گرانباری کے یعنی جسقدر بوجھ بھاری ہوگیا صغیر کے سوار کرنے سے اُتنا تاوان لازم ہوگا محلہ
شیئا آخر لو من ملک صاحبہا کولد الناقۃ لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اُٹھا لینے سے بقدر اُسکے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہے اگرچہ وہ چیز محمول
جانور کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے بچے کو اُٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے ولیس المراد ان الحمل
یوزن بل ان یسال اہل الخبرۃ کم یزید او رتاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تولا جاوے بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل دانش سے پوچھا جاوے کہ کتنا
بوجھ زیادہ ہوگیا حمل صغیر یا حمل شیئ آخر سے ولو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا تو ہلاک کی صورت میں کل کا ضمان
دیگا بموجب اُس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہوگیا وکذا لو لبس ثیابا کثیرۃ اور یہی حکم ہے اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر سوار ہو
یعنی درصورت ہلاک تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا ولو مایلبسہ الناس ضمن بقدر ما زاد یعنی اور اگر اُسقدر ہوں جتنے لوگ پہنتے ہوں تو بقدر
زیادتی کے ضمان دیگا کذا فی المجتبی واذا ہلکت بعد بلوغ المقصد وجب جمیع الاجر لو بنفسہ مع التضمین ای لنصف القیمۃ لو بغیرہ اور پیچھے سوار
کر لینے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہونچنے کے ہلاک ہووے تو ساری اجرت واجب ہوگی اسوجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور ضمان بھی
نصف قیمت جانور کا دیوے اسلیے کہ دوسرے کو سوار کیا ثم ان ضمن الراکب لا یرجع وان ضمن الردیف یرجع لو مستاجرا من المستاجر والا پھر اگر سوار یعنی مستاجر
راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ پھیرے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے پھیرلے اگر اُسنے مستاجر کو کرایہ دیا ہو اور اگر ردیف بطریق اجارہ

سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قید بکونہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ
روایت میں جانور کے ہلاک ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع صور
مذکورہ میں کذا فی الطحطاوی ولو شرط اردفہ لانہ لو اقعدہ فی السرج صار غاصبا فلا اجر علیہ بحر عن الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ میں ارداف روایت
کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر اسکو زین پر بٹھا دیگا اور آپ پیچھے بیٹھیگا تو غاصب ٹھہریگا تو اسپر اجرت لازم ہوگی یعنی فقط تاوان اسپر لازم ہوگا نہ
کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل بخلافہ فلیتامل عند الفتوی کیف وفی الاشباہ عن الجوہرۃ ان الاجر والضمان لا یجتمعان لیکن سراج
وہاج میں مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف وجمیع اجرت المتمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کیونکر ایسا ہو
اور حالانکہ اشباہ وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ اجرت اور تاوان جمع نہیں ہوتے ہم سراج میں مشکل سے یوں مذکور ہے کہ ارداف کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر آگے
سوار ہوا یا پیچھے دونوں صورتوں میں حکم یکسان ہے شارح نے امر تامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا
ذکر بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور تاوان کا نہوا اور اجتماع تاوان
کا اجرت کے ساتھ وہاں ممتنع ہے جہاں تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہو جاوے اور یہاں ایسا نہیں ہے اذا استاجرہا لیحمل علیہا مقدارا فحمل
علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا تاکہ اسپر مقدار معین لادے اور اسپر اس سے زیادہ تر لادا اور وہ ہلاک ہوگیا تو
تاوان دے بقدر زیادہ ہو جانے بوجھ کے ہم مثلا تین من لادنا مقرر ہوا سو اسنے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا
اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اسکا حصہ ساقط ہوگیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم قیمت کا
تاوان لازم ہوا وہذا لو حملہا المستاجر فان حملہا صاحبہا بیدہ وحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہو المباشر عمادیۃ اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ خود
مستاجر نے اسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی العمادیہ خواہ کہا
زیادتی کو جانتا ہو یا نجانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اسکو جواب دیا جاوے کہ تو نے کیوں نہ قبول لیا تھا علامہ
مقدسی نے کہا اس میں تامل ہے اس میں اشارہ ہے تاوان مستاجر کا سبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ کے تتمہ
تتمۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وان حملاہا معا ووضعاہ علیہا وجب النصف علی المستاجر بفعلہ وہدر فعل ربہا یعنی اور اگر مستاجر اور
مالک جانور نے بوجھ ساتھی اٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا
فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی المجتبی ولو کان البر مثلا فی جوالقین فحمل کل واحد منہما جوالقا ای وعاء کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیہا معا فلا
الضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد غایۃ اور اگر مثلا گیہوں ہو دو گون ہیں اور مستاجر اور مالک ہر ایک نے ایک ایک گون
تنہا اٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد
اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک بار ہو گٹھے کے مانند مثلا ومفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وہو الوجہ کذا
تمم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا
پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح میں قلت وما فی الخلاصۃ ہو ما یوجد
فی بعض نسخ المتن من قولہ وکذا لا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم رب الدابۃ وان حملہا رب الدابۃ اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی قہستانی
میں کہتا ہوں کہ جو خلاصہ میں ہے وہ اس متن کے بعض نسخوں میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی

پھر جانور کے مالک نے اور اگر اُسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصہ تو ضمیر وارد ہونا
قول غیر معتمد ہے وہذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ المستاجرۃ تطیق مثلہ اور یہی مسئلہ اولیٰ میں جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادتی فقط کے
اسوقت ہے جبکہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق فجمیع القیمۃ لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر
للحمل والضمان للزیادۃ غایۃ اور جبکہ جانور اُتنے بوجھ اٹھانے کی طاقت نرکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور
مستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی اجرت واجب ہوئی لادنیکے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنیکی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ہم شارح نے یہ جواب دیا
سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونوں جمع نہیں ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے
کہ لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجر کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادۃ انہا من جنس المسمی فلو من غیرہ
ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کر دیا کہ زیادت محل معین کی جنس سے ہو
تو اگر زیادتی اُسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا جیسا کہ بحر میں ہے اور نہیں تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط محل معین بلا خلط زیادت
لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادے کذا فی البحر قال ثم اعترضوا للاجر او علت لظہور وجوب المسمی فقط وان حملہا المستاجر لان منافع الغصب لا تضمن عندنا
صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے اعتراض نکیا اجرت کے بیان کا جبکہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط
مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں ومنہ علم حکم المکاری فی طریق مکۃ اور ظہور وجوب کی
سے معلوم ہو گیا مکہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جبکہ محل معین پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہونچا تو زیادہ لادنے سے کچھ اجر کا استحقاق
ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہیں کذا فی الطحاوی وضمن بضربہا وکبحہا بلجامہا للتقیید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے
درصورت ہلاکت جانور کے مارنے سے اور اسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا گرا کرنیکے واسطے
مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن وہان تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہو جاوے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب او الوصی للتادیب ضمن لوقوعہ بزجر
وتعریک تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مرجاوے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقالا
لا یضمن بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب متعارف اور مروج سے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام
کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق میں تتمہ سے ذکر کیا ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے
قول کیطرف صحیح تر قول ہے لا یضمن بسوقہا اتفاقا مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام و صاحبین وظاہر الہدایۃ ان للمستاجر الضرب
للاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول یہہ دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ
اباحت ضرب مقید بشرط سلامت معلوم ہو واما ضربہ لدابۃ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی لا یضربہا اصلا ویخاصم فیما زاد علی التادیب اور مالک
کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے ہے کہ اُسکو بالکل نمارے اور اُس سے مواخذہ ہوگا اُس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہو ہم یعنی
ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جبکہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن بنزع السرج ووضع الایکاف سواء یوکف بمثلہ ام لا اور تاوان دے
زین کے اُتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اُسپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحاوی نے کہا شاید کہ شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا
اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے ولہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت
نتھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے و بالاسراج بمثلہ فجمیع قیمتہ اور اسطرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اُس

گدھے پر نہیں باندھا جاتا اُسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہے تو تاوان لازم نہیں مگر درصورت زیادت
وزن حقائق ابن عیون سے منقول ہے صاحبین کے قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو تسلط او اسرجها مکان الاکاف لا یضمن الا اذا زاد وزنا
فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اُسپر باندھا جاتا ہے یا بجائے پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہ ہوگا مگر جبکہ تول میں
زین پالان سے زیادہ ہو تو اُسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر پالان دو سیر کا اور زین چار سیر کا تو نصف
قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجر بغیر لجام فالجمہا بلجام لا یلجم مثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا درصورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے
پھر اُسکے منہ میں ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی وکذا لو ابدلہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم
ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدلکر لگائی جیسی لگام اُسکے لگائی نہیں جاتی ہو اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہیں جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ہم
طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر متعدی ٹھہرا و سلک طریقا غیر ما عینہ المالک تفاوتا او تا بعدا او
وعورا او خوفا بحیث لا یسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ چلا جو مغائر تھی اُس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی اور دونوں راہیں
متفاوت تھیں دوری یا سختی یا خوف ہونے میں اسطرح کہ لوگ اُس راہ میں نہ چلتے ہوں کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قیدہ بالبر مطلقا سلکہ الناس
اولا لخطر البحر فلو لم یقید بالبر لا ضمان یا حمال مستاجر کا اسباب لادلیگیا دریا میں جبکہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی میں لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آویگا خواہ
لوگ دریا کی راہ چلتے ہوں یا نہ چلتے ہوں بسبب خطرناک ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی تلف ہو جانے سے وان بلغ
المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہونچا دیا دریا کی راہ سے تو اُسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے
یعنی تو گویا اُس سے مخالفت متحقق نہوئی وضمن بزرع رطبۃ وقد امر بالبر لنقصان الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ مالک نے
گیہوں بونیکا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر نقصان ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق میں زیادہ تر مضر ہے گیہوں سے یعنی اسواسطے کہ
رطبہ کی جڑیں بکثرت ہوتی ہیں اور دور تک پھیلتی ہیں ولا اجر لانہ غاصب الا فیما استثنی کما سیجی اور صورت مذکورہ میں اجرت نہیں اسواسطے کہ رطبہ
بونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہیں مگر چند مسائل مستثنے میں اجرت ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل ضررا
لا یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان میں مضر تر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کمتر ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب
ہوگی ہم اقل مضرت کی صورت یہ ہے کہ رطبہ بونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہوں بویا وضمن بخیاطۃ قباء وامر بالقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبا کے
سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اُسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم قبا اُسکو کہتے ہیں جسکا آگا کھلا ہوا ہو اور
قمیص وہ ہے جسکا آگا اور پیچھا دونوں سیا ہو وله ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثلہ لا یجاوز المسمی کما ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اور اُسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہے یعنی
اجارہ فاسدہ میں وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہے جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا لو خاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح قہستانی
الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جبکہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہے اصح قول میں یعنی مستاجر
مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اُسکی مزدوری دے تو درر میں قبا کی قید لگانا اتفاقی ہے ہم درر میں تخییر کا حکم درصورت قمیص اور قبا
کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ ذکر قبا اتفاقی ہے ہر مخالفت کا یہی حکم ہے وضمن بصبغہ اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض و
ان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے

سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کپڑے اور رنگریز کو اتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز
کیواسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی ولو صبغ ردیا ان لم ینقص الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ ضمن قیمۃ ثوب ابیض خلاصہ
اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریز کے پیشے والوں کے نزدیک تو
سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان ہو کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقۃ شارح کے قال للخیاط اقطع طولہ وعرضہ وکمہ کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان
اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول وعرض اور آستین اسقدر ہو وہ کم ہوا فقدر اصبع ہے سو اگر بقدر انگلی یا اسکے مانند کم ہو تو
معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اسکا تاوان ہو قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک ضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص
کیواسطے کفایت کرتا ہو تو اسکو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اسکو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کیواسطے کافی نہیں تو اسپر تاوان
لازم ہوگا یعنی ہو اسطے کہ اسنے دھوکا دیا ولو قال ایکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا
کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں پھر مالک نے کہا اسکو قطع کر اور اسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھکو کفایت نہیں کرتا تو اسپر تاوان لازم
نہیں ہو اسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی مفازۃ ولم یرحل حتی فسد المال بسرقۃ او مطر ضمن لو
السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اترا میدان میں اور وہان سے کوچ نہ کیا یہان تک کہ مال فاسد ہوگیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش
وہان اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اسپر لازم ہوگا یعنی ہو اسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی ٹھہرا وہان کے چھوڑنے سے اور اگر
غالب الوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ لعادتہم اور اشباہ میں ہے مددگاری
چاہی ایک مرد سے بازار میں تاکہ اسکا مال بیچدے سو اسنے مزدوری مانگی تو انکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت اسنے مال بیچدیا پھر مزدوری مانگی تو
اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہوں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہوں تو اجرت لازم نہیں وکذا لو
ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کرنے کیواسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا وجوب اور عدم وجوب
اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجرا من الاخر اعتبر
عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اسکو کپڑا بننا سکھا دے اور مولی نے ہر
مہینے میں کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام
میں معتبر ہوگا یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاوے اور اگر عرف مولی کیواسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل استاد کو
لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان فیہا استاجر دابۃ الی موضع فجاوز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وہو قولہما والیہ رجع الامام
کما فی مجمع الفتاوی اور درر میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہانسے بڑھا کر اور مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان کی طرف پھر آیا اور جانور ہلاک
ہوگیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان لازم ہوگا صحیح قول میں جیسے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقا اور صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کی طرف امام نے
رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی ہم مطلقا یعنی خواہ آمد ورفت دونوں کیواسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کیواسطے بہرصورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہے عاریت
لیجانیکا کہ تاوان لازم آویگا مطلقا مکان معہود سے تجاوز سے وفیہ خوفوا المکاری فرجع واعاد الحمل لمحلہ الاول لا اجر لہ ینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگون نے مکاری
یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کیطرف بوجھ پھیر لایا تو اسکی مزدوری نہیں اور لائق یہ ہے کہ اسپر زبردستی کیجاوے
دوبارہ لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی الصباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ ردہ علی فلم یردہ ثم ہلک لا ضمان اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ ریشم دیا رنگریز کو

تا اسکو رنگے بمقدار اجرت پر پھر مالک بولا کہ اسکو مت رنگ اور مجھکو پھیردے سو اُسنے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہو گیا تو رنگریز پر تاوان نہین ذیمہ
سئل ظہیر الدین عمن استاجر رجلا لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر وتمنع لسببہ ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ ظہیر الدین سے اُس شخص کے
حکم کا سوال ہوا جسنے ایک مرد کو مزدور کیا تا کہ اُسکا کام کرے زمین مین سو جبکہ مزدور کام کیواسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اُسکے سبب
کیا اُسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہین یعنی سو اسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا کذا فرضیت حملہا وحمل الشرکی
الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا اُسپر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہو گیا تو حمل معین سے کم لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے موافق
کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ مستاجر اسیقدر کے لادنے پر راضی ہو گیا استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لتوہین البناء
وحکم القاضی بمنعہ ہل یسقط حصۃ مدۃ المنع قال لا المنع من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اُسکو پڑوسیون نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہو جانے
مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کرایہ ساقط ہو گا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہوگا جبتک ظاہر مین پیسنے سے منع نکیا
جائیگا ہم مراد یہی واللہ اعلم کہ لوگ اسکو چکی نہ پیسنے دین یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول دین کذا فی الطحطاوی استاجر حماما سنۃ بغیر قدر مدۃ ہل
یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی مین ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے
جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوہبانیۃ یسقط فی وقت العمارۃ مثل ما لو انہدم بعض الدار فالہدم تقدیرہ اور وہبانیہ مین
ہے اور ساقط ہوتا ہے اجر عمارت کے وقت مین مانند اُسکے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہو جاوے تو انہدام تخمین کیا جاوے یعنی مقدار انہدام
تخمین کر کے بقدر اُسکے اجرت ساقط کیجاوے اور یہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان کے گرجانے سے کرایہ ساقط نہین ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وخالف فی قدر العمارۃ آمر تقدم فیہا قولہ لا الامر اور مخالفت کی مالک امر کرنیوالے نے مستاجر کی عمارت کی مقدار
مین تو اسمین مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالے کا صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ مین
مجرا کر لینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار صرف مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع ہونگے
کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما ثبت لعلیہ بمجرد الامر وفی الاتی تنور وبالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ مین کہتا ہون
اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہے مستاجر کا اس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو مجرد امر کرنے سے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہبچہ کے بنانے مین رجوع مجرد امر سے نہین کیونکہ
ضرور ہے اشتراط رجوع سے موجر پر ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہین بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہے جو شرح وہبانیہ مین کوری کہ
اسطرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر مین عمارت بنا دے مالک کے امر سے تو بقدر اُسکا صرف ہوا امر سے بھر لے اگرچہ رجوع صریحا شرط نہوئی
قاضیخان سے نقل کیا کہ تنور اور چہبچہ مین رجوع مجرد اذن بلا شرط صحیح نہین انتہی ما فی القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ قنیہ کا صریح ہے نہ مفاد ولو خربت
الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ ما لم یفسخہا المستاجر بحضرۃ الموجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہو گیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی فسخ نہین ہو جاتا
جب تک اسکو موجر کے سامنے فسخ نہ کرے یہی قول اصح ہے ہم اگر بعضا مکان گھر کا منہدم ہو گیا اور مالک خانہ غائب ہے یا بیماری کے حیلہ سے قاضی کی
مجلس مین حاضر نہین ہوتا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی اُسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ کر دے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ واذا بنیت لا خیار لہ
اور جبکہ گھر بنایا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہین یعنی سو اسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہین ہوتا وفی سکنی عرصتہا لا یجب الاجر قالہ
ابن الشحنۃ قلت وفی القنیۃ نظر ولعل المراد المسمی لا اجرۃ المثل او حصۃ العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتامل وسیجی فی فسخہا ما یفیدہ فتنبہ اور خانہ منہدم کے پیش
دروازے کے میدان کی سکونت مین اجرت واجب نہین یہ کہا ہے ابن شحنہ نے مین کہتا ہون کہ اسکی نفی مین اعتراض ہے اور شاید کہ نفی سے اجرت

سینہ گھر کی مراد ہے لیکن مثل اُس میدان کے کرایہ یا حصہ میدان کے کرایہ کے لازم ہونیکا کوئی قائل نہیں اور فسخ اجارہ کے باب میں وہ قول ذکر کیا جو لزوم اجرت کا
مفید ہوگا سو خبردار رہنا ہم باب الفسخ کا قول ذکر کرینگے یعنی یہ کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور وہ مکان سوائے پیسنے کے لائق انتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت
لازم ہوگی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لیگا تو بقدر اُس کے حصہ کے اجرت لازم ہوگی انتہی اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی کرایہ کا
گھر منہدم ہوجائے تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اسواسطے کہ پیش دروازہ سے انتفاع ممکن ہے کذا فی الطحطاوی استاجر حماما وشرط حط اجرۃ شهرین للعطلۃ فان شرط
حط قدر العطلۃ صح بزازیہ حمام اجارہ لیا اور دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کر لی تو اگر اجرت کا کم کرنا بقدر تعطل شرط کیا تو صحیح ہے کذا فی البزازیہ
ہم یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی واجرۃ السجن والسجان فی زماننا یجب ان یکون علی رب الدین
خزانۃ الفتاوی کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب ہے کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی یعنی اسواسطے کہ اُسی
کے واسطے تو مدیون مقید ہوا ہے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لا یلزمہ الکراء لہذہ السنۃ لانہ لم یسکنہا علی وجہ الاجارۃ
کذلک لو انقضت المدۃ والمستاجر غائب والدار فی ید امراتہ لان المراۃ لم تسکن باجرۃ مدت اجارہ کی منقضی ہوگئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک
سال اُسمیں رہا تو پھر کرایہ لازم نہوگا اس سال کا اسواسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسیطرح اگر مدت اجارہ ہوجائے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر
کی عورت کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں آوے اسواسطے کہ عورت اُسمیں بعوض اجرت نہیں رہی آجر دار کل شہر بکذا فلکل الفسخ عند تمام شہر فلو غاب المستاجر قبل تمام
الشہر وترک زوجتہ ومتاعہ فیہا لم یمکن للآجر الفسخ مع المراۃ لانہا لیست بخصم والحیلۃ ان یوجرہا لآخر قبل تمام الشہر فاذا تم تنفسخ الاولی فتنعقد الثانیۃ فتخرج منہا المراۃ وتسلم
للثانی خانیۃ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہوا مہینہ تمام ہونے
سے پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر میں چھوڑ گیا تو موجر کو اُسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مستاجر کا خصم نہیں اور مستاجر کی عورت
سے فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ وہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ دے مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ
منعقد ہوگا اب مستاجر کی عورت اُسمیں سے نکلیگی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائیگا کذا فی الخانیۃ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ عقود میں سے عقد فاسد وہ ہے جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف
اُسکا عدم مشروعیت وصف جہالت سے یا اُس شرط کے اشتراط سے عارض ہوتی ہے جسکو عقد مقتضی نہیں والباطل ما لیس مشروعا اصلا لا باصلہ ولا بوصفہ
اور عقد باطل وہ ہے جو کسیطرح مشروع نہ ہو نہ اُسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اُسکا جیسے اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے اور بت تراشی
یا تصویر بنانے کیواسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول وہو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ابن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم واجب
ہونا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اُس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مماثل ہو اُس عمل میں یعنی جو ایسا
کام کرتا ہو اُس زمان اور مکان میں اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو لوگوں میں تو متوسط کا اعتبار ہوگا
اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگرچہ اُسکا سبب حرام ہے یہ قول ہے حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال نہیں یہی قول صحیح تر ہے اور اجرت مثل
وہاں علی الاطلاق معتبر ہے جہاں اجرت مسمی نہ ہو اور درصورت تسمیہ اجرت مثل اجر مسمی سے زیادہ نہوگی اور ظاہر کلام شارح اُسپر دلالت کرتا ہے کہ درصورت تسمیہ
اجرت مثل واجب ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الثانی وہو الباطل فانہ لا اجر فیہا بالاستعمال حقائق بخلاف ثانی یعنی اجارہ باطل میں اجرت
نہیں استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع یملک فیہ بالقبض اور اجارہ

فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد میں مبیع مملوک ہوجاتی ہے مشتری کے قبض کرنے سے
بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیس لہ ان یوجرہا برخلاف اجارہ فاسد کے کہ اسمین منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے عین مستاجرہ پر قبضہ کیا
تو اُسکو جائز نہیں کہ اور شخص کے اجارہ میں دے ولو آجرہا وجب اجر المثل ولا یکون غاصبا وللاول نقض الثانیۃ بحر عزیا للخلاصۃ اور اگر مستاجر مذکور نے اُسکو اجارہ دیگا
تو مستاجر اول پر اجرت مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک یا موجر اول کو اجارہ ثانیہ کا توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے
خلاصہ سے منقول ہے فی الاشباہ المستاجر فاسدا لو آجر صحیحا جازت [illegible] اور اشباہ میں ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر اگر اُسکو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا ہم
معلوم ہوا کہ اجارۂ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی
العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہیں وہ شرطیں جو مقتضائے عقد کے مخالف ہیں ہم چنانچہ بیان ہو چکی کہ اجارہ میں شرط ہوتی کہ اگرچہ پانی منقطع ہوجاوے
تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع مما مر یفسدہا کجہالۃ ماجور او اجرۃ
او مدۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ الدار ومغارمہا وعشر او خراج ومؤنۃ رد اشباہ جو چیز بیع کو فاسد کرتی ہے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی وہی
چیز اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہے چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے
گھر کی مرمت اور اُسکے مصارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہونچا دینے کا خرچ شروط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ہم وجہ فساد اجارہ
یہ ہے کہ اعمال مذکورہ بجملہ اجرت کے قرار دیے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت بعض اجرہ موجب ہے باقی اجرت کی جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ
لابی السعود وتفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من دارہ او نصیبہ من دار مشترکۃ من غیر شریکہ او من احد شریکیہ افقع المسائل وعمادیہ من الفصل الثلثین اور
شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو
اجارہ دے یا دو شریکون میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ افقع المسائل اور عمادیہ میں ہے تیسوین فصل سے ہم فصولین میں ہے کہ ایک زمین مشترک ہے
چند شخصون میں تو اگر ایک شریک سب شریکون کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو جائز نہیں واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسد علی
الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر لواحد فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری
اجارہ کا مفسد نہیں بموجب ظاہر الروایت کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ
دی پھر ایک موجر مر گیا یا اُسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصون کو اجارہ دیا پھر ایک مستاجر مر گیا ہم صورتین اخیر تین میں میت کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ
کے حصہ میں اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کما لو قضی بجوازہ اور وہ یعنی تمام چیز میں اجارہ کر
پھر بعض میں فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع کے اجارہ میں چنانچہ جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہوجانا ہم یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے اسکی دو تدبیرین
ہیں ایک یہ ہے کہ کل چیز کو اجارہ دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سو
وہ اُسکے جائز ہونیکا حکم دے الا اذا آجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجوز وشیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جبکہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے
دوسرے شریک کو اجارہ دے تو جائز ہے وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا
یعول علیہ اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ میں ہو یا غیر محتمل میں اور اسی قول پر
فتوی ہے کذا فی الزیلعی اور بحرالرائق میں یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوی کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کر ڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی میں ہے وہ ایسا
شاذ ہے جسکا قائل معلوم نہیں تو وہ اعتماد کے لائق نہیں ہم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی قاضی خان میں ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور یہی

اعتماد کیا ہی پہار باب صحیح اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرایا قلت فی البدائع لو اجر مشاعا فتحمل القسمۃ ثم قسم جاز لزوال المانع ولو ابطلها الحاکم ثم قسم لم
ہم کہتے ہین کہتا ہون ور بدائع مین ہی اور اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہی پھر اسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہی بسبب دور ہو جانے
مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اسکی قسمت او تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہین وفیہا یجوز اجارۃ لو ابنا ء لرجل فی الارض لاخر
فصولین مین الفصل الحادی والثلثین یعنی الواسطہ اور فتوی دیا جاے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اسکی دوسرے شخص کی چنانچہ
فصولین مین ہی اکتیسوین فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان مین یہ مسئلہ مذکور ہی ہم یعنی اگر صاحب عمارت اسکو اجارہ دے صاحب زمین یا اسکے غیر کو تو جائز ہی
اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر والجامع وتفسد بجہالۃ المسمی کلا او بعضہ کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمہا
المستاجر لصیرورۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا
سو درہم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت مین سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت مین داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گئی
اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کتنا مرمت مین صرف ہوگا ہم کپڑا اور جانور تمام اجرت کے مجہول ہونیکی مثال ہی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درم
او مرمت جہالت بعض کی مثال ہی وتفسد بعدم التسمیۃ اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے یا شراب یا سور کے نام
لینے سے ہم عدم تسمیہ کی یہ صورت ہی کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فا
فسدت بالاخیرین الجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ لا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سببون سے یعنی مسمی کی جہالت سے
اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی بیچ والی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہوگی مسمی سے ہم شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی مین خلل ہی اسواسطے کہ
دونون صورتون مین تسمیہ نہین اسواسطے کہ عدم تسمیہ مین امر ظاہر ہی اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہی کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین بل باستیفاء المنفعۃ
حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ ابدا ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ مین اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہوگی بلکہ حقیقۃً منفعت کے حاصل
کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی ہو کیونکہ بسبب نہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیا جاے ولا ینقص عن المسمی
اور اجرت مثل کم نہو مسمی سے ہم اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اسکے عدم مرجع الیہ کے مخالف ہی والا فسد بالشرط او الشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد
اجر المثل علی المسمی رضاہما بہ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو
اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوگی بسبب راضی ہو جانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونون اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے ہم جہالت مسمی اور عدم تسمیہ
مین اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا مین عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہین ہی بلکہ انکی قیمت عقد یا شبہ
عقد سے ٹھہرتی ہی پھر جبکہ منافع کی قیمت نہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اسکے
اسقاط پر راضی ہو گئے اور جبکہ اجر مسمی مجہول یا معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسیطرح لائق
ہی اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام مین مضطرب ہین کذا فی الدرر فینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے
واستثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان لا یسکنہا فسدت ویجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ
لیا اس شرط پر کہ مستاجر اسمین سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر اسمین سکونت کریگا تو اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو ہم یہ فساد
اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر
علی ما اذا جہل المسمی اور بحر الرائق مین اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہی یعنی مسئلہ مذکورہ مین اجرت مسمی مجہول ہی تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت

قاعدہ مذکورہ سے یہ استثناء ہے بحر الرائق لکن ارجعہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالۃ المسمی فاعم دعلی کل فلا استثناء فتنبہ لیکن قاضی خان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت
مسمی کی طرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر یہ استثناء تو نہیں ہے تو آگاہ رہ یہ وہم طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خان کا ایک ہی ہے تو بتقدیر اک
بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر پہ کہنا بھی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خان میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے ثابت ہوئی یعنی استثناء الموقف ان لو اجب فیہا اجر
المثل بالغا ما بلغ فتامل میں کہتا ہوں اور وقف کا استثناء کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے جسقدر کہ اجرت مثل
ہو سو غور کر فان اجر دارہ تفریع علی جہالۃ المسمی بعبد مجہول فسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ وتفسخ فی الباقی من المدۃ
سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اسکو نہ دیا تو مستاجر پر اسکی مدت کے واسطے اجرت مثل واجب ہوگی
جسقدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شامی نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجر دارا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی بجہالتہا
دکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل فسخہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ
ہوا ایسی چیز میں جسکی نہایت معلوم نہیں جیسا کہ ایام اور شہر تو اسکا کمتر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر او مستاجر ہر ایک کو اجارہ
فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ختم ہونے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ہو اللیلۃ الاولی ویومہا عرفا وبہ یفتی صح العقد
فیہ ایضا اور جس مہینہ کے اول میں مستاجر رہیگا دکان یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اسکا دن عرف
میں اور اسی کا فتوی ہے یعنی با تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن
وہاں سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار
ہے ہر چند اول ماہ رویت ہلال ہے لیکن چونکہ اسکے اعتبار میں حرج تھا لہذا چاند رات اور اسکا دن معتبر ہوا کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولیس للموجر اخراجہ حتی
ینقضی الا بعذر ولو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر
نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دیوے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کی
مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور
معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے مثلا یعنی موجر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا
فی البحر وان اجرہا سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر وتقسم سویۃ اور جبکہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت
مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر تقسیم ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی اور ابتدا مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو اگر نام لیا ہو یعنی یوں
مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ہو اور اگر ابتدا مدت مذکور نہ ہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے
فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر اعتبر الاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اسوقت جبکہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں
کا شمار چاند دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا وفتح ہا یعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشمنی والا
فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہ ہوا ہو تو مہینوں کے شمار کے واسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس دن کا وقالا یتم الاول بالایام
والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائیگا اور باقی مہینے چاند سے معتبر رہینگے یعنی اگر ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ
ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذی الحجہ تیس دن کا ہوا

تو سال تمام ہوگا دوسرا سال کی ذیحجہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہوین تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر
عبدا باجر معلوم و بطعامہ لم یجز بہا تہ لبعض الاجر کا مر نوکر رکھا کسی نے غلام کو اجرت معین اور اسکی خوراک پر تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے
بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم یعنی اگر مثلاً دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجر یعنی خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہین کہ خوراک کسقدر آدہ
سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط مین ہے کہ جس اجارہ مین خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہے وہ اجارہ فاسد ہے بالا دایہ کا اجارہ
کہانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے
قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ مین تو غلام کہاتا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی و جاز اجارۃ الحمام
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ و للتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف
لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ہم اتفاقی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے ہین اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہان کے
ٹہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین ہوتا ہو اہب لذینہ مین ہے کہ دخول
حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ما رآہ المؤمنون حسنا فہو عند اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما
ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہے مین کہتا ہون اور اہل حدیث
کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اسکو بیان
کیا ہے ہم مقاصد حسنہ مین ہے کہ مسند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندون کے دل دیکھے سو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک ہے اور جسکو
مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین مذکور کیا ہے کذا فی الطحطاوی یہ حدیث
حجیت اجماع کی دلیل ہے و جاز بناؤہ للرجال و النساء ہو الصحیح للحاجۃ بل حاجتہن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردون اور عورتون کے نہانے
کے واسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہے اسواسطے کہ عورتون کے نہانے کے اسباب بہت
ہین و کراہۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے اس حمام پر جسمین کشف عورت اور بے پردگی ہو
کذا فی الزیلعی و فی احکامات الاشباہ ویکرہ لہا دخول الحمام فی قول وقیل الا لمریضۃ او نفساء والمعتمد ان لا کراہۃ مطلقا قلت وفی زماننا لا شک فی الکراہۃ لتحقق
العورۃ وقد مر فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات مین ہے اور مکروہ ہے عورت کیواسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس
والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقاً کراہت نہین مین کہتا ہون اور ہمارے زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھ شک نہین بسبب بے پردگی کے ثبوت سے اور اسکا
ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہوچکا ہے والحجام لانہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم واعطا اجرتہ وحدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی پچھنے لگانیوالے کا اجارہ
جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنون سے اور اسکی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے والظئر بکسر فسکون مہموز
باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجر معین پر جائز ہے بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے
کیواسطے گائے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر بکسر ظاء معجمہ وسکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہے و لو باطعامہا
وکسوتہا ولہا الوسط وہذا عند الامام تجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اسکے کہانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اسکے واسطے
متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت جاری ہے

بچے کی محنت اور شفقت سے ہم فتاوی کبری میں ہے کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور غنایہ میں
وقت معین کرنا ۱۲
اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کیطرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت
نزاع کی موجب نہو تو صحت کی مانع نہیں ہے وللزوج ان یطأہا خلافا لمالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے بخلاف امام مالک کے کہ انکے
نزدیک جائز نہیں لا فی بیت المستاجر لانہ ملکہ فلا یدخلہ الا باذنہ دایہ کا شوہر قربت نکرے اُس سے مستاجر کے گھر میں اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہے
تو آمین داخل ہو مگر اسکے اذن سے وللزوج فسخ نکاح ظاہر ای معلوم بغیر الاقرار صیانۃ لحقہ اجارۃ تھا او لا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اُس
نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار دونوں کے کچھ فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اسکو عیب لگتا ہو یا اسکی شہرت
یا عیب نہ لگتا ہو و لو غیر ظاہر بان علم باقرارہما لا لانہما لا یصدقان فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونوں کے
اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نکریگا اسواسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں و للمستاجر فسخہا بحبلہا و مرضہا و فجورہا فجورا بینا
و نحو ذالک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اسکی بیماری اور اسکی ظاہر نا کاری سے اور مانند اسکے
اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے منجملہ عذرات مذکورہ ہے کہ لڑکا اسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہے یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اسکا دودھ نہ پیتا ہو اور حامل
جو ہم صغیر کو سفر ہو تو اسکا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو سفر نہ ہو اسکا منع جائز نہیں اور اسقدر اجارہ سے مستثنی
ہو گا نماز کے اوقات کے مانند کذافی الطحطاوی و لا بکفرہا لانہ لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اسکا صغیر کو ضرر نہیں
کرتا و لو مات الصبی او الظئر انتقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا مر گیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا و لو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مر گیا تو اجارہ نہیں
ٹوٹتا اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے نہ اُسکے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل ہو گا و علیہا
غسل الصبی و ثیابہ و اصلاح طعامہ و دہنہ بفتح الدال ای طلیہ بالدہن للعرف و ہو معتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اسکے کپڑوں کا دھونا
اور اسکا کھانا درست کرنا اور اسکے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہاں ہے جہاں نص شرع نہیں شارح نے کہا دہن بفتح دال
عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اس کام کی توابع سے ہے اور اجیر پر اسکی شرط نہوئی ہو اجارہ میں تو اسمیں
رواج کا اعتبار ہے کفایہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑوں کا دھونا اُسپر نہیں اور جواہر الفتاوی میں اس
قول کو صحیح تر کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ فاسد ہو جاوے اور اسپر صغیر کا
کھانا پکانا بھی لازم ہے کذافی الطحطاوی لا ثمنہا ای ثمن شی من ذلک وما ذکرہ محمد من الدہن و الریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہیں
اُن چیزوں کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی و ہو ای ثمنہ و اجرۃ عملہا علی
ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال و الا ففی مالہ لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اسکے دودھ پلانے کی اجرت اسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال
نہو اور اگر اسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اسکا ثمن صغیر کے مال میں ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فان ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام
و مضت المدۃ لا اجر لہا سو جبکہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اسکی اجرت نہیں لان الصحیح ان
المعقود علیہ ہو الارضاع و التربیۃ لا اللبن و التغذیۃ عنایہ اسواسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہے کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش
نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذافی العنایہ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمتہا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا شرط ارضاعہا
علی الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اُسنے اُسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اُس عورت کو

اگر دایہ نے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی کیونکہ سبب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ میں تو غیر سے دودھ پلوانے
سے مستحق اجرت کی نہ ہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ اور فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے کہ اصح یہی ہے فتاوی ظہیریہ
سے منقول ہے اور قول اول کی وجہ یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جبکہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دے تو دایہ پوری اجرت پاویگی اور دوسری
عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو اجرت نفسها لقوم آخرين ولم تعلم الاولون فارضعتهما وفرغت اثمت ولها الاجر كاملا على الفريقين
شبيها بالاجير الخاص والمشترك وتمامه في العناية اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کیواسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے
مستاجروں کو اجارہ ثانیہ معلوم نہیں ہوا پس دونوں لڑکوں کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اسکی پوری اجرت لازم
ہوگی دونوں فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ میں ہے اور اگر اول مستاجروں کو دوسری جگہ کی
نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ مشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفاء عمل دونوں جگہ ممکن ہے بخلاف اسکے مانند اور صحیح قول شرح
اسبیجابی میں یوں مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر میں صغیر کو دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر میں رکھا تو وہ اجیر خاص
ہے کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارة لعسب التيس وهو نزوه على الاناث صحیح نہیں اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے واسطے کا مادہ پر گابھن کر
نے کے واسطے ہم بعضے لوگ پانچ یا دس روپیہ دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیوں پر چھوڑتے ہیں بچہ لینے کیواسطے سو جائز نہیں حدیث شریف میں اس اجرت
کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہیں تو اسپر اجرت لینا جائز نہ ہوگا حاشیہ چلپی میں ہے اور اگر بطور
عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے ولا لاجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي ولو اخذ بلا شرط يباح اور نہ اجارہ صحیح ہے گناہوں
کے واسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجوں کے واسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ہم نوحہ گری یہ کہ میت پر رووے اور اسکی خوبیاں بیان
کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہیں چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہا یعنی لہو و لعب کا طبل اور اگر غازیوں کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی طرح طبل قافلہ
درست ہے منتقی میں ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اسکے مالکوں کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہوں اور نہیں تو اسکو خیرات
کر دے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہیں ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانہ میں یہی
قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہیں جاتے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل
الاذان والحج والامامة وتعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان ويجبر المستاجر على دفع ما قبل
فيجب المسمى بعقد واجر المثل اذا لم تذكر مدة شرح وهبانية من الشركة فيه يفتى اور نہ اجارہ صحیح ہے طاعات کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم
قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ میں فتوی دیا گیا ہے صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اسکے
مال کے دینے پر جو اس نے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ پر اسواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جبکہ مدت اجارہ مذکور
نہ ہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے دینے سے قید کیا جاوے اسی قول کا فتوی ہے ہم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ
جائز نہیں لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہے اس دلیل سے کہ زمان سابق میں اہل علم کی معاش
بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اسوقت میں اسلام ضعیف ہوگیا امور
مذکورہ سب برہم ہوگئے اور اہل علم تحصیل معاش میں مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہوگئے جو للہ تعلیم کریں تو اگر تعلیم بالاجر کا فتح باب نہ ہو تو قرآن اور
فقہ مفقود ہو جاتے لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہے کہ احکام مختلف ہو جاتے ہیں زمانہ کے اختلاف سے کذا

جواز نوکری تعلیم قرآن و فقہ و امامت و اذان ۱۲

فی المنح وعیسیٰ ہ تو زبانی اتفاق ہے بین اجارہ ناکورہ بالیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ ضرورت واللہ اعلم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر
کی نوکری بالاتفاق جائز ہے و یجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی ما یہدی للمعلم علی روس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اہداء الحلاوی اور معلم قرآن کے
نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کہ دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کے بعض سورتوں کے شروع کرنے پر چنانچہ
سورہ تبارک اور فتح اور یس پر دینا سمی بہ شیرینی اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب شہر
ہے یا بعضے بلاد میں ہو ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل
لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقدمناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو
بن دے اسکی نصف پر یعنی بنے نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اسکا اناج لادے بعض اناج مزدوری کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تاکہ اسکے گیہوں
پیس دے کچھ اسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول
اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اسکو ہم مقدم
ذکر کر چکے ہیں بیع الوفا کے باب میں ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہوا اور ان صورتوں میں قادر نہیں بلکہ عاجز ہے لیکے
بعض منسوج یا محمول یا مطحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا غیر کے فعل سے ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار ہوتا یہ زیلعی ہے
کہا ہے کہ یہ اصل کہہ ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ بہن کھرلی بیلنے کا اجارہ کیا بسیر کھرلی کی مزدوری پر
یا زمین دی تاکہ دوسرا شخص اسمیں درخت لگادے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر میں نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا
ہوگا اور اسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اسکی عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس کا نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و
بیش پر اور جوار یا جو کا ماندنا یعنی بالیوں سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہوں کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور باندھنا اسکے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی
الطحطاوی عن الشلبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہوں پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز
آٹا ہے اسی گیہوں کا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر کہ اللہ تعالی روزی دے وہ دونوں
میں نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر پکھال میں پانی اونٹ پر لادلا دیگا اور بیچیگا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت مثل لازم
ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنیوالے کا ہے اور
جال کی اجرت مثل اسپر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو چرانیکے واسطے دیں اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہوں وہ دونوں میں
نصفا نصف ہیں تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہیں اور چرانیوالے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اسنے اپنا چارہ دیا تو اسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف
ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گایوں اور مرغیوں کو اسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون
ہے دوسرے شہر میں ہے اسنے مزدور سے کہا کہ اسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لادیگا تو تجکو دس درم دونگا اسی مال سے پھر وہ گیا اور
مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ یہ معنی قفیز طحان ہے کذا فی العالمگیریہ ہم یہ مسائل مذکورہ
قفیز طحان میں داخل ہیں دیکھو ان لفیز له الاجر او لا ای فی قفیز الطحان ثم تعلیلہ بقفیز الطحان [illegible] وسائل مذکورہ کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اسکی اجرت پہلے سے جدا
کردے یعنی جاکر سوت اور حمال کو طعام قبل از بیع وحمل دیدے یا قفیز طحان کی صورت میں ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یوں نہ کہے کہ اس گیہوں
کا آٹا پھر اسکو ایک قفیز آٹا اسکے پیسے آٹے سے دیدے ہم اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہوں کی طرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا

مشار الیہ ہونا جائز ہے اسیطرح اُسکا وزن فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جبکہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہے کہ اُسی گیہون کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ مالک کا یہ نصف غلہ لادوے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے اصلا اجرت نہین یعنی نہ اجر مسمی نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلا زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اُسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لادو لیجل اور بیس سیر باقی اپنی اجرت مین لے سو اُسنے پورا من لادا تو اُسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اُس غلہ کو لادے جو اُسمین اور اُسکے غیر مین مشترک ہے وہ مستحق اجرت نہین ہوتا اسواسطے کہ جو عمل اپنے شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا وہ اشکال الزیلعی اجاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین اشکال بیان کیا ہے مصنف نے اُسکا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح مین امام زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال ذکر کیے ہین اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے ملک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک کیونکر ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک مین منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین ہے اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بسبب عقد اور تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہین ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہوگیا مالک کا غلہ مین قبل ایفا معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین تنافی نہ ہوئی بلکہ اول سود ہے ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب مین خلل یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے اور فاسد مین بدون عمل کے اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہین ہوسکتی بدون جدا کردینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعض فضلا نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ اگر صورت مفروضہ مین اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال تعجیل سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقال اصحابنا لا لان النص لا عموم لها فلا تخصیص عنہا بالعرف کما زعمہ مشائخ بلخ نے اپنی شرح مین کہا اور علما نے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص مین عموم نہین تو دلالۃ النص سے کسی خبر کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے امام زیلعی مین ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے حمال کو بعض محمول اور نسیج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اسکو جائز نہین جانتا وہ اسکو قفیز طحان پر محمول کرتا ہے حالانکہ قیاس متروک ہوجاتا ہے تعارف سے اور اگر یون کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہین بلکہ قفیز طحان کی نص اسکو شامل ہے باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص ہوجاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہین جانتا ہے کہ استصناع مین قیاس متروک ہے اور قواعد شرعیہ سے اسکی تخصیص ہوگئی ہے تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس تخصیص کو جائز نہین رکھتے ہین اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اس سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہین ہوسکتی بخلاف استصناع کے کہ اُسکا رواج جمیع بلاد مین ہوگیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہوجاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوجاتا ہے انتہی کذا فی العنایہ مین ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے بعض مانی معنی قفیز الطحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشائخ بلخ نے کپڑے مین تخصیص کی ہے اپنے شہر کے رواج سے مین کہتا ہون دلالۃ النص مین عموم ہی نہین کہ اُسکو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی ولو استاجرہ لیخبز لہ کذا من الدقیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدہما نفقفیہ الی المنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان یفرغ منہ الیوم جازت اجماعا یا ان پر سے اجارہ کیا کہ اسکو اتنے لیے مثلا ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکادے ایک درم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونون مین ایک امر کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیر اُن پر سے آج فراغت پاوے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام و صاحبین کے جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین

اور کوئی اُنمین سے اولی نہین یہ جہالت باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہیں تا تو گویا یون کہا کہ اگر بعض یوم مین تو فراغت ہو تو یہ قول تعجیل کا مفید ہے تو ان نیری ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایہ مختصراً او ارضا بشرط ان یثنیہا ای یحرثہا مرتین ویکریہا ای یحفر انہارہا العظام او یسرقنہا لبقاء اثر ہذہ الافعال لرب الارض فلو لم تبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اُسکو دوبارہ جو تیگا یا اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہرون کو کھودے اور صاف کرے یا زمین مین مستاجر پانس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کامونکے اثر کے مالک زمین کیواسطے تو اگر انکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو اجارہ فاسد نہوگا اور دو بار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوتے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جدول اپنی نالیون کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کیواسطے مفسد اجارہ نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہین اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کیواسطے ہوتا ہے تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو جیسا کہ جوتنا اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے جیسا کہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ پانس ڈالنا اور زمین کو بعد مدت کے موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی او بشرط ان یزرعہا بزراعۃ ارض اخری لما مر ای للجنس باقرادہ یحرم النساء یا اس شرط سے اجارہ لیا کہ مستاجر زمین اپنی زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے تو اجارہ فاسد ہوا سواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بالتحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہے مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہمجنس نوع سے جیسا کہ اجارہ سکنی کا سکنے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل مین اعتراض یہ ہے کہ حرمت تاخیر کی مقدرات مین ہے اور یہان مقدرات مین گفتگو نہین تو بہتر تعلیل یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کیواسطے اور متحد الجنس والمنفعت کے اجارہ مین کچھ حاجت نہین تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف مختلف الجنس اور اجارہ جنس مین اگر استیفاء منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی تصرف وقولہ فسدت جواب الشرط وہو قولہ ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنی ولو دفع غزلاً الخ سکا یعنی شرط مذکور اور اُسکے جمیع معطوفات کا جواب ہے وصحت لو استاجرہا علی ان یکریہا ویزرعہا او یسقیہا ویزرعہا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہے اگر زمین اس شرط پر اجارہ کی کہ مستاجر اسکو جوتے اور بووے یا اسکو سینچے اور بووے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے ولو استاجرہ لیحمل طعاماً مشترکا بینہما فلا اجر لہ لانہ لایحمل شیئاً الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے اجارہ کیا اس غلہ کے لادنے کا جو دونون مین مشترک ہے تو اُسکے واسطے کچھ اجرت نہین ہے سواسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز عمل مین نہ لاویگا مگر کہ بعض عمل خود اجیر کیواسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجرت کا مستحق نہوگا اور اگر شریک کی ناو یا خرجی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہے اور اگر اُسکے غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہین کذا فی الولوالجیۃ کراہن استاجر الرہن من المرتہن فانہ لااجر لہ لنفعہ بملکہ جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن کیواسطے اجرت نہین بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے علم حقیقت اجارہ یہ ہے کہ تملیک منافع بعوض ہے اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہین جو تملیک کا مالک ہو اور راہن ہرچند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون مین تصرف نہین کرسکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہوگیا تو وہ اپنی ملک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے وفی جواہر الفتاوی لو استاجر حماماً فدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ یسیر وبعض المعقود علیہ وہو منفعۃ الحمام فی المدۃ ولا یسقط شیء من الاجر لانہ لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوی مین ہے اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام مین داخل ہوا یعنی نہانے کیواسطے تو موجر پر اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ معلوم نہین استاجر ارضا ولم یذکر انہ یزرعہا او ای شیء یزرعہا فسدت الا ان یعمم بخلاف الدار لوقوعہ علی السکنی کما مر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نکیا کہ اُسمین زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اسطرح کہ جو چیز چاہونگا بوؤنگا تو فاسد

ہوگا بخلاف اجارہ دار کے اسمین جہالت مفسد اجارہ نہیں بسبب واقع ہونے عقد کے سکنیٰ پر اور سکنیٰ مختلف چیز نہین جیسا پہلے اول باب مین مذکور ہوچکا واذا

فسدت فرعها فمضی الاجل عاد صحیحا فله المسمی استحسانا وکذا لو لم یمض الاجل لارتفاع الجهالة بالزراعة قبل تمام العقد فلو فسدت ولو فسخ قولہ فمضی الاجل کذا

فی شرح الجامع لکان اولی اور اجارہ مذکور جبکہ فاسد ہوا پھر مستاجر نے کوئی چیز بودی سو مدت اجارہ منقضی ہوگئی تو اجارہ صحیح ہوگیا اور اسکے واسطے اجرت

بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسیطرح اگر مدت منقضی نہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہوجائیگا بسبب دور ہوجانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے

عقد یعنی قبل از مدت مین کہتا ہون تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمضی الاجل کو حذف کرتا جسطرح قاضیخان نے شرح جامع مین حذف کیا ہے تو بہتر ہوتا طحطاوی نے

کہا اگر شارح بجاے تمام المدة کے تمام العقد کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الی بغداد ولم یسم حمله فحمله المعتاد فهلک لم یضمن لفساد الاجارة فابین

امانة کما فی الصحیحة اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور یہ بوجھا بیان نہ کیا کہ کتنا بوجھ اسپر حمل معتاد لادا سو گدھا مرگیا تو مستاجر پر ضمان نہین بسبب فاسد ہونے اجارہ کے

تو عین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ مین امانت ہے ہم بہتر دلیل مسئلہ ہے کہ حمل معتاد مین ہوا اسواسطے تاوان لازم آیا کہ مطلق اون مقتا دکیطرف منصرف

ہے اور گدھا امانت اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اسکا خلاف امر نہ پایا گیا تو تاوان کیا وجہ ہو فان بلغ فله المسمی لما مر فی الزراعة پھر اگر

گدھا لاد کر بغداد مین پہونچا تو اجر مسمی ثابت ہوگا اس دلیل سے جو زراعت مین گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہوگئی قبل از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع

فی مسئلة الزراعة او الحمل فی مسئلتنا فسخت الاجارة دفعا للفساد لبقاء ہے بعد پھر اگر دونون مین نزاع واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ

مین یا حمل مین نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ مین تو اجارہ فسخ کرڈالا جاے دفع فساد کیواسطے بسبب قائم ہونے فساد کے نور استاجر دابة ثم جحد الاجارة فی

بعض الطریق وجب علیه اجر ما رکب قبل الانکار ولا یجب لما بعده عند ابی یوسف لانه بالجحود صار غاصبا والاجر والضمان لا یجتمعان وعند محمد

یجب اسمے درر وکانه لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چلکر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جسمین وہ سوار رہا قبل انکار کے اجرت

لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہوگی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہوگیا تو اسپر تاوان لازم ہوا اور

اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدرر اور شاید کہ اس مسئلہ مین امام کا کوئی قول نہین ہے طحطاوی نے کہا امام کا

انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہون چنانچہ کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے وفی الاشباه قصار الثوب جحده وان قبله فله الاجر الا اذا کان … اور اشباہ

مین ہے کہ دھوبی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھلا یا یعنی منکر رہکر تو اگر کپڑا اسنے دھویا انکار سے پہلے تو دھوبی کی اجرت ہے اور نہین تو اجرت نہین اور یہی

حکم ہے رنگریز اور جولاہے کا ہم یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہے چاہے کپڑا لے اور اسقدر

قیمت دے جسقدر رنگ نے کپڑے کی قیمت زیادہ کردی اور چاہے رنگین کپڑا نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے لیوے اور جولاہے نے اگر قبل انکار

کپڑا بنا تو اسکی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہین اور کپڑا جولاہے کا ہے اور اسپر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولوالجیة اور اس بیان سے اشباہ اور شرح کا اجمال حل

ہوگیا اجارة المنفعة بالمنفعة تجوز اذا اختلفا جنسا کاستیجار سکنی دار بزراعة ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جبکہ دونون منفعتین مختلف الجنس

ہون جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحد الا تجوز کاجارة السکنی بالسکنی واللبس باللبس والرکوب بالرکوب ونحو ذلک لما

تقرر ان الجنس بانفراده یحرم النساء فیجب اجر المثل باستیفاء النفع کما مر لفساد العقد اور جبکہ دونون منفعتین متحد الجنس ہون جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور لباس کا لباس

سے اور سواری کا سواری سے اور مانند اسکے اسواسطے کہ متحقق ہوچکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار ادھار کو حرام کرڈالتی ہے تو استیفاء منفعت سے

اجرت مثل واجب ہوگی جیسا کہ مذکور ہوچکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجره لیصید له او لیحطب له فان وقت لذلک وقتا جاز ذلک ٹھیکا مقرر کیا ایک شخص سے تا مستاجر

کیواسطے شکار کرے یا لکڑیان اسکے واسطے لاوے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکا جائز ہے ہم جیسا کہ صحیح … شاہ تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے اسواسطے

کہ یہ منفعت پر اجارہ ہے اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہے خواہ کاشتکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہے اور اجیر خاص میں بیان وقت ضرور ہے والا فلو لم یوقت
و یبین الحطب فسدت اور اگر کاشتکار کے واسطے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہیں اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیاں معین کر دیں تو اجارہ فاسد ہے الا اذا
عین الحطب و ہو ای الحطب ملکہ فحینئذ یصح و ینبغی ان یصیر فیہ بکر جاہ عدم تقرر وقت یا ان لکڑی معین کر دی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہے تو اجارہ جائز ہے کذا فی
المجتبی اسی کا فتوی دیا گیا ہے کذا فی المضمرات یعنی اگر وزن کا ذکر ہو گا تو کاشتکار اور لکڑی مستاجر کی ہو گی اور اجارہ صحیح ہو گا یہ فتوی حاوی میں مذکور ہے اور مضمرات میں تو عدم جواز
ہے اگرچہ ایام مذکور ہوں چنانچہ ختم الحصار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شتی ہیں سے کہ استاجر امراتہ لتخبز خبزا للاکل لم یجز و للبیع جاز صیرفیہ
اپنی زوجہ سے کہا کہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکا دے تو جائز نہیں اور بیچنے کے واسطے زوجہ سے روٹیاں پکوائیں تو اجارہ جائز ہے کذا فی الصیرفیہ مترجم
عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ زوج کے واسطے زوجہ پر روٹی پکانا واجب ہے باعتبار دیانت کے ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیے تھے علی مرتضی اور
فاطمہ زہرا علیہما السلام پر کہ گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضی پر کذا فی الطحطاوی اجرت دارہا لزوجہا فسکنا فلا اجر اشباہ و حاشیہ
لکن فی حاشیتہا معزیا للبصائر عن المضمرات معزیا للکبری قال قاضیخان فیہا الفتوی علی صحتہا لو تبعہا فی السکنی فلیحفظ زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونوں نے
اس گھر میں سکونت کی تو کرایہ نہیں کذا فی الاشباہ و الحاشیہ یعنی اسواسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونوں کو حاصل ہے نہ فقط مستاجر کو میں کہتا ہوں لیکن اشباہ
کے حاشیہ میں بصائر سے مضمرات سے بنسبت بغدادی کبری یہ منقول ہے کہ قاضیخان نے کہا کہ بیان اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوی ہے اسواسطے کہ زوجہ زوج کے
تابع ہو سکونت میں تو اس مقام کو یاد رکھنا چاہیے مترجم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان میں تو عدم جواز مذکور ہے شاید کہ فتوی جواز کا شرح جامع صغیر
یا شرح زیادات میں قاضیخان نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایہ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم و جاز اجارۃ الماشطۃ لتزین
العروس ان ذکر العمل والمدۃ بزازیہ اور جائز ہے اجارہ مشاطہ کنگھی کرنے والی کا دلہن کے سنگار کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ مترجم شرنبلالی
نے شرح وہبانیہ میں کہا العمل او المدۃ کا او یعنی او ہے و جاز اجارۃ القناۃ و النہر مع الماء بہ یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہے اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ
اسی قول کا فتوی ہے عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات مترجم پانی کا اجارہ جائز نہیں قیاس میں اسواسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہے اور
حالانکہ اجارہ ہوتا ہے منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوی ہوا ہے

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہے مزدور کے تاوان کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک و خاص مزدور دو قسم پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل للعامۃ لا لواحد
کالصباغ و نحوہ تو اول یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے فقط ایک شخص کا نہ کرے چنانچہ درزی اور مانند اسکے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے
کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک شخص کے او یعمل لہ عملا غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدۃ کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک
شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کے واسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو اسصورت میں درزی اجیر مشترک ہو گا اگرچہ درزی غیر مستاجر
کا کام نہ کرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہرا بدرہم کان مشترکا الا ان یقول و لا ترعی غنم غیری [illegible] یا اجیر مشترک وہ ہے جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ
ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بکریاں چرانے کے واسطے ایک مہینہ ایک درہم کی مزدوری پر تو [illegible] اجیر مشترک ہو گا [illegible]
کہ نہ چرا [illegible] سوا اس شخص کی بکریوں کو اور آگے یہ ظاہر ہو گا فی جواہر الفتاوی [illegible]
اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ [illegible] اجارہ لیا [illegible] دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں [illegible] صحیح ہیں اسواسطے کہ [illegible]
منفعت و لا یستحق المشترک الاجر حتی یعمل کالقصار و نحوہ کالحمال والملاح [illegible] اجیر مشترک [illegible] نہ ہو گا جب تک کام نہ کرے چنانچہ دھوبی اور مانند اسکے

رہا چنانچہ رسی بٹنے والا اور بوجھ لادنے والا اور دلال ولہ خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبیٰ اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد خیار رہے ہر ایک اُس عمل میں جو مختلف ہوجاتا ہے محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبیٰ ہم مجتبیٰ میں ہے کہ دھوبی سے ثوب مردے کے دھونے کی شرط کی ایک درہم کی اُجرت پر اور وہ راضی ہوگیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولا میں راضی نہیں تو یہ اسکو جائز ہے اور سیطرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہوجاتا ہو محل کے اختلاف سے اسمیں خیار الرؤیت ہے محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہیں اسمیں اجیر کو خیار نہیں چنانچہ معین گیہوں کا کیل کرنا یا مستاجر کے غلام کی حجامت کذا فی النہر

ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم اصحاب المتون فکان المذہب خلافا للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اُس چیز کا جو اُسکے پاس تلف ہوجاے اگرچہ اُسپر تاوان دینے کی شرط ہوگئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو جیسے سرقہ یا ممکن نہو جیسے آتشزنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہے فاروق رضہ اور مرتضی رضہ سے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں وہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق رضہ اور مرتضی رضہ سے زیلعی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہوگئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگوں کے اموال محفوظ رہیں گے اور خانیہ او محیط اور تتمہ میں ہے کہ امام کے قول پر فتوی ہے تو اس مسئلہ میں فتوی مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ و متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتوی دیا ہے ہم ظہیریہ میں ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک میں صحابہ مختلف ہیں لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوی دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعضوں نے زبردستی صلح پر فتوی دیا ہے تا دونوں قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحا لا یضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یؤمر بالصلح عمادیہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر اجیر مشترک دیندار نیکوکار ہو تو اُسپر تاوان نہیں اور اُسکے برخلاف ہو یعنی فاسق بیباک ہو تو تاوان اُسپر ہے اور اگر اُسکی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہے کذا فی العمادیۃ قلت وہل یجبر علیہ حرر فی تنویر البصائر نعم لکن تمت مدتہ فی وسط البحر او البریۃ تبقی الاجارۃ بالجبر میں کہتا ہوں اور صلح پر کیا زبردستی کیجاے یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کی ہے کہ ہاں زبردستی ہوگی صلح پر مانند اُس شخص کے کہ اُسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار میں مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہے اور علماے سمرقند کا فتوی جواز صلح پر ہے بلا جبر ویضمن ما ہلک بعملہ کتخریق الثوب من دقہ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہ جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام ونحوہ کما یاتی عمادیہ اور اجیر مشترک پر اُسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اُسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤں رپٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ ہم غرق کشتی میں کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اُسپر کوئی چیز گر پڑنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق فی الدرر وغیرہا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا میں صدر الشریعۃ کے برخلاف بحث کے مذکور ہے سو تامل کر ہم حاصل تقریر درر یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی اٹکل سے دریافت کرسکتا ہے کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہے یا نہیں لہذا اُسکے فعل میں سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اُسکو دریافت نہیں کرسکتا لہذا اُسکے فعل میں سلامتی شرط نہیں صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں کہا یہ جو فقہا نے کہا ہے کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اُسپر تاوان ہے میں کہتا ہوں لائق یہ ہے کہ اُسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمیں مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام

عمل میں عیب تو تاوان ہے عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہی لیکن قوی قہستانی قول صدر الشریعہ تنبیہ لیکن قہستانی نے صدر الشریعہ کے قول کی تقویت کی ہی محیط وغیرہ کا قول نقل کر کے توضیح عبارت سے ہاتھ شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہی اور جو قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہی وہ اشبہ اور لائق تر بشریعت ہی کذا فی الطحطاوی وفی الہندیہ ہذا اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم یتجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ اور ہندیہ میں ہی کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہی جبکہ اسباب کا مالک یا اسکا وکیل کشتی میں موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہوگا جبکہ وہ حد معتاد سے متجاوز نہوگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کی طرف غیر مسلم ہی یعنی فقط اجیر ہی و ان ہی یا کہ صاحب متاع یا وکیل اسکا بھی ان ہی تو فساد فقط اسیکی طرف منسوب نہوگا و فیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا المکاری فعثرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور ہندیہ میں ہی کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اسپر سوار ہوا پھر اسکو کرایہ کرنیوالے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ محل عمل اسی کی طرف مسلم نہیں قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا للزیلعی ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ ہم اشباہ سے نسبت بزیلعی مقدم ذکر کیا ہی کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس مقام میں مجھکو معلوم نہیں ہوئی ولا یضمن بہ بنی آدم مطلقا ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الآدمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ ولا جنایۃ لاذنہ فیہ جو آدمی ناؤ میں ڈوب گئے انکا تاوان یعنی دیت لازم نہیں ہوتی ملاح پر ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول اصح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا ضمان عقد سے لازم نہیں ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہی اور یہاں جنایت نہیں اسواسطے کہ اسکا اذن ہی آدمی یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے میں وان انکسر دن فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر اجرہ بحسابہ اور اگر مٹکا راہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہی حمل کے مکان میں اور اسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چلگیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا لو انکسر بصنعہ والا بان احمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اسصورت میں ہی اگر مٹکا اسکے فعل اور کرتب سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنی لوگوں نے اسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین ہم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہی اور اجرت اسکی لازم ہی اور مالک کو اختیار مذکور نہیں ہی کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یتجاوز الموضع المعتاد اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا ہو یعنی جتنے موضع مقرر سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو حجام وجراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ شخص زخمی ہلاک نہوگیا ہو ہم طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ سلوتری میں مراد یہ ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاے زخم ماذون کے ساتھ پھر اسکی قیمت لیجائے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جاے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاے کیفیت مذکورہ واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفہا بماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون فیہ دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جاے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہو گیا تو یہ غیر ماذون ہی پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہو گیا اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبرئ المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما برئ کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان

پر بغیر ضمانت کے قول سابق پر تفریع ہے اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کاٹ ڈالی اور حشفہ مقطوع ہوگیا ہوگیا تو جراح پر پوری دیت
خونبہا پورا واجب ہوا ہے اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو اسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند عضو کامل ہے
عضو مقصود ہے جسکا ثانی نہیں نفس میں تو اسکا بدل مقدر بدل نفس ہوگا چنانچہ قطع لسان میں ہے رازی نے کہا یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو
اکثر واجب ہوا اور ہلاکت میں اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفہا لحصول تلف النفس بفعلین احدہما مأذون فیہ وہو قطع الجلدۃ و
الآخر غیر مأذون فیہ وہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر ختنہ میں مرگیا تو جراح پر نصف خونبہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلوں سے ایک
فعل تو وہ ہے جسمیں اذن تھا یعنی کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمیں اذن نہیں یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی
نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام ونحوہ العمل علی وجہ السرایۃ لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیہ اور اگر حجام وغیرہ سے اسطرح
کا عمل شرط ہوا جو ہلاکت کی طرف پہونچا دے تو یہ شرط صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ یہ بات اسکے اختیار اور قابو میں نہیں مگر جبکہ فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا
فی العمادیۃ وفیہا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطا
اور عمادیہ میں ہے کہ صاحب محیط سے اس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اسنے فصد معتاد کھولی پھر اسکے سبب سے
وہ مرگیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خونبہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہے یعنی اسواسطے
کہ اسنے قتل کا قصد نہیں کیا بسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے وسئل عمن فصد نائما وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس فصاد
کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اسکو چھوڑا بلا بندش زخم یہانتک کہ وہ مرگیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے
اسواسطے کہ بہانیوالی چیز سے اسکو قتل کیا والثانی وہو الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے
ہیں یعنی ایک شخص کا اجیر وہو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ اور مقدم سے
کہا کہ اگر چند شریکوں نے اپنی مشترکہ مجموعہ بکریاں چرانے کیواسطے ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریاں نہ چراوے تو وہ
اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط میں ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تا وہ اجیر نکلجاوے جو ایک مستاجر
کا کام کرے بلا توقیت جیسا درزی جبکہ ایک شخص کا کپڑا سیے اور سینے کی مدت مذکور نہ ہوا اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہوگیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت
مقرر کرکے اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل
کمن استوجر شہرا للخدمۃ او شہرا لرعی الغنم المسمی باجر مسمی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے اپنی مدت میں حاضر ہونے سے کذا فی
الجوہرہ اگرچہ حاضر ہونے کے کام نکرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریاں چرانے کیواسطے معین ورماسوے
ہم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سوئیں عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو اخرہ المدۃ بان استاجر للرعی شہرا حیث یکون مشترکا الا اذا اشترط ان لا یخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی الدرر برخلاف اس صورت کے
کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اسطرح کہ اجیر کو اجارہ لے بکریاں چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جبکہ مستاجر یہ شرط کرے
کہ اجیر کسی کی خدمت نہ کرے سواے اسکے اور کسی کی بکریاں نہ چراوے سواے اسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہر گیا اور تحقیق اسکی درر میں
ہے علم درر میں یوں ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اسوقت اجیر خاص ہوتا ہے جبکہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول ذکر ہو اور بعید اسکا یہ ہے کہ جب مدت ہے
اول کلام میں واقع ہوا تو منافع اسکے مستاجر کیواسطے اس مدت میں مخصوص ہوگئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا

احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اُسکا بیان ہو یعنی مدت خاص میں منظور ہو
اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہیں تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہیں ہوسکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا
جبتک اُسکے خلاف کی تصریح یعنی تعمیم عمل کی شرط نہ ہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہریگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا لیکن
مذکور انتہی مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر عمل
کریگا تو اُسکی اجرت سے بقدر اُسکے عمل کے کم کرڈالا جاوے کذا فی فتاوی النوازل ان ہلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفہ فلہ الاجرۃ کاملۃ
مادام یرعی منہا شیئا لان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل بقاء الاجرۃ ولو ہلک کلہا وبہ صرح فی العمادیۃ اور مدت اجارہ میں آدھی یا زیادہ بکریاں
ہلاک ہوگئیں تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جبتک کہ بعض کو اُنمیں سے چراوے ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا
فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی ہے اگر سب بکریاں ہلاک ہوجاویں اور اسی کی تصریح کی عمادیہ میں ہم یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا
نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہوا اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہے تو یہ قول جوہرہ کی تقیید ہلاک بعض پر مقدم ہوا ولا یضمن ما ہلک فی
یدہ او بعملہ کتخریق الثوب من دقہ الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان اُسکا دے جو اُسکے ہاتھ میں یا اُسکے عمل سے تلف ہوگیا
جیسے پھٹنا کپڑے کا اُسکے کوٹنے سے مگر جبکہ وہ قصداً بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند وصورت تعمد فساد ہم عدم تاوان اسوقت ہے جبکہ عمل معتاد
ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اُسکی کھوپڑی پھوٹ جاوے یا پاؤں ٹوٹ جاوے تو تاوان دیگا اسواسطے کہ ضرب چرانے کی عادت میں داخل نہیں اور چرانا تو ہانکنے
اور ضرب خفیف سے بھی ہوسکتا ہے ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی یدہا او سرق ما علیہ من حلی لکونہا اجیرہ خاصا پھر مصنف
نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو تاوان نہیں دایہ پر اس لڑکے میں جو اُسکے پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اُسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر
خاص ہے ہم اجیر خاص اُسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق
وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہیں بازار کے چوکیدار اور مسافرخانہ کی محافظت کرنیوالے پر چوکیدار اور محافظ فقیہ ابوجعفر کے نزدیک اجیر خاص ہوا اور
صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن ذخیرہ میں ہے کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی عن البرجندی وصح ترویدہ الاجر بالترویدہ فی العمل کان خاطہ
فارسیا فبدرہم او رومیا فبدرہمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلاً بطور فارسیوں کے
سیئے گا تو ایک درہم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرز پر سیئے گا تو دو درہم اجرت ہیں ہم تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسموں کو ذکر کیا اور
ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نہ رہی وزمانہ فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ولم یشرحہ شیخنا اور زمان عمل کی تردید صحیح ہے اول میں یہی
ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی منح الغفار میں شرح نہیں کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ وزمانہ کی
میں ہم یعنی قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار میں داخل نہیں لیکن نسخہ متن میں داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول وفی الثانی کان خاطہ الیوم
فبدرہم او غدا فبنصفہ اور استاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن میں نہ دوسرے دن میں چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یوں
کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبا سی تو ایک درہم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف درہم مزدوری ہے و مکان کان سکنت ہذہ فبدرہم او ہذہ فبدرہمین او مکان
میں تردید صحیح ہے چنانچہ موجر کا مستاجر سے یوں کہنا کہ اگر اس گھر میں تو رہیگا تو ایک درہم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر میں رہیگا تو دو درہم کرایہ ہے والعامل
کان سکنت عطارا فبدرہم او حدادا فبدرہمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنے والے میں چنانچہ موجر کا یوں کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر میں عطار کو رکھیگا تو ایک درہم کرایہ
ہے یا لوہار کو رکھیگا تو دو درہم کرایہ ہے والمسافۃ کان ذہبت للکوفۃ فبدرہم او للبصرۃ فبدرہمین اور تردید صحیح ہے مسافت میں چنانچہ مستاجر کا یوں کہنا اجیر سے کہ اگر تو

کو جد تک گیا تو ایک درہم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درہم اجرت ہے و الحمل کان حملت شعیرا فبدرہم او برا فبدرہمین او رد جبالا ذہبین تردید صحیح ہے خیاط
یوں کہنا حال ہے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درہم اجرت ہے یا گیہوں لادیگا تو دو درہم و کذا لو خیرہ بین ثلثة اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان اور
مکان عمل او عامل او مسافت اور حمل میں اگر اسکو اختیار دے تین چیزوں میں و لو بین اربعة لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزوں میں اختیار دے تردید یا سے
تو جائز نہیں جیسے بیع میں چار چیز کی تخییر صحیح نہیں و یجب اجر ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ما سمی و فی الغد اجر المثل لا یزاد علی درہم و لو خاطہ بعد
غد لا یزاد علی نصف درہم و فیہ خلاف فیہما اور تردیدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جائیگی اسکی اجرت واجب ہوگی سوا تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی وجہ سے
میں اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی وجہ سے میں وہ اجرت مثل جو درہم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو پرسوں سیے گا تو اسکی اجرت مثل نصف
درہم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی میں صاحبین کا خلاف ہے ہم صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی میں دونوں شرطیں صحیح ہیں تو مثال مذکور میں اول دن کی وجہ
میں ایک درہم اور دوسرے دن کی وجہ میں نصف درہم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونوں شرطیں صحیح نہیں اور اقوال ثلثہ کے دلائل زیلعی میں ہیں کو
بنی المستاجر تنورا او دکانا عبارة الدرر او کانونا فی الدار المستاجرة و احترق بعض بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن
رب الدار ام لا اجارہ کے گھر میں مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایوں کے بعضے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر کسیطرح تاوان نہیں خواہ اسنے صاحب خانہ
کی اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت میں کانون یعنی بھٹی بجائے دکان مذکور ہے ہم کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان کے
لیکن اگر دکان سے لہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ او ایقاد نارا لا یوقد مثلہا فی التنور و الکانون
مستاجر مذکور پر تاوان نہیں مگر یہ کہ جسطرح لوگ تنور بناتے ہیں اور رکھتے ہیں اُنسے مستاجر زیادتی کرے اسکی وضع میں اور آگ جلانے میں کہ ویسی آگ نہ جلائی
جاتی ہو تنور اور بھٹی میں تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع ند من قطیعة شاة فخاف
علی الباقی الہلاک ان تبعہا لانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعة حال الغرق مثلا گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانے یعنی ظن غالب
کہ اسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اسپر تاوان نہیں اسیطرح وہ چرانے والا اسکی ریوڑ سے مثلا دنبہ نکل بھاگا سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اسکا پیچھا کریگا تو باقی
جانور تلف ہو جائینگے تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم یعنی ہر چند مودع پر حفاظت
ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہیں قالا ان کان الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین
نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے و لو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن القول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگوں کی
بھیڑ بکریاں ملا دیں اگر اسکو جدا کر دینا ممکن ہو تو اسپر تاوان نہیں اور جانوروں کے معین کر دینے میں اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے
وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط و القول لہ فی قدر القیمة عمادیہ اور اگر اسکو جدا کر دینا ممکن نہو تو تاوان دے اُس قیمت کا جو ملانے کے دن تھی اس جانور کی قیمت
ہو اور مقدار قیمت میں چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیہ و لیس للراعی ان ینزی علی شیئ منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن و ان نزی بلا فعلہ فلا ضمان
جوہرہ اور چرانے والے کو جائز نہیں چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ویسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ
پر بلا فعل راعی کے تو اسپر ضمان نہیں کذا فی الجوہرہ یعنی اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہیں کذا فی الطحطاوی و لا یسافر بعبد استاجرہ للخدمة مطلقا
اور مستاجر سفر میں نہ لیجاوے اُس غلام کو جسکو اُسنے خدمت کے واسطے جا کر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے
الا بشرط لان الشرط املک علیہ سام لک مگر سفر میں لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری مقرر یا منفعت کے واسطے زیادہ تر
ملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کے پورا کرنیمیں آدمی کو چارہ نہیں نفع ہو اسمین یا نقصان و کذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر

مستاجر کا سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر میں لیجانا درست ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے ہم معلوم ہونیکی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت
وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمته فان له ان یسافر به مطلقا لان مؤنته علیه بخلاف اس غلام کے جسکی
خدمت کرنیکی موصی لہ کے واسطے وصیت کی ہو تو اسکو غلام کا سفر میں لیجانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر میں لیجانیکی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو
اسواسطے کہ اسکا خرچ موصی لہ پر ہے بخلاف غلام اجیر کہ اسکا خرچ مولی پر ہے نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر به فهلك ضمن قیمته لانه غاصب ولا اجر علیه
وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان وعند الشافعی له اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر میں لے گیا پھر غلام مرگیا تو اسکی قیمت کا تاوان اسپر لازم ہوگا
اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہو گیا اور اسپر اجرت واجب نہ ہوگی با وجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور امام
شافعی کے نزدیک اسکے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعه الیه لاجل عمله او دلا بعد الفراغ صحته استحسانا اور مستاجر
غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اسنے اسکو دی اسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہو گیا بطور
استحسان کے یعنی وہ غلام اور صغیر مراد ہے جسنے بلا اذن مولی اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب
عبد ما اکل الغاصب من اجرة الذی آجر العبد نفسه بعدم تقومه عند ابی حنیفة اور تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اس غلام مغصوب کی
اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ظاہر الحسب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے تلاف
سے اور یہ مال محرز نہیں ہے اسواسطے کہ غاصب نہ مولی ہے غلام کا اور نہ اسکا نائب اور غلام اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وہ غاصب کے تصرف میں ہے تو وہ
مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا
لو اجره الغاصب لان الاجر له لا للمالک چنانچہ غاصب پر تاوان نہیں باتفاق حنفیه وائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ اب اجرت غاصب
کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم [illegible] غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضها
لو آجر نفسه لا لو آجره المولی الا بوکالة لانه العاقد عنایه اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اسنے آپ اجارہ کیا ہو نہیں جائز ہے غلام کا قبض کرنا اگر
مالک نے اسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اسواسطے کہ پہلی صورت میں عاقد غلام ہے اور دوسری میں عاقد مولی ہے کذا فی العنایہ
فلو وجد مولاه قائمة فی یده اخذه لبقاء ملکه کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اسکو
لے لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہرچند وہ مال متقوم نہیں لیکن مالک کی ملک اسمین ہنوز باقی ہے لہذا
اسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شهرین شهرا باربعة وشهرا بخمسة صح علی الترتیب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فله اربعة ولعکسه خمسة دو مہینے کو
اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے میں فقط عمل کرے گا تو چار
درم پاوے گا اور دوسرے مہینے میں پانچ درم اختلفا الاجیر والمستاجر فی اباق العبد او مرضه او جریان ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول
من یشهد له الحال مع یمینه موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اسکی بیماری میں یا پن چکی کے پانی جاری ہونے میں تو حال
حکم اور پنچ فیصلہ کرنے والا ہوگا یعنی قول اسی کا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیه ثمر
واختلفا فی بیعه ای الثمر معها ای الشجر فالقول قول من فی یده الثمر جسطرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جسمین پھل لگے ہین اور بائع اور
مشتری پھل کی بیع مین مختلف ہین درخت کے ساتھ تو مقبول قول اسکا قول ہے جسکے ہاتھ اور قبضہ مین پھل ہو والاصل ان القول لمن یشهد
له الظاهر اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس شخص کا قول مقبول ہے جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے درفی الخلاصة انقطع ماء الرحی سقط من الاجر

سے ایا ہے وہ عادت اور خلاصہ مین ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہوگیا تو اُسکے حساب کے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر
آ رہیگا ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر ولو فی نفسہ حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع مین تو مستاجر کا
قول مقبول ہے اور اگر خود پانی مین اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر
وعدمہ اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا مین اور سرخی اور زردی مین اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین ہم یعنی مالک تو
کہتا ہو کہ مین نے قمیص سلایا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو مین نے
کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت مین مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان
الصانع حلیفا لہ فلہ الاجر والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر در بالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اُسکی مزدوری ثابت ہوگی اور نہین تو نہین
یعنے اگر مفت اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہین وقیل بہ یفتی وقال محمد ان کان الصانع معروفا بھذہ الصنعۃ بالاجر وقیام حالہ بھا ای بھذہ الصنعۃ
کان القول قولہ بشھادۃ الظاہر والا فلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے مین اور
اسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اُسکا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا
قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہے کذا فی الزیلعی وھذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی
سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونون قسمین کھائین کذا فی الاختیار فروع مسائل ملحقہ شارح کے فعل الاجیر فی کل
الصنائع یضاف لاستاذہ فما تلف بعملہ الاستاذ ضمنہ اختیار سب پیشون مین مزدور کا کام اُس کے استاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف
کریگا تو اُس کا تاوان استاد دوکاندار دیگا کذا فی الاختیار یعنی مالک کو یضمنہ ہوگا وہ یعنے استاد اُسوقت تاوان دے جب تک مزدور کی طرف سے
زیادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور درصورت قصور مزدور ہی تاوان دے گا کذا فی العمادیہ ھم استاد یعنی صاحب دکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہے لہذا اُسپر
تاوان ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دکاندار کا لہذا اُسپر تاوان نہین مگر درصورت تعدی وفی الاشباہ ادعی نازل الخان ودخل الحمام وساکن المعد للاستغلال الغصب
لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی بہ قنیہ اور اشباہ مین ہے کہ سرائے کے اترنیوالے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو
مکان کہ کرایہ کے واسطے بنا اُسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی مین بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہون مجھپر کرایہ واجب نہین
ہے اسواسطے عدم اجارہ تو اُسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور کرایہ واجب ہے مین کہتا ہون اسیطرح مال یتیم کا حکم ہے یعنے دعوی غصب سے اُسکی بھی اجرت
ساقط نہین بقول مفتی بہ تو آگاہ رہو وفیھا الاجرۃ للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجر ھا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ
قلت وھو ما اعتمدہ فی الولوالجیۃ اور اشباہ مین ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنا بر قول معتمد کے پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کے واسطے
پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول
کو معتمد کہا ہے ولوالجیہ مین ھم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ اُسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج
واجب نہین ہوتا ہے یہی قول معتمد ہے انتہی اور یہ جو کہا کہ مابعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط مین ہے کہ فتوی
اسپر ہے کہ جب زراعت تلف ہوجانے کے بعد اتنی مدت باقی نرہے جسمین اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت
کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اُس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہے منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوط شئی
حیث قال اصاب الزرع آفۃ فھلک او غرق ولم ینبت لزم الاجر لانہ قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضی خان مین

عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہوگئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہے اسواسطے کہ مستاجر اسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہی ہم یہ قول مہینہ کے قول منہی کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم

باب فسخ الاجارہ

یہ باب ہے فسخ اجارہ کے احکام مین تفسخ بالقضاء او الرضی بخیار شرط و رویۃ کالبیع خلافا للشافعی یعنی اجارہ فسخ کیا جاتا ہے حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے بسبب خیار شرط او خیار رویت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی کے یعنی چونکہ اجارہ عبارت ہے شراء منافع سے لہذا اسمین بیع کے مانند خیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد مین اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اسکے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ مین خیار شرط صحیح نہین اور نہ بے دیکھے چیز کا اجارہ درست ہے و بخیار عیب حاصل قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب کے خیار العیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار و انقطاع ماء الرحی و انقطاع ماء الارض حصول اس عیب سے اجارہ فسخ کیا جاتا ہے جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جاوے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا الفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہے وکذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیہ ای و ان لم تفسخ علی الاصح کما مر اور اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہو گیا تو اجرت نہین کذا فی الخانیہ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہے اگرچہ بنا بر قول اصح اجارہ فسخ نہین ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ یہ ہے اس باب سے پہلے ہم خیار شرط اور خیار رویت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہین ہو جاتا ہے لیکن حق فسخ اسے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہے اور خیر الرملی قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہے و لہذا مصنف نے تفسخ کہا ینفسخ و فی الجوہرۃ لو جاء من الماء ما یزرع بعضها فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلها او ترک و دفع بحسابہ ما روی منها اور جوہرہ مین ہے کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہان پانی نہین پہونچا اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہو اسکے حساب کے موافق اجرت دے و فی الولوالجیۃ لو استاجرها بغیر شربها فانقطع ماء الزرع علی وجہ لا یرجی فلہ الخیار و ان انقطع قلیلا قلیلا و یرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ مین ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اس زمین کی آب پاشی کی نوبت اجارہ مین نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہو گیا کہ اسکی امید باقی نہین رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ مین اختیار ہے اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اسقدر سے سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے و فی لسان الحکام استاجر حماما فی قریۃ فنفر الناس و وقع الجلاء سقط الاجر عنه و ان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام مین ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گانون مین سو آدمی وہان کے رہنے سے ڈرے اور کوچ کر گئے تو مستاجر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گانون سے بعض آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی او بخلل عطف علی یفوت بہ ای بالنفع بحیث ینتفع بہ فی الجملۃ کمرض العبد و دبر الدابۃ ای قرحها و سقوط حائط دار اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عیب سے جو منفعت مین خلل ڈالتا ہے اسطرح پر کہ اس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی یعنی اس مین زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا و فی التبیین لو انقطع ماء الرحی و البیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ لزمہ حصتہ اور تبیین مین لکھا ہے اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اس سے حاصل ہو سکتا ہے تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اسکے حصے کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے پھر جب وہان کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت بقدر اس کے حصہ کے اسپر لازم ہوگی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ الموجر او انتفع بالمعیب سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا

نقل اجارہ نہ ہو یا موجر اس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب زائل
ہوجانے سبب فسخ کے ہم عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہوجانا یا اُسکے بال جھڑ جانے اور ازالہ العیب کی یہ صورت ہے کہ دار پسند مستاجر کو
پھر جلد تیار کر دے وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطیینہا واصلاح المیزاب وما کان من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنی اور
اجارہ کے گھر کی مرمت اور اسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسیطرح جو چیز سکونت مین
خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ ہے ہم تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہے جسکا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہے
کذا فی الطحاوی فان ابی صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا الا ان یکون المستاجر استاجرہا وہی کذلک وقد رآہا
لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اس گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر
اجارہ لیا ہو تو اب نکلنا جائز نہین بسبب راضی ہوجانے مستاجر کے عیب پر واصلاح بئر الماء والبالوعۃ والمخرج علی صاحب الدار
لکن لا یجبر علیہ لانہ لا یجبر علی اصلاح ملکہ فان فعلہ المستاجر فہو متبرع ولہ ان یخرج ان ابی ربہا خانیۃ ای الا اذا رآہا کما مر اور کوئین کے پانی
اور نجس پانی کے چہبچے اور بدررو کی اصلاح اور درستی گھر کے مالک کے ذمہ ہے لیکن اُسپر جبر درستی نہین ہوا اسواسطے کہ مالک پر مملوک کے درست
کرنے کو زبردستی نہین کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلاعوض ہے اور مستاجر کو اُس گھر سے نکلجانا جائز ہے اگر اُسکا مالک
اشیاء مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیۃ یعنی مگر اس صورت مین نکلنا درست نہین جبکہ اُسنے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو
چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفی الجوہرۃ ولہ ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ مین ہے کہ مستاجر مذکور کو جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم
حاکم ولو استاجر دارین فسقطت احدیہما او تعیبت فلہ ان یترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہوگیا تو اُسکو
دونون کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونون ہی باتھی یکبارگی عقد کیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہوا ہے تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا
قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للبنایۃ ان العذر ظاہرا ینفرد وان مشتبہا لا ینفرد وہو الاصح مین کہتا ہون اور حاشیہ اشباہ مین بنایہ سے
منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہے اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کر سکتا اور یہی قول اصح ہے ہم اگر
عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین منفرد ہے یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر
ظاہر ہو تو منفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو منفرد نہین کذا فی فتاوی قاضیخان وبعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد
کما فی سکون ضرس استوجر لقلعہ وموت عرس او اختلاعہا استوجر طباخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد
کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنی اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین چنانچہ اُس ڈاڑھ
کے درد کا ساکن ہوجانا جسکے اکھاڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اور دلہن کا مر جانا یا اُسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے
باورچی کو اجیر کیا ہم یعنی جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اکھاڑنے مین صریحاً مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے مین سراسر
مال کا ضائع کرنا ہے تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ وبعذر بخیار شرط پر عطف ہے کنز مین مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز
ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے مین مگر بتحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہین وبعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بالعیان ان کان
او بیان ای بینۃ او اقرار ولو الحال انہ لا مال لہ غیرہ ای غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ المعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگون کی دانست سے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ

اُسکا کچھ مال نہیں ہے اجارہ والی چیز کے سوا اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادائے دین کے واسطے نہ بیچی جاسے اجارہ کے سبب سے تو موجر محبوس
ہوگا تو اُسکو ضرر پہونچیگا مگر جبکہ پیشگی دی ہوئی اجرت اُس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہوگا کذا فی
الاشباہ ہم یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے بعقد اجرت موجر کو پیشگی دی ہو تو بقتضاے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار
کرے تو دین کے عذر سے اُسوقت اجارہ فسخ ہوگا جبکہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے و بعذر افلاس مستاجر دکان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے
اُس کرایہ دار کے مفلس ہوجانے سے جسنے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس میں تجارت ممکن نہیں و بعذر
افلاس خیاط یعمل بمالہ لا بابرۃ استاجر عبداً لیخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اُس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے
کام نہیں کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اصطلاح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے سو غلام نے اُس خیاط کا کام چھوڑ دیا اُسکے افلاس
کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اُسکا افلاس فسخ اجارہ میں عذر نہیں ہے و بعذر بدا لمکتری دابۃ من سفرہ
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ہم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اُسکو سفر کرنا
بہتر معلوم نہ ہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اُس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہوگیا یا سفر سے عاجز ہوگیا تو یہ عذر ہے فسخ اجارہ
کا کذا فی قاضیخان و لو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجر ان استویا صعوبۃ وسہولۃ والا فبقدرہ شرح وہبانیہ وخانیہ اور اگر نصف راہ میں دل ہٹا سفر
سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونوں نصف سختی اور آسانی میں برابر ہوں اور اگر برابر نہوں تو بقدر اُسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا
کذا فی شرح وہبانیہ والخانیہ بخلاف بدا المکاری فانہ لیس بعذر اذ یمکنہ ارسال اجیرہ بخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر
نہیں ہے اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے و فی الملتقی ولو مرض فعذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ
الاصل قلت وبالاول یفتی یعنی اور ملتقی میں ہے اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت میں نہ مبسوط کی روایت میں میں کہتا ہوں اور
پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوے ہے ثم قال ولو استاجر دکانا لعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل آخر فعذر یعنی صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی درزیت
کے عمل کے واسطے پھر اُسنے درزیت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہے ہم یہ قول تفصیل فتاوی کبرے کے مخالف ہے
فتاوے عالمگیری میں کبری سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے واسطے دکان میں مستعد ہوا تو اُسکو نقض اجارہ درست نہیں اور نہیں تو
نقض جائز ہے انتہے اور اسی کو شارح بعد اسکے ولوالجیہ سے نقل کریگا و کذا لو استاجر عقاراً ثم اراد السفر انتہے اور اسی طرح کا عذر ہے اگر زمین کو
اجارہ لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہے مافی الملتقی وفی القہستانی سفر مستاجر دار للسکنی عذر دون سفر موجرہا اور قہستانی میں ہے سفر کرنا اُس مستاجر کا
جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہے نہ اُسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہیں ولو اختلفا فالقول للمستاجر فیحلف
بانہ عزم علے السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر میں اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یوں قسم کھائے کہ اُسنے سفر کا ارادہ کیا ہے
وفی الولوالجیہ تحولہ عن صنعۃ الی غیرہا عذر وان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ پھر مستاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے
پیشہ کی طرف عذر ہے فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہ ہوگیا ہو جبکہ اُسکو اُس پیشہ کا کرنا دکان میں ممکن نہ ہو یعنے اگر ممکن ہوگا تو عذر نہیں
وفی الاشباہ لا یلزم للمکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام وانما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ میں ہے کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہیں
اور بھیجنا غلام کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے و بخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبداً لیخیط لیعمل متعلق بترک فی الصرف لامکان الجمع
برخلاف اُس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا درزیت کے واسطے پھر درزیت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ عذر نہیں فسخ کا اسواسطے

کہ جمع بین العملین ممکن ہے یعنے دونون کام ہوسکتے ہین اسطرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی اھ طحطاوی نے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا (وبخلاف خیاطۃ استاجر عبد الخیاطۃ فترکہا لیعمل فے الصرف) تو واضح تر ہوتا و بخلاف بیع ما آجرہ فانہ الیضا لیس بعذر بدون لحوق دین کما مر ولوقف بیعہ الی انقضاء مدتہا وبہ المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ تمامہ فے شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچڈالنے موجر کے اُس چیز کو جسکو اُس نے اجارہ دیا کہ وہ بھی عذر فسخ نہین بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اُسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر فاراد المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ہوالصحیح ولو باع الراہن للمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین ہے خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اُسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اُسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اُسکی بیع فسخ کرے اھ لیکن عمادیہ میں تتارخانیہ صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اُسکو فسخ نہین کرسکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحطاوی (وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقدہا لنفسہ) بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اُسکو جنون مطبق ہوجانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کیواسطے عقد کیا ہو (الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فے الطریق فیبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیؤجرہا لہ امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرۃ الایاب ان برہن علی دفعہا ویقبل البینۃ ہنا بلا خصم لانہ یرید الاخذ من ثمن ما فی یدہ) اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ امانتدار ہو جانور کو بقیمت بیچڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون سے ثابت کردے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اُس چیز کے ثمن سے لیا چاہتا ہے جو اُسکے قبضے مین ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حماما او ارضا شہرا فسکن شہرین ہل یلزمہ اجر الشہر الثانی ان معدا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتی اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اُسمین دو مہینے سکونت کی اُسپر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین اُسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہین ہے تو اجرت لازم نہین اسی قول کا فتوی ہے (قلت فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن یلزمہ الاجر بسکناہ بعدہ) مین کہتا ہون اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اسپر اجرت لازم ہوگی اُسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے (ولو سکن المستاجر بعد موت الموجر ہل یلزمہ اجر ذلک قیل نعم لمضیہ علی الاجارۃ وقیل ہو کالمسئلۃ الاولی) اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اُسکو اُسکی اجرت لازم ہوگی یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین کے مانند ہے ھم یعنے اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو لازم نہین (وینبغی ان لا یظہر الانفساخ ہنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ ہل یلزم المسمی

او اجر المثل ظاہر القنية الثاني وتمامه في شرح الوهبانية اور رائق بقواعد فقه یہ ہے کہ یہاں اجارہ فسخ ہوجانا ظاہر نہ ہو جب کہ وارث موجر کا مکان
خالی کر دینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور کیا اجرت
معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وفي القنية مات احد العاقدين والزرع
بقل بقي العقد بالمسمى حتى يدرك وبعد المدة باجر المثل اور قنیہ میں ہے کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہے یعنی ہنوز کھیتی خام ہے تو عقد اجارہ
باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضاء مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفي جامع الفصولين لو رضي الوارث وهو كبير
ببقاء الاجارة ورضي به المستاجر جاز انتهى اي يجعل الرضى بالبقاء انشاء عقد اي يجوز بالتعاطي فتامله اور جامع الفصولین میں ہے اور اگر موجر کا وارث
بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اسپر راضی ہو تو جائز ہے انتهى ما في الفصولين یعنی باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیجائیگی یعنی
جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اسکو تامل کرو وفي حاشية الاشباه المستاجر والمرتهن والمشتري احق بالعين من
سائر الغرماء لو العقد صحيحا ولو فاسدا فاسوة للغرماء فليحفظ اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ ترحقدار ہیں عین کے باقی دین والوں
سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہیں اور دین والوں کے اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر
موجر مرگیا اور اسپر دیون ہیں تو اور دین سے مستاجر زیادہ ترحقدار ہے اور اسیطرح مرتہن احق ہے اور اگر چیز خرید کی اور ہنوز قبض میں نہیں آئی کہ بائع
مرگیا اور اسپر دیون ہیں تو مشتری احق ہے یعنی اول مشتری اپنا حق لیگا پھر اگرچہ زیادہ باقی رہیگا تو ارباب دیون پاوینگے فان عقدها
لغيره لا ينفسخ كوكيل اي بالاجارة پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہ ہوگا جیسا کہ اجارہ لینے کا
وکیل یعنی مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دے اور اسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہ ہوگا
اسواسطے کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا واما الوكيل بالاستيجار اذا مات تبطل الاجارة لان التوكيل بالاستيجار توكيل بشراء المنافع فصار كالتوكيل بشراء
الاعيان فيصير مستاجرا لنفسه ثم يصير موجرا للموكل وهو معنى قولنا ان الوكيل بالاستيجار بمنزلة المالك كذا نقله المصنف عن الذخيرة قلت ومثله في
شرح المجمع البزازية والعمادية اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائیگا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے
تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہے
ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ سے میں کہتا ہوں اور اسی کے مانند شرح مجمع
اور بزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت هذا مستقيم على ما ذكره الكرخي من ان الملك يثبت للوكيل ثم ينتقل الى الموكل واما على ما قاله ابو طاهر
من انه يثبت للموكل ابتداء وبه جزم في الكنز وهو الاصح كما في البحر فلا يستقيم والله اعلم انتهى پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کہتا ہوں یہ یعنی مسئلہ
کے وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہو مستقیم ہوتا ہے کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف
منتقل ہوتی ہے اور وہ جو ابو طاہر نے یہ کہا ہے کہ ملک موکل کے واسطے ابتداء سے ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں اور یہی صحیح تر قول ہے
چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں واللہ اعلم انتهى قول المصنف قلت وتعقبه شيخنا بانه غير مستقيم على ما ذكره الكرخي ايضا لاتفاقهم على
عدم عتق قريب الوكيل لان ملكه غير مستقر والموجب للعتق والفساد الملك المستقر شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد
نے اعتراض کیا ہے اسطرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار
وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد

نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو اُسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم و وصی واب وجد وقاضی ومتولی الوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتے لو مات المعقود لہ بطلت درر اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مر گیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اُسکی موت سے کذا فی الدرر مستحق علیہ سے مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیا للوھبانیۃ قال واطلاق المتون بخلافہ قلت وباطلاق المتون افتے قاری الہدایہ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اُسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اُسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوھبانیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس استثنا کے مخالف ہے میں کہتا ہوں اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا ہی مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجر الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علے معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ میں کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلوں میں ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد ہوگیا پھر مر گیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کردی ایک شخص معین پر پھر واقف مر گیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتدا عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت میں وقف میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رأیتہ فی عدۃ نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قاری الہدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مر گیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف میں موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہیں ہوجاتا اسی طرح میں نے دیکھا ہے فتاوی مذکور کے کئی نسخوں میں لیکن وہ مخالف ہے فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہیو ہم مخالف فقط یہی ہے کہ اس میں لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیہا ایضاً لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ بمفردہ فتنبہ اور اُسی فتاوے میں یہ بھی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کے واسطے ہو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف یعنے وہبانیہ کا قول جو اشباہ میں مذکور ہے وہ اس قول سے بھی رد ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا یبطل لانہ آجر لغیرہ انتہے ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض میں ہے کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مر جائے تو استحسان میں اجارہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ اپنے غیروں کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصرف موقوف علیہم ہیں نہ واقف اور اسی طرح بزازیہ میں ہے وفی السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ میں ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کے برابر ہے تو اُن کے عزل سے اجارہ فسخ نہ ہوگا وتنفسخ ایضاً بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ او حصۃ المیت لو عقد بالنفسہ فقط

وبقيت في حصة الحي اور دو مستاجر ان یا دو موجر دون مین سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہوجاتا ہے فقط اُس کے حصہ مین یعنی میت کے حصہ مین فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ مین

فروع سلم المستاجر كافي وقبض الاشياء بالتخلية الا بيعا باطلا فلو استاجر قرية بهو يا لمعمورة فصح تخليتها على الاصح ينبغي للمتولي ان يذهب للمستاجر

مع المستاجر او غيره فيخليه بينه وبينها او يبعث وكيله او رسوله اليها مثلا الى الوقت فليحفظ قلت لكن نقل محشيها ابن المصنف في زواهر الجواهر عن بيوع فتاوى

قارى الهداية ان مضى مدة يمكن من الذهاب اليها والدخول فيها كان قابضا والا فلا فتنبه انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ مکان

بیع کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض و تصرف مین کر دینا باطل ہے تو اگر گاؤن اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر مین ہے تو اسکا تخلیہ

صحیح نہین بنا بر قول صحیح کے تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گاؤن مین جاوے مستاجر کے ساتھ یعنی اسکے وکیل کے ساتھ پھر تخلیہ کرے درمیان

مستاجر اور درمیان گاؤن کے یعنی بلا مزاحمت اسکے تصرف مین کرے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اس کے ساتھ بھیجے

مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مین کہتا ہون لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین فتاوی

قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاوے کہ جسمین مستاجر گاؤن کی طرف جاوے اور اس کے

داخل ہونے مین قادر ہو تو وہ گاؤن کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہ ہو تو مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہرے گا انتہی

ثانی زواہر الجواہر ذخیرۃ الناظر مین ہے کہ اگر گاؤن اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہے اور اقرار

اُسکا باطل ہوتا وقتیکہ اتنی مدت نہ گذرے کہ جسمین وہان جاوے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر

اپنے وکیل یا رسول بھیجین کذا فی الطحطاوی مسائل شتی یہ چند مسائل متفرقات ہین احرق حصائد اي تبا يا اصول قصب دوني ارض

مستاجرۃ او مستعارۃ جلائین باقی جڑین قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہین ہم قصب یعنی بانس اور نرکل

بطریق مثال کے ہے اسکی خصوصیت نہین بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیون کے جلانے کا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی و مثلہا ارض

بيت المال المعدة لحط القوافل والاحمال ومرعى الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصله ان لم يكن له حق الانتفاع في الارض يضمن مااحرقه

مكانه بنفس الوضع لا ما نقلته الريح عليه ما عليه المتون قاله شيخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو

قافلون اور بھاری اسباب کے اُتارنے کے واسطے اور جانورون کی چراگاہ اور کھلیانون کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہے مین کہتا ہون

اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر جلانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین مین تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اُس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اُسی

مکان مین پھر رکھنے آگ کے نہ اُس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اُڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا ہی کہا ہے ہمارے استاد خیرالدین رملی نے

فاحترق شئی من ارض غيره لم يضمن لانه تسبب لا مباشرة اجارہ یا عاریت کی زمین مین کھیت کی ٹھوٹھیان جلائین تو غیر شخص کی زمین

سے کوئی چیز جلگئی تو جلانے والے پر تاوان نہین اسواسطے کہ احتراق مذکور تسبیب ہے احتراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے

نہ تسبیب ان لم يضطرب الرياح فلو كانت مضطربة يضمن لانه يعلم انها لا تستقر في ارضه فيكون مباشرا عدم تاوان اس شرط سے ہے کہ ہوا

زور سے نہ چلتی ہون اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اُسکی زمین مین ٹھہری

نہ رہیگی تو وہی شخص احتراق کا مباشر یعنی جلانے والا ٹھہرا اور کذا کل موضع كان للواضع حق الوضع فيه فلا ضمان فيما تلف به والموضع

لا يضمن على كل حال اذا تلف بذلك الموضوع شئ سواء تلف به او بعد ما زال عنه او بعد ما زال مكانه اور اسی طرح جس موضع مین کہ

رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہین ہر حال مین جب کہ اُس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جاسے خواہ چیز تلف ہو اس حال مین
کہ شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہوا اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع
حیث یضمن الواضع اذا اتلف بہ شی دہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا منزل کوضع جرۃ فی الطریق ثم اخرا خری فتدحرجا فانکسرتا ضمن کل جرۃ صاحبہ
ان زال بنفسہ کبیع وجل الضمین الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیہ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جبکہ رہنے والے کو
مکان مین رکھنے کا حق نہ ہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اُس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضوع
اپنے مکان مین ہے اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا شے موضوع کے خود ٹلجانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ مین پھر
دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہان رکھا پھر دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے
اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسئلون مین
چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہے ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بہ لک شی ضمن لتعدیہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے
قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ مین سو اُسکے سبب سے کوئی چیز جلگئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے
سے ہم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکذا یضمن فی کل موضع لیس فی حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اُس
موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین ہم حق مرور خانیہ مین مذکور نہین اُسمین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور کے حق کو صاحب
خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ذہبت بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لنسخہا فعلہ وکذا لو دحرج
السیل الحجر وبہ یفتی خانیہ مگر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے ہوا اُڑا لیجاسے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہین اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والے
کا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکا یا اور کوئی چیز تلف ہوگئی
تو رکھنے والے پر تاوان نہین اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق و
احرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا زیلعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دکان مین پھر اُسپر ہتوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری
نکل گئی اور اُسنے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اُسپر ہتوڑا نہین مارا اور چنگاری ہوا نے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہین
کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن لانہ مباشر لا متسبب ایک شخص نے اپنی زمین اسقدر
بکثرت سینچی کہ زمین اُسکو تحمل نہ کر سکی سو پانی ابلکر اُسکے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اُسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے
کہ وہ مباشر ہے فساد کا نہ سبب انگیز اقعد خیاطا او صباغا فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف ساواء اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع قصار
صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع تقبلا فوجاہتہ لتقبل وہذا لحذاقتہ لتعمل خیاط یا رنگریز نے اُس شخص کو اپنی دکان پر بٹھا یا جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا
کام لیکر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونون کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط دھوبی
کے ساتھ تو یہ درست ہے باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہے صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیسا کہ صاحب ہدایہ سمجھا ہے تو یہ شخص بسبب اپنی
وجاہت اور رو واری کے کام لیتا ہے اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہے کا ستجار جمل لیحمل علیہ محملا وراکبین الی
مکۃ ولہ المحمل المعتاد ورویتہ احب وکذا اذا لم یر الوطرۃ والمعالیق جیسے صحیح ہے کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تا اُسپر محمل لادا جاسے اور دو
سوار اُسپر سوار ہون مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہے یعنے قطع نزاع کے واسطے اور اسیطرح اجارہ

جواز کرایہ با وجود عدم تعیین جانور

جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا دیکھا ہو ہم شامی میں مذکور ہے کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تا ایک اونٹ پر محمل کسا اور دو شخص اوسپر
سوار ہوں اپنا اوڑھنا بچھونا ایکر سو شکاری نے سوار ہونے والوں کو دیکھا اور انکا اسباب مذکور نہیں دیکھا اور دوسرے اونٹ پر کچھ
ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اسکی مقدار بیان نہ کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لادا دیگا
جسقدر لوگ لادلاتے ہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس میں بسبب غیر معین ہونے بوجہ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اسکا رواج
جاری ہے انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہے سو معلوم ہے اور محمل تابع ہے اور اسکی جہالت معتاد کی طرف پھرنے سے زائل ہوجاتی
ہے اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہوجاتی ہے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ ولو تکاری ابلا الی مکۃ بلا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز والحمل المعقود علیہ
حملا فی ذمۃ المکاری والابل آلۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ محمل او الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور ولوالجیہ
میں ہے اور اگر کچھ اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے کہ مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور معقود علیہ بوجھا قرار دیا جاتا ہے مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ اٹھانے
کے آلات ہیں اور انکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہیں بوجھ لادنے اور سواری کے واسطے
مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹوں کے تو صحیح ہے واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق متعارف کی طرف منصرف ہے استاجر جملا لیحمل مقدارا من الزاد فاکل
منہ رد عوضہ من زاد ونحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کے واسطے سو توشہ میں سے کچھ کھا لیا تو اسکی عوض توشہ
یا مانند اسکے اور چیز بھر اسپر لادی جاوے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی
لان سکوتہ رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کردے اور نہیں تو کرایہ اسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے
گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ فان اثبتہ
لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت میں کرایہ واجب نہ ہوگا جبکہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی
ملک گواہوں سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا او اقر علیہ علی کونہ ای ملکہ ولکن لم یرض بالاجر
لانہ صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہ ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ اسنے عدم رضا کی
تصریح کردی فی الاشباہ السکوت بالاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل وقال الراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما
اور اشباہ میں ہے کہ چپ رہنا اجارہ میں رضا اور قبول ہے تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کرو
نہیں تو نکل جا اور چرانے والے نے کہا کہ میں اجرت سابقہ پر راضی نہیں بلکہ اسقدر اجرت لونگا پھر اسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی
یعنی اسنے معین کی تھی سکن ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان اصم نعم والا لا ظاہرا باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے
سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ میں نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہو تو ان
تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہ ہو تو تصدیق نہ ہوگی بنا بر عمل بظاہر جاز للمستاجر ان یوجر المؤجر بعد قبضہ قیل وقبلہ من غیر موجرہ واما
من موجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتی للزوم تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اسکے قبضہ کرنے کے اسکے مالک کے سوا
اور شخص کو اجارہ دے بعضوں نے کہا کہ قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہیں
اگرچہ تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوے
ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہو اور مستاجر اسکے قائم مقام ہے کذا فی الطحطاوی وہل تبطل الاولی

بالاجارۃ تولّٰی المالک تصحیح لاد ہبانیۃ قلت وصححہ قاضیخان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کہا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا
ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضی خان وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے کہ
اور اسی قول پر فتوی ہے وقدمنا عن البحر معزیا للجوہرۃ الاصح نعم واقرہ المصنف ثم ونقل ہنا عن الخلاصۃ ما یفید ان قبضہ منہ بعد ما استاجرہ یبطلہ
والا فلیکن التوفیق فتأمل اور بحرالرائق سے نسبت جوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہان اجارہ باطل ہو جاتا ہے مالک کو اجارہ دینے
سے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے وہان اور اپنی شرح میں یہان خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے
اجارہ کی چیز قبض کی بعد اسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہیں تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونون قولون مین اختلاف رفع ہو گیا
اتفاق ہو گیا سو اسکو غور کرے یعنی بطلان اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجر پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہے جیسا مین ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہین کیا
تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے تاہل تسقط الاجرۃ مادام فی یدالموجر خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیۃ اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز
موجر کے قبض مین ہے اسمین اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ مین مشروح مذکور ہے وکلہ باستیجار عقار فقبض الوکیل وقبض ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل
العین الموجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ورجع الوکیل بالاجر علی الآمر لنیابتہ عنہ فی
القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اسپر قبضہ کیا اور
وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اسواسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق مین اور
وکیل اجر پھیرلے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے مین تو موکل حکما قابض ٹھہر گیا اور
وکیل موکل سے اجرت پھیرلے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر
وقبض الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الآمر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لمصیرورۃ الآمر قابضا بقبضہ مالم یظہر المنع اور اسیطرح حکم ہے اگر وکیل نے
پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے
پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ پھیرلیگا بسبب ہو جانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل
کی جانب سے منع ظاہر نہ ہو یعنی تاوقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ لما
حبس الدار بحق لم تبق یدہ یدہ نیابۃ فلم یصر الموکل قابضا حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے
تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کر سکے گا اسواسطے کہ جب اسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت
کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہ ہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز
لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویزات اور محضرون اور سجلون کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہے
نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہین کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اسقدر لکھنے پر لیتے
ہون اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے حال مناسب سے زیادہ طلبی نہ کرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب
علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال بزازیۃ وتمامہ فی
قضاء الوہبانیہ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب
دینا واجب ہے نہ انگلیون سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل و قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذافی

البزازیہ اور یہی بیان اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا میں ہے وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ لکتابۃ شہادتہ جاز وکذا المفتی لوفی البلد غیرہ وقیل مطلقا لان کتابۃ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ میں ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے مفتی کا اگر اس شہر میں اسکے سوا اور کوئی بھی فتوے دینے والا ہو اور بعضوں نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہیں مفتی پر ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے دستخط یا مہر والا بیان اور گذشتگو قاضی میں ہے یہ شاہد ہیں اور وہ ہوشمند سمجھو جو ذکور ہوچکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ وفیہا استاجرہ لیکتب لہ تعویذا الاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اسکے واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہے اگر اس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار ذکور ہوگئی تو معلوم ہوگیا اسقدر سطور کی اسمین گنجایش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہر اخط سے مراد عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہیں تو اس صورت میں لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہیں اور لفظ مکتوب نسخ انقاروی صیرفیہ کی نقل عبارت میں نہیں ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھ لیتے ہیں کذا فی الطحطاوی المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی المالک العین مستاجر مدعاعلیہ نہیں ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہیں ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہیں ہم مثلا ایک گہر زید نے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گہر میرے اجارہ میں ہے یا میرے پاس گرو ہے یا میں نے اسکو خرید کیا ہے تو اسکی جواب دہی مالک سے متعلق ہوگی نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکہما العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونوں کے یعنی مشتری اور موہوب لہ عین کے مالک ہیں تو وہ مدعاعلیہ ہوسکتے ہیں اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کے دیل الشرط حضور الآجر مع المشتری قولان ذکرہما حاصر ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ میں شرط ہے اسمین دو قول ہیں ایک قول میں شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں فسخ الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف مال کون کل واحد مما ذکر مضافا واصلا الزمان المستقبل کاجرتک او فاسختک راس الشہر بالاجماع او صحیح ہے اجارہ اور اسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور ضمانت اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہوں چنانچہ میں نے تجکو اجارہ دیا یا تجسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ میں تو صحیح ہے بالاتفاق ہم ایصا کی مثال یہ ہے کہ میں نے فلانے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی لا البیع مضافا للاستقبال کل من کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال والابراء الدین وقد مر فی متفرقات البیوع نہ صحیح ہیں مضاف بزمان مستقبل جو شئی کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اسکی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے اور یہ ذکور ہوچکا کتاب البیوع کے متفرقات میں ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ میں نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح میں داخل ہیں کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکلگئی اسواسطے کہ اسکی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے زاد اجر المثل فی نفسہ من غیران یزید احد فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی

یہ یعنی اجرت مثل سے زیادہ ہو گئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اسکو بڑھا دے تو متولی کو اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہے اور جب تک
متولی فسخ نہ کرے گا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہو گی اسی قول کا فتوے ہے فسخ العقد بعد تعجیل البدل فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی
مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا والعین فی ید المستاجر فلیحفظ موجر نے عقد اجارہ فسخ کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو
حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز روک رکھنا جائز ہے یہاں تک کہ عوض کا مال پھر لے خواہ عقد صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتھ
مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط لا المشغول کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ
المشغول ویومر بالتفریغ والتسلیم ان لم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہے فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین
چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی ہے کہ قول راجح یہ ہے کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہے اور موجر کو امر ہو گا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا
اور تسلیم کا جبکہ خالی کرنے مین ضرر نہو تو اسکو اسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز
لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے لڑکے کے دودھ پلانے کو یا اپنی بکری کے بچے کے دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہین بسبب عدم رواج کے
المستاجر فاسدا اذا آجر صحیحا جازت لو بعد قبضہ فی الاصح منیہ وقیل لا وتقدم الکل وکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ
صحیح دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اسکے قبضہ کرنے کے قول اصح مین کذا فی المنیہ اور قول ضعیف مین اجارہ مذکورہ صحیح نہین اور سب
مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشروط الاجارۃ
فہی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقدمناہ فی الجہاد دریافت کر کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار
معانی کا ہے نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الجہاد مین ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اسطرح کہ
بادشاہ کہے مین نے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہے نہ معافی کذا فی الطحطاوی صح استیجار قلم ببیان الاجر والمدۃ
صحیح ہے اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا لزم الاجر وان کان
دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تا اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پھر اسنے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہو گی
اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر الا لعذر ہا مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اسپر سوار نہوا تو اجرت لازم ہو گی لیکن اگر
جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلاً اسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ہم یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہوا تو اسکا قصور ہے
اخطا الکاتب فی البعض ان اخطاء فی کل ورقۃ خیران شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ وان اخذ منہ القیمۃ کاتب چوک گیا بعض سطور مین اگر خطا
ہر ورق مین ہو تو لکھانے والا مستاجر چاہے اسکو لے اور اسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اسکو اسپر چھوڑے اور کاغذ
کی قیمت کا غذ اور روشنائی کی لے کذا فی الولوالجیہ وان فی البعض عطاہ بحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعضے ورقون مین ہو تو اسکو اجرت معینہ
دے اسکے حساب کے موافق ہم یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون انکی اجرت ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اسکے موافق
اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی والصیرفی یا عبرا ذا ظہرت الزیادۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جب کہ
کھوٹا ہو نا سب درہم یا دنانیر مین ظاہر ہو گا تو اس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے مین اسکے حساب سے استرداد ہوگا
والبیع ۱۲
ولتی علی کذا فلہ کذا فدلہ فلہ اجر مثلہ ان مشی لاجلہ اگر مجکو فلانی چیز بتا دے تو اسکے واسطے اجرت ہے ہوا اسکو بتائی تو بتانے والے کیواسطے
اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے ولتی علی کذا فلہ کذا فہو باطل ولا اجر لمن دلہ اذا اعین الموضع جو شخص

مجکو فلانی چیز بتا دے تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہو تو یہ باطل ہو اور بتانے والے کیواسطے کچھ اجرت نہیں مگر بتایا موضع ولالت معین کے
هم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہو کہ اجارہ مذکور بلفظ ان شرطیہ صحیح ہو اور بلفظ من شرطیہ صحیح نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہو اسواسطے کہ طحطاوی نے
بزازیہ سے یون نقل کیا ہو کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہو گئی سو اُسنے کہا کہ جو مجکو دلالت کرے اُسپر تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہو تو اسکی دو صورتین
ہین اگر اُسنے یہ کلام بر سبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجکو بتا دے تو اجرت باطل ہو اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل
نہین ہو جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر بر سبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجکو
فلانی چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہو تو اگر وہ شخص بتانے کے واسطے چلا اور اُسنے دلالت کی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہو جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہو عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا اجرت مثل
واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہو انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہو
نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ فی الکل عبارت بزازیہ کے مانند ہو کذا فی الطحطاوی استاجر حفر حوض عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق فحفر خمسۃ فی خمسۃ
کان لہ ربع الاجر الکل من الاشباہ اجارہ لیا دہ در دہ حوض کے کھودنے کا اور اُسکا عمق بیان کر دیا مثلاً ہاتھ بھر کا گہرا سو مزدور نے پنج در پنج
کھودا تو اُس کے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہین هم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ در دہ
یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوئے اور پچیس
چوتھائی ہو سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام مین ضرب معتبر ہو نہ مثل طلاق کے بین کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار طریق
للمرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتہا ہذا قولہما وہو المختار شرح مجمع اور اشباہ مین ہو کہ جائز ہو اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مرور بیان کیا ہو
مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہو کہ یہ صاحبین کا قول ہو اور یہی مختار ہو کذا فی شرح المجمع هم جواز اجارہ طریق اس صورت مین ہو کہ جب طریق ایک شخص کی ملک
مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ من ولنا علی کذا جاز لان الاجر تعیین بدلالۃ اور اشباہ مین ہو مستاجر نے کہا کہ جو شخص مجکو فلانی چیز بتا دے اُسکا اتنا
اجر ہو تو جائز ہو اسواسطے کہ اجر تعیین ہو جاتا ہو اُسکے بتانے سے هم اور اسیطرح سیر الکبیر مین ہو اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ مراد یہ ہو کہ اس کلام کا مخاطب معین ہو اور
اُسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہو کیونکہ اجرت مسمی مراد ہو کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ
ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخہا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایۃ البیان مین ہو کہ میرا گھر تیرے
واسطے اجارہ ہو ہبہ تو اجارہ غیر لازم صحیح ہو تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اُسکا فسخ کرنا جائز ہو اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اُسکو یاد رکھنا چاہئیے هم اور اسی
طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے
سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان لکن عدم لزومہا بانہ علیہ الفتوی اور اجارہ مضافہ
کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف بزمان مستقبل ہو اُسکے لزوم مین دو قول صحیح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہو کہ عدم لزوم پر فتویٰ ہو
وفی المجتبی لاتجوز اجارۃ البناء وعن محمد تجوز لو ینتفعا بہ کجدار وسقف وبہ یفتی اور مجتبی مین ہو کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے
ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہو اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتویٰ ہو هم خلاصہ مین ہو کہ فتویٰ اسپر ہو کہ زمین کا
بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہو کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء مکۃ وکرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا
اور اُسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہو هم مختارات النوازل مین ہو کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک

مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور امام سے بھی ایسی ایک روایت ہی کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی الوہبانیۃ وفی الکلب والبازی قولان والبناء کالامام القرشی اذا جعلا لیس تو عبہ + اور وہبانیہ مین ہی اور کتے اور باز کے اجارہ مین اختلاف ہی جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت مین اختلاف ہی اسواسطے کہ وہان کی زمین کا اجارہ نہین ہوا کرتے اور بازمین اگر مدت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہی اور بلی کا اجارہ چوہے پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحاوی ولو دفع الدلال ثوبا لتاجر + لیقلبہ لو راح لیس بتحسیر اور اگر دلال نے وہ کپڑا جسکو بیچ کے واسطے لیے پھرتا ہی تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کو جاوے تو دلال بری ہوا لا یضمن ومن قال قصدی ان اسافر فاسخن + محلفہ او ناسال رفاقا لیذ کرو او جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہی کہ سفر کرون سو اجارہ کو فسخ کر تو اسکو قسم دے یا اسکے رفیقون سے سوال کر تا وہ بیان کردین ہم یعنی اگر مستاجر سفر کرنے کا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہین کریگا فسخ اجارہ کے واسطے حیلہ انگیزی کرتا ہی تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمھارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہی یا نہین اگر وہ کہین کہ ہان تو عذر فسخ ثابت ہوگا وفسخ من ترک التجارۃ دما اکری + ولو کان فی بعض الطریق وموجبہ + لہ فسخہا لو مات منہا معین + وطلق لبقو سہ وبالضعف نبیدکرہ + اور ترک تجارت سے فسخ ہوگا اجارہ اُس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہی اگر معین اونٹون کے اجارہ مین ایک انمین اونٹ مرجاے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہی یعنی اونٹ معین ہون خواہ غیر معین ہر کیف فسخ جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا ضعف کے ساتھ مذکور ہی یعنی قول ضعیف ہی لائق عمل کے نہین ہم یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ مر گئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر بلا تعیین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہ ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ خاص اونٹون پر واقع نہین ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لادے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہی اسکی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہی تعیین کی موت سے کذا فی الطحاوی وایجار ذی صحۃ من الکل جائز + ولو ان اجر المثل من ذلک اکثر اور اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے جائز ہی اگرچہ اجرت مثل اسکے اجر معین سے زیادہ تر ہو ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص کا ہمگی مال مثلا پانچ اونٹ ہین اور وہ شخص بیمار بمرض الموت ہی اور اسپر دیون ہین اور اسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون اونٹ اجارہ دیئے اجرت مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکور جائز ہی اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف جائز نہین جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہو اور انکا حق تو اعیان سے متعلق ہی نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہین رہتے تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحاوی عن عبد البر بتصرف ومن مات مدیونا واجر عقارہ + فوفاہ للمستاجر الحبس اجدر اور جو شخص مدیون مر گیا اور اُس نے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اُسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہی ہم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اسکے ارباب دیون اُس مین بیع وغیرہ مین اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہی غلام مکاتب کے احکام مین مناسبۃ للاجارۃ ان فی کل منہا ملک الرقبۃ لشخص ومنفعتہ لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارۃ سے یہ ہی کہ دونون مین رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہی اور منفعت اسکی غیر شخص کو رلی مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہی اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین رقبہ موجر کا مملوک ہی اور منفعت مستاجر کی الکتابۃ من الکتب وہی الجمع الحروف سمی بہ لان فیہ ضم حریۃ الید الی حریۃ الرقبۃ کتابت لغت مین کتب بالفتح سے مشتق ہی اور کتب عبارت ہی حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہی ہم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ کتب عبارت ہی جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہی نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار مین کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہی کاتب مکاتبۃ سے اور مولی مکاتب ہی بکسر تا اور اصل اسکی کتب سے

آزادی تصرف ۱۲ گردن ۱۲

ہو اور کتب عبارت ہے جمع سے اور اسی سے ہے کتیبہ یعنی طائفہ مجتمعہ لشکر کا اور اسی سے ہے کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہے ابواب و فصول کی اور اسی سے ہے کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہے حروف کی اور اس عقد کا کتابت و مکاتبہ اسواسطے نام رکھا کہ اس میں ملا ہوا ہے حریت ید کا حریت رقبہ کے ساتھ یا اسواسطے کہ اسمین قسطیں یا زیادہ جمع ہوتی ہیں یا اسواسطے کہ غلام و مولی دستاویز لکھدیتے ہیں اور یہی وجہ ظاہر تر ہے انتہی و شرعا تحریر المملوک یدا ای من جہۃ الید حالا و رقبۃ مالا یعنی عند اداء البدل حتی اذا ادی حالا عتق حالا اور شرع میں کتابت عبارت ہے مملوک کے فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کردے تو فوراً آزاد ہو جائیگا یعنی جب مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا سو درم پر مثلاً یعنی اگر سو درم کما لاوے تو آزاد ہو جاوے تو بحکم اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید و فروخت اور نوکری چاکری مین بطور خود تصرف کرتے ہین ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمین مولی کے اذن کی حاجت نہین اور جب سو درم ادا کریگا تو اسکی ذات آزاد ہو جائیگی تو مکاتب حیلہ اور حر دونون سے مشابہ ہے غلام سے اسواسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اسکی گردن آزاد نہین تا ادائے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہے کہ آزادی کی طرح تصرف کرتا ہے اور یہی کمائی کا مالک ہوتا ہے ورکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او بما یؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہے بلفظ کتابت یا جو لفظ کہ موجل معنی کتابت ہو مثلاً مولی کہے غلام سے کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور ہم معنی کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ مین نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے تو اسکو ادا کر یا یون کہے کہ مجھکو ہزار درم ہر مہینے مین سو درم کرکے ادا کر اور تو آزاد ہے ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور بلفظ کتابت کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہو گیا اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب عجز سے پھر رقیق ہو جاتا ہے نہ معتق علی المال و شرطہا کون البدل المذکور فیہا معلوما قدرہ وجنسہ وکون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہے اس بدل کا جو کتابت مین مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رقیت کا محل مین یعنی ذات مملوک مین قائم ہو اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے برابر ہے کہ بدل مال ہو یا خدمت کذا فی الدرر لا کونہ منجما او موجلا لصحتہا بالحال نہ ہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہین منجم اور موجل مین فرق یہ ہے کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہے کہ جسکی کئی مدتین ہوں مثلاً ہزار درم کی دس قسطین ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انتفاء الحجر فی الحال وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب مین دور ہونا عدم تصرف کا اسکے الحال اور ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق مین نہ گردن کے حق مین مگر ادائے بدل کتابت سے وفی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل فی الحال ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ للملکہ اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب مین ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کا فی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جبکہ اسپر مولی قبض کرے اور غلام کا پھر ناموالی کے ملک کی طرف جبکہ وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو کاتب قنہ ولو کان صغیرا یعقل بمال حال ای نقد کلہ او موجل کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او قال جعلت علیک الفا تؤدیہ نجوما اولہا کذا واخرہا کذا فان اداہ فانت حر وان عجزت فقن وقبل العبد ذلک صح وصار مکاتبا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی کئی قسطین مقرر ہوگئی ہون تعین مہینون پر یا مولی نے یون کہا کہ مین نے تجھپر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہے اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب

ہو جائیگا بسبب مطلق ہونے قول حق تعالی کے اس قول کے کہ فکاتبوھم یعنی غلاموں کو مکاتب کرو ھم یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور رجال اور نقد اور
سو جل اور نجم سب کو شامل ہے والامر للندب علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہے بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داود ظاہری کا
مذہب ہے اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہیں والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو غلام ضرر نہ پہونچاوے
آزاد ہونیکے بعد ھم یعنی یہ جو قرآن شریف میں وارد ہے کہ اگر تم غلاموں میں خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یضر
فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانوں کو ضرر پہونچاوے تو افضل یہ ہے کہ اسکو مکاتب نہ کرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کریگا
تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز ونصفہ الاخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک کیلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التتارخانیہ
اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولی اسکو منع کرنا چاہے تو اسکو جائز نہیں تاکہ غلام کا
حق عتق باطل ہو جاوے اور پورا بیان اسکا تاتارخانیہ میں ہے واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یودی کل البدل لحدیث ابی داؤد
المکاتب عبد ما بقی علیہ درہم اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکلگیا مولی کے ہاتھ سے یعنی اسکے تصرف سے نہ اسکی ملک سے یہانتک کہ
تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابی داؤد کہ مکاتب غلام ہے جبتک کہ اسپر ایک درم باقی رہے ھم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر
عمل ہے علماء امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ وغرم المولی العقر ان وطی مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولی پر تفریع کی اپنے اس قول سے
اور تاوان دے مولی عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولی پر ھم عقر آزاد عورت میں مہر مثل ہے اور
لونڈی میں اسکی قیمت کا دسواں حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسواں حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او جنی علیہا فانہ یغرم ارشہا یا مولی
مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اسکو قتل کرے تو اسکی دیت کا تاوان دے او جنی علی ولدہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولی قتل کرے تو دیت دے او
اتلف المولی مالہا لانہ بعقد الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی نعم لاحد ولا قود علی المولی للشبہۃ ضمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد
کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہو گیا ہاں یہ البتہ ہے کہ مولی پر حد نہیں وطی سے اور قصاص نہیں قتل سے بسبب شبہ ملک کے
کذا فی الشمنی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولی مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ ہونے
کا حق ہے سو اسکو اسکے اسقاط میں اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسدان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی
کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سور پر اسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق میں تو اگر میاں اور غلام دونوں ذمی ہوں تو کتابت
مذکورہ جائز ہے ھم کتابت جائزہ اور فاسدہ میں فرق یہ ہے کہ فاسدہ میں مولی کو اختیار ہے کہ اسکو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کردے بدون
رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ میں بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہیں اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونوں میں بلا رضامندی مولی کے
فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے اسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول
ہونے اسکی مقدار کے ھم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہے اسواسطے کہ تعیین قیمت یعنی مالیت میں قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہیں او علی عین
معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہے غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ھم معین کی قید سے
نقود خارج ہو گئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ میں نقود متعین نہیں ہوتے کذا فی الطحطاوی او علی مائۃ دینار
لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے سو دینار پر تاکہ اسکا مولی اسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب مجہول
ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثنا دنانیر سے ممکن نہیں مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور

اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فهو ای عقد الکتابة فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتوں
مذکورہ مین فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخمر عتق بالاداء وکذا الخنزیر لانهما مال فی الجملة وسعی فی
قیمته بالغة ما بلغت یعنی قبل ان تتراضیا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب
مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملة یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور
اپنی قیمت مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اسکا امر قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل
ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی واعلم انه متی سمی مالا وفسدت
الکتابة بوجه من الوجوه لم ینقص من المسمی بل یزاد علیه اور معلوم کر جبکہ مال مسمی ہو اور کتابت فاسد ہو جاوے کسی وجہ سے وجوہ مذکورہ سے
تو مال مسمی سے نقصان نہ کیا جائیگا بلکہ اسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبه علی میتة ونحوها کالدم لم یعتق لبطلان العقد لعدم مالیتهما اصلا عند احد فلا العتق بالاداء
الا اذا علقه بالشرط صریحا فیعتق بالشرط لا بالعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اسکے چنانچہ خون پر تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ
مردار اور خون اصلا مال نہین کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق
کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنی اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجھکو دے تو تو مکاتب
ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسه فقط اسمه لا نوعه
وصفته ویؤدی الوسط او قیمته ویجبر علی قبولها اور عقد کتابت صحیح ہے اس جانور پر کہ فقط جنس بیان ہوئی نہ اسکی نوع اور صفت اور مکاتب
اس جنس کا متوسط حیوان یا اسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولی انکار کرے تو قبول قیمت پر اسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر کاتب عبدا
کافرا مثله علی خمر لمالیتها عندهم معلومة ای مقدرة لتعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جبکہ اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن
او الظرف پر تاکہ بدل معلوم ہو جاوے مجہول باقی نہ رہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے وای من المولی
والعبد اسلم فله قیمة الخمر وعتق بقبضها لتعلیق عتقه باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمته کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب
کی قیمت دینی اسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے
غلام کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمته شهرا ای للمولی او لغیره اور کتابت صحیح ہے ایک مہینے
مولی کی خدمت یا غیر مولی کی خدمت پر بھی او حفر بئر او بناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوئین کھودنے
یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جاوے کہ نزاع کو رفع کر دے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت
کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا لا تفسد الکتابة بشرط لشبهها بالنکاح ابتداء لانها مبادلة بغیر مال وهو التصرف کتابت
فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال آزادی
غلام ہے ہم اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجاوے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت
باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی تمتع سے اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ
غیر مال سے ہے یعنی آزادی کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان
یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبهها بالبیع انتهاء لانه فی البدل هذا هو الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو

تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہی یہی قاعدہ کلیہ ہر ہر مطلب
عقد مین شرط ہونا چاہئے چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہر کہ مبادلہ ہر مال کا مال سے
انجام کار مین تو جیسے بیع فاسد ہوجاتی ہر شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد مین متمکن ہو

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعله

وما لا یجوز یہ باب ہر ان افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہر اور جو افعال کہ جائز نہین للمکاتب البیع والشراء ولو بمحاباة یسیرة مکاتب کو
خرید و فروخت جائز ہر اگرچہ خرید و فروخت بنقصان قلیل ہو ہم اسواسطے کہ سوداگرون کا طریقہ یہ ہر کہ ایک صفقہ مین کا سے نقصان قبول کرتے ہین
تاکہ دوسرے مین فائدہ حاصل کرین کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہر اگرچہ مولی نے عدم سفر شرط کیا ہو کیونکہ
اسواسطے کہ سفر مین سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہر تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج امتہ وکتابة عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح
کردینا جائز ہر اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہر ہم اسواسطے کہ نکاح سے مہر و نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہر بلکہ اس سے
زیادہ تر والولاء لہ ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولا یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہر اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے
مکاتب اول کے آزاد ہوجانیکے بعد والا بان ادی قبلہ او ادیا معا فلسیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اسطرح
کہ قبل اسکی آزادی کے ادا کیا یا دونون نے ساتھ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اسکا مولی یعنی پہلا مالک دونون مکاتبون کی میراث لیگا لا التزوج
بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت کے بدون جائز نہین یعنی اسواسطے کہ یہ اکتساب مین داخل نہین اور اسمین مولی کا ضرر
بھی ہر کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہبة ولو بعوض لا التصدق الا بیسیر منہما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہر اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ
خیرات کرنا جائز ہر مگر ہبہ قلیل اور خیرات کمتر جائز ہر ہم ذخیرہ مین ہر ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہر اور طعام موجود سے ضیافت
یسیرہ درست ہر ولا التکفل مطلقا ولو باذن مولاہ بنفس لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہر مطلقا اگرچہ مولی کے اذن سے حاضر ضامنی
کرے اسواسطے کہ ضامنی تبرع ہر اور مکاتب تبرع کا اہل نہین ہر ولا الاقراض واعتاق عبدہ ولو بمال ورنہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو
آزاد کرنا جائز ہر اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو وبیع نفسہ منہ اور بیچنا جائز ہر غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہ فی الحقیقة اعتاق علی المال ہر
وتزویج عبدہ لتقصیہ بالمہر والنفقة اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہر بسبب ناقص ہوجانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم
ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج نہ اپنی لونڈی سے درست ہر نہ غیر کی لونڈی سے نہ حرہ سے والاب والوصی والقاضی وامینہ فی
رقیق صغیر تحت حجرہم کالمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اسکا امین اس صغیر کے غلام مین جو انکی پرورش مین ہر مکاتب کے مانند
ہین تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی مین یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہر اور اعتاق عبد اور عبد کو
اسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کردینا جائز نہین بخلاف مضارب ومأذون وشریک ولو مفاوضة علی الاشبہ لاختصاص تصرفہم بالتجارة بخلاف
مضارب اور عبد مأذون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضہ ہو بنا بر قول اشبہ یعنی مضارب اور مأذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہین
اسواسطے کہ انکا تصرف تجارت مین مخصوص ہر اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونون کو شامل ہر ولو اشتری اباہ او ابنہ تکاتب
علیہ تبعا لہ والمراد قرابة الولاد لا غیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اسکی کتابت مین داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے
قرابت ولادت مراد ہر نہ اور قرابت سواسے اسکے ہم یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا اور اسنے بدل کتابت دیا تو اسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب

ادا سے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرما غیر الولد کالاخ والعم لا یکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب
نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا جیسا بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل ہوگا یہ خلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک
داخل ہوگا ولو اشتری ام ولدہ مع ولدہ منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہ او بعکسہ لم یجز بیعہا لتبعیتہا للولد بیانہ لکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب
نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اُس فرزند کے ساتھ جو اُسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے
تابع ہے لیکن فرزند کی کتابت مین وہ داخل نہوگی ام ولد کے تابع ہے یعنی جسطرح ولد کی بیع جائز نہین اُسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے
درست نہین اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ ام ولد کو اُسکے ولد نے آزاد کردیا فلا تعتق بعتقہ ولا ینفسخ نکاحہ لانہ لم یملکہا فجاز لہ ان
یطأہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد نہوگی اُسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اُسکا مالک نہین ہوا
تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی وطی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسیطرح لونڈی
مکاتبہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اُسکے شوہر کو اُسکی وطی بملک نکاح جائز ہے غیر ان لہا بیعہ مطلقا الا ان الحرۃ لم
من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر مذکور کی بیع مطلقا جائز ہے اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہین ہوا ام ولدی
بخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے مراد یہ ہے
ہو کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی الطحاوی ولو ملکہا بدون الولد جاز لہ بیعہا خلافا لہما
اور مکاتب اپنے ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اُسکو ام ولد کا بیچنا جائز ہے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ دخل فی کتابتہ
علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اُسکی لونڈی سے پھر اُسنے اُسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اُسکی کتابت مین داخل ہوگا باپ کی
تبعیت سے ہم بعضون نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہین اُسکا جواب یہ ہے کہ نسب حلت پر موقوف نہین جیسا کہ اپنے
فرزند کی لونڈی کی وطی مین یا مشترک لونڈی کی وطی مین درصورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہین وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور
مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب کا کسب
ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح
کردیا اپنے غلام سے پھر دونون کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت مین داخل ہوگا اور اُسکی کمائی اور اُسکی قیمت اگر اُسکو کوئی
قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہے نہ اُسکے شوہر کی اسواسطے کہ ماں کی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہ کہ مولود مین وہ صفات
شرعیہ جو ماں مین ثابت ہین جیسا کہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہین کذا فی الطحاوی مکاتب او ماذون نکح امۃ زعمت
انہا حرۃ باذن مولاہ فلو نکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے
اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اُس لونڈی سے جسنے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اُسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر
نکلی تو لڑکا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہین بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھانیوالے کا فرزند ہے
امام محمد کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اُسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن انکے نزدیک قیمت دینا
مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی الغایۃ وخصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص
کیا ہے صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہوجاے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون وہذا کلہ الظاہر اور

زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے اور وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولی کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولی پر لازم
ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولی مفروض ہے تو چاہیے کہ مولی پر فی الحال قیمت لازم ہو سے نہ مکاتب
پر اسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یوں دیا ہے کہ مولی نے تو نکاح کا اور اسکے متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا
اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولی اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو اشتری
المکاتب امۃ شراءً فاسداً فوطیہا ثم ردہا للفساد وشراءً ہا او شراءً ہا صحیحاً فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی کتابۃ
لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کہ پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے
یا اسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق مالک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اسکے آزاد ہونے سے پہلے سبب
داخل ہونے خرید فروخت کے اسکے عقد کتابت میں اسواسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنیکا اذن ہے اور لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی
اور خرید موجب ہے سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھہری عقر کی اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل
نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو وطیہا بنکاح بلا اذن اخذ بہ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ لعدم دخولہا کما مر اور مکاتب نے لونڈی کو سے قربت
کی اور بعد اس نکاح کے جو اس نے بلا اذن مولی کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ
داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولی جائز نہیں و المأذون کالمکاتب فیہما فی الفصلین
اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح میں اور نکاح کی صورت میں ولدت مکاتبۃ من
سیدہا فلہا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا واخذت العقر منہ او ان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولدہ وثبت نسبہ بلا تصدیقہا لانہ ملکہ رقبۃ
اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولی سے تو اسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولی سے عقر لے یا اگر چاہے
اپنی ذات کو عاجز کر لے یعنی ادا سے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولی کی ام ولد ہو اور مولی کا نسب مکاتبہ سے بدون اسکی تصدیق کے ثابت
ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولی کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولو کاتب شخص ام ولدہ او مدبرہ صح وعتقت ام الولد
مجاناً بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاد
کے بلا ادائے بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت سیدہ فقیراً لم یترک غیرہ اور سعی کرے مدبر کو پورا اپنی قیمت کے
دو ثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے اسطرح کہ اسنے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوائے اس مدبر کے ولو
دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبراً والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموتہ ای المولی معسراً لم یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا
تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے اور اگر چاہے
اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولی کے اسطرح محتاج ہو کر مرنے سے کہ مولی نے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے و ان کان
مات موسراً بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجاناً لقیام ملکہ اور اگر مولی اسطرح
مالدار ہو کر مر گیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولی اپنے مکاتب کو
آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبہ علی الف مؤجل ثم صالحہ علی نصفہ حالاً صح استحساناً ہو نے سے مکاتب کیا غلام کو ہزار پر مدت
والے پر پھر مکاتب سے صلح کر لی اسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے واضح رہے کہ نزدیک حرلیش کاتبہ عبدہ علی الفین الی

کتابت یعنی ... [illegible]

سنة فمات المريض والحال ان قيمة المكاتب الف درهم ولم تجز الورثة التاجيل ولم يترك غيره ادى المكاتب ثلثي البدل وعند محمد
ثلثي القيمة حالا والباقي الى اجله او رد رقيقا لقيام البدل مقام الرقبة فينفذ في ثلثه بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی
مدت مقرر کر کے پھر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایک ہزار درہم ہیں اور مولی کے وارثوں نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولی نے سوا
اس مکاتب کے اور مال نہیں چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور
باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نہ کر سکے تو پھر کر غلام بنایا جاوے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرے بسبب قائم ہونے
بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث میں نافذ ہو گی وان كاتب على الف الى سنة والحال ان قيمته الفان ولم يجيزوا ادى ثلثي القيمة
حالا وسقط الباقي او رد رقيقا اتفاقا لوقوع المحاباة في القدر والتاخير فينفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کر کے اور
حالانکہ اسکی قیمت دو ہزار ہیں اور حالانکہ وارثوں نے کتابت مذکورہ جائز نہ رکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اسکا
ساقط ہو گا یا اگر ادا نہ کرے تو پھر کر غلام بنایا جاوے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل میں تو محاباۃ مریض ثلث
میں جاری ہو گی حر قال المولى عبد كاتب عبدك فلانا الغائب على الف درهم الى ان اديت اليك الفا فهو حر فكاتبه المولى على هذا ادخل
قبل المولى ثم ادى الحر الالف عتق العبد بحكم الشرط وكذا لو لم يقل ان اديت فادى عتق استحسانا لنفوذ تصرف الفضولي في كل ما ليس بضرر ولا يرجع الحر
على العبد لانه متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درہم پر اس شرط سے کہ اگر میں تجکو ہزار درہم ادا
کر دوں تو وہ غلام آزاد ہے سو مولی نے اس شرط پر اسکو مکاتب کیا اور مولی نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درہم ادا کیے تو غلام آزاد ہو گا بموجب شرط
مذکورہ کے اور اسیطرح اگر اس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اسنے ہزار درہم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہو گا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہو جانے
تصرف فضولی کے ہر ایک اس امر میں جو ضرر نہیں اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درہم پھیر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے نہ معاوض ہم قوله قبل المولى
شارح نے ضمیر کا مرجع مولی کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین میں قبل الرجل واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد هذا الامر فقبل صار
مكاتبا انما يحتاج لقبوله لاجل لزوم البدل عليه اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہونچے یعنی قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی
تو وہ مکاتب ہو جاویگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہے کہ بدل کتابت اسپر لازم ہو جاوے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہیں
بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسيده كاتبني عن نفسي وعن فلان الغائب فكاتبهما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا
في الحاضر اصالة والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کی طرف سے اور فلانے غلام کی
طرف سے سو مالک نے دونوں غلاموں کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر میں اصالتًا صحیح ہے اور غائب
غلام میں تبعا وايهما ادى بدل الكتابة عتقا جميعا بلا رجوع ويجبر المولى على القبول للبدل من احدهما اور دونوں میں سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا
کریگا تو دونوں غلام آزاد ہو جاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اسکے حصہ کے مطالبہ نہ کر سکیگا اور مالک اسپر مجبور کیا
ہو گی قبول بدل کتابت پر ان کی طرف سے یعنی دونوں غلاموں کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو مجبور قبول کرنا ہو گا ولا يطالب
العبد الغائب بشيء لعدم التزامه اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ نہ ہو گا اسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اسنے عقد کتابت قبول
نہیں کیا کہ اس سے کچھ مطالبہ ہو وقبوله الكتابة لغو لا يتغير به رده اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہیں جیسے اسکے رد
کرنے کتابت کا اعتبار نہیں ہم قبول اور عدم قبول غائب اسواسطے معتبر نہیں کہ عقد کتابت بدون اسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہو چکی تو بعد اسکے

قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہی ولو حرر وسقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کردیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اُسکا
حصہ بدل کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ غائب عقد مین قصدًا داخل ہی اگرچہ مقصود بالخطاب نہین لیکن بدل کتابت دونون پر منقسم ہوگیا اگرچہ اُسپر
مطالبہ بدل کا نہین ہی لو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصتہ حالا والا رُد قنا اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل
کتابت سے نقدا ادا کرے اور نہین تو پھر غلام بنایا جاے ولو ابرا الحاضر او وہبہ لہ عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کردیا یا
تمام بدل کتابت اسکو ہبہ کردیا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے مفت مین اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے
کذا فی الطحطاوی ان کاتب الامۃ عن نفسہا وعن ابنین صغیرین لہا وقبلت صح استحسانا لما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد
کیا اُسکی ذات سے اور اُسکے دو چھوٹے بیٹون سے اور لونڈی نے قبول کرلیا تو عقد صحیح ہی باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃً لونڈی کی طرف
سے اور تبعًا اسکے بیٹون کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہی وای ادی من ذکر لم یرجع علی الآخر لانہ متبرع ویجبر علی القبول الی آخر ما مر اور اشخاص مذکورین
مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہی اور مولی پر ہر شخص کے ادا سے بدل کے قبول پر جبر ہوگا تا آخر
احکام مذکورہ سابقہ زیلعی مین ہی کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک ماں کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر
اُنکے حصہ کے اسکو فی الحال ادا کرین اور مولی مکاتبہ بدل کا اُنکی ماں سے کرے نہ اُنسے اور اگر مولی اُنکو آزاد کرے تو اُنکی ماں پر سے اُنکا حصہ ساقط ہوگا
اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا اُنکو ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اُنکی ماں کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اُسکے ساتھ اُسکی
اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہی مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی فرع مسئلۃ المتقدمۃ شایع کاتب نصف عبدہ فادی الکتابۃ عتق نصفہ و
فی بقیتہ قیمتہ وقالا والبعض کلہ مکاتب علی ذلک المال وبہ ناخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اُسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف
غلام آزاد ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اسی قدر مال پر

اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہ باب ہی عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبد لشریکین اذن احدہما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب الشریک
الماذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فسخہ لاذنہ غلام ہی دو شریکون کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک
کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اُسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط
اُسی کے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم رح کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے اُنکے نزدیک مانند اعتاق کے اور اُس کے شریک کو
فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اُسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہی کہ اُسکے واسطے حق فسخ باقی نہ رہے اور در صورت عدم اذن اُسکو فسخ
مین اختیار ہی اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہی کہ مال مقبوض سے اُسکا حق منقطع ہوجاے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام
کو اسکا اذن ہی کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دے تو اُسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادا بدل وہ مکاتب کو منع
کرے تو بھی صحیح ہوگا اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصا واذا قبض بعضہ بعض الالف فعجز فالمقبوض کلہ للقابض لاذنہ لہ
بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادا بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال
مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اُسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم

قبض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جاویگا ہم ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ضمان نہ کور قابض پر ہے ہم کذا فی الطحطاوی امۃ بین
شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ ثم وطیہا الشریک الآخر فولدت فادعاہ والوطی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ
ظاہراً فالہا ایک لونڈی مشترک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اُسکو مکاتبہ کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے
اُسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اُس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی
کا دعوی کیا تو اُسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہراً اُسکی ملک ہنوز قائم ہے بخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہے
بنابر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن
شبہ ملک کے سبب سے اسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وتبین انہا فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من
الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی ادائے بدل کتابت سے بعد اُسکے یعنی دونوں وطی اور دونوں دعوت کے بعد تو یوں ٹھہرایا جائیگا کہ گویا کتابت کبھی نہ تھی
اور اب تو مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہوجانے اُس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی ہم یعنی زوال کتابت سے مکاتبہ شریک
اول کی بالکل ام ولد ہوگی اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی پھر جب کتابت
زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر لتقدم وطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے ہم یہ جواب ہے
اُس سوال مقدر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں ثابت ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ شریک اول کی
فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا اور شریک
اول اپنے شریک کو اُسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا ہم مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالصہ کی قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا
فی الطحطاوی عن الفتح وضمن شریکہ عقرہا کاملا لوطیہا ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اُسنے حقیقت میں غیر کی
ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضاً وہو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا اور وہ ولد اُسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ
مغرور کے ہے ہم اسواسطے کہ اُسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی ملک جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اُسکی ملک اسمیں نہیں رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب
ہوتا ہے اُس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصہا بمنافعہا فاذا عجزت تردہ للمولی اور دونوں
شریکوں میں سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادائے بدل کتابت
سے تو عقر مولی کو پھیرے وان دبرالثانی ولم یطاہا والمسئلۃ بحالہا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اُس سے
وطی نہ کی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہے یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اُس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اُسکا دعوی کیا
سو مکاتبہ عاجز ہوگئی ادائے بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اسمیں ملک باقی نہ رہی اور
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا والولد للاول وہی ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اُسکی
نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اُسی کی ام ولد ہے وان کاتباہا فحررہا احدہما موسراً فعجزت ضمن المعتق
لشریکہ نصف قیمتہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اُسکو آزاد کردیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد
کرنیوالا اپنے شریک کو اُسکی نصف قیمت کا تاوان دے ورجع الضامن بہ علیہا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع عندہ لا عندہما
اور تاوان دینے والا شریک اُسکو مکاتبہ سے پھر لے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنیوالے

شریک سے تو اسکو رجوع جائز ہے امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین دبرہ احدہما ثم حررہ الآخر غنیا او عکسا اعتق الدبران شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی الاولی دو مردون کا ایک غلام ہے ایک نے اُسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہے یا دونون نے اسکے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد کرے یا دونون صورتون مین غلام سے سعی کراوے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لیوے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

یہ باب ہے مکاتب کی موت اور اسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجزہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہے کہ عاجز ہوگیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اُسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اُسکو ملیگا چنانچہ اسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اُسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اُسکو عاجز نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے کہ یہ مدت ہے کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہے ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہے اور مرتد کی مہلت دینے مدت اور مدعا علیہ کی مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہراوے وفسخہا بطلب مولاہ او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کردے اسکے مولی کی خواہش سے یا اسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد تعجیز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنے کے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی لہ الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولی کو فسخ کتابت کا اختیار ہے بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولی پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب ہے گناہ مٹانے کے واسطے وسیاک الکاتب فسخہا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہے ہر طرح کتابت جائزہ مین اور فاسدہ مین بھی اگرچہ مولی راضی نہو وعاد رقہ لفسخہا اور اُسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفا ورقبۃ وما فی یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اُسکے پاس ہوگا وہ مولی کا مملوک ہے اگرچہ خیرات ہو اور مولی غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات ولہ مال کفی بالبدل لم تنفسخ وتؤدی کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مرجائے اور اُسکا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہوگی اور بدل کتابت اُسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے بقاء کتابت اور ادائے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہے کہ ہنگام کتابت کے فرزند اُسکے آزاد ہون اور اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اُسکے وارث ہون وحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اُسکی آزادی کا اُسکے اجزاء حیات مین سے اخیر جز مین ہم یہ مذہب ہے جمہور کا اور بعضون کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولادہ المولودین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اُسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اُسکی کتابت کے زمانے مین پیدا ہوئی نہ اُنکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول و فروع کو مکاتب نے حال کتابت مین خریدا کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ انکی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تھا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اُسکی کتابت مین کذا فی الحلبی والباقی من مالہ میراث لورثتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال مین سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اُسکے وارثون کی میراث ہے ہم یعنی اگر قرابت والے ہون مکاتب کے تو وہ اُسکے مال کے وارث ہونگے اور اُنمین سے کوئی نہو تو مال باقی مولی کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی ولو لم یترک مالا وترک ولدا ولد فی کتابتہ ولا وفاء بقیت کتابتہ وسعی الابن فی کتابۃ ابیہ علی نجومہ المقسطۃ اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نچھوڑ گیا اور ایک اُسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت مین پیدا ہوا اور ادائے کتابت کیواسطے کچھ مال نہین تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت مین کوشش کرے بموجب اُسکے اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ وبعتقہ تبعا پھر جب اُسکا بیٹا بدل کتابت ادا کرے گا تو اُس کے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادی البدل حالا
او ردالی حالہ رقیقا وسویا بینہما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اُسنے اپنی کتابت کی حالت مین مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو
فی الحال ادا کرے یا اگر فی الحال نہ ادا کرسکے تو اپنی غلامی کی حالت کی طرف پھیر جائیگا یعنی جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ
اُسکا باپ اور صاحبین نے دونون بیٹون کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت مین پیدا ہوا اور جو کہ خریدا ہوا دونون حکم مین برابر ہین یعنی بموجب اقساط کے
بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہونگے واما الاولان فیردان للرق کما اتت وقالا ان ادیا حالا عتقا والا لا اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہ حال ہے کہ بعد
موت مکاتب کے مولی کی طرف پھیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونون فی الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے اورنہین تو آزاد نہونگے
فی شرح مجمع اور شرنبلالیہ مین صحیح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہین ادا بدل کتابت مین بموجب اقساط معینہ کے تو غور کرنا
چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہان سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ لو تحرا
عن ابن حر کا مر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادا ہے بدل کتابت کے واسطے کافی ہے تو اُسکا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اسواسطے
کہ مکاتب آزاد ہو کر مرگیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے یعنی جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات مین مکاتب آزاد ٹھہریگا اور اسکے ساتھ
اُسی وقت اُسکا بیٹا آزاد ہوگا تو دونون آزاد ہوسے تو معلوم ہو گیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزیلعی و کذا یرثہ لو کانا ہو ای المکاتب
وابنہ الکبیر مکاتبین کتابۃ واحدۃ لصیرورتہما کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد اور ایسے ہی مکاتب کا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اُسکا
بالغ بیٹا مکاتب ہون ایک کتابت سے بسبب ہوجانے دونون کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگانا خطا ہے غور کے
مخالف ہے حیث قال لو کوتب ہو وابنہ صغیرا او کبیرا کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا یون جواب ہوسکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ بسا اوقات کوئی توہم کرے کہ
بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت مین فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ ای معتقۃ وترک دینا یفی بہ فجنی الولد فقضی بہ ای بحکم علی
عاقلۃ امہ ضرورۃ ان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلک القضاء تعجیزا لابیہ لعدم المنافاۃ پھر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب نے
لوگون پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اُسکی ماں کی برادری پر دیت کا حکم کیا
اس ضرورت سے کہ اُسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا عدم ادا ے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اُسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہین ہے بعلت عدم منافاۃ یعنی
حکم مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا مر حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے جنایت خطا
مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہین یعنی ماں کی برادری باپ کے مولی سے دیت کو
رجوع نہین کر سکتی ہے اسواسطے کہ جب اُنھون نے دیت دی تھی تو اُنکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے
بعد ثابت ہوگا قید بالدین لان فی العین لا یتاتی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا
متروکہ عین ہوگا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہین حاصل ہوتا بسبب ممکن ہونے ادا ے بدل کتابت کے فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امہ
بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء بالعجز لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اُسکی ماں کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اُنکی خصومت
کرنیکے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اُسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ہے یعنی جبکہ بیٹا مرگیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اُسکی میراث مین سو قاضی نے ماں کی قوم کیواسطے ولا یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ فیصلہ
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی تھا اور عدم بقاے کتابت مین اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہوگی بعد دین اسکے یعنی اگر کتابت باقی

ہو کہ بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہر گیا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کے واسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نہ رہیگی تو میراث ماں کی قوم کے واسطے ہوگی اور
صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مر جاوے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مر گیا نہ آزاد ہو کر اور بعض صحابہ کا یہ مذہب
ہے کہ مکاتب مذکور آزاد ہو مر گیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کے واسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ میں قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ میں قاضی کا حکم بالاتفاق
نافذ ہو جاتا ہے تو یہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحاوی مختصرا وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفہ للصدقۃ ما ادی الیہ من الصدقات فعجز لتبدل
الملک واصلہ حدیث بریرۃ ہی لک صدقۃ ولنا ہدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہو گیا ادائے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے
مولی کو حلال ہے اگرچہ مولی خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی یہ حدیث ہے کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے
ہدیہ ہے ہم یعنی تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہے تو گویا وہ اور چیز ہو گئی اور اسکی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث میں اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کیواسطے
صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اسوقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اسوقت میں مکاتبہ تھیں کذا فی الزیلعی وفی ہدایہ نے کہا
بلکہ وہ صدقہ تھیں کذا فی الطحاوی کما فی وارث شخص فقیر مات عن صدقۃ اخذہا وارثہ الغنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث میں جو مر گیا صدقہ چھوڑ کر تو ا
صدقہ کو اسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہر چند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا پھر اسکے بعد اسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے
تو وہ صدقہ غنی کے حق میں حلال ہو گیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن السبیل اخذہا ثم وصل الی مالہ وہی فی یدہ ای الزکوۃ اور چنانچہ اس مسافر میں جسنے زکوۃ کا مال لیا
پھر مسافر پہنچگیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اسکے قبضہ میں ہے تو وہ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ جب اسنے لیا تھا وہ محتاج تھا کالفقیر استغنی وہی فی یدہ فانہما
تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہو گیا اور حالانکہ زکوۃ اسکے پاس ہے تو زکوۃ اسکو حلال ہے ہم اسواسطے کہ غنی پر ابتدا سے اخذ زکوۃ حرام ہے کیونکہ اسمین
ذلت ہے تو اسکو لینا جائز نہیں بلاضرورت اور یہاں ضرورت پائی گئی پھر جب اسنے محتاجی کی حالت میں لیا تو بعد اسکے نہیں مگر استدامت تو حلال ہوگا
کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونوں مسئلوں میں تبدل ملک علت کی علت ہے اور پچھلے دو مسئلوں میں تبدل حال علت ہے بخلاف فقیر اباح لغنی او ہاشمی عین
زکوۃ اخذہا لا یحل لان الملک لم یتبدل بخلاف اس محتاج کے جسنے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تھا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہیں
اسواسطے کہ ملک متبدل نہیں ہوئی ہم اسواسطے کہ اباحت سے مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہیں ہوجاتی تو مباح لہ اسکو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی
عبد وکاتبہ سیدہ جاہلا بالجنایۃ او جنی مکاتب فلم یقض بہ ما جنی فعجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا
اور اسکے مالک نے اسکو مکاتب کیا نادانستہ اسکی جنایت سے یا مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہ ہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہو گیا
تو اگر مولی چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہو گئی تو اب
مالک کو دفع اور فدیہ میں اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہو گیا اسپر
حالت کتابت میں پھر وہ عاجز ہو گیا ادائے بدل کتابت سے تو بیچا جائیگا اسمیں اسواسطے کہ حق اسکی گردن سے اسکی قیمت کی طرف منتقل ہو گیا قضا کے
سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الکفایۃ عن النہایۃ قید بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب
کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہیں اسکے کسب میں اور لازم ہوتا ہے اسپر جو کمتر ہے قیمت میں سے اور دیت میں سے یعنی اگر قیمت کمتر ہے دیت
سے تو قیمت کا دینا اسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ وان بعدہ فقیم اور اگر قبل از
قضائے قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتیں اسپر لازم
ہونگی ہم یعنی اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضائے قاضی تو ایک ہی قیمت اسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایکبار

جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہو گیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت میں اگر وہ کمتر ہو دیت سے پھر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی
تو اسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علی ہذا القیاس ہر قیمت متعدد ہوگی بتعدد جنایات کے ولو اقر بجنایۃ خطاء لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی
جنایت خطا کا اقرار کیا تو اسپر قیمت لازم ہوگی اسکے کسب میں بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر
قاضی کا حکم اسپر نہوا ہو یہانتک کہ وہ عاجز ہو گیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدرر عن القاعدیۃ ہم یعنی در حق مولی جنایت باطل ہوا اور اسکا
مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہو لینے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین لکن فی الحال یطالب ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر
و امومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولی مر گیا تو کتابت فسخ نہیں ہو جاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہیں ہوتا اور جیسا کہ دین کی میعاد
باطل نہیں ہوتی جبکہ طالب دین مر جاوے ولیؤدی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولی کی موت کے
بعد اسکے وارثوں کو اسکی قسطوں کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اسکے وصی کو دیا جاوے
کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بخلاف موت مطلوب کے بسبب بگڑنا اسکے ذمہ کے ہم یعنی اگر مدیون مر جاوے تو مدت باطل ہوگی
اسواسطے کہ اسکا ذمہ خراب ہو گیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ میں بیچ دین کذا فی الزیلعی فان اعتقہ وارثہ صح ولو فی مرضہ لان الاجل ... الاسن
پہنچنے اداء کمال اقساط سابقہ کے بموجب اسوقت ہے جبکہ مولی نے اسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت میں اور اگر اسنے بیماری میں مکاتب کیا ہو تو اسکا
ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کرے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ
ای کل الورثۃ فی مجلس او اعتق مجانا استحسانا و یجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثوں نے یعنی تمام وارثوں نے مکاتب کو آزاد کر دیا ایک ہی مجلس میں تو وہ مفت آزاد
ہو جاویگا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابراء قرار دیا جاویگا بطریق اقتضاء کے ہم قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثوں کے آزاد کرنے سے اسواسطے کہ
آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہوا اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہیں اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہیں ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہیں ہوتا
وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتاق ابراء قرار دیا گیا بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثوں کا حق ہے اور میراث اسمیں جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت کا اقتضاءً
کر دینا ہو گیا بطریق اقتضاء کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہو گیا انکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحطاوی فان حرر بعضہم فی مجلس
والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس میں آزاد کیا
تو اسکا عتق نافذ نہوگا بر مذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اسکا مالک نہیں ہوتا فلو عجز بعد موت المولی اعاد رقیقا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا ادا بدل کتابت سے بعد موت
مولی کے تو اسکی غلامی پھر آویگی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہو جاویگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا یحل لہ ان یطأہا حتی
تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اسکو اسنے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اسکا مالک ہوا تو اسکو اسکا وطی کرنا حلال نہیں تاوقتیکہ
کہ وہ لونڈی سوائے اسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما قدمنا فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہو چکا ہے اپنے مقام میں ہم یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو
دو طلاق دے پھر اسکو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تاوقتیکہ اسکے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند ہیں مدبر و ام ولد کا بیٹا اور غلام
ساعی ہے اسواسطے کہ عدد طلقات میں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہے تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہو جاتی ہے خواہ اسکا شوہر غلام ہو
خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدا لہما کتابۃ واحدۃ ای بعقد واحد فعجز المکاتب فلا
یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبی دو مالکوں نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونوں نے غلام کو مکاتب
بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تاوقتیکہ دونوں مالک جمع ہوں اسواسطے کہ دونوں ایک شخص کے مانند ہیں بخلاف وارثوں کے

اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہرا دیگا ایک وارث کی طلب سے کذافی المجتبی وفیہ کاتب عبدیہ بعبیدہ فعجز احدہما فردہ المولی فی الرق او ردہ القاضی ولم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الآخر ثم عجز فلیس للآخر ردہ فی الرق اور مجتبی میں ہے کہ ایک مالک نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایک بار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولی نے اسکو پھر غلام کرلیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کرلینا درست نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونیکے بعد پھر عبدیت کی طرف پھیر آگیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہوگیا ادا سے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اسکا پھیر دینا غلامی میں جائز نہیں ہم عالمگیریہ میں محیط سے یوں منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولی نے اس سے ایک قسط یا دو قسطیں تاخیر کردیں پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اسکو غلامی کی طرف پھیریں تو جائز نہیں کذافی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ شتی اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہے ہم حنفیوں کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیہ اور محبوس نہوگا مکاتب اپنے مولی کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوا دین کتابت میں دو قول ہیں حبس اور عدم حبس میں کذافی السراجیہ ہم سوائے دین کتابت جیسا کہ دین استہلاک یا وہ دین جو اُسنے اپنے مولی سے لیا تھا قبل از کتابت جبکہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اُسپر ثمن مبیع تھا قلت وفی عتاق الوہبانیہ شعر وفی غیر جنس الحق یحبس سید ۞ مکاتبہ والعبد فیہا مخیر میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کی کتاب اعتاق میں یہ ہے اور غیر جنس حق میں مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت میں مختار ہے ہم اس بیت میں تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولی مسلط ہوا مکاتب کے اُس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہے یعنی مثلا بدل کتابت دراہم ہیں اور مولی نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولی کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہ ہے بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہو اور مولی اُسکو لیکر بدل کتابت میں مجرا کرلے تو مکاتب مطالبہ نہیں کرسکتا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت میں غلام کو اختیار ہے اگرچہ مولی راضی نہ ہو کذافی شرح الوہبانیہ شعر ولاء لاولاد من حرۃ ۞ لمولی ابیہم لیس للام معشر ۞ اولاد زوجین معتقین کی میراث اُنکے باپ کے مولی کی ہے ماں کے موالی کو اسمیں دخل نہیں ہم ہرچند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونوں کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث میں نسب کے مانند لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کے شعر لو فی وما فی فاما المیت ۞ من الولد یسعی والحی یحضر ۞ مکاتب مرگیا اور بدل ادا نہیں کیا تو مکاتب کی اُس ام ولد کو جسکا بیٹا مرگیا بیچ ڈال بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل کتابت کو حسب قسط بندی کے موافق ادا کرے ان لم یکن معہا ولدہ بیعت وان کان اتسعیت علی نجومہ صغیرا کان ولدہا او کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتب کے ساتھ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاسے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاسے مکاتب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مُردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم ۞

کتاب الولاء

یہ کتاب ہے ولا کے احکام میں ہم کتاب الولا کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولا زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذافی المنح ہو لغۃ النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وہو القرب ولا لغت عرب میں بمعنی نصرت اور محبت کے ہے مشتق ہے ولی بفتح واو وسکون لام سے اور ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے ہم اور قرب ولا مصطلح میں حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنی ارث قریب کے ولد حاصل ہوجاتی ہے بلافصل جبکہ اسکی شرط پائی جاسے وشرعا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع میں ولا عبارت ہے باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء موالات

سو ذالک الذی یعنی ہم تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہی وہذا عتق کی طرف سے اسکا مولی دیت دیتا ہی ملا علی قاری نے ولا شرعی عبارت اُس قسم قرابت سے رکھی ہی جو
قرابت نسبی کے بعد ہی جس قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہی اور اسکے نکاح کرنے اور اسپر نماز پڑھنے کی ولایت اُسکو حاصل ہوتی ہی انتہی اور تعریف
بہتر مصنف کی تعریف سے ہی اسواسطے کہ تناصر ولا کے آثار سے ہی اور اسی کی طرف شارح کا آئندہ یہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہی کذا فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث
والعقل وولایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سببا للارث اور ولا کے آثار سے ہی ارث اور دیت اور نکاح کردینے کی ولایت
مولی کیواسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوگیا کہ ولا نفس میراث نہین ہی بلکہ ولا قرابت حکمی ہی جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہی اور یہ
تعریض ہی صدر الشریعہ کی طرف کہ انھون نے ولا کی تفسیر میراث کی ہی قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر بالحکم ہی اور تفسیر بالحکم غیر ناجود نہین سببہ العتق
علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلاد وارث القریب یحصل العتق بلا اعتاق اور ولا کا سبب آزاد ہوجانا ہی مولی کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہی ولا کا اسلیے کہ
استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت والے کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہوجاتی ہی بدون آزاد کرنے کے جیسے ام ولد آزاد ہوجاتی ہی مولے
کی موت کے بعد بدون کسی آزاد کرنیکے اور قرابت والا بجبر میراث کے آزاد ہوجاتا ہی بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہی کہ سبب ولا عتق علی الملک اولی ہی نہ اعتاق
فقط واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولا اسکے واسطے ہی جو آزاد کرے سو جاری ہی غالب حال پر اور یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی
اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنے والے کو مخصوص نہوتی شارح نے جواب دیا کہ یہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہی من
عتق ای حصل لہ عتق باعتاق ولو من وصیہ او بفرع لہ کالکتابۃ والتدبیر والاستیلاد او بملک قریب فولاؤہ لہ یعنی جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اسکو آزادی حاصل
ہوئی مالک کے آزاد کردینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے سرزد ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے جیسے کتابت اور تدبیر اور استیلاد
سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اُس آزاد ہوجانے والے کی ولا اسکے مالک کے واسطے ہی ہم اعتاق وصی کی صورت
یہ ہی کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اسکو آزاد کردیا تو اسکی ولا موصی کی ہی اسواسطے کہ وصی کا
فعل موصی کی طرف منتقل ہی کذا فی الطحطاوی یہان اعتراض وارد ہی کہ تدبیر اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولی کی موت کے
بعد آزاد ہوتے ہین اسکا جواب یہ ہی کہ صورت اسکی یہ ہی کہ مولی مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جاملا تو اسکے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولی مسلمان ہوکر
آیا سو اسکے ام ولد اور مدبر مرگئے تو اب دونونکی ولا مولے کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہی کہ یون کہیے کہ مراد یہ ہی کہ عصبہ مولی کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت
ہونا تو اسی سبب سے ہی کہ ثبوت ولا مولی کیواسطے ہوچکا ہی اسواسطے کہ ولا کا حق اول وہی ہی کیونکہ سبب عتق اسی سے تو صادر ہوا ہی پھر ولا مولی کی
طرف سے اسکے عصبہ کو پہونچی ہی کذا فی الدرر ولو امرأۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولا مالک کا حق ہی اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو
مالک میت کی وصیتین نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کے دیون اس سے ادا کیے جاوینگے ہم حق ولا مولی کا ہی اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ
افطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذور اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولا حق ہونے کا ہی اگرچہ
عدم ولا مولی سے شرط ہوگیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امتہ وان زوجہا قن اتت
بولد لاقل من نصف حول مذ عتقت لا ینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن موالی الام ابدا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اسکا شوہر
غیر کا غلام ہی پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت مین جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنیکے وقت اسکا ولا منتقل نہوگا
اسکی مان کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اسکا باپ بعد اسکے آزاد بھی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو بالیقین
معلوم ہوگیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اسکا حمل بھی آزاد ہوگیا اسواسطے کہ حمل اسکا جز تھا اور اعتاق واقع ہوا اسکے

تمام اجزا پر تو بچہ بھی قصداً آزاد ہو گیا تو اُسکا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل نہوگا وکذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر و
الآخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توأمین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی
ایک لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہو اسواسطے کہ دونوں
لڑکے توام بالضرور ہیں ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونوں کا علوق ساتھ
ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہو گیا بالضرور تو ولا معتق سے منتقل نہ ہوگی فاذا ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولاتہ لمولی
الام ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت میں جنی تو اُسکی بھی میراث موالی ام کیواسطے
ہوا اسواسطے کہ تابع ہونا ولد کا باپ سے متعذر ہو اسکے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الاب وہو الاب قبل موت الولد لا بعدہ جر ولاء ابنہ
الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہو گیا قبل از موت ولد نہ بعد موت کے اپنے ولد کی میراث اپنے مالکوں کی طرف کھینچ لاویگا
بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت میں لڑکا پیدا ہو تو ماں کے مالکوں کا اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے
ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ میں جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اُسکی غلامی کے نسبت نہو سکتی تھی پھر جب اسکا باپ
آزاد ہو گیا تو اُسکی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کے مانند ہے اور نسب
باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کی طرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی
مستحق ولا ہو چکے تھے اُسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ہذا اذا لم تکن معتدۃ یعنی تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے
ابتدا اعتاق اُسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت میں نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لاینتقل الولاء الی موالی الاب واگر
لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت میں آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت میں فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے
مالکوں کی طرف نہ ہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ اولم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ لایکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ ولو لعربی فولدت منہ
فولاء ولدہا لمولاہا اُس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اُسکا ویسا مولی نہو نکاح کیا اُسنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو معتقہ
اُس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اُسکے مولی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب میں نہیں ہوتی اُنکے انساب کے قوی ہونے سے
ہم عجمی کے مولا سے موالات ہونیکی یہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا اُسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسنے ایک مرد سے
عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صواب یہ ولو لعجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی مولی کے واسطے
ثابت ہوئی تو عربی مولی کے واسطے بطریق اولی ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ الکفاءۃ لا فی العجم وولاء الموالاۃ مولا معتقہ کے
واسطے اسواسطے میراث ولا کی ثابت ہوئی کہ ولاء عتاقہ قوی چیز ہے یہانتک کہ اُسمیں کفاءت یعنی ہمسری معتبر ہے نہ عجم اور ولاء موالات میں ہم یعنی
لوگ تفاخر کرتے ہیں عتاقہ سے اور اُسکو کفاءت میں اعتبار کرتے ہیں تو صبیح کا معتق کفو نہیں ہے شریف کے معتقہ کا اور عجم کے حق میں نسب ضعیف ہے
اسواسطے کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولہذا کفاءت اُنکی معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام مراتب دنیاوی سے تھا اور بعد
اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہیں معتبر ہیں حق نسب اور خونبہا دینے میں
اسواسطے کہ عرب میں باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہے پھر ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد اور آزاد کرنیوالا
مولی مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہوں اور متروکہ باقی رہے اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر اُنکو دیا جاتا ہے

اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اسکو لیگا و مقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی نانہالی وغیرہ رشتہ داروں پر موخر عن العصبة النسبية لانہ عصبة سببية آزاد کرنے والا موخر ہے عتیق کے عصبات نسبی سے اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبہ سببی پر فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبة المولی الذکور تحققہ نبی بالسوا اگر مولی مرے پھر اسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہ ہو تو میراث اسکے مولی کی عصبات ذکورمین سے اس عصبہ کو ملیگی جو مولی سے زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے اسکے باب مین یعنی کتاب الفرائض مین میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی ولیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتون کے واسطے ولاء عتیق مین کچھ حق نہین مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتین خود آزاد کرین تو انکی ولا پاوینگی چنانچہ اس حدیث مین مصرح ہے جو درر وغیرہا مین مذکور ہے لفظ حدیث یہ ہے کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جرولاء معتقہن او معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر لا اصل لہ ویجی الجواب عنہ فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھ اسکی اصل صحیح نہین ہے اور اسکا جواب کتاب الفرائض مین آویگا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کبار کے کلام سے موکد ہو تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتون کو میراث نہ دیتے تھے مگر انکو جنکو انھون نے مکاتب کیا یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنة معتقہ فلا شیء لہا ای لابنة المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال بحر پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مرگیا اور اسنے کوئی وارث نہ چھوڑا سوا اپنے آزاد کرنے والے کی بیٹی کے تو اسکے واسطے غلام آزاد کی کچھ میراث نہین اسلیے کہ وہ حق مردون کا ہے اور اسکا مال بیت المال مین رکھا جائیگا ہذا ظاہر الروایة وذکر الزیلعی معزیا للنہایة ان بنت المعتق ترث فی زماننا لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن او البنت رضاعا کذا فی الفرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول عدم میراث کا ظاہر الروایة مین ہے اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے کہا ہے کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ مین وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہین دیتے اپنی شہوات مین صرف کرتے ہین اور اسیطرح جو مال کہ فاضل باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اسکو پھیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال مین نہ دیا جاوے کذا فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہین کیا واذا ملک الذمی عبدا ولو مسلما واعتقہ فولاؤہ لہ لان الولاء کالنسب فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ والعقل عنہ وہذا افصح فسادا والقول بان لو لا رہو المیراث حق الافصاح اور جسوقت کہ ذمی غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو اور وہ اسکو آزاد کرے تو اس غلام آزاد کی ولا ذمی کے واسطے ہے اسواسطے کہ ولا عتاقت نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل ذمہ ولا کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہین مسلمانون کے مانند جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اسکو آزاد کرے تو ذمی اسکی میراث نپاویگا اور نہ اسکی طرف سے دیت دیگا اور اس قول سے یعنی ذمی مولی کو ولا حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح سے واضح ہوگیا کہ ولا تو وہی میراث ہے یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اسکی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولا اور میراث متحد الحقیقة نہین اور سابق مذکور ہوچکا کہ میراث ولا کا حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے ذمی مولی اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہوگا کہ وارث کی شرط حاصل نہین یعنی اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہوجاوے اور عتیق مسلم اسکے بعد مرے تو اسکو میراث اسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب عبدا حربیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور اگر حربی نے دار الحرب مین حربی غلام آزاد کیا تو مجرد اعتاق بلا تخلیہ کے وہ آزاد نہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کردے پھر جب اسکو مطلق العنان کردے یعنی اپنے قبضہ و

تدبیر میں لکھے تو وہ اُسوقت میں آزاد ہوجاویگا اور اُسکی ولا اُسکو نہ ملیگی تو اگر حربی اور اُسکا عتیق دونون مسلمان ہوکر دارالاسلام میں آ جاوینگے تو حربی
اُسکا وارث نہوگا برخلاف مذہب ابو یوسف کہ اُنکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء لاحد علیہ اور حربی کے
غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اسواسطے کہ کسی کی ولا اُسپر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکرسکے ولو دخل
مسلم فی دار الحرب فاشتری عبدا ثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو اُسنے وہان غلام خرید کیا پھر اُسکو زبانی
بلا تخلیہ آزاد کیا یعنی دار الحرب میں تو وہ آزاد ہوجاویگا امام یہ روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں
آزاد کرے تو اُسکو اُسکی ولا حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولا
اور شرنبلالی میں نفی ولا مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہوچکا ہے کہ ولا و میراث متحد حقیقۃ نہین واللہ اعلم ولو کان العبد مسلما فاعتقہ مسلم او
حربی فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای للمعتق اور اگر غلام مسلمان ہو سو اُسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام میں آزاد کرے تو اُسکی ولا اُسکو ملیگی یعنی اُس کے
آزاد کرنیوالے کو فرع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت وبرہن کل انہ اعتقہ یقضی بالولاء والمیراث لہما دو شخصون نے میت کی ولا کا دعوی کیا
اور ہر شخص اُسکے گواہ لایا کہ اُسی نے اُسکو آزاد کیا ہے تو دونون مدعیون کے واسطے ولا اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی المستحق الولاء او لا
تنفذ منہ وصایاہ ویقضی منہ دیونہ مولی آزاد کرنے والا مستحق ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولی کی وصیتین نافذ ہونگی اور اُس کے
دیون اُس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ فمعتق التاجر کفو لمعتق العطار و
الدباغ ہمسری زوجین کی ولاء عتاقت میں معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہو تو اگر سوداگر
کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اُسکے مولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تاوقتیکہ ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی الام اذا کانت حرۃ الاصل
یعنی عدم الرق فی اصلہا فلا ولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو یعنی کہ جسکی اصل میں لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اُسکے فرزند پر ولا نہیں ہے اگرچہ اُسکا
باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت میں لڑکا مان کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی حر اصلی فقہا کے نزدیک دو معنون میں مستعمل ہے ایک
یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کے وقت سے یا اُس شخص
سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل میں رقیق ہوا اور دوسرا یہ کہ جسکی اصل میں مطلقا رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیا لا ولاء علیہ مطلقا اور باپ جبکہ
اسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اُسکے ولد پر ولا نہیں مطلقا یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولا ہے نہ مان کی قوم کے واسطے ولو عجمیا لا ولاء علیہ لقوم الاب
ویرثہ معتق الام وعصبتہ خلافا للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اُسپر ولا نہین باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا مان کا آزاد کرنے والا اور اُسکا عصبہ
برخلاف مذہب ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولا میں چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے
اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہین عجمی باپ کی طرف سے اسواسطے کہ
عرب سوا عجم میں تناصر قبائل سے نہیں ہے کذا فی العینی الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون بمعنی مذکور تو ولد پر ولا نہیں اور اگر دونون معتق ہون یا اُنکی اصل میں معتق
ہو تو ولا باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ حر اصلی بمعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولا نہیں اور اگر باپ غیر عربی ہو تو
قوم مادر کے واسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام میں ہم موالاۃ لغت میں بمعنی متابعت ہے اور شرع میں چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح میں تصریح کی ہے کہ موالاۃ یہ ہے

فصل فی ولاء الموالاۃ

مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہیں یا ورنہ کوئی مددگار سو مجھکو تو اپنی طرف ملا لے اور اپنی قوم کی طرف تا میں تیری جماعت میں گنا
جاؤں سو تو میری مدد کیجیو اور میری دیت تو سب اور مصائب دور کیجیو اور اگر میں مرجاؤں تو تو میرے مال کا وارث ہو تو دونوں شخصوں میں عقد موالاۃ
منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے قابل انتقال نہیں جمیع احوال میں بخلاف
ولاے موالاۃ کہ وہ نقل پذیر ہے قبل ازادائے دیت اور ولاے عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولاے موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک
اسکا کچھ اعتبار نہیں و الدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید آخر ووالاہ او والی غیرہ الشرط کونہ مجہولا لا اسلامہ علی یدہ ینبغی علی ان
یرثہ اذا مات و یعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اسکا تابع ہوا یا اسکے سوا اور شخص کا تابع
ہوا اس شرط پر کہ متبوع اسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور شخص متبوع اسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہے شارح
نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا بنا بر بیان گذشتہ اور آگے پھر ذکر ہوگا مصنف نے اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہیں عاقل بالغ
ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے نفع اور ضرر میں اسواسطے کہ اسمیں ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح
نہ ہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ تناصر عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر و شرطہ عقلہ علیہ وارثہ لہ اور
دیت اسفل کی اعلی پر ہے اور میراث اسفل کی اعلی کے واسطے ہے و کذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونوں جانب
سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلی میراث اسکی لے اور اگر اعلی مرے تو اسفل اسکی میراث لے لہم توارث من الجانبین اسیطرح اکثر کتابوں میں بلا
خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہوجائیگی
اسواسطے کہ تابع متبوع نہیں ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی و لو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ
منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا
عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک
کی طرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہریگا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہیں ہے بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہے و اخر ارثہ عن ارث ذوی
الرحم لضعفہ اور مولاے موالاۃ کی ارث ناتہالی رشتہ دار سے موخر ہے اسکے ضعف کے سبب سے اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہے تو انکے غیر پر وہ
لازم نہ ہوگی اور ناتہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اسکے ابطال کے مالک نہیں و لہ النقل عنہ بمحضر منہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ و عن ولدہ فان
عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل لتاکدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی سے اسکے سامنے اسکے غیر کی طرف جائز ہے اگر عاقد اعلی نے اسکی طرف
سے یا اسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے تو ولاے موالاۃ منتقل نہ ہوگی اسواسطے کہ اس
نے اسکو موکد اور مضبوط کردیا دیت کے دینے سے و لا یوالی معتق احدا للزوم ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب
لازم ہونے ولاے عتاقت کے امراۃ والت ثم ولدت مجہول النسب یتبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا (جسکا
باپ معلوم نہیں) جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہے عقد مذکور میں و کذا لو اقرت بعقد الموالاۃ و ابنہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر لہ اب اور
اسیطرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حال یہ کہ بیٹا اسکے ساتھ موجود ہے تو ماں کا تابع ہوگا عقد میں اسواسطے
کہ وہ نفع محض ہے اس صغیر کے حق میں جسکا باپ معلوم نہیں و عقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حرا مجہول النسب بان لا ینسب الی غیرہ اما نسبۃ غیرہ الیہ
فغیر مانعۃ عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہے کہ عاقد اسفل آزاد مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف

مجہولیت نسب کا مانع نہین کذافی العنایہ ھم اور دوسرا قول عالمگیری مین محیط سے یہ منقول ہو کہ مجہول النسب ہونا شرط نہین کذافی الطحطاوی
والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہو کہ مولاے اسفل عربی نہو والثالث ان لایکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع
احد وقد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہو کہ اسکے واسطے ولاے عتاقت نہو اور نہ ولاے موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اسکی
طرف سے دیت دے چکا ہو والرابع ان لایکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہو کہ اسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو ھم تو
اگر اسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہو شرح طحطاوی مین ہو کہ لقیط آزاد ہو اور جنایت اسکی بیت المال پر ہو اور اسکی
میراث بھی بیت المال لے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہو پھر جب وہ جوان ہو تو اسکو اختیار ہو جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اسکی طرف سے دیت دی
گئی ہو بیت المال سے تو اسکو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہین کذافی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچوین شرط یہ ہو کہ دیت
اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی الذمی وان اسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسطہ فی البدائع اور
اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہو موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولاے اسفل اسلام قبول کرے
اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہو چنانچہ اسکو بشرح بیان کیا ہو بدائع مین ھم یعنی جسطرح وصیت صحیح ہو مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی
ہی موالاۃ بھی صحیح ہو لیکن دونون مین فرق یہ ہو کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہو موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالات کا مولی
وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذافی الحلبی وفی الوہبانیۃ شعر ویعتق عبدا عن ابیہ ولاؤہ لہ وابوہ بالمثیبۃ یوجر اور وہبانیہ مین ہو اور غلام
آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہو اور اسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہو یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ
المیت فالولاء لہ والاجر للاب ان شاء اللہ تعالی من غیر ان ینتقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث
غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کیواسطے ہو اگر اللہ تعالی چاہے بلا نقصان ثواب فرزند ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو
ملیگا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا
مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہو خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقات والدعوات للابوین وکل مومن
یکون الاجر لھم من غیر ان ینقص من اجر الابن مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کے واسطے اور ایماندار کے واسطے کرنے سے والدین
اور مومنین کو ثواب ہوتا ہو بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جا کذافی المضمرات ھم علامہ عبد البر نے کہا کہ بناے مسئلہ اسپر ہو کہ زندون کے
اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہو اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہین اور یہ بھی تصنیف ہماری استاد قاضی القضاۃ سعد الدین
دیری کی ہو جسکا نام کواکب نیرات ہو خلاصہ تالیفات مذکورہ یہ ہو کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہو کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہو یعنی صدقات اور دعوات کا کذافی
الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہو اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ھو لغۃ حمل الانسان علی شیء یکرہہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہو انسان کو برانگیختہ کرنے سے
اس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اسکو برا لگتا ہو خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی وشرعا فعل یوجد من المکرہ فیحدث
فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہین جو
طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اس سے چاہے اسکو ناچاری کرنا پڑے ھم فعل اول شامل ہو فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہو

قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل حکمی کی ہے صورت مذکور ہو وستانی مین ہے کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اسکو کسی چیز سے تہدید
نہ کی اگر مامور جانتا ہو دلالت حال سے کہ اگر اسکو قتل نہ کریگا تو آمر اسکو مار ڈالیگا یا اسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہ بھی اکراہ ہے اور محل سے مراد مکرہ بالفتح
ہے یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کذا فی الطحطاوی درر غرر مین ہے کہ اکراہ شرعی یہ ہے کہ فعل کروانا بواسطہ اس تہدید کے جو رضا سے غیر کو
نیست و نابود کر دے نہ اسکے اختیار کو لیکن تہدید گاہے اختیار کو فاسد کر دیتی ہے اور گاہے نہین الحاصل عدم رضا معتبر ہے اکراہ کی سب صورتون مین اور
اصل اختیار ثابت ہے سب صورتون مین لیکن بعضی صورت مین اختیار فاسد ہوجاتا ہے اور بعضی صورت مین فاسد نہین ہوتا انتہی اور تحقیق اسکی شرح وقایہ مین
یون مذکور ہے کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہے حبس یا ضرب کے اکراہ مین بالاتفاق کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت
ہے یہی وجہ عدم اسلام منہ ہوا اسواسطے کہ اختیار فاسد ہوجاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے زجس انسان جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو تمام اس سے تمیز حیوانات کی
پیدا یہی ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ قوۃ ناسکہ انسان بلکہ تمیز حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہے او نیچے مکان کے گرنے اور آگ مین گھسنے سے در صورت گمان تلف تو اس سے
باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیار ہے جو جبر سے قریب ہے اسیطرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار منقطع ہے لیکن اختیار فاسد ہے اسواسطے کہ انسان اسپر
مخلوق ہے اسی راہ سے کہ طبیعت اسپر مجبول ہے باوجود اسکے اہلیت خطاب شرعی باقی ہے اکراہ ملجی اور غیر ملجی مین بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے وہو نوعان تام وہو الملجی
بتلف النفس او عضو او ضرب مبرح والا فناقص وہو غیر الملجی اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کر دے جان یا عضو کے
تلف ہو جانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے اور ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس یا عضو
کی چنانچہ بدایع مین ہے واہندا آفندی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید ہونیوالی سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہو اور غیر ملجی چنانچہ
ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیان پاؤن مین ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرہ علی ایقاع ما ہدد بہ سلطانا او لصا
او نحوہ اور اکراہ کی شرطین چار چیزین ہین ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اسنے تہدید یا تخویف کی ہے خواہ حاکم یا دشمن
ہو یا چور ڈاکو یا مانند اسکے اور شخص جابر ہم مانند اسکے زوج ہے اپنی زوجہ کے حق مین اور شخص غیر متغلب مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون نے کسی
ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا اگر اسکا وارث ہے
اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ہدد بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجا اور دوسری شرط خوف ہے
مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کر دینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور مضطر
ٹھہر جاوے ہم اور اگر ظن غالب ہوا اسکے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا وہان سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہ ہوگا والثالث کون الشیٔ المکرہ بہ متلفا نفسا
او عضوا او موجبا غما یعدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور
اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کر دے ہم شرح وقایہ مین ہے کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہے اور
اکراہ ثانی مفسد اختیار ہے وہ قتل یا قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہے تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہے تو حبس یا ضرب مین رضا فوت ہے لیکن اختیار صحیح باقی
ہے اور قتل مین رضامندی نہین لیکن اسکو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہوا انتہی اور موجب غم گاہے حبس ہوتا ہے اور گاہے ضرب اور اکراہ مین مقدار حبس یہ ہے
کہ جس سے غم صحیح حاصل ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہے جس سے درد شدید پیدا ہو اور اسمین ایسی کوئی حد نہین جس سے کمی اور زیادتی نہو سکے اسواسطے کہ نصب
مقادیر رائے سے ممتنع ہے بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وہذا وفی مراتبہ وہو مختلف باختلاف الاشخاص
فان الاشراف یغمون بکلام خشن والاراذل ربما لا یغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال اور یہ یعنی موجب غم کمتر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہے

اسواسطے کہ اشراف تو ہلکین ہو جاتے ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر ازردہ نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ
ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ بالفتح
کا قبل از اکراہ اُس فعل سے جسکے واسطے اُسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اُسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا
مال بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی بابت سے نہ کرتا چنانچہ شراب خواری اور زناکاری ہم اپنے مال
کے بیع مین اکراہ غیر ملجی ہے اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراہ ملجی ہے فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الا علی المذاکیر
والعینین فزانیہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہین مگر آلات تناسل اور
آنکھ پر البتہ متلف ہے کذا فی البزازیہ ہم ملجی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رائے پر مفوض ہے اسکی کچھ حد معین نہین اور تصرفات مذکورہ متن کی اکراہ
غیر ملجی سے ہوتی ہین اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی او حبس
او قید مدیدین بخلاف حبس یوم او قیدہ او ضرب غیر شدید الا الذی جاہ و در یا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید طویل سے بخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ
یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہین ہے مگر عزت دار کے حق مین البتہ اکراہ ہے کذا فی الدرر ہم قید سے مراد بیڑیان پانون مین ڈالنا ہے نہ حبس چنانچہ مشہور ہے
عوام مین حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہان تک
کہ اُسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کر ڈالے بعد زوال اکراہ ہم عقود مذکورہ سے
مراد وہ عقود ہین جو قابل فسخ ہین چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابرا مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر و لا یبطل حق الفسخ بموت احدہما او
حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم یعنی مکرہ بالفتح کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنے
مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اُسکے ترکہ سے رجوع ہوگا و لا بموت المشتری و لا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نہ
زیادت منفصلہ سے ہم زیادت منفصلہ چنانچہ بچہ اور پھل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہ ہوگا و تضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان
لازم ہوگا مشتری پر اُسکی تعدی کرنے سے یعنی انہ یستہلکہا دون تناولہ الایدی اور آگے آویگا کہ مبیع پھیر لیا جاوے گا اگرچہ دست بدست چند بار اُسکی
بیع ہو گئی ہو او امضی لان الاکراہ الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضی والرضی شرط لصحۃ ہذہ العقود و کذا لصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء یا مکرہ بالفتح چاہے
تو عقود مذکورہ جاری اور ثابت رکھے اسواسطے کہ اکراہ ملجی رضامندی کو نیست و نابود کر دیتے ہین اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط
ہے اور اسیطرح اقرار صحیح ہونے کے واسطے رضامندی شرط ہے تو اسی واسطے اُسکا حق ہو گیا فسخ کر ڈالنے اور جاری رکھنے مین ثم ان تلک العقود نافذۃ
عندنا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ نافذ ہین ہم حنفیون کے نزدیک ہم مراد یہ ہے کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہین مگر قابل نفاذ مفید
ملک ہین مالک کے ثابت رکھنے سے نافذ سے لازم مراد نہین کیونکہ مکرہ فسخ اور امضا مین مختار ہے اور قہستانی کا یہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہین منافی فساد
عقود نہین اور صاحب ایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مطلب یہ ہے کہ مفید ملک ہین بمقابلہ مالک سے اور اگر یون تاویل نہ کیجیے تو یہ
کیونکر ہو کہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہو جاوین اور یہین مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کے منعقد ہو جاتے ہین بیع فاسد کے مانند
اور فتاوی عالمگیری کی بھی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہے ہان یہ البتہ ہے کہ اور عقود فاسدہ سے یہ عقود مخالف ہین چند احکام مین کذا فی الطحطاوی مختصرا
فیصرف وحینئذ فلو ملکہ المشتری ان قبض فیصح اعتاقہ اور اُسوقت مین یعنی جبکہ ہمنے عقود مذکورہ پہ نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اُسپر قبضہ کرلے
تو مشتری کو غلام مبیع کا آزاد کرنا صحیح ہے و کذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کے مانند ہر ایک وہ تصرف ہے جسکا نقض ممکن نہین ہم چنانچہ تدبیر اور استیلاد

طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرا زاہدی لانا فیہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اسکی جو اعتاق کے وقت ہوگی لازم
ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین نفذ
یعنی لزم لما مران عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق علی الرضی والاجازۃ لزومہ لا نفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جبر اکراہ
ہوا اگر ثمن اسکا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود
ہمارے نزدیک نافذ ہیں اور اسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال
نے ایضاح میں اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ تسلیم بیع لازم ہوگی یعنی فاسد منقلب بہ صحیح ہو کر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اسکو فسخ کا اختیار
باقی نہ رہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے تذکرہ کیا اسکی تاویل کبھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ نافذ ہیں
مگر اسکو اختیار ہے فسخ کر ڈالنے کا نا رضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر نفاذ سے مراد افادہ ملک ہے نہ یہ کہ عقود صحیح ہیں اسواسطے کہ خود ابن کمال نے
تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اسکے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کر دینا یا پلٹا کر بیع کو
صحیح کر دینا ہے اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق میں کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ
منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہے اور منار اور اسکی شرح میں مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد منعقد ہوتی ہے بعدم رضا
کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت والضابط ان ما لا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا فلا ابطال میں کہتا ہوں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو
عقد کہ صحیح نہیں ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اسکا باطل کر دینا جائز ہے وما یصح فیصح مع
الحاصل کما سیجی اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک اسکا حاصل یعنی اکراہ کرنیوالے
سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہوگی ویردہ ولم یضمن ان ہلک الثمن
لانہ امانۃ ودرر ان بقی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہے کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تھا کہ اپنے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر لازم نہ ہوگا لکنہ یخالف البیع
الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتوں میں یجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ جائز ہو جاتی ہے اجازت
قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہیں ہوتی والثانی انہ ینقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور
دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اسکی بیع ہو گئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے کہ اور
بیوع فاسدہ میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکرہ میں حق العبد کی جہت سے فساد ہے اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ عبد حاجتمند ہے اور حق تعالی
غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کے
وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ انمیں وقت قبض کے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری
فلا ضمان بلا تعد بخلافہما فی الفاسد بزازیہ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثمن یعنی بیع امانت ہے مکرہ بالفتح کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن
سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون تعدی کے تاوان نہیں برخلاف ان دونوں ثمن اور مثمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہوتے کذا
فی البزازیہ ثمن اور مبیع اسوقت امانت ہے جبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ
ہے اگرچہ اسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نہ کی ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھایا اس سور کا گوشت کھا

اور نہیں تو میں تجکو قتل کر دونگا تو اُسکو کھانا جائز ہی بلکہ فرض ہی جبکہ اُسکو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاؤنگا تو مقتول ہونگا پھر اگر اُسنے نہ کھایا
اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ میں اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اسپر آخرت میں ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت
کی اباحت سے جاہل ہوگا اور نہ کھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اُسکو ظن غالب ہی
کہ بادشاہ اُسکو نہ کھانے سے قتل نہ کریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہی تو اُسکو کھانا درست نہیں اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ
اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اُسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہی اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہیں تو تجکو قتل کر دونگا تو اُسکو اپنا قتل
کرنا جائز نہیں انتہی مختصرا و ملتقی اور اُسکی شرح میں ہی اور اگر اکراہ بتہدید قتل ہوا اُسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ میں گھس جائے یا اور مہلک چیز
تو اُسکو اختیار ہی امام کے نزدیک چاہے تو اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وامر غیرہ لا ان
تعلیم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی وبہ یفتی اور بادشاہ
کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہیں لیکن جبکہ مامور دلالت حال سے یہ جانتا ہو کہ اگر اُسکا کہنا نہ کریگا تو وہ اُسکو قتل کریگا یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اُس کو
اسطرح ماریگا جس سے اُسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوی ہی درد فی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق
منہ الاکراہ اور بزازیہ میں ہی کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی زوجہ کا تو اس سے اکراہ ثابت ہی ہم تہدید زوج اُس صورت میں اکراہ ہی جبکہ وہ قادر ہو اُسکے کرنے
پر اور یہ دو روایتوں میں سے ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام
باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اُسنے انکار کیا یہانتک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ پھر
اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس میں اُسپر کچھ نہیں اور استحسان میں قاتل پر کفارہ ہی نہ اُسکے امر پر اور اگر آمر اور مامور دونوں محرم ہوں تو دونوں پر کفارہ
ہی کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری
پر اور مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ میں تو مشتری اُسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ہم تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اُسکا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہی کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیر لے
اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اُسکے پاس تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو تاوان اُسپر نہیں کیونکہ وہ اس صورت میں اُسکے پاس امانت
ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن الصغری والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی بائع کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے
تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے سے تو وہ مشتری
سے قیمت اُسکی پھیر لے یعنی اسواسطے کہ وہ ادائے ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ
لو ضمن المشتری الثانی مثلا لمصیر ورتہ ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہو جاوے گی
ہر خریداری کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہوگی وہ خریدی کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان
دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اُسکے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی ہم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن میں بیان کر دیا
پہلا مسئلہ یہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے
دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلا اور مالک مشتری ثانی یا
ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریاں جائز ہو جاوینگی

طحاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی میں مفروض ہے اور یہ پہلا مسئلہ مشتری واحد میں
مفروض ہے فیرجع المشتری الضامن بالثمن علی بائعہ تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پھیر لے بخلاف ما اذا اجاز المالک
احد البیاعات حیث یجوز الجمیع ویاخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ برخلاف سابق یہ صورت ہے کہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ میں
سے جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر میں اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لے گا
وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تھی مالک کی سو اسکی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم
او لحم خنزیر او شرب خمر باکراہ غیر ملجی بحبس او ضرب او قید لم یحل الا لضرورۃ فی اکراہ غیر ملجی پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کے
گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر اسواسطہ اکراہ ملجی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہیں ہوا اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہیں
اکراہ غیر ملجی میں یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہیں چنانچہ مخمصہ میں اور جب جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہ ہوا تو ضرورت ثابت
نہوئی کذا فی الخ ثم لا یحد الشرب للشبہۃ ہاں یہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پیے تو اسپر حد ماری جاویگی شبہ اباحت کے سبب سے وان اکرہ
ملجی بقتل او قطع عضو او ضرب یخاف منہ ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید تلف کے کذا
صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورۃ مباح ہیں اور جان بچانے سے زیادہ کون ضرورت ہوگی
مسائل اکراہ کی تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے جسمیں اقدام عزیمت ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اسکا کرنا افضل ہے اور اگر نہ کریگا یہانتک کہ قتل ہوگا
تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہے دوسری قسم میں عزیمت امتناع ہے اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجراء کلمہ کفر اور دشنام
نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہے اور جو کہ کفر ہے اور استحقاق دین کا سبب ہے تیسری قسم میں امتناع عزیمت ہے اور اقدام میں رخصت نہیں کسی حال میں اور وہ
قتل نفس معصوم محترم ہے یا اسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد مغایظۃ الکفار فلا باس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے میں
صبر کیا یہانتک کہ وہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہوگا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کھانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہم وجہ بیان ہے کہ
تناول محرمات اس حالت میں مباح ہے اور جان یا عضو نہ کھانے سے تلف کرنا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لو لم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائہ فیعذر بالجہل
کالجہل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسیطرح اگر جابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نہ جانتا ہو تو گنہگار نہ ہوگا اسلئے کہ مخفی ہونے
اباحت کے تو معذور ہوگا ناواقفی سے جیسے احکام شرعیہ کی ناواقفی ابتدای اسلام میں یا دار الحرب میں عذر ہے ہم اباحت محرمات عند الضرورۃ محل خفا ہے اور
اسمیں اختلاف بھی علما اور صحابہ کے گمان امتناع معصیت سے احتراز ہے تو معذور ٹھہرا کذا فی الزیلعی ابتدائے اسلام میں مراد یہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز
احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہیں پائی یا دار الحرب میں مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخمصۃ کما قدمناہ فی الحج جیسے شدت گرسنگی میں محرمات
مذکورہ کے نہ کھانے اور مرجانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحج میں بیان کیا ہے وان اکرہ علی الکفر باللہ او سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجمع و
قدوری بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام
کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اسکو جائز ہے کہ زبان سے ظاہر کرے جسکا اسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے
درانحالیکہ اسکا دل مطمئن ہو ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہو یا تغیر مقید ہم توریہ عبارت ہے اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم ان وری لا یکفر دیانۃ
وہ قضاء لا دیانۃ پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر میں تو کافر نہوگا اور اسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جائیگا ظاہر حکم میں نہ عند اللہ ہم توریہ کی صورت
یہ کہ کفر باللہ میں خبر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نہ کرے کذا فی الطحطاوی اور چنانچہ اسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اسنے کہا کہ دشنام دے

وقت مین نے مرد نصرانی کا ارادہ کیا تھا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضاءً اسواسطے کافر ٹھہرا کہ کلمۂ کفر اُسکی زبان پر گذرا اور
دیانۃً اسواسطے کافر نہوا کہ کفر کا اُسنے ارادہ نہین کیا وان خطر بباله التوریۃ ولم یور کفر وبانت امرأته دیانۃً وقضاءً نوازل وجلالیہ اور اگر اُسکے دل مین
توریہ خطور ہوا اور اُسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اُسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل فی الجلالیہ ہم اسواسطے کہ جب
دل مین توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہ ہے کہ مکرہ
کہے کہ میرے دل مین توریہ خطور ہوا لیکن مین نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اُسکی عورت جدا نہ ہوگی استحسان مین اسواسطے کہ
جب اُسکے دل مین سوا اُسکے کچھ خطور نہ ہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت مین اظہار کفر کی رخصت ہے اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اُس
حالت مین لازم ہے جبکہ اُسکے دل مین توریہ خطور ہوجاوے کذا فی الطحطاوی ویوجر لو صبر لترکه الاجراء المحرم اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے
اجراء محرم کے جیسے عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما اسمین مبتلا ہوے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیے گئے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثله سائر حقوقه تعالی کافساد صوم وصلوٰۃ وقتل صید حرام وکلما ثبتت فرضیته بالکتاب اختیار اور اکراہ
علی الکفر کے مانند ہین رخصت اور صبر مین باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم وصلوٰۃ کا فاسد کردینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام مین شکار کرنا اور جس
چیز کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار ہم زیلعی مین ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک
اُسکے کرنے مین رخصت ہے اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلوٰۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہین تو اسمین اصلا اباحت
متصور نہین اور سوا اسکے کفر کے اگرچہ عقلا محتمل ہے لیکن موجود نہین تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھ تو اکراہ ملجی سے اُسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا
اور غیر ملجی سے چنانچہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی ولم یرخص الاحرام بغیرها بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجی ابن کمال او التکلم بکلمة الکفر لا یحل ابدا اور
اجراء کلمۂ کفر رخصت نہین بغیر قطع اور قتل کے یعنی بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمۂ کفر کا بولنا کبھی حلال نہین ہم غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی سے اسواسطے
کی تا معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع مین منحصر نہین بلکہ جو چیز نہایت مضطر کردے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم مین ہے چنانچہ آنکھ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور
عدم حلت اجراء کلمۂ کفر قول سابق یعنی ترک اجراء محرم کی علت ہوسکتی ہے تو اُسی کے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص له اتلاف مال مسلم او ذمی
انتبیانا القتل او قطع ویوجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دی گئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کرڈالنے مین تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور
اُسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کرے گا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لان المکرہ بالفتح کالآلة اور صاحب مال اکراہ کرنے والے سے تاوان
لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتھیار کے مانند ہے ہم افعال دو قسم ہین ایک فعل وہ ہے جسمین مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکھتا کہ اس فعل مین مکرہ بالکسر
کا آلہ یعنی ہتھیار ہو تو یہان اکراہ کرنیوالے کی طرف فعل منقول ہوگا تو گویا اُسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اُسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین
آلہ نہین ہوسکتا تو وہان فعل اکراہ کرنے والے کی طرف منقول نہ ہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہ سے نہین کھا سکتا اور نہ
دوسرے کے آلہ سے وطی کرسکتا ہے اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑکے
مال پر پھینکدے اور مال تلف ہوجاوے کذا فی الطحطاوی لا یرخص قتله او سبه او قطع عضوه وما لا یستباح بحال اختیار اور رخصت نہین اکراہ سے مسلمان
کے قتل کی یا اُسکے گالی دینے یا اُسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اُس فعل کی جو کسی حالت مین مباح نہین کذا فی الاختیار لیکن قہستانی مین مضمرات سے
منقول ہے کہ مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتہی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گالی دینا باپ کو یا مارڈالنا اور ریحان کا جلانا اور پانی مین گراکے
ڈبوتا اور زنا کرنا کذا فی الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکره بالکسر لو مکلفا علیه ما فی البیہوط خلافا لما فی النهایة فقط لان القاتل کالآلة او قبل

ہمارے نزدیک فقط مکرِہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے قصاص لیا جاویگا اگر وہ عاقل و بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اُس قول کے جو نہایہ میں ہے فقط مکرَہ بالکسر پر اسواسطے
قصاص ہے کہ مکرَہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کے مانند ہے ہم نے اتھار میں ہے کہ عنایہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ قصاص آمر ہی پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ
انتہی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضاے اُسکی طبیعت کے ہے اپنی جان بچانے کیواسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اُس فعل میں جسمیں وہ آلہ ہوسکتا ہے یعنی اتلاف نہ
بگناہ میں اور یہ اسواسطے ہے کہ وہ ہتھیار وہ ہے جو مقتضاے اپنی طبیعت کے عمل کرے چنانچہ تلوار کا قطع کرنا اُسکی طبیعت ہے جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع میں اور چنانچہ آگ کہ اُسکی طبیعت
جلا دینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اُسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنیوالے پر قصاص واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں ہے یعنے اکراہ ملجی میں آمر پر
قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی و اوجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور دونوں پر قصاص واجب کہا ہے و نفاہ ابو یوسف عنہما
للشبھۃ اور ابو یوسف نے دونوں سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہ کے یعنی بسبب شبہ عدم وجوب آمر اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ
فعل اُسی سے پایا گیا ہے حقیقۃً و حسًا و حکمًا یعنے درحق گناہ تو اُسی پر قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس لضیاعہ او اگر زنا
پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہیں ہے اسواسطے کہ اسمیں بچہ کا قتل کرنا ہے اسکے ضائع ہوجانے سے ہے اسواسطے کہ ولد الزنا حکمًا بالک ہے اسواسطے
کہ اسکا کوئی پالنے والا نہیں یعنی زنا کسی صورت سے مباح نہیں مانند قتل کے کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانًا لیکن مامور پر حد نہیں ازروے استحسان کے بل یغرم المھر
ولو طاوعتہ لانہا لا یستقل کما فی شرح الوہبانیہ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونوں کے دونوں ساقط نہیں ہوتے ہیں
کذا فی شرح الوہبانیہ ہم یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہیں ہوسکتا کیونکہ وطی خالی نہیں ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب المراۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ
الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب میں رخصت ہے اسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب ولد
کا اُسکے زنا سے منقطع نہیں ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہ ہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اُسکی جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر الا انہ لکنہ یسقط
الحد فی زنا الاکراہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبھۃ لہ نہیں رخصت ہے عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کے
زنا میں حد ساقط ہے نہ مرد کے زنا میں اسواسطے کہ جب اکراہ ملجی رخصت نہ ہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اُسکے واسطے شبہ نہ ہوا سقوط حد کا برخلاف عورت کے فرع
مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہر تعلیلہم ان حکم اللواطۃ کحکم المراۃ لعدم الولد فترخص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما ولکونہا قبیحا عقلیا
ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قالہ المصنف فقہا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کے حکم کے
مانند ہو بسبب نہ ہونے ولد کے لواطت میں تو لواطت مرخص ہوا اکراہ ملجی سے مگر یہ کہ زنا اور لواطت میں فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے
زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہیں اور اس وجہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہے اور اسی واسطے اغلام بہشت میں نہ ہوگا برمذہب صحیح یہ
کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم نے مصنف کی کتاب الاکراہ میں ہے کہ اگر زنا اور لواطت پر اکراہ ہو تو اُسکی رخصت نہیں اگرچہ وہ قتل ہو انتہی تو اس سے ثابت ہے کہ
اغلام اکراہ ملجی سے ممنوع ہوا باوجود یکہ ہلاک ولد کا موجب نہیں اور نہ مفسد فراش ہے اور زنا بہر اطلاق مثبت فاعل اور مفعول دونوں کو شامل ہے کذا فی
الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو بالقول لا بالفعل کشراء قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرَہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قولی
ہے نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت دار کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال ہم لیکن جوہرہ کی یہ روایت اسکے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ
آزاد ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر تاوان لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ویرجع بقیمۃ العبد و نصف المسمی ان طلق قبل الوطی
اور جسپر اکراہ ہوا وہ اکراہ کرنے والے سے غلام کی قیمت لیگا اور نصف مہر مسمی لیگا اکراہ کرنے والے سے اگر اُسنے مطلقہ کی وطی نہ کی ہو یعنی عتق
غلام میں قیمت لیگا [illegible] اور نصف مہر مسمی بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمی نہ ہو تو وہ جو اسکے واسطے لازم ہو کذا فی الدرر [illegible]

ورجعتہ وایلاؤہ وفیئہ فیہ ای فی الایلاء بقول اوفعل اورصحیح ہی اکراہ سے نذر کرنیکی اور قسم اُسکی اورظہار اور رجعت اُسکی اور ایلاء اُسکا اور رجوع
کرنا اُسکا ایلاء مین قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر المنتقی اور زیلعی اور درر مین فقط قول مذکور ہی بفعل والاسلام ولو ذمیا کما ہو اطلاق کثیر من المشائخ
وما فی الخانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحتہ مطلقا فلیحفظ اورصحیح ہی اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہی
اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ مین تفصیل ہی کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہی نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہی اور استحسان صحت اسلام ہی مطلقا خواہ حربی
ہو یا ذمی اُسکو یاد رکھنا چاہیے معلوم کہ عمل استحسان پر ہوتا ہی نہ قیاس پر سوا چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ اُنمین سے نہین ہی تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا
کذا فی الطحطاوی بلا قتل لو رجع للشبہۃ کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہی بدون اُسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہین بسبب شبہہ
چنانچہ باب المرتدین گذر گیا معلوم شبہہ ہی کہ شاید اُسنے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیلہ بطلاق وعتاق
وما فی الاشباہ من خلافہ فقیاس والاستحسان وقوعہ اورصحیح ہی وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ مین اُسکے مخالف مذکور ہی سو وہ
قیاس ہی اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہی وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے معلوم اشباہ مین ہی کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہین ہوتا وجہ
قیاس یہ ہی کہ وکالت باطل ہو جاتی ہی ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اُسکے وجہ استحسان یہ ہی کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہین بلکہ اُس کے
فساد کا موجب ہی تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہی اور شرط فاسدہ کا اثر وکالت مین نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان کل ما یصح مع
الہزل یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الہزل لایحتمل الفسخ وکل ما لایحتمل الفسخ لایوثر فیہ الاکراہ وعدہا ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ ثمانیۃ عشر وعدیناہا فی باب الطلاق
ثلاثا عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت مین یہ ہی کہ جو عقد صحیح ہی ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہی اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہی
اُسمین فسخ کا احتمال نہین اور جسمین فسخ کا احتمال نہین اُسمین اکراہ اثر نہین کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہین اُنکو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ
مین اٹھارہ شمار کیا ہی اور باب الطلاق مین ہمنے اُنکو نظم مین بیس گنا ہی معلوم غیر محتمل الفسخ مین اکراہ اثر نہین کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہین ہوتا اسواسطے کہ
اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہی اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہی عدم لزوم عقد مین اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہی کہ فسخ عقد پر تو اکراہ اُسکو قدرت
دیتا ہی فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد مین کہ فسخ کا احتمال نہین اُسمین اکراہ عمل نہین کرتا کذا فی المنح لایصح مع الاکراہ ابراؤہ مدیونہ او ابراؤہ کفیلہ بنفس
او مال لان الابراء لایصح مع الہزل صحیح نہین اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مالی ضامن
اسواسطے کہ ابرأت صحیح نہین ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہ ہوگی وکذا لو اکرہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعۃ فسکت لایبطل
شفعتہ اسیطرح اگر شفیع پر اُسکا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اُسکا باطل نہو گا ولا ردۃ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان
فلاتبین زوجتہ لانہ لایکفر بہ والقول لہ استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافہ فلعلہ قیاس فتامّلہ اور نہ اُسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہی اکراہ سے اور حالانکہ
اُسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہی تو اُسکی زوجہ چھوٹ نجاویگی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہین ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی مین
اُسکا قول معتبر ہی استحسان کی دلیل سے مین کہتا ہون اور اس سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہی نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہی نہ استحسان
سو اُسکو تامل کرو نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہی کہ درصورت توریہ زوجہ قضاء چھوٹ جاویگی نہ دیانۃ اور اگر توریہ کا قصد نہ کیا یا وجود
اُسکے دل مین مخطور ہونے کے تو دونون طرح سے چھوٹیگی کرہ القاضی رجلا لیقر بسرقۃ او قتل رجل عمدا او لیقر بقطع ید رجل عمدا فاقر بذلک فقطعت
یدہ او قتل علی ما ذکر ان کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقۃ معروفا بہا او بالقتل لاالقصاص من القاضی استحسانا
للشبہۃ خانیہ قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمدا کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اُسنے

اسکا اقرار کیا تو اُسکا ہاتھہ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت ہو یہ ہنر گار ہو تو قاضی سے
قصاص لیا جاویگا اور اگر مقر چرانے کے ساتھہ متہم ہوا در چوری اور خونریزی مین مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل
سے بسبب شبہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیہ ھم شبہ یہ ہیکہ شاید اُسنے کیا ہو جسکا اُسنے اقرار کیا ہی قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشرب او تبیع کرمک
فہو اکراہ ان کان شرابا لایحل کالخمر والا فلا قنیہ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس شربت کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ
بیچ ڈال تو وہ اکراہ ہی اگر شربت یعنی پینے کی چیز شریعت مین حلال نہ ہو جیا شراب اور اگر شربت حلال چیز ہو تو اکراہ نہین کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا
اور اسیطرح کا حکم ہی زنا اور باقی محرمات کا ھم درصورت اکراہ جو اُسنے بیچا تو اُسین وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہی چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے
صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم تعینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اُسکے مال بیچنے کی تعیین نہین کی
سو اُسنے کوئی چیز بیچڈالی پادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہی یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اُسکے عدم تعیین کے سبب سے ھم یعنی پادشاہ نے مال
طلب کیا اور یہ نہین کہا کہ فلانی چیز بیچکر دے تو وہ بیع مین طائع اور راضی ٹھہرا اسواسطے کہ اداے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہی کذا
فی العالمگیریہ والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ بنا فسخ کا یہ ہیکہ ظالم سے کہے کہ مین کہان
سے دون میرے پاس تو مال نہین پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچکر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اُسکی بیع مین کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج
بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اُسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہانتک کہ اُسنے اپنا مہر معاف کردیا
تو بخشنا صحیح نہین اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ھم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونون کو شامل ہی لیکن قاضی کے فتاوے مین ضرب متلف
کی قید ہی اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہی وان ہدد ہا بالطلاق او تزوج علیہا او تسری فلیس باکراہ خانیہ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی
یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہین کذا فی الخانیہ ھم اسواسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ
افعال شرعیہ شریفہ مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہین ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبتہ
بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما اراد الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا
استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومتہ تحفۃ الاقران فی بحث الہبۃ
اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اُسکے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اُسکو اپنا مہر بخشدے سو اُسنے کچھہ مہر بخشدیا تو
ہبہ باطل ہی اسواسطے کہ وہ اُس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہی استفتاے حادثہ کا جواب وہ استفتا
یہ ہیکہ ایک شخص نے اپنی کواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اُسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اُسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہد
کرا دیوے اس اقرار پر گواہ کردے کہ اُسنے اپنی مان کی میراث باپ سے پوری بھر لی ہی سو اُسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اُس عورت
کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہی ابو السعود مفتی روم نے یہ کہا ہی مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہی ہبہ کی
بحث مین ھم ظاہر امرض سے وہ مرض مراد ہی جسمین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہی او خفیف مرض مین منع عن الخروج شرعاً جائز ہی اور ہبہ کل مہر بلکہ
بعض مہر کے ہی اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کے مانند ہی اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہی اور اسیطرح بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی
المکرہ باخذ المال لا یضمن باخذہ اذا نوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال لینے
لینے کا تو اُسپر تاوان نہین جو اُسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پھیر دیگا اُسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہین کی تو تاوان

اُسپر لازم ہوگا قیمت لینی پھیردینے کی نیت سے اُسنے مال لیا پھر وہ مال تلف ہوگیا تو اُسکا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہی نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ ولا ضمان مجتبی اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنی مالک کہتا ہو کہ اسنے پھیر دینے کی نیت سے نہین لیا تھا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہی اور اُسپر تاوان لازم نہ ہوگا کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہی مکرہ کے صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یبیعہ ما دام حاضرا عند المکرہ والا لا لزوال القدرۃ والالجا بالبعد منہ وبہذا یعلم انہ لا عذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی مین ہی کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اُسکو لینا اور دینا اُسوقت تک جائز ہی جب تک اُس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل ہو جانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اُسکے دور ہو جانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر بدکارون کو کچھ عذر نہین ناحق مال چھین لینے مین حاکم یا اُسکے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہیں کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چھین لینا جائز ہی نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اُسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجھکو پاویگا ہان اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھ ہو اسطرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اُسکو پکڑ لاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا فلا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بھر لے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین نہ دوسری صورت مین یعنی سیری مین قال اہل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لست بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکناک وان قلت نبی قتلناک وسعہ لامتناع الکذب علی الانبیاء گرفتار ہوئے اُس نبی سے کہا جسکو انھون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجکو چھوڑ دینگے اور اگر نکہیگا تو ہم تجکو قتل کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہ نبی نہین ہی تو ہم تیرے نبی کو چھوڑ دین اور اگر تو کہیگا کہ یہ نبی ہی تو ہم اسکو قتل کرینگے تو اُسکو یہ کہنا جائز ہی بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر ہم اس مسئلہ سے اگر عظمت انبیاء کا بیان واقعی منظور ہی تو ظاہر ہی اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہی تو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہی نہ غیر نبی سے کذا فی الطحطاوی قال حربی لرجل ادفع جاریتک لازنی بہا وفعلت لک ان اطلق اسیر کم تحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دے تاکہ مین اس سے بدکاری کرون تو مین تجکو ہزار قیدی مسلمان دون تو لونڈی دینا حلال نہین ہی اسواسطے کہ یہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہی جب چاہیگا اُنکو خلاص کریگا جیسے بلا پر صبر عطا فرمائیگا اقر بعتق عبدہ مکرہا لم یعتق فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہوکر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول مین وہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر القنیۃ نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعا معتبر ہی یا نہین ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ ہان معتبر ہی ہم نے بنابیع مین ہی کہ سلطان نے وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اُسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید مین ضمان ہی اور اگر وصی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لے گا اور بعض چھوڑیگا اور مال متروک اُسکو کفایت کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان مثل اُسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہی یتیم کے مال دینے مین اُسپر تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت مین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال شعروان یقل المدیون الی مرافع بہ لتبری فالاکراہ معنی مدعو اور وہبانیہ مین کہا ہی اور اگر مدیون نے کہا اُن سے کہ مین تیرا بھید ظاہر کرنے والا ہون حاکم سے

ورنہ تو مجکو اپنے دین سے بری کردے تو یہ قول بھی اکراہ متصور ہوگا ہم شرنبلالی میں ہے کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ تمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہ
اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھ آدھار نہیں اور اگر تو قبول نہ کریگا تو میں حاکم سے ظاہر کردونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اسقدر سونا ہے یعنی اور حاکم اُس مال
کی تلاش میں ہو سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونیکا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہ درحقیقت اکراہ ہے اور اسکو جائز
ہے کہ اسپر اپنے دین کا دعوی کرے یہ جواب اُس صورت میں ہے جبکہ حاکم ظالم و جور کی چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی (شہر وصح فی الاستحسان
اسلام مکره + ولا قتل ان ارتد بعد + وبجبر + اور استحسان میں صحیح ہے اسلام لانا اکراہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہیں ہوگا اور اسپر
جبر ہوگا قبول اسلام میں ہم یہ مسئلہ مشروحا بیان ہو چکا مبسوط میں ہے کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ میں تیرے باپ یا بیٹے یا کسی اور
قرابت دار محرم کو قتل کرونگا یا تیرے باپ کو حبس کردونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کردے سو اُسنے غلام کو بیچا تو قیاس میں یہ بیع جائز ہے اور
استحسان میں باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہیں اسواسطے کہ یہ اکراہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتاب الحجر

یہ کتاب ہے حجر کے احکام میں ہم مصنف نے کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونوں میں سلب اختیار ہے مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اسواسطے
کہ اکراہ سلب اختیار اُس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کا مالک ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور نیز اسمیں جبر رعایت اور شفقت
ہے مجبورین پر اور اکراہ ہے غیر مجبور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ ہدایہ اور غیرہ کے حجر میں بقول صاحبین اور حجر غلام پر رعایت حق مولے کے ہے
لغۃ المنع مطلقا حجر لغت میں معنی منع ہے مطلقا یعنی بازرکھنا اور روکنا ہر طرحسے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطالب سے قاموس میں حجر بحرکات ثلثہ
حاء مہملہ وسکون جیم مذکور ہے وشرعا منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعه لا یمکن رده فلا یتصور الحجر عنه اور اصطلاح شرع میں حجر منع کرنا
اور روکنا ہے تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اسلیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اُس کے واقع ہو جانے کے ممکن نہیں تو فعل سے روکنا متصور
نہیں ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شراء اور یہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اسلیے کہ مجبور کا عقد موقوف ہے طحطاوی
کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطے کہ نافذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جسمیں ضرر ہے اور جس تصرف
قولی میں سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور اسلام تو اسمیں صغیر بالغ کے مانند ہے قلت یشکل علیه الرقیق لمنع نفاذ فعله فی الحال بل بعد العتق کما صرح به
فی البدائع اللهم الا ان یقال الاصل فیه ذلک لکنه اخر لتعلقه بامر المانع فتأمل میں کہتا ہوں اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے نقض کا
واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ اُسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کرڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا
بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع میں مصرح ہے یا رحمٰن ایسا ہے یوں جواب دیا جاوے اس اشکال کا کہ اسمیں اصل تو
یہی ہے کہ غلام اپنے افعال میں فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ میں تاخیر واقع ہوئی اُس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کرلے
ہم مانع حق مولی ہے یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اسمیں بیچا جاوے اور اسمیں حق مولی کا ابطال ہے طحطاوی نے کہا اشکال اسوقت میں
واضح ہوتا جبکہ غلام اپنے فعل میں کا ہے ماخوذ نہ ہوتا تصرف قولی کے مانند فتامل وسببه صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوه وحکمه کممیز
کما سیجیء فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہے قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ میں اور حکم معتوہ کا طفل تمیزدار
کے مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون میں آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہے یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہم چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہے کہ
اپنے نفع وضرر کو نہیں پہچانتے لہذا شرع میں انکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئے اور رہا کہ ہر چند عاقل ہے لیکن چونکہ جو اسکے پاس ہے وہ مولے

کی ملک ہے تو برعایت حق مولے اُسکا تصرف جائز نہ ہوا فلا یصح طلاق صبی ومجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن ویفیق فحکمہ
کممیز نہایہ تو صحیح نہیں طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش میں نہیں آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار
تو اُسکا حکم طفل ممیز کے مانند ہے کذا فی النہایہ ہم نہایہ اور غایۃ البیان میں ہے کہ معتوہ یعنی جو گاہے دیوانہ ہے اور گاہے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہے اور زیلعی
میں ہے کہ وہ عاقل کے مانند ہے شلبی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین میں کہا کہ اگر اُسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افاقہ میں کوئی عقد منعقد
کرے تو اُسمیں نفاذ عقد کا حکم ہے عاقل کے مانند اور اگر اُسکی ہوشیاری کا وقت معین نہ ہو تو حکم اُسمیں توقف کا ہے صغیر کے مانند تو زیلعی کا کلام شق اول
پر محمول ہے اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی ولا اعتاقہما واقرارہما نظرا لہما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے
برعایت اُن کے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار کی بنظر ترحم اور شفقت کے ہے اُنکے حال پر وصح طلاق عبد واقرارہ فی حق نفسہ
فقط لا سیدہ اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اُسکا اقرار فقط اُسکی ذات کے حق میں نہ اُسکے مالک کے حق میں فلو اقر بمال اخر الی عتقہ ولو لغیر مولاہ ولو لہ
تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اُسکا مطالبہ پیچھے ڈالا جائیگا اُسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولی کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے
تو لغو اور باطل ہے یعنی اسواسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہیں ہوتا کذا فی الدرر وبحد وقود عجل فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام
نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اُسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق میں اصل حریت پر ومن
عقد عقدا یدور بین نفع وضرر کما سیجیٔ فی الماذون منہم من ہولاء المحجورین وہو یعقلہ یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازہ ولیہ او رد
اور جو کہ ان محجورین مذکورین میں سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون میں آویگی اور حالانکہ
عاقد اُسکو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور شرا املاک مشتری کو کھینچ لاتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے
اور چاہے رد کر ڈالے ہم منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کی طرف پھرتی ہے اسواسطے کہ مجنون مغلوب میں تعقل نہ کو نہیں ولی سے مراد قاضی اور
باپ اور دادا اور وصی اور مولی ہے اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اُسکا باپ نہ مانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان لم
یعقل فباطل نہایۃ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجھتا نہ ہو تو عقد باطل ہے کذا فی النہایہ وان اتلفوا ای ہولاء المحجورین سواء عقلوا اولا در شیئا متقوما من
مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعلی اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجھتے ہوں یا نہ بوجھتے ہوں کذا فی الدرر تلف کر ڈالیں شی متقوم کو مال ہو وہ شی یا
جان تو ضمان اُنپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی میں حجر نہیں کہ اُنکا تلف کر ڈالنا معتبر نہ ہو لکن ضمان العبد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد
ہونے کے ہے چنانچہ گذر گیا وفی الاشباہ الصبی المحجور یواخذ بافعالہ فیضمن ما اتلفہ من المال للحال فاذا قتل فالدیۃ علی عاقلتہ الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضہ وما
اودع عندہ بلا اذن ولیہ وما اعیر لہ وما بیع منہ بلا اذن اور اشباہ میں ہے کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہے اپنے افعال سے تو اُس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو تلف
کر ڈالا اور جبکہ قتل کریگا تو دیت اُسکی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلوں میں صغیر پر تاوان نہیں اگر اُسنے تلف کیا وہ مال جو اُسنے قرض لیا اور تلف
کی وہ چیز جو اُسکے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اُسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کیواسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اُس سے
بدون اذن کے ہم عدم اذن ولی چاروں مسئلوں کی قید ہے تو اتلاف بعد الاذن میں تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان میں ہے کہ اگر غیر کا مال بلا سبقت ایداع
یا اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ویستثنی من ایداعہ ما اذا اودع صبی محجور مثلہ وہی ملک غیرہما فللمالک تضمین الدافع او الاخذ او ایداع صغیر
سے مستثنی ہے وہ صورت جبکہ صغیر محجور مثلے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر صغیرین کی ملک ہے تو مالک کو جائز ہے چاہے
ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے ہم اس مسئلہ میں یہ قید بھی ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہے کذا فی الطحطاوی

ولا حجر علی حر مکلف سفیہ ہو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع او العقل ورد و لو فی الخیر کان یصرفہ فی بناء المساجد و نحو ذلک فیحجر علیہ عندہما و تمامہ فی فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہین کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد بیجا صرف مال اور اسکا خلاف کرنا ہر خلاف مقتضاے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگرچہ امر خیر مین صرف مال کرے چنانچہ بناے مساجد اور اسکے مانند امور دین مین مال صرف کرے تو اسکا تصرف منع کیا جاویگا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی مین ہی ہم سفہ فقہین لغت مین عبارت ہی حماقت اور خفت عقل سے اور شرع مین سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہی خلاف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زنا کاری سفاہت مصطلح مین داخل نہین حموی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہی اسراف کرنا نفقہ مین اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض مین صرف کرنا جسکو عقلاے دیندار غرض شمار نہین کرتے چنانچہ مغنیون اور لاعبین کو مال دینا اور آڑنے والون کبوترون کو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت مین بامحدرت نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہی کہ اگر لڑکا رشید تھا پھر سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت مین تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاے گا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی و فسق و دین و غفلۃ اور حر مکلف مجبور التصرف نہوگا گنہگاری اور دعا لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک ہم دین سے وہ دین مراد ہی جو اسکے اموال سے زیادہ ہو اور غفلت سے مراد یہ نہین کہ مفسد ہی بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہی جو تصرفات فائدہ نہ کر جانتا ہو اور تجارت مین نقصان اٹھایا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجہا او لتسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جاے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی بیباک جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے ارتداد سکھانا تاکہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جاے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاے ہم زیلعی نے کہا مفتی ماجن وہ ہی جو حیل باطلہ سکھاے اور حرام کے حلال کہنے اور حلال کے حرام بتانے مین بے پروا اور بیباک ہو جاے قاضیخان مین ہی کہ مفتی ماجن وہ ہی جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ نجانتا ہو اور فتوی دینے پر جرات کرتا ہو و طبیب جاہل اور منع کیا جاے علاج کرنے سے طبیب جاہل ہم طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو دواے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا مرض پر شدت کرے تو اسکا ضرر دور نہ کر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضیخان مین ہی کہ طبیب جاہل وہ ہی جو لوگون کو مسہل اور مہلک دوا پلا دے اور وہ اسکو تھمنا اور رد دوا جانتا ہو و مکار مفلس اور منع کیا جاے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنے والا ہم حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ حجر کے اسباب تین ہین یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور اسکے ساتھ تین اور ملحق ہین یعنی مفتی حیلہ آموز و طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہی امام اعظم سے اور تینون سے تین اور ملحق ہین تتمہ یعنی جو قحط مین غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع مین تعدی کرین بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اسکو نہ بیچے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع مین بیان کیا ہی اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بھی محجور التصرف ہین آپ نے صدیا نے شرح مجمع مین کہا کہ یہ جو امام سے مروی ہی کہ انکے نزدیک حجر نہین مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہین ہی یعنی عدم نفوذ تصرف اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور وہ فتوی ٹھیک ہووے تو جائز ہی اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اسکی نافذ ہی تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہین بلکہ منع حسی سے ظاہری مراد ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگون کے دین مین فساد ڈالتا ہی اور طبیب جاہل انکے ابدان فاسد کرتا ہی اور مکاری مفلس انکے اموال تباہ کرتا ہی اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اسکے پاس نہ اونٹ ہی نہ اور جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اسکے پاس مال ہی جس سے جانور باربردار خرید کرے اور لوگ اسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ مین دیتے ہین اور وہ مال کو اپنی حاجات مین صرف کر ڈالتا ہی پھر جب سفر کا وقت آتا ہی تو وہ چھپ رہتا ہی اور لوگون کے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پہونچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہی اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر

ہوا نہ از باپ پھر تو مناقض لازم نہ ہوا کذا فی الطحطاوی وعندہما یحجر علی الحر بالسفہ والغفلۃ بہ ای بقولہما یفتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جاویگا آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتویٰ ہے اُسکے مال کے بچانیکے واسطے وعلی قولہما المفتی بہ فیکون فی حکم الصغیر اور بموجب قول ثانی صاحبین کے سفیہ اور غافل اپنے احکام مین صغیر نابالغ کے مانند ہین ہم یعنی اس بیہودہ بالغ کے عقود محتمل الفسخ مین قاضی کو اختیار ہوگا چاہے جاری رکھے چاہے فسخ کر دے ثم ہذا الخلاف فی تصرفات تحتمل الفسخ ویبطلہا الہزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ خلاف صاحبین کا امام کے ساتھ اُن تصرفات مین ہے جنمین فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کر دیتی ہے وہ ہم یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص تصرفات مذکورہ ہی مین ہے چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ ذلک واما ما لا یحتملہ ولا یبطلہ الہزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا قال لا فی نکاح وطلاق وعتاق واستیلاد وتدبیر ووجوب زکوٰۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب من الثلث فہو ای فی ہذہ کبالغ اور اُن تصرفات مین کہ جو فسخ کے محتمل نہین اور اُنکو ہزل باطل نہین کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کے مانند ہی مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوٰۃ اور صدقۂ فطر اور حج اور عبادات بدنیہ کے واجب ہونے اور اسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہو جانے مین اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے مین اور انفاق یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام صحت اقارب مین اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے مین ثلث مال ہی کہ سفیہ ان امور مذکورہ مین بالغ کے مانند غیر محجور ہی یعنی جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات صحیح ہین اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے انمین صاحبین کے نزدیک بھی حجر نہین وفی کفارۃ کعبد اشباہ اور سفیہ کفارہ مین غلام کے مانند ہی کذا فی الاشباہ ہم خزانۃ الاکمل مین ہی کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ مین قاضی سفیہ کا مال صرف نہونے دے بلکہ وہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی

والحاصل ان کل ما یؤثر فیہ الہزل والجد یستفاد من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی خانیہ اور خلاصہ کلام یہ ہی کہ جس تصرف مین ہزل اور جد برابر ہی وہ محجور کا بھی نافذ ہی اور جو برابر نہین وہ تصرف محجور کا نافذ نہین مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا وعشرین سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہ ہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اسکا مال اُسکو نہ دیا جائے یہانتک کہ وہ ۲۵ برس کو پہونچے ہم درر مین ہی کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہی جبکہ وہ ۲۵ برس کو پہونچ جاتا ہی خزانۃ الاکمل مین ہی کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اسکا مال اُسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اُسکو کچھ مال سوداگری کیواسطے دیکر آزماوے پس اگر اُسکو مصلح پاوے تو اُسکا مال اُسکو دے اور اگر مفسد بیباک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہونچے تو مال اُسکو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہو کذا فی البدائع وصح تصرفہ قبلہ ای قبل المقدار المذکور من المدۃ تو صحیح ہی تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکے یعنی اس مدت کی مقدار مذکورہ سے پہلے یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ کا تصرف کریگا اپنے مال مین تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہین امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تھا بلکہ تادیب کے واسطے تھا وبعدہ یسلم الیہ وجوبا حتی لو منعہ منہ بعد طلبہ ضمن وقبل طلبہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہانتک کہ اگر اُسکا ولی اُسکو مال نہ دے اُسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا اور صورت ہلاک ہو جانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہین چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہی ایسا کہا ہی ہمارے اُستاد نے وقالا لا یدفع حتی یونس رشدہ ولا یجوز تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائیگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار بھی نہ ہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائیگا یہانتک کہ اُسکی ہوشیاری معلوم نہ ہو اور اُسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہین اگرچہ وہ پیر فرتوت ہی ہو جاے والرشد المذکور فی قولہ تعالی فان آنستم منہم رشدا ہو کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قالہ ابن عباس اور وہ رشد جو مذکور ہی حق تعالی کے اس قول مین کہ اگر تم یتیمون کا رشد معلوم کرو تو اُنکے مال اُنکو دو تو مراد اُس سے یہ ہی کہ یہ فقط اپنے مال مین مصلح ہون نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

نے ہم صلاح فی المال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال میں صرف کرے نہ حرام میں اور مسرف نفقہ لغو نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد صلاح
فی المال اور صلاح فی الدین ہے دونون مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو
تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنیکیواسطے ہم ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون پر اور مماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون
کا حبس کرنا دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی دراهمه من دراهمه بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اسکے دین کے روپے کو مدیون کے روپون
سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسیطرح اگر دین اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره لدراهمه وبالعکس استحسانا
لاتحادهما فی الثمنیة اور قاضی مدیون کی اشرفیان بیچ ڈالے اسکے روپیون کیواسطے اور روپیہ بیچے اشرفیون کے ادا کرنے کے واسطے استحسان کی وجہ
سے واسطے کہ ثمن ہونے مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا یبیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما یفتی اختیار
وصححه فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے
اور فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادا دین کیواسطے بیچ ڈالے چنانچہ فتاوی شرح مختار میں ہے اور تصحیح
کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجه فی الحال اور یہ جو قول منتقی ہے کہ حاکم بیچ ڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال حاجت نہین ہم ادا
دیون کیواسطے اول نقود کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بیچی جاوے تو نمدا اور دو قالین موسم گرمی میں بیچا جاوے
اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاوے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال لزمه بعد الدیون ما لم یکن ثابتا
ببینة او علم قاض فیزاحم الغرماء کمال استهلکه اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان
دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال مذکور گواہون سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہ ہوا اور اگر ثابت ہو تو مقر لہ اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی
انکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اس مال کے جسکو مدیون نے تلف کر ڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم قول معتمد یہ ہے کہ قاضی کو
اپنی دانست پر بدون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی افلس ومعه عرض شراه فقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه فبائعه اسوة للغرماء فی
ثمنه ایک شخص مفلس ہو گیا اور اسکے پاس وہ متاع ہے جو اسنے خرید کی اور قبضہ کیا ہو اس متاع پر اسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اسکا ثمن ادا نہین کیا تو
اسکا بائع اور دین والون سے برابر ہے متاع کے ثمن مین ہم یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہو کر بائع اور باقی ارباب دیون
کو اسکا ثمن حصہ رسد دیا جائیگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس مرد کے
پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو زیادہ تر وہ اسکا حقدار ہے تو
اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین رہی
اور نہ اسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہر گی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکلگئی اور بیع اور قبض سے اسکا ضمان لازم ہو گیا کذا فی الطحطاوی
بتوضیح فان افلس قبل قبضه او بعده ولکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہو گیا قبل قبض
بیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اسکا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا
کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز ما صنع المحجور کذا فی الخانیة وهو ساقط من الدرر وصح جاز اطلاقه قاضی نے
ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اسکو روک دیا پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو اسنے اسکو کھول دیا مطلق العنان کر دیا
اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیہ تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی ساقط ہو رہ گئی ہے درر اور منح الغفار سے

ربما تصح المحجور في ماله من بيع وشراء قبل اطلاق الثاني او بعده كان جائزا لان حجر الاول مجتهد فيه فيتوقف على امضاء قاض آخر اور جو تصرف محجور نے کیا اپنے مال میں بیع یا شراء سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اسکے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہی پس موقوف رہیگا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل المحجور شارح نے یصح الحجر علی الغائب لکن لا یحجر بالعلم حتی یعلم حجر کرنا شخص غائب پر لیکن وہ محجور نہ ہوگا جبتک اسکو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے بیہ التصرف منع کر دیا ہی کذا فی الخانیہ اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اسکے تصرفات نافذ ہیں اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت میں تو قبل از حجر قاضی محجور نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسکے تصرفات نافذ ہونگے اور محمد کے نزدیک محجور رہیگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیہ ولا یرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہیں اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اسکو اٹھنے کا حکم دیوے وادعی الرشد وادعی خصمہ بقاء السفہ وبرہنا ینبغی تقدیم بینة بقاء السفہ اشباہ اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اسکے مخاصم نے اسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونوں گواہ لائے اپنے دعوے پر تو بقاے سفاہت کے گواہوں کو مقدم رکھنا لائق ہی کذا فی الاشباہ طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی بحث مخالف ہی منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ میں ہی کہ ایک مرد صالح تھا پھر فاسد ہوگیا قاضی نے اسپر حجر کیا اور ایک انسان نے اس سے کچھ خریدا پھر محجور اور مشتری میں اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ سے اسکو خرید کیا تھا تیری صلاح کی حالت میں اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت میں تو محجور کا قول مقبول ہی اور اگر دونوں گواہ لادیں تو مدعی کے صحت کے گواہ مقبول ہیں انتہی اور ذخیرہ ناظر ہیں ہی کہ بقاے سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہیں در مختار وبهامشه مسعر ومن يدعى اقراره قبل الحجر + فمن يدعيه وقته فهو احق اور وہبانیہ میں ہی اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر قبول ہی ہم شارح وہبانیہ نے مطلب یوں بیان کیا ہی کہ اگر محجور نے کہا صالح ہو جانے کے بعد کہ میں نے جو ہلاک دراہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر میں کیا تھا اور صاحب مال نے کہا کہ تو نے اسکا اقرار اپنی صلاح کی حالت میں کیا تھا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہی تو وہ حقیقت وہ منکر ٹھہرا تو اسی کا قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہی کذا فی الطحطاوی شعر ولو باع والقاضی اجازہ وقال لا + تودی ثمنا اداہ من بعد تحسیر + اور اگر محجور نے بیع کی اور قاضی نے بیع جائز رکھی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اسکا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادا ے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا قاضی کے واسطے ثابت ہوگا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اسکا ثمن دوبارہ اسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور ادا ے ثمن سے مشتری کو منع نہیں کیا اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہی کذا فی الطحطاوی فصل فصل ہی صغیر کے بالغ ہونے میں بلوغ لغت میں پہنچنی وصول ہی اور اصطلاح میں عبارت ہی انتہاے حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تھا اسباب حجر سے اور اسکی ایک نہایت تھی تو اسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اسی کے بیان میں ہوئی کذا فی المنح بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هو الانزال بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہی احتلام سے یعنی خواب میں منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ میں اصل انزال ہی ہی اور اصل انزال اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہیں بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہیں ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال اسکے علامات سے ہی والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل لم یذکر الانزال صریحا لانه قلما یوجد منها اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہی احتلام اور حیض اور حاملہ ہو جانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ میں انزال کو صریحا ذکر نہ کیا اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہی ہم موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایة میں معتبر نہیں اور اسیطرح پنڈلی و مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہیں بلوغ صغیر میں کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منهما شیٔ فحتی یتم لکل منهما

خمس عشرة سنة به یفتی لقصر اعمار اہل زماننا ہے اگر صغیر اور صغیرہ مین ہونہ کور مین سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم ہوگا یہانتک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہے بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے یعنی درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہے اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہے اور امام سے بھی ایکی روایت ہے جو فتوی عادت غالبہ ہے اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہوجاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی قرار دیا وادنی مدته اثنا عشرة سنة ولها تسع سنين ہو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ احکام صغار مین ہے اور شرح مجمع مین ہے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ پانچ یا اس کم سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور اختلاف ہے چھ اور سات اور آٹھ سال مین اور کافی مین بعضون سے منقول ہے کہ کمتر مدت گیارہ سال ہے کذا فی الطحطاوی فان راهقا ای بان بلغا ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبهما الظاہر کذا قیده فی العمادیة وغیرها فبعد ثنتی عشرة سنة یشترط شرطا آخر لصحة اقراره بالبلوغ وہو ان یکون بحال یحتلم مثله والا لا یقبل قوله شرح وہبانیة پھر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہون یعنی اس ادنی مدت کو پہونچ گئے ہون اور وہ دونون کہین کہ ہم بالغ ہوگئے ہین تو انکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال انکی تکذیب نکرے کا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے وہ شرط یہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہو تو اسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کرین اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہون تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال انکا انکے قول پر دلالت نہین کرتا وہما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحوده البلوغ بعد اقراره مع احتمال حاله فلا تنقض قسمته ولا بیعه اور صغیر اور صغیرہ اسوقت مین یعنی اقرار بلوغ کے وقت مین بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اسکی حالت کے تو اسکی قسمت اور بیع منقوض نہوگی ہم فتاوی قاضیخان مین ہے کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مین بالغ ہون پھر اسکے بعد اسنے کہا کہ مین بالغ نہین تو جبکہ اسنے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اسکا صحیح نہین اور جمہوری ہین ہے کہ دونون کے احکام بالغون کے مانند ہین باقی تصرفات مین کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالية يقبل قول المراهقين قد بلغنا مع تفسير كل ما ذا بلغ بلا يمين اور شرنبلالیہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہوچکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ ضرور لازم ہے وفی الخزانة اقر بالبلوغ وقبل اثنتي عشرة سنة لا يصح الا ببينة وبعده يصح انتهى اور خزانہ مین ہے کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے

انتہی کلامہم معائنہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الماذون

یہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام مین ہم ماذون وہ غلام ہے جسکو مالک اسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے لایا کہ اذن سابقت حجر کو مقتضی ہے الاذن لغة الاعلام اذن لغت مین عبارت ہے اعلام یعنی بتانے اور جتانے سے قاموس مین اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہے وشرعا فک الحجر ای فی التجارة لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارة ابن کمال اور شرع مین اذن عبارت ہے منع تصرف کے دور کردینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا سے مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فک

سے اطلاق حجر مطلقاً مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور عتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے و اسقاط الحق اور شرع میں اذن عبارت ہے اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط مولی کا حق ہے اسواسطے کہ اس صورت میں اذن فقط غلام کو شامل ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونون کو شامل ہے المسقط وہو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا مولی ہوگا اگر ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے عند زفر والشافعی ہو توکیل وانابۃ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے توکیل کرنے اور نائب کرنے سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے اس میں کہ تخصیص اذن کی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اسکے خلاف نہیں کر سکتا وکیل ہے کہ مانند اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہوتی ثم یتصرف العبد لنفسہ باہلیتہ فلا یتوقت بوقت ولا یتخصص بنوع تفریع علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولی نے اذن دیا تو حجر منفک ہو گیا پس تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل اور بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولی کے حق کے سبب سے پھر جبکہ مولی نے اپنا حق ساقط کر دیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بالعہدۃ علی سیدہ لفکہ الحجر اور عہدہ تصرف غلام کی رجوع اسکے مولی پر نہ ہوگی بسبب دور کر دینے مولی کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولی نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خریدیگا تو اسکے ثمن کا مطالبہ مولی سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے یتصرف لنفسہ پر فلو اذن لعبدہ تفریع علی فک الحجر یوما او شہرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات لا تتوقت پھر اگر مولے نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہان تک کہ مولے اسکو منع کرے ہم اسواسطے کہ اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتی شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر تو لم یتخصص بنوع فاذا اذن فی نوع عم اذنہ فی الانواع کلہا لانہ فک الحجر لا توکیل او اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم میں اذن دیا تو اسکا اذن عام اور شامل ہو جاویگا تجارت کی سب قسمون کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہو سکے ہم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے منع کیا تھا تو خشکی کی تجارت کا بھی اذن ہو گیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے بھی واقف ہو کذا فی القہستانی ثم اعلم ان الاذن بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ و بالشخصی استخدام پھر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی طلب منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت میں یعنی اگر مولی نے کہا کہ کپڑے کی خرید و فروخت کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون فی التجارۃ نہیں ہوا اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگون کے یہان فلانے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعیین مستاجر تو عقود مختلفہ کا اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بھی اذن عام ہو جاتا تو بڑی تنگی لوگون پر پڑتی کہ ایک پیسہ کے ساگ خرید کرنے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہر جایا کرتا اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا ہم ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویثبت الاذن دلالۃ فعبد راٰہ سیدہ یبیع ملک اجنبی فلو ملک مولاہ لم یجز حتی یاذن بالنطق بزازیہ و دررغرر الحاشیہ اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالۃ حال سے تو جس غلام کو اسکے مولی نے ملک اجنبی کو بیع کرتے دیکھا تو اگر مولی اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جب تک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر میں ہے حاشیہ سے ہم اذن جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہ ہوگا اس تصرف میں جسمین سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عزمی زادہ اور یہ مراد نہیں کہ اس تصرف کے سوا اور تصرفات میں بھی اذن ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن سوی بینہما الزیلعی وغیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی

ورجح فی الشرنبلالیہ بانہا فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولی کو برابر کہا ہی زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب الملتقی نے دونون مالون کی برابری کا یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ مین دونون کی برابری کی ترجیح دی ہی اسطرح پر کہ جو روایت کہ متون اور شروح مین ہی وہ مقدم اور اولی ہی اُس روایت سے جو فتاوی کی کتابون مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تم یہ کہتا ہون کہ یہ موقع ہی اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہوجاتا ہی اُس فعل کے سبب سے جسپر سکوت واقع ہوا اور یہ نزاع اور رد کے مقابلہ ہی اسواسطے کہ نزاع ہی اور رد کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہی اور یہ مقتضی بحر فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ مین اور اسکے مابعد مین اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد مین نہ اُس فعل مسکوت عنہ مین کذا فی الطحطاوی والمشتری مالک اور سکت السید ماذون خبر لمبتدا اور جس غلام کو اُسکے مولی نے دیکھا اجنبی کی بیع کرتے اور خریدتے یا اُسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ ہو الا انہ لا یکون ماذونا شارح نے کہا ماذون خبر ہی مبتدا کی اینجا ہی نیز اس الا الا اذا کان المولی قاضیا اشباہ سکوت مولی کا اذن ہی مگر جبکہ مولی قاضی ہو تو سکوت اذن نہین کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع ذلک الشیء اور شرائہ فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وہو باطل ولیکن غلام ماذون نہ ہوگا اُس چیز مسکوت عنہ کی بیع یا اُسکی خرید مین تو مولی پر اُس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہی کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانے سے پہلے اور یہ باطل ہی قلت لکن قید القہستانی مسئلۃ الاذن بالبیع دون الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی الفرق واللہ الموفق مین کہتا ہون لیکن عدم اذن یا عدم نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہی بیع کے ساتھ نہ اُس خرید کے ساتھ جو مولی کے مال سے ہو یعنی تو اسمین یہی خرید صحیح ہوگی اور بموجب قید ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق دے فرق بیان کرنے کی ہم حاجی ہین کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولی کے وہ اہم یاد نا نیرست اور اسکو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہو گیا انتہی تو غلام اُسی عقد مین ماذون ہو گیا حموی نے کہا وجہ فرق یہ کہ خرید مین بیع داخل ہو جاتی ہی مولے کی ملک مین تو کچھ ضرر نہین بخلاف بیع کہ اسمین زائل ہو جاتی ہی مولی کی ملک سے تو اس بیع مین سکوت اذن نہ ہوا لیکن اسمین خلل یہ ہی کہ بیع اور شرا دونون مین ادخال اور اخراج ہی حلبی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہی جو ذکر کیا ہی باب الفضولی مین مذکور کیا ہی کہ شرا اسرع نفاذا من بیع سے اور شری الاولی نے اس عقد کو موقوف رکھا ہی مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدے تو نافذ ہی اور اگر باطل کردے تو باطل ہی کذا فی الطحطاوی وثبت صریحا فلو اذن مطلقا بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہی صریحا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی ہم اذن مطلق کی یہ مثال ہی کہ مولی کہے کہ مین نے تجھکو اذن دیا سوداگری یون مین یا یون کہے کہ اذن دیا سوداگری مین اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگائی اور نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی النہ اما لو قید فعند نا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن مین قید عام لگا دے گا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی اذن عام ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لہما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے ساتھ ہو برخلاف مذہب صاحبین کہ انکے نزدیک بیع اور شرا بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہین ہی ولو کل بہا ویرہن ویرتہن ولیعیر الثوب والدابۃ لانہ من عادۃ التجار اور خرید و فروخت مین غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریۃ دے اسواسطے کہ یہ سوداگرون کی عادت ہی ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال پر صلح کرے اُس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منہا فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہین ہم اور بیع کمتر قیمت سے لیکن اولی جائز ہی ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل اور مولی عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمتر سے وللمولی حبس المبیع بقبض ثمنہ من العبد اور مولے کو جائز ہی روک رکھنا بیع کا اُسکے ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافا لما صححہ شارح المجمع مطلقا لو سلم المبیع

قبل قبضہ لانہ لا یجب لہ علی عبدہ دین فخرج مجانا حتی لوکان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد وہذا کلہ لو الماذون مدیونا والا لم یجب بیعہا بیع نہایہ اور ثمن باطل ہوگا اگر مولی مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اس صورت مین ثمن دین ٹھہریگا اور مولی کا دین اسکے غلام پر واجب نہین ہوتا تو مبیع مولی کے ہاتھ سے مفت نکلگئی تو اگر ثمن متاع ہو یعنی اور روز لی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہوجانے متاع کے عقد کے سبب سے اور یہ سب مذکور یعنی ماذون کی بیع مولی سے اور مولی کی ماذون سے اس شرط پر ہے جبکہ ماذون مدیون ہوا اور اگر مدیون نہو تو مولی اور اسکے غلام مین بیع جائز نہین کذا فی النہایہ جب غلام ماذون لوگون کا مدیون ہو تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبایعت دونون مین جائز ہوگئی اور درصورت عدم دین جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مال ہے تو خرید و فروخت اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولی منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد ای یومر السید بان یفعل احدا منہا لحق الغرما اور اگر مولی نے کوئی چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کرڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جائے کہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے سبب سے فیما کان من التجارۃ مولی زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہو طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم مین نے کتابون مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہو اس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اسمین فسخ بیع نہین تو اسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل الشہادۃ علیہ ای علی العبد الماذون بحق ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ہم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک و دیعت کی گواہی یا اسکے اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا شہرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اسکا مولی اسوقت حاضر نہو لو محجورا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیواخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہین یعنی اسکے مولے پر مقبول نہین بلکہ غلام محجور پر مقبول ہوگی سو اسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضرا معا فان الدعوی باستہلاک مال او غصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ او بضاعۃ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولے اور اگر مولی اور غلام محجور دونون حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اسکے غصب کا دعوی ہو تو مولی پر حکم ہوگا یعنی مولے سے مطالبہ ہوگا کہ اسکو بیچے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کرڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع نہوگا یعنی عتق کے بعد اس سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ مولی پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرارہ العبد بحق لم یقض علی المولی مطلقا وتمامہ فی العمادیہ اور اگر گواہی دین غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے تو اسکے مولی پر حکم نہوگا مطلقا خواہ مولی حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ویاخذ الارض اجارۃ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشتری بذرا لیزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ و مزارعت کے اور وہ بیج خریدے کہ اسکو بودے ویواجر ویزارع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت کے کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ویستاجر ویواجر ولو نفسہ اور ماذون اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو ہرچند اجارہ نفس ماذون اجارہ مطلق سے معلوم ہوچکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کردی کہ اسمین امام شافعی کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہین ویقر بودیعۃ وغصب ودین اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین لغیر زوج وولد ووالد وسید فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافا لہما درر اور اگر ماذون پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار صحیح اسکا ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدرر یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو انکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسی کا مدیون ہو یا نہو ولو بعین صح ان لم یکن مدیونا وہبانیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹے یا باپ یا مولی کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہو کذا فی الوہبانیہ ویہدی طعاما یسیرا الا لیعد سرفا ومفادہ انہ لا یہدی من غیر الماکول اصلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے اسطرح پر کہ وہ

اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہوا اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھلانے کے سوا اور چیز ایسا تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اسپر ابن شحنہ
نے اور ابن شحنہ نے تحفہ دینا ماذون کو نہیں کہا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اُسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی و المحجور لا یہدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ
نہ دے کسی کو قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی انہ اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا باس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر اور
ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایکدن کا کھانا دیا گیا اسوقت اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کیواسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اُس
صورت کے کہ اگر اسکو مہینہ بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا باس للمرأۃ ان تتصدق من بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف
ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں اسکا کہ اپنے مولے یا اپنے زوج کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی ہم یعنی
بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا رائج نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی ناراضامندی
مولی یا شوہر کی معلوم ہو تو اسنا بھی جائز نہیں ولضیفہ من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اس شخص کی جو اسکو کھانا کھلاتا ہو و تقدیر الضیافۃ الیسیرۃ
بالمال کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے کہ محیط سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درم ہو تو دس درم ضیافت میں خرچ
کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم ہو تو ایک دانگ لگانی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط و یحط من الثمن بعیب قدر ما یحط
التجار اور ماذون کم کر دے ایسے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے جسقدر سوداگر کم کر ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے و یحابی و یؤجل مجتبی
اور ماذون جنس بیچے اسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی ہم قاموس میں ہے کہ حبا عبارت ہے عطا سے بلا عوض اور بلا احسان سے
اور محاباۃ عبارت ہے تصرف اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اُسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ
تقلیل ثمن اور تاجیل اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی و لا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے
مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اسمیں ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہو جانے سے و لا یتسری و ان اذن لہ المولی اور
سریہ یعنی لونڈی کو حرم نہ بنا دے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو اسواسطے کہ حرم بنانا ملک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں و لا یزوج رقیقہ
وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے و لا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولی
ولا دین علیہ و ولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولی اُسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہ ہو اور بدل
کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کیواسطے ثابت ہے و لا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی آخرہ امر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ
کہ مولے اسکو جائز رکھے تا آخر شروط مذکورہ یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہ ہو اور ولایت قبض مولی کے واسطے ہے نہ ماذون کیواسطے ولا
بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے و لا یقرض و لا یہب و لو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو و لا یکفل
مطلقا بنفس او مال اور ضامنی نہ کرے مطلقا نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی و لا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اُس قصاص
سے جو اسپر واجب ہوا و لا یعفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے و یصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے
اُس قصاص سے جو اُسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ و کل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا المسئلۃ الاول کبیع و شراء و اجارۃ و استیجار
والمسئلۃ الثانی غرم و دیعۃ و غصب و امانۃ جحدہا عبارۃ الدرر غیر ما جحدہا بلا اہم فتنبہ وعقر وجب بوطی مشتراۃ بعد الاستحقاق کل ذلک متعلق
برقبتہ کدین الاستہلاک و مہر و نفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور جو دین کہ واجب ہوا ماذون پر اسکی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے جو خوبی تجارت
کے ہے اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شراء اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی مثل تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اسی غصب اور امانت کا تاوان جبکہ

ماذون انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی ہوئی لونڈی کی وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے اذن کی گردن سے وَدین استہلاک
اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاویگا اس دین میں یعنی اسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یون ہے اوغرم ودیعۃ وغصب
وامانۃ وتعیہ باجحد اھ دون میم کے سواگاہ رہنا مصنف کی عبارت میں ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت
مین ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولہم استسعاءہ ایضا زیلعی اور دین والون کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے
کذا فی الزیلعی یعنی اُس سے کسب کروانا اور اُسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون
لہا ذلک ایضا بحر من النفقۃ اور ثبوت استسعاء سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اُس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک
کیواسطے تو اسکو بھی یہ جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ اونائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم
فیہ دیون مذکورہ مین ماذون بیچا جاویگا اُسکے مالک کے سامنے یا اُس کے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف کسب
ماذون کہ اُسمین حضور مولی کی حاجت نہین ہے اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے کسب مین اور اُسکی ذات کی بیع مین اُسکا مولی صاحب معاملہ ہے
ویقسم ثمنہ بالحصص اور ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والون مین حصہ رسد وتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق
ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد وتعلق بما وہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق
اُس چیز سے ہے جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اُسکا مولی حاضر نہ ہو وہذا قید للکسب الایہاب لکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب
اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع مین اداے دین کیواسطے مولی کا حاضر ہونا شرط نہین لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ وہ صاحب
معاملہ ہے اپنی کمائی مین ثم انما یبدأ بالکسب عند عدمہ یستوفی من رقبتہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اداے دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے
کے وقت اُسکی گردن سے دین ادا کیا جاویگا یعنی ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب
المحجور شیئا واودعہ عند آخر وہلک فی ید المودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب فتاملہ مین کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ مولی کا
حق ہے تو مولی کو اُسکا لینا مطلقا جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیرالدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام محجور کوئی
چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ مین وہ چیز تلف ہو جاوے تو مولی کو اُس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے
کہ غاصب مودع کے مانند ہے سو اسکو تامل کر لا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اُس مال سے جو ماذون کے مولی نے اُس سے
لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اُسنے اپنا خالص حق لیا وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولا یباع ثانیا اور ماذون
سے اُس دین کا جو زائد باقی رہ گیا ماذون کے کسب و ثمن سے مطالبہ ہوگا اُسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی ادا کرنے
کے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اُس کی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اُسکو جانکر خریدنہ کریگا تو بیع اُسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا و
لمولاہ اخذ غلۃ مثلہ لوجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراہم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذ ہا بعد لحوقہ
استحسانا لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فیفسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولی کو مثل ماذون کے کمائی لینا باوجود اُسکے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اُس سے
زیادہ ہو تو وہ دین والون کا حق ہے یعنی اگر مولی غلام سے ہر مہینے دس درم مثلا لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اُسکو دس درم کا لینا دین لاحق ہونے کے
بعد بھی بطریق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولی اگر اسقدر کے لینے سے روکا جاوے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کردے تو کمائی کرنیکا دروازہ ہی بند
ہو جاوے تو دین والون کا نقصان ہوگا وینحجر بحجرہ ان علم ہو نفسہ لدفع الضرر عنہ واکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاویگا

[illegible]

مولی سکے حجر کرنے اور روکنے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اُسکے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہو اگر مولی کا ماذون مشہور ہو بازاریون مین
ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اُس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون محجور ہو سکے بدون اُسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کریگا بعد حجر کے
وہ دین اُسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد وحدہ کفی فی حجرہ علمہ بہ فقط ولا یشترط مع ذلک
علم اکثر اہل سوقہ لانتفاع الضرر اور جبکہ اذن مولی کو کوئی نہ جانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اُسکے محجور کرنے مین فقط اُسی کا علم کفایت کرتا ہے اور اُسکے ساتھ
اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہیں بسبب نہونے ضرر کے وفی البزازیۃ باع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صار محجورا علیہ علم اہل سوقہ ببیعہ ام لا لصحۃ
البیع وان علیہ دین لا مالم یقبضہ المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اُسپر کسیکا دین نہو تو وہ محجور ہو گیا خواہ اہل
بازار کو اُسکے بکجانیکا علم ہو یا نہو بسبب صحیح ہونے اُسکی بیع کے اور اگر اُسپر دین ہو تو محجور نہ ہوگا جبتک کہ اُسکا مشتری اپنے قبضہ مین نہ لاوے
بسبب فاسد ہونے بیع کے کہ ہم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے وہل للغرماء فسخہ ان دیونہم حالۃ نعم الا اذا کان بالثمن وفاء او ابراوا او ادی
المولی وتمامہ فی البحر اجبتہ اور کیا دین خواہون کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہیں جواب اُسکا یہ ہے کہ اگر اُنکے دیون بلامدت کے فی الحال ہون تو ہان فسخ اُنکے
اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادا دیون ممکن ہو یا دین خواہون نے اُسکو معاف کر دیا ہو تو مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور پورا بیان
اُسکا بحر مین ہے وبموت سیدہ وجنونہ مطبقا وکذا بجنون الماذون ولحوقہ ایضا بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانہ موت حکما اور ماذون محجور ہو جاتا
ہے اپنے مالک کی موت سے اور اُسکے جنون مطبق ہونے سے اور اُسکے دار الحرب مین بھاگ جانے سے مرتد ہو کر اور اسیطرح ماذون کے جنون سے اور اُس کے
لاحق ہونے سے دار الحرب مین مرتد ہو کر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے ہم محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ
سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہیں کذا فی الطحطاوی وبحجر بالاباقۃ وان لم یعلم احد بہ فلو عاد منہ او افاق من جنونہ لم یعد
الاذن فی الصحیح زیلعی وقہستانی اور ماذون محجور ہو جاتا ہے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر
آوے بھاگنے کے بعد یا ہوش مین ہو جاوے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نکریگا صحیح قول مین کذا فی الزیلعی والقہستانی وباستیلادہا ای بان ولدت منہ فادعاہ
کان حجرا دلالۃ مالم یصرح بخلافہ اور جاریہ ماذونہ محجورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنی مولی سے پھر اُسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاد حجر ہوگا
حکما باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولی اُسکے خلاف کی تصریح نکرے ہم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت مین جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہے اور
مالک اُسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہیں ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہان اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کر دے
اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا بالتدبیر ماذونہ محجور نہیں ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ
مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہیں تو دلیل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بہما قیمتہما فقط للغرماء لو علیہما دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد
اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والون کو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہووے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو
اُسکا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا واقرارہ مبتدأ بعد حجرہ ان ما معہ امانۃ او غصب او دین علیہ لآخر صحیح خبر محجور ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار
کرنا کہ جو اُسکے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اُسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہے اور صحیح اُسکی خبر ہے فیقضیہ منہ وقالا
لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اُسکا اقرار کرنا صحیح نہیں ولو احاط دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما معہ ماذون
کا دین محیط ہو گیا اُسکے مال اور اُسکی ذات کو تو اُسکا مالک اُسکے پاس کے مال کا مالک نہ ہوگا ہم اسواسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اُس وقت مالک
ہوتا ہے اُسکا خلیفہ ہو کر جب اُسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہو وہ اُسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولی اُسمین خلیفہ نہوگا اور

وہ مال اسکی ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبد من کسبہ بشریہ مولاہ ولنا الا کان یعتق وعلیہ قیمتہ موسرا او معسرا فلہم ان یضمنوا المعتق ثم یرجع علی
المولی ابن کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہو اسکے مولی کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے
مال کا مالک ہو تو اسکے آزاد کرنے سے اسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولی مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو
ماذون کے دین والوں کو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولی سے پھر لے کذا صحح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی
لم یعتق ولو ملکہ یعتق اور اگر ماذون نے مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اسکا محرم آزاد
ہو جاتا مجرد خریدنے سے ہم یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو اتلف المولی ما فی یدہ من
الرقیق ضمن ہو وکذا لم یضمن خلافا لہما بناء علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولی نے تلف کر ڈالے اسکو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولی پر تاوان
لازم ہوگا اور اگر مولی اسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اسکے مال اور اسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولی کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا باتفاق
امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونا ولو محیطا اور صحیح ہے مولی کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی
حالت میں اگرچہ دین محیط ہو ہم اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے خلاف تو فقط ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے وضمن المولی للغرما
الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والوں کو کمتر اسکے دین اور قیمت سے ہم یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان
دے اسواسطے کہ انکا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ انکا دین متعلق ہے اسکی ذات سے اور ذات کو
اسکی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر والشارح واتبعوا العبد بکل دیونہم وباتباع احدہما لا یبرا الآخر فہما کالکفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین والے
چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کیواسطے اور مولی اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولے
اور اسکا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ہم یعنی جسطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ
کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا وطولب بما بقی من دیونہم اذا لم تف بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو انکا دین باقی رہ گیا اسکا مطالبہ
ہوگا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اس کے ذمہ پر مطالبہ اسوقت ہوگا جبکہ اسکی قیمت ادائے دین کیواسطے کفایت نہ
کریگی وصح تدبیرہ ولا تخییر للغرما لتعذر الالزام من اختیار احد الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہوگا
اور دین والوں کو اختیار ہوگا تضمین مولی اور استسعاء ماذون میں اسکے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا
اسکا پھرنا درست نہیں کذا فی شرح التکملہ ہم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکتے اسکے آزاد ہونے
تک اور وہ ماذون بنا رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرا دیں تو اسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی
البحر الرائق وفی الہدایہ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرما لم یتعلق برقبتہما لانہما لا یباعان بالدین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون
مدبر یا ام ولد ہو تو انکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والوں کا حق انکی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین
میں بیچے نہیں جا سکتے ہم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور ان پر لوگوں کا دین لازم ہو پھر انکو مولی آزاد کر دے تو مولی پر تاوان قیمت لازم
نہ ہوگا ولو عتقہ المولی باذن الغرما فلہم تضمین مولاہ ایضا اور اگر ماذون کو مولی نے دین والوں کے اذن سے آزاد کر دیا تو انکو اسکے مالک سے تاوان
لینا جائز ہے کذا فی الظہیریہ یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باقل من الدیون وغیبہ المشتری قید بہ لان الغرما اذا

فردوا على العبد كان لهم فسخ البيع كما مر ضمن الغرماء البائع قيمته لتعديه اور ماذون کو اگر اُسکے مالک نے دیون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اُسکو غائب
کرڈالا فقد دین والے بیچنے والے سے اُسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کرڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے
جب غلام پر قادر ہون تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد السید علیہ بعیب قبل القبض مطلقا وبخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء
رجع السید بالقیمۃ علی الغرماء وعاد حقهم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقاً خواہ قضا سے
یا رضا سے یا پھیرا جاوے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اُسکی قیمت پھیرلے دین والون سے اور دین والون کا حق
غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع کے ہم یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی البحر وان رد بعد القبض بلا قضا
فلا سبیل لهم علی العبد ولا للمولی علی القیمۃ لان الرد بالتراضی اقالۃ وهی بیع فی حق غیرهما اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والون
کے واسطے کوئی راہ نہین غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعاء کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والون کو قیمت دی تھی اُسکا استرداد
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی وان فضل
من ثمنه شئ رجعوا به علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولی دین والون کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اُسکو پھیرلین اُسکی آزادی کے
بعد چنانچہ مذکور ہوچکا او ضمنوا المشتری عطف علی البائع ای اشار او ضمنوا المشتری ثم یرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لین عبد مبیع کے
مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اُسکا ثمن بائع سے پھیرلے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا المشتری بائع پر عطف ہے ہم طحطاوی نے
کہا یون کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھین اور اُسکا ثمن لین نہ قیمت
غلام کی ہم زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والون کو تین چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے
اور جس سے تاوان لینا اختیار کرین گے تو دوسرا بری الذمہ ہو جائیگا وان باعہ سیدہ معلما بدینہ یعنی مقرا به لا منکرا لما یجئ لتحقق الخاصمۃ ویسقط خیار المشتری لا
الغرماء اور اگر ماذون کو اُسکے مالک نے بیچا اُسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ انکا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی قید اسواسطے
لگائی تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ہم قولہ مقرا یہ تفسیر ماقبل کی صلاحیت نہین رکھتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تھا واقر
المشتری بہ تا احتراز واقع ہوتا اُس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ مخاصم نہ ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی
فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والون کو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنه الیهم لان قبضهم الثمن
دلیل الرضی بالبیع رد بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والون کو اُسکا ثمن نہ پہونچا ہو اسواسطے کہ انکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان
فیہ محاباۃ فقبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ہم یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والون کو رد بیع جائز
ہے اگرچہ ثمن قبض کرچکے ہون اسواسطے کہ وہ کہین گے کہ ہمنے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اُسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن تمام
دین کو کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اُسمین محاباۃ ہو اسواسطے کہ اُسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی
فاما ان یرفع او ینقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان لم یکن
حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینهم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یہ یعنی دین والون کو رد بیع کا اختیار اُسوقت
ہے جبکہ انکا دین بلا مدت ہو اور بیع انکی خواہش سے نہ ہو اور ثمن غلام کا انکے ادائے دین کیواسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہین تو بیع نافذ ہوگی زوال
مانع کے سبب سے یعنی اگر دین موجل ہو یا بیع انکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین مین کافی ہو تو انکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع

اسکا حق تھا سو تینوں صورتوں میں ساقط ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس بخصم لہم لو منکرا وصیتہ خلافا فالاثانی ولو مقرا
فخصم کما ملو اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اسپر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونیکا
منکر ہو بخلاف مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہو اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہو چنانچہ گذر گیا ولو نقیا مہ بان غاب المشتری والبائع حاضر
فالحکم کذلک ای لاخصومۃ اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لہم تضمین البائع قیمتہ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اسکا الٹا ہو یعنی مشتری غائب ہوا اور
بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہو یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اسکی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو
جائز رکھنا اور اسکا ثمن لینا درست ہو عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فہو ماذون وشیئذ لزمہ کل شیء من التجارۃ
ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہو اور اسوقت میں اسکو ہر چیز تجارت
کی لازم ہوگی ہم یہ استحسان ہو اسواسطے کہ یہ خبر ہو معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہو وکذا الحکم ولو اشتری العبد وباع ساکتا عن
اذنہ وحجرہ کان ماذونا استحسانا لضرورۃ التعامل وامر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیہ حضر درۃ شرح الجامع ومفادہ تقیید المسئلۃ بالمسلم ابن کمال اور اسیطرح کا
حکم ہو اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل
کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہو تو اسکی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ
کا مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت بلا بیان اذن اور حجر کے اسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہوا اور اگر غلام
کافر ہو تو ماذون ہونا اسکا ثابت نہ ہوگا ولکن لایباع لدینہ او المدین کسبہ الا اذا اقر مولاہ بہ ای بالاذن ای اثبتہ الغریم بالبینۃ ولیکن غلام مذکور
اپنے دین میں بیچا نجاویگا جبکہ اسکا کسب اداے دین کیواسطے کافی نہ ہوگا مگر جبکہ اسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت
کرے وتصرف الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتہاب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو
سمجھتا بوجھتا ہو اسکا تصرف اگر نافع محض ہو چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہو بلا اذن ولی کے وان ضارا کالطلاق والاعتاق
والصدقۃ والقرض لا وان اذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اس
تصرف کا صغیر اور معتوہ کے اذن دیا ہو ہم ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہو اگرچہ اسمیں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین
نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازہ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر اور محتمل ہو چنانچہ
بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہو تو اگر صغیر بالغ ہو جاوے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ہم طحطاوی نے کہا اگر شارح بجاے حتی لو
بلغ کے و لو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہما الولی فہما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ
کے ولی نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عبد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں ہم منجملہ احکام مذکورہ یہ ہو کہ اذن تجارت کا
ایک قسم کے ساتھ مقید نہ رہیگا اور مخصوص نہ زمان نہ ہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو انکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کریگا تو یہ سکوت بجاے اذن ہوگا وغیر
ذلک من احکام الماذون وشرط لصحۃ الاذن ان یعقل البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا لہ زاد الزیلعی وان یقصد الربح ویعرف الغبن
الیسیر من الفاحش وہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہو کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہو بائع سے اور خرید ملک
کی کھینچ لانے والی ہو مشتری کے واسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہو اور یہ شرط ہو کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا
ہوا اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہوا اور یہ قول ظاہر ہو ولیہ ابوہ ثم وصی وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیۃ ثم الصغیر

یا معتوہ کا ولی اُسکا باپ ہے پھر اُسکا وصی اُسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہے عمادیہ سے ثم بعدہم جدہ الصحیح وان علا ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینون کے بعد جد صحیح اُسکا ولی ہے اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا پھر اسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہے پھر والی یعنی حاکم ولی ہے بطریق اولی ہم قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہے جسکی ولایت مین قضا ہے جو حاکم کہ قاضی نہین اُسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم القاضی او وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اُسکا وصی ولی ہے قاضی اور اُسکا وصی جو کوئی انمین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا اسی واسطے مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہے اور قاضی اور اُسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین دون الام او وصیہا ہذا فی المال بخلاف النکاح کما مر نہ مان یا اُسکا وصی یعنی مان صغیر کی یا اُسکا وصی صغیر کا ولی نہین یہ تفصیل ولایت کی مال مین ہے بخلاف نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ہے اور مان کے مانند چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور عمہ اور خالہ صغیر کی ولی نہین کذا فی الطحطاوی رأی القاضی الصبی او المعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کما مر یبیع ویشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ یا دونون کے غلام مین یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خریدتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا جیسا قاضی کا مسئلہ سابق مذکور ہو چکا والقاضی ان یاذن للیتیم والمعتوہ اذا لم یکن لہ ولی ولعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی فامتنع الولی من الاذن عند طلب ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور وہ ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی الزیلعی ہم یہ ترکیب مصنف کی مخل ہے بہتر یون تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذا کان ہوتا فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اُسکا وصی یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سو اُسنے اذن دیا اور اُسکے باپ نے نہ مانا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگر قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہے اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکروہ جانتا ہے تو جائز ہے چنانچہ مغنی مین ہے انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہے اور وہبانیہ کی اول بیت سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانۃ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا یحجر بعد ذلک اصلا لانہ حکم الا ان یحجر قاضی آخر فتدبر مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا اُسکا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اسکے واسطے صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اسکے بعد صغیر اصلا محجور نہ ہوگا اسواسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہے اور حکم دفع نہین ہوتا مگر دوسرے قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو اقر الانسان بما معہما من کسب او ارث صح علی الظاہر کالماذون ورنہ اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کے واسطے اُس مال کا جو دونون کے پاس ہے کمائی سے یا میراث سے تو اقرار اُنکا صحیح ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہے وہ درحقیقت فلانے شخص کا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہے کہ کسب مین اقرار صحیح ہے میراث مین صحیح نہین الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ ما اذا قال بایعوا عبدی فانی اذنت لہ فبایعوہ ہو لا یعلم بذلک صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون ماذون نہین ہوتا اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جبکہ مولی نے کہا کہ خرید و فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اُسکو اذن دیا سو لوگون نے اُس سے خرید و فروخت کی اور حالانکہ غلام اس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاویگا برخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید و فروخت

کرے ہم اذن غلام مین دو روایتین ہین ایک روایت مین قبل علم ماذون ہوجاتا ہی اور دوسری روایت مین ماذون نہین ہوتا اور اسیطرح صغیر مین
دونون روایتین مذکور ہین چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی لا یصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولا بینۃ اذن صحیح نہین
غلام گریختہ کے واسطے اور نہ اُس غلام کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہی اور مالک کے گواہ نہین ہم اور اگر مالک کے پاس گواہ
ہون او غصب کی گواہی دین تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بها علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون مجور نہین ہوجاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہوجانے سے
بقول صحیح کذا فی الاشباہ وفی الوہبانیۃ شعر ولو اذن القاضی لطفل وقد ابی + ابوہ صحیح الاذن منہ فقیحر + اور وہبانیہ مین ہی اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ
اُسکا باپ انکار کرتا ہی تو اذن صحیح ہی قاضی کی جانب سے سو صغیر تجارت کرے شعر وضمن یعقوب الصغیر ودیعۃ + وتحلیفہ نفی بحیث ینکر اور ابو یوسف نے تاوان
لازم کیا ہی صغیر پر استہلاک ودیعت مین اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہی جبکہ وہ منکر ہو ہم یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے
نزدیک اُسپر ضمان ہی اور طرفین کے نزدیک ضمان نہین اور اگر ودیعت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہین اور اگر ماذون نے قبض ودیعت یا تجارت مین
یا مکاتب ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اُسپر اُسکا تاوان ہی اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اُسکی تحلیف مین اختلاف ہی کما فی الاقرار
مین مذکور ہی کہ تحلیف پر فتوی ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر ولو رہن المحجور او باع او شری + یجوزہ المولی فما شئت + لتوقف تصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر محجور نے
رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور ولی نے اُسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر نافذ نہین بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر ہم خواہ محجور غلام ہو یا صغیر
عاقل فلو لم یجز بل اذن لہ فی التجارۃ فاجازہ العبد جاز استحسانا ولو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجاز ہا لم یصح اجازۃ سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا
اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہی استحسان کی راہ سے اور اگر اُسکو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اُسکو آزاد کردیا سو اُسنے عقود مذکورہ کو
جائز رکھا تو اُسکی اجازت صحیح نہین قال فکذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہی صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا بوجھتا ہی قلت ولا یخفی ان ما ہو تبرع
ابتداء و انتہاء فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض مین کہتا ہون اور یہ بات مخفی نہین کہ جو عقد کہ ابتدا مین احسان بلا بدل ہی وہ ضرر ہی تو امر مضر ولی صغیر کے اذن سے
صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہی اور قرض مضر محض ہی تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے چلپی نے کہا یہ اعتراض
اُسپر ہی جو وہبانیہ مین مذکور نہین اور نہ اُس سے مفہوم ہی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم +

کتاب الغصب

یہ کتاب ہی غصب کے احکام مین ہو لغۃ اخذ الشیء مالا وغیرہ کالحر علی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجمہ وسکون ضاد مہملہ لغت مین عبارت ہی چیز کے لینے سے بطور
زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا نہ ہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وشرعا ازالۃ ید محقۃ ولو حکما کجحودہ لما اخذہ قبل ان یحولہ اور اصطلاح شرع مین غصب عبارت
ہی قبض محق کے زائل کردینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اُس ودیعت کا جسکو اُسنے مالک سے لیا تھا
ہم قبضہ مودع بالفتح کالعینیۃ قبضہ ہی مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اُسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہوگیا حکما باثبات ید مبطلۃ غصب
عبارت ہی ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حقدار کا قبضہ دور کردینا اور ناحق قبضہ کرلینا حقیقت ہی غصب کی ہم بعضون کے نزدیک غصب
عبارت ہی فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے وہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھ مین موتی ہو اور دوسرا آدمی اُسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا مین گر پڑے تو تاوان لازم
ہی حالانکہ اثبات قبض یہان ثابت نہین اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہی کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہی اور تحقیق ہی کہ غصب دو قسم ہی ایک
غصب وہ جو تاوان کا موجب ہی تو اُسمین فقط ازالہ شرط ہی اور دوسری قسم وہ ہی جو پھیر دینے کا موجب ہی تو اُسمین اثبات قبض بھی شرط ہی واعتبر الشافعی
اثبات الید فقط فالثمرۃ فی الزوائد فثمرۃ بستان مغصوب لا تضمن عندنا خلافا لہ اور امام شافعی نے غصب کی تعریف مین فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہی اور

ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین ہو باغ مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدرر یعنی اگر پھل غاصب تلف کر ڈالے تو
اُسپر تاوان ہمارے نزدیک نہین بسبب عدم ازالہ کے اور اُنکے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع تاوان ہے
کذا فی الطحطاوی فی مال فلا یتحقق فی میتۃ وحر ازالہ او اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین ہو اسواسطے کہ وہ مال نہین متقوم ای مباح شرعا
قہستانی فلا یتحقق فی خمر مسلم ازالہ او اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہوتا مسلمان کی شراب مین ہو اسلئے کہ شراب مسلمان کے حق مین
مباح الاستعمال نہین محترم فلا یتحقق فی مال حربی ازالہ او اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہے کافر حربی کے مال مین ہو اسلئے کہ اسکا مال محترم نہین قابل للنقل فلا یتحقق
بالعقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول مین برخلاف محمد کے ثم غیر وقف مین شیخین کا
قول صحیح ہے اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعۃ والعاریۃ فانہ ان لم یوقت مضمون الا بالاتلاف مع انہ لیس بمملوک
اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن لما فعل ابن کمال لکان اولی ازالہ او اثبات ہو مال مذکور مین اُسکے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ
قید لگائی کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسیطرح عاریۃ مین ہرچند ازالہ یہ مجتمع ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہے لہذا
غصب داخل نہین اور یہ معلوم کر کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کر ڈالنے سے باوجودیکہ وہ مال کسی کا مملوک نہین تصریح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر
مصنف یون کہتا کہ ازالہ قبضہ ہو بدون اذن اُس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے جیسا کہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا
اسواسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہو جاتا لا بخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ لابن الکمال کلام ازالہ او اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ
قید لگائی تا سرقہ نکلجائے غصب سے اور یہین ابن کمال کا کچھ کلام ہے حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اُسکے داخل ہونے کا غصب
مین منافی نہین سو سرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہے حالانکہ
کتاب البیوع مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور اسکو یہ نکتہ معلوم نہ ہوا جسنے لا علی سبیل الخفیہ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکلجائے فاستخدام
العبد وتحمیل الدابۃ غصب لا ازالۃ ید المالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے بسبب دور کردینے قبضہ مالک کے
یعنی اور اثبات قبض ناحق کے ثم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور
مشترک جانور پر سوار ہونا بدون شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لا جلوسہ علی
بساط لعدم ازالتہا فلا یضمن ما لم یہلک بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اُسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو جالس پر تاوان لازم نہ ہوگا جبتک کہ
فرش تلف نہ ہوجائے اُسکے فعل کے سبب سے اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جالس سے اُسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل
دار انسان واخذ متاعا وجحد فہو ضامن وان لم یحولہ ولم یجحد لم یضمن ما لم یہلک بفعلہ او تخرجہ من الدار خانیہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر مین
داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہوگیا تو اُسپر تاوان ہے اور اگر اُسنے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اُسکے لینے کا انکار نکیا تو تاوان نہین جبتک وہ چیز ہلاک
نہ ہوجائے اُسکے فعل کے سبب سے یا اُسکو گھر سے نکال لیجائے کذا فی الخانیہ یعنی در صورت عدم انکار تاوان نہین مگر ہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن
علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اُس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے ثم غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے
ثابت ہے قال تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالون کو آپس مین ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہے کہ تمہارا
خون اور تمہارے مال تمپر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ جو
شخص بالشت بھر زمین غصب کریگا اُسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانست کی قید اسلیے لگائی کہ نادانی

گناہ نہ ہوگا جیسا کہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالا اپنا مال جانکر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی ورد
العین قائمۃ والغرم ہالکۃ بفعلہ او غیرہ او بآفۃ سماویۃ قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اسکا تاوان دینا اگر
وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اسکے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی القہستانی ثم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سو وہ اسکے گھر سے
آیا اور اسکے پاس تلف ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ غصب اس صورت میں امانت ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولغیر من علم الاخیران فلا اثم لانہ خطاء
وہو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم دانستہ کے حق میں پھیر دینے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب نادانستہ پر گناہ نہیں ہو اسواسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے اور
حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں بموجب حدیث کے والمغصوب منہ مخیر بین تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف
المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر وکان الثانی املا من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغصوب منہ یعنی جسکا مال غصب
ہوگیا وہ مختار ہے دو چیزوں میں غصب کرنیوالے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے
تاوان لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہوا اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو
اور حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر مالدار غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیۃ
ثم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے پھیر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور
چونکہ عبارت شامیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے
شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اسکی قیمت زیادہ ہوگئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار
ہے اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے
کذا فی الطحطاوی وفی غصبہا غصب عجلا فاستہلکہ ضمن لبن امہ من قیمۃ العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اسکو ہلاک
کیا اور اسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اسکی ماں کے نقصان کا اسواسطے کہ بچھڑے کا غصب ماں کے نقصان کا
موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اسکی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراہیتہا من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یؤمر بعمارتہ الا
فی حائط المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیت میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اسکے ناقص ہو جانے کا تاوان دے اور اسکو حکم نہ ہوگا دیوار کے بنانے
کا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ثم قنیہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیواروں کے
تو تاوان دے ما بین قیمتین کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان
باذنہا وانکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا
قول مقبول ہوگا مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مر گئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اسکے اذن سے تھا اور وارث اسکا منکر ہو تو
زوج کا قول مقبول ہوگا ویجب رد عین المغصوب مالم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر تغیر
فاحش نہ ہوگیا ہو کذا فی المجتبی ثم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اسکا نام اور اسکا عمدہ فائدہ زائل ہو جاوے تو مغصوب منہ کی ملک
اس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب اسکا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادائے عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور
اگر مغصوب ناقص ہوگیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہوگیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز
ہے کذا فی الطحطاوی مغصوب کا نام زائل ہوتا چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہوں پیسکر روٹی پکانا فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن

پہیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اُسکے غصب کرنے کے مکان مین بسبب متفاوت ہونے قیمتون کے مکانات کے اختلاف سے اور اگر رد کیا ولو
بغیر علم المالک فی البزازیۃ غصب دراہم انسان من کیسہ ثم ردہا فیہ بلا علمہ بری وکذا لو سلمہ الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ
خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مغصوب کے پہیر دینے سے اگرچہ پہیرنا مالک کی ناواقفی سے ہو بزازیہ مین ہے کہ غاصب نے
کسی آدمی کے دراہم اُسکی تہیلی سے غصب کیے پہر انکو اُسمین رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسیطرح اگر مغصوب نے سپرد کر دیا
مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسیطرح اگر مغصوب طعام ہو اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اُسکو
کھا جاوے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے طعام مین کذا فی الزیلعی ویجب رد مثلہ ان ہلک وہو مثلی یا واجب ہے پہیر دینا مثل مغصوب
کا اگر وہ ہلاک ہو جاوے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت
ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف رح یوم الغصب وعند محمد رح یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہو جاوے
اسطرح پر کہ وہ پایا جاوے اُس بازار مین جسمین وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگون کے گہرون مین موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اُسکی قیمت خصومت کے دن
کی یعنی بوقت حاکم کا حکم ہو اُسوقت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع
کی قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القہستانی ثم خزانہ مین امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ مین اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ مین ابو لیث
کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحاوی ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت والی چیز مین غصب
کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام اور صاحبین کے ثم بحر رائق مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پہر وہ اُسکی قیمت واپس لایا مالک نے
کہا کہ مین قیمت نہین چاہتا ہون اور نہ مین تجکو معاف کرتا ہون تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نہ کرے لیکن قیمت اُسکی
گود مین رکھدے یا اُسکے دونون ہاتھون مین تو وہ بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر اُسکے سامنے رکہدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور غصب مین سامنے
رکہدینے سے بری الذمہ ہو جاویگا کذا فی الطحاوی والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلک کدہن نجس قیمی فتجب قیمتہ یوم غصبہ
اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس سے ملگئی ہو جیسے گیہون مخلوط جو کے ساتھ اور تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ
مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نہ رہی تو اُسکے غصب مین اُسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی ثم فتاوی رشید الدین مین ہے کہ دو وزنی چیزین جب
ملجاوین اسطرح کہ جدا نہ ہو سکین وہ مثلی نہین رہتی ہین قیمت والی ہو جاتی ہین کذا فی الطحاوی وکذا کل موزون تختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر ودست ذکرہ فی الجواہر
اور اسیطرح قیمت والا ہو جاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور چنانچہ شیرہ کہجور کا کذا فی جواہر الفتاوی
زاد المصنف ورب وقطر لان کلا منہما یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہما ولا یثبت دینا فی الذمۃ مصنف نے اپنی شرح مین اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی
عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی ہے اسواسطے کہ ہر ایک اُنمین سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اسمین صحیح نہین اور وہ دین ہو کر
ذمہ پر ثابت نہین ہوتا ہے یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم کا اسمین جائز نہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی ہے قلت وفی الذخیرۃ والمجتبی فی الضمان مثلی فی غیرہ کالسلم
مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے اور غیر قیمتی ہے تاوان مین اور مثلی ہے سوائے تاوان کے چنانچہ سلم مین وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی مین ہے
کہ ستو قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بہونے سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ الخبز واللحم ولو نیا والآجر قیمی اور اشباہ مین ہے کہ لوبیا اور
گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی وفی حاشیتہا لابن المصنف ہنا وفیما یحلب یعتبر بالفصولین وغیرہ وکذا الصابون والسرقین والورق الابر
والحصر والجلد والدہن المتنجس وکذا الفحم وکل مکیل وموزون یشرف علی الہلاک مضمون بالقیمۃ فی ذلک الوقت کسفینۃ موقورۃ اخذت فی الغرق والقی الملاح

انہا من المکیل او الموزون لضمن قیمتہا ساعتہ کما فی المجتبی اور فرزند مصنف نے حاشیہ اشباہ مین یہان اور حلبیہ تاسیر کے قاعدے مین فصولین وغیرہ
کی طرف نسبت کر کے وارد ہو اور اسیطرح صابون اور پانس اور ورق یعنی درخت کی پتیان اور سویان اور کسم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور زنا پاک تیل اور
اسی طرح مٹی بھر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کو قریب الہلاک ہو اسکی وہ قیمت لازم الضمان ہو جو تلف ہونے کے وقت اسکی قیمت ہو
چنانچہ کرانبار کشتی جب ڈوبنے لگے اور اسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اسمین تھی گرا دی تو اس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جاویگا کذا فی المجتبی
ھم ورق یہ ہے یہان کا غذ مراد نہین ہے واسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی القہستانی غصب ماء فی حنطۃ فافسدہا وزادفی کیلہا ضمن قیمتہا قبل صبہ للماء لا
مثلہا ہذا اذا لم ینقلہا فلو نقلہا للمکان ضمن المثل لانہ غصبہ وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدر وغیرہا ان
کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی وما لیس کذلک فقیمی فاحفظ اور ضمیر قیمہا مین ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالدیا گیہون مین سو اسکو بگاڑ
دیا اور اسکے کیل مین زیادت ہو گئی بھیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اس کی قیمت تھی یہ اس صورت مین ہے جبکہ
اُسنے گیہون کو نہ اٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کی طرف اٹھا لیگیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اسکو غصب کیا اور جبکہ
وہ اسوقت مثلی تھا برخلاف اُس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اُسی مکان مین جہان گیہون تھے بغیر نقل کے انتہی مانی القہستانی اور حاصل کلام اور خلاصہ مقام
در وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز کا مثل درمانند بازارون مین بلا تفاوت قابل شمار پایا جاوے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور
تفاوت معتد بہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ تسقط بوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل او القیمۃ مخلص
علی الراجح حبس حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لظہرہ ای لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ البدل من مثل وقیمۃ پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہو جانے کا دعوی کرے تو وہ
محبوس کیا جاوے یہان تک کہ حاکم یہ معلوم کر جاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اسکو ظاہر کر دیتا پھر حاکم اسپر عوض دینے کا
حکم کرے مثل یا قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعاے ہلاکت وجوب رد عین سے مربوط
ہو اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر ہم مخلص ہے یعنی جبکہ رد عین متعذر ہوا اسوقت رد مثل یا رد قیمت کی طرف احتیاج ہوگی
ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک
عند المالک اولی خلافا لمحمد الثانی یا معنی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہو جانیکا اسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا
یعنی اسکے تلف ہو جانے کا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اُسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس
ہو گیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک وسیجئ
اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت مین اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اسکا بیان آگے آوے گا
ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب مین اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہین ہے تو غاصب
ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد
وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول مین سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول چنانچہ زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا
اور اسکے ہاتھ مین آسمانی آفت سے تلف ہو گیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہین شیخین کے نزدیک برخلاف
محمد کے کہ انکے نزدیک غیر منقول کے غصب مین بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف مین علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر
ظہیر الدین فی فتاویہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان ان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی مین ذکر

کیا ہے کہ مدتوں غیر منقول اور موقوف گھر دن کے غصب مین لزوم تاوان کا فتوی ہے اور منافع وقف کے غصب مین لزوم ضمان کا فتوی ہے ہم طحطاوی نے
کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دور دونون کی طرف راجع ہے وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف
والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد مین ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اسمین رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجرت مثل
لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے وفی اجارۃ الفیض انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق الا تری انہ یتحقق
فی الرد فاذن فی الاستحقاق للاجرۃ انتہی فلیحفظ اور فیض کی کتاب الاجارہ مین ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہین ہوتا غیر منقول مین فقط تاوان دینے
کے حکم مین اور لزوم تاوان کے ماسوا مین تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہین جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے مین یعنی مغصوب غیر منقول کا
پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے اسیطرح استحقاق اجرت مین بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار مین سکونت کرے تو کرایہ اسپر لازم ہوگا اگر
وقف اور مال صغیر نہو انتہی مافی الفیض تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ الاسروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع
والتسلیم قول ضعیف ہے یہ کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہے دونون نے یہ قول اپنی فصولین
مین کہا ہے وکذا بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہے غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے
پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی البحر وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہے گواہی
سے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد صورت اسکی یہ ہے کہ دو شاہدون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے
سو قاضی نے وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدون نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدون پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف کا
ہے نہ ضمان غصب وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد منہا الثلثۃ اور اشباہ مین ہے کہ غیر منقول مین تاوان نہین مگر چند مسائل مین تاوان ہے اور ان مین تینون
مسئلون کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب
ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دیگا بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہے قول صواب اور مفتی بہ یہ ہے کہ زمین
خریدار ہوگا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہی نقصان
ہے فیعطی ما زاد البذر وتصحیحہ فی المجتبی مغصوب منہ غاصب کو اسقدر روپے جسقدر بیج نے اسکی مالیت زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی مین ہم یہ مسئلہ
ظاہر مرتبط معلوم ہوتا ہے ما قبل سے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ یہ جداگانہ مسئلہ ہے زیادت تخم کی یہ صورت ہے کہ کھیت کی قیمت کیجاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق
تخم مراد نہین بلکہ وہ تخم جسکے جنبت (?) کو مالک اکھاڑ سکتا ہے پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجاوے تو جسقدر دونون مین تفاوت ہوا اسقدر مالک غاصب کو دے اور
اپنی زمین اس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ غاصب کے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے
بلا اعتبار دقلع (?) وفی الصغیر فیہ ہو المختار اور صغیر فیہ مین ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت لہ قلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اسکا اکھاڑنا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبی مین ہے ہم مجتبی مین ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین مین زراعت کی اور کھیت جما تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اسکے اکھاڑ ڈالنے کا
کہے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے
بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعلہ کما فی قطع الاشجار جیسے کہ مغصوب منقول مین بالاتفاق اسقدر تاوان لازم
ہے جسقدر ناقص ہو گیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار مین ضمان لازم ہے ہم منقول مغصوب کے نقصان مین مطلقا ضمان لازم ہے خواہ غاصب
کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین مین مصرح ہے تو شارح کی تقیید غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل اخر او ہدم البناء ضمن

ہو الا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبدا و اجرہ فنقص فی
مدۃ الاجارۃ بالاستعمال فی ہذا ساقط من نسخ الشرح لذا قولہ تحت قولہ چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ میں دیا پھر
غلام میں کچھ نقصان عارض ہوگیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہے بسبب
داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں اسواسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے
منافی ہے والحاصل ان المستعمل فنقصہ الاستعمال او المستعار فنقص ضمن النقصان وتصدق بالباقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب
کرایہ میں دیا یا سوا اسکا نقصان عارض ہوا کرایہ دینے سے یا عاریت کی پھر اجارہ دی اور اسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو
باقی رہے ضمان کے بعد کرایا اور اجرت سے اسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن
البزازیۃ ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تونگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیہ
کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان
غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ وربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ
اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ ڈالے اور اسمیں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب اور ودیعت اشارہ
کرنے سے متعین ہو ہم متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو درم اور دینار او بالشراء بدراہم الودیعۃ او الغصب و
نقدہا یا متعین ہو خریدنے سے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور انہیں دراہم کے ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح تر یوں کہنا تھا اذا کان
متعینا او غیر متعین ونقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا ثمن مغصوب کے دراہم سے
کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جبکہ دونوں
اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جاتے ہوں وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا ونقدہا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور
ودیعت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ دراہم تو چار صورتیں ہیں سو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انہیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی
متعین ہے کی مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا ونقد غیرہا او اشار الی غیرہا ونقدہا او اطلق ولم یشر ونقدہا لا یتصدق فی الصور الثلث عند
الکرخی قیل وبہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ہو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور انکے سوا
اور دراہم ادا کیے یا اشارہ کیا انکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیے یا مطلق دراہم مذکور رکھے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم دیے تو
ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہیں کذا
فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں یہ مذکور ہے واختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام وہذا کلہ علی
قولہما وعند ابی یوسف رح لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضے فقیہوں نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے
میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طرفین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو
تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اسطرح کہ تاوان میں درہم
دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ میں بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اسپر واجب نہیں اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی
الطحطاوی عن الزیلعی فتنبہ فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ واعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اسکا نام اور

اعظم منافع یعنی اسکے اکثر مقاصد زائل ہوگئے ہم نے زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کرڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان
نقصان مین مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہین ہوا کیونکہ اسکو حلال بکری بولتے ہین احترازعن دراہم سکہا بلا ضرب فانہ وان زال اسمہ
لکن بقی اعظم منافعہ ولذا لاینقطع حق المالک عنہ کمافی المحیط وغیرہ قلت لکن زوال الاسم مغنیا عن شرط معظم منافعہ کما فطنہ ط الاخسروی وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع
کی قید اُن دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے پگھلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درم کا نام زائل ہوگیا لیکن اُسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور آرایش اور
اسی واسطے مالک کا حق درہم سے منقطع نہین ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر و الاخسروی
نے گمان کیا ہے اعظم منافع کی مثال مثلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ اسم گیہون کا جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ اُنکا بونا اور ہریسہ پکانا وغیرہ
سے فوت ہوگئے کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط بُرہ ببُرہ او لکن بحرج کبُرہ بشعیرہ ملکہ بلا حل انتفاع قبل
ادا ضمانہ ای رضی مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاضی یا بدل ملگیا مغصوب غاصب کی ملک سے اسطرح پر کہ اُسکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے گیہون کا ملجانا
غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا ممکن ہو اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہون کا اختلاط جو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب تاوان اُسکا دیوے اور اُسکا مالک
ہوجاویگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اُسکے تاوان کے اور اس ضمان سے رضاے مالک مراد ہے خواہ رضا ادا ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کردینے سے ہو
یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی نہ ہو تو غاصب کو اُسکا کھلانا یا غیر کو کھلانا تا ادائے ضمان
جائز نہین والقیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا ینبغی حلہ لانی روایۃ وحرام علی المفتی بہ حسما لمادۃ الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور
اختلاط سے مغصوب بلا رضاے مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے کہ طعام اگر غصب کیا سو اُسکو چبایا یہان تک کہ وہ مستہلک ہوگیا تو اُسکو حلال نکلنا چاہئے
روایت قیاسی کے اور حرام نکلیگا بنا بر استحسان مفتیٰ بہ کے تاکہ مادہ فساد منقطع ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضاے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ
کھلتا ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہے کذبح شاۃ التنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیرہ ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح
کہا شاۃ کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہے وطبخہا وشیہا وطحن بر او زرعہ وجعل حدید سیفا وصفر انیۃ
چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اُسکا پکانا اور بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اُسکا کھیت مین بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا یہ مثالین
ہین تغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء علی ساجۃ بالجیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالہند قیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ فیملکہ الباقی بالقیمۃ او رخام چنانچہ
عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور رخام کہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانے والا اُسکی قیمت دیکر شارح نے
کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہے ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے یعنی ساگون اسم یہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی امتیاز حرج کے ساتھ ممکن ہے وکذا لو
غصب ارضا فبنی علیہا او غرس او ابتلعت دجاجۃ لولوۃ او ادخل البقر راسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار و سقط
دینارہ فی محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو ذلک یضمن صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی ہذہ القاعدۃ من الاشباہ
اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پھر اُسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا بوتا ودیعت رکھا سو موضع
کی کوٹھری مین جوان اونٹ ہوگیا اور اُسکا نکالنا ممکن نہو مگر دیوار ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گرپڑی اور اُسکا نکالنا متصور نہین
مگر دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط لیکن جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کمتر
قیمت والے کو ضمان دیکر اُسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر سبکتر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد
یزال بالاخف مین یہ سب کچھ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لولوۃ فمات لا یشق بطنہ لان حرمۃ الآدمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوزہ الشافعیۃ قیاسا علی

الشق لاخراج الولد قلت ومقتضاه فی الجنایۃ عن الفتح انہ یشق ایضا فلا اختلاف فی تنویر البصائر انہ الاصح فلیحفظ پھر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر
انسان موتی نگل گیا پھر مر گیا تو اُسکا پیٹ چیرا جاویگا موتی نکالنے کے واسطے اسلیے کہ آدمی کی حرمت مال کی حرمت سے عظیم تر ہے اور قیمت اُس
موتی کی اُس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیوں نے موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس کر کے
شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور ہم باب الجنائز میں فتح القدیر سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ موتی کیواسطے بھی پیٹ چیرا جاویگا تو اب شافعیہ و حنفیہ میں کچھ
خلاف باقی نہ رہا اور تنویر البصائر میں ہے کہ موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے ولو کانت قیمۃ الساجۃ والبناء سواء فان
اصطلحا علی شیئ جاز وان تنازعا بیعا علیہما وقسم الثمن بینہما علی قدر مالہما شرنبلالیہ عن البزازیۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر
ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کر لیں تو جائز ہے اور اگر تنازع کریں تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی رغم المتخاصمین بیچ ہو اور اُسکا ثمن وہ دونوں
شخصوں پر بانٹا جاوے بقدر انکی مالیت کے کذا فی شرنبلالیہ عن البزازیۃ یعنی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجۃ ہل لہ ذلک ان قضی علیہ بالقیمۃ
لا یحل وقبلہ قولان لتضییع المال بلا فائدۃ وتمامہ فی المجتبی باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑنی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو کیا یہ درست
ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جائز ہے اور
دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے وان ضرب الحجرین دراہم او دنانیر او انا ءلم یملکہ وہو
لمالکہ مجانا خلافا لہما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنالیے یا برتن بنایا تو غاصب اسکا مالک نہ ہوگا اور وہ اُسکے مالک کی مملوک
ہے برخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک اسواسطے منت مالک ہے کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے اور جودت مال ربوی میں متقوم
نہیں فان ذبح شاۃ غیرہ ونحوہا مما یوکل طرحہا المالک علیہ واخذ قیمتہا واخذ ہا وضمنہ نقصانہا پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ کے
مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اُسکی قیمت اُس سے لے یا چاہے مذبوح لے اور غاصب سے اُسکے
نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں
امام کے نزدیک کذا فی الطحاوی وکذا الحکم لو قطع یدہا او قطع طرف دابۃ غیر ماکولۃ کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر سہو بہا قلت قولہ غیر سہو بل غیر سدید لثبوت الخیار فی غیر
الماکولۃ ایضا لکن اذا اختار ربہا اخذہا لا یضمنہ شیئا وعلیہ الفتوی کما افادہ المصنف عن العمادیۃ فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان فیہ الارش اور اسطرح کا حکم ہے یعنی مالک
مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا کذا فی الملتقی بعضوں نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہاں لفظ غیر
یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سہو ہے یعنی ٹھیک نہیں سو اسواسطے کہ تضمین اور اخذ عین ماکول در رقیق میں ہے نہ غیر ماکول میں ہم شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض
کا قول غیر سہو یا ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اُسکا لینا اختیار کرے
تو اُس سے کچھ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام
کے اُسمیں تو خون بہا ہے ہم عیبون میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدھا یا خچر بالک کر ڈالے اُسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کر کے اگر مالک چاہے غاصب سے
ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کر دے اور چاہے اُسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی تو جو
ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہے الحاصل خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان
نقصان اور اُسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اُسکے دینے اور اُسکی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیہ الفتوی
تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے اسکا اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلا شک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں

لیں دواب ہی کذا فی الطحطاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وهو ما فوت بعض العين وبعض نفعه لا كله فلو كله ضمن كلها یا غاصب نے کپڑا پھاڑا یعنی خرق فاحش
خرق فاحش وہ ہی جو فوت کرے کچھ کپڑے اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہی کہ
خرق فاحش میں مالک مختار ہی چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑ دے اور اسکی قیمت اُس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اُس سے تاوان لے
وفی خرق یسیر نقصه ولم يفوت شيئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عينه ليس غيره لقيام العين من كل وجه ما لم يجد فيه صنعة او يكون ربويا كما
ابدله الزيلعي اور یسیر پھاڑنے میں فقط نقصان ہی اور خرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوت نہیں کیا تو مالک نقصان کا تاوان لے لیوے کپڑا اپنے کے ساتھ
اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اسمیں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جسمیں
بیاج جاری ہو سکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو بشرح بیان کیا ہو ہم اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک کا
منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنی تخییر مالک سب چیزوں میں جاری ہی سوا اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہاں بسبب فاحش ہونے یا یسیر مالک
کی تخییر ثابت کرتی ہی اسواسطے کہ چیزوں میں بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین میں تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ ہو اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہی کیونکہ اُس سے
بیاج ثابت ہوتا ہی وبه يعلم جواب حادثة وهي غصبت حياصة فضة مموهة بالذهب فزال تموهها وتغير بالكسر فضمنها مموهة او اخذها بلا شيء لانه مال ربوي هكذا
اور اُس سے یعنی او یکون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہی جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہی کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہی سو اس کا
ملمع غاصب کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اسکا مختار ہی چوڑی ملمع دار کی ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع
استہلاک ہو اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو كان مكان الغصب شراء بوزنها فضة فلا رد لتعيبها ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فانه
نقل من صحيح بقاله شيخنا اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اُسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اسکا زائل ہو گیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب
عیب دار کر دینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہی اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے
تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ اکثر فقہاء نے اسکی تصریح کی ہی یہ کہا ہی ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنى او غرس فى ارض غيره
بغير اذنه امر بالقلع والرد لو قيمة الساحة اكثر كما مر اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اُسکے بلا اذن تو اُسکو عمارت ڈھانی اور درخت اکھاڑ
کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جاوے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہو عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وللمالك ان يضمن له قيمة بناء او شجر
امر بقلعه اى مستحق القلع فيقوم بدونهما ومع احدهما مستحق القلع فيضمن الفضل ان نقصت الارض به اى بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہو جاتی ہو
تو مالک کو جائز ہی ضمان دینا غاصب کو اُس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہی تو زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے بدون
عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھ اُس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہی سو جسقدر زیادت ہو دونوں قیمتوں میں اُتنا غاصب کو ضمان دے
ولو زرعها يعتبر العرف فان قسموا الغلة انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعليه اجر المثل واما فى الوقف فتجب الحصة او الاجرة بكل حال فصولين اور
اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اُسی رواج کا اعتبار
ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہی اور اُسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین
کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی الفصولین ہم ہر حال سے مراد یہ ہی کہ ناظر زراعت باقی رکھنے پر راضی ہو یا اُسکے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا رضا
مالک زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغه لا عبرة للالوان بل بحقيقة الزيادة والنقصان وهو كما قلته يضمن فالمالك
مخير ان شاء ضمنه قيمة ثوبه ابيض ومثل السويق غيره في المبسوط بالقيمة لتغيره بالقلي فلم يبق مثليا وسماه هنا مثلا لقيام القيمة مقامه كذا في الاختيار وقدمناه قرين

متن الجوہرۃ کپڑا غصب کیا پھر اسکو رنگا رنگنے کا بیان اعتبار نہیں بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پھر اسکو گھی سے
سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مبسوط میں قیمت ستو کی بھی مذکور کی ہے اسواسطے
کہ ستو میں بان کرنے سے مثلی باقی نہ رہا اور یہاں مصنف نے اسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اسکی قیمت کے مقام اسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان
کر چکے ہیں مجتبی سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی یا قیمتی ہونے میں دو قول ہیں فان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ والسمن لانہ
مثلی وقت اتصالہ بملکہ والصبغ لم یبق مثلیا قبل اتصالہ بملکہ لاختلاطہ بالماء مجتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا ستو لے اور جسقدر رنگ سے
کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اسکا اور گھی کا تاوان دے اسواسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نہ رہا قبل از اتصال
بملک مالک کے بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی المجتبی ورد غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول برئ عن ضمانہ غاصب کے غاصب نے
مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کما لو رد المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمۃ الی الغاصب
فانہ یبرأ ایضا لقیام القیمۃ مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہو گیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اسنے اسکی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ
ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے او کان قبضہ القیمۃ معروفا بقضاء او بینۃ او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق نفسہ وغاصبہ
عمادیہ اور قیمت سے غاصب ثانی اسوقت بری الذمہ ہوگا جبکہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہوں سے یا مالک کی تصدیق
سے نہ غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار
کریگا تو اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے درصورت اقرار مذکور قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب
اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اسکے اقرار کے غصب شیئا ثم غصبہ آخر منہ فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول وبعضہ من الثانی فانہ لہ ذلک
سراجیہ والمالک بالخیار فی تضمین ایہما شاء واذا اختار تضمین احدہما لم یملک ترکہ وتضمین الآخر وقیل یملک عمادیہ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے
غصب کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اسکو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیہ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے
پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کر لے تو پھر اسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ رہیگا اور بعضوں نے
کہا مالک رہیگا کذا فی العمادیہ الاجازۃ لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیا للبزازیہ
لکن نقل المصنف عن العمادیہ ان الاجازۃ تلحق الافعال ہو الصحیح قال وعلیہ فتلحق الاتلاف لانہ من جملۃ الافعال فلیحفظ اجازت لاحق نہیں ہوتی تلف کر دینے کو تو اگر
غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اسکو جائز رکھا یا میں راضی ہو گیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہوگا کذا فی الاشباہ منقولا من
البزازیہ لیکن مصنف نے شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی
اسواسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا ہے
حموی نے کہا بعضے افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الخشب کسرا فاحشا ملکہ
ولو کسرہ الموہوب لہ لم ینقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے لکڑی بکسر فاحش توڑی تو اسکا مالک نہ ہوگا اگرچہ اسکی قیمت زیادہ ہو جاے توڑنے سے کذا فی القنیہ
اور اگر لکڑی کو موہوب لہ توڑے تو واہب کے پھیر لینے کا حق منقطع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وفیہا اجر الغاصب ورد اجرتہا الی المالک تطیب لہ لان اخذ الاجرۃ اجازۃ
اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اسکو یہ حلال ہے اسواسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل القنیۃ
شارح کے استعار شاۃ فانقطع فی لبنہ فوصلہ بلا اذن المالک انقطع حقہ وعلی المستعیر قیمتہ منلا شرح وہبانیہ اگر عاریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا جیرے میں سو اس نے

جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہوگیا اور تغیر پوٹلے آٹے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیہ رکب دار غیرہ
لاطفاء حریق وقع فی البلد فانہدم شیء برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جو چڑھا ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اُس آگ بجھانے کو
جو شہر میں واقع ہوئی سو کچھ عمارت منہدم ہوگئی اُسکے چڑھنے سے تو اُسپر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو
اسکے دفع کرنے اور بجھانے کا حق ہے کذا فی الکبیرہ ولا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اسکی اجازت سے
مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم وفیما اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو
اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن مالک داخل ہونا اُس صورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اسکو خبر
کرونگا تو وہ اُسکو خود دبا لیگا حفر قبرا فدفن فیہا آخر میتا فہو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ وان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ وان وقفا
فکذلک ولا یکرہ لو الارض متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی سو اُسمیں دوسرے شخص نے مردہ گاڑ دیا
تو وہ تین صورتوں میں ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہے تو اُسکو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہے تو اُسکا قبر کھودنے
کی قیمت یعنی اُجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اُسکی اُجرت ثابت ہے اور یہ مکروہ نہیں اگر وہ زمین وقف کشادہ ہو اسواسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں
جانتا کہ کس زمین میں مریگا ہم دلوالجیہ میں ہے کہ ایک مرد نے مقبرہ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اُسمیں دفن کرنیکا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت
ہو تو اول شخص مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہ ہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت میں دفن کریگا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہے فقیہ ابو اللیث نے اسواسطے
کہ جسنے اپنے واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مریگا کذا فی الطحاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل مذکورۃ فی
الاشباہ جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اُسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو اشباہ میں مذکور ہیں
ہم منجملہ مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مریض کیواسطے مایحتاج خرید کرنا بغیر اُسکے اذن کے جائز ہے اور اسیطرح والد کو فرزند کے واسطے اُس کے
مال سے خرید درست ہے لیکن اور چیز سوائے طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں ہے اسواسطے کہ مایحتاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے دوسرا مسئلہ
یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پر بدون اُسکے اذن کے صرف کرنا اُس مکان میں درست ہے جہاں راستے قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور اُسپر ضمان لازم
نہ ہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق سفر میں مرگیا تو باقی رفیقوں نے اُسکا اسباب بیچا اور اُسکی تجہیز و تکفین اُسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اُس کے
وارثوں کو دیا تو اُنپر ضمان نہیں غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ الذئب ضمنہ کما فی معایاۃ الوہبانیۃ شعر وغاصب شیء کیف یضمن غیرہ + ولیس لہ فعل بہ غیر + گدی
ایک شخص نے غصب کی سو اُسکا بچہ اُسکے پیچھے لگا چلا گیا سو اُسکو بھیڑیا کھا گیا تو غاصب پر اُسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی چیستان میں یوں کہا
ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اُسکا ایسا فعل نہیں جس سے وہ تغیر ہو جاوے ہم عالمگیری میں ہے کہ غیر کی گدھی بلا اجازت ہانک
لے گیا اور بھیڑیا اُسکا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہوگیا اور اُسنے مالک کو گدھی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدھی کے ساتھ ہانک لیگیا ہو تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر
بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اُسکے ہانکنے کے تو اُسپر بچہ کا تاوان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدھی کے ساتھ
بچہ کو بھی وہ ہانک لیگیا ہے اسواسطے وہ ابتدا غاصب ہوا شعر وغاصب نہر لم نسد نہرہ + ولم تہروا لاہر لا تطہر + اور نہر کے غاصب کو اُسمیں سے پانی درست ہے یا نہیں
اور کیا وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہیں ہم سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اُسکے مکان کو ہٹایا ہو تو اُسمیں سے پانی پینا اور وضو
کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہوگیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اسواسطے کہ نہر میں سے ہر شخص کو پینا اور وضو کرنا درست ہے اور دوسرے سوال کا
جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحاوی من شرح الوہبانیہ فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی تتمہ میں غیبہ ومن فتح بابا لا تکلم

ہو زنا ملکا مستندا الی وقت الغصب فیظہر ان الاکساب لا الاولاد للغاصب جو غصب کیا اسکو غاصب نے غائب کر ڈالا اور اسکی قیمت کا مالک کو تاوان دیا تو ہمارے نزدیک وہ اسکا مالک ٹھہریگا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیاں حلال ہونگی نہ اولاد مغصوب کذا فی الملتقی والقول له بیمینه لو اختلفا فی قیمته ان لم یبرہن المالک علی الزیادۃ اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا ہو بشرطیکہ مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برہن او برہنا فللمالک ولا تقبل بینة الغاصب لقیامها علی نفی الزیادۃ ہو الصحیح زیلعی پھر اگر مالک گواہ لایا یا دونوں گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی زیادت پر قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواہر لو قال الغاصب والمودع المتعدی لا اعرف قیمته لکن علمت انها اقل مما قاله فالقول للغاصب بیمینه ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح میں بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع متعدی کہے کہ میں مغصوب اور ودیعت کی قیمت نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ قیمت اسکی اُس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسیطرح مودع کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاویگا ہم بحر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارہ تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اُس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادۃ فان نکل لزمته پھر اگر غاصب قیمت مجہولہ بیان نہ کرے تو اُس سے نفی زیادت پر قسم لیجاویگی سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی الزیادۃ اخذہا اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظہر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع القیمة او ردہ واخذ القیمة وہی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر دینا اور اُس سے قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظہر المغصوب وہی ای قیمته اکثر مما ضمن او مثله او دونہ علی الاصح عنایه فالاولی ترک قوله وہی اکثر وقد ضمن بقوله اخذہ المالک ورد عوضه او امضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور حالانکہ اسکی قیمت زیادہ تر ہے اُس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اسکے یا کمتر ہے اُس سے بقول اصح کذا فی العنایه اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہے اسی قول کے موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا صاحب عنایه کی روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکسان ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب ولو قیمته اقل للزومه باقرارہ ذکرہ الوانی نعم متی ملکه بالضمان فله خیار عیب ورؤیة مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی محشی الدرر ہان جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اسکو خیار العیب اور خیار الرویة ثابت ہے کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرویة اسکو لازم ہوا چاہیے ولو ضمن بقول المالک او ببرہانه او نکول الغاصب فهو له ولا خیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اُسکے گواہ لانے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اُسمیں اختیار باقی نرہیگا اُسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اُسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنه المالک نفذ بیعه گر غاصب نے مغصوب بیچ ڈالا پھر مالک نے اسکا تاوان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاویگی وان حرر ای الغاصب لا تحریر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایه ثم ضمنه لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پھر مالک نے اُس سے اسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہے

بیع

كزوائد المغصوب والزوائد المغصوب مطلقا متصلة كالسمن والحسن ومنفصلة كالدر والثمر امانة لا تضمن الا بالتعدي او المنع بعد الطلب لان المالك لانها امانة اور
مغصوب کی زوائد مطلقاً خواہ زوائد متصلہ ہوں چنانچہ فربہی اور خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہوں چنانچہ دودھ اور پھل امانت ہیں غاصب کے
پاس انکا تاوان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت
ہیں ہم بیان دعویٰ اور دلیل ایک ہی ہو گیا تو اگر شارح یوں کہتا کہ زوائد میں اسواسطے تاوان نہیں کہ انمیں غصب متحقق نہیں تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی
والمطالبة للمتصلة لا تعتبر اور اگر مالک نے زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تاوان نہیں وما نقصت الجارية بالولادة مضمون ويجبر بالولد بالقيمة او بالغرة ان في به
الا فبقدر حسابه اور جاریہ مغصوبہ کی جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جاویگا اور لونڈی کا جبر نقصان اسکے
ولد کی قیمت یا اسکے غرہ سے کیا جاویگا اور اگر اسکے ساتھ برابر ہو اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کم ہو تو اُس کے حساب کے موافق ضمان سے ساقط
کیا جاویگا یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درم تھی اور ولادت سے ساٹھ درم قیمت رہ گئی تو اگر اسکے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہو تو جبر نقصان ہو گیا لونڈی اور اسکا
ولد مالک کو پھیر دیا جاوے غاصب پر کچھ تاوان لازم نہ ہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہو تو ۴۰ سے اسقدر ساقط کر کے ۱۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا
قیمت سے جبر نقصان اسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو والا غرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ
پیٹ سے گر پڑا تو اُسپر غرہ یعنی دیت واجب ہو گی اسی سے جبر نقصان کیا جاویگا ولو ماتت وبالولد وفاء كفى هو الصحيح اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مر گئی
اور اسکے ولد کی قیمت اسکی قیمت کے ساتھ برابر ہو تو یہی کفایت ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہیں ولو زنى بامة مغصوبة اي غصبها
فردها حاملا فماتت بالولادة ضمن قيمتها يوم علقت زنا کیا اس جاریہ سے جسکو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مر گئی
تو غاصب پر اسکی اس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اسکی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی ہم چونکہ رد فاسد تھا لہذا اسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اسنے غصب کی تھی
تو اسمیں تلف ہوجانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اسنے پھیر دی تو سبب تلف اسمیں موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرة لانها لا تضمن بالغصب
ليبقى ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف حرہ مغصوبہ کے پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کر کے حاملہ اسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مر گئی تو غاصب کے
ضمان نہیں اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہے تا کہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے اور وہ بالمحمومة فماتت لا تضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور
حالانکہ اسکو تپ تھی سو وہ مر گئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطے کہ تپ میں غاصب کا کچھ دخل نہیں وكذا لو زنت عنده فردها فجلدت فماتت بالحق اور اسیطرح
غاصب پر ضمان ہوتا نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی اور شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اسپر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو
وہ اسکے سبب سے مر گئی کذا فی الملتقی ہم زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا لو زنى بها وحبلت لا يثبت النسب والولد رقيق ورد له
اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت نہ ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر وبخلاف منافع الغصب استوفاها او عطلها
فانها لا تضمن عندنا اور بخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا انکو معطل چھوڑا ہو انکا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ہم وجود ہے
بعض المتون ومنافع الغصب غير مضمونة الخ لكن لا يلائمه ما يأتي من عبارة المسلم الخ مع انه مختصر منه اور متن کے بعض نسخوں میں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غير
مضمونة الخ لیکن اس عبارت کو وہ عبارت جو آگے آویگی یعنی علامت کے ناظر مسلم کا مناسب نہیں باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اسکو غور کر الا في ثلاث
فيجب اجر المثل على اختيار المتاخرين ان يكون المغصوب وقفا للسكنى او للاستغلال منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اجر مثل واجب ہو
بموجب اختیار کرنے فقہائے متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کیواسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہو او
مال يتيم الا في مسئلة سكنت امه مع زوجها في داره بلا اجر فليس لها ذلك ولا اجر عليهما كذا في الاشباه معزيا للوصايا الخانية یا مال یتیم کہ منافع مغصوب میں اجر مثل

واجب ہو گا اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو رہنے کو یہ جائز نہیں اور اسپر کرایہ بھی نہیں ہے چنانچہ
اشباہ اور قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہے قلت وتستثنى ايضا سكنى شريك اليتيم فقد نقل المصنف وغيره عن القنية انه لا شي عليه وكذا الاجنبي بلا عقد وقيل في دار
اليتيم كالوقف انتهى یعنی کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنی ہے اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہے
کہ شریک یتیم پر کچھ واجب نہیں اور اسیطرح اس اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد اجارہ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے وجوب
اجرت میں مطلقا انتهى قول المصنف منسوب ابو السعود کہا یہی قول معتمد ہے کہ مال یتیم وقف کے مانند ہے تو در حقیقت کچھ استثنا نہیں قلت ولكن حمل كلام القنية
على قول المتقدمين بعدم اجرته واما على قول المتاخرين انها كالوقف فتجب الاجرة على الشريك والزوج لكون سكنى المرأة واجبة عليه وهو غاصب لدار اليتيم فتلزمه الاجرة
وبه افتى الحانوتي یعنی کہتا ہوں اور استثنا کے دونوں مسئلوں کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہے اور متاخرین کے قول معتمد پر یہ ہے کہ یتیم کا گھر
وقف کے مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اسکی ماں کے شوہر پر واجب ہو گی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر یتیم کا غاصب
ہے تو اسپر کرایہ لازم ہو گا اور اسی قول کا فتوی دیا ہے ابن نجیم صاحب اشباہ نے تم اور اگر یتیم کی ماں اسکے گھر میں رہے در صورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہ ہو تو اس پر
اجرت نہیں كذا في الطحطاوي عن الحموي وفي الحموية من التفصيل لو اليتيم يقدر على المنع فلا اجر والا فعليها غير ظاهر اور حموی میں جو یہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع
پر قادر ہے اور اسنے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو زوجہ پر اجرت واجب ہے غیر ظاہر ہے تم قول مذکورہ کی ظاہر اغیر ظاہر ہونے کی یہ وجہ
ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور عدم منع لائق اعتبار کے نہیں ہے وعليه فهو عليها لا عليه كما افاده في تنوير البصائر اور بموجب اسکے یعنی بموجب قول معتمد کے تو اجرت
زوجہ پر واجب ہے نہ یتیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تنویر البصائر میں مذکور ہے یعنی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانية
ان مسئلة الدار كمسئلة الارض وان الحاضر اذا سكن فيها اذا كان لا يضر بها فللغائب ان يسكن قدر سكنى شريكه قالوا وعليه الفتوى پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ
سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے موجب ہے اور شریک حاضر جبکہ گھر میں سکونت کرے جس صورت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو
جائز ہے کہ اسمیں بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علما نے کہا اور اسی پر فتوی ہے ہم عمادیہ میں مذکور ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نہ کرے نفع کرے
تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین میں زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندی مالک کی ایسی
صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہے اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہیں كذا في الطحطاوي او معدا اي اعده صاحبه للاستغلال ان
بناه لذلك او اشتراه لذلك قيل او اجره ثلث سنين على الولاء یا اس مغصوب کے منافع کے اجرت مثل واجب ہے جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اسکے مالک نے اسکو
تیار کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح پر کہ اسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضوں نے کہا یا اسکو اجارہ دیا ہو (کرایہ لینا) تین برس على الاتصال في
الاشباه لا تصير الدار معدة له باجارتها ثلاث سنين وله بناها له ولا باعداد البائع بالنسبة للمشتري اور اشباہ میں ہے کہ گھر استغلال کے واسطے مہیا نہیں ٹھہر جاتا اس کے
اجارہ دینے سے بلکہ اسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے نسبت مشتری استغلال کیواسطے ہوسکتا ہے ويشترط علم المستعمل بكونه
معدا حتى يجب الاجر استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہے تب اجرت مثل واجب ہو گی والا لكون المستعمل مشهورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہ شرط ہے کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو ہم اور اگر مشہور ہو گا غصب میں تو اسپر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اور دونوں
مسئلوں کی وجہ یہ ہے کہ اسنے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کرکے كذا في الطحطاوي قلت ولو اختلفا في العلم وعدمه فالقول له بيمينه لانه منكر والآخر مدع میں کہتا
ہوں اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کے واسطے بنا ہے اور رہنے والا کہتا ہو
کہ مجھکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اسکی قسم کے ساتھ مقبول ہو گا اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور دوسرا مدعی ہے اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہے نہ مدعی کا قال شيخنا وبه

رب الدار بيعه لا يبطل الاعداد ہمارے اُستاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اُسکے بیچ ڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہوجاتا ہے
ولو بنى لنفسه ثم اراد ان يعده فان قال بلسانه وشهر الناس جاز ذكره المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اُسکو کرایہ کے واسطے مہیا
کرے تو اگر وہ اپنی زبان سے کہے اور لوگوں کو اسکی خبر کرے تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے الا في المعد للاستغلال فلا ضمان فيها فان سكن
بتاويل ملك كبيت سكنه احد الشركاء في الملك ولو ليتيم كما مر عن القنية قنية مگر اُس گھر میں ضمان نہیں جو کرایہ کیواسطے تیار ہوا جبکہ اسمیں کسی شخص نے سکونت
کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جسمیں شرکا مالک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب ذکر ہو چکا ہے قنیہ سے
تو خبردار رہنا شارح نے خبردار کردیا اس بات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر بنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت میں اما في الوقف
اذا سكنه احدهما بالغلبة بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے مکان میں جبکہ ایک شریک اسمیں سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او عقد
كبيت ارتهنه اذا سكنه المرتهن ثم بان للغير معدا للاجارة فلا شىء عليه یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص
کا ہو اور اسکا لیکہ وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہو تو مرتہن پر کچھ ضمان نہیں لكن لو اجر الغاصب لاحد فعلى المستاجر المسمى لا اجر المثل ولا يلزم الغاصب الاجر بل يرد ما قبضه
للمالك اشباه وقنيه باقی رہی یہ بات کہ غاصب نے صورت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین دا
ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا في الاشباه والقنية وفي الشرنبلالية ينبغي الافتاء بالضمان
بضمن الاجرة كما لو سكن وشرنبلالیہ میں ہے اور اسمیں انتظار اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے گا اجرت کا ضامن ہوگا
چنانچہ سکونت کے حال میں و بخلاف خمر المسلم وخنزيره بان اسلم ذمي او اتلفهما مسلم او ذمي فلا ضمان لو برخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے
اسطرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اُس کی ملک میں باقی رہے جبکہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کرڈالے تو ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے حق
میں شراب اور سور مال متقوم نہیں وضمن المتلف المسلم قيمتها لان الخمر في حقنا قيمي حكما لو كانا لذمي اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنیوالا دونوں کی قیمت
کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی ملک ہوں قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ہم
ضمان ہوا اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیوں کے حق میں شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اسکی تملیک اور تملک سے ممنوع
ہے لہذا اسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف غير الامام او مامورہ يرى ذلك عقوبة فلا يضمن ولا الزق خلافا للمجتبى ضمان اُسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا
بادشاہ یا اُسکا مامور نہ ہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک کے تلف کرنیکا برخلاف مجتبی کے کذا في المجتبى یعنی اگر بادشاہ
یا اُسکا مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کرڈالے باعتبار تعزیر کے تو اُسپر ضمان نہیں منح الغفار میں ہے کہ ذمی نے دارالاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع
علانیہ کی تو اسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اُسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہ کرے تعزیر جانکر تو اُسپر تاوان نہیں بیشک
کما نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان في ميتة ودم مطلقا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں مطلقا تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے
نزدیک یہ چیزیں مال نہیں بخلاف مالو اشتراها اي الخمر منه اي الذمي وشربها فلا ضمان ولا ثمن لانه فعله بتسليط بائعه بخلاف غصبها مجتبى برخلاف اسکے
مسئلہ کہ اگر شراب ذمی سے خرید کی اور پی تو نہ اُسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہ فعل اُسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب
کرنے کے کہ اسمیں تسلیط مالک نہیں لہذا اُسپر ضمان ہے کذا في المجتبى وفيه اتلف ذمي خمر ذمي ثم اسلما او احدهما لا شىء عليه الا في رواية عليه قيمة الخمر اور مجتبی میں ہے کہ ذمی
دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنیوالے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اُسپر تاوان مذکور ہے غصب
خمر مسلم فخللها بما لا قيمة له كنقله او ملح يسير لا قيمة له او شمس او غصب جلد ميتة فدبغه به بما لا قيمة له كتراب وشمس اخذهما المالك بلا شىء اگر شراب مسلمان کی

غصب کی چیز اسکو سرکہ بنایا اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں جیسا کہ تھوڑے سے گیہوں یا تھوڑا نمک ڈالا کہ جسکی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ میں رکھکر یا مُردار کی کھال غصب کی پھر اسکی دباغت کی اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں جیسا کہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو بلا قیمت لیگا ولکن لو اتلفہما ضمن الا لو تلفا ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہوں تو اُسپر ضمان نہیں وفی شرح الوہبانیہ لیضمن قیمتہ مدبوغا وعندہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دیگا اور اسی قول پر ملتقی میں اعتبار کیا ہے ہم یہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو خللہا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ ولا شیء علیہ لانہ حلالا فاتلفہا اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے جیسا کہ زیادہ نمک اور سرکہ ڈالا تو غاصب اسکا مالک ہوجاویگا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں برخلاف صاحبین کے ولو دبغ بہ بذی قیمۃ کالقرظ والعفص اخذ الجلد المالک ورد ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی جیسا کہ ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اسکو لیگا اور بقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دیگا وللغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو اتلفہ لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا جیسا کہ اس صورت میں ضمان نہیں اگر وہ خود بخود تلف ہوجاوے ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہیں مردار کے تلف کرڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اُس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اُس شخص کا ہو جو اسکو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا کذا فی الملتقی یہ اسلئے کہ حجت الزامی کا اعتبار حنفی مذہب کو ثابت ہے اور حجت حنفیہ یہ ہے کہ اسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معزف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اسکی قیمت کا یعنی گھڑی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اُسکی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا جمع معازف جیسا کہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہ ہے کہ دف توڑنے میں اُس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف میں روٹی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں اُس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمیں ثرید وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ السکر والمنصف یجیء بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ میں سکر اور منصف کا بیان آویگا سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جبکہ وہ گاڑھا ہوجاوے اور منصف وہ ہے جو آدھا جلجاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الہدایہ وصح بیعہا کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان نہیں اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیوں کا طبل خلاصہ کی کتاب الحظر میں یہ زیادہ کیا ہے اور شکاریوں کا طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی میں مباح ہے تو اسکے توڑنے میں بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ ونحوہا کالکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل والعبد الخصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور اسکے مانند کی جیسا کہ ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اُڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اس طرح پر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت کر ہوں ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب کو اسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت

اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سومی حصہ ہے حل قید عبد غیرہ او رباط دابتہ او فتح باب اصطبلہ او قفص طائرہ فذہبت ہذہ المذکورۃ
او سعی الی السلطان بمن یوذیہ و الحال انہ لا یدفع بلا رفع الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیہ او قال السلطان قد یغرم وقد لا یغرم
فقال انہ وجد کنزا فغرمہ السلطان شیئا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اسکے جانور کے باندھنے کی رسی کھول
دی یا اسکے اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا اسکے چڑیا کے پنجرے کی کھڑکی کھولدی سو یہ سب چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے اپنے آدمی کی چغلی کھائی
جو اسکو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ جھگڑا نہیں جاتا یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا
کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہدیا کہ فلان شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس موذی یا فاسق پر یا خزانہ
پانیوالے پر کچھ ڈانڈ ڈالدیا تو ان تمہیرون سے ان سب صورتون مذکورہ بالا مین تاوان نہ لیا جاویگا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ
ڈالنے کا ولو غرم السلطان افتی بمثل ہذہ السعایۃ یضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیا ہو تو تھا اور یقینا اسطرح کی چغلی سے تو مفتی بہ ضمان دینے وکذا لغرم لو تکلم
بغیر حق عند محمد زجرا ہو الراعی للساعی و بہ یفتی وعزر ولو الساعی عبد الطولب بالعتق اور ایسی صورت مین ضمان لازم آتا ہے مفتی بہ پر محمد کے نزدیک اگر اسنے ناحق چغلی کہائی
تو بسبب ضمان مفتی بہ کا زجر اور تنبیہ کے واسطے ہے تا دوبارہ مرتکب نہو اور ساعی قول پر مفتی ہے اور اسکو تعزیر دیجاوے اور اگر چغلخور غلام ہو تو اس سے تاوان کا
مطالبہ کیا جاتا آزاد ہونے کے بعد ولو مات الساعی فللمسروق ان یاخذ قدر الخسران من ترکتہ ہو الصحیح جواہر الفتاوی اور اگر چغلخور مرگیا تو اسکو جسکی اسنے
چغلی کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اسکے متروکہ سے لیوے یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی ونقل المصنف انہ لو مات المشکو علیہ بسبب ... غرم
الشاکی دیۃ لا لو مات بالضرب لندرۃ وقد مر فی باب السرقۃ اور مصنف نے اپنی شرح مین نقل کیا ہے عمادیہ سے اور جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مرگیا
ہیبت پڑیکے سے اسکے خوف کے سبب تو شکوہ کرنے والا اسکی دیت کا تاوان دیگا نہ تاوان دیگا اس صورت مین کہ اگر ضرب سے وہ مرگیا بسبب ندرت ہونے
ضرب کے اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقہ مین امر شخص عبد غیرہ بالاباق او قال لہ اقتل نفسک ففعل ذلک وجب علیہ قیمتہ ایک شخص نے غیر کے غلام کو
بھاگ جانیکا امر کیا یا غلام سے اسنے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اسنے اپنی جان ہلاک کی تو اس شخص پر قیمت غلام کی واجب ہوگی ولو قال لہ
اتلف مال مولاک فاتلفہ لا یضمن الآمر والفرق ان بامرہ بالاباق والقتل صار غاصبا لانہ استعملہ فی ذلک الفعل و بامرہ بالاتلاف لا یصیر غاصبا للمال بل للعبد وہو قائم لم
یتلف وانما التالف بفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولی کا مال تلف کر سو اسنے تلف کیا تو امر کرنے والا شخص تاوان نہ دیگا اور
فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ مین یہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل مین اور اتلاف
مال کے امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا لاکن غلام موجود ہے تلف نہیں ہوگیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا ہے الحاصل ان
الآمر لا ضمان علیہ بالامر الا فی مسئلۃ اذا کان الآمر سلطانا او ابا او سیدا او المامور صبیا او عبدا امرہ باتلاف مال غیر سیدہ واذا امرہ بحفر باب فی حائط الغیر فغرم
الحافر رجع علی الآمر اشباہ اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چند امر کرنیوالون پر ضمان ہے جبکہ آمر بادشاہ ہو یا باپ یا مولی یا
مامور غیر ... یا وہ غلام جسکو آمر نے موصلہ کے سوا اور کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جبکہ اسکو غیر کی دیوار مین دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو کھودنے
والا تاوان دیگا اور کھودنے والا امر کرنیوالے سے پھر لیگا کذا فی الاشباہ ہم سلطان آمر پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اسکا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر مین
اطاعت نہ کرونگا تو وہ عقاب کریگا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر آمر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند نابالغ کو امر کیا کہ
اسکی زمین مین آگ جلاوے سو اسنے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ مین جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر
اس صورت کا دلالت کرتا ہے کہ ظاہر باپ کا فرزند بالغ کیواسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اسکو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد

ہو نہ آزاد اور آمر صبی کی صورت میں ہے کہ مولی نے غلام مامور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اسکا آمر پر لازم ہوگا اور غیر مامور کی صورت میں کہ بچہ مجبور ہے
کہا کہ اس درخت پر چڑھ جا اور میرے واسطے پھل توڑ کر پھینک دے چڑھا اور گر پڑا اور اسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور سبب یا مرنے کا غاصب نہ کوئی ہو چکا جامع الفصولین
میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھول دے یا میری بکری ذبح کر دے تو ضمان اسکا آمر پر نہ ہوگا ضرر پڑا اور اگر یون نہ کہے کہ میرے واسطے
کھول تو ضمان آمر پر نہ ہوگا یعنی مامور پر ہوگا کذا فی العمادی استعمل عبد الغیر بغیر اذنه بان ارسله فی حاجة وان لم یعلم انه عبد او قال ذلک العبد الذی استعملنی
ضمن قیمته ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اسکو اپنی حاجت میں بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام
نے کہا جسکو اسنے اپنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اسکی قیمت کا تاوان دیگا اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہر گیا تھا
رجل الی آخرہ قال له رجل فاستعمله فی عمل فاستعمله فہلک ثم ظہر انه عبد ضمنه علم او لم یعلم لانه استعمله فی عمل نفسه اور عمادیہ میں ہے کہ ایک مرد دوسرے کے پاس آیا اور بولا کہ
میں آزاد ہوں سو مجھسے کوئی کام لے سو اسنے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو
اسوقت ہے جبکہ اسنے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعمله لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیه لانه لا یصیر به غاصبا کقوله العبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش
فتاکله انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لتاکله انت وانا ضمن قیمته لانه استعمله فی نفعه اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو آمر پر ضمان نہیں
اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہیں ہو جاتا چنانچہ اسکے یون کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زردآلو کو جھاڑ تاکہ تو کھائے سو غلام گر کے مر گیا تو آمر
پر ضمان نہ ہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کھائے اور میں تو اسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اسنے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا ام الطحاوی نے کہا تعلیل خیر
میں گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع میں مستعمل نہیں غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فعیب بالاولی فمات من ذلک ضمن
قیمة العبد عاقلة الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مر گیا اس
فصد کے زخم سے تو فصاد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا ہم اسواسطے ضمان واجب ہوا
کہ غلام کا اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیته علی عاقلة الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے
صغیر نابالغ کی فصد کھولنے اور اسکے مرجانے میں تو اسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کما فی العمادیہ فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا غصب عبدا ومعه مال المولی صار
غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابه تبعا لضمان عینه بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اسکے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہا نے
کہا کہ غلام کے کپڑون کا غاصب تاوان دیگا باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اس کے
کپڑون کا وفی الوہبانیة شعر ولو نسی المحرفات یضمن نقصها + ونسی القرآن والشارح یذکر + اور وہبانیہ میں ہے اور اگر غلام مغصوب پیشیون کو بھول گیا تو اسکے نقصان
کا غاصب تاوان دیگا اور اگر قرآن بھول جائے یا غلام جوان بوڑھا ہو گیا تو اسی طرح ضمان ہے مذکورہ مسائل مذکورہ میں علت شاملہ ذات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے
مالیت زیادہ ہوتی ہو شعر ولو ظلم الدلال قیمة سلعة + فقوم للسلطان انقص تخسیر + اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کم قیمت اسکی بیان کرے
تو وہ تاوان لازم ہوگا شعر وتلف احدی فردتین لیسلم + البقیة والمجموع منه تخسیر + اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی تاوان
اور کل کی ضمان کو وہ حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ چیزین ہیں جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہو سوے بدون دونون کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے
اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد ان میں سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اس سے لے قلت وعن ابی یوسف
لا یضمن الا المختلف التی اتلفها وفی البزازیة ہو المختار واقرہ الشرنبلالی میں کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ غاصب سے تاوان نہ لیا جاوے مگر ایک ہی
موزے کا جسکو اسنے تلف کر دیا اور بزازیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے وذکر فی الفیدان السلطان لیس بقید وانه ینبغی القول بین

القاضی ایضاً سیاتی استبدال الوقف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بیت میں تضمین قیمت دلال میں سلطان قید نہیں ہے اور یہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے واللہ اعلم دہم یعنی اموال یتامی اور ویران اوقاف کی قیمت ٹہیرون اور دلالون اور حاکمون کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہیں اور اسمین غبن فاحش ہوتا ہے اور قاضی انکا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات میں تو اسوقت میں لائق یہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہوجیے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی مختصراً خاتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مرگیا تو اسکا مؤاخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ اگر تجارت سے کا دین ہے تو امید ہے کہ مواخذہ نہ ہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اسپر دین تھا اور وہ بھول گیا اور اسکا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھولکر مرگیا تو ماخوذ ہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اسکا باپ مرگیا تو فرزند سے آخرت میں مواخذہ ہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ واجبہ باقی رہا۔ اگر مسلمان کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت میں بڑا ہوگا اور جھگڑا ذمی کا قیامت میں سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر ذمی رہیگا ہمیشہ اور عیر کفر کے عذاب سے اسپر تخفیف ہوا کرتی یا بسبب اسکی حق تلفیون کے تو اس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہے اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر اور غاصب اگر غائب مغصوب مین بیمار ہو تو اسکی عیادت کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اسمین مسجد بنائی اور دکانین اور حمام تو اس مسجد مین نماز کا پڑھنا ان مشائخ کے نزدیک نہیں لیکن حمام مین نہانا چاہیے اور دونون کا کرایہ نہ لینا چاہیے مگر خرید کرنے کیواسطے دکانون میں جانا جائز ہے ہشام نے کہا میں مکروہ جانتا ہون نماز اس مسجد میں یہان تک کہ اسکے مالک راضی ہوجاوین اور ان دکانون کو خرید کرنا بھی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگر ان دکانون میں بیٹھے ہیں مقصود ہے جانا کہ انکی گواہی قبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم وتم بعونہ الاکرم

کتاب الشفعۃ

یہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل میں مناسبتہ تملک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سے ملک ہوتا ہے غیر کے مال کا بدون اسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ہے انہ الضم شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہے یعنی ملانا مزایلی نے کہا شفعہ ماخوذ ہے شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوۃ والسلام ہے گنہگارون کے واسطے اسلیے کہ حضرت کی شفاعت سے مذنبین فائزین کے ساتھ ملین گے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنے ملک کے ساتھ ملاتا ہے لہذا اسکا نام شفعہ ٹھہرا وشرعاً تملیک البقعۃ جبراً علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا فبقیمتہ اور شرع مین شفعہ عبارت ہے تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا اور یہ تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اسکی قیمت کے ہم مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہوگیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اسمین شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے وسببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسایگی کی جہت سے ہم خواہ شرکت نفس مبیع مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ تا آدمی اپنی شفعہ کی ہمسایگی سے تکلیف نہ پاوے وشرطہا ان یکون المحل عقاراً اور شفعہ کی شرط یہ ہے کہ محل عقار ہو ہم درالمنتقی مین ہے کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہے تو عقار مین کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اسکی راہ اصل مین نہ ہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی اسواسطے کہ انمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مین حق القرار مین العقار عن الکل کذا فی الطحطاوی مثلاً کان او علواً شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو

یا اوپر کا مکان ہم شفعہ بالا خانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک ہیں سفل اور علو میں ایک شریک نے بالا خانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا
شریک اسکا شفیع ہوگا بسبب جوار کے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحق بالعقار بما لہ من حق القرار و شفعہ ثابت ہے اگرچہ
بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہو اسواسطے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہے اسواسطے کہ اسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر ثم اگر منزل بالا اور
منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہو تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہے اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اسکی دوسری راہ ہے تو استحقاق شفعہ
بسبب … کے ہے اور منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل
زیرین ایک شخص کی ہو اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں دونوں کے پاس گھر … ہے تو اسمین دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی و ما جزم بہ ابن الکمال
فی اول باب ما ہی فیہ من البناء اذا بیع مع حق القرار ملحق بالعقار فردہ شیخنا الرملی … انتہی بعد ما عزاہ للبزازیہ وغیرہا فلیحفظ اور وہ جو ابن کمال نے اس باب کے
اول میں جسکے اندر شفعہ ہے اسکا یقین کرلیا ہے کہ جب بیچی جاوے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اسمین شفعہ ثابت ہے سو اس کلام کو
ہمارے استاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہے اور فتوی دیا ہے عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا اتباع ہو کر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال
یہ ہے کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت وقت یا متولی سے شرط کرلیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے
نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہے لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور خیریہ اور قنیہ میں عدم شفعہ صحیح ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہے وقف کی زمین
میں تو اسکے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اسکے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحطاوی … اور کہنا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین
عند وجود سببہا و شرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہے شفیع کا بائع یا مشتری سے وجود سبب اور شرط شفعہ کے ہم یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہو اور شفعہ معاوضہ
اور بیع عقار ہو و حکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب و لو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہونا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند
سال کے بعد ہو ہم سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اسکو بیع کا حال معلوم نہو و صفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ
شراء مبتدأ فیثبت بہا ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رؤیۃ و عیب اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتداء خرید کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت
ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ پھیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے تجب لہ لا علیہ … شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفیع کی منفعت کیواسطے
نہ اسپر مضرت ہونیکو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کردیا کہ یہاں وجوب یعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفیع
شفعہ طلب نہ کرے تو اسپر کچھ گناہ نہیں بعد البیع و لو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما یاتی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمین مالک
کا حق منقطع ہو گیا چنانچہ آگے آویگا ہم بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے او بخیار المشتری
یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں و تستقر بالاشہاد فی مجلس ای
طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہوجاتا ہے گواہ کرنے سے اسکی مجلس میں یعنی طلب مواثبہ کی مجلس میں فلا تبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ
کر لینے کے یعنی بعد اشہاد کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہ ہوگا ہم جیسا ظاہر مذہب مفتی بہ کے و تملک بالاخذ
بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ ملا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہو جاتا ہے لینے سے باہم کی رضامندی
سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے بمجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ
درر میں ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہے ہم شارح نے بیان عطف سے شبہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھیگا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے
سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے و یقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب

ہوتا ہے بقدر رؤس شفعا رکھے نہ اعتبار ملک شفیعون کے برخلاف مذہب شافعی ہم عدد رؤس شفعا اور بقدر املاک کی صورت یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصون مین
شترک ہے ایک کا حصہ اُسمین نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس ہے صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونون شریکون نے
شفعہ طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا اعتبار انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونون مین اخماس
کا حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونون شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین
کذا فی الدر یعنی حقیقۃ شفیع ہونگے برابر حصہ پاوینگے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخلیط متعلق تجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے
خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع مین شارح نے کہا الذی للخلیط کا تجب سے متعلق ہونا ہم یہان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا ثم الی لم
یقسم او یسلم لذی حق فی المبیع وہو الذی قاسم وبقیت لہ شرکۃ فی حق العقار کالشرب والطریق فانما یعنی بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہ ہو یا ہو مگر شفعہ کی
کے واسطے مبیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہے جو حق مبیع مین شریک ہو اور حق مبیع کا شریک وہ ہے جسنے تقسیم کر لیا ہو
لی اور اسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی جیسے شرب یعنی پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقولہ کشرب نہر صغیر [illegible]
فیہ السفن وطریق لا ینفذ پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی جیسا کہ پانی کی باری اس چھوٹی نہر کی جسمین کشتیان نہ
نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو عاما لا تشفع بہما تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو
ان دونون شریکون کے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیان شرب نہر مشترک بین قوم لیستقی اراضیہم منہ بیعت ارض منہا فلکل اہل الشرب الشفعۃ ولو النہر عاما او [illegible] فالشفعۃ
للجار الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگون مین کہ انکی اراضی اس سے سینچی جاتی ہین ان اراضی مین سے
ایک کھیت بکا تو سب پانی لینے والون کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگون کا حق ہے اسکی خرید مین اور اگر نہر عام ہے جسمین کشتیان چلتی ہون اور
باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والون کا وہان کی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان کیا
اسکے ظاہر ہونیکے سبب سے ثم لجار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ
ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو بابہ فی سکۃ اخری وظہر دارہ لظہرہا فلو بابہ فی تلک السکۃ فہو خلیط کما مر جار ملاصق وہ ہے جسکا دروازہ دو
کوچہ مین ہو اور اسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہو تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط ہے حق مبیع مین نہ
جار ملاصق چنانچہ مذکور ہوچکا اگرچہ اسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان شترک
ہو دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جبکہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک
احق ہے شفعہ کے ساتھ پھر اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہین کوچہ کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی
تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدر طحطاوی مین ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس
مین مذکور ہے الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع
ہے اور خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب اسکی یون مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار
پھر شریک فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہو اور دونون دیوارون
مین راہ نہین چاہئے بسبب تنگی گھر کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون مین طریق نافذہ ہو تو اس ہمسایہ کا شفعہ نہین آتی وہ واضح ہے عبارت ۱۲
شریک فی خشبۃ علیہا جار اور رکھنے والا دہنیون کا دوسرے کی دیوار پر اور اس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الہدایہ

والکافی ولو فی بعض الجدار فشریک یلتحق فی قلت لکن قال المصنف ولو کان لبعض الجیران شرکة فی الجدار لا یتقدم علی غیرہ من الجیران لان الشرکة فی البناء
المجرد بدون الارض لا یستحق بها الشفعة اور اگر دیوار کی ذات مین شرکت ہو تو وہ شریک ہی نہ ہمسایہ مین کہتا ہون لیکن مصنف نے اپنی شرح مین کہا
کہ اگر ہمسایون مین سے ایک ہمسایہ دیوار مین شریک ہو تو اور ہمسایون پر مقدم نہ ہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے
استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا ہم امتی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہی جبکہ زمین بھی مشترک ہو صورت اسکی یہ ہی کہ دو شریکون نے مشترک زمین مین دیوار بنائی
پھر زمین کی دونون نے قسمت کر لی سوا محل بناء کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اسکے شفعہ کا شریک احق ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی شرح المجمع وکذا
للجار الملاصق فی السکة الغیر النافذة الشفعة بخلاف النافذة اور شرح مجمع مین ہی اور اسیطرح شفعہ ہی اس ساتھ کے ہمسایہ کا جب کا گھر کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہو
بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسکا شفعہ نہین ہی ولو اسقط البعض حقه من الشفعة بعد القضاء فلیس لمن بقی اخذ کل لزوال المزاحمة لیس لمن بقی اخذ نصیب التارک
لانه بالقضاء قطع حق کل واحد منهم فی نصیب الآخر یعنی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعون کو شفیع تارک کا حصہ لینا
جائز نہین اسواسطے کہ حکم قاضی سے انمین سے ہر واحد کا حق جدا ہوگیا دوسرے کے حصہ سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی
تو باقی شفیعون کو تمام مبیع کا لینا جائز ہی بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو کان بعضهم غائبا یقضی بالشفعة بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلبه فلا
یؤخر بالشک اور اگر بعضا شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع مین شفیع غائب کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کیجاویگی
بسبب شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر یقضی له بالشفعة کلها اور اسیطرح اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب
کیا تو اسی کیواسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم اذا حضر وطلب قضی له بها فلو مثل الاول قضی له بنصفه ولو فوقه فبکله ولو دونه منعه خلاصه پھر جبکہ شریک غائب
یا شفیع غائب حاضر ہوا اور شفعہ طلب کرے تو اسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونون شریک ہون تو اسکے واسطے
نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ
ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصہ اسقط الشفیع الشفعة قبل الشراء لم یصح لفقد شرطه وهو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہین
کیونکہ نہ پایا جانا اسکی شرط کا اور وہ شرط بیع ہی اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر تفریق الصفقة شفیع نے بعض شفعہ لینے کا
اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہین مشتری پر جبر کر کے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیبه لبعض لم یصح
وسقط حقه بالاعراض وقسم بین البقیة اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کیواسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہین اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا
اسکی روگردانی سے اور مبیع بٹ جائیگا باقی شفیعون مین بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی ان له النصف فقد بطلت شفعته اذ شرطها ان یطلب الکل
کما بسطه الزیلعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اس وجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہی تو اسکا شفعہ
باطل ہو گیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہ ہی کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے شرح بیان کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صح بیع دور مکة
وتجب الشفعة فیها وعلیه الفتوی اشباہ اور صحیح ہی بیع مکہ معظمہ کے گھرون کی تو انمین شفعہ واجب ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الاشباہ ملتقات مین
مذکور ہی کہ مکہ معظمہ کے گھرون مین شفعہ نہین اور یہی قول فتوی مین مختار ہی چنانچہ ابو السعود نے ذکر کیا ہی شرح وہبانیہ مین تجنیس اور مزید سے مذکور ہی کہ
وہان کے وجوب شفعہ مین دو روایتین ہین اور جامع صغیر مین ہی کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہین اور عمارت کی بیع جائز ہی تو شفعہ واجب نہین اور حسن کی روایت
امام سے یہ ہی کہ شفعہ واجب ہی اور یہی قول ہی صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفاده صحة اجارتها بالاولی وقد قدمناه فلیحفظ
لکنه یکره وسنحققه فی الحظر مین کہتا ہون اور مکہ معظمہ کے گھرون کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہی کہ انکا اجارہ بطریق اولی صحیح ہی اور ہم اسکو مقدم ذکر کر

کرتے ہیں تو یاد رکھنا چاہیے لیکن اُنکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہم شارح نے کتاب الحظر میں
اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں مرسل حدیث کہ مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے
اہل مکہ کیواسطے کہ گھروں کو حاجیوں کیواسطے خالی کردیں بدلیل قول حق تعالیٰ سواء العاکف فیہ والباد یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور
امام نے اجارہ جائز کیا ہے ایام حج کے سوا میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ
ہے اور غیر حج میں اجارہ صحیح ہے وفیہا ویصح الطلب من وکیل الشراء ان لم یسلم الی موکلہ وان سلم لا وبطلت ہو المختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب
کرنا شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اسنے اپنے موکل کو تسلیم نکردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اُس سے
باطل ہے یہی قول مختار ہے ہم مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل
ہے حالانکہ درر اور غرر میں یوں ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو آنمیں بطلان شفعہ مذکور نہیں اور
اسیطرح زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ ولا بجوارہ شرح مجمع و
خانیہ خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ ولعل لا ساقطۃ قالہ المصنف اور شفعہ نہیں ہے وقف میں اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ ہے
کذا فی شرح المجمع والخانیۃ بخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہے خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے ہم وقف میں تو اسواسطے شفعہ
نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اسکے واسطے وقف کیلئے الا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
وقولہ لا لہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ کی عبارت جو
نقل کی وکذا اثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی ولا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی مترجم قلت وحمل شیخنا الرملی الاول علی
الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع ففی الشفعۃ حق الشفعۃ یعنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیرالدین رملی نے قول اول یعنی عدم
شفعہ بجوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو واقف اور متولی کو اسکا حق شفعہ کے سبب جائز نہیں
اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو
ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ یعنی اگر شرعا کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو دے تو اسکے جوار کے وقف کے متولی کو اسکا خرید کرنا بحق شفعہ
درست ہے کذا فی الطحطاوی ومفادہ ان ما لا یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہ
ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اسمیں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اسمیں شفعہ ہے ہم مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ اگر کسی شخص
نے وقف کیا دو فرزندوں پر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے
اسی طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو حق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا بیع بجوارہ وکان بعض المبیع ملکا وبعضہ وقفا وبیع الملک
فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنیکے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اسکا بیان اور اسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا ویطلبہا الشفیع فی مجلس
علمہ من المشتری او رسولہ او عدل او عدد بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونیکی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اسکے فرستادہ سے یا کسی
اور ایک ثقہ شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کالمخیرۃ ہو الاصح درر وعلیہ المتون خلافا لما فی جواہر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی

مجلس علم بیع مین طلب لازم ہی اگرچہ مجلس دراز ہو جیسے مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہی کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین برخلاف
روایت جو ہر الفتاوی کی اور طلب علی الفور لازم اور علی الفور پر فتوی ہی ہم طحطاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور پر فتوی ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہی اور
اس روایت پر متفرع ہی نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہوگیا یعنی اسواسطے کہ طلب پر اسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب
بعد علم بیع فوراً واجب تھی اور زیلعی مین ہی اور اگر شفیع کو خبر ہو اسطرح کہ بیع ہوئی اور شفعہ اول یا اوسط خط مین لکھا تھا سو اسنے تمام خط پڑھا تو
شفعہ باطل ہوگیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے اشتراط علم مشتری اور ثمن ہوگیا ہو اسواسطے کہ سکوت اسوقت رضا ہوتا ہی جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا
ما فی الطحطاوی بلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبہا او اطلبہا ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جاسے چنانچہ
یون کہنا کہ مین نے شفعہ طلب کیا اور ما اسکے چنانچہ یون کہنا کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین اسکو طلب کرتا ہون وہو یسمی طلب المواثبۃ ای
المبادرۃ اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبت یعنی طلب مبادرت کہتے ہین سو مواثبت مفاعلت ہی وثوب بمعنی جستن سے اور وہ مجاز
ہی سرعت سے اسواسطے کہ جو اچھل کود کر چلتا ہی وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہی والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لنفی الیمین والجحود اور طلب مواثبت
مین گواہ کرنا لازم نہین بلکہ اسمین اشہاد وجوب انکار کے دفع کرنے کیواسطے ہی ہم گواہ کرنا اسوقت مین لازم نہین جبکہ مجلس علم مین گواہ نہ ہون و
الا گواہ کرنا مستحسن اور لازم ہی کذا فی آخر خلاصہ یہ ہی کہ اگر اسوقت گواہ ہون تو انکو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہان نہ ہو تو اپنی زبان
سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہی تا اسکا حق عند اللہ ساقط نہ ہوجاوے اور اگر مشتری طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہی اگر حاکم قسم
کھلاوے ثم یشہد علی البائع لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانہ مالکہ او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اسکے
قبضہ مین ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہو اسواسطے کہ وہ مالک ہی اسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ہذہ الدار
انا شفیعہا وقد کنت طلبت الشفعۃ واطلبہا الآن فاشہدوا علیہ وہو طلب اشہاد ویسمی طلب تقریر تو شفیع یون کہے کہ فلان نے یہ گھر خریدا
اور مین اسکا شفیع ہون اور تحقیق مین مجلس علم مین شفعہ طلب کرچکا ہون اور اب مین اسکو طلب کرتا ہون سو تم گواہ رہو اسپر اور یہ طلب اشہاد ہی اور اسکو
طلب تقریر بھی کہتے ہین ہم اور اسکو طلب استحقاق بھی بولتے ہین اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہین وہذا الطلب لا بد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب
او رسول ولم یشہد بطلت شفعتہ اور طلب ثانی ضروری ہی تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نہ کرے تو اسکا شفعہ
باطل ہوگا وان لم یتمکن منہ لا یبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہ ہوگا منح الغفار مین وغیرہ سے ہی کہ اگر شفیع راہ مکہ مین ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ
کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو مگر کسی کے نزدیک یا صاحب برید کے نزدیک تو اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو
تو اسکا شفعہ قائم ہی پھر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نکریگا تو شفعہ باطل ہوگا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ہولاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور
اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ مین کسی کے پاس ان تینون مین سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہی اور
وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم بعد ہذین الطلبین یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا لی لو قال بسبب کذا کما فی الملتقی لیشمل الشریک
فی نفس المبیع پھر ان دونون طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خریدی ہی اور مین اسکا شفیع ہون بسبب فلانے گھر
کے جو میرا مملوک ہی شارح نے کہا اگر مصنف یون کہتا کہ مین شفیع ہون فلانے سبب سے بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح ملتقی مین ہی تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا
ہم مصنف کی تعبیر مین حق مبیع کا شفیع شامل ہی نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر مین دونون شامل ہین فمرہ بتسلیم الدار الی ہذا لو قبضہا المشتری وطلب الخصومۃ
لا یتوقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجیے اسکو کہ گھر مجکو دے شارح نے کہا یہ اس صورت مین ہی جبکہ گھر کو مشتری قبض کرچکے اور رہا لا انکہ طلب خصومت

فقط مشتری پر موقوف نہیں ہے جو ایسی طلب تملیک و خصومۃ اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں و بتاخیرہ مطلقا بعذر و
بغیرہ شہرا او اکثر لا تبطل الشفعۃ حتی یسقطھا بلسانہ بہ یفتی وھو ظاہر المذہب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر
تاثا و دفعہ برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ
باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اسکو اپنی زبان سے ساقط کر دے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے
یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے
ہم جواب میں کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے یا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا ہم سابق مذکور ہو چکا ہے کہ جب ظاہر
مذہب پر فتوی ہو اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی و اذا طلب الشفیع سال القاضی الخصم ان مالکیۃ الشفیع لما
یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا کہ جسکی ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ
کا دعوی کرتا ہے ہم زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے پہلے اس سے کہ گھر کون شہر اور کس محلے میں
ہے اور اسکی حدیں کیا ہیں اسواسطے کہ اُسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم ہونا چاہیے اسواسطے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری
گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہ ہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اسکے حدود سے
سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا دوسروں کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب
صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اُس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور
اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اُسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اُسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے
پاس اشہاد واقع ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دے اور کسی شرط کو اُسنے فوت نہ کیا ہو
تو دعوی اُسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اُس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی فان
اقر بہا ای بملکیتہ بالشفیع بہ او نکل عن حلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سالہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اُسکا اقرار کرے یعنی اُس
گھر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اُسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال
کرے کہ آیا تو نے اُسکو خرید کیا ہے یا نہیں ہم مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اسواسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونیکے بعد
ہوتا ہے فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برہن الشفیع قضی لہ
بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے
چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہو چکا یا شفیع گواہ لاوے اُسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کر دے ہم امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ
جوار کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں بسبب شفعہ قسم کھائے کہ واللہ
میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا ہذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد
اُس وقت ہے جبکہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اُسکی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن
کمال و ان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کر دے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نہ کر دیا ہو یعنی اسواسطے کہ احضار
ثمن قبل قضا واجب نہیں و اذا قضی لزمہ احضارہ و للمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم

ہوگا اور مشتری کو گھر کا روکی رکھنا ثمن لینے کیواسطے درست ہے فلو قیل للشفیع ای بعد القضاء واما قبلہ فتبطل عند محمد لعدم التاکد کذا ذکرہ الزیلعی
ادّ الثمن فاخر لم تبطل شفعتہ پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اُسنے تاخیر کی ادائے ثمن میں تو اُسکا شفعہ باطل نہ ہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل
از حکم تو شفعہ باطل ہوگا تاخیر سے محمد کے نزدیک اُسکے موکد نہ ہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی والخصم للشفیع المشتری مطلقا والبائع قبل التسلیم
الاول ملکا والثانی یدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہو اور بائع خصم ہے قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اُسکے
مالک ہونیکے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبضے سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سنے جاوینگے
بائع پر جبتک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے ویفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع
فسخ کیجاوے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے بیع مشتری کو تسلیم کردی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں بسبب زائل ہوجانے اُسکی ملک اور قبض
کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ ای ضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری
لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ
ضمان کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اُسکی ملک اور قبض دونون زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا
وللشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری
نے برأت عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی
مدت بھی نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو وفی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور للجبر اور اشباہ میں ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام میں فریب کے
تاوان کے سوا جبر کے سبب سے صورت اُسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی
سو مالک مستحق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اُسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پھیرے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہوگا
تو بائع سے وہ نقصان پھیر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اُسکو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے
زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ لانہ منکر ولا تحالف
اور اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد ملگیا ہے تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے
کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم بیع کا ثمن اول سے اور دونون قسم نہ کھاوینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہان ہوتا ہے جبکہ انکار دونون جانب سے ہوا اور دعوی بھی
طرفین سے ہو اور یہان مشتری شفیع پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برہنا فالشفیع احق لان بینتہ ملزمۃ اور اگر شفیع اور مشتری
دونون گواہ لاوین اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہین مشتری کے ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہین اسواسطے
کہ مشتری کی جانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک مین ادعی المشتری ثمنا وادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا
مشتری نے ثمن کا اور اُسکے بائع نے اُس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اُسکے قبض کرنیکے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتانے پر لیگا
ومع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو بموجب اُسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ تحالفا اور اگر
دونون نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونون پر قسم کھانا
لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر دونون
نے قسم کھائی تو بیع فسخ کیجاوے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظہر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض لا اذا کان

ابد القبض اشباہ اور کم کرڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفیع میں پس شفیع گھر لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع میں ظاہر ہوتا ہے مگر جبکہ ہبہ
بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق میں ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جدا گانہ ہے از قبیل حط ثمن نہ ٹھہریگا وحط الکل والزیادۃ لا یلتحق
بالکل المسمی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کردینا ثمن مسمی پر حق شفیع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفیع اسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف ثم النصف
یاخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کردیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کردیا تو شفیع نصف اخیر سے اسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم حط البائع عنہ
خلافہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع لہ جاریۃ او متاعا قنیہ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اسکو ہزار سے خرید کیا تب شفعہ سے دست بردار ہوا
پھر بائع نے اسمیں سے سو کم کردیے تو اب شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی نو سو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع
نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کردیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہے کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ھم یہ دونوں مسئلے
حط ثمن کے جزئیات سے ہیں وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق الذمی ابن کمال یاخذ بمثلہ اور خرید میں مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکماً ہو
جیسے کہ شراب ذمی کے حق میں کذا ذکرہ ابن کمال ھم یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ حقیقی ہے حکما مسلم کے حق میں اور اسکا مقتضی ہے
کہ مسلم اسکو لیوے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہیں اور ابن کمال کی عبارت میں کچھ غبار نہیں کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہوگیا نہ ابن کمال
کی عبارت سے وفی الشراء القیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید میں قیمت والی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن وفی
بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا منہما بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع میں بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گھر کے عوض
تو ہر شفیع دونوں عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا اور اس گھر کا شفیع اسکو اسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء
بثمن مؤجل یاخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال ثم اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے میں شفیع لے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع
شفعہ فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اسکو لے ولا تعجیل یا علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن مؤجل مشتری پر ہے وہ معجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے
اسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو تعجیل شفیع سے باطل نہ ہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت
شفعتہ خلافا لابی یوسف رح اور اگر شفیع ثمن مؤجل سنکر چپ رہا اس سے سو اسنے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنے
کے وقت تو شفعہ باطل ہوگیا بخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک باطل نہ ہوا ویاخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لابد ان
یکون البائع ایضا ذمیا والا لفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی
ہو یہ قید ضرور ہے کہ بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کرکے ویاخذ
بقیمتہما لو مسلما ولو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملیکہا وتملکہا اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے
شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ھم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اسکے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ قیمتی
کی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اسکے مثل ہونے سے اسکی قیمت لینا اسکی
ذات کے لینے کے مانند نہیں اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر فلذا لا یحرم تملیکہا بخلاف المرور علی العاشر پھر
معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی شفعہ لینے میں گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اسکی تملیک مسلم پر حرام نہیں بخلاف وارد ہونے
ذمی کے عاشر پر ھم یعنی قیمت خنزیر یہان گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کرے
تو وہ اس سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اسکی قیمت لینا اسکی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اسکی ذات کا لینا جائز نہیں تو

اسی طرح اُسکے قائم مقام کرنا درست نہیں اور یہاں قیمت سوا سے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہیں ہوسکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفۃ قیمۃ الخمر
والخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیہ فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہے
اُس ذمی کی طرف جو مسلمان ہوگیا یا اُس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت مین مختلف
ہوں تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایہ و یاخذ الشفیع بالثمن و قیمۃ البناء والغرس مستحقی القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ سے ثمن سے
اور اُس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے لیلے جیسا غصب مین مذکور ہوچکا قلت واما لو لونہا بالوان کثیرۃ او طلاہا بجص کثیر خیر الشفیع بین
ترکہا واخذہا واعطاء ما زاد الصبغ فیہا لتعذر نقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین
یا بہت گچکاری کی اُسمین تو شفیع مختار ہے اُس گھر کے چھوڑ دینے مین یا اُسکے لینے مین اور اسقدر کے دینے مین جسقدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی
سے زیادہ ہوگئی بسبب دشوار ہونے نقض رنگت کے اور حالانکہ اکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہین بخلاف نقض عمارت کہ اُسکی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذا فی حاوی
الزاہدی لو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعہما شفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دیکر لے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہون یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اُکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع لہ ان یاخذ بقیمۃ
البناء والغرس مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جبکہ اُکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اُسکا لینا کھودی عمارت اور اُکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ
کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیرہ فیہ حق اقوی ولذا القدم علیہ فینقضہ اور
ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اُسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہین دے سکتا یہی
کہا ہے امام شافعی اور مالک رح نے ہم اُسکے جواب مین کہتے ہین کہ مشتری نے اُسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے ولہذا وہ مقدم ہوگیا اُسکے لینے مین
مشتری پر تو اُسکو نقض عمارت اور درخت مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والہبۃ زیلعی
وزاہدی جسطرح منقوض کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہان تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی لم یعنی اگر مشتری نے
خریدنے کے بعد اُسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم مین ہے
کہ نقض مسجد اور نبش موتی جائز نہین اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر اور زراعت تو نہ اکھاڑی جاوے گی
اسواسطے کہ اُسکی نہایت معلوم ہے اور اُسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خریدنے کے بعد زراعت کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری
پر اُسکی اجرت لازم ہوگی ویرجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف
المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیر لے اگر اُسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور
درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اُسکو کسی نے فریب نہین دیا بخلاف مشتری و یاخذ بکل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد
بہ لان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل
ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اُسکے وصف کے ہم عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہین بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے
کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یبق شیء من نقضہ وخشبہ اور یہ یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اُسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا
درختون کی لکڑیون سے کچھ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی قیمۃ الدار یوم العقد
وعلی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اُسکو لیا بسبب اُسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی

تو بقدر اُسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جائے گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہو کذا فی الزیلعی قلت فلو لم یاخذ ہ المشتری کان ہلاک بعد انفصالہ لم یسقط شیء من الثمن لانہ لم یحبسہ اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شیء من الثمن مع بالاخذ بالشفعۃ تحولت الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض مع لا یسقط بمقابلہ شیء من الثمن فافہم میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کچھ نہ لے اس طرح پر کہ وہ تلف ہو جائے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے ہو اسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہی اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعا داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک ہو گئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط نہیں ہوتا یہ کہا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن بحصتہ لان الذاہب بعض الاصل زیلعی بخلاف اُس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہو گئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اُسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہونے والا بعض ہی اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی و یاخذ بحصتہا العرصۃ من الثمن ان نقض المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف و فی الاول الآفۃ سماویۃ و یقسم الثمن علی قیمۃ الارض و البناء یوم العقد بخلاف ما مر لانہ صار مقصودا بالحبس اور شفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی ڈھائی ہو اسواسطے کہ اُسنے تلف کر ڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہو گئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی بر خلاف اُسکے منہدم ہو جانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اسواسطے کہ منقوض اب اسواسطے قصدا ہوگا کہ منقوض مال متقوم ہی حبس مشتری کے سبب سے و نقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند ہی حکم میں یعنی بقدر اُسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا و النقض بالکسر المنقوض لہ ای للمشتری ولیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض بکسر اول بمعنی ملبہ مشتری کا ہی اور شفیع کو اُسکا لینا نہیں چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اُسکا تابع نہ رہا و یاخذ ثمر ا استحسانا الا لا ان اتباع ارضا و نخلا و ثمر او اثمر بعد الشراء فی یدہ اور شفیع لے اُسکے پھلوں کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خریدے یا پھل لگے خریدنے کے بعد مشتری کے قبضہ میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے و ان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہیں نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہو گیا او ہلک بآفۃ سماویۃ و قد اشتراہا بثمرہا سقطت حصتہ من الثمن فی الاول ای شراہا بثمرہا و بکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہو گیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اسکو مشتری نے اُسکے پھلوں کے ساتھ خریدا تھا ساقط ہوگا اُسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھ خریدا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے قبضہ میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اُسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیہ لتحول الصفقۃ الیہ بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اُسکو اُسکا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف قضا کے سبب سے بخلاف ماقبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کے وقت ہی بالاتفاق و فی ہبۃ بعوض مشروط ولا شیوع فیہا وقت التقابض اور اُس ہبہ میں جو بعوض مشروط ہی اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض البدلین کے وقت طلب شفعہ ہی مع یہ ایک روایت ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہی کذا فی العالمگیریہ و فی بیع فضولی او بخیار بائع وقت البیع عند الثانی و وقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ ہر وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت بیع کے وقت ہی محمد کے نزدیک و بخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کے وقت طلب شفعہ ہی بالاتفاق کذا فی المجتبی من لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ یقول لہ بل المعتقد و ہو بہا ان قال نعم اعتقدہ فلک حکم لہ بہا و الا لا یقدر لا یحکم بینۃ و برازیہ جو شخص شفعہ

جوار کا معتقد نہو چنانچہ شافعی مذہب مثلا اور وہ شفعہ طلب کرے اُس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہو تو حاکم اُس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہو اگر مدعی کہے
کہ ہان مین اسکا اعتقاد رکھتا ہون تو اُسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی دو نہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی الفتاوی البزازیہ ص یہ ایک قول ہو اقوال ثلثہ
سے اور یہ حلوانی کا قول احسن اقوال ہو اور دوسرا قول یہ ہو کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اُسکا معتقد نہین اور تیسرا قول یہ ہو کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اُسکے وجوب کا
اعتقاد رکھتا ہو اور یہی مشہور ہو کذا فی النہر فروع مسائل الملتقی شارح کے اخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یرا ہا فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ مین تاخیر
کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہین تو شفیع معذور ہو یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فامتنع مجلا
سبت الیہود کما یاتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب مین معذور ہو اگر اُسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے نمانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود
بخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ مین تاخیر کریگا تو معذور
نہوگا کذا فی شرح الحموی شتری ارضا بمائۃ فرفع ترابہا وباعہ بمائۃ ثم اخذہا الشفیع بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان مہا لقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب
الذی باعہ وبہا سوا را ایک شخص نے زمین خریدی کی سو درم کو پھر اسکی مٹی اٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اسکو ۵۰ درم
لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بانٹا جاے زمین کی اُسی قیمت پر جو خریدنے کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اُس مٹی کی قیمت پر جسکو اُسنے بیچ لیا اور
دونون قیمتین برابر ہین ہم طحطاوی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہین مگر جبکہ دونون کی قیمتین عند العقد برابر ہون ولو کسہا کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری
ارفع ما کبست فیہا فہو لک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہوگا یعنی شفیع اسکو پچاس ہی درم
سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اسمین تو نے مٹی بھر دی ہو کہ وہ تو تیری ملک ہو کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شتری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل
الثمن ویاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت وسیجئ انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسد ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی
مین ہو کہ گھر خریدا کیا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہین کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہو بیع فاسد کے سبب سے
انتہی ما فی الحاوی مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ اُسمین شفعہ نہین جسمین بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہان جبکہ فسخ ساقط ہو جاے
مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اسکے کوئی اور تصرف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض
الکل فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور
مبسوط مین ہو کہ ہبہ بشرط عوض مین تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہو جس وقت کل مقبوض ہو یعنی دونون عوضون پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جاے تو اگر گھر ہبہ کیا
ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہو یہان تک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع
کو اختیار ہو کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

یہ باب ہو اُسکا جسمین شفعہ ثابت ہوتا ہو یا ثابت نہین ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض خرج انہ ہو مال خرج المہر شفعہ ثابت نہین ہوتا قصدا مگر
اُس عقار مین جو مملوک ہوئی ہو اُس عوض کے بدلے جو مال ہو عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا قصدا کی قید اسواسطے
لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار مین بھی ثابت ہوتا ہو چنانچہ شجر اور ثمر مین شفعہ ثابت ہوتا ہو گھر کے ساتھ اور اسیطرح اشیاء مین ہو خانہ آسیا کے ساتھ اور اسیطرح
نہر مین اراضی کے ساتھ وان لم یکن تقسیم خلافا للشافعی کرحی ای بیت الرحی مع الرحی نہایۃ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یکن قسمۃ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت پذیر
نہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنوان اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ مین ہو

گرآسیا سے مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ ہم لیعنی اشیاء مذکورہ مین شفعہ ثابت ہے ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہین
دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون ما لیس بعقار فیکون ما بعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہین عرض مین عرض بالفتح اول و سکون
ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہو تو جو بعد اوسکے عرض کے بعد ہین وہ من قبیل عطف خاص کے ہین عام پر ہم صحاح مین ہے عرض بالسکون عبارت ہے متاع سے اور جو چیز کہ
عرض ہے دینار اور درہم کے سوا او بفتحتین حطام دنیا و فلک خلافا لمالک او شفعہ ثابت نہین نادین برخلاف مذہب مالک کے دینا و ذل اذا بیعا قصدا
ولو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال لمخالفتہ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی او شفعہ نہین عمارت او نخلستان مین جبکہ انکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے
اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اسکے جو کہ ابن کمال سمجھا ہے بسبب اسکے مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا
ولا فی ارث و صدقۃ و ہبۃ لا بعوض مشروط او شفعہ ثابت نہین موروث مین اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط مین ہم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے
سبب سے ہو تو اسمین شفعہ نہین کذا فی الدرر و دار قسمت او جعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مہر و ان قوبل بعضہا ای الدار بمال لان
معنی البیع تابع فیہ او اس گھر مین شفعہ نہین جسکی قسمت ہو گئی شریکون مین یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا
گیا اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ مین مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہین کہ بیع کے معنی اسمین تابع ہین ہم بعض گھر کے مقابلہ مین مال واقع ہونیکی صورت یہ ہے کہ زوج نے
زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر باین شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درم پھیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجائے مہر بالجر کے مہر اور المنسب الا کہ
اجرۃ پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اسمین شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی مین مذکور ہے اسواسطے
کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلا ہے اسکا جو زوج کے ذمہ پر مال ہے لیعنی مہر واوجباہا فی حصۃ المال او صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہے حصہ مال مین
لیعنی جسقدر گھر مال کے مقابلہ مین پڑا اتنے مین صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہے او دار بیعت بخیار البائع و لم یسقط خیارہ فان سقط وجبت الا بسبب
عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل عند البیع و صحح یا اس گھر مین شفعہ نہین جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اسکا اختیار ساقط نہین ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو
شفعہ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح مین اور بعضون نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے
او بیعت الدار بیعا فاسدا و لم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیہا ثبتت الشفعۃ کما مر یا اس گھر مین شفعہ نہین جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز
اسکا فسخ ساقط نہین ہوا پھر اگر اسکا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اسمین کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اسی طرح ہبہ سے
اور مہر مین دینے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او رد بخیار رؤیۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما
زعمہ المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہوا خیار رؤیۃ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر لیعنی عیب سے متعلق ہے
برخلاف اسکے جو مصنف نے شرح مین گمان کیا ہے درر کا تابع ہو کر ہم مصنف نے شرح مین کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق
ہو گیا حالانکہ ایسا نہین چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای ذا بیع و سلمت الشفعۃ ثم رد المبیع بخیار رؤیۃ او شرط کیف
ما کان او بعیب بقضاء فلا شفعۃ لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہو تسلیم شفعہ کے بعد لیعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب
خیار الرؤیۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہین اسواسطے کہ یہ فسخ ہے بیع نہین ہے ہم یہ علت ہے مسائل ثلثہ
کی لیعنی شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالۃ فان لہ الشفعۃ لان الرد بعیب بلا قضاء والاقالۃ
بمنزلۃ بیع جدید برخلاف رد مبیع بعیب قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کیواسطے اسمین شفعہ ثابت ہے اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا
بے حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہے شرع سے اور اسی طرح اقالہ بیع جداگانہ ہے ہم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہین اور رضا مندی سے

بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اُسنے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع ہے ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وتثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہوا ہے مولی کی بیع مین ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہیں کیا ہم یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اُسکا شفعہ اُسکے غلام تاجر مدیون کے واسطے ثابت ہے اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مملوک نہیں ہے اور یہی علت ہے مولی کے شفعہ لینے کی غلام کی بیع مین وتثبت لسیدہ فی بیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گھر مین اسوجہ سے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور انمین سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے وتثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او شری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہے اس شخص کیواسطے جسنے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اُسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے مؤکل کیواسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اُسکے واسطے شفعہ ثابت ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہے اور اُس گھر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اُسکو خرید کیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہے خواہ اُسنے اصالۃً خرید کی ہو یا وکالۃً اور اسیطرح موکل کیواسطے شفعہ ثابت ہے جبکہ وکیل نے اُسی کیواسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہے کذا فی الدرر یہ توضیح ہے شارح کے قول آئندہ کی وفائدتہ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا الشفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا دوسرا شریک بھی تو دونون کیواسطے شفعہ ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا لانہا شفعہ نہین اُسکا جسنے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوگئی اُسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اُسنے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلے تو ثمن کا ضمان اُسپر ہے اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے مین اور باطل نہین ہوتا اظہار خواہش سے اسمین ہم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہوگیا۔

باب ما یبطلہا

اب ہم اُسکا جو شفعہ کو باطل کر دیتا ہے یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم ترجیحہ شفعہ کو باطل کرتا ہے طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اُس مجلس مین جسمین اسکو بیع کی خبر پہونچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہوچکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور یہی قول راجح ہے طلب علی الفور ہے او ترک طلب الاشہاد وعند عقار او ذی ید الاشہاد عند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہے باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہوچکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور مین اُسکا شفیع ہون اور مین قبل اس کے طلب مواثبہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد رہو اُسپر اور قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفیع کا مُنھہ بند نہ کرلیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو ویبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کما مر او فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہے اسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اُسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم مبطل نہین چنانچہ مذکور ہوچکا ہم تسلیم شفعہ عبارت ہے اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہین ہوسکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہے ولو تسلیمہا من اب ووصی خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کے باپ یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمدؒ کے اُسمین جسکی بیع اُسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی ہم یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو تسلیم

صحیح ہو امام کے نزدیک یعنی بعد بلوغ کے صغیر اسکو طلب نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہ ہے کہ درصورت مساوات
یا اقلیت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہیں الوکیل بطلبہا او اسلم الشفعۃ او اقر علی الموکل بتسلیمہ الشفعۃ صح لو کان التسلیم او الاقرار عند القاضی لا الا لم
یصح لانہ خرج عن الخصومۃ بطلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی
کے حضور میں نہ ہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے و سکوت من یملک التسلیم تسلیم اور ساکت رہنا اسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً باپ
یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھوں نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کیواسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے و یبطلہا صلحہ منہا علی عوض لا فی غیر المشفوعۃ
لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض پر یعنی عوض غیر مشفوع پر بدلیل آئندہ جو قول آتا ہے یہ ہے وہ سطر کے بعد ولو صالح علی اخذ نصف الدار
وعلیہ ردہ لانہ رشوۃ اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے اسواسطے کہ وہ رشوت ہے چونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہٰذا اسکا عوض لینا صحیح نہیں و
یبطلہا بیع شفعتہ بمال ولا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہ ہوگا یعنی آوا اسواسطے کہ وہ رشوت ہے وکذا الکفالۃ
بخلاف القود اور اسیطرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے کفالت سے یہاں مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے کہا
کہ میں تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہوں تو مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال واجب نہ ہوگا بخلاف قصاص کے کہ اسکا عوض لینا درست ہے اور اسیطرح ملک نکاح
اور اسقاط رق کا عوض لینا درست ہے اسواسطے کہ ان اشیا میں ملک ثابت ہے ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر
بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہے ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا تسقط شفعتہ اور اگر شفیع نے صلح کی گھر میں سے ایک مکان کے لینے پر بقدر
اسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہیں بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا ہم نصف گھر کی صلح میں ثمن مجہول
نہیں ہے اسواسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن ہے جو مسمی ہے اور تمام گھر میں سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہیں کہ کتنا ہے لہٰذا مسئلہ سابقہ میں صلح صحیح اور شفعہ
باطل اور اس مسئلہ میں صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے و یبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ کو
باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہیں ہوتا بخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مریگا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو
شفعہ باطل نہ ہوگا ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہیں رہتا صاحب حق کے مرجانیکے بعد تو اسمیں کیونکر میراث جاری ہو کذا
فی الدرر لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہیں کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے و یبطلہا بیع ما یشفع بہ
قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم بہا ام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اسکا بیچ ڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے
شفعہ کا خواہ شفیع کو اس گھر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہ ہو وکذا لو جعل الشفیع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا درر اور اسیطرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اس مقام کو
جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل
ہو جاتی ہے لہٰذا شفعہ ثابت نہیں ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو والا شفعہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب
اور جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے
اس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہیں ہوئی و یبطلہا شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل کرتا ہے
خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہے طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ ہے فلمن دونہ او مثلہ اخذہ بالشفعۃ
بالعقد الاول والثانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ میں یا اسکی برابر ہے تو اسکو دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول سے
یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہو گیا تو شفیع ادنیٰ کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہو جاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء من صاحبہا حیث

لا شفعۃ لمن دونہ یعنی بخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہان شفیع یا دون کا شفعہ ثابت نہ ہوگا ہم سابق میں مذکور ہو چکا
کہ اگر ایک شریک نے خرید کیا ہے تو جار ملاصق کو واسطے شفعہ نہیں ہے وکذا یبطلہا ان ساوم بہا او سام بہا بیعا او اجارۃ ملتقی اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری
سے گھر کرایہ لیا یا اسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم بیع کے لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ
ان یولیہ عقد الشراء یا شفیع نے مشتری سے یہ طلب کرے کہ اسکو عقد خرید کا متولی کرے ہم اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب
کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع سے باطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے ورنہ یہ مراد نہیں کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے ہو اسواسطے
کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اسکے ہونے کے قبل عقد کے واللہ اعلم اہ او ضمن الدرک مستدرک بما مر انفا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی یا شفیع ثمن
کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد از حاجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہو چکا یعنی باب سابق میں تو سب تینون
صورتون میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر او شعیر او عددی متقارب
قیمتہ الف او اکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعروض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذہ قیمی وذاک مثلی فربما یسہل علیہ وان
کثر شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اسنے بیع مسلم رکھی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہون یا جو یا عددی متقارب
سے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بکا ان دیناروں یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں یعنی
متاع میں اور گیہون جو میں یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب اور متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہون اور جو اور عددی متقارب مثلی ہے تو گاہے مثلی چیز شفیع پر آسان ہو سکتی
ہے اگرچہ زیادہ ہو ہم مسئلہ اولی میں شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم یا کثرت ثمن سے یا قدر جنس سے پھر جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا الا
کہ قیمت مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف دینار اور درم سے اسواسطے شفعہ ثابت
نہ ہوا کہ دونوں جنس واحد ہیں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت واجب ہے اور وہ درہم یا دینار ہیں تو آسانی اسمیں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی ولو علم ان
المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع کیواسطے شفعہ ثابت
ہے ہم اسواسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں سو بعضے کی ہمسایگی قبول ہوتی ہے اور بعضے کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اسکے غیر کے حق میں تسلیم کو مستلزم
نہیں ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اس کو
دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں ہم حلبی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے لو ظہر کہتا تو
مناسب تر ہوتا ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی
الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل الابعاض بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پہونچی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر پہونچی تمام گھر کے خرید
کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر میں اور اسکے بالعکس میں اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید
کیا تو اسکے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اسواسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جمیع اجزا میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ہم شرع
فی الحیل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان
شروع کیا سو یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر مثلا ایک گز زمین بیچا حد شفیع کی جانب میں تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے ہم
شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر اسنے گز بھر یا ہاتھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کی جانب کی بیع نہ کی تو اب شفیع اسمین شفعہ کا دعوی
نہیں کر سکتا بشرطیکہ طول میں شفیع کے تمام گھر کو ملاحق ہوا اور یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والقول بان المصنف ذراعا سہو سہوا اور یہ قول کہ ذراعا کا
خزانہ ۱۲ مجتبی ۱۲

نصب سہو ہے سہو ہم یہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یوں کہا ہے کہ وقایہ میں جو یہ عبارت ہے ولا فیما بیع الا ذراعا بنصب ہے سہو کاتب
کی سہو ہے شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب ہے مستثنی کا نصب واجب ہے وکذا لا شفعۃ لو وہب ہذا القدر للمشتری وقبضہ
اور اسیطرح شفعہ نہیں اگر اسقدر یعنی بقدر ایک گز طول میں بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اُسنے اسپر قبضہ بھی کر لیا اور عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ
جو متصل شفیع تھا وہ موہوب ہو گیا اور موہوب میں شفعہ نہیں طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہا بثمن ثم ابتاع
بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اسکا ایک حصہ مثلاً دسواں حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خرید کیا
تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہو گا فقط پہلے حصہ میں اور باقی گھر مشتری کا ہو گا اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا ہم اول کی خرید سے اور شریک
مقدم ہے جار پر ہم سہم اول میں اسواسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلے بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہو گی [illegible] پہلے او
مراد یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونوں عقد کے بعد وحیلتہ کما ان یشتری الذرع او السہم بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے سقوط کا حیلہ
یہ ہے کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولی میں یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ میں تمام ثمن سے سوا ایک درہم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درہم سے خرید کرے مثلا
ہزار درہم پر خرید کرنا منظور ہے تو اُس گھر کا ہزار واں حصہ ۹۹۹ درہم سے خرید یا اور باقی گھر ایک درہم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزار ویں حصہ میں ثابت ہو گا
۹۹۹ درہم کی ثمن سے اور باقی گھر میں شفعہ نہیں اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہو جاتا ہے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اراد بہ ابطال شفعتی
اور جائز نہیں شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہیں کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع الاول ما کان
تلجئۃ منلا زادہ بحثا عن الوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہے کہ واللہ کہ بیع اول تلجئہ نہ تھی کذا ذکرہ منلا زادہ عن الوجیز ہم تلجیہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری
بیع ظاہر کریں دشمن کے خوف سے اور حالانکہ در حقیقت میں بیع نہیں بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہے کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک
ثابت رہیگی اور شفعہ بجوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہ بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیہ اور اگر بیع خرید کیا
ثمن کثیر سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہو گا ثمن سے نہ کپڑے سے تو ہمیں خواہش نہ ہو گی مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درہم ہے اسکو ہزار درم کے ثمن سے
خرید کیا پھر ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تھان کی عوض اسواسطے کہ ہزار
درم کی عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہے وہذہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر البائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہ
حیلہ شریک اور جار دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہو گا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہو گی فالاولی ان یباع دراہم الثمن بدینار
لیبطل الصرف اذا استحق تو بہتر یہ ہے کہ دراہم ثمن کا ایک دینار سے بیع کرے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جاوے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ہم ثمن کے دراہم مثلا سو جو
مشتری کے ذمہ ہیں پھر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلا بیچا پھر جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو گا تو یہ عقد صرف فاسد ہو گی اسواسطے کہ اب ظاہر ہو گیا کہ مشتری
کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلۃ اخری احسن واسہل وہی المتعارفۃ فی الامصار ذکرہا بقولہ وکذا لو
اشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ درر وکذا
فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہروں میں اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسیطرح شفعہ
ساقط ہو جاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعیین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور انکے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جنکی طرف اشارہ
کر دیا گیا اور انکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور اسی کی
مانند مضمرات میں ہے ہم جب فلوس مشار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین ٹھہرا لہذا بیع صحیح ہو گئی اور فلوس تلف ہو جانیکے بعد جو مقدار

شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہو گیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی
قید منح الغفار میں مذکور ہے نہ درر میں اور اسکا تعلق نہ ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہ برابر ہے خواہ
مجلس میں ہو خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وہی کذا ان یاخذہا بالدراہم وقیمتہا کما لو اشتری دارا بعرض او عقار للشفیع اخذہا بالقیمۃ کما
وقال المصنف ثم نقل عن مقطعات الظہیریۃ ما یفیدہ قلت ووافقہ فی تنویر البصائر واقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف للاول وما فی المتون و
الشروح مقدم علی الفتاوی کلام مہر البحر انتہی اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم
اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے
شرح میں پھر مصنف نے قطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں اور
ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں اسطرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے
جو متن میں مذکور ہے اور جو متون اور شروح میں ہے وہ فتاووں پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا انتہی زواہر الجواہر ہم متون اور شروح میں جو مذکور ہے وہ اسکا
مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعین مقدار میں مقبول نہو گا اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس حیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نرہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہے کذا
فی الطحطاوی وقدمنا انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللہ اعلم اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ شفعہ نہیں
اسمیں جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہو جانے بیع فاسد کے ہاں جب فسخ ساقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب
ہو گا واللہ اعلم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی مکروہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کے واسطے بعد ثابت ہو جانے شفعہ کے
بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یوں کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھسے خرید کر لے ذکر کیا ہے اسکو بزازی نے ہم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع
کہا کہ مجھسے خرید کر لے تو اگر وہ خرید کا ارادہ کریگا تو شفعہ باطل ہو گا تو یہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہ ابو یوسف اور محمد دونوں کے نزدیک مکروہ ہے واما
الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ وقیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ اور
ابتدا سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہ ہو سکے سو ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ منع ہے حق واجب ہو
سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسف کے قول کا فتوی ہے شفعہ میں سراجیہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگائی ہے جبکہ ہمسائے کو اس
گھر کی حاجت نہ ہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہے محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اسکے حسن اور خوبی کے سبب
شرح وقایہ میں ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیوں کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر
مشتری نیک مرد ہو اور شفیع متعنت ہو جسکی ہمسائگی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے ونصیرہ وہو الکراہۃ فی الزکوۃ والحج وآیۃ السجدۃ جوہرہ اور اسکے مخالف
یعنی کراہت ہے حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرۃ ہم منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال میں زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند
صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اسقدر خیرات کر دے جس سے نصاب پوری باقی نرہے شرح وقایہ میں کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے کہ بخیلی اختیار کرنا ہے اور فقیروں کا رزق قطع
کرنا ہے اور وعید عدم انفاق میں داخل ہونا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل ہو میقات کسی حل میں داخل ہو پھر مکہ معظمہ میں بلا احرام داخل ہو اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ اسقاط
حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے وجوب سجدہ کے خوف سے ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیہ قال وطلبنا
کثیرا فلم نجدہا اور کوئی حیلہ موجود نہیں فقہا کے کلام میں حیلہ ساقط کرنے کیواسطے کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہمنے اسکو بہت تلاش کیا سو اسکو نہ پایا واذا اشتری جماعۃ عقارا
والبائع واحد یتعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وہو ما اذا اتحد والبائع واتحد المشتری لا یتعدد الاخذ

بہا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض و بعدہ سمی
لکل بعض ثمنا او سمی لکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا الثمن اور جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہے تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتری کے
شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہیں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد
نہوگا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سبکو چھوڑ دے اسواسطے کہ اسمیں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہوا ایک مشتری
کے تو عقد متفرق نہوا اسمیں کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اسکے ہر مشتری کے ثمن کا علحدہ علحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملاً ذکر کیا ہو
اسواسطے کہ یہاں اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا واعلم انہ اذا طلب الحصۃ ہو علی شفعتہ اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی
حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قادر رہیگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہوگیا کذا فی ... اشتری داربین او قریتین او مصرین صفقۃ اخذہما الشفیع بہما معا او
ترکہما لا احدہما ولو احدہما بالمشرق والاخری بالمغرب شرح مجمع و باقانی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گانون خرید کیے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب و قبول
سے تو ان دونون گھرون کا شفیع انکو ساتھ ہی لے یا دونون چھوڑ دے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع اور
اسکا ذکر آگے آویگا ہم اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونون گھرون کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پہنچتا مگر اسی
گھر کا جو اسکے پاس ہے اور ایسا کہا ہے محمد نے ان دونون گھرون میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونون کا لینا
درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی الظہیریۃ واعتبر فی ہذا ای العدد والاتحاد العاقد
لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضہم اور اس تعدد اور اتحاد میں عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد
کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا اپنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے ہم یہ اس صورت میں ہے کہ ہر
وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحاوی اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم
المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح آدھا گھر غیر مقسوم خرید کیا مشتری نے بائع سے بانٹ لیا
تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو بموجب اصح قول کے ہم غیر اصح قدوری کا قول ہے
کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اسکی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانہا من تمام القبض
اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون
قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع نقضہ کما ذکرہ بقولہ بخلاف ما اذا باع احد
الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وہبتہ تو اگر مشتری نے قسمت کرلی بائع کے
شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے بخلاف اسکے جبکہ دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ
بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جسنے بیع نہیں کی قسمت کرلی کہ وہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے ہم
یہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ تب اس شخص سے واقع ہوا جس سے
قسمت کرلی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارا و لہا شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما
بقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمۃ ضرورۃ صیرورۃ النصف ثلثا شرح وہبانیۃ چنانچہ اگر دو شخصون نے گھر مول لیا اور وہ دونون شفیع ہیں اس گھر کے پھر
تیسرا شفیع آیا دونون کی قسمت کرلینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوا اسکے مثلاً رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی

ہوتا ہے کی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم یہ تشبیہ ہے نقض قسمت کی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاصق ہیں مثلاً انمیں سے دو نے وہ گھر
خرید کر کے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکورہ منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونوں
مشتریوں میں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور یہ باقی نہیں رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یشفع فیہا الشفیع الذی ہو الجار فالقول
للمشتری لانہ منکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت میں جسمیں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے
کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اسکی ذات پر جائز ہے ابو یوسف
کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے ہم یعنی مشتری یوں قسم کھائے کہ واللہ یہ گھر میرے علم میں شفیع کا مملوک نہیں علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے
فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے
کہ یہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر ہے وان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لاحاطۃ علمہ دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری
اپنی ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی
الزاہدی ہم اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اسوقت ہے جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی
ہو اور گواہ نہ ہوں جس سے اسکو ثابت نہ کر سکے ولو برہنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لاویں تو شفیع کے گواہ احق اور
مقدم ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں فرع مسائل ملحقہ شارح کے باع ما فی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز المستاجر البیع اخذہا بالشفعۃ والا بطلت
الاجارۃ وان رد بطلا مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اسکی جائز رکھی تو اسکو لیگا بطریق شفعہ کے
یعنی اور اجارہ باطل ہوجاویگا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کردے ہم یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل
ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیہ شری لطفلہ الاب شفیع لہ الشفعۃ والوصی کالاب قلت لکن فی شرح المجمع ما یخالفہ
فتنبہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح مجمع میں اسکا مخالف ہے
سو خبردار رہنا ہم شرح مجمع میں یوں ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقاً اسواسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا
مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کیواسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لاصقہ فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض
مبیع سے تو اسکا شفعہ فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمیں تفریق صفقہ ہوتی ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک
ہی گھر کے پاس ہے جار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی
الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقا لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کی جانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کر دیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور
دیانۃً مبطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کر دے ہر خصومت سے جو تیری خصومت
کہ ہماری جانب ہو سو اسنے ابراء عام کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہیں ہے کہ انکی جانب اسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اسکا شفعہ
باطل ہوگا لیکن فیما بینہ وبین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا زواہر الجواہر میں ہے کہ یہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر برأت
من المجہول سے برأت ثابت ہوجاتی ہے قضاءً بھی اور دیانۃً بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ المفتین میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا
صبغ المشتری البناء فجاء الشفیع خیر ان شاء اعطاہ ما زاد الصبغ او ترک جبکہ مشتری نے عمارت میں رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہے چاہے اسکو اتنا دے جسقدر
اسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبہ لکون القاضی لا یراہ فہو معذور شفیع جار نے طلب شفعہ میں تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ

جوار کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ معذور ہے یہود کی بیع بالبیع یوم السبت فلم یطلب لکن عذر یہودی نے سنیچر کے دن بیع سُنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر ہوگا
یہ تینوں مسئلے مکرر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یؤخذ منہ ان الیہودی لو طلب خصمہ من القاضی احضارہ یوم سبتہ فانہ لا یکلفہ الحضور ولا یأذن بہ عذرا
دینی واقعۃ الفتوی قال المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر ہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی آپ مدعا علیہ کا
احضار چاہے قاضی سے اسکے یوم السبت میں تو قاضی اسکو حاضر کرا دیوے اور اسکا یوم السبت عذر نہ ہوگا اور یہ مسئلہ فتوی طلب ہو چکا ہے کہا ہے مصنف نے میں کہتا ہوں
اور یہی مسئلہ واقعات حسامی میں مذکور ہے ادعی الشفیع علی المشتری انہ احتال لابطالہا ای الشفعۃ وفی الوہبانیۃ خلافہ قلت لم یذکرہ لان ابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ ایدہا
ازیلہ فلیحفظ شفیع نے مشتری پر یہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنے کا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیجاوے گی اور وہبانیہ میں اسکے مخالف مذکور ہے
میں کہتا ہوں اور مصنف نے وہبانیہ کا قول ذکر کرتے ہیں اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ میں کلام وہبانیہ کی اصلاح تائید کی ہے کہ اسپر تائید
زیادہ نہیں ہو سکتی تم اسکو یاد رکھنا چاہیے خلاصہ تائید مذکور یہ ہے کہ قاضی خان اور ... کا کلام دلالت صریح ہے کہ مشتری پر قسم لازم نہیں تعلیق ابطالہا بالشرط جائز
ابطال الشفعۃ کا تعلیق کرنا شرط سے جائز ہے مثلا صورت اسکی یہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ تیرے واسطے سپرد کیا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خریدی ہے سو
اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خریدی ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے کذا فی الطحطاوی عن منیۃ المفتی والمجتبی لو ادعی فی رقبتہا الدار وشفعۃ فیہا یقول ہذہ الدار داری وانا
اطلبہا فان وصلت الی والا انا علی شفعتی فیہا ایک شخص کا دعوی ملک ہے گھر کے رقبہ میں اور شفعہ کا بھی اسمیں دعوی ہے تو یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اسکا دعوی کرتا
ہوں سو اگر یہ گھر مجھکو پہونچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پہونچا تو میں اسمیں اپنے شفعہ کا دعوی کرتا ہوں اور یہ مسئلہ ظہیریہ میں یوں مذکور ہے کہ اگر ایک گھر دوسرے شخص کے پاس ہے اور صاحب خانہ
اسکا شفیع ہے اور اسکا زعم یہ ہے کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہے سو وہ ڈرتا ہے کہ اگر میں اسکی ملک کا دعوی کروں تو شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعوی کروں تو ملک رقبہ کا
دعوی باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہے اور میں اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہوں سو اگر وہ مجھکو پہونچا تو بہتر ہے اور نہیں تو میں اپنے شفعہ کا دعوی کرتا ہوں
اسواسطے کہ یہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی اخذ الشفیع علیہا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون ظالما
والا کان ظالما شفیع نے غلبہ کر کے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم نہ ہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ٹھہریگا اصل الشفیع مصالح این
مصنف نے کہا کہ مجھکو اس مسئلہ میں اعتراض ہے اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ میں یہ صریح ہے کہ شفیع کی ملک ثابت نہیں مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر یہ بدون
اسکے مجرد قول عالم کے اسنے اسقدر لیا تو یہ شفیع غیر کی ملک پر تو یہ صریح ظالم ہے اور اگر مجرد شفعہ پر اعتبار کیجیے تو وہ تعداد گواہ کہ سے موجود ہو جاتا ہے تو عالم کے
قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراضی و قضاء قاضی کی جیسے کہا ہے فلم ٹھہریگا تو اسپر تعزیر ہوگی اشباہ علی عدد الرؤس النقل والشفعۃ واجرۃ القسام والطریق اذا اختلفوا
فیہ الکل فی الاشباہ چند چیزیں عدد اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جبکہ اسمیں لوگ اختلاف کریں یہ مسائل
مذکورہ اشباہ میں ہیں ہم دیت کی صورت یہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا مکان مملوک میں تو اسکی دیت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ
اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکوں میں تو اسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا
حصہ قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہے اسواسطے کہ شارع عام کسیکا ملک نہیں اور طریق کے مانند گھر کا
صحن ہے جبکہ ارباب بیوت اسمیں اختلاف کریں اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان
طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود والشفعۃ لمرتد عنا یہ شفعہ کا حق ثابت نہیں مرتد کیواسطے کذا فی الغایۃ بیعی شفیع لا ولی لہا لا
تبطل شفعتہ ولو نصب القاضی فیہا لطلبہا جاز جو ہر ایک لڑکا شفیع ہے جسکا کوئی والی نہیں تو اسکا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اگر قاضی اسکی طرف سے کوئی کارپرداز قائم کرے کہ
وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی جوہرہ شری کرما فاستحق فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان الاشجار وقت القبض ثمرۃ سقط

بقدرہ و الا لا اذ لا حصۃ لہ من الثمن حینئذ موید زادہ بغیر یا الواقعات الحسامی اگر درخت کا باغ خرید کیا اور اسکا شفیع غائب ہی سو درخت پھل لائے اور مشتری نے انکو کھایا پھر شفیع آیا اور اُسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہوں تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پہلے نہ ہونگے قبض کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اسوقت کذا ذکرہ موید زادہ من الواقعات الحسامی فی الوہبانیۃ ولا یاخذ فیما اشتری اب او وصی للبلوغ یوخذ والوہبانیۃ میں ہی اور باپ شفعہ نہ لے اُس میں جو اُسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور وصی مخاصمت میں تاخیر کرے تسلیم کے بلوغ تک اگرچہ خصومت میں تاخیر جائز ہے لیکن وصی کو لازم ہی کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کر رکھے چنانچہ خزانۃ الاکمل میں ہی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہوجاتا ولیس له تفریق دار بیعا + ولو غیر جار فالتفرق ابعد + اور شفیع کو جائز نہیں تفرق کرنا ان دوگھروں کا جو ساتھہ ہی بیع ہوئے اور وہ دونوں کا شفیع ہی اور اگر شفیع ہمسایہ نہیں دوسرے گھر کا تو تفرق لائق تر ہی تفرق اسواسطے کہ وہ تفرق صفقہ کے موجب ہی اور ایک گھر کا شفیع ہی اور دوسرے کا نہیں تو تفرق جائز ہی چنانچہ سابق میں مذکور ہوچکا ہے و احلف اسقاط التحیل سقطا + وتحلیفہ فی الانکار لاشک انکر + اور منکر نہیں کرتا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے درانحالیکہ وہ قاصد ہی اسقاط کا لیکن کوئی منع کا قصد کہ شفعہ ساقط کرلے میں حیلہ سے اور تحلیف احد العاقدین کی لیکن انکار میں بلاشک منکر اور معیوب ہی شرعاً یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہمنے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو اُنسے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب القسمۃ

یہ کتاب ہی قسمت کے بیان میں یعنی ساجھے کی چیز کا بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق باع فتجب الشفعۃ او قسم قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہ ہی کہ احد الشریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا یا قسمت کرلیگا بدون بیع کے ہی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء قسمت لغت میں اسم ہی اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہی اقتدا کا وشرعا جمع نصیب شائع لہ فی مکان معین اور شرع میں قسمت عبارت ہی ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کردینے سے ایک معین مکان میں ہم مثلاً ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اُس گھر میں شائع ہی بلاتعین پھر جب اُسکے تین حصے ہوگئے تو ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہوگیا اسی تعین حق شائع کا نام قسمت ہی وسببھا طلب الشرکاء او بعضھم الانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم یوجد طلبھم لاتصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہی سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنیکو اسواسطے بر وجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہم مشترک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہی اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہی کہ اُسکو اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کر دے اور غیر کو اُسکے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اُسکی اجابت واجب ہی کذا فی الزیلعی ورکنھا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعیین بین الانصباء ککیل وزرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہی جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہوجاتی حصوں کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ہم یعنی چنانچہ کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہی قسمت کا کہ بدون اُسکے قسمت کا وجود نہیں وشرطھا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم حائط وحمام اور شرط قسمت کی یہ ہی کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کیجاتی دیوار اور حمام اور مانند اسکے ہم عدم فوت منفعت یہ شرط ہی زبردستی قسمت کی اسواسطے کہ قسمت سے غرض مقصود تو فیر منفعت ہی پھر جب منفعت ہی نرہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ہی ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا وحکمھا تعیین نصیب کل من الشرکاء علیحدۃ اور حکم یعنی قسمت کا اثر مترتب معین کر دینا ہی ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وہو اخذ عین حقہ وعلی معنی المبادلۃ وہی اخذ عوض حقہ اور مطلقا یعنی مثلی و قیمتی دونوں میں قسمت شامل ہی معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہی اپنے حق ملک کا بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلہ لینا ہی اپنے حق کا ہم بیان اشتمال یہ ہی کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہی اُسکے اجزا میں ہر جزو شامل ہی نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہی تو اسکا لینا افراز ہی یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اسکی شریک کا تھا اسکو لیا اسکے عوض جو اسکے حصہ میں ہے

شریک ثانی کے قبضہ میں ہو تو اسکا لینا بھی مبادلہ ٹھہرا کذا فی التبیین والافراز ہو الغالب فی المثلی والا ای وان لم یکن مثلیا کالعددی المتقارب فان معنی الافراز غالب فیہا ایضا ابن کمال عن الکافی اور
افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم میں ہے چنانچہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور جوز ہے اسواسطے کہ افراز کے معنی اسمیں بھی مثلی کے مانند غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن
کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز اسواسطے غالب ہیں کہ اسکی ابعاض اور افراد میں تفاوت نہیں اسواسطے کہ مثلا گیہوں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اسکی مثل ہے جو ظاہر اور باطن
میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اسکا بعینہ اسکا قرار دینا ممکن ہے والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ ای غیر المثلی وہو القیمی اور مبادلہ غالب ہے مثلی کے سوا یعنی قیمی میں ہم قیمت والی چیز چنانچہ
جیتا جانور اور اسباب اور زمین میں اسواسطے مبادلہ غالب ہے کہ انمیں بہت تفاوت ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا ہو تو ہمکو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں میں بالیقین معادلہ اور
مساوات ثابت نہیں اذا تقرر ہذا الاصل فیاخذ الشریک حصتہ بغیبۃ صاحبہ فی الاول ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوتہ جبکہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا
کہ مثلی میں افراز غالب ہے اور قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثلی میں عدم تفاوت افراد کے سبب
حصہ لے اسکی غیبت سے ثانی میں یعنی قیمی میں اسکے تفاوت افراد کے سبب سے فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ
نفذت القسمۃ ان سلم حظ الاخر والا لا خانیۃ یعنی فتاوی قاضیخان میں ہے کیلی یا وزنی چیز مشترک ہے درمیان حاضر اور غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا
شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اور اگر تسلیم نہیں کیا تو قسمت نافذ نہ ہوگی اور اگر باقی تلف ہو گیا غائب یا صغیر کے ولی
سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب اور صغیر کا کھیرہ بین دہقان وزراع امرہ الدہقان بقسمتہا
افرزہ الدہقان اولا فہلاک الباقی علیہما وان ذہب الزراع اولا فالہلاک علی الدہقان خاصۃ کذا قالہ بعض المشائخ انتہی ملخصا چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترک ہے درمیان زمیندار
اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو زمیندار کیواسطے جدا کیا تھا زمیندار کے گھر پہنچا لیگیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جانا دونوں
پر پڑیگا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہ کہا ہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضیخان ملخصا علم ظاہری میں مسئلہ ذخیرہ سے یوں
منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہو گیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہو جاویگا جیسا کہ قسمت سے
پہلے تھا اور اگر اسکا حصہ تلف ہو گیا جسنے خود کیل اور وزن کیا تھا دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہے اسی قاعدہ سے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا
حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہو گیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا
حصہ قبل از قبض تلف ہو گیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہو گیا تو قسمت برقرار ہے انتہی اور جو شارح نے قاضیخان سے نقل کیا وہ اسکے مخالف ہے اور ظاہر روایت ذخیرہ کی
کے ذخیرہ سے منقول ہے لہذا قاضیخان نے اس قول کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے تو یہ وجہ خلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان اجبر علیہما ای علی قسمۃ
غیر المثلی فی متحد الجنس منہ فقط سوی رقیق غیر الغنم عند طلب الخصم فیجبر لما فیہا من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قیمی میں
اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں اور سوائے اس غلام کے جو غنیمت کا نہیں جبکہ خصم قسمت طلب کرے تو قیمی میں جبر اسواسطے ہے کہ اسمیں معنی افراز ہے
یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ
باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمیں تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اسمیں جائز ہوا تا ضرر دفع ہو اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے
حصے سے مخصوص ہو جاوے اور اسکی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ وبیع مال المدیون
لوفاء دینہ اسکے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں کبھی جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور مدیونوں کی ملک بیچنے میں اسکے دین کے ادا کرنے
کے واسطے وتنصیب قاسم یرزق من بیت المال بلا اجر منہم وہو مستحب وفی بعض النسخ واجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جسکو روزی دیجائے بیت المال سے
تو وہ قسمت کر دیا کرے بدون لینے اجرت کے شریکوں سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخ درمختار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے

وان نصب باجر المثل صح لانها ليست بقضاء حقيقة فجاز له اخذ الاجرة عليها وان لم يجز على القضاء ذكره اخی زادہ اور اگر قسمت کرنیوالا اجرت مثل پر مقرر کیا جائے تو صحیح ہے اسلیے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں ہے تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زادہ اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں خلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی الفیض وہو علی عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لهما اور وہ یعنی اجرت مثل شریکوں کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہوں یا بعض حصوں پر برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اجرت مثل حصوں کے موافق ہے زیادہ حصے والا زیادہ اجرت دے اور کم حصے والا کم دے قید بالقاسم لان اجرة الکیال والوزان

بقدر الانصباء اجماعا وکذا سائر المؤن کاجرة الراعی والحمل والحفظ وغیرها شرح مجمع زاد فی الملتقی ان لم یکن للقسمة وان لها فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الهدایة بلفظ قیل وتمامه فیما علقته علیه اختلاف اجرت میں جو قاسم کی قید لگائی اسواسطے کہ کیل کرنیوالے اور وزن کرنیوالے کی اجرت بقدر حصوں کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح باقی مصارف شرکت ہیں جیسے ریوڑ چرانے والے کی اجرت اور باربرداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیر ذلک کذا فی شرح المجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اسوقت ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو مثلا جیسے کہ دو شریکوں نے کیل یا موزون خریدا اور ایک آدمی سے اسکے کیل یا وزن کا امر کیا اسکی مقدار معلوم ہو تو اسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی درر المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اسمیں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے ویجب کونه عدلا امینا عالما بها اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقفکار ہے تو فاسق اور خائن اور اس جاہل کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لها لئلا یتحکم بالزیادة اور ایک شخص قسمت کرنے کیواسطے متعین نہ کیا جاوے تاکہ وہ زیادتی اجرت مثل پر تحکم نہ کرے ولا یشترک القسام خوف تواطئهم اور قسمت کرنیوالے لوگ باہم شرکت نہ کریں انکے اتفاق کے خوف سے ہے یعنی اگر انمیں اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کرکے اجرت گران کردیں تو اسمیں لوگوں کا ضرر ہوگا طحطاوی

ولکن تمام ہے قاسم کی وصحت برضی الشرکاء الا اذا کان فیهم صغیر او مجنون لا نائب عنه او غائب لا وکیل عنه لعدم لزومها حینئذ الا باجازة القاضی او الغائب او الصبی اذا بلغ او ولیه هذا لو ورثة ولو شرکاء بطلت منیة المفتی وغیرها اور قسمت صحیح ہے سب شریکوں کی رضامندی سے مگر جبکہ انمیں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرف کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں قسمت مذکورہ صحیح نہ ہوگی اسکے نہ لازم ہونے کے سبب سے اسوقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جاوے یا اسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہ یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اسوقت ہے جب کہ شرکا وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے انمیں شرکت حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیة المفتی وغیرہا ام طحطاوی میں عالمگیری سے یوں مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شرکا حاضرین گواہ لاویں خریداری پر

وقسم نقلی یدعون ارثه بینهم او ملکه مطلقا او شراء صدر الشریعة فلا فرق فی النقلی بین شراء وارث و ملک مطلق اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما بینهم شرکا دعوی کرتے ہیں یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہیں یا اسکی خریداری کا دعوی کرتے ہیں کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہیں نقلی یعنی مال منقول میں درمیان خریداری اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا مزید تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف میں ہے تو قسمت میں اسکا حفظ ہے اور حقدار کا حق پہونچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق کی اور کوئی انکے ساتھ منازع نہیں قلت ومن النقلی البناء والاشجار حیث لم یتبدل المنفعة بالقسمة وان تبدلت فلا جبر تأمله شیخنا میں کہتا ہوں از منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہیں جہاں منفعت بتبدل نہ ہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہاں قسمت پر جبر نہیں یہ کہا ہے ہمارے استاد نے وعقار یدعون شراءه او ملکه مطلقا اور قسمت کیا جاوے وہ مال غیر منقول جسکی خرید کا یا اسکی ملک مطلق کا شرکا دعوی کرتے ہیں فان ادعوا انه میراث عن زید لا یقسم حتی یبرهنوا علی موته وعدد ورثته پھر اگر شریک دعوی کریں کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اسکی قسمت نہ کیجاوے یہاں تک کہ گواہ لاویں زید کی موت پر اور اسکے وارثوں کے شمار پر وقالا یقسم باعترافهم کما فی الصور الاخر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی

تقسیم کیجائیگی محض اُنکے اقرار سے چنانچہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت مین ولا ان برہنا ان العقار معہما حتی یبرہنا
انہما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معہما باجارۃ او اعارۃ فیکون قسمۃ حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ غیر
منقول اُنکے ساتھ ہے یعنی اُنکے قبضہ مین ہے یہان تک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول انھین دونون کا مملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسلیے
کہ احتمال ہے کہ غیر منقول اُنکے قبضہ مین بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت مین قسمت حفاظت کی ٹھہریگی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے
ولو برہنا علی الموت وعدد الورثۃ وہو ای العقار فی ایدیہم قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی معہما وفیہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض لہما ای للغائب
والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول اُنکے قبضہ مین ہے اور وارثون مین صغیر حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب
ہے تو ورثہ حاضرین مین قسمت کیجاے اور صغیر کے واسطے ایک شخص اُسکے حصہ کا قبض کرنے والا مقرر کیا جاے تاکہ اُنکی حق تلفی نہ ہو ولا بد من البینۃ علی اصل المیراث
عندہ ایضا خلافا لہما کما مر اور ضرور ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اصل میراث کی گواہی یہ کہ یہ گھر انکی میراث
ہے اُنکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی البحر الا اوی فان برہن وارث واحد لا تقسم اذ لا بد من حضور خصمین ولو احدہما صغیرا او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت اور
عدد ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضرور ہے اگرچہ انمین سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کانوا ای الشرکاء مشترین ای شرکاء
بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہون یعنی شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک ان مین
غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ خریداری کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا برخلاف میراث کے کہ اُسمین
ایک وارث اور وارثون کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے او کان فی صورۃ الارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیء منہ لا تقسیم
للزوم القضاء علی الطفل والغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتون مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضے مین ہو یا
عقار سے کچھ ہو تو اُسکی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کی طرف سے اور صغیر کی نائب
اُسکی ماں ہے اور غائب کے مانند اُسکا مودَع ہے حلبی نے کہا شارح کا قول او بعضہ مکرر ہو گیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیء منہ وقسم المال المشترک
بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور مال مشترک قسمت کیا جاے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کرسکے قسمت کے
بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الآخر لقلۃ حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیجاے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ
کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصون کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو
قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ جصاص نے ذکر کیا ہے کافی مین کہا یہ قول اصح ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر و
فی الخانیۃ یقسم بطلب کل وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اور خانیہ مین ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جاے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب
سے اور اسی پر فتوی ہے لیکن متون فقط قول اول پر شامل ہین یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متونہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضرر
الکل لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شریکون کی رضامندی سے تاکہ
قسمت عود نہ کرے اپنے موضوع پر نقض ہوکر یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہان مفقود ہے کذا فی الحلبی ہان اگر
سب راضی ہون تو قسمت درست ہے کہ حق انکا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ تر واقف ہین لیکن قاضی اُسکا مباشر نہو اگرچہ وہ طلب کرین اور نہ اسکو منع کرے
کذا فی الزیلعی وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا مجتبی مین ہے کہ ایک دکان
ہر دو شریکون کی جسمین وہ اپنا کام کرتے ہین سو ایک شریک نے قسمت طلب کیا اور دوسرا شریک نہین چاہتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اسمین کام کرے قسمت کے

ہو جیسا کلام کرتا تھا تو قسمت کیجاوے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کیجاوے وقسم جبر في غير الحيوان اذا اتحد جنسها الا الانسان لتعذر المعادلة بعضها ببعض وضعا
تمیز فیجبر الراضي دون جبر القاضي اور قسمت کیجاوے ان عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو قسمت کیجاوین وہ چیزین اسطرح کہ ہر ایک شریک کو
دیجاوے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کر تمیز ہو کر تو اختلاف جنس پر راضی شریکا پر اعتماد کیا جاوے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب
ایک جنس ہو جیسا کہ کپڑا یا سونا یا روپیہ شمار سے یا چاندی ہو تو اسمین ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا
اور کچھ دوسرے کو اسواسطے کہ مقصود دونون میں برابر ہے تو قسمت تمیز واقع ہوگی لہذا قاضی کو اسمین جبر کا اختیار ہوگا اور جن چیزون کی قسمت مین اونکا بعض
کا معاوضہ بعض سے ہو اسطرح صحیح نہین کہ ایک شریک کو اونٹ دیجیے اور دوسرے کو گدھا یا مثلاً اس جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونون جنسون
مین خلط اور اتحاد نہین تو یہان قسمت تمیز واقع نہ ہوگی بلکہ معاوضہ ہوگی تو یہان تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار
ہے جہان قسمت یعنی تمیز ہو نہ یعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق وحدہ لفحش التفاوت في الادمي اور نہ قسمت کیا جاوے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی مین
تفاوت بہت ہوتا ہے ہم آدمی مین تفاوت ہونا سوائی بالائی کے سبب چنانچہ ذہن اور ہوشیاری کا حال باقی حیوانات کہ انمین تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کی صورت
مین فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اسوقت مالک کی بھی اسکے ساتھ ملکر قسمت ہوجاویگی باتفاق امام
اور صاحبین کے وقالا یقسم لو کان رقیقا فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر فقط غلام ہو یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت ہوگی
جیسے اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیجاوین جواہرات انکی کثرت تفاوت کے سبب
ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس کے ہون تو بھی قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہین ہوسکتی و لا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما في
قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاوے حمام اور کنواں اور چکی اور کتابین اور جس چیز کی قسمت مین ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالین ذکر کیں بطور عطف عام کے علت
عدم قسمت پر اشارہ کردیا کہ جس چیز کی قسمت مین ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہین اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کیواسطے ہے پھر جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے
لائق نہ رہا تو معنی قسمت متحقق نہوے الا برضاہم لما مر مگر شریکون کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گذشتہ ہم یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت مین باوجود ضرر کے
شرکا راضی ہون قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انھین کا ہے ولو اراد احدہما البیع وابی الآخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا
شریک نہین مانتا ہے تو اسکے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاویگا بخلاف مذہب امام مالک کے وفي الجواہر لا تقسم الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمہایاۃ ولا تقسم بالاوراق و
لو برضاہم اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ کتابین قسمت نہوگی وارثون مین ولیکن ہر وارث اُنسے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی ورقون کے شمار سے نہوگی
اگرچہ ورثہ اسپر راضی ہون وکذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ہم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات
مین تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلاً جسکی پانچ چھ جلد مجلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلاً اور کوئی کتاب الحج
اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہوجاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاوے
اور ہر شریک بعض کتب لے قیمت سے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہین وفي التاتارخانیۃ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا فتشاجرا فیہ فقال
احدہما لا اکری ولا انتفع وقال الآخر ارید ذلک امر القاضي بالمہایاۃ ثم یقال للممتنع لا ترید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ مین
ہے کہ ایک ایسا گھر یا دوکان مشترک ہے دو شریکون مین جسکی قسمت ممکن نہین ہے دونون نے اسمین جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ مین اسکو کرایہ نہ دونگا اور نہ اس سے
نفع لونگا سکنے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ مین اسکا ارادہ رکھتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اس
شریک سے کہا جاوے جو انتفاع کا ارادہ نہین رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھ ہم یعنی اپنی باری مین اسکو انتفاع اور

عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے و دور مشترکۃ او دار وضیعۃ او دار و حانوت قسم
کل واحد منہا منفردۃ مطلقا ولو متلازقۃ اور فی الخانیۃ یہ مصر میں مسکین چند گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت
علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہا باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین ہم یعنی مشترک گھروں میں
استحقاق قسمت نہ ہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلیے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلوں اور پڑوسیوں اور مسجد اور پانی
کے قریب ہونیکے تو انکی قسمت میں برابری ممکن نہیں تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کر دینا ممکن نہیں بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان کی
قسمت خلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقا اور منازل اگر مجتمع ہوں ایک گھر میں تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت پذیر نہیں اور
منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوئی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلہا فی مصر واحد اولا و مشترک وغیرہا کی قسمت مجتمعہ
نہ ہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر میں ہوں یا نہ ہوں ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا وقالا ان الکل
فی مصر واحد فالرای فیہ للقاضی وان فی مصرین فقد قیل لا قولہ وصاحبین نے کہا کہ سب اشیا مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں تو یہ قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیا
مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہے یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہیں دو شہروں میں اور ایک شہر میں جائز ہے اگر قاضی اسکو بہتر سمجھے والا جائز نہیں
ولیصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی ویعدلہ علی سہام القسمۃ اور قاسم نقشہ بنادے کاغذ پر اسکا جسکی قسمت کیا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے
کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں پر تعدیل و تسویہ کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہے کہ کثیر سہام کو نافل کرے تو مقسوم کو آپس میں برابری کرے تو اگر اقل سہام ثلث ہو
مثلاً تو اسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہو تو اسداس ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی عن الشمنی ویذرعہ اور گز سے اسکو پیمایش کرے اس واسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے
ویقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اس واسطے ہے کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیمایش سے ہو چکی اور عمارت ایک شریک
کے حصہ میں واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اسکی قیمت دے کذا فی النہایہ ولیفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اسکے راہ اور پانی کی
آمد کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ و نہر جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہ رہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال
حاصل ہوں ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث ولم جرا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول و ثانی اور ثالث کے ساتھ وعلی ہذا القیاس رابع اور
خامس بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی ویکتب اسامیہم ویقرع
تطییبا للنفوس اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے ہم ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھکر
وفی نسخۃ القلوب ۱۲
گولی بنا دے جوہرہ میں ہے کہ قرعہ واجب نہیں غرض اس سے تسکین قلوب ہے تاکہ کسی کی جانبداری معلوم نہ ہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کر دے تو
جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السہم الاول ومن خرج ثانیا فلہ السہم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اسکے لیے پہلا حصہ ہے اور جسکا نام کہ
دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہے یہاں تک کہ اخیر تک پہنچ جاوے ہم شرح وقایہ میں ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت خام کے
خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گزوں سے پیمایش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اسکے متصل کو ثانی ٹھہرا دے
اور اسکے متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس جسکا نام قرعہ میں اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اسکا حصہ پورا ہو چکا پھر جسکا نام دوسری
بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص مساوی ہوں خواہ متفاوت انتہی ملخصا اور زمین ہے کہ اگر عقار مشترک میں تین شریک ہوں ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا
ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلا تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہرا دے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والے کو ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس سادس تک اور
شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہے تو وہ اپنا حق لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اسکے پاس والا دوسرا

سہم ملیگا اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اوسکے ہونگے واللہ اعلم انتہی ادرا ہم الاتدخل فی القسمۃ للعقار الابرضاہم فلو کان ارض و بناء او منقول
قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویۃ یرد الفضل دراہم للضرورۃ وتقسمہ فی الاختیار اور یہ جان رکھو کہ نقد
درہم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہوسکتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اسکی قسمت قیمت کر کے ہوگی ابو یوسف کے نزدیک
اور محمد کے نزدیک زمین پھیری جاوے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہ ہو تو بقدر زیادتی درہم پھیرے
جاوینگے ضرورت کے سبب سے اور اختیار میں اس قول کو پسند کیا ہے ہم کہتے ہیں اسکی یہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سو انھون نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب میں زیادہ عمارت ہے سو
ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درہم دیوے اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض زمین دے تو عوض میں زمین ہی دیجائیگی درہم نہ دلائے جاوینگے مگر جبکہ
زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درہم دلانا سو اسلئے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے درہموں میں نہیں تو اسکی قسمت جائز
نہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر قسم ولاحدہم مسیل او طریق فی ملک الآخر والحال انہ لم یشترط فی القسمۃ صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمۃ اجماعا اور جو
مشترک گھر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا ناندان اور راہ آمد و رفت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک سیل اور طریق قسمت میں مشروط نہیں ہوا تو ناندان
اور راہ اسکی طرف سے دوسری طرف پھیری جائے اگر ممکن ہو اور اگر نہ ہو تو قسمت فسخ کیجاوے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کیجاوے اسطرح کہ ہر شریک کا ناندان
اور راہ جدا ہو ہم اور اگر اشتراک راہ اور ناندان کا قسمت میں مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ ولو اختلفوا فقال بعضہم القینا مشترکا کما کان ان امکن
افراز کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہم نے اسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص
کے واسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو بشرح بیان کیا ہے ہم زیلعی میں یون ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق میں اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضوں نے یا تو
کہا کہ راہ کی قسمت نہ ہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اسمین حاکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کو اسلئے
سوا اور راہ قسمت کردے تکمیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر ایک حصہ جدا ہوجاوے اور اگر ایسا نہ ہوسکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحطاوی
مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار وامافی الارض فبقدر ممر الثور زیلعی شریکوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض
گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جاوے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جائیگا درصورت اختلاف کذا فی الزیلعی ہم یعنی جب گھر کی قسمت ہوگئی شریکوں میں
اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کیجائیگی سو اسلئے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی
طرف پھیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح میں فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں
تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اسکو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کے واسطے اتنی
چوڑی راہ چھوڑی جاویگی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور سیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحطاوی
بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل احد منہم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان قدر طول الباب من ہواء مشترک والبناء علی الہواء المشترک لایجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ
طریق کے اختلاف میں عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جاوے اسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی
اور بلندی کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکوں میں سے چھجہ کا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر میں سو اسلئے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی
دروازے کی مشترک ہے اور ہوا مشترک پر بنانا جائز نہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ ہم یعنی گھر کی راہ مشترک میں جسکا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے
دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ کا یا کھڑکی یا روشندان اپنے مکان میں راہ کی جانب بنایا چاہیے تو اگر باب
اعظم کی بلندی سے اوپر بنا دیوے تو درست ہے اور اس سے نیچے میں بنانا درست نہیں لانہ تصرف فی ہواء ان یکون الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان صلبۃ کان سہام

فی الدار قسما وبیته وذلک لان القسمة علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویة جائزة فجاز قسمة التبن بالاکرار لانه لیس بوزنی لا العنب بالسرنجیه
علی الصحیح بل بالقبان او المیزان لانه وزنی اور اگر شریکوں نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں ان میں تفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ اُنکے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اسواسطے
ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوا اُن مالوں کے جنمیں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے بھس کا بانٹنا رسیوں سے یعنی جالی جو بھس وغیرہ کے
اُٹھانیکے واسطے رسیوں سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیز نہیں جسمیں بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہیں انگور کا بانٹنا کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ تبان
یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے مترجم فتاوی قاضیخان کی عبارت یہ ہے وقسمة التبن بالحبال فی کری الزوازل انه یجوز لقلة التفاوت لانه لیس بوزنی انتهی تو بہانا
اُس عبارت کے اکرار کا ترجمہ رسیان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے
قاموس میں قبان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو بزرگ سے تو ترجمہ اسکا پیمانہ ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت ٹوکری یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم
سفل له علو وعلو مشترک او سفل مجرد مشترک والعلو لاخر وعلو مجرد مشترک والسفل لاخر قوم کل واحد من ذلک علیحدة وقسم بالقیمة عند محمد وبه یفتی نیچے اور اوپر کا
مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اُسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہو تو ان کا ہر ایک
مشترک کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکوں میں قسمت کیجاوے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے مترجم امام اعظم کے نزدیک قسمت گز سے
ہوگی بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز مقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ نیچے کا مکان
اسکی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اسمیں کنواں کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیر ذلک تو وہ دونوں مکان بمنزلہ دو جنسوں
کے ہو گئے تو تعدیل اور برابری شریکوں کے حصوں کی ممکن نہیں ہو سکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمة استیفاء نصیبه وشهد القاسمان بالاستیفاء قبلت
وان قسما باجر فی الاصح ابن ملک بعض شریکانے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور دو قسمت کرنیوالوں نے پورا پانے سے اسکے حق کی گواہی دی تو
گواہی انکی مقبول ہوگی اگرچہ انہوں نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شهد قاسم واحد لا لانه فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی اسواسطے کہ
وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہیں ولو ادعی احدهم ان من نصیبه شیئا وقع فی ید صاحبه غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء لم یصدق ذکرہ البرجندی لم یصدق
الا ببرهان او اقرار الخصم او نکوله فلو قال الا بحجة لعمت ولا تناقض لانه اعتمد علی فعل الامین ثم ظهر غلطه اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصہ میں سے کچھ از روئے
غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ میں رہ گیا ہے اور حال اُسکا یہ کہ اسنے پورا حصہ پانیکا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ البرجندی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے
اقرار سے یا اُسکے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجای الا ببرهان کے الا بحجة کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفا اور ادعاے غلط سے تناقض
دعوی مدعی کا ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے استیفا کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار پر بعد
ظاہر ہو جانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضته فاخذ شریکی بعضه وانکر شریکه ذلک حلف لانه منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ میں نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر شریک
نے اسمیں سے کچھ لے لیا اور شریک اسکا منکر ہے تو اُس سے قسم لیجائے اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقراره بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا
ولم یسلمه الی وکذبه شریکه تحالفا وفسخ القسمة کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفا حق کے کہا کہ مجکو پہنچا ہے اُس میرے حصے سے یہان سے
یہان تک اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہیں کیا اور شریک اسکا اسکی تکذیب کرتا ہے تو دونوں قسم کھاوین اور قسمت فسخ کر ڈالی جاوے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف میں
طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب کلا طائفة فادعی احدهما بیتا فی ید الاخر من نصیبه وانکر الاخر فعلیه البینة
لانه مدع اور اگر دو شریکوں نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف میں آ گئی میرے
حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اسپر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاما فالعبرة لبینة المدعی لانه خارج وان کان قبل الاشهاد علی القبض

شہادتہما قسمت وکذا لو شہدا علی الحدود ۔ اور اگر دونون شریکون نے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لا
سے پہلے ہو تو دونون شریک قسم کھاوین اور قسمت فسخ کر ڈالی جاوے اور یہ سب اسی کا حکم ہے اگر دونون حدود مین اختلاف کرین ۔ ان استحق بعض معین من نصیبہ
لا تفسخ القسمة اتفاقا علی الصحیح ۔ اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین مین استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے
بقول صحیح یہ حکم اسلیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اسمین غیر کا حق نہین کذا فی الطحطاوی ۔ وفی استحقاق البعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا ۔ وبعض شائع غیر معین کے
استحقاق مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اسکے صحیح نہین
وفی استحقاق بعض شائع من نصیبہ لا تفسخ خلافا للثانی بل المستحق منہ یرجع بحصتہ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمة دفعا للضرر التبعیض
اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصہ سے قسمت زیر دفعی سے فسخ نہ ہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اسقدر پھیر لے اپنے شریک کے حصہ سے
اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ ضرر حصص سازی مندفع ہو جاے قلت فقد بقی ههنا احتمال آخر وهو ان استحق البعض من نصیب کل احد فان کان شائعا فسخت وان کان
معینا فان تساویا فظاهر والا فالعبرة لذلک الزائد کما مر فلذا لم یفرد بالذکر ۔ مین کہتا ہون یہان ایک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصہ
مین تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونون حصون مین برابر ہو تو ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اسی زائد کا اعتبار
ہو جائیگا جیسا کہ گذر گیا تو اسی واسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہین کیا ۔ ہم کمی بیشی کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک کے حصہ مین چار گز کا استحقاق ہوا اور دوسرے کے حصہ مین
چھ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیر دے ۔ ظهر دین فی الترکة المقسومة تفسخ القسمة الا اذا قضوه ای الدین او ابرأ الغرماء ذممهم او الورثة او یبقی منها ای من الترکة
ما یفی به لزوال المانع ۔ ترکہ مقسومہ مین دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کر دین یا ارباب دیون ان کو
بری الذمہ کر دین یا ترکہ سے اتنا باقی رکھا ہو جو ادائے دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی مانع کے دور ہو جانیکے سبب سے ۔ ولو ظهر غبن فاحش لا
یدخل تحت التقویم فی القسمة فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد ۔ اور اگر قسمت مین ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت
کرنیوالون کی تجویز مین داخل نہین ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہان
پایا نہین گیا ۔ ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازها المعادلة ولم توجد فوجب نقضها خلافا لتصحیح الخلاصة قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی
اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح مین اسواسطے کہ جواز قسمت مین برابری حصون کی شرط ہے اور وہ پائی نہین گئی تو اسکا توڑنا واجب ہوا
برخلاف تصحیح خلاصہ کے مین کہتا ہون تو اگر مصنف کنز کے مانند بجاے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ۔ ہم کنز مین یون ہے ولو ظهر غبن فاحش فی القسمة تفسخ یعنی اگر غبن فاحش
قسمت مین ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونون کو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی ۔ و
تسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر به لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ وتمامہ
فی الخانیة ۔ اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اسکا اقرار کر چکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعوی غلط اور غبن
فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یون کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کر لیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ
مین ہے ۔ ادعی احد المتقاسمین الترکة دینا فی الترکة صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمة بالصورة ۔ متروکہ بانٹ لینے والون مین سے ایک شخص نے
دین کا دعوی کیا متروکہ مین تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کر لینے اور دعوی دین مین تناقض نہین بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے
قسمت کی صورت متروکہ سے ۔ ہم دین معنی سے متعلق ہے یعنی متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہون تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور
متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ۔ ولو ادعی عینا بای سبب کان لم یسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمة اعتراف بالشرکة اور

اگر زمین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوی مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیشقدمی کرنا اقرار ہے تفسیر
کا وفی الخانیۃ اقتسموا دارا او ارضا ثم ادعی احدہم فی قسم الآخر بناء او نخلا انہ بناہ او غرسہ لم تقبل بینتہ اور خانیہ مین ہے کہ شریکون نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر
ایک نے دوسرے کے حصہ مین عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنی یہ کہا کہ مین نے اسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یعنی بسبب
تناقض کے وقعت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا یفتی لانہ استحق الشجرۃ باغصانہا اختیار درخت
ایک شریک کے حصہ مین پڑا اسکی شاخین لٹک رہی ہین دوسرے شریک کے حصے مین تو اسکو نہین پہونچتا ہے کہ اسپر زبردستی کرے شاخون کے کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے
اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہے اسکی شاخون کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کون وجہ ہے بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن
الآخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا ونعمت والا ہدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیہ ایک شریک
نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین مین جو دونون مین مشترک ہے سو اسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائیگی
سو اگر عمارت مذکورہ بنانیوالے کے حصہ مین پڑے تو خوب ہے اور نہین تو عمارت ڈھائی جاسے اور اسیطرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہم ہان اگر وہ شریک بہ کو
راضی کرے تو ہدم نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ والقسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا واخذوا حصتہم ثم تراضوا علی الاشتراک بینہم صح وعادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ لان
قسمۃ التراضی مبادلۃ فیصح فسخہا ومبادلتہا بالتراضی بزازیہ قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکون نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیکے پھر وہ راضی
ہوگئے آپس کے ساجھے سے تو قسمت کا توڑنا صحیح ہے اور شرکت پھر آوے گی زمین یا اسکے غیر مین اسواسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اسکا فسخ کرنا اور
بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ہبۃ او صدقۃ او بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیہ و
یفید جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہے جیسا کہ قسمت ہونا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کہ لے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچنا
کی شرط پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اسکا ملکیت کو اسمین ثابت کرتا ہے اور قابض کے واسطے اسمین جواز تصرف کا مفید ہے اور اسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت
کا المقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے جیسا کہ بیع الفاسد کے باب مین گذر گیا وقیل لا اشباہ وجزم بالاول
فی الاشباہ والاول فی البزازیۃ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہین کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ مین اور قول
اول پر یقین کیا ہے بزازیہ مین ولو تہایا فی سکنی دار واحدۃ یسکن ہذا بعضا وذا بعضا او ہذا شہرا وذا شہرا او دارین یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما
وذا یوما او عبدین یخدم ہذا ہذا والآخر الآخر او فی غلۃ دار او دارین کذلک صح التہایؤ فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرلین ایک
گھر مشترک کے رہنے مین اسطرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان مین اور وہ شریک بعضے مین یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھر دون مین
باری مقرر کرین کہ ہر شریک ایک ایک گھر مین رہے یا باری معین کرین غلام مشترک کی خدمتین کہ ایکروز اسکی خدمت کرے اور ایکروز دوسرے کی یا دو غلامون مشترک کی خدمت مین
کہ یہ غلام اسکی خدمت کرے اور وہ دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کرین ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ مین اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجوہ ستہ مین بطریق
استحسان بالاتفاق صحیح ہے ہم مہایاۃ اور تہایؤ مفاعلۃ اور تفاعل ہے ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہرہ سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہے اور تحقیق
اسکی عنایہ مین یون ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہوا اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جسطرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح مین
مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہین کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکے ہمجنس سے لیکن استحساناً یہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم والا
ان القاضی یہائی بینہما جبرا بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کرے دو شریکون مین زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک
قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہین ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونون شریکون کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ فیما یقسم

بطلانت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک مین جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ مین ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے و بلا عذر جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو جبتک کہ دونون نقض پر راضی نہ ہونگے تو نقض جائز نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پھر توڑدی تو اب اسکا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری مین عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ پھوڑنا جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ ولو اتفقا علی ان النفقۃ کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوے اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا بخلاف لباس کے یعنی تفصیل یہ ہم جبکہ لباس کی مقدار معین دونون نے مذکور نہ کی ہو تو نہ قیاسا جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاسا جائز نہین اور استحسانا جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وما زاد فی نوبۃ احدہما فی الدار الواحدۃ مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر مین تو وہ مشترک ہے دونون مین نہ دو گھر کی حاصلات مین ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت مین کرایہ گران ہو گیا دوسرے کی نوبت سے تو زیادت مین دونون شریک ہونگے اور اگر دو گھرون مین ایک گھر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد مین شرکت نہ ہوگی کذا فی الخانیۃ مختصرا تجوز فی عبد و دار علی السکنی والخدمۃ وکذا فی مختلفی المنفعۃ ملتقی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت مین جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر مین رہے تو یہ درست ہے اور اسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ مین نوبت مقرر کرلینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ہم شارح کی شرح ملتقی مین ہے کہ جب باری متحد المنفعۃ مین جائز ہوئی تو مختلف المنفعۃ مین بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر ولو تہایا فی غلۃ عبد او فی غلۃ عبدین او تہایا فی غلۃ بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرۃ شجرۃ او فی لبن شاۃ لا یصح فی مسائل الثمان اور اگر دو شریکون نے باری مقرر کرلی ایک غلام کی اجرت مین یا دو غلام کی اجرت مین یا نوبت چین کی ایک خچر کے کرایہ مین یا دو خچر کے کرایہ مین یا ایک خچر کی سواری مین یا دو خچر کی سواری مین یا ایک درخت کے پھل مین یا بکری کے دودھ مین تو ان آٹھون مسئلون مین باری معین کرنا درست نہین ہم اجرت غلام کی باری مین بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ باری نہین ہو سکتی مگر دو زمانے مین تو احتمال ہے حاصلات کی بیشی کا بخلاف خدمت کہ اسمین مسامحہ مروج ہے اور دو غلامونکی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہین اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت مین کچھ ضرورت نہین اسلیے کہ اجرت مین قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہین اور دو خچر مین اختلاف ہے وعلی ہذا القیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہین اور دو خچرون مین اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری کی کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلۃ الثمار ونحوہا ان یشتری حظ شریکہ ثم یبیع کلہا بعد مضی نوبتہ او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبہ اذ قرض المشاع جائز اور پھل اور اسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب پھلون کو بیچڈالے اپنی باری کے گذرجانیکے بعد دوسرے شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے الغرامات ان کانت لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس ولا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی ہذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اسکی قسمت لوگون پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانون کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگون کے شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار مین داخل نہ ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانون سے ڈانڈ لے تو اسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی ولو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء امتعۃ فالغرم بعدد الرؤس لانہا لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگون نے اسکو ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرادینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیون کے شمار پر ہوا اسواسطے کہ یہ جانونکی حفاظت کیواسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرادیا تو اسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اس غائب پر کچھ مال لازم نہوگا جسکا مال کشتی مین ہے اور اسنے گرانے کی اجازت نہین دی اور اگر پانی کی فراست سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونون کے تلف ہونے کا خوف ہو تو دونون طرح پڑل لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ ان احتمل القسمۃ لا جبر و

قسم والا بنی ثم اجره لیرجع بما انفق لو بامر القاضی والا فبقیمة البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہو گیا سو ایک شریک اُسکی عمارت بنانے سے انکار
کرتا ہے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہو تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالا جاوے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہو تو ایک شریک اُسکی تعمیر کرے پھر اُسکو کرایہ پر
چلاوے تاکہ جو اُسنے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہے اور اگر بحکم قاضی تعمیر کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کے وقت ہو وله
التصرف فی ملکه وان تضرر جاره فی ظاهر الروایة الکل فی الاشباه اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ اُس تصرف میں اُسکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو
ظاہر الروایة میں یہ سب مسائل مذکور ہیں اشباہ میں م صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہیں تو جائز ہے اور اسی پر
فتوی منقول ہے شرح وہبانیہ میں اور اسی قول کو صحیح کہا ہے نسفی نے اور عمادیہ میں ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن
الزواہر وفی المجتبی وبه یفتی وفی البحر وجه الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاهر الروایة اور مجتبی میں ہے کہ جواز تصرف پر فتوی ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو
اور بحر میں ہے کہ فتوی منع تصرف پر ہے یعنی در صورت ضرر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتووں میں اختلاف پڑا اور ایسی صورت میں لائق یہ ہے کہ
ظاہر الروایة پر اعتماد کیا جاوے یعنی جواز تصرف پر گو ہمسایہ متضرر ہو قلت وهو فی متفرقات القضاء میں کہتا ہوں یہ مسئلہ مذکور ہو چکا متفرقات قضا میں وفی الوهبانیة و
شرحها ولو زرع الانسان ارضا بداره فلیس لجاره منعه لم یضر + اور وہبانیہ اور اُسکی شرح میں ہے اور اگر آدمی کچھ زمین بووے اپنے گھر میں تو اُسکے پڑوسی کو اُسکے
منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اُسکو ضرر پہنچے ہم یہ وہی مسئلہ ہے جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو وحیط له اہل فانهدا ولا
حمل فیه فلیس بغیر + اور ایک دیوار ہے جسکے اہل یعنی شریک دو ہیں سو ایک شریک نے اُسپر دھنیاں رکھیں اور دوسرا کہ اُسکے اُسپر دھنیوں کا بوجھ نہیں تو اُسکا دوسرا
شریک تعمیر نہ کریگا ھم یعنی ایک مشترک دیوار جسپر دھنیاں نہیں ہیں سو اگر ایک شریک اُسپر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اُسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک بھی دھنیاں
پر اور دھنیاں رکھے یا اُسپر پردہ بناوے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوهبانیة ہم ومالشریک ان
یعلی حیطه + وقیل القلی جائز فیعمر + اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کر لے ہم عبدالبر شارح وہبانیہ نے کہا
لائق یوں ہے کہ تفصیل اطلاق سے بہتر ہے یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہے ہم وممنوع قسم عند منع مشارک من المرم
قاض یواجر فیعمر + اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہے جیسے حمام تو شریک کے منع ترمیم سے قاضی اسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اُسکی تعمیر کرے ہم مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہو
جاتا ہے اور ایک شریک اُسکی مرمت پر مستعد ہے اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اُس سے اُسکی مرمت کرے لیکن یہ قول
غیر مختار ہے اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہے ہم وینفق فی المختار راض باذنه + ویمنع نفعا من ابی قبل تکثیر + اور قول مختار میں جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اُسکی مرمت
میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اُسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے
مرمت کی ہے جب تک وہ اپنا صرفہ کرایہ سے نہ لیگا تب تک دوسرا شریک اُسکا کرایہ نہیں لے سکتا ہے ہم وخذ منفقا بالاذن منه حاکم + وخذ قیمة ان لا وهذا المحرر
اور لے مرمت کے خرچ کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہے اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول منقح اور محقق ہے ہم طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتیں
وہبانیہ کی ہیں اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے ہم مسئلہ ملحقہ مترجم ایک شخص مر گیا اُسنے
تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ مٹکیاں چھوڑیں پانچ مٹکیاں سرکہ سے مملو ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہیں اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے
چاہا کہ بدون اُنکے توڑنے کے برابر بانٹ لیں تو اُسکا طریقہ یہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری مٹکیاں اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دیجاویں اور دوسرے فرزند کو
بھی اسیطرح دیجاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین آدھی بھری تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دیجاویں تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا
فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم وعلمه اتم واحکم

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق قراح بولتے ہیں مناسبتہا ظاہرۃ مناسبت
کتاب المزارعت کی کتاب القسمت سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اسمیں قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی لغۃ مفاعلۃ
من الزرع مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بقرار بعض خارج یعنی
تہائی یا چوتھائی اناج پیدا ہو زراعت پر ایجاب اور قبول کرنا حقیقت ہے مزارعت کی وارکانہا اربعۃ ارض وبذر وعمل وبقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں زمین اور بیج
اور محنت اور بیل ولا تصح عند الامام لانہا کقفیز الطحان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کے مانند ہے امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو
رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ
اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے ہم در رہین ہیں کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام
نے خیبر کی نخلستان والی لوگوں کو دیئے بطریق معاملہ کے اور اسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور ایسی صورت میں
خبر واحد اور قیاس متروک ہوجاتا ہے بشروط ثمانیۃ صلاحیۃ الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کشتکاری کیواسطے ہم تو اگر زمین
شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں واہلیۃ العاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت
شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وذکر المدۃ ای مدۃ متعارفۃ فتفسد بما لا یتمکن فیہا منہا وبما لا یعیش الیہا احدہما غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی
وہ مدت جو مزارعین میں معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال یا دوسال تو عقد فاسد ہوگا اس کمتر مدت سے جسمیں زراعت نہیں ہوسکتی اور اُس مدت طویل سے کہ وہاں تک احد العاقدین
غالباً نہیں جیتا وقیل فی بلادنا تصح بلا بیان مدۃ ویقع علی اول زرع واحد وعلیہ الفتوی مجتبی وبزازیہ واقرہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان
کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے وذکر رب البذر
اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہے اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو
بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونوں کے احکام بھی مختلف ہیں اسواسطے کہ جسکا بیج نہیں ہے اسکے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تخم کے بدون تخم ریزی کے
عقد لازم نہیں وقیل یحکم العرف اور بعضوں نے کہا بیج میں عرف حاکم ہے یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہاں ہو جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اگر وہاں ہو جہاں مالک زمین
کا بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں وذکر جنسہ اور پانچوین شرط ذکر کرنا ہے بیج کے جنس کا یعنی گیہوں یا جو یا باجرا یا جوار ہم
بیان جنس تخم ہم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض وشرطہ فی الاختیار اور مقدار تخم ذکر
کرنا شرط نہیں بسبب اُسکے معلوم ہونیکے زمین کے بتادینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہوجاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے
وذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ ہم مراد اُس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہیں ہے اسواسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اسکا معین
ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بینا حظ رب البذر وسکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز
ہے ہم اور اگر عاقدین نے اُسکا حصہ بیان کردیا جسکا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا واستحسانا کذا فی الخلاصۃ وبشرط التخلیۃ بین الارض ولو مع البذر والعامل اور
مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کردینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو ہم تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد
صحیح نہیں تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ یہ زمین تجکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی وبشرط الشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی
شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اسمیں دونوں کی شرکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ثم فرع علی الاخیر بقولہ فتبطل ان شرط لاحدہما قفزان مسماۃ

پھر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک شخص کا اور باقی دونون مین نصفا نصف ہوا و ماتخرج من موضع معین یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین مین پیدا ہوا ور باقی نصفا نصف اور رفع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھالے یعنی جسقدر اسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفع الخراج الموظف وتنصیف الباقی بعد رفعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کرلینا شرط ہو ہم تنصیف الباقی چارون مسئلون سے متعلق ہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان سب صورتون مین مزارعت اسواسطے باطل ہوگی کہ شاید کچھ نہ پیدا ہو تو قطع شرکت ہوسکتی ہو اسواسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحطاوی بخلاف ما شرط رفع خراج المقاسمۃ کثلث اور ربع او شرط رفع العشر للارض او لاحدہما لانہ مشاع فلا یودی الی قطع الشرکۃ بخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جائے جیسے تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسوان زمین کا نکال لیا جائے یا دسوان حصہ احد العاقدین سے لے تو مزارعت باطل نہین ہوا سواسطے کہ تہائی کا خراج اور عشر مشاع ہو یعنی غیر معین ہو تو قطع شرکت کی طرف نہین پہونچاتا او شرط التبن لاحدہما والحب للآخر لانہ یؤدی الی قطع الشرکۃ فیما ہو المقصود یا بھوسا شرط ہوا ایک کے واسطے اور دانہ دوسرے کے واسطے یعنی ان شرطون سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہوجانے شرکت کے اسمین جو مقصود زراعت ہو یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسا کی تنصیف شرط ہو جنا تخم کے سوا اور شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہو اسواسطے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے مخالف ہو او شرط تنصیف التبن فقط الحب لاحدہما لقطع الشرکۃ فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا دونون مین اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کے واسطے تو مزارعت باطل ہو بسبب قطع ہوجانے شرکت کے مقصود مین وان شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ہو مقتضی العقد او لم یتعرض التبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونون مین نصفا نصف ہو اور بھوسہ فقط صاحب تخم کا ہو جیسا کہ یہی مقتضائے عقد ہو یا بھوسہ کا کچھ تعرض نہ ہوا تو مزارعت صحیح ہو ہم عدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے باطل عقد نہوا کہ مقصود دانہ ہو اور بھوسا اسکا تابع ہو اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہین ہوتا کذا فی الدرر وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینہما تبا للحب کذا قال المصنف تبعا للدرر وغیرہ لکن عمدۃ صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن بینہما وقیل لرب البذر اور اسوقت مین یعنی جب بھوسہ کا تعرض نہ ہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہ ہو کہ بھوسا دونون مین نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہوکر ایسا کہا ہو مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہوکر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہو کیونکہ اسی کو مقدم ذکر کیا ہو سو یون اسنے کہا ہو اور بھوسا دونون مین نصفا نصف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی شرح الوہبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ مین قنیہ سے منقول ہو کہ چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسہ کا نہین ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسہ کا مستحق ہوتا ہو ہم مقتضا سے فقہ یہ ہو کہ بھوسا دونون مین مشترک ہو بقدر انکے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو جیسا کہ عنایہ مین مذکور ہو کہ جہان عاقدین کی شرط مفقود ہو وہان عرف کا اعتبار ہو تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہو یعنی مزارع بالربع مستحق نہین ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہو شرط اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہوگیا اور اسپر دلیل بدائع کا قول ہو کہ ہمارے زمانے مین نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہو کہ مزارع بالربع کیواسطے کچھ بھوسا نہین عرفا درواج کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا وکذا صحت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر والارض لہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فہذہ الثلاثۃ جائزۃ اور اسیطرح مزارعت صحیح ہو اگر زمین اور بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزین یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزین یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتین جائز ہین وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض والبقر لزید او البقر والبذر لہ والآخران للآخر او البقر او البذر لہ والباقی للآخر فہی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدہما واحد فالثلثۃ من الآخر فہی اربعۃ واذا کان من احدہما اثنان واثنان من الآخر فہی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہو چار صورتون مین اگر زمین اور بیل زید کے ہون یا بیل اور بیج اسکا اور باقی دو چیزین دوسرے کی

ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہیں اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل
ہیں جبکہ احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جبکہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی
دو ہوں تو یہ تین صورتیں ہیں ومتی دخل ثالث فاکثر بحصۃ فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص یا زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہوگی ھ اور اگر چار شخص شریک
ہوں مزارعت میں اسطرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی المحیط
عن البرہانیہ وشرطہا وان صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو ولا شئی للعامل ان لم یخرج شئی
فی الصحیحۃ اور عامل کے واسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں ھ اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں بخلاف مزارعت
فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر اور زبردستی کیجاوے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر
جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کہ اسپر جبر نہو گا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء
ملکہ اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزایش اور بڑھوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا اپنے بیج سے پیدا ہوا ویکون للآخر
اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی المشروط بالغا ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اس کی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہو تو
عامل کو اسکے عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہو تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاویگا اور اجرت زیادہ نہ کیجاویگی شرط پر پہونچے
جہان تک پہونچے محمد کے نزدیک وان لم یخرج شئی فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل
رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہووے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اُس پر
واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل
فی الارض فلا شئی لہ لکرابہ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ویسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لتغریرہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے
باز رہے اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہو تو قاضی کے حکم میں اُسکے واسطے کچھ نہیں اجرت اسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور
دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیئے تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت
سے ہم نے فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی
المزارع دیانۃ اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاوے بسبب اس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنے کی طرف جبکہ کھیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃ واجب
ہے کہ مزارع کو راضی کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جوتائی کی اجرت اسکو دینا چاہیئے ھ دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہو سکے
ادا کرنے کی ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کھیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جاوے
تو زمین کی بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے یہ تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ
ہونے تک اجرت واجب ہے بقدر اسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ھ یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تہائی ہو تو زمین کی اجرت کی
تہائی اسپر واجب ہے اور نفقہ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل او وارثہ لبقاء
العقد استحسانا کما سیجیی بخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مرگیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی
اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آویگا ھ طحطاوی نے کہا یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اسکا ذکر

آگے آرہا ہی وقع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ وبقرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعملا علی ہذا فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون
الخارج بینہما نصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکتہ فیہ والعامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد ایک مرد نے اپنی زمین
دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں
اسی طرح نصفا نصف ہو سو مزارع اور اسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہی اور غلہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اسکے شریک ہوجانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہی صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونیکے عقد کے
وکذا لو کان البذر ثلثین من احدہما وثلثہ من الآخر والربع بینہما نصفین او علی قدر بذرہما فہو فاسد ایضا لاشتراط الاعارۃ فی المزارعۃ عمادیہ اور اسیطرح
اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا بقدر انکے بیج کے تو وہ بھی
فاسد ہی بسبب شرط کرنے عاریت کے مزارعت میں کذا فی العمادیہ یعنی ہو واسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی
الطحطاوی ؁ والعلم ان نفقۃ الزرع مطلقا بعد مضی المدۃ المزارعۃ علیہما بقدر حصصہما اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقا بعد گذر جانے مدت مزارعت کے دونوں
پر ہی بقدر انکے حصوں کے یعنی مطلقا خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونیکے پہلے یا بعد اسکے کذا فی الحلبی ؁ واما قبلہ فعلی العامل قبل انتہاء الزرع
کنفقۃ بذر ومونۃ حفظ وکری نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا تناہی الزرع بالاشتراک بینہما فیجب علیہما مؤنتہ کحصاد ودیاس کما مر وہ المصنف وقال علیہ الاصل صدر الشریعۃ
فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو کل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہی جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنیکی محنت ہی وہ عامل پر ہی
اگرچہ اسکی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہوکر کمال کو پہونچا تو اب مال مشترک ہوکر باقی رہیگا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اسکا واجب ہوگا جیسا
کھیت کے کاٹنے اور دائیں چلانے کی اجرت اسیطرح تحریر کی ہی مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی قبل مضی مدت پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی صدر الشریعۃ نے یوں کہا ہی کہ جو عمل قبل پختگی کے ہی وہ عامل پر ہی مصنف نے یہ محمول کیا انقضاے مدت مزارعت پر تا بقاے
عقد اور استحقاق عمل عامل پر مقصور کیا کیونکہ مدت کے بعد عقد نہیں استحقاق فان شرطاہ علی العامل فسدت کما لو شرطاہ علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے
بعد پختگی عمل شرط کیا عامل اپنے مزارع پر تو عقد فاسد ہی چنانچہ فاسد ہی اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی
بخلاف مالو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فیہ علی العامل او وارثہ لبقاء مدت العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء
الزرع کما مر خلاف سابق یہ صورت ہی کہ اگر صاحب زمین مرگیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہی یعنی دانہ نہیں نکلا تو اسمیں تمام عمل عامل پر ہی یا اسکے وارث پر
بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہی عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہی تا انتہائے زرع چنانچہ مذکور ہوچکا ہم حلبی نے کہا قولہ بخلاف مرتبط بقولہ
ونفقۃ الزرع علیہما بالحصص ولو مات قبل البذر بطلت ولا شیء لکراب کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج کما مر اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد
باطل ہوگیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا اور اسیطرح جوتائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو محتاج
کرے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس ونسف علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی ملتقی اور صحیح ہی شرط
کرلینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور دائیں چلانا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہی اور اسی پر فتوی
ہی کذا فی الملتقی یعنی عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہی اور بشرط مزارع پر لازم ہی بحکم عرف کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ الغلۃ فی المزارعۃ مطلقا ولو فاسدۃ امانۃ
فی ید المزارع ثم فرع علیہ بقولہ مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہی مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقول آئندہ
فلا ضمان علیہ لو ہلکت الغلۃ فی یدہ بلا صنعہ فلا یصح بیعہا الکفالۃ تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہوگیا اسکے پاس بدون اسکے کرتب کے تو غلہ کی کفالت صحیح نہیں

ثم لو كفل بحصته ان استهلكها صحت المزارعة والكفالة ان لم يكن على وجه الشرط والا فسدت المزارعة خانيه ہان اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے
حصہ کا اگر مزارع اسکو تلف کرڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں اس شرط کہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو
مزارعت فاسد ہوجاویگی کذا فی الخانیہ ہم کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کی طرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف و مثلہ
فی الحکم المعاملة ای المساقاة فان حصة الدهقان فی ید العامل امانة اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقاة ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے
ہاتھ میں امانت ہے و اذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا السبب لم یضمن المزارع فی المزارعة الفاسدة و یضمن فی الصحیحة لوجوب
العمل علیه فیها کما مر وہی فی یده امانة فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہان تک کہ کھیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان
نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور تاوان دے مزارعت صحیحہ میں اس سبب وجوب کے عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہوچکا اور غلہ اسکے پاس امانت ہے تو ضمان
دیگا بسبب تقصیر کے فی البزازیة اکار ترک السقی عمدا حتی یبس ضمن وقت ماترک السقی قیمته نابتا فی الارض و ان لم یکن للزرع قیمة قومت الارض مزروعة وغیر مزروعة فیضمن فضل
ما بینهما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمدا چھوڑ دیا یہان تک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں جمے کھیت کی قیمت ہو اسکا تاوان دے اور اگر
کھیت کی کچھ قیمت نہ ہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضمان دے یعنی مثلا اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس روپے اور
غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخر الاکار السقی ان تاخیرا معتادا لا یضمن والا ضمن مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ویسی
تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہوجاے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیه الحصاد فتغافل حتی ہلک ضمن الا ان یؤخر
تاخیرا معتادا مزارع پر کھیت کا کاٹنا مشروط ہوا سو اسنے یہان تک غفلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہے تو
تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکله الدواب ضمن و ان لم یرد الجراد حتی اکل کله ان امکن طرده ضمن والا بزازیه مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہان تک
چھوڑی کہ اسکو چوپایے جانور کھاگئے تو تاوان دے اور اگر اسنے ٹڈی نہ ہانکی یہان تک کہ سارا کھیت کھاگئی تو اگر اسکا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور
اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیه زرع ارض رجل بلا امره طالبه بحصة الارض فان کان العرف جری فی تلک القریة بالنصف او بالثلث و نحوه دفع
ذلک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اسکے امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اسکا گاؤن میں عرف جاری
ہو نصف یا ثلث اور مانند اسکے تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین ابی احدهما ان یسقیه اجبر فلو فسد قبل رفعه للحاکم لا ضمان علیه و ان رفع الی القاضی وامره
بذلک ثم امتنع ضمن جواہر الفتاوی ایک کھیت ہے دو شخصون کی شراکت میں ایک شخص نے اسکے سینچنے سے انکار کیا تو اسپر زبردستی کیجاوے سینچنے میں اور اگر کھیت
بگڑگیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اسپر تاوان نہیں اور اگر اسنے قاضی سے نالش کی اور اسنے اسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اسنے نہ مانا تو اسپر تاوان لازم ہوگا
کذا فی جواہر الفتاوی ہم ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کرچکا ہے شرط البذر
علی المزارع ثم زرعها رب الارض ان علی وجه الاعانة فمزارعة والا نقض لها بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو اگر یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے
اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرة من الاجیر مزارعة جاز ان البذر من المستاجر و معاملة لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک
زمین کو وہی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاة کے دی تو جائز نہیں استاجر ارضا ثم استاجر صاحبها لیعمل فیها
جاز الکل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تا اسمین عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی
شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوا مساقاة کے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں
قلت و فیه اغراب حیث جنایة البهیمة معزیا للخلاصة بستانی ضیع امر البستان حتی دخل الماء و تلفت الکروم و الحیطان قال لا یضمن الکروم لا الحیطان لو فیه حصرم

يضمن المصرم لا الغصب للنهاية فصار حفظة عليها قلت فيضمن الغصب في عرفنا انتهى مين كهتا هون اور منح الغفار مين جناية البهيمة كے آخر باب مين خلاصه سے منقول ہے كہ بستانی يعنی مساقی نے ضائع كرديا كام باغ كا اور غافل ہوگيا يہان تک كہ پانی باغ مين داخل ہوا اور انگور كے درخت اور ديوارين تلف ہوگئين ضامن نہ ہوگا تاوان درختون كا نہ ديوارون كا اور اگر درختون مين خام انگور ہون تو اسكا بھی تاوان دے نہ پختہ انگور كا اسواسطے كہ وہ اپنے كمال كو پہونچ گيا تو اسكی نگہبانی ساقی اور مالك دونون پر واجب ہوگئی مين كہتا ہون اور ہمارے عرف مين پختہ انگور كا بھی تاوان دے انتہی ما في المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاضي فهو متبرع كمرمة الدار المشتركة خرچ كيا بلا اذن دوسرے كے اور بدون امر قاضی كے تو وہ متبرع ہے يعنی اسنے احسان كيا دوسرے سے خرچ كا مطالبہ نہين كرسكتا جيسے مشترك گھر كا مرمت كرنا بلا اذن شريك موجب رجوع نہين ہم صورت اسكی يہ ہے كہ مزارع غائب ہوا انقضاء مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ كرے قاضی كا حكم ليكر اور وہ صرف كيا غائب سے پھير لے خواہ كھيت باقی رہے يا تلف ہوجائے اور اسيطرح اگر مزارع غائب ہوا ہو جبكہ كچھ مال نہين تو يہی جواب ہے اور اگر بدون حكم قاضی صرف كريگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور مالك زمين غائب ہوگيا اور كھيت ہنوز كچا ہے اور ساكت ہے تو قاضی مزارع كو خرچ كرنے كا حكم دے گا جب گواہی سے ثابت ہو كہ كھيت انہين دونون غائب اور شريك كا ہو اور اگر بدون امر قاضی خرچ كريگا تو متطوع ٹھہريگا كذا في الطحاوي عن مضمرات العالم فقال الورثة انا نقلع الى ان تتحصد فذلك لهم وان ابى رب الارض حتى مزارع مر گيا اسكے وارث نے كہا كہ ہم عمل كرينگے كھيت كاٹنے تك تو وہ اسكو دست ہے اگرچہ مالك زمين نہ مانے كذا في الملتقى وفي الوهبانية ولو اخذ خراج اليتيم وصيه مزارعه ان كان اجره يزرا او قيم كا وصی يتيم كی زمين سے بطريق مزارعت كے اگر يتيم بھی بيج ڈالے والاصح اگر بيج وصی كا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر يتيم كا بيج ہو تو جائز نہين اور اسی پر فتوی ہے كذا في الطحاوي ولو قال بيد الارض منى مزارع له القول ليد الحصد والحصم منكر اور اگر مزارع كہے كہ زمين كا بيج ميرا ہو تو اسی كا قول مقبول ہوگا كھيت كاٹنے كے بعد ورنہ مالك طرف ثانی اسكا منكر ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الكريم

كتاب المساقاۃ

يہ كتاب ہے مساقاۃ كے احكام مين لا يخفی مناسبتها پوشيدہ نہين مناسبت مساقاۃ كی مزارعت سے ہے اسواسطے كہ دونون عقد شرعی ہين تحصيل منفعت كيلئے فرق اتنا ہے كہ مزارعت مين كھيت كی خبرگيری ہوتی ہے سينچنے وغيرہ سے اور مساقاۃ مين باغ اور درختون كی اصلاح ہوتی ہے سينچائی وغيرہ سے هي المعاملة بلغة اهل المدينة مساقاۃ اہل مدينہ كی زبان مين معاملت ہے يعنی اہل مدينہ مساقاۃ كو معاملہ كہتے ہين وهي لغة وشرعا معاقدة دفع الشجر والكروم وهل المراد بالشجر ما يعم غير المثمر كالحور والصفصاف لا اراہ اسلئے مين ليعمله بجزء معلوم من ثمره تو مساقاۃ باعتبار لغت اور شرع كے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے يعنی درخت اور انگور كی بيل دينا اس شخص كو جو درخت كی اصلاح كرے كچھ اسكے معين پھلون پر اور كيا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غير مثمر كو بھی شامل ہو جيسے جوز اور صفصاف كا درخت مين نے اسكو نہين ديكھا كتب فقہ مين ہم يعنی مساقاۃ كے معنی لغوی اور شرعی مين كچھ فرق نہين ہے اور يہی قول نہايہ مين ہے اور ظاہر كلام زيلعی اور عينی اور مسكين اور درر مغايرت پر دلالت كرتا ہے زيلعی نے اور اسيطرح صاحب درر نے كہا مساقاۃ مفاعلت ہے سقی سے جلبی نے كہا تعريف مساقاۃ مين ثمر مصرح ہے تو اشجار غير مثمرہ كو كيونكر شامل ہوگی مگر يون جواب ديا جاتا كہ ذكر اسكا بنا بر عادت حال كے ہے وهي كالمزارعة حكما وخلافا اور مساقاۃ مزارعت كے مانند ہے از راہ حكم اور اختلاف كے يعنی امام كے نزديك مساقاۃ صحيح نہين برخلاف صاحبين كے اور حكم مساقاۃ يہ ہے كہ وہ صحيح ہے اور اسی پر فتوی ہے وكذا شروطا تمكن هنا كخروج بيان البذر ونحوه اور اسيطرح مساقاۃ مزارعت كے مانند ہے ان شروط مين جو يہان ممكن ہين امكان كی قيد اسواسطے لگائی تا بيج وغيرہ كا جيسے اسكی جنس اور مقدار كا بيان كرنا نكل جائے هم شروطا ممكنة مساقاۃ جيسے اہليت متعاقدين كی اور بيان كرنا حصہ عامل كا اور تخليہ كردينا عامل اور اشجار مين اور شركت پھل مين جو پيدا ہو الا في اربعة اشياء فلا تشترط هنا اذا امتنع احدهما يجبر عليه اذ لا ضرر بخلاف المزارعة كما مر مگر چار چيزون مين سو وہ يہان شرط نہين ہوتی ايك يہ كہ جب كہ احد العاقدين انكار كرے تو اسپر مساقاۃ مين جبر كيا جاويگا اسواسطے كہ كوئی ضرر نہين برخلاف مزارعت جيسے مذكور ہوچكا يعنی اگر صاحب تخم مزارعت مين انكار كرے تو اسپر جبر نہين [illegible]

ترک بلا اجر و یعمل بلا اجر و فی المزارعۃ باجر اور جبکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہوجائے تو چھوڑ دیا جائیگا بدون اجر کے اور اُسمین عمل کیا جائیگا بدون اجر کے اور مزارعت مین اجرت کے ساتھ یعنی
مدت مساقاۃ اگر منقضی ہوجائے اور پھل خام ہون تو عامل کو جائز ہو کہ خبر گیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک بطور مزارعۃ کے جائز ہو لیکن مزارعت مین مزارع پر اجرت زمین
کی بقدر اُسکے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات مین بقدر اُسکے حصہ کے اجرت واجب نہین ہی اسواسطے کہ اشجار کا اجارہ درست نہین ہی بخلاف مزارعت کہ وہان زمین کا اجارہ
ہوگا اور یہ درست ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و اذا استحق النخیل یرجع العامل باجر مثلہ و فی المزارعۃ بقیمۃ الزرع اور جبکہ نخلستان مین استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی
اجرت مثل پھیر لیگا اور مزارعت مین کھیت کی قیمت سے لے عامل اُسوقت اجر مثل لیگا جبکہ کچھ ثمرہ ہوا ہو اگر پھل نہون تو کچھ اجر نہین کذا فی الطحطاوی عن تاتارخانیہ و الرابع
بیان المدۃ لیس بشرط ہہنا استحسانا للعلم بوقتہ عادۃ اور چوتھی چیز جو مزارعت مین شرط ہی اور مساقاۃ مین نہین بیان کرنا ہی مدت کا سو بیان مدت یہان استحسانا شرط نہین
بسبب معلوم ہونے اُسکے وقت کے بطریق عادت کے ہم یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہی اُسمین کم تفاوت پڑتا ہی وحینئذ تقع علی اول ثمر یخرج فی اول السنۃ اور اُسوقت
یعنے درصورت عدم ذکر مدت مساقاۃ واقع ہوگی پہلے پھل پر او رجو پیدا ہو اول سال مین ہم یعنی مساقاۃ منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اس سال مین خارج ہوا اسواسطے کہ وہ متیقن ہی
اور ما بعد اُسکا مشکوک ہی و فی الرطبۃ علی ادراک بذرہا ان الرغبۃ فیہ وحدہ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ مین مساقات منعقد ہوگی اسکے بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ اسکی
فقط بیج ہی مین رغبت ہوتی ہی ہم رطبہ بفتح اول ولایت مین سپستہ چارہ ہی ایکبار کاٹو پس سالہاسال رہتا ہی اُسکے بیج کی زیادہ قدر ہی طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر رہتا ہی اسکو قضب
کہتے ہین اور اہل مصر برسیم کہتے ہین اور خشک کو وریس کہتے ہین اور بعضون نے کہا رطبہ ہر بقول مراد ہین چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہی اگلی عبارت مین انتہی اور
فارسی مین رطبہ کو سپست کہتے ہین فان لم یخرج فی تلک السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال مین پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃ لا تخرج
الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی کم مدت ذکر کی جسمین پھل پیدا نہ ہو تو مساقاۃ فاسد ہی ولو تبلغ الثمرۃ فیہا او لا تبلغ صح لعدم التیقن بفوات المقصود اور اگر اتنی مدت ذکر
ہوکہ گاہے اسمین پھل پختہ ہوا اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہی بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے ہم بلکہ اس مدت مین مقصود کا احتمال ہی اور بسبب حدوث آفت کے احتمال
موجود ہی ہر مساقاۃ اور مزارعت مین فلو خرج فی الوقت المسمی فعلی الشرط لصحۃ العقد والا فسدت فللعامل اجر المثل لیدوم علیہ الی ادراک الثمر تو اگر پھل پیدا ہوا وقت
مسمے مین تو مساقاۃ اپنے شروط پر ثابت ہی بسبب صحیح ہونے عقد کے اور اگر نہ پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہی سو عامل کے واسطے اجرت مثل ہی تاکہ اسکا عمل ہمیشہ نبا رہے پھل پکنے تک
ولو دفع غراسا فی الارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان یصلحہا فما خرج کان بینہما نصفان فسدت المساقاۃ ان لم یذکر اعواما معلومۃ وان ذکر ذلک صح اور اگر ایسے پودے درخت
کے جو زمین مین قائم ہین اور ہنوز انکے پھلنے کی نوبت نہین پہونچی مالک نے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ انکی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہو وہ دونون مین
نصفا نصف ہو تو یہ مساقاۃ فاسد ہی اگر وہ چند سال معین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے اسکو تو عقد صحیح ہی ہم بیان مدت اس صورت مین اسلیے ضرور ہوا کہ نئے درختون کا پھل لانا
نہایت متفاوت ہوتا ہی باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اسکا اول ثمر معلوم کرنا ممکن نہین کذا فی الزیلعی و کذا لو دفع اصول الرطبۃ فی الارض مساقاۃ ولم یسم المدۃ
اور اسیطرح مساقاۃ فاسد ہی اگر رطبہ کی جڑین جو زمین کے اندر ہین بطور مساقات کے دین ہم یعنی بقدار اصول تک مساقاۃ فاسد ہی اسواسطے کہ اسکی انقطاع کی حد مقرر نہین کیونکہ رطبہ کی
جڑین بڑھا کرتی ہین جبتک زمین مین قائم ہین تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز وان لم یسم المدۃ ویقع علی اول جز بکون بخلاف رطبہ کے کہ اُسکی مساقاۃ
جائز ہی اگرچہ مدت مذکور نہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ہم اسواسطے کہ اسکی نہایت کی حد ہی چنانچہ بیج نکلنے کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ انتہی جذاذہا علی
ان یقوم علیہا حتی یخرج بذرہا و یکون بینہما نصفین جاز بلا بیان المدۃ والرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک نے رطبہ سے جسکے قطع کا وقت منتہی ہوگیا اس شرط پر کہ عامل
اسکی خبرگیری کیا کرے یہان تک کہ اسکا بیج پیدا ہوا اور بیج دونون مین نصفا نصف ہو تو مساقاۃ جائز ہی بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اسکے مالک کی ہی ہم اسواسطے
کہ بیج کا وقت فریقین کے نزدیک معلوم ہی اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو مناصفہ شرط کرنا صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اسمین کچھ اثر نہین کذا
فی الدرر ولو شرطا الشرکۃ فیہما ای فی الرطبۃ فسدت لشرطہا الشرکۃ فیما لا یحصل بعملہ اور اگر دونون نے رطبہ مین بھی شرکت شرط کی تو مساقاۃ فاسد ہی اسواسطے کہ انہون نے

اسمین شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تھا اُسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد بہا جمیع البقول و
اصول الباذنجان والنخل خصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب میں رطاب سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقاۃ صحیح
ہے بیگن کی جڑوں میں اور کھجور میں اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور میں لو فیہ ای الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل وان
مدرکۃ فقد انتہت لا تصح کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہے اگر درخت مذکور میں کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جوانی نہایت کو
پہنچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مزارعت کے مانند عدم حاجت کے سبب سے دفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس فتکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراط الشرکۃ
فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان [illegible] زمین سفید یعنی خالی ... زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اسمین درخت لگاوے اور زمین اور درخت دونوں میں
نصفا نصف ہو تو مساقاۃ صحیح نہیں بسبب مشروط ہونے شرکت کے اُس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز الطحان کے مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر
والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللآخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور صورت مذکورہ میں پھل اور درخت مالک زمین کا ہے اسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے
شخص یعنی عامل کیواسطے اسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانیکے دن تھی اور اسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف الارض
ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشئ قلیل لیعمل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا حیلہ یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو آدھی زمین کے بدلے بیع
کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کے واسطے نوکر رکھے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کرکے درخت تیار کردے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر
الشریعۃ ھم تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہوگا اور اسیطرح عامل نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ٹھہر گیا اور تین سال سے مراد
وہ مدت ہے جسمین درخت پھلنے کے لائق ہوجاوین فرع بستان البیع نواۃ رجل والقتہا فی کرم آخر فنبتت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم ولا قیمۃ للنواۃ ایک مرد کی
گٹھلی کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اسکو ڈالا اس سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وکذا لو وقعت
خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ لا تنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسیطرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین میں گر پڑے پھر وہاں جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے
کہ شفتالو نہیں جمتا مگر اسکے گوشت کے جانے کے بعد یعنی جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احد
العاقدین وبمضی مدتہا والثمر نیء ہذا قید لہ وفی الموت وبمضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہوجاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقاۃ کی مدت منقضی ہوجانے
سے اور حالانکہ پھل کچا ہو شارح نے کہا یعنی خامی ثمر موت اور انقضاء مدت دونوں کی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثتہ علیہ ان شاؤا وحتی یدرکہ الثمر
وان کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اسکے وارث اسپر قائم رہیں اگر چاہیں یہانتک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی
زمین کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر انپر جبر نہ ہوگا ھم اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے
ساتھ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کرلے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلوں کی خبرگیری کرادے انکی پختگی
تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصے سے جو پھلوں میں ہے مجرا کرلے کذا فی الطحاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر
اور اگر دینے والا یعنی مالک زمین مرجاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہ ہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ھم اور اگر عامل
نے کچا پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اسکے ضرر دفع کرنے کیواسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا اور
مالک زمین کے وارثوں کو خیار ثلثہ مذکورہ ہے کذا فی الطحاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل کما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مرگئے تو زمین
عامل کے وارثوں کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یمت احدہما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین سے
کوئی نہ مرگیا بلکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے نہ عمل کرے وفی فتح بالاو

کالمزارعۃ کما فی الاجارۃ اور مساقاۃ فسخ کیجاتی ہی عذر سے مزارعت کے مانند جیسا کہ اجارات مین فسخ ہوتا ہی عذر سے و منہ کون العامل عاجزا عن العمل یعنی

کو وہ سارقا یخاف علی ثمرہ وسعفہ منہ ونفیا للضرر اور منجملہ عذر کے عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اُسکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہو اُسکے پہل اور شاخون پر فسخ

جائز ہوا دفع ضرر کیواسطے فروع مسائل لقطہ شارح کے ما قبل الادراک کسقی وتلقیح وحفظ فعلی العامل وما بعدہ کجذاذ وحفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقا ملتقی

والاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ کحصاد علیہما لما بعد القسمۃ فلیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہی جیسا کہ سینچنا اور تلقیح کرنا اور نگہبانی سو وہ عمل

ہی اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہی جیسے پہل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونون پر لازم ہی اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عامل پر شرط کیا جاے تو مساقاۃ فاسد ہوگی بالاتفاق

کذا فی الملتقی لیکن قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہی اور جو بعد پختگی ہو جیسا کہ قطع کرنا وہ دونون پر ہی جیسا کہ قسمت کے بعد وہ دونون پر

تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دفع کرمہ معاملۃ بالنصف ثم زاد احدہما علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجزہ لانہ ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے

انگور کی بیل نصفا نصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہین ہوا اسواسطے کہ یہ ہبہ ہی

اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہی اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہی اسواسطے کہ یہ اسقاط ہی یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ

درخت دے اپنے شریک کو بطور مساقاۃ کے تو جائز نہین اور اسکے واسطے اجرت بھی نہین ہو اسواسطے کہ وہ شریک ہی تو عمل اسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا یعنی عمل اصالۃً

اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور بقاء غیر کے واسطے وفی الوہبانیۃ وما للمساقی ان یساقی غیرہ وان اذن المولی لہ لیس ینکر اور وہبانیہ مین ہی اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہین یہ کہ

اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے تو اسکو معیوب نہین ہم یعنی اگر مالک یون کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاۃ کر دینا درست ہی

چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہی تو اگر ناظم بجاے اذن اطلاق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا وای شاۃ دون ذبح یحلہا وای مساق والمزارع

یکفر اور وہبانیہ کی پہیلیون مین سے یہ پہیلی ہی اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکہتا ہی اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہین ہم پہلے سوال کا جواب

یہ ہی کہ وہ بکری مراد ہی جو جنگل مین وحشی ہوگئی کسیطرح اُسکے مالک کو نہین ملتی ہی کہ اسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہی خواہ زخم ہاتھ پاؤن مین لگے

خواہ پیٹ یا پیٹھ مین اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہی کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہی اسواسطے کہ کفر لغت مین بمعنی چھپانے کے ہی اور ہر باغبان اور کشتکار تخم بوتا ہی تو اسکو

خاک مین چھپاتا ہی تو یہان کافر لغوی مراد ہی نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار مین ہی کہ محمد بن فضل کے فتاوی مین کہا کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا کلوا مما فی الارض

حلالا طیبا مین حلال تو معلوم ہی اور طیب وہ ہی کہ زمین لے بطریق مزارعت یا مساقاۃ کے یا اپنی زمین مین زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اوقات مستحبہ مین

ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز مین بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اسکی زراعت طیب نہ ہوگی اور اسیطرح اگر بیج بوئیگا

یا درخت لگاویگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے مین اتنی دیر کریگا کہ پسینا مزدور کا خشک ہوگیا یا اداے ثمن مین مدت معین کے ہو جانے کے

بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اسکی کھیتی طیب نہ رہیگی اور مستحب یہ ہی کہ بیج زمین مین ڈالے طہارت کرکے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتین نماز

پڑھے اور یہ دعا کرے (اللہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا لک فسلمہ لی وبارک لی فیہ) پھر درود پڑھے تو حق سبحانہ تعالی اس کھیت کو آفات سے بچادیگا اور اسمین برکت کریگا اور

جب کھیت پختہ ہو تو مستحب موکد یہ ہی کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کرکے قبلہ رخ بیٹھے اور نہین تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے

(یا رب فی الغیب بذرا قلیلا واعطیتنی شیئا کثیرا فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین) اور اسی طرح درخت لگانے مین کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی مختصرا

واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الذبائح

یہ کتاب ہی حیوانات مذبوحہ کے احکام مین ذبائح جمع ہی ذبیحہ کی مناسبتہا المزارعۃ کونہما اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات والحیوان فی المآل مناسبت کتاب الذبائح

کی کتاب المزارعہ سے ہونا دونون کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار مین ہم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقاۃ مین
مناسبت مذکور کرتا سو اسلئے کہ ذبائح مساقاۃ کے بعد مذکور ہین نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت مین یون کہنا حق ہے کہ مساقاۃ اور ذبائح ہر ایک مین خورش انسانی
مذکور ہے مساقاۃ مین پھل اور ذبائح مین گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر اما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاتا جیسے ذبح
بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح خرج السمک والجراد فیحلان بلا ذکاۃ ودخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل
ما لم یذک ذکاۃ شرعیۃ اختیاریا کان او اضطراریا جو چارپایہ کہ شرعاً لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جب تک ذبح نہ کیا جاوے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ
اضطراری شارح نے کہا لیاقت ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونون حلال ہین بدون ذبح کے اور حرمت مین داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے
مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نکیا گیا ہم حلبی نے کہا کہ شارح نے جو متن کی عبارت مین تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ
متن قید ندارد تعریف مین انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا
ذبح زخمی کرنا اور کونچنا اور خون کا بہانا ہے بدن مین سے جہان کہین زخم واقع ہو اور کونچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہین ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی
وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام وتشدید باء نحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم
واضح ہو زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے اتقانی نے کہا کہ لبہ سینہ ہے اور لحیان ٹھوڑی ہے اور مصباح مین ہے اللبۃ بتشدید موضع نحر کرنا
فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے نحر سے اور نحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وھو مجری النفس
علی الصحیح اور ذبح کے عروق ہین سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے یہ قول صحیح
جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہین ہم ہدایہ مین کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ
طحطاوی نے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال پاشا نے کہا کہ ذبح جائز نہین فوق العقدہ یعنی گرہ کے اوپر
اور بعضون نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علما نے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری مین سے ایک کا قطع سب کے نزدیک
ضرور ہے اور جبکہ عقدہ حلقوم مین سے جانب سر کچھ باقی نہ رہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہوگا تو وہ ماکول نہ ہوگا بالاجماع اور اسیطرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے
کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید مین واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر انہ زیلعی اور اسکے ساتھیون کا قول حق ہے بالجملہ احتیاط یہ ہے کہ متفق
علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصرا والمری ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہے وہ رگ ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطبا نے تصریح کی ہے
کہ اقصائے فم مین دو منفذ ہین ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کی طرف اسکو قصبہ ریہ کہتے ہین اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اسکو
مری بولتے ہین اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے ہے اور مری اسکے پیچھے ہے پشت کی طرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہین جنمین خون جاری رہتا ہے
جنکو شہرگ بولتے ہین ہم دونون رگین حلقوم اور مری کے چپ و راست واقع ہین یہ چارون عروق ذبح کیواسطے اسلیئے متعین ہوئین کہ دونون شہرگ کا قطع خون نکلنے
کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکلجاوے کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل او
حیوان مذبوح حلال ہوجاتا ہے عروق اربعہ مین سے تین رگون کے کٹ جانے سے کوئی کیون نہو اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگ کا
قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وہل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق
اربعہ مین سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اسمین خلاف ہے ہم شامی نے حاشیہ مین کہا امام ابوحنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ مین سے کوئی تین رگین جبکہ قطع ہوجاوین
تو ذبیحہ حلال ہے اور امام ابویوسف سے تین روایتین ہین ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہوچکی دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگون کا قطع کرنا شرط ہے

تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہ رگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ مین سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا شرط ہے یعنی اگر ہر رگ کا دو حصہ قطع
ہو جاوے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما افری الاوداج اراد بالاوداج کل الاربعۃ تغلیبا وانہر الدم ای اسالہ ولو بنار او
بلیطۃ ای قشر قصب او مروۃ ہی حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دیے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ
سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا بڑھ دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چارون رگون کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کے
مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہین علم شلبی نے حاشیہ مین کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات مین ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ رکھی جاوے
موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونون شہ رگ کو قطع کر دے تو اسکا کھانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے انتہی اور اسکے خط سے حاشیہ پر یون مذکور ہے کہ یہ روایت
اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہین واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا وظفرا قائمین مگر جمے دانت اور جمے ناخن سے ذبح
کرنا حلال نہین کیونکہ وہ ناخن ہے فلو کانا منزوعین حل عندنا مع الکراہۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہون یعنی علحدہ اور جدا ہون منہ اور
انگلی سے تو ہم حنفیون کے نزدیک انسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمین ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کند چھری سے
مکروہ ہے علم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث مین منع وارد ہے کہ وہ حبشیون کی چھریان ہین یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت
اور ناخن سے ذبح کرتے ہین اور حنفیون کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیون سے یہی وارد ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کراہت تحریمی
مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اسپر دلالت کرتی ہے و ندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کر لینا چھری کا ذبح
کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جسطرح اسکا پانون پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے علم حدیث مین وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کرنا ہر چیز
پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کر لے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو وذبحہا من قفاہا ان بقیت حیۃ حتی
تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگون کے کٹ جانے تک اور اگر اسقدر زندہ
نرہے تو اسکا کھانا حلال نہین بدون ذبح کے مرجانے سے علم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمین بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بفتح فسکون
بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے نخع شدید بیان کہا کہ حرام مغز تک چھری پہونچ جاے شارح نے کہا نخع بفتح نون وسکون خاسے معجمہ
پہونچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر علم نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت مین درست ہے حرام مغز کو کہتے ہین جو گردن اور پیٹھ کی
گریون مین دنبالہ کے مانند واقع ہے طحطاوی نے کہا بعضون نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضون نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈے
ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہین کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ زیلعی مین ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن
من الاضطراب وہو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور مکروہ ہے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی بلا فائدہ کے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے
یعنی سکون من الاضطراب سے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہین ہے برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ گاہے سکون
عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بے فائدہ کے یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی
وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان
کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور غیر محرم ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم
ہونا اسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف مین ذبح کرنا مطلقا حلال نہین خواہ ذبح کرنے والا محرم ہو یا حلال علم پس اگر محرم ہو اور غیر
شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی مگر

جبکہ اُس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جاوے تو ذبیحہ حلال نہین ہم یہود اور نصاریٰ کا ذبیحہ سواسطے حلال ہو کہ وہ توحید کے مدعی ہین اور
اصل اُسمین یہ آیت قرآنی ہو وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہو اور طعام سے مراد وہ طعام ہو جسکو وہ ذبح کرین
اور جس طعام کو ذبح لاحق نہین ہوتا اُسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہین چنانچہ مچھلی کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری مین ہو کتابی کا ذبیحہ اُسوقت کھایا جاے جبکہ ذبح کے
وقت مسلم وہان موجود نہو اور کتابی سے کچھ سنا نہو یا ذبح کے وقت اُس سے فقط اللہ تعالیٰ کا نام سنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سنا ہو تو اسپر محمول ہو کہ اُسنے خدا کا نام
لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جبکہ اُس سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا اور اُسنے اللہ تعالیٰ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہو کہ ذبیحہ کھایا جاوے مگر
جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثہ یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہو تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہین انتہی فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امرأۃ او
صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر تو حلال ہو ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالیٰ کے نام کو اور ذبح کرنے
کو بوجھتا سمجھتا ہو اور ذبح کرسکتا ہو قہستانی یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ اُسوقت حلال ہوتا ہو جبکہ اُسپر خدا کا نام لیا جاے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور
ذبح کرنا جانتے ہون اور اُسپر قادر ہون تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہین کذا فی الدرر منح الغفار مین ہو کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہون کہ عقل او ضبط تسمیہ نکرین تو انکا ذبیحہ
حلال نہین طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہو خواہ اُسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہو
اگرچہ اُسکا ختنہ نہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہو تو وہ معذور ہو اور اُسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہو تو وہ ناسی کے مانند ہوا
یعنے جو ذابح کہ ذبح کے وقت نام خدا لینا بھول جاے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ معذور ہو کذا فی المنح لا تحل ذبیحۃ غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہین
ذبیحہ غیر کتابی کا جیسے بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری جو جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح
الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ مین ہو ملتقطا سے اور ظاہر محل اُسکا وہ ہو جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑکے ذبح نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت
پر ہوکر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اُسکا ذبیحہ حلال ہو اُسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجبری ایضا ولو ابوہ سنیا وحلت اشباہ ولا یصار کذا قنیۃ اور حلال
نہین ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر اُسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہو کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سنی کے فرزندنے جب جبری مذہب اختیار
کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کے مانند ہوگیا کذا فی القنیۃ ثم مصنف منح الغفار مین کہا اور فوائد زینیہ مین ہو کہ جائز نہین ذبیحہ جبری کا اگر اُسکا باپ
سنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلال ہو مین کہتا ہون اور ظاہر صاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہو اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہو اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہو کہ ابو علی
سے منقول ہو کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اُسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیون کے مانند ہین اور اگر اُنکے باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ
مرتدین کے ہین انتہی ما فی القنیۃ مین کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہو جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہو اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد
ہین اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہین چنانچہ بیہقی جشمی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہو اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہین انکے گمان مین چنانچہ علم کلام
مین مذکور ہو تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبرہ سے بدل ڈالا انتہے ما فی المنح اور نوح آفندی کے حاشیہ اشباہ مین ہو اور ظاہر مصنف یعنی صاحب اشباہ نے
جبریہ اور مجبرہ کے فرق کی طرف التفات نہین کیا اور جبریہ اہل ہوے اور اہل بدعت ہین اور عقیدہ اُنکا یہ ہو کہ بدون استطاعت اور قدرت افعال
کی اصلا نہین اور تمام مخلوق اپنے افعال مین مجبور ہین انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر مین علماء سلف اور خلف مین اسکا اختلاف ہو اور اُسمین شک نہین کہ جسکا
مذہب اور بدعت موجب اصل الکفر ہو اور وہ تاویل نہ کرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہو اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت
کی ہو تو اُسکے تکفیر مین اختلاف ہو بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہین اور یہ قول ہو اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضون نے اُنکو
جماعت مسلمین سے نہین نکالا ہو اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہین سو اُنھون نے کہا ہو کہ وہ عاصی گمراہ ہین اُنپر احکام اسلام کے جاری ہین اور

مسلمین میں شمار ہونگے اپنے ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ ان اکثر اہل مذہب انکو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام فقہا مجتہدین کا نہیں اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہیں اور
مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہوا انتہی مافی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اسکا باپ نفی جبر یا
جبر شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنے کے اسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی او مجوسی تنصر لانہ
بالعکس یعنی انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذلک عند الذبح حتی لو تمجس یہودی لا تؤکل ذکاتہ بخلاف اُس یہودی یا مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اُسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اُسنے انتقال کیا یعنی ہوا اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کے وقت
تو اگر یہودی یا مجوسی ہو جاوے تو اسکا ذبح حلال نہ ہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی کتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے
مانند ہے یعنی اسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی بہتر ہے یعنی مشرک سے اسکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمدا خلافا للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اسکا جو نام خدا قصداً
ترک کرے ذبح کے وقت بخلاف امام شافعی کے ہم بقولہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اسکو جسپر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور امام
شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمدا کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ مخالف اجماع کے ہے
فان ترکہ ناسیا حل خلافا لمالک پھر اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک کے یعنی اُن کے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت
نہیں ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے حدیث سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا چنانچہ [illegible] قائم مقام امساک کے کردیا
صوم میں اسی سبب سے وان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع
لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم درر اور اگر اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اُسکے غیر کو ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملا دے بدون
عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے اور وصل بلا عطف سے ہی یوں
کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہوا کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ مبتدا ہوا یعنی تو جدا
کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان اور حموی میں نوازل سے
منقول ہے کہ دال کو زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری میں نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے اسواسطے
کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضوں نے کہا یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے حرام
ہونا اُس وقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے
کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ
مصنف نے اسکو قول آئندہ میں بیان کیا ہے ثم شلبی نے حاشیہ زیلعی میں کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے
اسواسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقا دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور موید اس کلام کا
وہ ہے جو فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او وفلان اور اگر ذابح نے خدا
کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللہ وفلان یعنے
خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ اللہ پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام
موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح یعنی جبکہ اسکے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اُسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنے اور
حالانکہ قرآن مجید میں اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہیں جنہیں مجھکو ذکر کرنا نہ چاہیے ایک تو چھینکنے کے وقت

اور دوسرے ذبح کرنے کے وقت فان فصل صورة ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیة او بعد الذبح لا باس به لعدم القران
اصلا پس اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے
اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ آپس غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں
بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی
مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ کر دیا تو یہ دعا کی انی وجہت وجہی للذی فطر السموٰت والارض علی ملة ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای
ومماتی للہ رب العالمین لاشریک له وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک والیک اللہم عن محمد وامته بسم اللہ واللہ اکبر پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری
روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی والشرط فی التسمیة
ہو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیرہ فلا یحل بقوله اللہم اغفر لی لانه دعاء وسؤال بخلاف الحمد للہ او سبحان اللہ مریدا به التسمیة فانه یحل اور تسمیہ میں
نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے خلط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللہم اغفر لی یعنی الٰہی مجکو بخش اسواسطے کہ یہ تو دعا
اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہوا برخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال
الحمد للہ لا یحل فی الاصح لعدم قصد التسمیة اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح تر میں بسبب عدم قصد تسمیہ کے
اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا بخلاف الخطبة حیث تجزیه قلت ینبغی حمله علی ما اذا نوی والا فلا یوفق بینه وبین ما مر فی الجمعة
فتامل برخلاف خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کیواسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اسکا حمل کرنا اس صورت پر لائق
ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہوگا ہم نے اسواسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہوجاے آپس میں اور اس میں جو مذکور ہوچکا جمعہ میں
تامل کرو مصنف نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہی ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ
کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسیطرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ
یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں مصرح
ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بها لانه یقطع فور التسمیة کما عزاه الزیلعی للحلوانی وقال قبله والمتداول المنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے کہ فوریت تسمیہ کا
قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ ہے
ہم اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہوجاے اور وہ وجوب با حذف واو کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہ کہ فور متعارف پر حمل کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادت
واو قاطع فوریت نہیں فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاة اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز نہیں مگر زمان قلیل جس سے
بچنا ممکن نہیں اور اسیطرح حدیث میں واو منقول ہے اسی طرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے
ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو سمی ولم تحضره النیة صح بخلاف ما لو قصد بها التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بها امرا آخر فانه لا یصح فلا تحل اور اگر ذابح بسم اللہ
زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سوا
ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا ھ در صورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اسکو صریحا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج
نہیں اور در صورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہیں کہ اسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اسنے اسم سے ہو ذکر

ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اسکو قصداً ترک کیا تو حلال نہیں ہے کذا فی الطحطاوی کما لو قال اللہ اکبر واراد بہ متابعۃ المؤذن
فانہ لا یصیر شارعا فی الصلوۃ بزازیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے مؤذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع
کرنیوالا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ وفیہا فتشترط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح او الرمی لصید او الارسال او حال وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم تقعد عن طلبہ کذا فی
اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت میں یا لوہا رکھنے
کی حالت میں گورخر کے شکار کیواسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا اسکی تلاش سے بیٹھ نہ رہا ہو چنانچہ آگے آویگا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع
شاتین احدہما فوق الاخری فذبحہما ذبحۃ واحدۃ بتسمیۃ واحدۃ حلا بخلاف ما لو ذبحہما علی التعاقب لان الفعل یتعدد فتتعدد التسمیۃ ذکرہ الزیلعی فی الصید اور معتبر ہے ذبح کرنا تسمیہ کے
بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹایا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے تو دونوں حلال
ہیں برخلاف اسکے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی سو اسواسطے کہ فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو
تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں ولو سمی الذابح ثم اشتغل باکل او شرب ثم ذبح ان طال حرم والا لا وحد الطول ما یستکثرہ الناظر واذا
حد واستغرق قطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والے نے بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہو گیا پھر اسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہو گیا اور فوریت قطع ہو گئی تو ذبیحہ حرام ہو گیا
اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت منقطع ہو گئی کذا فی البزازیہ
ہم طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے وحسب بالنحر نحر الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحہا والحکم فی غنم وبقر عکسہ فندب ذبحہا
وکرہ نحرہا لترک السنۃ ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اسکا ذبح کرنا اور بھیڑ بکری دنبہ اور گائے بیل میں بالعکس اسکے
حکم ہے یعنی انکا ذبح کرنا مستحب ہے اور انکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہے امام زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے اسفل عنق میں
صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلائے عنق میں تحت اللحیین انتہی استحباب سے یہاں سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب
نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کنز کی عبارت سے کہ اسنے اسکو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا
جسمیں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور آباری کی شرح کنز میں ہے کہ شتر مرغ اور بطا اونٹ کے مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی گردن
طویل ہے اسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی میں منیہ سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو آسانی سے بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تین پاؤں باندھے
اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری اول تیز کر لے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولا بد من ذبح صید استانس
لان ذکاۃ الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاۃ الاختیار اور ضروری ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہو گیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کی طرف تو
اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وکفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فیخرج کصید او تعذر ذبحہ کان تردی فی بئر او ند
او صال حتی لو قتلہ المصول علیہ مریدا ذکاتہ حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہو گیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور
کے مانند یا چوپائے غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہو گیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہو گیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اس نے اسکو قتل کیا جسپر
اسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت سے تو وہ حلال ہے وفی النہایۃ بقرۃ تعسرت ولادتہا فادخل ربہا یدہ وذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان
قدر لا اور نہایہ میں ہے کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہو گیا سو اسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہو گیا اور اگر اسکو زخمی کیا محل ذبح
کے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہ ہو سکا اسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل المصنف ان من التعذر ما لو ادرک صیدہ حیا
او اشرف ثورہ علی الہلاک وضیق الوقت علی الذبح او لم یجد آلۃ الذبح فجرحہ حل فی روایۃ میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں

میں سے ایک صورت وہ ہے کہ اگر اپنے شکار کو زندہ پایا اسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اُسنے ذبح کرنے کا ہتھیار
نہ پایا سو اُسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت میں وہ حلال ہوگیا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے فی روایۃ قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا
اور بعضوں نے کہا کہ اُسکا کھانا حلال نہیں بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اُسکا مالک تک
نہیں پہونچ سکتا تو اگر اُسکی فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اُسکو تیر سے مارے تو اُسکا کھانا جائز نہیں اور اگر فوت ہو جانے کا ڈر ہو تو اُسکا کھانا جائز ہے اور کبوتر
جب کہ مالک کے پاس سے اُڑ گیا پھر اُسکے مالک یا اور کسی شخص نے اُسکو تیر مارا تو فقہا نے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح
کے مقام پر لگے خواہ اور کہیں اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے
اور اگر اور مقام پر لگا تو اُسمین اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں وفی منظومۃ النسفی ان الجنین میتۃ وحکمہ علم بتذکیۃ ذکاۃ امہ فحذف ان
اور منظومہ نسفی میں ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم میں حلال نہیں ہو جاتا اپنی مان کے حلال ہو جانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا
ہم یعنے اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں اور وہ اپنی مان کا تابع نہیں کہ اُسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہو جاوے وقالا ان تم خلقہ
اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ
کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہو تو کھایا جاوے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اُسکی مان کی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو
تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنے جنین کی ذکاۃ اُسکی مان کی ذکاۃ کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اُسکی روایت نصب سے بھی آئی ہے ہم اکمل نے شرح ہدایہ میں کہا کہ
ذکاۃ امہ بہ رفع و نصب دونون طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہیں اُسکی تشبیہ ہونے میں اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہیں اسواسطے کہ
وہ قوی تر ہے تشبیہ میں اول سے کقول الشاعر ع وعیناک عیناھا وجیدک جیدھا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور
مان کے ذبح کرنے میں بچہ کا ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ اُسکی موت کا یقین نہیں ہے یعنی جنین تام الخلقۃ مان کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اُسکی موت
یقینی نہ ہوئی ہم یہ تقریر ہے دلیل امام کا اور جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اُس کی مان کے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اُسکی مان کا ذبح کرنا جائز
نہوا اسواسطے کہ اسمین مال کا ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے چنانچہ زیلعی میں ہے کذا فی الحلبی ولا یحل ذو ناب یصید بنابہ
فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتھب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب
اور حلال نہیں نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر یعنے پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے
اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیش دار ہے لیکن نیش سے شکار نہیں کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا
اسواسطے کہ ہر چند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہیں کرتا ہے شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لیجانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل
بنا بر عادت کے ہم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی
مخلب من الطیر یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے
وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ طبیعت ان حیوانات
کی مذموم واقع ہوئی ہے شرعا تو خوف یہ تھا کہ اُنکے گوشت کھانے سے اُنھیں کی خو سے بد انسان میں بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات
مذکورہ حرام ہوگئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ھی صغار دواب الارض واحدھا حشرۃ اور حلال نہیں حشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے
اور رینگنے والے جو زمین میں رہتے ہیں حشرات جمع ہے حشرۃ بالتحرک کی کذا فی القاموس ہم ہوام اور حشرات الارض چنانچہ چوہا اور گھوس اور سنولا اور

سیہی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اسواسطے کہ خبیث ہیں قال اللہ تعالی ویحرم علیہم الخبائث اور اسواسطے کہ غالبًا وہ نجاست خور ہیں کذا فی المجرد (خبیث ۱۲)
عن الاتقانی ھو الحمر الاہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا ولبنہا حلال اور حلال نہیں پالو گدہے بخلاف وحشی گدہوں یعنی گورخر کے کہ وہ اور انکا دودھ حلال ہے ہم پالو
گدہا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہوجاوے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہوجاوے اور اسپر پالان باندھا جاوے کذا فی العالمگیریہ والبغل الذی
امہ حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقًا ولو فرسا فکامہ اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدہی ہے تو اگر خچر کی ماں گاے ہو اور باپ اسکا گدہا تو وہ حلال اور
ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ہم قاعدہ کلیہ
ہمین یہ ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اس کی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ
بھی حرام ہے اگرچہ باپ اسکا حلال ہو والخیل وعندہما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیۃ اور حلال
نہیں گھوڑا اور گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ تین دن اپنی موت سے
پہلے اسکی حرمت سے رجوع کی اور اسکے حلال ہونے کے قائل ہوے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ہم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے
اور دررمین بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو درصورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نرہیگا اسواسطے کہ
صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنہا علی الاوجہ اور گھوڑی کے دودھ میں کچھ مضائقہ نہیں بر قول
وجیہ تر ہم اسواسطے کہ اسکے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھاجانیکے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لہما نابا وعند
الثلثۃ تحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونوں نیشدار ہیں اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ
اور حلال نہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قالہ المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثہ الطباع السلیمۃ
اور حلال نہیں ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے
جس سے طبائع سلیمہ گھناتے ہیں اور اسکو مکروہ اور خبیث جانتے ہیں ہم غراب ابقع وہ ہے جس میں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغداف بوزن
غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اسکی غدفان ہے کذا فی القاموس
ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں غداف کا ترجمہ
غراب اور نسر کثیر الریش واقع ہے اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہے قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعہ غدفان والفیل والضب وما
روی من اکلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہے وہ ابتداے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداے اسلام میں
حلال تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث وھو طائر دون الرخمۃ وکلہا من سباع الہوام اور حلال
نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہ تمام سباع ہوام سے ہیں ہم یربوع حیوان ہے
چوہے کے مانند لیکن اسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھ سے دراز تر ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا
یربوع کا ترجمہ اردو میں گھوس ہے اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں موش دشتی اور ہندی میں گھوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ
ذو ناب اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں ہیگا در اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ہم اتقانی نے کہا کہ دلیل میں خلل ہے اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہیں بلکہ نیشدار
جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیریہ میں چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یحل حیوان مائی الا
السمک اور حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ہم حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا ماوی اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنح الذی مات بآفۃ ولو متولدا فی

ماہی جنس ولو طافیۃ مجروحۃ وہبانیۃ سب دریائی جانور حرام ہیں مگر وہ مچھلی حرام نہیں جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی میں پیدا ہوئی
ہو اور گو زخمی مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیۃ ہم قاعدہ کلیہ مچھلی میں حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی
کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی تراتی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر غیر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفہ وہو ما بطنہ من فوق
مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پہ اچھل آئی ہو یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پر آسمان کی طرف
ہو فلو ظہرہ من فوق فلیس بطاف فیوکل کما یوکل ما فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہیں اسکا کھانا حلال ہے جیسے اس مچھلی کا
کھانا حلال ہے جو طافی مچھلی کے پیٹ میں ہے ہم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان
کے سبب سے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور منح الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونوں کا کھانا حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دونوں کی موت
آفت سے ہوئی وما مات بحر الماء او بردہ او بربطہ فیہا او القاء شئی فموتہ بآفۃ وہبانیہ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں بارش
کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنے کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مچھلی اسکو کھا کر مرگئی تو اسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی
یعنے تو حلال ہوگی کذا فی الوہبانیۃ ہم اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے میں یا ایک شخص نے مچھلی گھیری گڑھے میں کہ اس سے
نکل نہیں سکتی اور وہ شخص اسکو پکڑ سکتا ہے سو اس میں وہ مرگئی یا جال میں مچھلی مرگئی اور وہ اس حال میں تھی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی میں بستہ کیا
سو وہ برف میں باقی رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ایک قول ہے ایک روایت میں کیونکہ اس کی موت کا سبب پایا گیا
اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ حلال نہیں اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہے کذا فی الدرر والا الجریث سمک اسود والمارماہی سمک
فی صورۃ الحیۃ وافردہا بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہیں دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہے جریث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پہ
مچھلی ہے مصنف نے دونوں مچھلیوں کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ انکے مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ہم
عینی نے کہا جریث بکسر جیم وتشدید راء مکسورہ ایک قسم ہے مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب میں منقول ہے کہ سب
مچھلیاں حلال ہیں سوائے جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان میں ہے کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ ایک دیوث تھا وہ لوگوں کو اپنی جورو کے پاس بلا لاتا تھا سو مسخ ہوکر جریث ہوگیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اسکی
نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریث کو بعض اہل ہند سنگی بولتے ہیں وحل الجراد وان مات حتف انفہ بخلاف
السمک اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہیں وانواع السمک بلا ذکاۃ لحدیث
احلت لنا میتتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہیں بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال
ہوئے ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر الاول ہے وحل غراب الزرع الذی
یاکل الحب اور کھیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے ہم یعنے نجاست نہیں کھاتا ہے شہر میں نہیں آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم والارنب والعقعق
ہو غراب یجمع بین اکل جیفۃ وحب والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اور اسکا حلال ہونا صحیح قول ہے
ہم عقعق بروزن قنفذ پرندہ والابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس بعضے لوگ اسکو مہوکھا کہتے ہیں
طحطاوی نے حاشیہ کی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دم والا اسمیں سپیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے
بد شگونی اس سے لیتے ہیں انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لا باس بہ یعنی اسکے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں

تو یہیں نے کہا وہ نجاست کھاتا ہو کیونکہ امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملاتا ہو دوسری چیز سے پھر کھاتا ہو تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھاوے چنانچہ مرغی تو اسکا مضائقہ نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ عقعق اکثر وہ چیز جیسے مرغی نجاست کھاتا ہو کذا فی فتاوی قاضیخان انتہا ای مع الذکاۃ کھیت کا کوا اور خرگوش اور عقعق حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ہم اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتبرہ میں مذکور ہے فتاوی قاضیخان میں مذکور ہے کہ انعام یعنی چارپائے حلال ہیں چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح اسی قسم کے پرندے جو شکار نہیں کرتے ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاو اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغابی اور کبوتر اور بط اور غراب الزرع جو فقط دانہ کھاتا ہے اور ابابیل اور قمری اور سودانی اور زرور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہیں اور سباع یعنی درندہ چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور نیولا اور گینڈا اور ہاتھی اور چوہا اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور میں کہ خون نہیں چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جوں اور جھینگری اور کیکڑا پرندہ جو شکار کرتا ہے چنانچہ صقر یعنی چرغ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ غراب الابقع یعنی ابلق کوا یہ سب حرام ہیں انتہی ما فی الخانیۃ فائدہ جو جانور خشکی میں رہتے ہیں تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں اصلا خون نہیں دوسری قسم وہ جنمیں خون ہے مگر خون روان نہیں اور تیسری قسم وہ جنمیں خون سائل اور روان ہے سو جنمیں خون نہیں چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا کھانا حلال نہیں سوائے ٹڈی کے اور اسیطرح جنمیں خون سائل نہیں چنانچہ سانپ اور چھپکلی جسکو گھگلی بھی کہتے ہیں اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھونس اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت میں اختلاف نہیں مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور جنمیں خون سائل ہے وہ دو قسم ہیں مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہیں اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاو اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہیں اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی سو حلال نہیں اور اسیطرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہیں چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور چرغ اور شاہین اور چیل اور بغاث اور گدھ اور عقاب اور جو انکے مانند ہو یہ سب حرام ہیں کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان وذبح ما لا یوکل لحمہ یطہر لحمہ وشحمہ وجلدہ لتقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہیں اسکا ذبح کر ڈالنا اسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ میں اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارۃ میں اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہیں ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہے طہارۃ سے مطلب یہ ہے کہ اگر مانعات یعنی رقیق چیزوں میں پڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاوے تو وہ چیز رقیق نجس نہیں ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ میں دباغت کے مانند ہے اور اس کے حامل کی نماز باطل نہیں ہوتی اور کھانے کے واسطے اسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ جائز نہیں اور بعضوں نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی والخنزیر فانہما لا یطہران بالذکاۃ کما مر سوائے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح بیمار بکری ذبح کی پھر اسمیں جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر حرکت نہ کی یا اسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہیں اگر اسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم نہ ہوئی ہو ہم حرکت اور خروج خون کی قید اسواسطے لگائی کہ مردہ جنبش نہیں کرتا اور اسکا خون نہیں بہتا شرح طحطاوی میں ہے کہ ذبح کا نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا مگر اسوقت میں جبکہ زندہ کے مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وہذا یتاتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ والتی فقر الذئب بطنہا فذکاۃ ہذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیفۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم من غیر فصل اور اگر ذبح کی حیات معلوم ہو گئی تو ذبح کر ڈالے حلال ہے اگرچہ اسنے جنبش اور حرکت نہ کی ہو اور خون بھی نکلا ہو اور اسکا بیان آوے گا اس جانور میں جسکا گلا دبا یا گیا اور جو نیچے کو گرا اور جسکو دوسرے جانور نے

سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ و غیر ظاہر ہو اور
اسی پر فتوی ہے بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے جسکو تمنے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی
اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ ولم تدر حیاتہا وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاہا لا توکل وان ضمتہا اکلت وان فتحت
عینیہا لا توکل وان ضمتہا اکلت وان مدت رجلہا لا توکل وان قبضتہا اکلت وان نام شعرہا لا توکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم
شعر علامۃ الموت لانہا استرخاء وضمہا ومقابلہا حرکۃ تختص بالحی فدل علی حیوتہ وہذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتہا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل حال یعنی بکری
ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہوا اور اسنے جنبش کی اور خون بھی نکلا اب اگر اسنے منہ کھول لیا تو اسکا کھانا حلال نہین ہے اور اگر اسنے منہ بند کر لیا تو کھانا حلال ہے اور اگر
اسنے آنکھ کھول دی تو اسکا کھانا حلال نہین اور اگر اسنے آنکھ بند کر لی تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے پاؤن پھیلا دیا تو کھانا درست نہین اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اسکے بال سو گئے
یعنی گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پاؤن کا پھیلانا اور بال کا
گر پڑنا علامت ہے موت کی جسکا سبب یہ ہے کہ یہ افعال استرخا ہین یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پاؤن کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات
سب زندے کے ساتھ مخصوص ہین تو اسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم نہو اور اگر اسکی زندگی معلوم ہو ذبح
کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال مین خواہ علامات مذکورہ پائی جاوین یا نہ پائی جاوین کذا فی الزیلعی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ
صحیحۃ حلتا یعنی المظروفۃ والظرف لموت المبلوعۃ بسبب حادث ایک مچھلی نگلی دوسری مچھلی کے پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہو تو یہ
دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت بسبب حادث کے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت ابھر جانے سے والا تکن
صحیحۃ حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من دبرہ لاستحالتہا عذرۃ جوہرۃ وقد غیر المصنف عبارۃ متنہ الی ما تری اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہو سڑ گل گئی ہو
تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہے نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین اسواسطے کہ مستحیل ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ اور البتہ
مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو تونے سنی ہم اشباہ کی عبارت یون تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت صحیحۃ حلتا والا لا یعنی مچھلی کے اندر کی مچھلی ہو تو اگر
مظروفہ صحیح و سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہ عبارت اسکی موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین حالانکہ یہ مطلب نہین بلکہ
ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہ خلل رفع ہو گیا ولو وجد فیہا درۃ ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا وہو لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا
تو پانیوالے کو اسکی ملک حلال ہے اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہین اور وہ لقطہ ہے ہم اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو ولوالجیہ مین
یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانیوالے کا ہے اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف مین
نہین ہے تو وہ پانیوالے کا ملک نہین اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہرا وہ صیاد کے ہاتھ سے اسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من
العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو وحدہ ذکر اسم اللہ تعالی ذبح کیا حاکم کے آنے کیواسطے یا حاکم کے مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ
حرام ہے اگرچہ ذبح کرنیوالے نے اللہ تعالی کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اسواسطے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہے دستور عوام مین یون ہے کہ جب حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہے تو اسکی
تعظیم کیواسطے یا ولیمہ وغیرہ کے بھوک وغیرہ کیواسطے تاکہ [illegible] ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اسکا گوشت نہین کھلاتے ہین تو اسکو [illegible] قرار دیتے
حلال [illegible] کھانا [illegible] اگرچہ اللہ تعالی کا نام [illegible] کہ تعظیم غیر خدا [illegible] کی [illegible] ٹھہرائی جاوے انتہی [illegible] سے معلوم ہوا کہ
یہ جو ہندوستان مین جاہلون مین رواج ہے کہ منت مانگ سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گائے اور بکرا حرام ہے اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا
اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو منت غیر اللہ کی [illegible]

سوم انکی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ صورت تعظیم غیر خدا میں ذبیحہ مردار ہوجاتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا خالص نام لیا جاوے صحیح مسلم میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی خدا لعنت کرے اسپر جو غیر خدا کے واسطے ذبح کرے ولو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللہ تعالیٰ اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کے واسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور تکریم مہمان کی اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے هم شیخ الغفار میں ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہیں اسواسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کے واسطے ہے تو گویا بغرض عبادت ہوا غیر خدا کیواسطے تو اس شخص نے قرآن و حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمین شک نہیں کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح نہ کرے تو اس جاہل پر لازم ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھاوے اور نہ اسکو کھاوے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ میں ذبح ہو والفارق انہ ان قدمہا لیاکل منہا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمیں سے آپ یا مہمان کھاوے تو ذبح اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کے واسطے یا ولیمہ کے واسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کے واسطے ہوئی اور اگر کھانے کے واسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا هم حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے کے واسطے کہ آنے سے پہلے ضیافت کیواسطے یا آنے کے بعد تھوڑی دیر میں اسکی ضیافت کیواسطے ہو تو اسکے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر اسکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہے تو اسیطرح درست ہے بلا شبہ اور اگر بغرض تعظیم ہو تو حرام اور ذبیحہ مردار ہے هم شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہی پس معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اسلیے کہ کاہے تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اسکو کھاتا ہے اور اسکے عیال بھی تو بہتر یہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہو تو حرام ہے والا حلال ہے واختلفوا ہل یکفر قولان بزازیہ درمختار وہبانیہ اور کیا ذابح لغیر اللہ کافر ہے اسمیں دو قول ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک کافر ہے اور بعضوں کے نزدیک کافر نہیں گنہگار ہے کذا فی البزازیہ وشرح الوہبانیہ قلت وفی صید المنیۃ انہ یکرہ ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحر ونحوہ فی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ ولعلہ تعالیٰ وفاعلہ جمہورہم قال کافر وقیل والتعمیل لیس یکفر میں کہتا ہوں منیہ کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہیں ہے اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ گمان نہیں کرتے ہیں کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہے اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کر کے یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنے والا اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اہل اسکو کافر نہیں کہتے ہیں هم ہر چند تکفیر اختلافی میں عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا چاہیے واللہ ہو الموفق والمعین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ذا لا یظہر من التعمیم بدلیل الاستثناء کمالہ کلیتہ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وہو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو چیز کہ جدا ہو گیا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہے چنانچہ کتا کان اور گرا دانت مگر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے کتاب الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں ہے شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃً اور حکماً زندہ ہو اسواسطے کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کر هم اگر زندہ حقیقۃً یعنی صورۃً اور حکماً مراد لیجیے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اسکی موت کے تو وہ منفصل ہے زندہ صورۃً سے نہ زندہ حکماً سے تو اسوقت میں استثنا آیندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃً اور حکماً ہو خواہ فقط حقیقۃً یعنی صورۃً زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہاں گفتگو اسمیں ہے کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہیں ہے دونوں صورتوں میں اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو جاے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ ماکول ہے

اور کلام ہر مچھلی اور ٹڈی کے غیر مین اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہر کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من الحیوان المأکول لان
الباقی من الحیاۃ غیر معتبر اصلا بزازیہ قلت لکن یکرہ کما مر مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہو اسکی موت سے پہلے تو اسکا کھانا حلال ہر اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو
اسواسطے کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہر وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ
ہر چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہو چکا و حررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہمنے قول آیندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہر کتاب الطہارۃ مین تمین ہم سے کم کتاب الطہارۃ مین
شارح نے بیان کیا ہر کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہر کہ وہ بھیڑیا حلال ہر جو بکری سے پیدا ہوا ہر یا ان کے اعتبار سے ہ وقد حلال
البغال امہا من الخیل قطعا والکراہۃ تنزیہا اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہر قطعا خچرون کا گوشت حالانکہ ان کی مان گھوڑی ہر اور کراہت بھی نکور ہر یعنی جس خچر کی مان
گھوڑی ہر وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہر مگر کراہت بھی مذکور ہر ہ ولذا نبر کلب نوقی عمر خبارنا + تناج لدراس کالمحب فینظر + اور اگر کسی کتے نے بکری پر
جفتی کی تو اسکے بچہ پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہر تو اسکو دیکھنا چاہیے ہ فان اکلت لحما فکلب تجنبا + وان اکلت نبتا فذا الراس یبتر + سو اگر اُسنے
گوشت کھایا تو وہ بالکل کتا ہر اور اگر اُسنے گھاس کھائی تو یہ سر کاٹا جائے یعنی اُسکا کھانا نچاہیے ہ ویوکل باقیہا وان اکلت ذا و ذا فاضربہا و الصیاح
یخبر + اور سواے سر کے باقی گوشت کھایا جاے اور اگر گوشت اور گھاس دونون کھاے تو اُسکو مارنا اور اُسکا چلانا خبردار کریگا ہم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند
بھونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کے مانند چلاوے تو حلال کرلے کے بعد سر پھینکا جاے اور باقی کھایا جاے کذا فی الطحطاوی ہ وان تک کلت فاذبح فان
ترشہا بدا + فنحروا الا فہو کلب مجلۃ + اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونون کی طرح آواز کرے تو اُسکو ذبح کر تو اگر اُسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہر لیکن
سر سکا دور کیا جاے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہر دفن کیا جاے یعنی اُسکا کھانا نچاہیے و فی معایا نہا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ ہر ہ وای شیاہ دون
ذبح تحلہا + ومن ذی الذی ضحی ولا دم یہمر + اور کون بکری ہر جسکو بدون ذبح کے شارع حلال رکھتا ہر اور کون ہر وہ شخص جو اپنے گھر مین رہا یہان تک کہ وقت
ضحی داخل ہوا اور اُسنے خون نہین جاری کیا ہم مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر مین مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ مین مذکور ہو گیا محل
سوال فقط لفظ ہر ضحی کا تو ظاہر اُسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہر کہ کون شخص ہر جسنے قربانی کی اور بہالانکہ خون نہین بہایا قربانی کرنا اور عدم خونریزی مین منافات
ظاہر ہر تو ناظم کا مطلب وہ ہر جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزین ہین مردار سے جنسے انتفاع درست ہر سینگ اور کھر اور عصب اور صوف
اور وبر یعنی روئین اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہر اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیہ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہر عام کے بعد یعنی ذبیحہ
عام ہر اور قربانی خاص ہر ہی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشی باسم وقتہ اضحیہ لغت مین اس حیوان کا نام ہر جو ایام اضحی مین ذبح کیا جاے من قبیل
نام رکھنے شے کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ ہم جو حیوان ذبح ہوا ایام نحر مین اُسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے ہم اسکو ذبح کرتے
ہین کذا فی الدرر تو اسکا نام ماخوذ ہوا اُسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی مین ہر تقربات مالیہ دو قسم مین ایک قسم تملیک ہر چنانچہ صدقہ
اور دوسری قسم اتلاف ہر چنانچہ اعتاق اور اضحیہ مین دونون معنی مجتمع ہوے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہر پھر گوشت مین تصرف کرنے سے تملیک اور
اباحت ہر انتہے واقعات مین ہر کہ قربانی کا خریدنا دس درم سے بہتر ہر ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خون ریزی سے حاصل ہوتی ہر
وہ صدقات سے نہین ہوتی و شرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہر حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے
عبادت کی نیت سے مخصوص وقت مین ہم حیوان مخصوص یعنی گاے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر و شرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

الذی یتعلق بہ وجوب صدقۃ الفطر کا امر اور شرائط قربانی کی اسلام اور مقیم ہونا اور اسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقۂ فطر متعلق ہو چنانچہ
آخر کتاب الزکاۃ میں مذکور ہو چکا ہم اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہو تو اگر اول نحر میں کافر تھا اور آخر میں مسلمان ہوا یا اول میں مسافر تھا
اور آخر میں مقیم ہو گیا تو اسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہو ظاہر الروایۃ میں تونگر اور مالدار وہ ہو جسکے پاس ۲۰۰ درم یعنی ۵۰ روپیہ یا ساڑھے تولہ سونا
ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر یا باغ یا چار پائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا
تجارت کا اسباب وغیرہ ہو ۵۰ روپیہ کا تو اسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اسپر
قربانی نہیں خواہ بالفعل اسمیں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو اور اگر قادر نہ ہو قرأت پر تو قربانی واجب ہو اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں ٹھہرتا مگر اس وقت جب ایک کتاب
کے دو نسخے ہوں اور احادیث اور تفسیر کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہوں اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہو جب ان کی قیمت
بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی تصرف لا الذکورۃ فتجب علی الانثی خانیۃ اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہیں تو قربانی واجب ہو عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببہا
الوقت وہو ایام النحر وقیل الراس وقدمہ فی التتارخانیہ اور قربانی کا سبب وقت ہو اور وقت سے نحر کے دن مراد ہیں اور بعضوں نے کہا ہو کہ قربانی کا
سبب آغاز ایام نحر ہو نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ میں اسی قول کو ترجیح دی ہو در کنہا ذبح ما یجوز ذبحہ من النعم لا غیر فیکرہ ذبح دجاجۃ و دیک لانہ تشبہ بالمجوس بزازیۃ
اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہو اسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہو منجملہ چوپایوں کے نہ سوا اسکے تو مکروہ ہو ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ
وہ تشبہ ہو مجوسیوں کے ساتھ کذا فی البزازیہ وحکمہا الخروج عن عہدۃ الواجب فی الدنیا والوصول الی الثواب بفضل اللہ تعالی فی العقبی مع صحۃ النیۃ
اذ لا ثواب بدونہا اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا میں نکلجانا واجب کے عہدہ سے اور ثواب کا ملنا ہو اللہ کے فضل سے آخرت میں نیت صحیح
ہونے کے ساتھ اسواسطے کہ ثواب نہیں ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحیۃ ای اراقۃ الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہو قربانی کرنا یعنی چوپایوں کا
خون بہانا یہ وجوب باعتبار عمل کے ہو نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجوب خونریزی پر دلیل یہ ہو کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کردے تو واجب ادا نہ ہوگا اور ظاہر الروایۃ
یہی ہو کہ قربانی واجب ہو اور ابو یوسف سے روایت یہ ہو کہ سنت ہو اور زفر سے روایت یہ ہو کہ فرض ہو اور صحیح یہ ہو کہ وہ واجب ہو چنانچہ مضمرات میں ہو
لیکن قربانی کا وجوب کفارۂ یمین اور صدقۂ فطر سے کمتر ہو سنت ہونے کی دلیل یہ ہو کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذیحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم میں سے
قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن روک رکھے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہو اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہو کہ من وجد سعۃ و
^{تشبیہ ہو ملا کرنا ۱۲}
لم یضح فلا یقربن مصلانا کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرح کی وعید نہیں ہوتی مگر ترک واجب میں اور حدیث
اول میں ارادہ سے مراد سہو کی ضد ہو نہ تخییر تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہیں کرتا چنانچہ اس حدیث میں کہ من اراد ان یحج فلیستعجل یعنی جو حج کا ارادہ
^{یعنی عمداً کرنا ۱۲　اختیار دینا ۱۲}
کرے وہ شتابی کرے پھر جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اسکا منکر کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً بقدرۃ ممکنۃ قربانی کرنا واجب ہو قدرت ممکنہ سے
ہم یعنی قادر کردینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہو تمکین سے نہ امکان سے ہی ما یجب بمجرد التمکن من الفعل فلا یشترط بقاء ہا لبقاء الوجوب لانہا شرط محض فی قدرۃ ممکنۃ
وہ ہو جو واجب ہو مجرد قادر ہونے کے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہیں بقاء وجوب کے واسطے اسلیئے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہو یعنی اسمیں معنی علت نہیں اور شرط کا
مطلق وجود بلا استمرار دوام کفایت کرتا ہو مشروط کے پائے جانے کے واسطے لا میسرۃ ہی ما یجب بعد التمکن بصفۃ الیسر فغیرتہ من العسر الی الیسر فیشترط بقاؤہا
لانہا شرط فی معنی العلۃ کما مر فی الفطرۃ وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہیں اور قدرت میسرہ وہ ہو جو واجب ہو بعد قادر ہونے کے فعل سے آسانی کی صفت کے
ساتھ تو قدرت میسرہ نے وجوب کو بدل ڈالا تنگی سے آسانی کی طرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہو اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہو چنانچہ مذکور
ہوگیا فطرہ کے بیان میں ہم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہو دوام معلول کے واسطے بدلیل وجوب تصدقہ بعینہا او بقیمتہا لو مضت ایامہا

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہے وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اسکی قیمت کا تصدق
کرنا واجب ہے اگر قربانی کے ایام گذر جاویں ہم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونیکے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہ ہوگا کیونکہ انکا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے
نہ میسرہ سے برخلاف زکوٰۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علی حر مسلم مقیم بمصر او قریۃ او بادیۃ عینی فلا تجب علی حاج مسافر
فاما اہل مکۃ فتلزمہم ان حجوا وقیل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانون یا جنگل مین کذا فی العینی تو قربانی
واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والون پر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کر رہے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو
کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کے مانند شرح طحاوی مین ہے موسر لیسار الفطرۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاہر بخلاف الفطرۃ اس مقدور والے
پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کی طرف سے واجب
ہے ہم اور ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اس فرزند صغیر اور اپنے اس پوتے کی طرف سے جسکا باپ نہین اور حمالیا کی
طرف سے مستحب ہے کذا فی الطحطاوی شاۃ بالرفع بدل من ضمیر تجب او فاعلہ او سبع بدنۃ ہی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتہا اور جو جانور قربانی کیا جاوے وہ دنبہ بھیڑ
بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہے شتر اور گاو سے شتر اور گاو کو بدنہ نام رکھا انکی ضخامت یعنی تناوری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا
شاۃ بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اسکا فاعل ہے ہم فاعل تجب کا تو تصریح ہے تو شاۃ نہ اس سے بدل ہو سکتا ہے نہ اسکا فاعل ہو سکتا ہے بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف
کی تقدیر اسکی یون ہے والضحی بہ شاۃ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح کے موافق ترجمہ نہ کیا الحاصل بھیڑ بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاو
سات شخصون کی طرف سے اور قیاس یہ تھا کہ اونٹ اور گاے ایک ہی کی طرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہے اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس
متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گاو قربانی کیا سات کی طرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہین تو وہ اصل
قیاس پر باقی رہی کذا فی الدرر ولو لاحدہم اقل من سبع لم یجز عن احد اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سے ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہوگی
ہم یعنے شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصہ سے کم نہو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل میراث
چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب فوت ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی اس
فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا اسکی طرف سے قربانی ادا نہوئی اسواسطے کہ جب بعض قربت
نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہ ہوا وتجزی عما دون سبعۃ بالاولی اور شتر اور گاو کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولی جائز ہے یعنی چھ یا پانچ شخصون کی طرف سے بطریق اولی
درست ہے بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجر نصب علی الظرفیۃ یوم النحر الی اخر ایامہ وہی ثلثۃ افضلہا اولہا واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر
کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنے دسوین اور گیارھوین اور بارھوین تاریخ ذیحجہ کی افضل ان قربانی کا پہلا دن ہے شارح
نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب خوف غلط کے تاریکی مین کذا فی
الحموی ویضحی عن ولدہ الصغیر من مالہ صححہ فی الہدایۃ وقیل لا صححہ فی الکافی قال العینی للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجحہ ابن الشحنۃ قلت وہو المعتمد لما فی متن
مواہب الرحمن من انہ اصح ما یفتی بہ وعللہ فی البرہان بانہ ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکہ فی مال ولدہ کالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا یحتمل
صدقۃ التطوع وعزاہ للمبسوط فلیحفظ اور باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہے اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ
قربانی نہ کرے صغیر کے مال سے اس قول کو صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہ کرنا اپنے طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہے اس قول کو ابن شحنہ
نے مین کہتا ہون اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ مواہب الرحمن کے متن مین یہ مذکور ہے کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اس کی وجہ یون بیان کی ہے کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہو تو باپ اسکا مالک نہیں اپنے فرزند کے مال میں چنانچہ اسکے غلام کے آزاد کرنے کا مالک نہیں اور اگر گوشت کا تصدق تصور ہو تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرع علی قول الاول بقولہ واکل منہ الطفل وادخر لہ بحاجتہ وما بقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینہ کثوب وخف لا بما یستھلک کخبز ونحوہ ابن کمال وکذا الجد والوصی پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور طفل کھاوے اپنی قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جاوے بقدر اسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جاوے اس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے جیسا کہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور ایسا ہی جد یعنی باپ کا باپ مانند دادا اور وصی ہے وصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاو میں جو خرید کیا گیا قربانی کے واسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روے استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہیں کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں از روے استحسان کے ھم صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پھر اسمیں شریک کر لیا عالمگیریہ میں ہے اگر قربانی کے ارادہ سے خرید کی پھر اسمیں چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کے وقت شریک کر لینے کا ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہے کہ گاے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اسکے ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلیے کہ مہیا کر چکا اسکو قربت کے واسطے تو بیع اس کی ممنوع ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ گاہے آدمی موٹی گاے پاتا ہے اور شریکون کو نہیں پاتا ہے خرید کے وقت سو اسکو خرید کر لیتا ہے پھر شریکون کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج میں پڑیں اور حرج شرعا مدفوع ہے انتہے اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت خرید کی پھر اسنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہ ہوگا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی الاشتراک قبل الشراء احب اور یہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہے ویقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترکہ قربانی کا گوشت تقسیم کیا جاوے تول کر نہ اٹکل کر ھم فتاوی خلاصہ اور فیض میں ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکون کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسہ مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کیطرف پھیرنے کے سبب سے ھم یعنے ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ پائے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف ھ کذا فی الدرر واول وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید ولو قبل الخطبۃ لکن بعدہا احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر میں ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے ھم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی وبعد مضی وقتہا لو لم یصلوا لعذر ویجوز فی الغد وبعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی الغد تقع قضاء لا اداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد ہے اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارھویں اور بارھویں ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اسواسطے کہ گیارھویں بارھویں کی نماز قضا واقع ہو گی نہ ادا کذا فی الزیلعی ھم عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گاؤں یا جنگل میں وآخرہ قبیل غروب یوم الثالث وجوزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنے بارھویں تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرھویں تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہے ھم ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق کے بھی تین ہیں اور دونوں ایام گذر جاتے ہیں چار دن میں اول روز نحر ہے تشریق نہیں اور پچھلا دن تشریق ہے نحر نہیں اور دو دن درمیانی نحر اور تشریق ہیں ایام نحر دسویں گیارھویں بارھویں اور ایام تشریق گیارھویں بارھویں

ہے یعنی وہ شہر مکان الاضحیۃ لامکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اُس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے ہم تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی
کرنے والا شہر میں ہو تو بعد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں تو قربانی جائز نہیں مگر بعد نماز عید کے بخلاف
صدقہ فطر کہ اسمین مکان فاعل معتبر ہے وحیلۃ مصری اراد التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر یعنی تو اُس شہری کا حیلہ جو شتابی قربانی
کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اُس مکان میں جہان مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پھر وہان فجر کے طلوع ہوتے
قربانی کرے کذا فی الدرر والمعتبر آخرہا وقتا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا لا تجب علیہ وان ولد فی الیوم الآخر تجب علیہ
وان مات فیہ لا تجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کے واسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام نحر میں اور فقیر ہو انکے پچھلے
دن میں تو اُسپر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اُسپر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اُسپر قربانی واجب نہیں
ہم صغیر کے مال میں قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لانہا من
اہل الصلوۃ الا الامام وحدہ وکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی یعنی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط
نماز پھیری جائیگی نہ قربانی اسواسطے کہ علما میں سے بعض علما کا مذہب ہے کہ جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا تو اسمین اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ہے کذا
فی الزیلعی یعنی جب منفرد یا جماعت پر اعادہ واجب نہو تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوگا تو مقصود جماعت ہے جواز قربانی کا عذر نہیں تاکہ قربانی ان افراد سے مخصوص
رہے وفی المجتبی انما اذا علم قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کیجائیگی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیان کے کیونکہ تقیید
ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر
میں فتنہ ہے یعنی وہان کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والون نے نماز نہ پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول
مختار میں ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی حلبی نے کہا اور یہ معارض ہے اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا
تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ رہا لکن فی الینابیع لو عمد الترک من اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس
انتہی لیکن ینابیع میں ہے اور اگر حاکم نے عمدا نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز
نہیں جب تک زوال شمس نہ ہو انتہی فافی الینابیع ہم قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا
اس سے مختار اک کی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اس کے نماز ترک ہوتی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول
ویجوز فی بقیۃ الایام قلت وقدمنا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضون نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے
باقی دنون میں کہتا ہون اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبردار رہنا کہا لو شہدوا انہ یوم
العید عند الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزاتہم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطا فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی
گواہون نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگون نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکو نماز اور قربانی کفایت
کریگی اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تاکہ انکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے
وکرہ ذبحہا لیلا لاحتمال الغلط اور مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانیکے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر
فاعل تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اسکو زندہ خیرات کردے اگرچہ نذر کرنیوالا
فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا یعنی جسکی ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یون نذر کرے کہ خدا کے واسطے مجھپر واجب ہے یہ کہ میں اس کو قربانی

کرےگا کذا فی الدرر ولو تصدق بہا اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اسکا گوشت خیرات کردے ولو نقصہا تصدق بقیمۃ النقصان یعنی اور اگر
اسکو ناقص کردیا بسبب عیب دار کردینے کے تو اسکے نقصان کی قیمت بھی خیرات کردے ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل اور نذر کرنیوالا
نذر کی قربانی سے نہ کھاوے اور اگر کھاوے تو جسقدر گوشت کھایا اسکی قیمت خیرات کرے فقیر شراہا لہا لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعہا اور محتاج نے جانور
خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اسکو زندہ تصدق کردے بسبب واجب ہوجانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنے کے تو اسپر ممنوع
ہوگا اسکا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عادت ہونا ذریعہ ہم یعنی ہر چند محتاج پر قربانی واجب نہیں لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کر لیگا تو اسپر واجب ہوجاویگی کما
نذر ہوگیا کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر قربانی خریدی پھر اسکی بیع کی تو اسکی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی دوسری صورت یہ کہ بدون
نیت کے خرید کی تیسری یہ کہ بلا نیت خرید کی پھر اسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کر لیا اسطرح کہ خدا کے واسطے مجھپر لازم ہے اسکا قربانی کرنا اسکے ایام میں تو پہلی صورت میں
قربانی نہو جاویگی جبتک زبان سے اسکو واجب نہ کر لیگا ظاہر الروایۃ میں اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹھہر جاویگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ میں یہ کہ نہیں اور
حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ وہ قربانی نہ ہوگی تو اگر اسکو بیع کر ڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت میں بالاتفاق قربانی ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی
وتصدق بقیمتہا غنی شراہا اولا لتعلقہا بذمتہ بشراہا اولا فالمراد بالقیمۃ قیمۃ شاۃ تجزی فیہا اور بعد گذر جانے ایام نحر کے اسکی قیمت کو مالدار تصدق کرے خواہ اسنے
قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت سے مراد اس بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے میں کافی ہو ہم وجوب و
عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے اسکی قیمت تصدق کرے چاہے اسکو زندہ خیرات کردے تا اسکے عہدہ سے خارج ہوجاوے
جمعہ کی قضا فوت ہوجانے کے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے کے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستۃ اشہر من الضان ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن
التمییز من بعید اور قربانی کے واسطے صحیح ہے جذع یعنی چھ مہینہ کا بچہ دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں ملا یا جاوے تو اس کی
تمیز دور سے ممکن نہو ہم ضان سے مراد وہ ہے جسکے الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن
ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان اضحیۃ یعنی جائز ہے چھ مہینے کا بچہ دنبہ سے قربانی کیواسطے اتقانی نے کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہیں
جبتک ایک سال پورا نہو اور دوسرا سال شروع نہوا ہو وصح الثنی فصاعدا من الثلاثۃ اور ثنی اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں سے یعنی غنم اور بقر اور
ابل سے والثنی ہو ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاۃ والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گائے بیل اور بھینس سے دو
سال کا ہوتا ہے اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے ہم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اس سے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اگر اس سے زیادہ عمر کا ذبح ہوگا
تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریۃ والمتولد بین الاہلی والوحشی یتبع الام قال المصنف اور جو جانور پیدا ہوا اہلی اور وحشی سے وہ اپنی ماں کا تابع ہے ایسا کہا ہے
مصنف نے ہم یعنی اگر اسکی ماں کی قربانی جائز ہے تو اسکی بھی جائز ہے اور اگر اسکی ماں کی قربانی جائز نہیں تو اسکی بھی جائز نہیں فرع مسائل الخنثی شارح نے کہا الشاۃ
افضل من سبع البقرۃ اذا استویا فی القیمۃ واللحم بھیڑ بکری بہتر ہے گائے بیل کے ساتویں حصہ سے اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں والکبش افضل من النعجۃ اذا
استویا فیہما اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو ہم اور اگر بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے کذا فی
الذخیرۃ والانثی من المعز افضل من التیس اذا استویا قیمۃ اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکری سے جبکہ دونوں قیمت میں برابر ہوں والانثی من الابل والبقر افضل حاوی
اور اونٹنی اور گائے افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوہبانیۃ ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمۃ واللہ اعلم اور وہبانیہ میں ہے کہ
مادہ بہتر ہے نر سے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو واللہ اعلم ہم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر میں مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونوں قسموں میں
مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے ولدت الاضحیۃ ولدا قبل الذبح یذبح الولد معہا وعند بعضہم یتصدق بہ بلا ذبح قربانی کے بچہ جنی ذبح کرنے سے

پہلے کو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اُسکے ساتھ اور بعضوں کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنیکے ضلت او سرقت فاشتری اخری ثم وجدہا
فالافضل ذبحہما وان ذبح الاولی جاز وکذا الثانیۃ لو قیمتہا کالاولی او اکثر وان اقل ضمن الزائد ویتصدق بہ بلا فرق بین غنی وفقیر وقال البعض ان وجبت عن
یسار فکذا الجواب وان عن اعسار ذبحہما یعنی قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی خرید کی پھر پہلی ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو
ذبح کریگا تو بھی درست ہے اور اسیطرح اگر دوسرے کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلی کی
قیمت سے کم ہو تو زائد کا ضامن ہے اور اسکو خیرات کردے اسمین کچھ فرق نہیں مالدار اور محتاج کا اور بعضوں نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی تو یہی
جواب ہے جو مذکور ہو چکا اور اگر محتاجی میں خرید کرنے کی سبب سے واجب ہوئی تو دونوں قربانیوں کو ذبح کرے کذا فی الینابیع یعنی دونوں قربانیوں کا ذبح کرنا واجب ہے
کذا فی الخلاصۃ عن الخانیۃ ویضحی بالجماء والخصی والثولاء ای المجنونۃ اذا لم یمنعہا من السوم والرعی اور قربانی کرے ایسے جانور کی جسکے سر پر سینگ نہوں پیدائشی یعنی
پیدا ہی ایسا ہوا اور قربانی کرے اُس خصی کی اور دیوانے کی بشرطیکہ دیوانگی چرنے چگنے سے باز نہ رکھے اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانہ جانور کو قربانی
کرنا جائز نہیں والجرباء السمینۃ فلو مہزولۃ لم یجز لان الجرب فی اللحم نقص اور قربانی کرے موٹے خارشتی جانور کو تو اگر خارشتی جانور دبلا ہو تو درست نہیں اسواسطے کہ
گوشت میں خارش ہونا نقصان ہے یعنی کھال کی خارش سے گوشت میں نقصان نہیں لہذا اسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم ہوا
کہ خارش گوشت تک پہنچ گئی سو اسواسطے درست نہیں لا بالعمیاء والعوراء والعجفاء المہزولۃ التی لا مخ فی عظامہا اور قربانی نہ کرے اندھے اور کانے اور ایسی نہایت
دبلے جانور کی جسکی ہڈیوں میں گودا نہیں والعرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای المذبح اور اُس لنگڑے کی قربانی جائز نہیں جو ذبح کرنیکے مقام تک نہ چل سکے
مطلب یہ ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پاؤں سے چلے اور چوتھا پاؤں زمین پر نہ رکھے تو اسکی قربانی جائز نہیں اور اگر چوتھے پاؤں کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور
جھکا چلتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے والمریضۃ البین مرضہا اور اُس بیمار کی قربانی جائز نہیں جسکی بیماری صاف ظاہر ہو ومقطوع اکثر الاذن او الذنب او
العین ای التی ذہب اکثر نور عینہا فاطلق القطع علی الذہاب مجازا وانما یعرف بتقریب العلف اور اُس جانور کی قربانی جائز نہیں جسکا اکثر کان یا دُم یا آنکھ
قطع ہو گئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جانا چارہ نزدیک رکھنے
سے معلوم ہوتا ہے یعنی صورت اسکی یہ ہے کہ جب جانور ایک دن کا بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو بند کرے اور اسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارے کو دیکھا
اور اسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھ کو بند کرے اور چارا سامنے رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اُسنے چارا دیکھا پھر دونوں مکانوں کے تفاوت
کا اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی میں اسی
قول پر فتوی مذکور ہے اور شرح ملتقی میں قاضیخان سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل میں داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسی پر فتوی
ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں فتوی مختلف ہے او اکثر الالیۃ لان للاکثر حکم الکل بقاء وذہابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیہ الفتوی مجتبی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹی ہو تو اُسکی
قربانی جائز نہیں ہے اسلئے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے میں تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی ولا بالہتماء التی لا اسنان لہا ویکفی بقاء الاکثر وقیل ما تعتلف بہ اور قربانی جائز نہیں بوچے جانور کی جسکے دانت نہیں
اور اکثر دانتوں کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسقدر دانتوں کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کھا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہوں
والسکاء التی لا اذن لہا خلقۃ فلو لہا اذن صغیرۃ خلقۃ اجزأت زیلعی اور جائز نہیں قربانی بوچے کی جسکے پیدائشی کان نہیں اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہوں تو
اسکی قربانی کافی ہے کذا فی الزیلعی ثم اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اسکی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ والجذاء مقطوعۃ رؤس ضرعہا او یابسہا اور اُس
جانور کی قربانی جائز نہیں جسکے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوں یا وہ خشک ہوں والجدعاء مقطوعۃ الانف اور قربانی درست نہیں نکٹے جانور کی جسکی ناک

کٹی ہو والمصرمۃ اطباؤہا وہی التی عولجت حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جسکے تھنون کی نوکین نقدا و سے ہون یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع ہوگیا ولا التی لا الیۃ لہا خلقۃ یعنی اور درست نہین قربانی اس دنبہ کی جسکے پیدایشی چکتی نہ ہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمہا لا ینضج شرح وہبانیۃ وتمامہ فیہ اور جائز نہین قربانی خنثی کی اسواسطے کہ اسکا گوشت پختہ نہین ہوتا کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اسکا پورا بیان اسی کتاب مین ہے ولا الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولا تاکل غیرہا اور جائز نہین قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اس کے سوا کچھ نہین کھاتا ہم اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی کھاتا ہو اور چارا بھی کھاتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جسکو کھانسی آتی ہے اور اسکی چوٹ سے جس نہین سکتی اور اسکی جو دانتا گیا ہے اور اسکے دودھ نہین اترتا بلا مرض اور جسکی چھوٹی چکتی ہو دم کے برابر اور جسکی زبان کٹی ہو بشرطیکہ چارا کھا سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزاہ ذلک اور اگر قربانی تندرست خرید کی پھر اسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اسپر واجب ہے کہ اور قربانی اسکے قائم مقام کرے اگر خرید کرنے والا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اسکے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ بخلاف الغنی اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی مین عیب موجود ہو خریداری کے وقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہین بخلاف مالدار کے کہ اسپر واجب ہے تو اسکے حق مین کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبہا من اضطرابہا عند الذبح اور ضرر نہین کرتا عیب دار ہو جانا قربانی کا اسکے تڑپنے کے سبب ذبح کے وقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرہا لا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت فشری اخری فظہرت فعلی الغنی احدہما وعلی الفقیر کلاہما شمنی اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو اسنے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی مر یستا بکر ہوگیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوہا بلا اذن الورثۃ لم یجزہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکون مین سے ایک شریک مرگیا اور میت کے وارثون نے کہا کہ ذبح کرو میت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو سب کی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے اسواسطے کہ عبادت کا قصد سب کی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکون نے میت کے وارثون کے بلا اذن اسکو ذبح کیا تو شریکون کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی اسواسطے کہ ساتوان حصہ عبادت واقع نہ ہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل بھی عبادت نہوا عدم تجزی کے سبب کذا فی الکافی وان کان شریک الستۃ نصرانیا او مریدا اللحم لم یجز عن احد منہم لان الاراقۃ لا تتجزی ہدایہ لما مر اور اگر چھ شریکون کے ساتھ ساتوان شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو انمین کسی کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہین ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر مین یعنی جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہین رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہوگی اور درصورت قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو اسطرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی التطوع اور بعض دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے نوادر الضحایا مین اور اس باب کے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق اسکے مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب کی بابت ہے والا عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہین رہا ہے تو اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہین اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بے دلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث معتمدہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے فقہ فرع مسائل یلحقہ بشارح ولو ان ثلثہ

لانہ استحسن کل واحد منہم شاۃ فلا لحقیقۃ احدہم بعشرۃ والاخر بثلثین والاخر بعشرین وقیمۃ کل واحد مثل ثمنہا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاتہ بعینہا

وشرطوا على ان ياخذ كل واحد شاة يضحي بها اجزأ بهم ويتصدق صاحب الثلثين بعشرين وصاحب العشرين بعشرة ولا يتصدق صاحب العشرة بشيء وان اذن كل واحد منهم ان يذبحها عنه اجزأتهم ولا شيء عليه كما لو ضحى الاضحية غيره بغير امره ونیابیع اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی ایک شخص نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر بکری کی قیمت اسکے ثمن کی برابر ہے پھر تینوں کا مال اسطرح مخلوط ہو گئیں کہ تینوں شخصوں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہو اور تینوں نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کر دے تو اسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اسکے حکم کے تو اسپر تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیع ص ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اسنے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے خریدی ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر خیرات کا احتمال نہیں لہذا اسپر کچھ تصدق بھی نہیں ویاکل من لحم الاضحیۃ ویوکل غنیا ویدخر وندب ان لاینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیہم اور قربانی کرنے والا کھاوے اپنی قربانی سے اور مالدار کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے انہر کشایش کرنیکے لیے ص مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کھانا اس قربانی میں سے جو مستحب ہو اور اگر قربانی نذر مانکر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی کرنیوالے کو اسکا کھانا اور مالداروں کو کھلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریۃ وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا امر غیرہ وشہدہا بنفسہ ویامر غیرہ بالذبح کیلا یجعلہا میتۃ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اسکے ذبح کرنیکا امر کرے تا نا واقف قربانی کو مردار نہ کرڈالے ص ہمارے حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یوں کہ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ جان رکھ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جاویگا سترگنا ہوکر کذا فی الطحاوی وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اہلہ ورد اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اسلیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدرر ویتصدق بجلدہا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دسترخوان اور ڈول بناوے او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوسکے اسکو باقی رکھکے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے لا بمستہلک کخل ولحم ونحوہ کدراہم نہ بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہ ہوسکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اسکے چنانچہ روپے یا پیسے یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع مع الکراہۃ وعن الثانی باطل لانہ کالوقف مجتبی پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیوں سے تو اسکے ثمن کو تصدق کردے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کے مانند ہے کذا فی المجتبی ولا یعطی اجر الجزار منہا لانہ کبیع واستفید من قولہ علیہ الصلوۃ والسلام من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ ہدایہ اور نہ دے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے

اُسکی بیع کے مانند ہے اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اُسکی قربانی نہ ہوئی
کذا فی الہدایۃ ویکرہ جز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولا یرکبہا ولا یحمل علیہا شیئا ولا یوجرہا فان فعل تصدق بالاجرۃ حاوی القدسی
لانہ التزم اقامۃ القربۃ بجمیع اجزائہا اور قربانی کے رونگٹے اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اُس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو
اُسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اُسپر کوئی چیز لادے اور نہ اُسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کردے کذا فی حاوی القدسی
امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں کہ عبادت کا قائم کرنا اُسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعدہ لحصول المقصود وبہ یعنی بخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا
کترنا درست ہے بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کیا اسواسطے صوف کترنا اور دودھ
کا دوہنا درست ہے ویکرہ الانتفاع بلبنہا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہا للغنی لوجوبہا فی الذمۃ فلا تتعین زیلعی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے ذبح
کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہوں میں سے بعضوں نے وہ ہے جنہوں نے صوف کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے مالدار کے
واسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اُسپر مخصوص قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزیلعی ولو غلطا اثنان وذبح کل شاۃ صاحبہ یعنی عن نفسہ علے
ما دل علیہ قولہ غلطا اور لم یغلطا فیکون کل واحد وکیلا عن الآخر ولا ضمان استحسانا بلا غرم اور
اگر دو شخص غلط کار ہیں اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے
کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا
وکیل ٹھہر جاویگا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربانی کرنا منظور تھا اسواسطے یہ بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہے ابن کمال شارح ایضاح نے اور
صدر الشریعۃ وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اُسکے مالک کی طرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر الشریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ
ظاہر مذہب کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہوا فتحرہ اوان حالی ویتحالان ولو اکلا ثم علما فان عرفا بداہۃ اور دونوں شخص باہم حلت کی
درخواست کریں یعنی معاف کرالیں اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ و
تصدق بہا اور اگر دونوں نے باہم تحلل کیا اور معاف نہ کردیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دیوے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے
قلت وفی اوائل القاعدۃ الاولی من الاشباہ لو اشتراہا بنیۃ الاضحیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذنہ فان اخذہا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزاتہ وان ضمنہ لا تجزیہ وہذا اذا
ذبحہا عن نفسہ اما اذا ذبحہا عن مالکہا فلا ضمان علیہ انتہی فراجعہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدے کے اوائل میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جانور
خریدا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اُسکو ذبح کر ڈالا بدون اُسکے اذن کے سو اگر مالک نے اُس مذبوح کو لیا اور اُس سے تاوان لیا
تو اُس کے حق میں قربانی کفایت کرگئی اور اگر اُس سے تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی اور یہ اُس صورت میں ہے جب کہ غیر شخص
نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اُسپر تاوان نہیں ہے انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف مراجعت کر کما یصح لو ضحی
بشاۃ الغصب ان ضمنہ قیمتہا حیۃ جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا
تاوان دیا ہو ہم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اُسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب
گنہگار ہوا غصب سے تو اُسپر توبہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہے اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر
لازم نہیں آتا ہے جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نجانے گا کذا فی الطحطاوی کما لو باعہا جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اُسکی قیمت
کا تاوان دیگا وکذا لو اتلفہا ضمن لصاحبہا قیمتہا بدایۃ لظہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کرے

تو تاوان دے اسکی قیمت کا اُسکے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہو گی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے
غصب کے وقت سے لا الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہا ہنا بالذبح والملک یثبت بعد تمام السبب وہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہین امانت
کی بکری کی اگرچہ اُسکے مالک کو تاوان بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونے کے بعد اور وہ سبب
ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اُسکے غیر ملک مین قلت وظاہرہ ان العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لکونہا مضمونۃ بالدین وکذا المشترکۃ فلیراجع مین کہتا ہون اور ظاہر کلام
امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور مرہون بکری مغصوب بکری کے برابر ہے اسواسطے
کہ وہ مضمون بالدین ہے اور ایسا ہی مشترک بکری مغصوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جاوے ہم
بدائع مین عاریت کو ودیعت کے مانند مصرح بیان کیا ہے عدم صحت قربانی مین اور خانیہ اور خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور
کی قربانی صحیح نہین باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہین خزانہ مین مذکور ہے کہ دو بکریان مشترک ہین دو
شخصون مین سو دونون نے انکو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اُسمین تجویز کا محل ہے قلت ہو کذا فی الطحطاوی مختصراً
فروع مسائل متفرقہ شارح کے قول اضحیتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سود اور رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی الخ طحطاوی نے کہا شاید کسی
سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث مین تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو خصی مینڈھے شاخدار سفید رنگ جنمین کچھ سیاہ بال
بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان بحر الاثر بہا خانیۃ والاصح وجوب الکل لایجابہ ما للہ من جنسہ ایجاب شرح وہبانیہ ایک شخص نے دس قربانی کی
نذر مانی تو اُسپر دو قربانی لازم آوینگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اسکا ذکر
ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کرنے ناذر کے اُس چیز کو جسکی ہم جنس ایجاب ربانی ہو چکا
کذا فی شرح الوہبانیہ قلت مفادہ لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی او اصطلاحی فالمصنف فلیحفظ مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے
ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اُس نذر کا جسکے ہم جنس شرع مین واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح مین تو اس
کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے شاۃ بین رجلین ضحیا بہا جاز بخلاف العتق لعتقہ ثمہ الفیء لا الرقیق بھیڑ بکریان دو شخصون مین مشترک ہین سو دونون نے انکو قربانی کیا تو جائز ہے بخلاف
آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے تقسیم کے نہ رقیق کے ضحی بشاتین فالاضحیۃ کلاہما وقیل الزائد لحما ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونون قربانی
ٹھہرینگے اور بعضون نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فاطیبہما ولو ضحی بالکل فالکل فرض کارکان
الصلوٰۃ فان الفرض منہا ما ینطلق الاسم فاذا طولہا یقع الکل فرضا مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت مین دونون برابر ہون تو زیادہ تر
گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے
ارکان کہ انمین سے فرض تو اسی قدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اسکو طویل کر دیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع
اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ہم فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی شتری اضحیۃ وامر رجلا بذبحہا فقال ترکت
التسمیۃ عمدا لزمہ قیمتہا لیشتری الآمر بہا اخری ویضحی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیۃ قربانی کا جانور خرید کیا پھر
ایک مرد کو اُسکے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مین نے بسم اللہ کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنے والا اُس قیمت سے
اور قربانی خرید کرے اور اُسکو قربانی کرے اور خیرات کر دے اور آپ نہ کھاوے یہ اسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نہ رہے ہون تو اُسکی
قیمت فقیرون پر تصدق کرے کذا فی الخانیہ وفیہا اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا فلو ترکہا احدہما اولظن ان تسمیۃ

احدہما تلفی حرمت دبیحا فتعلیع لنظر فیقال ای شاۃ لا تحل بالتسمیۃ مرۃ بل لا بد ان تسمی علیہا مرتین اور خانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ
کیا سو دیا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھہ رکھا ذبح کرنے مین اور اسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو
ایک شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہی تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور یہ مسئلہ چیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہی
تو یون سوال کیا جاسکے کہ کون بھیڑ بکری ہی جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہ ضرور ہی کہ اسپر دوبار بسم اللہ کہنا چاہیئے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال
ای ذبیح لا بد للحل فیہ ان یثنی بذکر ذی الکبریاء فاجبت عنہ بالفرض فانا لا نراہ منثورا ولا نرتضیہ اور البتہ اسکو نظم کیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے
اور وہ نظم یہ ہی کون ذبیح ہی کہ حلت مین ضرور ہی کہ دو بار ذکر کیا جاوے صاحب کبریا کی یعنی اللہ تعالی کا نام لیا جاوے سو اسکا جواب وے نظم سے
اسواسطے کہ ہم نثر کو نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فقلت فی الجواب خذ جوابا لسائلنا تنبیہ من فقیہ مروی عن فقیہ خیر الدین نے کہا تو مین نے
جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہی اس فقیہ سے جسکی روایت ثابت ہی فقیہ سے ہی شاۃ فی ذبحہا اشترک اثنان
فکرا الذکر شرطا کما مرویہ فذاک ذبح قصاب وضع الید مع الصاحب الذی یرتجیہ وہ بھیڑ بکری ہی جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوئے تو دو بار
نام خدا ذکر کرنا شرط ہی جیسا کہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا اس قصاب کا ہی جسنے ہاتھ رکھا اپنے اس صاحب کے ساتھہ جو اسکی امید رکھتا ہی یا
خوف کرتا ہی کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہ ہو سکے علی کل واحد منہا ان یذکر اللہ جل عن تشبیہ تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب
ہی یہ کہ ذکر کرے اللہ کو در انحالیکہ وہ پاک ہی تشبیہ اور تمثیل سے ولی الوہبانیۃ وشرحہا قال ولو ذبحا شاۃ معا ثم واحد اخل بسم اللہ فالشاۃ تحجر اور
وہبانیہ اور اسکی شرح مین کہا اور اگر دو شخصون نے بکری کو ساتھہ ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری متروک ہوگئی یعنے حرام واجب الترک ہی
وان یشتری منہا ثلثا ثلاثۃ واشکل فالتوکیل بالذبح یسہلہ اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنے تینون شخص اپنی اپنی بکریون
کی شناخت مین حیران ہون تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہی ہم شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیئے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے
مین وکیل کرین سو اگر اپنی بکری ذبح کی تو جائز ہی اور غیر کی بکری ذبح کی اسکے اذن سے تو بھی جائز ہی وکیل شراء الشاۃ للقربان شریٰ نعجۃ خلاف العکس
والفرق تخصیص خرید شاۃ کا وکیل اگر بھیڑ یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہی برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہین اور مانگنے کی ابتدا
مین وکیل نقصان اٹھاوے گا وجہ صحت یہ ہی کہ شاۃ اسم جنس ہی ضان اور معز یعنے بھیڑ اور بکری دونون کو شامل ہی برخلاف عکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا
سو اسنے شاۃ ضمن الضمان یعنی بھیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہی فتاوی عالمگیریہ مین ہی کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل
نے خرید کی اور درم سکے مانگنے کے واسطے ایک درم ہی کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ولو قال سوداء فغیر صحیح لا اولا کان
فی قربان عینا تعیین اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ کا یا بکری خرید کر سو وکیل نے غیر اسکے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہی اور اگر وکیل نے شاخدار سیاہ چشم قربانی کی خرید مین
تغییر کی تو صحیح نہین ہی اسواسطے کہ شاخدار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے قولین
ممن ینذر العشر ازمواہ تصحیح ایجاب الجمیع مصدر علما نے دو قربانیون کو لازم کیا ہی اس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی
کی ایجاب کی تصحیح منتج اور منقول قول ہی یعنے صحیح قول یہ ہی کہ تمام نذر واجب اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ومن سیت بالا مر لزم تصدق
والا فکل منہا ونعذ الجمیع اور اگر قربانی ہوئی میت کی طرف سے اس کے امر سے تو لازم جان اسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہی تو میت
کی طرف سے تو کھا اس کے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہی ومن مال طفل فالصحیح سقوطہا وعن ابیہ فی حقہ وہو اظہر اور صغیر کے مال سے
تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہی اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق مین قربانی ہونا صحیح ہی اور یہی قول ظاہر الروایہ مین ہی چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ

مین مذکور ہو چکا ہے وہ واہب شاۃ رابع فیہ بعد ذبحہا فیجزئ من ضحی علیہا او بوجہ اور بکری کا ہبہ کرنے والا اُسکے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہوگی اُسکی طرف سے جسنے اُسپر قربانی کی اور اُسکو ثواب ملیگا مثلاً یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اُسکو ایک بکری ہبہ کی سو اُسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہ رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اُسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ۔

کتاب الحظر والاباحۃ

یہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی یعنے اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے ہم مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اُسکو مکروہ گمان نہ کرے اور اُسمین فرض بھی مذکور ہوتا ہے تا معلوم ہو کہ اُسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے نقہ کی بعضی کتابون مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا ہے اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب مین کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور اُنسے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب مین اُسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک و بد کہا ہے مناسبت ظاہرہ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس اور حظر بفتح حاء مہملہ وظاء معجمہ لغت مین عبارت ہے منع اور حبس سے وشرعاً ما منع من استعمالہ شرعاً اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہے جس کا استعمال شرعاً ممنوع ہے ہم یہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والمحظور ضد المباح اور محظور ضد ہے مباح کی ہم یہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی غیر مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قران سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہین کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب ثم یجاسب علیہ حسابا یسیرا اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نہ کرنے کی کلف لوگون کو اجازت ہے بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہان البتہ یہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار عدم ثواب اور عذاب وقت ہے عدم نیت کے ہے اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراہۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقاً جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کے مانند ہے دوزخ کے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ہم حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اُسکا ترک فرض ہے چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اُسکا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھیلنا اور امام محمد جب اپنی کتابون مین کراہت بولتے ہین تو اُس سے حرام مراد رکھتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اُسکی دلیل قطعی نہین جو حرمت پر دلالت کرتی ہو حرمت کی دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہوا اسکو مکروہ کہتے ہین اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنے اُس کے کرنے والے پر عذاب نہین لیکن اُسکا تارک کچھ تھوڑا ثواب پاوے گا کذا فی الطحطاوی وعندہما وہو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کے مانند ہے ہم شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اُس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہے ہم دلائل شرعی

چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی یا یقینی ہین چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا احتمال نہین یہ مفید الیقین ہی اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہی ثانی وہ دلیل ہی جسکا ثبوت قطعی ہی اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہی اور یہ مفید ظن ہی اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہی ثالث وہ دلیل ہی جسکا ثبوت ظنی ہی اور دلالت مقصود قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی رابع وہ دلیل ہی جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار احاد محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنت اور استحباب ہی اور کاہیے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار ولکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلے اللہ علیہ وسلم لحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام ولیس بحرام انتہے اور زیلعی مین گھوڑون کی حرمت کی بحث مین یہ مطلب ہی کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہی جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہی جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین ولیکن اُسکے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری شفاعت کو نہ پاویگا تو ترک سنت مؤکدہ قریب ہی حرام سے اور وہ خود حرام نہین ہی انتہی ما فی الزیلعی ہم حرمان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ مراد ہی چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محروم ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہوگا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہی کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہی اور اسکو حلال نہین کہا ہی کیونکہ اُسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اُسکو حلال مین داخل کیا ہی اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہی اور اسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہی خلاصہ مقام یہ ہی کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہی کیونکہ اُنکے نزدیک قطعی بھی حرام ہی اور ظنی بھی اور دونون کا مرتکب معاقب بالنار ہی اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہی اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہی نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد و شیخین کے لفظی ہی کذا فی الطحطاوی مقدار الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث کھانا غذا کے واسطے اور پینا دفع عطش کے واسطے فرض ہی اسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اُسپر لازم ہو وہ حدیث مذکور یہ ہی قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیؤجر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعہا العبد الی فیہ کذا فی منح بلا لیہ یعنے حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہی یہان تک کہ اُس لقمہ مین ثواب دیتا ہی جسکو بندہ اپنے منہ تک اُٹھاتا ہی حرام اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار مین ہی اور منتقی مین ہی کہ جو شخص مردار نہ کھاوے مخمصہ مین یا روزہ رکھتا جاوے اور نہ کھاوے یہان تک کہ مرجاوے تو وہ گنہگار ہی اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہی کہ غیر موقت ہی اسواسطے کہ طبائع آدمیون کی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یندفع الانسان الہلاک عن نفسہ کھانا فرض ہی لیکن اُتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے و ماجور علیہ وہو مقدار ما یتمکن بہ من الصلوۃ قائما ومن صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یبحہ کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ ہی جسپر ثواب ہوتا ہی اور وہ اسقدر کھانا ہی جس سے آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہی جس سے آدمی ادائے فرض سے ضعیف ہوجاوے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہی چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہی قلت وفی الملتقی بالعین الفرض بقدر ما یندفع بہ الہلاک ویمکن معہ الصلوۃ قائما انتہی فتنبہ مین کہتا ہون اور تنبیہ للتنبیہ مجمعہ مین یون مذکور ہی کہ اسقدر کھانا فرض ہی جس سے ہلاکی دور ہو اور اُس کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ممکن ہو انتہی کلام الملتقی تو خبردار ہوجا علم اسقدر کھانا اسواسطے فرض ہی کہ آدمی فرض عبادت ادا نہین

ہو سکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوته اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو۔ وحرام عبر فی الخانیۃ بکرہ وہو
ما فوقه ای الشبع وہو اکل طعام غلب علی ظنه انه افسد معدته وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کھانا حرام ہے جو سیری اور آسودگی سے زیادہ ہو یعنی
اتنا کھانا کہ کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اسکے پیٹ میں فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ میں اسی کو مکروہ کہا ہے
یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی میں کہا کہ اسیطرح اتنا پینا بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو ہم زیادہ کھانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے
اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کے حق میں کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہیں جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ
کے تین حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت فساد اسی سے ہے جو بہت پیٹ کو بھرتے ہیں
ابو داود نے روایت کی ہے [illegible] اور شکر کرے کھانے اور پینے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدرر المنتقی الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او
لئلا یستحی ضیفه او نحو ذلک آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہیں ہے کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اسکا مہمان شرماوے
یا مانند اسکے کسی اور غرض سے کھانا درست ہے حرام نہیں ہے ہم عذر کو [illegible] چنانچہ زیادہ کھانا ترک کرنے کے واسطے حرام نہیں اس میں مالک [illegible] طرح طرح کے
کھانے کھاتے تھے اور ذکر واسطے تھے سو انکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیہ والخانیہ ولا تجوز الریاضۃ بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہیں
تھوڑے کھانے کی اسقدر ریاضت کرنا کہ اسے عبادت سے ضعیف ہو جاوے ولا باس بانواع الفواکه وترکہ افضل اور طرح طرح کے میووں کے کھانے میں
کچھ مضائقہ نہیں اور اسکا ترک افضل ہے [illegible] واتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کھانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضول خرچی ہے ہم مگر حاجت کے وقت کثرت
اطعمہ سرف نہیں ہے چنانچہ اگر ایک کھانے کو نہیں کھا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھاوے جس سے اسے عبادت پر [illegible] یا
مہمانوں کی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الخلاصہ وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیاں رکھنا حاجت سے زیادہ بیہودہ
صرف ہے مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریہ وسنۃ الاکل البسملۃ اوله والحمدلة آخره وغسل الیدین قبله وبعده ویبدأ بالشباب قبله وبالشیوخ
بعده ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہے کھانے سے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونوں ہاتھ دھونا اور کھانا
سے پہلے جوانوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیجاوے اور کھانے کے بعد بڈھوں کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیجاوے کذا فی الملتقی ہم اور اگر اول میں بسم اللہ
کہنا بھول جاوے تو یوں کہے بسم اللہ علی اوله وآخره اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے تا اسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہیں اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو
ہر حال میں آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نہ کہے مگر جب کہ سب لوگ کھانے سے فراغت کریں اور اسکی سنت میں ایک ہاتھ دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں
دھونا کفایت نہیں کرتا بلکہ دونوں ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پونچھنا نچاہیے اور بعد از طعام پونچھنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل
ہو جاوے سبوس سے ہاتھ دھونا اگر اسمیں باقی نہ رہا ہو تو فتاوی قاضیخان میں لا باس بہ مذکور ہے اور نوادر ہشام میں ہے کہ اشنان سے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے
منقول ہے اور تسلیم [illegible] جمیع مواضع میں مستحب ہے اور لائق یوں ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمیں استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہے
کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھاوے اور نہ اسکو سونگھے اور نہ اسکو اور پانی کو پھونکے ہاں اگر پھونکنے میں مانند اف کے
آواز نہ نکلے تو پھونکنا درست ہے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیوں کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دستر خوان پر گر پڑا ہو اسکو کھانا یہ سب امور مندوبہ ہیں
سنت میں راہ میں کھانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور کھانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایاں ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر مکروہ ہے الکل من
العالمگیریۃ تتمہ اسنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ انکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا ہے نہ جمیع مشتہیات کو
روکتا ہے بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھاوے اسواسطے کہ برکت درمیان میں نازل ہوتی ہے بلکہ ایک طرف سے کھاوے

اسواسطے کہ علما میں بیان ہوا کہ اگر طبق میں رنگ بہ رنگ میوے ہون تو جدھر سے چاہے کہا سکتا ہے اسی طرح اگر طبق میں الوان اطعمہ ہون تو ہر طرف سے کہانا درست ہے حدیث میں وارد ہوا کہ جو رکابی کو چاٹ کے کہانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجھکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت یون ہے کہ رکابی اسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث میں وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف اور حقارت کی تو حق تعالی اُنکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اسکے اکرام سے یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نہ کرے یعنی روٹی کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا دینا اُسوقت میں جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اُسکا حال جانتا ہو اُسکو اتنا کہانا دینا فرض ہے جسقدر سے وہ خروج اور ادا اسے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تہا سو وہ مرگیا اور کسی نے اُسکو کہانا نہ دیا تو جو لوگ اُسکا حال جانتے ہونگے سب گناہ میں شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اُسپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اُسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہے گدہی کا گوشت اور اسکا دودہ یعنی پالو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف مالک کے ہم کراہت بیان کرچکے ہیں اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابی یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گائے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کہاتی ہو اور مکروہ ہے گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے جائز کہا ہے ہم ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا دودہ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ میں آویگا وکرہ لحمہا ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاوے یہانتک کہ اُسکے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جاوے اور حبس کی مدت ٹہرائی گئی ہے موجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بہیڑ بکری کے واسطے چار دن اور اونٹ اور گائے کے واسطے دس دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اُسکا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے جیسے وہ حیوان حلال ہے جو پالا گیا سور کے دودہ سے اسواسطے کہ اُسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودہ اُسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اُسکا کچہ اثر باقی نہین رہتا ہے ہم اور اسیطرح جو نجاسات سے سینچے جاوین تو اُسکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی ما یوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصیدیہ شرح وہبانیہ اور اگر ماکول اللحم جانور کو شراب پلائی گئی پہر وہ اُسی وقت ذبح کیا گیا تو اُسکا کہانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الصید میں شرح الوہبانیہ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمراۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونون کے حق میں اطلاق حدیث کی دلیل سے ہم حدیث مذکور بخاری اور مسلم میں حذیفہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنون میں اور نہ کہاؤ اُنکی رکابیون میں اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا میں اور تمہارے واسطے ہین آخرت میں انتہے پہر جب کہانا پینا انمین منع ہوا تو اسی طرح اُن برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما وما اشبہ ذلک من الآلات کالمکحلۃ والمراۃ والقلم والدواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اُنکی سلائیون سے اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکے مکروہ ہے ہم ظروف مذکورہ کے مانند ہے چاندی سونے کی سینی اور سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب متعارف الناس والافلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر وصب الماء والدہن فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی کینبوع وہو ناجرون فی الدرر قلت یعنے ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اسوقت ہے جب کہ اُنکو ابتداء استعمال کیجیے اُن کامون مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین

دوسرون کے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہ ہو تو کراہت نہین تو اگر کھانا نقل کیا جاوے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی
یا تیل کف دست مین ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر اُسکو استعمال کرے تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی المجتبی وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے
درر مین تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے ہم درر مین یون مذکور ہے کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہین اُنکا استعمال اُسوقت حرام ہے جبکہ
اُنمین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاوے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسیطرح مستعمل ہون اور اگر اُنمین ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ
مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین اسواسطے کہ اُنسے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر مین یعنی علامہ وانی اور نوح نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال
چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اسباب مین یہ حدیث ہے کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتون کو فقط زیور حلال ہے
تو ورا سے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ہم ہرچند درر کے موافق فتاوی
عالمگیری مین محیط سے بھی منقول ہے لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال لو ... والجوشن والساعدین
منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ مین چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے کراہت
سے وہذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا باوانی متخذۃ من ذہب وفضۃ وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا باس بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی
اباح ابوحنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یأتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اُس صورت مین ہے جبکہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور
اُسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اُسپر دیبا اور مانند اُسکے فرش کرنا تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین بلکہ
اُسکو سلف نے کیا ہے کذا فی الخلاصۃ یہان تک کہ امام ابوحنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اُسپر سونا مباح کیا ہے چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر
والافضل الخزف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکۃ اختیار اور مکروہ ہے کھانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور
بہتر مٹی کا برتن ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر مین مٹی کے برتن رکھے اُسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ہم ظاہرا
کراہت اُسوقت ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی مین تو نفاست اور تجمل اور اداے سنت دونون موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے
برتن ہین لا یکرہ ماذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہین کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام
شافعی کہ اُنکے نزدیک کراہت ہے وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع
ہو چاندی سے فارسی مین اُسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدرا اور جڑاؤ ہم منتخب اللغات مین مفضض کی تفسیر مزوق ہے اور شمنی مین مرصع ہے اور قہستانی مین مزین بالفضۃ ہے
اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہین زیلعی نے کہا یہ اختلاف اُس صورت مین ہے جبکہ چاندی برتن سے جدا ہوسکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا
پانی برتن پر ملا ہے جو جدا نہوسکے تو وہ بالاجماع درست ہے اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے اُسکے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہین چنانچہ شارح اُسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی
والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتقی ای یتجنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس سریر ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین
پر اور حلال ہے بیٹھنا کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہے مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہ سے منہ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاتھ بھی جدا
رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اُسکے مانند مین بھی بدن جدا رکھے ہم اجتناب فم کا اعتبار ہے اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور
جوہرہ مین مذکور ہے یہ حکم ہے ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہے اُسکا استعمال تو کسی طرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب بذہب
او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مراۃ ومصحف بہما اور اسیطرح حلال ہے ظرف مضبب یعنی برتن مین چاندی سونے کے پتر جڑے ہین اُس کے استحکام
کے واسطے اور اسی طرح جو چاندی سونے کے پتر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ہم فتاوی عالمگیری مین ہے کچھ مضائقہ نہین

کھانے پینے کا ظرف نہ بنیے اور مفضض مین جہانسونے چاندی پر نشست کے اور اسیطرح ظرف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور
اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور رکابی اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہے بشرطیکہ اسپر قعود نہ واقع ہو اور
ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات مین ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہی کما لو جعلہ ای المفضض فی نصل سیف وسکین او فی قبضتہما او لجام
اور رکاب ولم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری کی کوتھی مین یا ان دونون کے قبضہ مین یا لگام یا رکاب
مین کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ مین ہم کافی مین ہے جبکہ چھری کی کوتھی مین اور تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ
پکڑے گا تو مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین ہے کذا فی الطحطاوی وکذا کتابۃ الثوب بذہب او فضۃ وفی المجتبی لا باس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب عندہ
اتفاقی بکرہ الکل اور اسیطرح درست ہے کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی مین ہے کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہین
اور ابو یوسف کے نزدیک یہ سب مکروہ ہین ہم امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری مین انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا
تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے جکڑ گیا اور احمد کی روایت مین ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اس مین
چاندی کا پتر جڑا تھا والخلاف فی المفضض اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرہما لان الطلاء مستہلک لا یخلص فلا
عبرۃ للونہ عینی وغیرہ اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض مین ہے یعنی جس چیز مین چاندی سونا علحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پھیرا
ہو سو وہ تو بالاجماع درست ہے بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہا کے اسواسطے کہ مطلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہے جدا نہین ہو سکتا تو اسکے
کی نقط رنگت کا کچھ اعتبار نہین کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول الکافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ
بخبرہ لو احد اور مقبول ہے کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ مین نے یہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا
کہ مین نے مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اس کے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی
المعاملات لا فی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی
اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات مین نہ دیانات مین اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت
اور حرمت مین یعنے وہ حلت اور حرمت کہ درضمن معاملات کے حاصل ہو نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہے ہم ایک شخص کا قول مقبول
ہے معاملات مین خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت
اور مضاربت اور رسالت فی الہدایہ اور اذن تجارت ہے لیکن بایہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اسپر عمل کرے
اور اگر گمان غالب نہ ہو اسکے صدق کا یا شک ہو تو اسپر عمل نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہین جو فیما بین الناس جاری رہتے ہین
چنانچہ بیع اور شرا اور وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہین جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہین چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک
ولو انثی والصبی فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی غیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ بھیجنے مین خواہ غلام نے
یہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہ تحفہ دیا ہے اور شخص کو یا یون کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہے مالک کو والاذن سواء کان بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا
اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن مین خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہم سراج مین ہے کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر
نے دوسرے شخص کے گھر مین داخل ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یون ہے کہ اس سے لوگ باز نہین
رہتے لہذا یہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی السراج بما اذا غلب علی رایہ صدقہم فلو شری صغیر نحو صابون واشنان لا باس ببیعہ ولو نحو زبیب و

علائی نے بیع لان الظاہر کہ یہ وکالت ہے اور اذن تجارت میں سراج میں اسکی قید لگائی ہے جبکہ اسکی رائے میں انکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اسکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر منقے اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اس کے ہاتھ بیچنا لائق نہیں ہے اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اسکا پورا بیان سراج میں ہے ہم مٹھائی وغیرہ کی طرف اطفال رغبتا رہتے ہیں تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے مٹھائی کھانے کے واسطے چورا لایا ہوگا تو اسکا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے منگوایا ہے قبول نہ کرنا چاہیے لیکن فقہا کے اطفال پر یہ اشتباہ نہیں ہو سکتا ہے ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل یہ ہے کہ معاملات میں ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرط لگانا مستجمع کیا جاتا ہے کہاں اسکو آدمی پاوے کہ اس سے معاملہ کرے یا اسکو نوکر رکھے اور لوگوں کے پاس معاملات کے واسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا خبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہ ہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں تو اسمیں عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اسمیں فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی کما اذا اخبر انہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان غلب صدقہ اوالی صدقہ کما مر ویجی آخر الحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے میں تو اس سے اس کا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنے والے کے گمان میں اسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر میں بھی اسکا ذکر آویگا وشرط العدالۃ فی الدیانات ہی التی بین العبد والرب اور مشروط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں دیانات وہ امور ہیں جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہیں ہم چونکہ دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہیں تو اسمیں عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور قول فاسق اور کافر اور غیر ممیز کا قبول کرنیکی اسمیں کچھ ضرورت اور حاجت نہیں کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضا ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا او امۃ جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گرا کر تیمم کرے ویتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر میں پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہیں وہ کہیں کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ انکے قول پر ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی رایہ صدقہ وتوضا وتیمم فیما اذا غلب علی رایہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اس صورت میں جبکہ اسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر میں اور وضو اور تیمم کرے اس صورت میں جبکہ اسکو گمان غالب ہو اسکے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوہرۃ تیممہ بعد الوضو احوط اور جوہرہ نیرہ میں ہے اور اسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ہم اسمیں اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی و اما الکافر اذا غلب صدقہ فیستحب اراقتہ احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصہ والخانیہ ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر کی خبر ملزم نہیں لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر میں کہتا ہوں کہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اسکا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں تیمم مذکورہ جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہیں ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دے گا یعنی مسلم کی

خصوصیت میں تو حکم اُسکا ناقض نہ ہوگا ولو اخبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بالطہارۃ کذا فی الذخیرۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر
دی اور دوسرے متقی نے اُسکو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا یہ خلاف ذخیرہ کے کہ وہاں ہر صورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا
ہم پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونوں خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا وتفسیر الغایۃ فی اوان طاہرۃ
ونجسۃ وذکیۃ ومیتۃ فان الاغلب طاہر تحری وبالعکس او السواء لا الا للعطش اور علیہ معتبر ہو ظروف پاک اور ناپاک میں جو باہم مل گئے اور ذبوح
جانور اور مردار میں جو باہم مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا ذبوح جانور اکثر ہوں تو طہارت اور شرب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے
اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہوں یا دونوں پاک اور ناپاک برابر ہوں تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہیں مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف
میں گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب تحری مطلقا اور کپڑوں میں ہر طرح گمان غالب معتبر ہے خواہ اکثر کپڑے طاہر ہوں یا نجس اسواسطے کہ ستر
عورت میں کپڑے کا کچھ بدلا نہیں اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کے واسطے دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل فلو علی المائدۃ لا
ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین کوئی شخص شادی کی دعوت میں بلایا گیا اور وہاں لہو ولعب یا راگ
ہو تو بیٹھے یا کھاوے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان میں ہو اور دسترخوان پر نہو اور اگر غیر مشروع دسترخوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہیں وہ جو بلکہ نکل جاوے
ناخوش ہو کر اسواسطے کہ قرآن مجید میں حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نبی کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ہم ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی
ملاقات کے بعد ہو اور بعضوں نے کہا دونوں طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث میں آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت
دعوت میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہیں تو وہ مختار ہے
لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا معلوم ہو کہ اُسکے فسق سے راضی نہیں اور اسی طرح
اُسکی دعوت قبول نہ کرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہاں اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھاوے اور اگر اُسکا غالب مال
حلال ہے تو اُسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اُسکے مکان پر گیا تو جو اُسکے ذمہ پر تھا ساقط ہو گیا اختیار ہے کھاوے یا نہ کھاوے نہ کھانے سے کچھ حرج
نہیں اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہے یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکرگزاری چاہے تو خصوصاً اہل علم کو اُسکی دعوت
قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت میں آپ کو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الملتقط وفی مختصر فان قدر علی المنع فعل پھر اگر دعوت میں گیا
اور وہاں ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے ہم یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو شخص
خلاف شرع دیکھے تو اُسکو اپنے ہاتھ سے مٹا دے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اُسکی برائی ظاہر کرے اور یہ بھی اگر نہ ہو سکے تو دل سے اُسکو برا جانے اور یہ ضعف الایمان ہے
والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر اُن لوگوں میں نہو جنکے قول اور فعل کے لوگ اقتدا و پیروی کرتے ہوں یعنی اگر مقتدا
نہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہو کر زبان کا فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہاں سے نکل جاوے اور نہ
بیٹھے اسواسطے کہ اسکے ٹھہرنے میں عیب لگتا ہے دین میں ہم اور اسمین معصیت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اُس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ
جو قول امام سے منقول ہے کہ میں ایکبار لہو کی دعوت میں مبتلا ہوا تھا سو میں نے صبر کیا تو یہ اُنکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان
ممن یقتدی بہ اولا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو لعب پہلے معلوم کر جاوے تو اصلا وہاں نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت
کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اُسکے کذا ذکرہ ابن کمال ہم نجانیکی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اُسوقت ہے جبکہ وہاں امر غیر مشروع نہو کذا فی الزیلعی وفی السراج
ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج میں ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہیں [illegible]

میں بموجب حدیث کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیراندازی ویدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گھر میں
گھس جاسکتے بدون انکے اذن خلاف شرع کے مٹانے کے واسطے ہم لینی ہر چند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب اُن لوگوں نے خلاف شرع کے
ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کردی تو انکی ہتک ستر جائز ہوگی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات عبد اللہ
بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اُگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جیسا کہ ہے قلت وفی البزازیۃ
استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح
الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار العرب
لو فیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجوں کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اسپر بیٹھنا فسق ہے لینی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اس سے لذت لینا
کفر ہے لینی کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جسکے واسطے وہ بنائے نہیں گئے نعمت کا کفران ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب
یہ ہے کہ کنارہ کش ہو جاسکے تا آواز کو نہ سنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان میں داخل
کر لیا تھا اسکی سماعت کے وقت اور عرب کے اشعار اگر انمیں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی ما فی البزازیہ او لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی
النہایۃ یا تلذذ سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بڑائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب کما فی النہایۃ فائدہ ومن ذلک ضرب النوبۃ
للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء
الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کے واسطے تو اگر
نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اسکا مضائقہ نہیں چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانے کی یاد دلانے کے واسطے اسلیے کہ نوبت کی آواز
اور صور کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا لینی
قبروں سے اُٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اس شرح میں ہے جو میں نے ملتقی الابحر پر تعلیق کی ہے ہم شرح ملتقی میں شارح نے کہا مستحب مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا
جائز ہے شہرت نکاح کے واسطے اور بعد اجتہاد میں ہے دف اسوقت درست ہے جبکہ اسمیں جلاجل لینی جھانجھ نہوں اور اسکا بجانا بہیئت تطرب نہو تتمہ پہلا کانے والا
کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اسکے سامنے ناچے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار
گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالی ولا تمش فی الارض مرحا لینی مت چل زمین میں اتراتے اور تبختر
کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور سجاوت اور اتراہٹ ہوتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص
منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تاتارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اس مغلوب الحال کے واسطے جسکی حرکات مرتعش کے مانند
ہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز گاہے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے
سبب سے کماذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کرکے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور جو قوم
سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور وجد
تواجد ہو تو شیخ نہیں سری سقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اسکا وجد پہونچ جاوے کہ اگر اسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اسکو کچھ خبر نہو درد الم کی
انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنا کے مجرد کا کتاب الشہادات میں مفصل مذکور ہو چکا فلیتذکر تمت

فصل فی اللبس یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں ہم فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے
کہ پوشاک روئی یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت
کے چنانچہ سنت میں صحیح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوسطہا اور اسواسطے کہ نبی نے دو شہرت کے لباس سے یعنی جو نہایت
نفیس ہو اور نہایت خسیس منع فرمایا ہے وہ لباس ہے جو آرائش اور نعمت الٰہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور
مباح خلق میں تو جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحرم لبس الحریر ولو
بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا
حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیفہ یہ ہے کہ
ریشمی تو اسوقت حرام ہے جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہو جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح میں
ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیفہ قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا
کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ گلبدن
دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ابوداؤد اور نسائی میں علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور
بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے
مردوں پر حرام ہے اور انکی عورتوں پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی
پہنتا ہے جسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر لا فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے
امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی ضرب سے
بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر
نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں ملی ہوئیں مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئیں اور
بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد ہیں ہم شمس الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار انگلیاں ہیں نہ نہایت ملیں نہ نہایت کھلیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ
وظاهر المذهب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں
شرح بیان ہے ہم اسکی توضیح قنیہ میں یوں مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں خلاف ہے شمس الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر
مذہب ہے مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اس طرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا
طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجیے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائیں
تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبرنا یرخص فیہ
اور قنیہ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار انگلیاں ہمارے
بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اسقدر نقش و نگار میں رخصت ہے ہم عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور انچل پگڑی کا مذکور ہے [illegible]
ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ سنت چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ طحطاوی نے کہا
اصابع منشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی

اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اس قدر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی العلم فی العمامة فی موضعین
اواکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش ونگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہے یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا
کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وفیہ عن ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالی
عمامة علیها علم من فضة قدر ثلاث اصابع لا باس ومن ذهب یکره وقیل لا یکره اور مجتبی میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش ونگار ہے
چاندی سے بقدر تین انگل کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش ونگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ تکره الجبة المکفوفة بحریر قلت
بهذا ثبت کراهة ما اعتاده اهل زماننا من القمص السمرقندیة اور مجتبی میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پیراہن کے اطراف میں ریشم کی کٹہر اسیا ہوں کہتا ہوں اس روایت
سے ثابت ہو گئی کراہت اسکی جو ہمارے اہل زمانے کی عادت ہو رہی ہے پیراہنوں کے پہننے کی ہم طحطاوی نے کہا یہ روایت خلاف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری
وغیرہ سے منقول ہے کہ مکفوف بالحریر عامہ علماء فقہا کے نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوف بالحریر پہنتے تھے یعنی حشی ایسی
نے کہا یہ حدیث صحیح میں اس طرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سونہ تین دیبا کا گریبان سیا تھا اور اسکے دونوں چاک
دیبا سے سیے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مرگئیں تو میں نے اسکو لیا سو حضرت اسکو پہنتے تھے سو ہم اسکو دھوکر بیماروں کو واسطے اسکی
برکت شفا حاصل ہونے کے پلاتے ہیں اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب اور دونوں آستین اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں
یوں روایت ہے کہ اس جبہ کا گریبان دیبا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے حضرت اسکو وفود کے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی …
مختصرا وفیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفاده ان القلیل فی طوله یکره انتهی قال المصنف وبه جزم ملا خسرو وصدر الشریعة لکن اطلاق الهدایة وغیرها یخالفه
اور مجتبی میں ہے کہ کپڑے کے عرض میں حکم مرخص ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ماتن نے اپنی شرح میں
کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب درر غرر نے اور صدر الشریعة نے لیکن ہدایہ وغیرہ کا اطلاق یعنی عدم قید طول و عرض مخالف ہے اس کے
وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمه الله تعالی وهو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیه رخصة عظیمة لمن ابتلی به فی
زماننا انتهی قلت قال شیخنا وظنی ان الراویة بالعقد علی الرمح فانه حلال ولو کبیرا لانه لیس بلبس وبه یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال
ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف رح نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جس میں چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حالت میں رخصت عظیم ہے
اس شخص کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے زمانہ میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے استاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا
اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پہ باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع
ہو گیا یعنی ربع اصابع کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ہم روایت کی شرح فی عن ابی یوسف عن ابی حنیفة کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے
کپڑوں میں جبکہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع
ہے اور اسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو
جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہرا یہ خلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کے قول سے توفیق بین القولین
حاصل نہوئی ولا باس بکلة الدیباج هو ما سداه ولحمته ابریسم شرح وهبانیة للرجال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے چھپر کھٹ اور مسہری
میں دیبا وہ کپڑا ہے جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوهبانیة الکلة بالکسر لتمامه والناموسیة لانه لیس لبسا بل کبیت کاف وتشدید لام …
اور ناموسیہ ہے اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک کپڑا … گھر …

پیچھے کے واسطے یعنے چھپرکھٹ اور مسہری کا اور بچھانا مسہری پشہ خانہ ولہٰذا شارح ابوالمکارم نے نقال سے دفع کلۃ الدیباج فالنوم جائز وفی القنیۃ والملتقی وابن کمال اور شارح

وہبانیہ نے اسکا عکس کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی چھپرکھٹ میں سونا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی میں یہ جواز مرقوم ہے وتکرہ التکۃ منہا ای من الدیباج

وہو الصحیح وقیل لا باس بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازاربندیہی قول صحیح ہے اور اسکے جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہیں اسواسطے کہ

وہ مستقل اور جدا گانہ چیز ہے بخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور

اسیطرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے چھپی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی

سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو سو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ گوٹا ٹھپا اور بتت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر

تو درست ہے والکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسیطرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے

واختلف فی عصابۃ الجراحۃ ای بالحریر کذا فی المجتبیٰ اور اختلاف زخم کی ریشمی پٹی میں کذا فی المجتبیٰ ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے

کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کے مانند وفیہ ان لا یزین بیتہ بالدیباج وتجمل باوانی ذہب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبیٰ میں ہے کہ مسلمان کو

اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے درست ہے بشرط عدم تفاخر وتکبر یعنے مکان میں الماس وغیرہ کا چھت

پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر وفی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ میں ہے کہ فقیہون کے واسطے عمامہ طویل باندھنا

اورکشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا باس بشد خمار اسود علی عینیہ من الرمد او قلت ومنہ الرمد اور قنیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ریشمی سیاہ کپڑا

باندھنا اپنی دونون آنکھون پر عذر کے سبب سے میں کہتا ہون اور بجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوہبانیۃ عن المنتقی لا باس بعروۃ

القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ میں ہے منتقی سے کہ کچھ مضائقہ نہیں پیراہن میں ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے

پیراہن کا یعنے خود لباس مستقل نہیں وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ

کچھ مضائقہ نہیں ریشمی اور سونے کی گھنڈیون میں وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذہب قالوا وہذا مشکل فقد رخص الشرع

فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ میں مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہیں نقش ونگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ

ہے سونے سے علما نے کہا اور یہ یعنے عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنے حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے

انتہی ما فی التتارخانیہ ہم قنیہ میں ہے علم یعنے نقش ونگار سونے سے ذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کے واسطے جائز ہے اور اسیطرح ٹوپی میں ظاہر مذہب میں

جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں جیسے حریر کی جائز نہیں انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت میں بمعنی خیاطت مراد ہے اور

حالانکہ قاموس میں کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کہیں نہیں کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا

ثابت ہے اسمیں چاندی سونا مذکور نہیں تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے فرصت نہیں انتہی مختصراً اھ وباللہ التوفیق قاموس میں مذکور ہے

کہ کفۃ قمیص وہ ہے جو دامن کے گرد ہو اور جو لمبا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور

دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب میں جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم وحل توسدہ وافتراشہ

والنوم علیہ وقال الشافعی ومالک حرام وہو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش بچھانا اور اسپر

سونا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور امام مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب میں کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے

لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے ہم شرنبلالیہ میں ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہیں حلت کے

قول میں کذا فی الطحطاوی واما جعلہ دثارا او ازارا فانہ یکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک
مکروہ ہے کذا فی السراج ہم شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہ ہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی
چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع وحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ
فکانت ہی المعتبرۃ دون السدا کذا اور حلال ہے شرع جسکا تانا ریشم ہے اور اسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہو چنانچہ کتان یا اسی کی چھال کا یا روئی کا
یا خز یعنی دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ ہی سے اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا
نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ ونحوہ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان الراجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من المتون
بل فی القنیۃ ان اکثر المشائخ افتوا بجوازہ میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی
کپڑے میں بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ مکروہ نہیں اور اسی کے مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنے کا
قول مرجح ہے چنانچہ متون سے معلوم ہوتا ہے بلکہ قنیہ میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ نے بہ خلاف اسکے فتوی دیا ہے یعنی بہ خلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی
دیا ہے ملتقی اور اسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہے اور بانا روئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا
غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتہی قلت ہذا کان فی زمانہم
واما الان فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیہ فلیحفظ اور شرح مجمع میں ہے کہ خز یعنی غنم البحر دریائی بکری کا صوف ہے انتہی میں
کہتا ہوں اور یہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہا سابقین کے زمانے میں تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اسوقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتتارخانیہ
تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے وعکسہ یحل فی الحرب فقط لو صفیقا یحصل بہ اتقاء العدو
فلو رقیقا حرم بالاجماع لعدم الفائدۃ سراج اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے
بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جسکے سبب صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں باتفاق حرام ہے بے فائدہ ہونے کے سبب کذا فی السراج
ہم نقل اجماع کا ظاہر عدم خلاف معلوم ہوگا واما خالصہ فیکرہ فیہا عندہ خلافا لہما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام کے نزدیک
لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی ہم جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اسکا پہننا جنگ میں باتفاق امام اور صاحبین حلال نہیں
اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمیں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں یوں ہے کہ حریر اور دیبا جنگ میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ
اسمیں ضرورت ہے اور حریر خالص زینت سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک کے باعث سے انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ
میں تو جسکا فقط بانا ریشم ہے کیونکر جائز نہ ہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب
میں کہتا ہوں اور میں نے اس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہر غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہے تو
حلال وفی الحاوی الزاہدی یکرہ ما کان ظاہرہ قزا وخط منہ خز وخط منہ قز وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث یری کلہ قزا فاما
اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور
حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اسکی ایک دھاری اون کی ہے اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب
عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کیے جاوینگے جبکہ اسمیں ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب
ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کرینگے انتہی ما فی الحاوی

اور یہ بات ہے اشارت ہے اس قول کو ان لیا ہے میں کہتا ہون اور مقرر ہو عنقریب یہ معلوم کر چکا ہے کہ حلت اور حرمت میں اصل کا اعتبار ہے نہ ظاہر کی نمود داری کا بنا بر قول
ثانی یہ ہے پس کہا تو اسکو یہ ہے کہ یعنے اگر اسکا کپڑا ہے تانا ابریشم کا نہیں تو وہ مکروہ نہیں گو ابریشم ہی نمود ار ہو وكره لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر
للرجال اور مردون کو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہم یعنے دونون قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے
سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہیں كذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور ہار سنگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہیں مرد کو ان کو پوشش کا رنگ بھی
مکروہ ہے پیا ہے شامی نا نبی فان ہین ہے وہ ہیں ایک گھاس ہے اسکا رنگ زرد ہوتا ہے مفاده انه لا يكره للنساء مرد کی قید اسکی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا
رنگ عورتون کو اسواسطے مکروہ نہیں ہے ولا باس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہیں کسم اور زعفران کے باقی رنگون میں مرد کے واسطے وفی المجتبى
والقهستانی وشرح النقاية لابی المكارم لا باس بلبس الثوب الاحمر انتهى ومفاده ان الكراهة تنزيهية اور مجتبی اور قهستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ
مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں سرخ کپڑے کے پہننے مین انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے ہم اسواسطے کہ لا باس کا کلمہ اکثر ترک اولی میں مستعمل
ہوتا ہے كذا فی المنح یہ گفتگو ہے اس سرخی میں جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو جیسے لاکھ اور مجیٹھ اور آل اور کر دانہ کی سرخی لكن صرح فی التحفة بالحرمة
فافاد انها تحريمية وهى المحمل عند الاطلاق قاله المصنف قلت وللشرنبلالی فيها رسالة نقل فيها ثمانية اقوال منها انه مستحب لیکن تحفہ مین لونہا احمر کی حرمت کی تصریح
کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کے وقت یعنے جب مطلق کراہت بولتے ہین بلا قید تنزیہ اور
تحریمہ کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین شارح نے کہا میں کہتا ہون اور شرنبلالی کا سرخی کے حکم مین ایک رسالہ ہے
اسمین آٹھ قول مذکور ہین از انجملہ ایک قول یہ ہے کہ لونہا احمر مستحب ہے ہم امام اعظم رح سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہیں سرخ اور سیاہ رنگ مین كذا فی الملتقط
من الملتقط ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال مین نہ جنگ مین نہ اسکے سوا مین الا بخاتم ومنطقة
وحلية سيف منها اذا لم يرد به التزين مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہیں مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرایش کا قصد
نکرے یعنے وہ آرائش جو بطور تکبر ہو وہم ضمیر مین ہے کچھ مضائقہ نہیں اس کمر بند کا جسکے دونون کنارون پر چاندی کے دو حلقے ہون انتہی ظہیریہ مین ہے کہ اگر
تمام بند چاندی کا ہو تو اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگاوے اور حمائل … حلیہ سیف ہے … کمر بند اور
حلیہ سیف … کا درست نہیں لیکن چاندی کے … درست ہے اسواسطے کہ حلال … كذا فی الطحطاوی وفی المجتبى لا يحل استعمال منطقة وسطها من ديباج ان لم
يبلغ عرضه اربع اصابع وفيه بعد سبع ورق ولا يكره فی المنطقة حلقة حديد ونحاس وعظم وسيجی حكم لبس اللؤلؤ اور مجتبی مین ہے کہ استعمال ایسی پیٹی کا حلال نہیں جسکا بیچ
دیبا ہو اور لیکن انہون نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا ہو اور اسمین سات ورق کے بعد یون ہے کہ پیٹی مین حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہیں اور موتیون کے
پہننے کا حکم آگے آویگا ولا يتختم الا بالفضة لحصول الاستغناء بها اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنے چاندی سے حاجت
رفع ہوگئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہ کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فيحرم بغيرها كحجر وصحح السرخسی جواز اليشب والعقيق وعمم منلا خسرو وذهب وحديد وصفر ورصاص
وزجاج وغيرها تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور سیسے وغیرہا کی لیکن گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت
باقی نہ رکھی اور سرخسی نے جواز اليشب والعقيق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے درر غرر مین سب پتھرون کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے ہم یہ گفتگو حلقہ انگشتری مین ہے اور نگینہ تو
بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتون کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ
یہ دوزخیون کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیون کا كذا فی العینی شرح الهداية عن ابی داود والترمذی والنسائی لبعض الشافعية مین
آگے دوزخیون درست … فاذا ثبتت كراهة لبسها للتختم ثبت كراهة بيعها وصيغها لما فيه من الاعانة على ما لا يجوز وكل ما ادى الى ما لا يجوز لا يجوز وتمامه

فی شرح الوہبانیۃ پھر جب پیتل وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اسکے بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گئی اسلیے کہ اسمین اعانت ناجائز ہے اور یہ
نقل کرنا چاہئے [illegible] ناجائز ہے اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ میں ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرہا ا ھ
چاندی کی انگشتری میں حلقہ کا اعتبار ہے نگینہ کا نہیں سو اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ پتھر کی انگوٹھی جائز
نہیں تو مراد یہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری کا درست نہیں پتھر کا نگینہ درست ہے وحل مسمار الذہب فی حجر الفص اے وحلال ہے سونے کی کیل نگینے میں [illegible] جو بیچ میں لگائی جاتی ہے تاکہ
اس سے نگینہ ٹھہرے جدا نہ ہو جائے [illegible] چاندی کا تابع ہے [illegible] ویجعلہ ای الفص لبطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل الیمنی الا انہ من شعار الروافض
فیجب التحرز عنہ قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھی کو کہ دستہ کے اندر رکھے بائیں ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا داہنے ہاتھ میں مگر یہ روافض کا
شعار ہے پس پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی القہستانی وغیرہ میں کہتا ہوں اور شاید کبھی رافضیوں کا طریقہ یہ ہوگا [illegible] ہوگیا سو دیکھ لے [illegible] انگوٹھی [illegible]
کی طرف [illegible] زینت [illegible] کذا فی [illegible] نقش [illegible] الا اسم اللہ تعالی [illegible]
ولا یزید علی مثقال اور نگینہ پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام نقش کرے یا پیر یا آدمی کی صورت نقش نہ کرے اور محمد رسول اللہ نقش کرے اور وزن انگوٹھی کا مثقال سے زیادہ نہ کرے
اگر اللہ تعالی کا نام ہو تو انگوٹھی استنجا [illegible] داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو [illegible] محمد رسول اللہ کا کندہ تھا [illegible] خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کی انگشتری کا نقش
کہ ایک سطر میں محمد [illegible] اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ [illegible] ابوبکر [illegible] عمر فاروق [illegible]
نقش [illegible] علی [illegible] الملک للہ [illegible] امام ابوحنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت [illegible] امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم [illegible] محمد [illegible] کا
نقش من صبر ظفر تھا کذا فی الطحطاوی [illegible] مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے وترک التختم لغیر السلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتول افضل اور
سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسا متولی [illegible] کا ترک کرنا افضل ہے یعنی بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف [illegible] انکو مہر کرنے کی ضرورت ہے
اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ترک کریں [illegible] فقیہ ابو اللیث نے کہا [illegible] غیر سلطان کے واسطے انگوٹھی رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن [illegible]
اسکی اجازت دی ہے [illegible] کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد [illegible] دانت کو [illegible] باندھے یا
چاندی سے باندھے اور محمد نے [illegible] جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بناوے [illegible] چاندی گندہ کر دیتی ہے اسکو
الباس الصبی ذہبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ واشرابہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اسلئے کہ جسکا پہننا اور پینا حرام ہے اسکا پہنانا اور پلانا
بھی حرام ہے حدیث میں سونا اور ریشمی کپڑا [illegible] مرد پر حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لا بخرقۃ لوضوء بالفتح بقیۃ بللہ او مخاط او عرق لو لحاجۃ ولو للتکبر تکرہ [illegible]
نہیں ہے رومال رکھنا وضو کا پانی پونچھنے کے واسطے یا رینٹ یا پسینہ پونچھنے کے واسطے [illegible] اور اگر رومال تکبر کے واسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو بفتح
واو عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اعضا پر باقی ہو ولا الرتیمۃ ہی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشیء والحاصل ان کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ
اور مکروہ نہیں ہے تمیمہ وہ تاگا ہے جو انگلی یا انگوٹھی پر باندھا جاتا ہے یاد رکھنے کے واسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کے واسطے کرے وہ مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کے واسطے کرے وہ
مکروہ نہیں کذا فی العنایۃ فرع [illegible] فی المجتبی التمیمۃ المکروہ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی میں ہے کہ مکروہ تعوید وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو
تعلیق تعوید میں مضائقہ نہیں لیکن بیت الخلا جانے میں اور قربت کے وقت میں اتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر والمس

فصل فی النظر والمس اس فصل میں دیکھنے اور چھونے کے احکام مذکور ہیں ینظر الرجل من الرجل [illegible] من غلام بلغ حد الشہوۃ مجتبی [illegible] الوجہ [illegible]
فی الصلاۃ [illegible] اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس لڑکے کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ کو کذا فی المجتبی اگرچہ وہ [illegible]
اور اسکا ذکر کتاب الصلاۃ میں گذر گیا ہے امرد صبیح کا دیکھنا اسوقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اسکو نہ دیکھے ورنہ وہ بمنزلہ عورت کے ہے اور ستر [illegible]

اسکو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہین کذا فی الهندیہ والمالکیۃ والاولی تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی قلت وقرینۃ المقام تکفی فتدبر
اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف ولام تا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اسواسطے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو
ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور اسیطرح کا کلام ہے اسکے مابعد مین یعنے نظر المرأۃ من المرأۃ کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور قرینہ مقام مغائرت کے واسطے کفایت
کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یاثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے
زاہدی سے یہ نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اسکے اذن سے تو گنہگار نہوگا مین کہتا ہون نہین تو صریحا اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہے کہ اگر
مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کی طرف نظر کی اور حالانکہ اسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنے کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہی کلام البزازی تو قہستانی کی غلط
فہمی کو یاد رکھنا چاہیے ہم زیلعی مین ہے عورت کے بدن مین تامل کرنیکا مضائقہ نہین اگر اسپر کپڑے ہون لیکن جبکہ کپڑے سے اسکا حجم معلوم ہوتا ہو اور اگر حجم معلوم
ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جو شخص عورت کو تامل کرے اور اسکے کپڑے دیکھے یہانتک کہ اسکی ہڈیون کا حجم ظاہر ہو جاوے تو وہ
شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھیگا کذا فی الطحطاوی سوی ما بین سرتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوا اس جگہ کے
جو ما بین اسکی ناف کے ہے اسکے گھٹنون کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہین تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت اور داخل ستر ہے اور ناف
عورت نہین ہم عورت غلیظہ ہے اور ستر ہے اسکے بعد ران اسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ران کھلی
دیکھے تو اسپر درشتی سے انکار کرے اور اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب سے لیکن اگر نہ مانے تو مارے کذا فی الہندیہ والمالکیۃ ومن سم سترتہ الحلال
وطیہا تخرج المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبی وتقل بالمفضاۃ فانہ لا یحل لہ وطیہا وینظر الیہا قہستانی
قلت وقد یجاب بانہ علی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جسکی قربت اسکو
حلال ہے فرج کی طرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی قید سے مجوسی لونڈی
اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیر خوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکل گئی اسواسطے کہ ان لونڈیون کا حکم
بیگانی لونڈی کی برابر ہے کذا فی المجتبی اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اعتراض وارد ہوتا ہے اس عورت کا جسکا پیشاب اور
پیس ایک ہو گیا ہے پردہ پھٹ کر کہ اسکی وطی تو حلال نہین اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور کاہے یون جواب دیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ
قاعدہ مذکورہ اکثری ہے کلی ہم لونڈی کی حرمت با مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ خواہ وہ ماں ہو یا بیٹی زوجی مین ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین مین سے ایک دوسرے کی
شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہو جاوین گدھون کی مانند کذا فی الطحطاوی
ومن محرمہ ہی من لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنی الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ
فمن قصر علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منھ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اسکی شہوت سے بھی
ایسا ذکر کیا ہے ہدایہ مین سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اسنے قصور کیا بیان مین کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی
حلال نہین بسبب نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو محرمات نسبی جیسے ماں بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی جیسے دایہ اور اسکا اصول اور فروع
اور خوشدامن والا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکور کی طرف نظر کرنا حلال نہین لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ نہ دیکھے مرد اپنی
محرم عورت کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ مین امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الایۃ وتلک المذکورات
مواضع الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نفس محارم مین اصل اسد تعالے کا یہ قول ہے کہ عورتین اپنی زینت کو ظاہر نکرین مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور

اجداد کو یا اپنی ازواج کے آباء و اجداد کو یا اپنے فرزندوں کو یا اپنی ازواج کے فرزندوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا بھتیجوں کو یا بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو [illegible]
اور یہ اعضا وہ ہیں کہ مواضع زینت کے ہیں جیسے سر اور سینہ کہ وہ زینت کے مکان نہیں ہیں [illegible]
زینت سے مواقع زینت مراد ہیں تو سر تاج کا مکان ہے اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے اور گردن [illegible]
کانوں بالیوں کی جگہ ہے اور بازو بازوبند کا اور کلائی کنگن اور چوڑیوں کی جگہ ہے اور کف دست انگشتری اور حنا [illegible]
قدم محل حنا بندی ہے کذا فی الزاہدی اور بال موضع ہیں [illegible]
حکم اگر چہرہ و سر و پاؤں [illegible] تو مرد اس کو دیکھے اپنی محرم عورت کے [illegible] تو اگر [illegible]
کھلنا جائز نہ ہوتا کیونکہ [illegible] کی وجہ سے ہوتی و [illegible]
[illegible] علیہ السلام [illegible]
اور [illegible] فلا یحل النظر والمس [illegible] عورت کے چہرہ کا چھونا [illegible]
[illegible] مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہ ہو تو اسے چھونا درست ہے [illegible]
السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے [illegible]
خوف ہو یقینا یا شک [illegible] شہوت اور عدم شہوت میں تو اسکو حلال نہیں [illegible]
فلا یحل المس [illegible] لانہ [illegible] ولذا یثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ جسکا دیکھنا حلال اسکا چھونا حلال [illegible]
چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر اسکا چھونا حلال نہیں اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہ ہو اسلئے [illegible]
مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے [illegible] فلا باس [illegible]
جوان عورت [illegible] جو شہوت اور صحبت کے لائق نہیں رہی تو اسکے مصافحہ [illegible]
[illegible] علیہ وعلیہا [illegible] کا ہاتھ چھونا درست ہے [illegible]
خالی مکان میں [illegible] جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو [illegible]
[illegible] فی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام [illegible]
مکان میں مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہے مگر اس عورت [illegible]
گھر میں گھس گئی یا خلوت درست ہے [illegible] عورت ہو یا خلوت درست ہو [illegible]
کے درمیان [illegible] اگر ہو اور وہ دونوں ایک مکان میں ہوں کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ [illegible]
محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضاعی بہن اور جوان [illegible] کے ساتھ خلوت مباح نہیں [illegible]
[illegible] علیہا [illegible] منقول ہے اور مرد نہ بولے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد
اسکو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنی بلند آواز سے [illegible] غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے
اگر بڈھی ہو تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل میں کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو [illegible]
حکم ہے [illegible] کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہو تو جواب دے اور اگر جوان ہو تو اپنے دل میں جواب دے [illegible]

عورت حیض کی تو غیر محرم مرد یکبار دیکھے جسکا ابتدا شدہ کذا فی الطحطاوی و بیان ان لفظۃ لا فی نقل القہستانی وکیلہا بالاحتیاج الیہ زائدۃ فتنبہ اور جو بہرہ کی تردد
مذکورہ سے ظاہر ہو گیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی وکیلہا بالاحتیاج الیہ تو آگاہ رہنا چاہیے اگر لا کا لفظ زائد نہو تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت
ہو اور حالانکہ جو بہرہ سے مذکور ہوا جبکہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولیس فی ذلک الا ما حل نظرہ اذا اراد لمس شرا وان خاف شہوۃ للضرورۃ وقیل لا فی
زماننا و بہ جزم فی الاختیار اور اُسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اُسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا
خوف ہو چھونا درست ہو ضرورت کے سبب اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں ہم کہتے ہیں اگر لونڈی
کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت و امۃ بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار
واحد یستر ما بین السرۃ والرکبۃ لان ظہرہا و بطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو اُسکو بیع کے واسطے پیش کرنا چاہیے ایک تہبند میں جو
ناف سے زانو تک چھپاوے اسواسطے کہ اُسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے ولا ینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبی الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ
قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا للخبز تتارخانیہ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اُسکے چہرہ
اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ ثم قدم
اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام و مشائخ سے اختلاف ہے ہدایہ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو اختیار کیا ہے
اور اقطع اور قاضیخان نے اپنے فتاوی میں اُسکے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ
نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی و عبدہا کالاجنبی معہا
فینظر لوجہہا وکفیہا فقط ثم یدخل علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصۃ و عند الشافعی و مالک ینظر کمحرمہ اور عورت کا غلام اسکے ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو
فقط اُسکا چہرہ اور کف دست پر نظر کرے ہاں اُسکے پاس جایا کرے بدون اُسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اُسکے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور
امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اُسکے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ
والا فحرام وہذا فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے
چہرہ کی طرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر درصورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا
اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فساد زمانہ کے سبب کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کقاض و شاہد
یحکم و یشہد علیہا لف و نشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اُس قاضی کا عورت کو
دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اُس شاہد کا دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز ہے نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور
یشہد میں لف و نشر مرتب ہے یعنی اگر عورت اپنے دعوے کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہو تو اُسکا نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو
اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضائے شہوت
کے واسطے بالقدر الامکان احتراز سے بچیں وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ
دیکھنا درست ہے گو شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضائے شہوت کے قصد سے ہم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت
سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکو دیکھ تاکہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا
چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وشرائہا ومداواتہا اور اسیطرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اُسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے

ینظر الطبیب الی موضع مرضہا بقدر الضرورۃ اذ الضرورات تتقدر بقدرہا علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے کیونکہ
کہ امور ضرور یہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں ہم شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو لیکن
اسمیں نفع ظاہر ہو مثلاً اس طرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہے تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور بخافت السمن لاغری ہو جس سے تلف
ہو جانے کا خوف ہو تو حلال ہو ورنہ نہیں تو حلال نہیں کذا فی الحاوی وکذا النظر قابلہ وختان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال ہے
ہم نے جیسا ہے کہ حتی الامکان نظر کو نیچی رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدون نظر کے مطلب نہ ہو سکے تو فقط اسی قدر جگہ موضع مرض پر کفایت کرے
اجازت عام نہ سمجھے وینبغی ان یعلم امرأۃ تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتوں کا
علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر ہم جنس سے ہلکی ہے اور غیر جنس سے ہم عورت کا علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خان کے اس بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ ایک عورت کے قرحہ ہو وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اسکا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج
نہ کر سکے اور خوف ہو کہ ہلاک ہو جائیگی یا درد و بلا کا تو سارا بدن چھپا کر فقط اسی جگہ پر مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور اپنی آنکھ نیچی رکھے سوائے اس جگہ کے اور اسمیں محرم اور غیر محرم
عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اسواسطے کہ اعضاء پوشیدہ کا دیکھنا حلال نہیں محرمیت کے سبب سے بھی وتنظر المرأۃ المسلمۃ من المرأۃ کالرجل من الرجل عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں ہے سوا اسکے اور بدن کا نظر کرنا درست ہے کہ
ضرورت داعی انکشاف ہے اسمیں مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت درست ہے بہ قیل کالرجل
للمحرمہ والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا کہ ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو یعنی پیٹھ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی السراج
وکذا تنظر المرأۃ من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتہا اور اسی طرح عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ عورت کو شہوت نہ ہو کا
خوف نہ ہو فان لم تامن او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل ہو الصحیح فی الفصلین تتارخانیہ معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہ ہو یا خوف ہو
ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت
یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف کذا فی تتارخانیہ منسوبا الی المضمرات
والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ مجتبیٰ اور ذمیہ یعنے کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیہ عورت مسلمان عورت
کی طرف نظر نہ کرے سوائے چہرہ اور کف دست کے کذا فی المجتبیٰ ہم اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اسکی صورت کو مردوں سے بیان
کریگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اسکے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز
النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانۃ وشعر راسہا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقہا وقلامۃ ظفر رجلہا دون یدہا مجتبیٰ اور جس عضو کا
دیکھنا جائز نہیں قبل زوال اتصال بدن کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موئے زہار عورت یا مرد کے
اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤں کا ناخن تراشا ہوا نہ اسکے ہاتھ کا کذا فی المجتبیٰ وفیہ النظر الی ملاءۃ
الاجنبیۃ بشہوۃ حرام اور مجتبیٰ میں ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الادمی حرام سواء کان شعرہا او
غیرہا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ والواشرۃ والمستوشرۃ والنامصۃ والمتنمصۃ النامصۃ التی تنتف
الشعر من الوجہ والمتنمصۃ التی یفعل بہا ذلک اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو
یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جڑوا دے اور جو گودے

دوسری عورت کا بدن گود سے اور نیچے کو دو[illegible] اور جو عورت دوسری عورت کے ساتھ ایسا کرے یا ایک نیا کام کرے اور جو عورت دوسری عورت کے ساتھ
مال سے چھپے جیسے اور چپ ہو اور والخصی المجبوب والخنثی فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل یعنی خصی اور مجبوب اور خنثیٰ عورت اجنبیہ کی طرف نظر کرنے میں مرد کے
برابر ہیں ہم خصی وہ ہے جسکے فوطے نکال گئے ہوں اور مجبوب وہ ہے جسکا آلۂ تناسل اور فوطے کاٹے گئے ہوں اور خنثیٰ وہ ہے جو مرد کو اپنے اور عورت کے ساتھ
کرنا چاہیے سوا اسکے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکا آلہ سست نہیں ہوتا اور مجبوب مقطوع الذکر والانثیین کو
بھی شہوت ہوتی ہے اور سحاق کرتا ہے اور اسکو انزال بھی ہوتا ہے اور بوڑھا تو مرد ہے اور خنثیٰ زنانے اور مردانے کو بھی کہتے ہیں جیسے کہ فساد زمان میں عورتوں کے ساتھ
اور عورتوں کی طرح ملاقات ہو شہوت سے فقہانے کہا کہ ایسا مرد کا اختلاط عورتوں سے رخصت ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہیں کذا فی الطحطاوی

ونہما قیل الاستبراء ہو ان کان فی الکبری الحق ہو نظر قولہ الخ والدرایۃ ایضا ہو بعضوں نے کہا کہ اس مقطوع الذکر کے دیکھنے سے نظر پڑتی
نہیں جسکی شہوت ہو گئی ہو لیکن فتاوی کبریٰ میں ہے کہ جب اسکو تجویز کیا ہو تو فساد زمان اور قلت دیانت سے ہم اسے یہ ہے کہ حلال نہیں ہے اور
کذا فی الذخیرۃ یہ ہے کہ قتل ہو منہیں یعنی امر اہمۃ ہے چیز الخ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول کہدے ایمانداروں سے کہ اپنی نظروں کو بند رکھیں اور
اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور خنثیٰ مومنین میں داخل ہیں تو انکا نظر کرنا اجنبی عورتوں کی طرف حلال نہیں ویجوز عزل
عن امتہ بغیر اذنہا وعن عرسہ باذنہا اذن حرۃ اور ہوسکے امتہ ذیل کیوز بعد ہذا فساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کے وقت عورت سے
علیحدہ ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اسکے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہے تو اسکے اذن سے اور
غیر کی لونڈی ہے تو اسکے مالک کے اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبراء لغت میں عبارت ہے طلب برأت سے مطلقاً اور شرع میں جاریہ کی طلب برأت حمل سے جب وہ نئی ملک میں آئے
بعد اتنی مدت تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسوقت تصرف کرنا درست نہیں تو وضع حمل کے بعد ملک استمتاع اسکا نوع من انواع الملک شراء وارث
ہبہ ورفع جنایت فسخ بیع بعد القبض وغیرہ یعنی جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اسکے انتفاع کا ادھر سے جو وہ الملک جیسے ملک حاصل خریدنے یا میراث
میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا فسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند اسکے چنانچہ ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت
یا عتق غلام اسطرح ہو کہ لونڈی عوض ہو خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا عوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع ليخرج شراء الزوجۃ کما یجیٔ
اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تا خریدنا زوجہ کا اس سے نکلجائے چنانچہ آگے آویگا ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امراۃ او محرمہا کانت
وما ذونۃ وہتقرقا بالدین واللام استبراء استبراء واجب ہے اگر چہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگر چہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنے
مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبراء کی کچھ حاجت نہیں ہم باکرہ میں سبب معتبر ہے یعنی حدوث ملک
وتعرف حکمۃ یعنی تعرف براۃ رحم اور حکم مکاتب اور ماذون مستغرق الدین کے مولیٰ کی ملک نہیں امام کے نزدیک یہ صحیح ہو گی تو استبراء بھی واجب ہوگا
بخلاف مکاتب غیر مستغرق ومن محرمہا غیر محرمہا لیلا تنتقض اما یہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تا کہ جاریہ آزاد ہو جاتی ہے
محرم ہو محرم غیر نسبی چنانچہ خریدنا جاریہ کا اسکی رضاعی بہن سے یا ابن وراثی سے کذا فی الطحطاوی والحسن الجلبی علی شرح الوقایۃ ومن مال صبی ووطفلہ
یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگر چہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو حرم علیہ وطیہا کذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ لظہور حملہا جزا کالا اعتاق
تملکہ کا تو اسپر جماع اسکا اور اسی طرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اسکی غیر ملک میں جو اسکے مالک

ہونے کے بعد معلوم ہوئی [illegible] وہ الحق [illegible] چنانچہ [illegible] اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اسکا حمل ظاہر ہوگیا اور بائع نے اسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اسکی ام ولد
ہوگئی اور بیع اسکی باطل ہوگئی تو بوسہ وغیرہ [illegible] واقع ہوا لیس بقید [illegible] تحقیق لذوات الشہور یعنی صغیرۃ و الآئسۃ و منقطعۃ حیض جو لونڈی کا
مالک ہوا تو اسپر اسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہیں یہاں تک کہ اسکے رحم کی صفائی معلوم ہو جاوے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونے والی عورت میں اور مہینہ
گذرنے سے مہینوں والی عورتوں میں اور وہ صغیرہ ہو اور کبیرہ جسکا حیض بند ہوگیا پیری سے اور جسکا حیض منقطع ہو یعنی اسکو کبھی حیض نہیں آتا کذا فی البحر اور
یعنی اگر جوان لونڈی ہے تو ایکبار حیض آنے سے براءت رحم کی معلوم ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڑھی ہو یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گذر جانے سے
وجوب استبرا میں وہ حدیث اصل ہے جو ابو داؤد میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوطاس کی گرفتار ہوئی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جاوے جب تک وضع حمل نہ کرے اور نہ غیر حاملہ کا یہاں تک کہ ایکبار حیض اسکو آجاوے کذا فی الزیلعی [illegible] الا [illegible] بالایام و ان
[illegible] یا کبیرہ یا [illegible] کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہوگیا یعنی استبرا میں اصل حیض ہے اور مہینا اسکا بدل تو [illegible] مہینہ بدل کی کچھ حاجت
نہیں ولو ارتفع حیضہا [illegible] استبرا بالشہور [illegible] ایام [illegible] اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہوگیا اس طرح پر کہ اسکا
طہر دراز ہوگیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونے والی عورتوں میں سے ہے تو اسکا استبرا دو مہینہ اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے
واستحسنہ [illegible] اول الشہر [illegible] ایام [illegible] وغیرہ فلیحفظ اور [illegible] کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن [illegible] قیمت کو [illegible] کذا فی البحر
وغیرہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو وضع الحمل فی الحامل اور استبرا [illegible] حاملہ میں [illegible] ہونے سے [illegible] ولا [illegible] بعد الملک قبل
قبضہا ولا بالولادۃ [illegible] بعد ملکہا قبل قبضہا اور استبرا میں شمار نہ کرے اس حیض کو [illegible] مشتری [illegible] اور نہ اس حیض کو جو حاصل ہو
ملک کے بعد اسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اس ولادت کو جو اس طرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبض کما لا یعتد بالحاصل من ذلک [illegible]
ونحوہا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کانت فی ید المشتری جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع قبل اجازت فضولی کے اگر
جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدون اجازت کے ولا [illegible] بالحاصل بعد القبض فی الشراء
الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض کے بعد شراء فاسد میں قبل اس بات کے کہ
اسکو شراء صحیح خرید کرے [illegible] ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبرا میں شمار کیا جاوے ویجب [illegible] شقص [illegible] الامۃ مشترکۃ
بینہما لتمام ملکہ الآن اور واجب ہوا استبرا بسبب خرید کرنے حصہ اپنے شریک کے اس لونڈی سے جو مشترک ہو دونوں میں بسبب پوری ہو جانے اسکی ملک کے اب یعنی ایک
لونڈی دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایکنے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اسپر استبرا واجب ہے اسواسطے کہ شریک مشتری اب اسکا پورا مالک ہوا [illegible]
اور مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او [illegible] وکاتبہا [illegible] قبل الاستبرا و تحاضت [illegible] المجوسیۃ [illegible] المکاتبۃ [illegible] بعد الملک [illegible] استبرا کے واسطے
کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور اسکو مکاتب کیا بعد خرید قبل
استبرا کے پھر انکو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہوگئی یا مکاتب لونڈی ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک ہونے کے بعد یعنی
حیض مذکور اسواسطے استبرا میں کفایت کرگیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا [illegible] عود الآبقۃ [illegible] فی دار الاسلام خانیہ اور استبرا واجب نہیں جاریہ گریختہ
کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی الخانیہ [illegible] نے کہا اس مسئلہ میں تفصیل ہے شرح طحاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر
لوٹ آئی اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اسپر استبرا نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اسکے مالک نہیں ہوگئے اور صاحبین کے نزدیک
اسپر استبرا ہے کیونکہ کفار اسکے مالک ہوگئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ گریختہ تھی اور اسکو پکڑ کے دار الحرب لے گئے

تو امام اور صاحبین کے نزدیک مالک پر کچھ واجب نہیں سواگر بھاگ کر اپنے مالک کے پاس پلٹ آوے تو سب کے نزدیک اسپر استبراء واجب ہوگا انتہی تو یہ جب بالتفصیل
ہے کہ جسے جاریہ مراد ہی جو دار الحرب میں بھاگ گئی اور کفار اسکو نہیں لے گئے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آگئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ماتن اور شارح کے
کلام میں کچھ اختلاف نہیں کذا فی الطحطاوی والمغصوبۃ اذا لم یعدہا الغاصب فانیۃ اور جاریہ مغصوبہ کے پھیر دینے سے استبراء واجب نہیں ہے بلکہ اسکو غاصب
نے بیچ ڈالا کذا فی الخانیہ اور اگر غاصب نے بیع التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا جانتا ہوگا تو مالک پر
استبراء واجب نہیں اور اگر جانتا ہوگا تو بصورت عدم جماع کے استبراء نہیں اور بعد جماع مشتری استبراء واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستاجرۃ وفکت المرہونۃ
لعدم انتقال الملک اور مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبراء واجب نہیں ملکیت کے حادث نہونے کے سبب یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملکیت
زائل نہوگئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا استبراء علی البائع کما لو باعہا بخیار وقبضت ثم ابطلہ بخیارہ لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو
توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بشرط الخیار یعنی جاکر اور مشتری نے اسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے
سبب بیع کو باطل کردیا تو استبراء واجب نہیں اسواسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ او ام ولدہ وقبضت ان لم
یطأہا المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اسپر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبراء واجب نہیں اگر مشتری نے اسکی قربت نہ کی ہو
یعنی کہ مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مالک نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اسمین استبراء کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی
وکذا لو طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان زوجہا بعد الاستبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر
استبراء نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کردیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کردیا ہو تو وجوب استبراء مختار و پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ
شری المعتدۃ عن الغیر وقبضہا ثم انقضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطیہا للبائع وقت وجود السبب میں کہتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور
اسپر قبضہ کیا پھر اسکی عدت منقضی ہوگئی تو اسکا استبراء نکرے اسواسطے کہ اسکی وطی حلال نہیں بائع کو وجود سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت ہم
صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاسکے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اسکی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت
وفات ہو یا طلاق اور اسکی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو اسپر استبراء واجب نہیں ہے اگر عدت قبل از قبض منقضی
ہوگئی تو مشتری کو حلال نہیں بدون استبراء کے کذا فی الطحطاوی ولا بأس بحیلۃ اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلک والا لا یفعلہا
یہ لفظ اور کچھ مضائقہ نہیں اسقاط استبراء کے حیلہ میں جبکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہو تو استبراء کے ساقط کرنے کا
حیلہ نکرے اسی قول پر فتویٰ ہے امام ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت
معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور درصورت قربت محمد رح کے قول پر فتویٰ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں انکو حلال
نہیں کہ ایک عورت سے اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اس طہر میں قربت نہ کی تو یہ نہی متحقق نہوئی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہوں تو عدم جواز ظاہر ہے
تو یہ شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وہی اذا لم تکن تحتہ حرۃ او اربع اذا ان ینکحہا ثم یقبضہا ثم یشتریہا فتحل لہ للحال لانہ بالنکاح لا یجب واذا اشتری زوجتہ
لا یجب ایضاً اور وہ یعنی اسقاط استبراء کا حیلہ جسوقت کہ اسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرے اور اسپر قبضہ کرے پھر اسکو خرید کرے
تو وہ جاریہ اسیوقت اسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہیں ہوتا پھر جبکہ اسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہوگا ہم قبل خرید کے
قبض ہوا اسواسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبراء ساقط نہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہوجاویگا تو استبراء واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں طلاق
مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا ہے کہ قبض شرط ہے

نہ دخول اور مشہور قول شمس الائمہ سرخسی کا ہے کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول صحیح تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و نقل فی الدرر
عن ظہیر الدین یشترط الدخول قبل الشراء و ذکر وجہہ اور درر میں ظہیر الدین سے نقل کیا کہ شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی وجہ بھی ذکر کی ہے کہ عدم وجوب کی
یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو پھر وہ خرید نے سے نکاح باطل ہو جاویگا پھر بسبب ملک کے
وقت نکاح نہ رہا تو استبراء واجب ہوگیا اسکے سبب متحقق ہونے سے یعنے استبراء بسبب حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان یتزوجہا
البائع او غیرہ ممن یثق بہ کما یجی قبل الشراء او ان یزوجہا المشتری قبل قبضہ لہا فان من لم یعتقد من یوثق بہ لیس تحتہ حرۃ اور اگر اسکی تحت میں حرہ ہو یعنی منکوحہ
بیاہی ہیں کذا فی الطحطاوی تو حیلہ استقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جسکو وثوق ہو طلاق دینے کا جیسا کہ اسکا ذکر
قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کر دے اس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبض کی قید لگائی ہے کیونکہ اگر بعد قبض کے نکاح
کریگا تو استبراء ساقط نہ ہوگا او غیرہ بہا بشرط ان یکون امرہا بیدہا او بید البائع یعنی خیار الخلاف ان یطلقہا یا جاریہ کا نکاح کر دے مشتری اس شرط پر کہ جاریہ کا امر
کی مختار ہو یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہو جب چاہے اسکو طلاق دے یہاں تک جب بائع یا مشتری اس وقت کہ جاریہ کا زوج اسکو طلاق دیگا ثم یشتری
الامۃ ویقبضہا القبض فیطلق الزوج قبل الدخول او بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور قبضہ کرے یا بائع سے
مشتری جاریہ پر قبضہ کرے دونوں صورتوں میں مشتری کے پھر زوج اسکو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبراء ساقط ہوگا اگر اسکے تحت میں حرہ ہو تو حیلہ
استقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کر دے قبل خرید کرنے مشتری کے اس سے جسکے طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اسکو خرید کرے پھر زوج اسکو طلاق دے تو استبراء نہیں کیونکہ
استبراء کے ساتھ غیر کی منکوحہ ہونے کی اور اسکی وطی مشتری کو حلال نہیں تو استبراء نہیں پھر جب اسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو مشتری پر حلال ہوگی اور وقت
حدوث ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبراء کا سبب ہے تو استبراء واجب نہ ہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کر دیا امر معتمد سے پھر نکاح کے بعد اسپر قبضہ کیا پھر زوج
قبل دخول اسکو طلاق دی تو استبراء واجب نہ ہوگا بعد قبض کے اور اسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد تو اسوقت استبراء کا
یعنے حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایۃ قیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف رح علیہا مائۃ الف درہم ان زبیدۃ حلفت الرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ ولا یوہبہا
فقال یشتری نصفہا ویوہب النصف الآخر کذا فی الملتقط اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درہم لیے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو
قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اسپر خرید نہ کرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اسکو ہبہ کیا جاوے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طور سے ہبہ یا
صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہوگیا او یکاتبہا المشتری ثم او بعد القبض کما یفیدہ اطلاقہم وعلیہ
فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بحثا کما سنذکرہ ولکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا
قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ار التقیید المذکور فیہ یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے
چنانچہ شرط القبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے اور یہ جب اسکے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنے اگر مشتری جاریہ کا نکاح کر دے
بعد خرید او قبض کے تو استبراء ساقط ہوا اور اگر بعد قبض اسکا نکاح کر دے تو استبراء ساقط نہ ہوگا پس کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں والبتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق
مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو مذکور کرینگے یعنے اگلا قول میں لیکن شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن
سے تصریح ہے تقیید کتابت کے قبل قبض کے ہونے سے یعنے مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا
برہان شرح مواہب الرحمن پر سو میں نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کیجیے ہم کہتے ہیں یوں جواب یا ہر شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت
اسکی مجموعہ ہی چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم رایت التصریح برفعہا بعینہ ۱ھ

لزوال ملکہ بالکتابۃ ثم تعجزہ بانہ یجب علیہ الاستبراء [illegible] تاتارخانیہ پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کرے جیسا کہ اس کا اختیار رضامندی سے تھا اور مشتری کو وطی اس کے بدن سے جائز ہو جاتا ہے بسبب زائل ہو جانے کے مشتری کی کتابت سے پھر مالک [illegible] حاصل ہو سکے سبب اجزاء کے اور اس سے بدل کتابت سے لیکن حقیقت مالک کا وجود نہیں ہوا تو استبراء کا سبب پایا گیا اور جیسا کہ ہم بیان کرتے اس سے آسان تر ہے کذا فی التاتارخانیۃ ھم یہ دو فرق ہے دو بیان کتابت اور نکاح کے جیسا ذکر کیا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہے کہ کتابت سے جاریہ دائم مکاتبہ ہوکر نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنے کاسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولا کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اس کی ملک جدید حاصل ہوئی تعجیز بدل کتابت سے لیکن حقیقت ملک رقبہ جاتی نہیں ہوئی تو یہ سبب کہ موجب استبراء الاستحداث [illegible] پایا نہیں گیا چنانچہ نہایہ میں ہے کہ جب جاریہ ملک مولی سے نکلی لیکن اس کا تصرف نکلا پھر اس کا تصرف میں آ جاتا تو استبراء واجب ہوگا اور اس کے خارج ہونے کی تصریح مولی سے ہے پس اگر مولا کاتب کی وطی کرے تو اس پر عقر لازم ہوگا کذا فی المجلا وعلی الخصا صورت اس کی یہ کہ جاریہ کو لیکر بیچا یا فسخ بیع کا شبہ کرے شرا [illegible] اور کسی آدمی کو تملیک [illegible] اور درم پر مکاتب کیا کہ سو درم کی قسط ہر مہینہ ادا کر پھر جب وہ عاجز ہوا ادا بدل کتابت تو اسکی رضامندی سے کتابت کو فسخ کر دے تو استبراء لازم [illegible] حلال ہو جاوے گی اور مستبرا واجب نہ ہوگا پس اگر فسخ تو پہلے جب چاہیں سے سو لے پھر خود جیسا کتابت مالک نے پر دہ اور پہلے جلد اس کی قسط مقرر کرے تو وہ ادائے کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاوے گی۔

لا تحل امرأتان اختان لا تعقیبان کذا اختان ام لا تحلیہما بالوطی او وطی احدہما بحل لہ وطیہا وتقبیلہا دون الاخری بشہوۃ فی التقبیل اعتبر لمالحا والنظر ابن کمال فی شرحنا علیہ ایک شخص کی ایسی دو لونڈیاں ہیں جو ساتھ ہی نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ وہ دونوں بہنیں ہیں یا بھوپھی بھتیجی ہوں یا کچھ بھتیجی ہوں مالک نے دونوں کا بوسہ لیا شہوت سے تو دونوں اس پر حرام ہو گئیں اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اس سے قربت کی تو اس لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ میں شہوت معتبر نہیں بلکہ مساس اور نظر میں شہوت شرط ہے یعنی بوسہ سے حرمت مطلقا ثابت ہوتی ہے شہوت کا ہو یا نہ ہو اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے ہم جمع بین الاختین نکاح میں تو بالاجماع جائز نہیں لیکن جمع بین الاختین بالملک یمین جمہور صحابہ کرام کے نزدیک جائز نہیں ہے کما اور اسیطرح جمع بین الاختین دواعی وطی میں حلال نہیں ہوا اسلئے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہیں ولذالک تحرم علیہ الدواعی کالنظر والتقبیل حتے یحرم فرج احدہما علیہ ولو بغیر فعلہ کاستیلاء الکتابۃ علیہما ابن کمال اور اسیطرح مولی پر حرام ہیں دواعی وطی کی جیسا کہ نظر کرنا اور بوسہ لینا جبتک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اس پر حرام ہو جاوے اگرچہ حرمت بدون فعل مولی کے ہو جیسا کہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال ھم شارح نے ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ حرمت بہ تحریم سے کافی ہے مولی بعضہا باسبب کان او نکاح صحیح لا فاسد الا بالدخول او عتق والبعضہا او کتابۃ لانہا تحرم فرجہا بخلاف تدبیر و رہن واجارۃ حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہو ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب سے بیع یا ہبہ یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد کی جاریہ مولی پر حرام نہیں ہوتی بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہو ایک جاریہ کے آزاد کر دینے سے اگرچہ بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت اسواسطے کہ کتابت اسکی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے اسلئے حرمت ثابت نہیں ہوتی قلت والمستحب ان لا یمسہا حتی یحیضۃ علی المحرمۃ کما بسطہ فی شرح الملتقی میں کہتا ہوں اور مستحب یہ ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ نہ لگاوے جبتک جاریہ محرمہ پر ایک حیض نہ گذر جاوے چنانچہ شارح نے اسکو شرح ملتقی میں شرح بیان کیا ہو وکرہ تحریما قہستانی التقبیل الرجل فم الرجل او یدہ او شیئا منہ کذا تقبیل المرأۃ المرأۃ عند لقاء او وداع قنیۃ وہذا لو عن شہوۃ واما علی وجہ البر فجائز عند الکل خانیۃ وفی الاختیار عن بعضہم لا باس بہ اذا قصد البر وامن الشہوۃ کتقبیل وجہ فقیہ ونحوہ اور قہستانی میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اسکے ہاتھ کا یا اسکے عضو کا اور اسیطرح مکروہ ہے بوسہ لینا عورت کا عورت کو ملاقات کے وقت یا رخصت کے وقت کذا فی القنیہ اور یہ حکم کراہت بوسہ اس صورت میں ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو لیکن بر دینی کی راہ سے اور محض احسان کی تو بوسہ لینا جائز ہے سب کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار میں ہے بعض فقہا سے منقول ہے کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جبکہ نیکی کا قصد ہو اور [illegible]

شہوت سے تحریک نہ ہو جیسے ہوتا ہے فقیہ اور امام ابو منصور اور بزرگ سے کرتے ہیں کہا ہے فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ کچھ معانقہ نہیں ہے ایک یا مرد مین دوسرے مرد کے ہاتھ کو چومے
فقیہ یا عالم یا تارک دنیا ہو یا وہ ایسا بزرگ ہو دین کی نسبت سے کذا فی العالمگیریۃ وکذا معانقتہ فی ازار واحد اور اصطلاح کروہ ہو مرد کا مرد سے معانقہ لینے گلے سے گلا لگا کر
ملنا ایک تہمد مین یعنی کرتہ اور انگرکھا بدن پر نہو فقط لنگی یا پاجامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہوا ایسی حالت مین معانقہ مکروہ ہو کہ جب شہوت ہو اور مراد یہ ہو
کہ جو شخص پر تہمد ہو اور یہ مراد نہیں کہ دونون شخص ایک تہمد مین ہون اسواسطے کہ یہ تو صاف حرام ہو اور کراہت پر وہ حدیث دلیل ہو کہ انس رض سے مروی ہو کہ ہمنے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم مین سے ایک شخص دوسرے کے واسطے اخنا کرے یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہیں
ہمنے عرض کیا کہ ایک دوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہان اس حدیث سے سلام کے وقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی کذا فی الطحطاوی یہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار
مین ہے اور کے ساتھ مذکور ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اس صورت پر محمول ہو جبکہ فقط تہمد بدن پر ہو اسواسطے کہ یہ زمعانقہ زنا و شہوت
کی شہرت سے ثابت ہو گا یہی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ لا باس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ابو یوسف نے کہا کچھ معانقہ نہیں ہے اور حالانکہ جب ہو ایک تہمد مین
ولو کان علیہ قمیص او جبۃ جاز بلا کراہۃ بالاجماع وصححہ فی الہدایۃ وعلیہ المتون اور اگر بدن پر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدون کراہت کے با جماع جائز ہے
اور ابو یوسف کے جائز ہو اور اسی قول کو صحیح کہا ہو ہدایہ نے اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین ہم حدیث مین ثابت ہو کہ جب جعفر طیار فتح خیبر مین حبشہ سے آئے
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا معانقہ کیا اور انکے دونون آنکھون کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے
اور کافی مین ہو کہ اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اراد مبارک کو چومتے تھے آپ یا آپ سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا کہ پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ
کیا وہ مکہ معظمہ مین تھے جب ذوالقرنین وہان وارد ہوئے پھر جب ابطح مین پہونچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر مین ابراہیم علیہ السلام ہین تو ذوالقرنین نے کہا کہ مجکو سوار ہونا
لائق نہیں اس شہر مین جہان خدا کا دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اترے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو ابراہیم علیہ السلام نے انکو سلام کیا اور انسے
معانقہ کیا کذا فی الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم مین عبد اللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہو اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہو
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ رض سے ترمذی مین ثابت ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق لو القبلۃ علی وجہ المبرۃ دون الشہوۃ جاز بالاجماع اور حقائق مین ہے
کہ اگر بوسہ بطور نیکوکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو با لاتفاق جائز ہو کالمصافحۃ ای کما یجوز المصافحۃ لانہا سنۃ قدیمۃ متواترۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
من صافح اخاہ المسلم وحرک یدہ تناثرت ذنوبہ یعنی معانقہ جائز ہو جیسے مصافحہ جائز ہو اسواسطے کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہو بدلیل قول نبی کریم علیہ الصلوۃ
والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ ہلاوے تو اسکے گناہ جھڑ جاوینگے ہم یہ حدیث معجم طبرانی مین حذیفہ بن یمان سے یون مروی ہو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہو اور اسکا ہاتھ پکڑتا ہو اور مصافحہ کرتا ہو تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کی
پتیان جھڑ جاتی ہین اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع ہو کہ جو دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو انکے جدا ہونے سے پہلے دونون کے
گناہ بخشے جاتے ہین اور ترمذی مین عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہو کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہو تحیہ کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحہ کے واطلق المصنف

تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا فیفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولہم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ
وعلیہ یحمل ما نقلہ عنہ شارح المجمع من انہا بعد الفجر والعصر لیس بشئ توفیقا فتامل اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز رکھنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ
اور مجمع اور ملتقی مین وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہو جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہو یعنی
مباح اور بدعت حسنہ ہو چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار مین بیان کیا ہو اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابون مین مذکور کیا ہو اور اسی پر
محمول ہو جو شارح مجمع نے نووی سے نقل کیا ہو کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھ چیز نہیں یہ حمل کرنا توفیق کے واسطے ہو سو تامل کر اسکو یعنی لیس بشئ کو اباحت اور

بدعت حسنہ ہر سواے اسکے کہ اذکار نووی کے مخالفت ہر ہم اذکار نووی مین یون ہر کہ مصافحہ مستحب ہر ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگون کی عادت ہر تو اسکی شرع مین اس وجہ خاص سے کچھ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہر تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین نہ کرنا یعنے وقت اسکے کرنے کو مصافحہ مشروعہ سے خارج نہین کردیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہر کہ اصل مصافحہ سنت ہر اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہر وفی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما علقتہ علے الملتقی اور قنیہ مین ہر کہ سنت مصافحہ مین یہ ہر کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہر ہم سنت یہ ہر کہ مصافحہ کرنے مین کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام یعنے انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہر کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام پکڑو اسواسطے کہ اسمین ایک رگ ہر جس سے محبت پیدا ہوتی ہر یہ مذکور ہر شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین اور شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے خود ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ بعد نماز صبح کے بعد اور اقبال وجہ سے عبارت ہر تو انگلیون کا پکڑنا سنت نہین بر خلاف مذہب روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل

وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ لیٹے ایک مرد دوسرے مرد کو ایک کپڑے مین اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ہم یعنے ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اتار کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی اوالصبیۃ

عشر سنین یجب التفرق بینہما وبین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہونچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اسکے بھائی اور بہن اور اسکی مان اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہے بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کرو انکے بستر ون مین جبکہ وہ دس برس کے ہوون اور نتف مین ہر کہ جب چھ برس کو پہونچین یعنے جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اسسے ہم بستری ہر التجرد ہو ایکھاف ہر والا جماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبیٰ مین ہر کہ لڑکا جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہر نظر وغیرہ کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہر جیسے مسلمہ کا بدن سواے چہرہ اور کف دست دیکھنا درست نہین ویسی کافرہ کا درست نہین وعن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ وحجبۃ الختان امام اعظم رح سے روایت ہر کہ حمامی کو ستر مکان کا دیکھنا درست ہر اور حجت اسکی ختان ہر یعنے جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہر ویسا ہی حمامی کو ہم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ یہ ضرورت کی حالت مین ہر نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختتن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اسکو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے مگر در صورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرنا چاہیے ہم یعنے ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کر لے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اسکو خرید کر کے اس سے اپنا ختنہ کروالے اگر بڈھا مسلمان ہوا اور اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہر تو ترک سنت عذر سے بطریق اولے جائز ہر کذا فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا لا یمکنہ سے صواب ہر اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہر والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ تختنیہ والظاہر فی الکبیر یختن ویکفی قطع الاکثر اور ظاہر مذہب کبیر السن کے حق مین یہ ہر کہ مقررہ ختنہ کرے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہر حصول سنت مین ولا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علے سبیل التبرک ورباور کچھ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے مین بطریق تبرک کے کذا فی الدرر بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہر شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگو تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوے قبلہ تحیۃ مین اول کراہت تقبیل مطلقاً اور یہ امام کا قول ہر ثانی قول صاحبین کہ کچھ مضائقہ نہین مطلقاً اور قول ثالث تفصیل یعنے اگر بوسہ تبرک کے واسطے ہر جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا ہاتھ چومنا تو اسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہر اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہر بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل

غیر معتبر کہ ہے غرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خاص یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحاوی عینی نے شرح ہدایہ میں
کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اسکی تقبیل بھی جائز ہے ونقل المصنف عن الجامع انہ لا باس بتقبیل ید الحاکم
المتدین اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہ تو قول آئندہ میں
داخل ہے اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبی اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں
اور بعضوں نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبی ثم تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از انجملہ عبد اللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ہم
لڑائی سے پلٹ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ کا دست مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسیکو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرت انکے واسطے
اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور انکا ہاتھ چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور
ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام انپر جھکے اور انکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی
نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید و رجل ثابت ہوئی اور سر اور آنکھ کی اور احادیث سے ثابت ہوا و تقبیل بین العینین علی الفقہ بین
عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے
حق میں کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا و تقبیل راسہ ای العالم اجود کما فی البزازیہ اور چومنا اسکے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ ثم طحاوی نے کہا
شاید کہ اجود بمعنی اکثر ثواب کے ہے ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرہما ای لغیر عالم و عادل ہو المختار مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان
لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہیں ہے سوا عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا اسکے
اسلام کی تعظیم اور اکرام کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاہد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ
من قدمہ لیقبلہ اجابہ وقیل لا یرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری او خدہا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیہ معتمدا بالتقبیل ایک شخص نے عالم یا
زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اسکی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اسکو چومنے دے تو اسکو عالم یا زاہد مان لیے یعنی چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ مانے چومنے کی
رخصت نہ دے جیسے عورت کو دوسری عورت کا منھ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیہ میں ہے بتقدیم قول البعض یعنی صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو
مقدم ذکر کیا اجابت پر قال وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ چومنے کی
جب غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمیں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے واما تقبیل یدہ صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات
کے وقت تو بالاجماع مکروہ ہے ثم طحاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی نہیں کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی
العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سو حرام ہے اور کرنے والا
اور جو اس فعل سے راضی ہے عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار رہیں اسواسطے کہ اس طرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اسواسطے کہ سامنے سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے
کذا فی الطحاوی وہل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر بوجہ
عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر بوجہ تحیۃ اور سلام کے کرتا ہو تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاویگا وفی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط
میں ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے ثم طحاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کے واسطے اور
شہوت پرستی کے لیے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کمین لیس کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت خدا کی طرف ہے یعنی انکی غرض دینی ہے

نوعی دنیاوی الوہبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم مجتبی لفظا اور وہبانیہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہے کھڑا
ہو جانا آنے والے مسافر کے لیے جیسے جائز ہے کھڑا ہو جانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر میں مجتبیٰ نظم میں آ دیگا اور شرنبلالی نے کہا کہ فقیہوں کا
کلام قیام میں مخالف ہے سو بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابو داؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم صحابہ کھڑے ہو گئے
تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہ کے واسطے چنانچہ
ابو داؤد و ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اور مصنف نے اس میں تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خان نے کہا ہے جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہے پھر اسکے پاس کوئی شرف
والا آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر مرد آنے والا عالم ہو یا قاری کا باپ یا استاد ہو تو اسکے واسطے اٹھنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام جائز نہیں انتہی اور مجمع فتاوی نسفی میں ہے قیام
قاری کا جائز ہے جبکہ کوئی شیخ زیادہ جو عالم یا اسکا استاد جس نے اسکو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اسکے والدین آویں اور انکے سوا اور کسی کے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ
آنے والا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مورث ہوتا ہے
خصوصاً جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید واقع ہے وہ انکے حق میں محمول ہے جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہیں چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہے
اور صحابہ کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کراہت قیام پر دلالت نہیں کرتا اسواسطے کہ تعظیم کے واسطے کھڑا ہو جانا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعد آئے تو
آنحضرت صلعم نے فرمایا قوموا الی سیدکم یعنی اپنے سردار کے واسطے اٹھو کذا فی الطحطاوی **فائدہ** قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ للوالدین
علی الرأس وقبلۃ الشفقۃ لاخیہ علی الجبہۃ وقبلۃ الشہوۃ لامرأتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمؤمنین علی الید وزاد بعضہم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرۃ
قلت تقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ **فائدہ** اقسام تقبیل میں بعضوں نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کے لیے گال پر
اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کے واسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کا
منہ پر اور چومنا تحیۃ اور سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے حجر اسود کے واسطے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور
کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنی یہ بھی بوسہ دیانت ہے وفی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ
انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عہد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجہہ اور قنیہ میں ہے متعلقات مقابر کے
باب میں کہ مصحف شریف کا چومنا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے
کہ یہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور کتاب ہے اور فرمان ہے میرے رب عز وجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اسکو ملتے تھے واما تقبیل الخبز
فجوز الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا تاباہ اور
روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پاؤں سے روندنا مکروہ ہے نہ اسکا
چومنا یہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج میں ہے ولیمہ کی بحث میں اور ہمارے قواعد بھی اسکو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا
چومنا قواعد حنفیہ سے بھی مباح معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ تکریم اسکی حدیث میں مروی ہے والتقبیل من جملۃ تکریم ہے واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ
فان اللہ اکرمہ اور حدیث میں آیا ہے کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالیٰ نے اسکو بزرگی دی ہے یعنی انسان اشرف
المخلوقات کا قوت اسکو مقرر کیا ہے

فصل فی البیع یہ فصل ہے بیع وغیرہ کے بعضے احکام میں ہم مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیوپار کرنا چاہیے جب تک خرید و فروخت کے مسئلے دریافت
نہ کرے کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع میں جائز ہے اور کس کی نہیں زمانہ سابق میں یہ حال تھا کہ قوم ترک بازاروں میں خرید و فروخت کرتے ہیں اور انکا اکثر مال حرام ہے اور

نہیں بیاج اور تلقہ وفاسدہ رائج ہیں تو جواب یہ ہوا کہ اسکی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر غالب معلوم ہو کہ یہ چیز انھوں نے غیر سے بظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہٖ بلا تغیر موجود ہو اور

ازا نہیں بگڑی ہے تو اسکا خریدنا نہ چاہیے اگرچہ دست بدست کئی بار وہ آپس میں پھر چکی ہو دوسری یہ کہ وہ چیز تو بعینہٖ موجود ہے لیکن اور چیز سے اس طرح مخلوط ہو گئی ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم

کے قاعدہ پر خلط ایسا ہے کہ مالک ہو جاتا ہے اور داخل ہو گئی لیکن اسے خریدنا نہ چاہیے جب تک کہ وہ مالک کو راضی نہ کرے یا بدلا دے تو اگر بلا ادائے نقصان خریدیگا تو مشتری مالک کا مالک ہوگا اگرچہ فاسد

یہ ہو کہ یہ معلوم ہو کہ غصب اور بیاج وغیرہ کی چیز اسکے پاس باقی نہیں اسنے بیچ ڈالی غیر کے ہاتھ تو واقف کو ایسے خریدار کا درست ہے اور یہ فتویٰ ہوا اور بہتر یہ ہو کہ ایسے خرید

نکرے یا بجا طلب حلال ان بلادوں میں دشوار ہے جواہر الفتاویٰ سے ہیں ہو کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک اچھا اور بہ الزام جان ہے کہ ایسی چیز نہ اوریگا

میں شبہ نہو قنیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خریدنے سے کنارہ کرے لیکن باوجود اسکے اگر خریدیگا تو

اسکے حق میں حلال ہوگی لیکن اگر مشتری کی بیع صحیح ہوگی کذا فی الہندیۃ کرہ بیع العذرۃ بیع الآدمی خالصۃ یعنی آدمی کا خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے

یہ جب ہی نے نقل کیا کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اس پر مٹی غالب ہو تو بیع جائز ہے لا یکرہ بل یصح بیع السرقین اور الزبل خلافا للشافعی یعنی گوبر اور لید کی بیع

صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے جائز ہے کہا قنیہ میں عبارت ہے زبل الکلب یعنی فضلہ حیوانات کا اور سرقین معرب ہے سرگین کا وہ مختار کردہ ہے اور

نتفی سے کذا فی الجوہرۃ صحیح ہے مخلوط بتراب اور یاد غالب ہے یعنی صحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ وہ مخلوط ہو گیا ہو مٹی اور راکھ سے جو گوہ پر

غالب ہو قول صحیح میں امام قہستانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہو کہ مٹی اور راکھ اس قدر پڑ گئی ہو کہ اس کا اٹھانا ممنوع ہو جیسا اوپر بیان ہوا

بیع مخلوط بلا قید تراب مذکور ہو تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجیے یا فصحت اور سہل ہے کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بمخلوطہا اور بخلاف نہ بل بخالصہا علی

الصحیح الزیلعی وغیرہ خلافا لتصحیح الہدایۃ تقدا اضافت صحیح بیع کے مانند آدمی کے گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت میں ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے

انتفاع درست ہے زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح میں خلاف واقع ہوا وفی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع

عذرہ بیع کے مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسے بیع میں خلط شرط ہے ویسے ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ اور مسلمان کو

جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنی شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہوگا تو اس سے دین لینا درست

ہوگا برخلاف مسلم کے کہ شراب اسکے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری رہیگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل ذمیا ببیعہ فیجوز عندہ

خلافا لہما وعلے ہذا الوہ ماذا مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اس دین کے جو مسلمان پر ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے

بیع مذکور کے مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے برخلاف صاحبین کے اور بنا بر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان

مرگیا اور اسنے ثمن اس شراب کا متروکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو اسکے وارثوں کو حلال نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے ہم زیلعی نے کہا اور تہا

کہا اگر مرد مرگیا اور اسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اسکے وارث اسکو نہ لیں اور اس مال کے مالکوں کو پھیر دیں اگر انکو جانتے ہوں اور اگر نہ جانتے ہوں تو مال کو

خیرات کر دیں یعنی مالکوں کو ثواب کی نیت سے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہو سکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا

للوارث الا اذا علم ربہ اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں

بھی حرمت انتقال کرتی ہے قلت وعر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ

میں کہتا ہوں اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبیٰ میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر مجتبیٰ

نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثوں پر خواہ وارث اس مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو پھر دار یہ ہو کہ

اشباہ کا قول ضعیف ہو لائق حجت کے نہیں ہو ملتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ جو کچھ عورت یا طبل یا مزمار بجانے والے نے مال کمایا اگر بے شرط دیا گیا

[illegible] مال [illegible] کیا اگر دیا تو اس کا لینا گناہ ہے اسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معلوم نہو
[illegible] اسکو [illegible] نہیں ملا تو ثواب [illegible] اور اگر بلا شرط تو حکم اور [illegible] مال حلال ہو کذا فی الحاوی ہندوستان میں
[illegible] نہیں [illegible] فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہیں تو اگر ظاہر میں شرط
[illegible] مشروط [illegible] معمولی اور مروج مشروط کے برابر ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجواز تحلیۃ المصحف
[illegible] اسکی تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقش کاری اور آرائش میں تعظیم
اور [illegible] مسجد کی سونے اور چاندی سے درست ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ انتہی [illegible] میں اختلاف ہے سراجیہ میں ہے
مسجد میں نقش کاری چونے اور [illegible] فقیروں کو دینا افضل ہے نقش کاری [illegible] اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض
مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار [illegible] نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہوجاتا ہے تماشا میں نماز سے غافل ہوجاتا ہے اور چھت کی
نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو [illegible] پانی سے تر ہو اسکا لگانا مسجد میں مکروہ ہے خلاف لید اور گوبر کے جب مٹی میں ملائی گئی تو اسکا مسجد میں
لگانا درست ہے [illegible] ضرورت [illegible] مسجد میں کھانا اور سونا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہے اور جب کھانے اور سونے کا مسجد میں قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرکے
[illegible] اور [illegible] اعتکاف کی نیت ہو لیکے گھڑی یا دو گھڑی کی پانی [illegible] کھانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ میں ہے
مسجد میں درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے [illegible] مسجد میں تنگی نہو [illegible] تعظیم مسجد [illegible] طرح ہے اول یہ کہ دخول مسجد کے وقت سلام
کرے اگر لوگ بیٹھے ہوں اور ذکر وغیرہ میں مشغول نہوں اور اگر [illegible] السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین [illegible] تحیۃ المسجد
[illegible] بیع و شرا [illegible] تلوار نہ کھینچے [illegible] تلاش نہ کرے [illegible] ذکر خدا کے وہاں آواز نہ بلند کرے [illegible] دنیا کی باتیں نہ کرے [illegible]
[illegible] لوگوں کی گردنیں [illegible] مکان کے واسطے [illegible] وہاں بیٹھے [illegible] تنگی نہ کرے صف میں نمازی کے آگے نہ چلے
[illegible] مسجد میں [illegible] انگلیاں نہ چٹکائے [illegible] اور [illegible] اور دیوانوں اور [illegible] مسجد کو پاک رکھے اللہ تعالی کی یاد میں بہت کرے
[illegible] کذا فی الغرائب [illegible] جب مسجد میں جائے تو داہنا پاؤں رکھے اور درود پڑھے اور یہ دعا کرے اللہم افتح لی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو [illegible] بایاں
پاؤں [illegible] اور درود پڑھے اور یوں دعا کرے اللہم افتح لی ابواب فضلک [illegible] اور قرآن مجید کی [illegible] آیتوں پر علامت بنانا جائز ہے [illegible] نقطے اور اعراب
[illegible] خصوصاً [illegible] قرآن مجید کا [illegible] اعراب کو ظاہر کرنا [illegible] جائز ہے اور اعراب کی تحریر سے یقیناً آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصاً
عجمیوں کو [illegible] اور [illegible] ہم بیان [illegible] اصل روایت یہ ہے کہ تعشیر اور نقط مصحف میں مکروہ ہے [illegible] تجرید
[illegible] مسعود [illegible] کہا کہ قرآن کو [illegible] رکھو اور [illegible] دو معنی کا محتمل ہے ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قرآن کے ساتھ غیر قرآن کو
[illegible] دوسری تجرید فی الخط یعنی قرآن کے [illegible] کذا فی الحاوی لیکن متاخرین کے نزدیک [illegible] درست ہے وعلی ہذا لا باس بکتابۃ اسامی السور
وعدد الآی وعلامات الوقت ونحوہا فہی بدعۃ حسنۃ [illegible] سورتوں کے نام اور آیتوں کی شمار اور وقف کی نشانیوں کے اور
[illegible] آیات سجدہ [illegible] کذا فی [illegible] وفیہا لا باس بکون اغذ اخبار ونحوہا فی مصحف وتفسیر وفقہ وتکرہ فی کتب نجوم
وادب [illegible] مضائقہ نہیں اخبار وغیرہ کا [illegible] مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیوں میں لگانا اور نجوم اور ادب یعنی صرف و نحو بلاغت وغیرہ کا دفتیوں
میں لگانا مکروہ ہے [illegible] فتاوی عالمگیری میں ہے [illegible] سوال ہوا کہ اغذ اخبار اور متعلقات کا جنکو اوراق غلافات میں استعمال کرتے ہیں یعنی صحافت دفتیوں میں
لگانا [illegible] تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ میں درست ہے نہ کتب ادب اور نجوم میں انتہی لیکن یہ بیان نہیں کہ اخبار سے احادیث مراد ہیں

باتوں سے منع کیا کذا فی الطحطاوی و یکرہ تصغیر المصحف و کتابتہ بالقلم الدقیق یعنی تنزیہا ولا تجوز [illegible] کانحو الفقہ و نحوہ و فی کتب الطب یجوز مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ بلکہ بہت تنزیہی ہے اور فقہ وغیرہ دینی کتابوں کے کاغذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے جو علم کتابت قرآن کا قصد کرے اسکو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور [illegible] اور حروف کی کشادگی اور حجم زیادہ کرے کذا فی القنیۃ و جاز دخول الذمی مسجدا مطلقا و کرہ مالک مطلقا و کرہ محمد والشافعی دخولہ فی المسجد الحرام اور جائز ہے ذمی کا ہر مسجد میں داخل ہونا اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہر مسجد میں اور محمد و شافعی نے مسجد الحرام میں جانے کو مکروہ کہا ہے [illegible] ہمارے امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ہے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] اور طبرانی میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہ آیت ہے (انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا) [illegible] مسجد الحرام کے قریب نہ جاویں اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ [illegible] نہیں [illegible] اسکا جواب ہمارے مشائخ نے یہ دیا ہے کہ قول [illegible] تکوینی [illegible] تکوین کی طرف اور تکوین [illegible] مسجد الحرام کی [illegible] امر تکوینی کی مثال [illegible] تعلق نہیں ہوتا امر تکوینی سے عقلا اور تکلیفی سے تعلق ہوتا ہے کذا فی [illegible] جنابت میں مسجد کے اندر جانا [illegible] یعنی یہ جو شافعیوں نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد کی دلیل ٹھہرایا ہے [illegible] نزدیک مسجد میں بالاتفاق [illegible] درست ہے قال [illegible] الا لا یحج بعد العام مشرک ولا یطوفن بالبیت عریان رواہ الشیخان وغیرہما [illegible] ذکر نہ کرینگے اس سال یعنی ہجری نویں سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علی نے [illegible] کہا خبردار رہیو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا طواف نہ کرے اسکو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتفاقا [illegible] کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کی نزدیک اسپر محمول ہے کہ مشرک منع کیے جاویں مسجد الحرام کی تولیت اور کاربرداری سے [illegible] محمول ہے چنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے تو حق تعالی نے تنزیہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے [illegible] ہو کہ انکو روکیں یا مومنین اور کفار دونوں کو بموجب اس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہ نہی تکوینی نہیں ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول عقلا متخلف نہیں ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے انتہی الطحطاوی نے کہا یعنی یہ کیونکہ [illegible] لازم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تو بہتر یہ تھا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصرا [illegible] فی فصل الجزیۃ اور [illegible] وہ مضمون جو جزیہ کی فصل میں گذر گیا ہم فصل جزیہ میں بیان کر چکے کہ محمد نے سیر کبیر میں دخول کا ذکر مسجد الحرام میں منع کیا ہے اور سیر کبیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر تصنیف محمد کی تو آخر ہے اسمیں وہ مسئلہ وارد کیا ہے جو آخر کار خوب ثابت ہو گیا ہے وجاز عیادۃ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اسکی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید میں حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا بخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے و فی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی کی عیادت میں دو قول ہیں

جواز اور عدم جواز دونون جائز ہیں او فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی برقول اصح اسواسطے کہ فاسق بھی
گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانون کے حقوق مین سے ہے وجاز خصاء البہائم حتی الھرۃ اور جائز ہے خصی کرنا چارپایے جانورون کا یہانتک کہ بلی کا بھی ہم
خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاے ہندی مین اسکو بدھیا کہتے ہین واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجون سے خدمت لینا اور انکو
عورتون مین جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ ایسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو کیون خصی کرتے بعضون نے کہا کہ خوجے خصوصًا بہت امور
مین اول یہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہین ہوتے اور نہ ایسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگون کی تادیب مین زبردست اور خود بے ادب اور عورتون کی مجلس مین آزادہ رہتے مین
کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے مین نہایت حریص ہوتے ہین اور شدت سے بخیل ہوتے ہین باوجودیکہ اولاد نہین رکھتے کذا فی الاختیار والخیل والفرس
بعضون نے کہا اور گھوڑے کا اختہ کرنا حرام ہے شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اختہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین
وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے مین فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانورون کو خصی کرنے سے فائدہ
حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری مین ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کذا فی القہستانی اور گدھا چڑھانا
گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنی تخم لینے کے واسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی والرجل بطاہر لا بنجس اور حقنہ اور عمل طاہر بیماری کے
علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہو دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ تسمین بدن کے واسطے سنن ابوداود مین
ابودردا سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہین اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے
دوا نہ کیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداوی لا یجوز الا بطاہر لا بنجس اور ایسے ہی ہر علاج کرنا جائز نہین مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم
ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ مین حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اسکو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور
کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین پائی ہم ذخیرہ مین ہے ایک بیمار نے طبیب کے شراب پینے کو کہا علماے بلخ کی ایک جماعت نے کہا انتظار کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا
ہو جائیگا تو حلال ہے اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہین تمرتاشی مین ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کے واسطے جائز ہے جبکہ
طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اسی مین شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمین جلد شفا ہوگی تو اسمین اختلاف ہے کذا فی العالمگیریۃ

قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ
العطش انتہی وقد قدمناہ مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ اس حدیث کا کہ بیشک مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہین کی اس چیز مین جسکو تم پر
حرام کیا مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقینا بلا تردد معلوم ہو جاے کہ اسی حرام چیز مین شفا ہے تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی
دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین یعنی اگر لقمہ حلق مین اٹک گیا
کسی طرح نہین اترتا اور پانی نہین ملتا تو اسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور ایسے ہی عطش شدید ہو اور پانی نہ ملے تو بقدر دفع عطش ہلاکت کے درست ہے
اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسوقت اسکی حرمت باقی نہ رہی ورنہ جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ شافی
اللہ تعالی ہے اور دوا کو صرف سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہین ایک تو سبب
قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسی طرح سائر ابواب طب
یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب مین ظاہر ہین تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہین
بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث مین متوکلین کا وصف یون ہی فرمایا ہے کہ وہ داغ نہین لیتے اور افسون

نہین کرتے اور درجہ متوسط یعنے سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اسکا کرنا بھی ممنوع اور محظور نہین
برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ کبھی سبب ترک علاج افضل ہوتا ہو اسکے فعل سے بعض احوال مین بعض اشخاص کے واسطے چنانچہ عمادیہ مین ہو ظہیریہ سے ایک شخص کا
پیٹ جاری ہوگیا یا آنکھین جوش مین آئین سو اسنے دوا نکی یہانتک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اسپر گناہ نہین اور اگر بھوکھا رہا اور اسنے نہ کھایا باوجود
قدرت کے یہانتک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونون صورتون مین فرق یہ ہو کہ کھانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہو یقینًا تو اسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک
کرنا ہو اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہو حجامت یعنی خون کا نکالنا سینگیون سے ہر شخص کو مستحب ہو اور حجامت بعد نصف ماہ سترہوین
بہتر اور نافع ہو اور انیسوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہو ذخیرہ مین ہو کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے علاج کرنا درست ہو لیکن اگر مردار جانور ہو تو اسکی
خشک ہڈی سے علاج درست ہو نہ تر سے قنیہ مین ہو کہ عورت کے دودھ کا ناک مین لینا مرد کو دوا علاج کے واسطے بہتر درست ہو لیکن [illegible] مین ہو کہ اجزاء آدمی سے
نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہو کہ تریاق کا کھانا مکروہ ہو جبکہ اسمین سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اسکی درست ہو اور اگر یقینًا معلوم ہو کہ اسمین سانپ نہین پڑا ہو
تو اسکا پینا درست ہو محیط مین ہو کہ لڑکون کا اختصاص سے اور علاج حیوانات کا خصی کرنا انسانی کے واسطے درست ہو خزانۃ الفتاوی مین ہو کہ قرآن کے افسون کرنے مین
اختلاف ہو یعنے مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ مین لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکھ کے دھو کر بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہو اور شعبی کے نزدیک
مکروہ ہو خزانۃ المفتین مین ہو کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازون پر چسپان کرنا حرام ہو اسواسطے کہ اسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہو اور
مجوسیون سے مشابہت ہو الکل من العالمگیریہ **وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل** اور جائز ہو قاضی کا رزق بیت المال
یعنے خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اسمین سے لینا حلال نہین یعنی ہو اسواسطے کہ وہ غیر کا مال ہو
اسکے مالک کو پھیر دینا چاہیئے کذا فی الزیلعی **وعبر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر ما یکفیہ واہلہ فی کل زمان ونوہ بیانی الاصح** اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر رزق کیا
تا معلوم ہو کہ مقدار اسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اسکے عیال کے چاہیئے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اسکی بیت المال سے مناسب ہو [illegible]
مین ہم اسواسطے کہ اسنے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہو **وہذا لو بلا شرط ولو بہ کالاجرۃ حرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر
الطاعات قلت وہل یجری فیہ کلام المتاخرین** بحر زادہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اسوقت ہو جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو
اور اگر مشروط ہوا ہو اجرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہو اسواسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہو تو اسکا اجارہ
جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم متاخرین کا
کلام یہ ہو کہ طاعت پر استیجار درست ہو طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہ ہو کہ جسکے نزدیک تعلیم قرآن اور فقہ مخصوص ہو جواز اجارہ ہو تو قضا وغیرہ طاعات مین اجارہ
جائز ہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکھتا ہو تو اسکے نزدیک درست ہوگا **وجاز سفر الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمبعضۃ بلا محرم فی
زمانہم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اہل الفساد وبہ یفتی ابن کمال** اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہو تو اسکا سفر کرنا بدون محرم
کے درست ہو یہ حکم تھا زمانہ قدیم کا ہمارے زمانہ مین تو سفر غیر محرم کے ساتھ لونڈیون کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب اور اسی قول پر فتوی ہو کذا ذکرہ ابن کمال
وجاز شراء ما لا بد للصغیر منہ وبیعہ لاخ وعم وام وملتقط ہو فی حجرہم ای کنفہم والا لا اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اس چیز کا
جو اسکے واسطے ضرور ہو جیسا کہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اسکا جو صغیر کے واسطے ضروری ہو جائز ہو اسکے بھائی اور چچا اور مان کو اور اسکو جسنے
لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر انکی پرورش مین نہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہین **وجاز
اجارتہ لامہ فقط یعنی ظئرا کذا الملتقط علی الاصح کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع ولم ارہ فیہ** [illegible] اور فقط اسکی مان کو صغیر کا اجارہ دینا

جائز ہو اگر اُسکی پرورش مین ہو اور اسیطرح لاوارث لڑکا پالنے والے کو صغیر کا اجارہ درست ہو بنابر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو شرح مجمع کی طرف
نسبت کیا ہو اور مین نے اسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہو تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مصنف زیلعی مین ہو قدوری کی
روایت سے یعنے صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہو اسواسطے کہ یہ مین ضرورت ہو اور صغیر کے واسطے محض نفع ہو وکذا العم عند الثانی خلافا للثالث اور اسیطرح صغیر کے
چچا کو اسکا اجارہ دینا درست ہو ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک ہم یہ شارح کی غلط فہمی ہو اسواسطے کہ اسنے اصل کلام کافی کا شرح بلالیہ سے قصد کیا ہو حالانکہ
شرنبلالیہ مین یون ہو کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور اُسکی ماں اسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہو اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی
ولو آجر الصغیر نفسہ لم یجز الا اذا فرغ من العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت
ہوگئی ہو تو جائز ہو کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجرت مسمی واجب ہوگا یعنے علت عدم جواز احتمال ضرر تھا اور بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت
حاصل ہونے سے سراسر نفع ہوگیا وصح اجارتہ ابا وجدہ وقاضی ولو بدون اجر المثل فی الاصح کما العلم من الدرر فتدبر اور صحیح ہو اجارہ دینا صغیر کا باپ
اور دادا اور قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہو تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم
انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور جائز ہو شیرہ انگور کا بیچنا اُس شخص سے جسکو بائع جانتا ہو کہ
اُسکی شراب بنا دیگا درست ہو اسواسطے کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہو شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنے شیرہ مین نشہ
نہین جو اُسکی بیع ناجائز ہو بلکہ جب اُسکی حقیقت بدل کر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہ ہو کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ
ہو گناہ کی اعانت کی سبب سے ہم شیرہ انگور کی بیع درست ہو جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنے والے مینڈھے اور اڑنے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہو
اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہو یعنے گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اُڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہو برہان مین ہو کہ
شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قولہ تعالے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنے حق تعالے نے فرمایا کہ باہم مددگاری نکرو گناہ
اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہو واحل اللہ البیع یعنے حق تعالے نے بیع کو حلال کیا ہو کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن
ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور
مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہین اور مسلمان شراب ساز سے تو اُسکی بیع مکروہ ہو اور اسی کے مثل جوہرہ اور باقانی وغیرہما
مین ہو اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہو کہ اُسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہو بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ
تقوم بعینہ برخلاف بیع امرد کے اُس شخص سے جو غلام کرتا ہو اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اُسی چیز سے
قائم ہوتا ہو بلا تغیر ثم الکراہۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ
قلت قدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع
مین مذکور ہو اور مصنف نے اسی پر اعتماد کیا ہو یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہو اپنی شرح مین مین باب البغاۃ
کے اندر مین کہتا ہون اور ہم وہان باب البغاۃ مین ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہو تو اُسکی بیع مکروہ تحریمی ہو اور اگر
بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہو تو اُسکی بیع مکروہ تنزیہی ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تاکہ تناقض دفع ہونے کے واسطے ہم لیتے تو اس تقریر سے خانیہ
اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنے نفی کراہت زیلعی تحریمی پر محمول ہو اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہو واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز
ہو ہم کنیسہ عبادت خانہ یہود یا ان فارسی مین اُسکو کنشت کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہو نہ اعادہ بعد ہدم الہدم مع انہ فاتہ ہو کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت میں مدد دی کر

تو لا باس ہے اسواسطے کہ نفس عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وحمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر اور کافر ذمی کی شراب لادنا
اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک ہم اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجملہ اُسکے حامل بھی ہے
امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل کبھی شراب کے گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد
کرے شمس الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصرہا لقیام المعصیۃ بعینہ اور شیرہ انگور کے نچوڑنے کی مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ
معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراہا لا بغیرہا علی الاصح واما الامصار وقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظہور شعار الاسلام فیہا وخص
سواد الکوفۃ لان غالب اہلہا اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت
الثلاثۃ زیلعی اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کے واسطے یا اسمیں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے اسواسطے قریات مذکورہ کے
بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں نہ ہو اور مذکورہ کی قدرت نہ دیجائے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہو جانے کے سبب اور قریات کوفہ [illegible]
اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کے واسطے لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی
قول ہے امام شافعی اور مالک و احمد کا کذا فی الزیلعی امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر اسواسطے اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمیں معصیت
نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اسمیں مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی واللہ اعلم
وجاز بیع بناء بیوت مکۃ وارضہا بلا کراہۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی عینی وقد مر فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی
قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتویٰ دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں ہم وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور
امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفی البرہان فی باب العشر ولا یکرہ
بیع ارضہا کبناءہا وبہ یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکروہ نہیں اور اسی کے مانند پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ
لا باس ببیع بناءہا واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتہا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ
میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الوہبانیۃ قالا قال ابو حنیفۃ اکرہ اجارۃ
بیوت مکۃ فی ایام الموسم وکان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالیٰ سواء العاکف فیہ والباد ورخص فیہا فی غیر ایام الموسم اہ فلیحفظ قلت وبہذا
یظہر الفرق والتوفیق وبہذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ویقول یا اہل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم یتلو الآیۃ
فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ
کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوے دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتارین اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں مقیم والا
اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اسی آیت سے
فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسیطرح فتویٰ امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم
حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے بنا کے بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اترے جہاں اسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وہو سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تمرد اور بھاگ جانے کے
سبب اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو جائز [illegible] اور یہی حکم ہے
لونڈی کا کذا فی الطحطاوی وقبول ہدیۃ تاجر واجابۃ دعوتہ واستعارۃ دابتہ استحسانا اور غلام تاجر کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولیٰ سوداگری کرتا ہو

اور اُسکی دعوت قبول کرنا اور اُسکا جانور عاریت لینا درست ہو اور روئے استحسان کے ہم قیاس یہ ہو کہ اُسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہین ہو لیکن بطریق استحسان کے درست ہو تاکہ اہل معاملہ اُسکی طرف رجوع کرین اور سوداگری اُسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کا تحفہ قبول کیا اُنکے آزاد ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اُسکے حق مین صدقہ ہو اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول ہبۃ العبد ثوبا واہداؤہ النقدین لعدم الضرورۃ اور مکروہ ہو اُسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیہ اشرفی کا ہدیہ دینا اُسکا مکروہ ہو بعدم ضرورت کے سبب یعنی یہ امور منجملہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ الحرم لسنۃ خمسۃ عشر اور خصی یعنی خوجہ سے خدمت لینا مکروہ ہو ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہو خواہ باہر خواہ گھر مین اور قول ضعیف یہ ہو کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بالمُ اسکا جانا گھر کے اندر عورتون مین مکروہ ہو اگر اُسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم او بر لخوف ہلکہ لو بقی بیدہ یشترط لیاخذ متفرقا منہ بذلک ما شاء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وہو بقاء مالہ اور مکروہ ہو اقراض یعنی روپے یا گیہون بقال کا جیسا نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانے کے خوف سے اگر اُسکے پاس رہے یہ شرط کر لینا کہ بقال سے بعوض اُسکے لیا کریگا متفرق جو چاہیگا اور اگرچہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہو کہ وہ اسیلیے دیتا ہو تو بھی مکروہ ہو کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہ ہو کہ اسطرح دینا وہ قرض ہو جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا ہم اکثر ایسا ہوتا ہو کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھ دیتا ہو اس خیال سے کہ میرے پاس باقی نہ رہیگا خرچ ہو جائیگا تو بقدر ضرورت اندک اندک اُس سے لیا کرتا ہو تو یہ مکروہ ہو اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ معروف کامل شروط ہو سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہو کہ جب قرض دے تو مستقرض کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اُسکی سواری پر سوار نہو مگر اُسوقت جبکہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونون مین قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی دوسری روایت یہ ہو کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہو ربا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ فلو اودعہ لا یکرہ لانہ لو ہلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھا ہے اور اُس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہین اسلیے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاوے بقال کے پاس تو اُسپر تاوان نہین ہم جب ودیعت مین ضمان نہو تو قرض ثابت نہوا لہذا جر منفعت مکروہ نہ ٹھہرا وکذا لو شرط ذلک قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کر لیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ ہم قہستانی اور شرنبلالیہ مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض مین شرط کرے دوسرے یہ کہ شرط نہ کرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے دیتا ہو یہ دونون صورتین مکروہ ہین تیسری وجہ یہ ہو کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اُسکے قرض دے تو یہ جائز ہو کیونکہ یہین نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا مکروہ تحریمی ہو یہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہو لہذا اُسکو نردشیر کہتے ہین کذا فی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاپور بن اردشیر کی موضوعات سے ہو اور وہ دوسرا بادشاہ ہو ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہو اور مسقط عدالت ہو بالاجماع انتہی اور حرمت نردشیر کی حدیث مرفوع مین ثابت ہو چنانچہ جامع صغیر مین ہو اور عینی نے صحیح مسلم سے روایت کی ہو وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویہمل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح شطرنج مکروہ ہو شطرنج بکسر شین معجمہ ہو اور سین مہملہ بھی جائز ہو اور اسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر نادراً ہم ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور ہو لیکن عمدہ دلیل اُسکی تحریم پر یہ ہو کہ وہ لہو لعب ہو اور آن ملاعب ثلثہ سے جنکا استثنا حدیث مشہور مین ثابت ہو خارج ہو کذا فی العینی شرح وقایہ مین ہو کہ شطرنج کھیلنے مین نماز کا سقط ہو اور عمر ضائع کرنا ہو اور فکر باطل کا ایسا استیلا ہو کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی اور جس چیز کا کیا ذکر ہو واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ ونظمہا شارح الوہبانیۃ فقال ○ ولا باس بالشطرنج وہی روایۃ ✽ عن الحبر قاضی الشرق والغرب یوسف ✽ اور شطرنج کو مباح کہا ہو شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت مین اور اُسکو نظم کیا ہو شارح وہبانیہ نے سو یون کہا کہ کچھ مضائقہ نہین شطرنج مین اور ایک روایت ہو منقول علامہ شرق وغرب کے قاضی سے

یعنی ابو یوسف سے وہذا اذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع اور یہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اس وقت ہے جبکہ قمار بازی نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور ادا سے واجب میں مثلاً جمعہ اور جماعت پنجگانہ میں خلل نہ ڈالے اور نہیں تو سب کے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لہو لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل لہو المسلم حرام الا الثلاثۃ ملاعبتہ اہلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کے واسطے ہم لہو اور لعب اور عبث ایک معنے واحد ہیں کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہے (افحسبتم انما خلقناکم عبثا) یعنی کیا یہ گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہے نسائی کی حدیث مرفوع میں تعلیم سباحت یعنی پانی میں تیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنیٰ ہے وکرہ جعل الغل طوق لہ رایۃ فی عنق العبد ای یمنعہ بالتحرک وہو فی زماننا الا باق بخلاف الاباق خصوصا فی السودان وہو المختار کما فی شرح المجمع للعینی اور کھیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اسکا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے وہ ایسا علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالتے تاکہ معلوم ہو کہ یہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جس میں ستارہ عظیم ہے جو غلام کے سر سے اونچا ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ فی دعائہ بمعقد العز من عرشک وہو بتقدیم العین اور اپنی دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم وقاف پر ہو بیان دو صورتوں میں مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معقد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہے قعود سے تو کہنا عرش کا بیٹھنے کی جگہ ہے اور وہ الا تکا قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اسلیے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم حدوث ہے اسواسطے کہ عرش قدیم نہیں بلکہ حادث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہری حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصا وعن ابی یوسف رح لا باس بہ وبہ اخذ ابو اللیث رح للاثر اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ دعا میں بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہے بدلیل اثر کے ہم اثر مذکور بیہقی کی کتاب الدعوات میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز اداکرے رات یا دن میں اور دو رکعت میں تشہد پڑھے اور آخر نماز میں ثنا سے خدا عز وجل کرے اور درود پڑھے اور سجدہ میں سات بار سورۂ فاتحہ پڑھے اور آیۃ الکرسی سات بار پڑھے اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر دس بار کہے پھر یہ دعا کرے اللہم انی اسئلک بمعاقد العز من عرشک ومنتہی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وکلماتک التامۃ پھر اپنی حاجت مانگے پھر اپنا سر اٹھا کر داہنے بائیں سلام کہے اور احمقوں کو یہ دعا نہ سکھا اسواسطے کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایہ طحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجیے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم اور مجد کے ثابت ہے اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہے تو اسکی یہی وجہ وجیہ ہے واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی اذ المتشابہ انما یثبت بالقطعی اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ ہم یعنی تنزیہ رب العالمین شوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہے اور یہ خبر موہم حدوث ہے تو اسکی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے وفی التاتارخانیۃ معزیا للمنتقی عن ابی یوسف رح عن ابی حنیفۃ رح لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا بہ والدعاء الماذون فیہ الماسور بہ ما استفید من قولہ تعالی وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ میں منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہے کہ کسیکو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ ذات وصفات اور اسمائے الٰہی کے اور دعا ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں سو انھیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسیطرح صلوٰۃ درود کوئی کسی

نہ کہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلاۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہے ہم خاتمہ میں ہے کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اس طرح کہ (اللھم صلے علے فلان) مکروہ ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا کر یوں کہنا (اللھم صلے علے محمد وعلے آلہ واصحابہ) جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ درست ہے اور سلام بجائے صلاۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی (وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق تعالے) اور مکروہ ہے یوں کہنا دعا میں بحق رسولک یا بحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خالق تبارک وتعالے پر ہم انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالے پر وجوباً ثابت نہیں لیکن تفضلاً وکرماً ثابت ہے یہانتک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہے چنانچہ حصن حصین میں حدیث ثابت ہے (اللھم انی اسألک بحق السائلین علیک) اور حق سے اگر حرمت اور عظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ درست ہے قال تعالے (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) کذا فی الطحطاوی بتصرف وھو قال لاخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ درر اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کرو تو اُسپر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ ولیسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر لیکن واجب نہیں قلت ہی فی المختار انہ قال ابن المبارک سال لوجہ اللہ او بحق اللہ تعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختار اپنا یہ ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہ پسند آتا ہے کہ اُسکو کچھ نہ دے اسواسطے کہ اُسنے تعظیم کی اُس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی پروردگار جل شانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت پر محمول ہے جبکہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو وفیہا اقرأ القرآن والعمل بہ جہۃ ثواب علی قرأتہ لکن یصلی وبعضہ اور مختارات میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اُسکے موجب عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اُس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہو اور گناہ کرتا ہے یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع سئلہ شارح کا یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعاء قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیۃ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں بعضوں نے کہا ہاں مکروہ ہے اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے ہم جہر ذکر اور دعا میں اختلاف ہے اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی (وکرہ احتکار قوت البشر کتبن وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باہلہ) اور احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور اور بادام اور جانوروں کا قوت چنانچہ بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اُس شہر میں جہان کے لوگون کو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہو ہم احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوتا ہے چند دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار و انتظار گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ہم یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق ابن راہویہ اور دارمی اور عبداللہ بن حمید اور ابو یعلی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر کے شہر میں بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنے اُسکی روزی میں برکت ہے اسلیے کہ لوگون کو فائدہ ہوتا ہے دعا مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اُسپر لعنت ہے اصطلاح شرع میں احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اُسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اُسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگون کو ضرر ہوتا ہو حبس سے یعنی اگر اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو تو وہ مکروہ نہیں ہم ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنے جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہیں اسلیے کہ اُسنے اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت فیہ کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کے تلقی جلب ہے ہم تلقی جلب یعنی شہر سے نکلکر آگے بیوپاری لانے والون سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والون کو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والون سے نہ چھپاوے والا تلقی جلب مطلقاً مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو

کذا فی الہدایۃ وشروحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ بما یراہ رادعا لہ وباع
القاضی علیہ طعامہ وفاقا علی الصحیح اور یہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اسکی اور اسکے گھر والوں کی قوت سے اسکے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے
بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اسکو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اسکی زجر اور تنبیہ کے واسطے اور قاضی اسکا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور
صاحبین رح کے بقول اصح ہم ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن درصورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اہل بلد الہلاک
اخذ الطعام من المحتکرین وفرق علیہم فاذا وجدوا سعۃ ردوا مثلہ وہذا لیس بحجر للضرورۃ ومن اضطر لمال غیرہ وخاف الہلاک تناولہ بلا رضاہ ونقلہ الزیلعی
عن الاختیار واقرہ اور سراج وہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو ذخیرہ کرنے والوں سے اناج لیکر اہل شہر کو بانٹ دے پھر
جب اہل شہر کو کشائش ہو تو اسکے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کا بے رضا مضطر ہو اور
اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اسکو لے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا یکون محتکرا بحبس غلۃ ارضہ
ومجلوبہ من بلد آخر خلافا للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اسکے غلہ کے حبس سے جو لادلایا ہو دوسرے شہر سے بخلاف
ابو یوسف رحمہ کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اسکا خالص حق ہے اور عام کا حق متعلق نہیں تو مباح ہی نہ ہوا احتکار نہیں
کہ اہل شہر کا حق اس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف اور مکروہ
صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اپنی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اسکو لایا ہو اور شہر کا
غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگوں کو ضرر نہ ہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک یہ درست ہے اور محمد کے نزدیک یہ مکروہ
اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی اور یہ جو صاحب ہدایہ نے مجلوب کو مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک سو مسلم نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اسکو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری
کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسی طرح مختصر کرخی میں ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک بھی احتکار نہ ہوگا کذا فی
العینی شرح الہدایۃ مختصرا وعند محمد ان کان یجلب منہ عادۃ کرہ وہو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے غلہ لا کر بند کر رکھنا احتکار مکروہ
ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر حاکم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق
اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نرخ مقرر نہ کرو اسواسطے کہ بتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرا دینے والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشائش
اناج کی اسیکی طرف سے ہے ہم ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے
تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے کا
خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندوں میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن
القیمۃ تعدیا فاحشا فیسعر بمشورۃ اہل الرای مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رای کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش
کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما نے یہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال مالک علی الوالی التسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا
واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں درصورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے
وفی الاختیار ثم اذا سعرہ وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتری وحیلتہ ان یقول لہ بعنی بما تحب اور اختیار میں ہے کہ جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے
اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضامندی کے سبب سے تو حیلہ جواز کا یہ ہے
کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے کذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا علی سعر الخبز واللحم ووزن ناقصا رجع المشتری بنقصانہ

فی الخبز لا اللحم لشہرۃ سعرہ عادۃ بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کرین اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان
بھر لے روٹی مین نہ گوشت مین اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہے بر خلاف گوشت کے کہ اسمین شہرت نہین ہوتی مگر ظاہر یہ تفصیل
مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونون کا نقصان بھر لے اسواسطے کہ سب پر روشن کا مشہور ہوا ہے کذا فی الزیلعی
وینبغی ثم قلت ورد ان التسعیر فی القوتین لا غیر وبہ صرح العتابی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامۃ فیسعر علیہم الحاکم بناء علی ما قال
ابو یوسف ینبغی ان یجوز ذکرہ القہستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقۃ الضرر کما تقرر فتدبر مین کہتا ہون اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کر دینا انسان
اور حیوان کی قوت مین ہوتا ہے قوت کے سوا اور چیزون مین اور اسکو صحیح بیان کیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کرین گرانی مین اور لوگون
ظلم کرین سو حاکم انپر زبردستی نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یون ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت
ضرر کا اعتبار ہے قوت مین ضرر ہو یا غیر قوت مین چنانچہ یہ ثابت ہے تو اسکو غور کرے **یکرہ امساک الحمامات ولو فی برجہا ان کان یضر بالناس**
بنظر او جلب اور مکروہ ہے کبوترون کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربون مین رہتے ہین بشرطیکہ لوگون کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ضرر نظر کا یہ ہے کہ لوگون کے
مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر اڑ آتا ہو اور یہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بہا
ثم یشتریہا او توہب لہ مجتبے اور جو غیر کا کبوتر پکڑے اور اسکے مالک کو پہچانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اسکو محتاج سے خرید کرے یا اسکو
ہبہ کر دیا جاے تصدق کے بعد کذا فی المجتبے ھم تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اسکا رکھنا حلال نہین اسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب پانے کی
نیت سے **فان کان یطیرہا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیۃ تلک الحمامات عزر ومنع
اشد المنع فان لم یمتنع بذلک ذبحہا** ای الحمامات **المحتسب** پھر اگر کبوتر باز انکو اڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگون کے شیشے کبوترون کے
مارنے اور ہانکنے سے تو تعزیر دیا جاے اور نہایت سختی سے منع کیا جاے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوترون کو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوہبانیۃ بوجوب
التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتمد علی عادتہم اور وہبانیہ مین وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوترون کی تصریح کی ہے اور قید نہین لگائی اطلاع عورات اور
برتن توڑنے کی اور شاید کہ اسنے انکی عادت پر اعتماد کیا یعنے صاحب وہبانیہ کے زمانے مین تاکنے جھانکنے اور پتھریان پھینکنے کی عادت ہو گی لہذا اسنے اس قید
لگانے کی حاجت نہ دیکھی **واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقہا ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل یکرہ لانہ تضییع المال** جامع الفتاوی
اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کے واسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یون کہا کہ انکو
پکڑ لے تو وہ اسی کے ہین اور چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے باہر نہین ہو جاتے یعنے تا وقتیکہ دوسرا شخص انکو پکڑ نہ لے اور بعضون نے کہا کہ کنجشک خرید کر کے چھوڑنا مکروہ
ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیبت دابتہ قال ہی لمن اخذہا لم یاخذہا من اخذہا ومر فی الحج اور مختارات مین ہے کہ اپنا جانور
ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کر دیا اور کہا یہ اسکا مملوک ہے جو اسکو پکڑ لے تو اسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج مین یہ مسئلہ گذر گیا
وجاز رکوب الثور وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلا جہد وضرب اذ ظلم الدابۃ اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اسکا لادنا اور
گدھون سے کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان
کے ظلم سے ہم یعنے مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہین سوا خدا تعالی
کے روایت مین وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالے کا اس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اسپر جسکا کوئی مددگار نہین سواے اللہ تعالے کے اور ظلم ذمی ظلم
سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اسکے ساتھ عذاب مین شریک رہے کذا فی الطحطاوی **ولا باس بالمسابقۃ فی الرمی**

والفرس والبغل والحمار كذا في الملتقى والمجمع واقره المصنف خلافا لما ذكره في مسائل شتى فتنبه والابل وعلى الاقدام لانه من اسباب الجهاد فكان مندوبا اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لیجانے کا تیر اندازی اور گھوڑا اور اونٹ و خچر اور گدھوں کے دوڑنے میں اسواسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے اسباب سے ہیں تو مسابقت مستحب ہوگی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اسی شرح میں بیان تو اسکو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اسکا خلاف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا اور مسائل شتی میں حالت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور تیر اندازی یا نیزہ بازی مخصوص کی ہے وعند الثلثة لا يجوز في الاقدام اي بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت جائز نہیں یعنی مال کی شرط کرکے درست نہیں واما بدونه فيباح في كل الملاعب كما يأتي اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور کھیلوں میں چنانچہ آگے آویگا اور ظاہر یہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام مرتبط ہے اور مضمون آئندہ اسکا مفید ہے کہ یہ کلام ہے اہل مذہب کا كذا في الطحطاوي على الحلبي وطالب لانه لتغيير جعلنا ذكره البرجندي وغيره ونقله البزازي بانه لا يستحق بالشرط شيء لعدم العقد والقبض انتهى ومفاده لزومه بالعقد كالقول الشافعي فيتحصل بسر الابتداء کا مال مشروط حلال ہے اور بنیاں اور وہ مستحب ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہے برجندی وغیرہ نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط دینے کو کچھ مستحق نہیں ہوتی ہے اور قبض کے انتہی کلام البزازی اور یہ کلام لزوم مال شرط کا مفید ہے عقد ہونے کے سبب چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اسکو دیکھو یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاویگا ان شرط المال في المسابقة من جانب واحد اور مسابقت کا مال شرط ہو حلال ہے اگر مسابقت ایک جانب سے مال کی شرط کی ہو مثلاً حامد نے محمود سے کہا کہ اگر میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھ جاوے میرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس درم تجھکو دونگا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دونگا وحرم لو شرط فيها من الجانبين لانه يصير قمارا اور مسابقت کا مال شرط دونوں طرف سے ہو تو حرام ہے دونوں جانب سے مال شرط ہوا ہو اسواسطے کہ یہ قمار ہو جاتا ہے اسلئے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں كذا في الزيلعي الا اذا ادخلا ثالثا محللا بينهما بفرس كفو لفرسيهما يتوهم ان يسبقهما والا لم يجز ثم اذا سبقهما اخذ منهما وان سبقاه لم يعطهما وفيما بينهما ايهما سبق اخذ من صاحبه مال شرط حرام ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جبکہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کرلیا ہو بلکہ اسکا گھوڑا دونوں شخصوں کے گھوڑے سے اس طرح برابر ہو کہ اسکا آگے بڑھ جانا دونوں کے گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اسکا گھوڑا ایسا نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں ہے پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال شرط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرے کو کچھ نہ دیگا اور دونوں شخص آپس میں جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا میں کہتا ہوں کہ ثالث کو اسوقت جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اسکی سبقت دونوں سے یقینی ہو یا اسکا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں عالمگیری میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے تو تیرے واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ پاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا مال شرط تیرا ہے اور اگر ہم تجھ پر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ لیں تو از راہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں یعنی کہا وجہ اس یہ ہے کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعاً و یقیناً ہر تقدیر پر اسمیں تو فقط یہی احتمال ہے کہ پاوے یا نہ پاوے تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہ ہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین احتمال غرامت میں برابر ہوں كذا في الطحطاوي وكذا الحكم في المتفقهة فاذا شرطا لمن معه الصواب صح وان شرطاه لكل على صاحبه لا لدرر والمجتبى اور اسی طرح کا حکم ہے فرقہ فقہا کی مسابقت میں سو جبکہ مال شرط ہو اسکے واسطے جسکے ساتھ صواب یا درستی ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص کے واسطے دوسرے ساتھی پر تو صحیح نہیں كذا في الدرر والمجتبى صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہو تو یہ قمار کی صورت ہے اسواسطے کہ احتمال [illegible] میں موجود ہے [illegible] علت مال کی یہ صورت ہے کہ مال مثلاً زید کو دیا جاوے اگر حق گوئی اسکی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے کی طرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے یا [illegible]

نقشہ کو دو نقل کریں اگر مسئلہ میں صورت کا نقل ہو اور دل تشبیہ کے واسطے مقرر کریں اگر اسکو حق کوئی ظاہر ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حق کوئی ثابت ہو تو تشبیہ کے
کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی والمسار علیہ ... الالتی [illegible] شطرنج بازی اور کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی اور لہو و لعب کے تو مکروہ ہے کذا فی الجنید ... جواہر
میں ہے کہ کشتی بدعت نہیں مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تاکہ کفار سے جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاویگا
و لا السباق بالخیل فیحل فی کل شیء کما یاتی ... اور باہم مسابقت کرنا یہ دل خوش کرنے کے واسطے چار چیزوں میں حلال ہے چنانچہ مسائل متفرقہ میں آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ
بالاقدام والطیور والبقر والسباحۃ والصولجان والبندق ورمی الحجر واشالۃ بالید والشباک ... من [illegible] والفرد واللعب
بالخاتم وکذا بکل کل لعب [illegible] سلامۃ ... ولا حدیث حدثوا عن بنی اسرائیل ... الا اجیب والنظر الی
من کل الاقیقین کذا ... الفرجۃ لا ... ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ الآدمیین والحیوانات
ذکرہ ابن حجر اور شافعیہ کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدموں سے اور پرندہ اور بیل اور پانی میں تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور پتھر
اور پتھر پھینکنے اور زمین سے ہاتھ اُٹھانے ... انگلیاں قینچی کرکے پنجہ کرنے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہونے اور جو چیزیں کہ دوسرے شخص کے ہاتھ
میں کیا ہے جفت یا طاق اور انگوٹھی سے بازی کرتے ہیں اور اسی طرح حلال ہے ہر بازی جس کا کہ اس پر ضرر ... سلامت رہنا خطرہ سے اکثر ہے اور
چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور سانپ کا پکڑنا اور اسکو تماشا دکھانا بھی حلال ہے اور یہ حدیث کہ بنی اسرائیل کی بات نقل کرو ... اسکا مفید ہو کہ عجائب
و غرائب کی سماعت کرنا تمام ان حکایات سے جنکا کذب بالیقین ثابت نہیں درست ہے بسبب افادۂ ... کے واسطے بلکہ جس کا کذب یقینی ہو اسکی بھی سماعت حلال ہے
لیکن ضرب الامثال اور نصائح کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے آدمیوں یا جانوروں کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ و دمنہ اور طوطی نامہ میں ایسا ذکر کیا ہے
ابن حجر شافعی نے فرمایا طحطاوی نے کہا میں نہیں جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ یہاں اسکا ذکر کرنا ... الشاہر کہ قواعد حنفیہ بھی اسکو مقتضی ہیں الا کہ ... ایسا
نہیں ہو بلکہ قواعد مذہب اسکے مقتضی ہیں کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام ہیں دا ... فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح پر ہے ایک یہ کہ ... عالم
عالم کا ہو تو وہ بہتر ہے ... حکایات کا ذمہ ... ہو تو وہ مکروہ ہے ... دفع وحشت کے واسطے بات چیت ہو اور دروغ گوئی اور قول ... سے خالی
تو اسکا مضائقہ نہیں لیکن ترک اسکا افضل ہے اور مستحب ایسا کرنا ... تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کی طرف رجوع کریں تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ
وغیرہ کا لکھنا ... قول مختار یہ ہے کہ اسکے پوچھنے میں اور خبر دینے میں مضائقہ نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ... حلال نہیں اور ... مکروہ
کہ جن قصوں کی کچھ اصل نہیں وہ مکروہ ہیں کذا فی الطحطاوی ... تقلیم اظفار وغیرہ الا ... ناخن ... وکونہ یوم الجمعۃ
وافضل الاذا اخرہ الیہ تاخیرا فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشوانا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب میں ... اسکو
چھوڑ دینا اور ناخن بڑھانا مستحب ہے اور ناخن ترشوانا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جبکہ جمعہ کے دن تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کرے تو ... رکھنا مکروہ ہے
اسواسطے کہ جسکا ناخن دراز ہو گا اسکا رزق تنگ ہوگا ... ہیں کہ ناخن ترشوانے اور بال منڈانے ہو ... زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر انکو پھینک دے تو
مضائقہ نہیں اور اگر پاخانہ یا غسلخانہ میں پھینک دے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخانیۃ عنایہ میں ہے کہ چار چیزیں دفن کرنا چاہیے
ناخن اور بال اور خون اور ... کا وفی الحدیث من قلم اظفارہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری و زیادۃ ثلثۃ ایام ... حدیث شریف میں ہے
کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اسکو بلایا سے محفوظ رکھیگا دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدر ...
... رضی اللہ عنہ ... ارکم ...
... ناخن ... سے ... علی ...

رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ شروع کرو اور بایاں [illegible] ہے اور اسکا بیان اور پورا ذکر مفتاح السعادۃ میں ہے [illegible] انگلی کے نام کی طرف اشارہ ہے تو خارجہ سے مراد ہے خنصر اور واو سے وسطیٰ اور الف سے ابہام اور با سے خنصر [illegible] سبابہ اور بائیں ہاتھ میں بھی یہ علیٰ ہذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہ حدیث علی مرتضیٰ کی طرف باطل اور موضوع ہے وفی شرح الغزنویۃ وردی انہ صلی اللہ علیہ وسلم بدأ بمسبحتہ الیمنیٰ الی الخنصر ثم بخنصر الیسریٰ الی الابہام وختم بابہام الیمنیٰ وذکر لہ الغزالی فی الاحیاء وجہا وجیہا اور شرح غزنویہ میں اور مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن ترشوانا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائیں ہاتھ سے شروع کیا [illegible] انگوٹھے پر ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسکی وجہ [illegible] بیان کی [illegible] داہنا ہاتھ [illegible] افضل ہے اور داہنے ہاتھ کی کلمہ شہادت کی انگلی باقی سب سے افضل ہے تو اسی سے ابتدا کرنا [illegible] اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ملا لے تو بائیں ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہوئی علیٰ ہذا القیاس [illegible] انتہا ہوا ابہام [illegible] اصابع الرجل نقل ولا اولی تقلیمہا [illegible] اور پاؤں کی انگلیوں میں روایت ثابت نہیں ہے [illegible] خنصر یمنیٰ سے اور ختم خنصر یسریٰ پر [illegible] وفی المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیفما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شیء ولا فی تعیین یوم [illegible] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہتا ہوں اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ ناخن ترشوانا مستحب ہے جب ضرورت ہو اور اسکی کیفیت میں کچھ روایت ثابت نہیں اور اسکے واسطے روز مقرر کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت [illegible] تقلیم اظفار وغیرہ [illegible] احادیث مذکور ہوئیں محدثین اور فقہائے محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہیں [illegible] للامام علی [illegible] لابن حجر [illegible] تقلیم اظفار میں جو نظم مذکور کہ امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کی طرف [illegible] ابن حجر کی طرف منسوب ہے [illegible] باطل اور موضوع ہے [illegible] حلق عانتہ وتنظیف بدنہ بالاغتسال فی کل اسبوع مرۃ والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین [illegible] اور موئے زیر ناف کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے [illegible] ہفتہ میں ایک بار اور جمعہ کا دن [illegible] افضل [illegible] پندرہ دن میں اور ترک کرنا [illegible] چالیس دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبیٰ [illegible] اس عبارت سے [illegible] کچھ قدر نہیں [illegible] ہے کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر دور کرنا [illegible] بال اور [illegible] اکھاڑنے اور مونڈنے سے [illegible] افضل ہے قنیہ میں ہے کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے میں کچھ ادب ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] والسنۃ فیہا القص [illegible] اور مجتبیٰ میں ہے کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ سنت [illegible] بال کے [illegible] اکھاڑ ڈالنے اور اطراف لحیہ کے کترڈالنے میں اور ڈاڑھی میں قبضہ بھر رکھنا سنت ہے [illegible] مرد اپنی داڑھی قبضہ میں پکڑے جسقدر قبضہ سے باہر ہو اسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہے محمد نے کتاب الآثار میں امام اعظم رح سے [illegible] قول کو ہم لیتے ہیں انتہیٰ مجتبیٰ میں ہے کہ اتنا مونچھوں کا کترنا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھ برابر ہو جاویں یہ سنت ہے بالاتفاق انتہیٰ غرائب میں ہے [illegible] دونوں طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہے قنیہ میں ہے کہ ناک کے بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہیٰ اور مجتبیٰ میں ہے کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہو اور اسپر لعنت ہو بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہوں اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ میں جائز نہیں [illegible] حرام ہے مرد پر [illegible] داڑھی کا قطع کرنا [illegible] عورت کو [illegible] جائز نہیں انتہیٰ

مافی البزازیة قوات داماخانی راسہ یعنی الوہبانیة قال بعد وقت قیل حلق الراس فی کل جمعة یستحب وبعض بالجواز لیعبر یعنی میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو وہبانیہ میں
کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعضے اسکو جائز کہتے ہیں نہ مستحب رجل تعلم علم الصلوة او نحوہ لیعلم الناس و آخر لیعمل بہ
فالاول افضل لانہ متعد ایک مرد ہے کہ نماز یا اسکے مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگوں کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اسپر عمل کرے تو پہلا شخص افضل ہے
اسواسطے کہ اسکے علم کا فائدہ غیروں کو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اُسی کی ذات کو مخصوص ہے اول غریق کو نکالتا ہے اور ثانی اپنی خیر سنتا ہے وروی مذاکرة العلم
ساعة خیر من احیاء لیلة اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت فتاوی عالمگیری میں ہے کہ علم اور
فقہ کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اسواسطے کہ اسکا فائدہ
عام تر ہے لیکن اسکی شرط یہ ہے کہ اداے فرائض میں نقصان واقع نہو اور درست نیت یہ ہے کہ رضاے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا
اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرة الکروری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو
(جہل سے باہر آنا ۱۲)
بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکا تو سزاوار یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین
اور شمائل صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سواے اسکے فرض نہیں پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک
کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے
انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز پنجگانہ اور طلوع
فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت میں نہیں وہ علم جدل اور مناظرات کا ہے تو اسکے اشتغال میں عمر کا ضائع کرنا ہے مگر غرض اس سے
الزام خصم ہو نہ اظہار حق کذا فی الطحطاوی مختصراً وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا وتمامه فی الدرر اور نوجوانوں کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا
اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ داڑھی والا ہو اور پورا بیان درر میں ہے اور اگر امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی ہے نہ علم کلام
اور مانند اسکے جو ہذیان فلاسفہ اور مانند اسکے اباطیل سے مملو ہے تمامه فی الدرر واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانه فذکرہ بما فیه
لیس بغیبة حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیه اور جبکہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان
سے تو اسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں یہانتک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اسکو ڈانٹے تو مخبر پر کچھ گناہ نہیں ہے اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت میں نہیں کہ
وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اسکا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعه اعلمه ولو بکتابة والا لا کیلا تقع العداوة وتمامه
فی الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اسکا باپ اسکے منع کرنے پر قادر ہے تو اسکو آگاہ کردے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نہ کرے
تاکہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑجاے اور پورا اسکا بیان درر میں ہے وکذا لا اثم علیه لو ذکر مساوی اخیه علی وجه الاهتمام لا یکون غیبة انما الغیبة ان یذکر
علی وجه الغضب یرید السب اور اسیطرح اسپر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور اسطرح کا بیان عیوب
غیبت نہیں غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اهل قریة فلیس بغیبة لانه لا یرید کلهم بل بعضهم وهو
مجهول خانیة وباح غیبة مجهول ومتظاهر بقبیح ولمصاهرة ولسوء اعتقاد تحذیرا منه ولشکوی ظلامة للحاکم شرح وهبانیة اور اگر ایک گانوں والوں کی غیبت کرے
تو وہ غیبت مقررہ نہیں ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں معین نہیں کذا فی
الخانیة تو غیبت مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنیکی وجہ سے چوتھی بد اعتقادی کے
سبب تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچویں حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی شرح الوہبانیة ہم مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے نکاح کا ارادہ کیا اور

اقسام علم

پانچ شخصوں کی غیبت مباح ہے

دوسرے سے مشورہ لیا تو اُسکے عیب کا بیان کر دینا درست ہے اور اسیطرح اگر معاملہ یا اُسکے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خریدنے کا قصد کیا اور وہ اسکا عیب نہین جانتا ہے تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہے اور اسیطرح رواۃ اور شہود مین مجروحین کی جرح جائز ہے تا مسلمین شر سے محفوظ رہین اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہے ویسے مفتی سے اس طرح فتوی پوچھنا درست ہے کہ مجھپر فلانے شخص نے ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اسکا شرع مین کیا حکم ہے اور تعیین کے واسطے القاب مشہورہ کا ذکر کرنا جیسا کہ فلانا چپڑا یا لنگڑا درست ہے غیبت مین داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض والکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحا زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت مین داخل اور وہ حرام ہے ہم غیبت فعلی جیسے کسی کے قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یون کہنا کہ مین طفیلی نہین ہون ومن ذلک ما قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امراۃ فلما ولت اومات بیدی ای قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتیہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو مین نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھنگنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اسکی غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اقبح لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم اور اسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہے جیسا کہ لنگڑا کر چلنا یا جس طرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہے بلکہ غیبت فعلی بدتر ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم مین زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن ذلک ان یقول بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأینا اذا کان المخاطب یفہم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم عینہ جاز ومنہا ان یبحث او منجملہ غیبت یہ ہے کہ کہے کہ ایک شخص آج کے دن ہمارے پاس ہوکر نکلا یا جسکو ہمنے دیکھا وہ ایسا ہے یہ قول اسوقت غیبت ہے جبکہ مخاطب اس شخص کو سمجھے اسواسطے کہ محذور اور ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہو اور جبکہ مخاطب اسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرع وہبانیہ مین ہے ہم اور بعض تفہیم مین سچا ہے شرح وہبانیہ کی شرح شرعہ ہے وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور مین ہے کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اسکو برا لگے جبکہ وہ اسکو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو غیبت کیا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اسکا رسول زیادہ تر دانا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اسکو کہ وہ معلوم ہوتا ہے کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی مین وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اسمین وہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہے تو تو نے اسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اسمین نہین ہے تو البتہ تو نے اسپر بہتان باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا یہی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہین بلکہ بہتان اور افترا ہے غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہین تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور جو حکم مردون مین ثابت ہے وہ عورتون مین بھی ثابت ہے الا بدلیل مخصص اور جس طرح غیبت حرام ہے ویسا ہی اسکا استماع بھی حرام ہے حق تعالی اس بلا سے عام سب کو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابوداؤد اور ترمذی مین ہے ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والاستغفار بیان کل اغتیاب او جس شخص کی غیبت کی اور اسکو اسکی خبر نہین پہونچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہے اور اگر اسکو غیبت کی خبر پہونچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اسکا بیان کرنا مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط ہے رفع گناہ مین ہم لیکن درصورت عدم علم مغتاب توبہ کفایت کرتی ہے اور درصورت علم اسکا یون بیان کرنا چاہیے کہ مین نے تیری یون غیبت کی ہے سو تو اسکو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اباحت عامہ کفایت نہ کریگی واللہ اعلم

وصلۃ الرحم [illegible] اور صلہ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک قرابت والوں سے
واجب ہے اگرچہ [illegible] سلام کرنے اور دعا دینے [illegible] اور مددگاری [illegible] اور مہربانی کرنے اور احسان سے ہو وغیرہ و هکذا
[illegible] الرحم [illegible] من وصل رحمہ ولیقطع من قطعها وفی الحدیث صلة الرحم
[illegible] ساتھ ملاقات [illegible] زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے
[illegible] اور [illegible] داخل ہے کہ قطع رحم میں داخل ہے حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ
احسان کرتا ہے [illegible] اپنی برادری سے قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ قرابت والوں
کے ساتھ احسان کرنا [illegible] اور مددگاری میں [illegible]
[illegible] اور مددگاری [illegible] کا ساتھ چھوڑنا بلحاظ شرع کے درست ہے
[illegible] کہا کہ قریب محرم مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہر قرابت دار مراد ہے
محرم ہو [illegible] قرابت والوں کے پاس [illegible] احسان کی قدرت نہیں تو ملاقات کرنا اور انکے کام میں اعانت
کرنا لازم ہے اگر [illegible] احسان نہ کرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر
[illegible] بڑا بھائی باپ کے مانند ہے اور اسی طرح دادا پردادا اور بڑی بہن
[illegible] اور صلہ رحمی میں دس فضیلتیں ہیں اول خوشنودی حق تعالیٰ کی دوم خال
[illegible] رزق میں برکت ہونا سوم اموات کو محبت زیادہ ہونا [illegible] زیادہ ہونا
[illegible] کا احسان یاد کرینگے [illegible] زیادت عمر کی تاویل میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد
موت کے [illegible] زندہ ہے [illegible] کذا فی الحاوی بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ
سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] جو اسے جوڑیگا اور جو مجھے توڑے
[illegible] بخاری میں [illegible] رزق کی کشادگی اور اپنی دوست کی تاخیر
[illegible] اپنی برادری سے احسان کرے اور ترمذی میں روایت [illegible] کہ صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت
ہوتی ہے اور مال میں برکت اور موت میں تاخیر ہوتی ہے [illegible] فرمایا کہ محتاج کی خیرات [illegible]
خیرات کا اور قرابت والے کو دینے میں دو ثواب [illegible] خیرات کا [illegible] ویکرہ السلام علی اهل الذمة الا لحاجة الیہ الا کرہ وهو الصحیح
کما کرہ للمسلم مصافحة الذمی کذا فی التبیین [illegible] والسلام وهو الحسن الا لم فافهم اور سلام کرنے
مسلمان ذمیوں کو اگر مسلمان کو ذمی کی طرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہ ہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے
[illegible] اور متن میں بلفظ [illegible] اور ترجمہ کی [illegible] سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز
ہے [illegible] سے تو اسکو سمجھ لے
[illegible] مصافحہ ذمی [illegible]
[illegible] مصافحہ درست ہے [illegible] عبدالرحمن [illegible] منقول ہے

اگر مسلمان ایک دو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے میں مبتلا ہو تو مضائقہ نہیں اور اسپر ہمیشگی کرنا مکروہ ہے اور ذمی کو جواب سلام کا دینا اور وعلیکم سے زیادہ نہ کہے اور اس سے ابتداء سلام نہ کرے اسواسطے کہ اسمیں اسکی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سلام میں مضائقہ نہیں اور اسکے واسطے دعا مغفرت نہ کرے لیکن دعا ہدایت درست ہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف قال وہذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یبدأ السلم ابتداء [illegible] لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تبدؤا الیہود والنصاری بالسلام فاذا لقیتم احدہم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ رواہ البخاری انتہی کلام عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کونسا اسلام بہتر ہے لیعنے کون صفت اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ کھانا کھلاوے اور سلام کرے اسکو جسکو تو پہچانتا ہو اور جسکو نہیں پہچانتا [illegible] اور تعمیم سلام مخصوص ہے مسلمانوں کے ساتھ تو کافر کو ابتداء سلام نہ کرے بدلیل اس حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کو ابتداء سلام نہ کیا کرو پھر جب تم انمیں سے کسی کو راہ میں ملو تو انکو تنگ راہ کی طرف مضطر کرو یعنی تم تنگ راہ میں انکو کردیا اس صورت میں ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور [illegible] بدلیل آخر اور اسی طرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل [illegible] کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے [illegible] مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ نہ ہو اور [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اسمیں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر [illegible] واقع ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن لازم ہے لیکن ان یقال ان الحدیث الدال [illegible] فلیحفظ اور ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حدیث مذکور لیعنے عموم سلام کی حدیث ابتداء سلام میں [illegible] سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو سلم یہودی او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا باس بالرد [illegible] وعلیک کما فی الخانیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اسکے جواب دینے کا مضائقہ نہیں [illegible] زیادہ نہ کہے [illegible] قاضی خان میں ہے لیعنے جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نہ کہے [illegible] السلام علیک بکسر سین لیعنی تجھپر پتھر ہو تو جب وعلیک کہا تو اسکا قول اسی پر [illegible] لوٹا و سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جائیگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر کما فی الاشباہ اور مجوسی کو کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو کافر ہو جاوے چنانچہ اشباہ میں ہے وفیہا لو قال لذمی اطال اللہ بقاءک ان نوی بقلبہ لعلہ یسلم او یؤدی الجزیۃ ذلیلا فلا باس بہ اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا کہ اللہ تعالے تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید درازی زندگی سے سمجھے اور مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں [illegible] نصاری کے نوکر عرائض میں انکو دوام اقبال لکھتے ہیں سو حرام ہے اسلیے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہ نیت کون کرتا ہے ولا یجب رد سلام السائل لانہ لیس للتحیۃ ولا یسلم وقت الخطبۃ خانیۃ اور بھیک مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کذا فی الخانیۃ قاضی خان [illegible] میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کے واسطے یا تسبیح اور قرات قرآن میں مشغول ہو اور ذاکر ہو [illegible] اور اذان اور اقامت کے حال میں [illegible] سلام کا دینا واجب نہیں جنابیہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع میں جواب نہ دے [illegible] آتا ہے وہ اسکو سلام کرے اسلیے کہ سلام [illegible]

تو سلام سے مقصود وہ امر ہوتا ہے یا محبت حاصل کرنا یا اسکا دفاع کرنا تو اسکا بیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے پھر جنید یہ قول ہے نووی شافعی رحمہ کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے جیسا ہے کہ ثواب اسکا زیادہ ہے بعضون نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضون نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستاذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولا ثم یتکلم ولو فی فضاء یسلم اولا اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہو بلکہ میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور یون کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لیئے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہوگا کذا فی تبیین المحارم وسقط فی الرد وجواب العاطس اسماعہ فلو اصم یریہ تحریک شفتیہ انتہی اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا بہرا ہو تو اسکو اپنے لبون کی حرکت دکھا دینا کہ جواب دیا ہے کافی ہے کذا فی الخانیۃ قلت وفی المجتبی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ قلت لا میں کہتا ہوں اور مجتبی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان وظاہر التاجیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبی میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاجیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسی طرح جواب سلام میں صیغہ جمع ہونا چاہیے ہے یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیکم کہے یا السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تسلیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسیطرح کہے اور علاوہ زیادہ کرکے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یون سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو مجیب دونون صورتون میں سلام علیکم والسلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی وبرکاتہ اور زیادہ نہ کرے وبرکاتہ پر ہم ابن عباس نے کہا کہ ہر شئ کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے ہم ظاہر اتاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ غائب کی طرف سے خط بمنزلہ خطاب کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھ کے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لاخر اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اسپر ابلاغ سلام واجب ہے یعنی اگر اسکا سلام نہ پہونچاویگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر میں وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جب کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہونچا تو اسپر لازم ہے کہ پہونچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یون کہے وعلیکم وعلیہم السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کالآکل او شرعا کالمصلی او قاری القرآن ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو

اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ وہ جو سلام کرتا ہے وہ حقیقت میں اس جیسا نہیں ہے جیسا کہ کہا ہے والا ہے ہیں کہ جن کا فسق ظاہر نہیں ہے اور وہ چھپا رہا ہے یا عاجز ہو جاوے
سے منع ہو چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان بیٹھنے والوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا منع ہوگا انتہی ما فی المنتقی وقد منا فی باب ما یفسد الصلوٰۃ
کراہتہ فی نیف وعشرین موضعا وانہ لا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوٰۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام کرنے کے بیس اور چند
مقام میں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنی اگر سلام کہے میم کو جزم کے ساتھ کہے تنوین اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں ہوتا
کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہر اعوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں و لو دخل فی بیتہ احد
یقول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یوں کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی ہم پر
سلام ہو اور حق تعالیٰ کے نیک بندوں پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ اور جن جو سلام کرنے والے کے ساتھ ہیں اور حاضر ہیں مراد ہیں اور غائب میں ہو
کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے میں چاہیے فرع سے کرہ بعض المشائخ کا لیکہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار
ومتن المواہب الرحمٰن لان علیا تصدق بخاتمہ فی الصلوٰۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے
مگر جبکہ سائل لوگوں کے گردنوں پر قدم اٹھا کر نہ پھاندتا ہو تو اسکو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار و متن مواہب الرحمٰن اسواسطے کہ علی مرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں انکی مدح کی کہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں ولم یعلم
وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل پوری ہو گئی یا جبکہ نماز میں جو فعل قلیل ہو تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولیٰ درست ہوگا معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء
سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالیٰ عبد اللہ وعبد الرحمٰن دوست ترین نام حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ و عبد الرحمٰن
ہے جیسا کہ مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمٰن مناوی نے کہا اور عبد اللہ
افضل ہے مطلقاً عبد الرحمٰن سے بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے
روایت ہے احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو جیسا کہ عبد اللہ اور عبد الرحمٰن وغیرہ
کذا فی الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا
اولیٰ لان العوام یصغرونہا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوا ان اسماء سے جو مشترک ہیں خالق
اور مخلوق میں انکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اسکے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن انکے سوا
اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں بہتر ہے اسلیے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء مذکورہ کو حقیر کرکے پکارتے ہیں کذا فی السراجیۃ مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں
عالی رتبہ ہے ہر شے سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہے اپنے ہمسروں سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی موصل الی الہدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں ہدایت
حاصل کرنے والا اور جو رشد اور مرشد ہو غیر کا تعلیم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمد الا بأس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی و
لا تکنوا بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اسکی کنیت ابو القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے
کہ یہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی ہم ہیں کہ کراہت کا
یہ تھا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمنے اور شخص کو پکارا تھا کذا فی الطحطاوی و یکرہ ان یدعو الرجل
اباہ وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی ما فی السراجیۃ بلفظہ ہم کہتے ہیں والد کا حق
ولد پر اور شوہر کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہر بے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کو واسطے امر ہوتا

تو زوجہ کو نہ دیکھے سجدہ کرنے کا حکم ہو تا وفیہا یکرہ الکلام فی المساجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث رح فی البستان وعند قراءۃ القرآن وزاد فی الملتقی تبعا للمختار وعند التذکرۃ فما ظنک بعند الغناء الذی یسمونہ وجدا اور محبۃ یعنی یہ ہیں کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقی میں باتباع مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہیں ہم یعنی جب کلام سماع وعظ کے وقت مکروہ ہے تو غناء محرم وعظ کے وقت ظلم علیٰ ظلم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تاتار خانیہ میں ہے کہ فجر کی بعد نماز تک کلام نہ کرے اگر امر خیر میں اور بعضون نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن وہو لسان اہل الجنۃ من تعلمہا او علم غیرہ فہو ماجور وفی الحدیث احبوا العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اہل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی زبان افضل ہے باقی زبانون سے اور جنتیون کی زبان عربی ہے جو اسکو سیکھے اور غیر کو سکھاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ میں عربی ہون اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے ہم جامع صغیر میں اخرجہ العقیلی امر حاکم نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہی روایت ہے کہ حفظ کی فی العرب بالثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث کثیرہ وارد ہین چنانچہ عراقی نے علاحدہ کتاب ہمین تالیف کی ہے ازانجملہ افراد دارقطنی میں ابن عمرؓ سے روایت مرفوع ہے کہ (حب العرب ایمان وبغضہم نفاق) یعنی محبت عرب کی ایمان ہے اور عداوت انکی نفاق ہے اور ابو الشیخ نے ابو ہریرہؓ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور انکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام میں اور انکا فنا ہو جانا ظلمت ہے اسلام میں کذا فی الطحطاوی وفیہا التطیین القبور لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج الی الکتابۃ کیلا یذہب الاثر ولا یمتہن لا باس بہ ذکرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقدمناہ فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبرون پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار میں مکروہ نہیں اور بعضون نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہیں اسکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اسکو باب الجنائز میں پہلے ذکر کر چکے ہین فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ جس طرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور اسکا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حق تعالیٰ قبر کو نورانی کر دیگا اور مصلی کو بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشغال نہ کرے جب قبرستان میں پہونچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کھڑا ہو اور یون کہے (السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر) اور اگر شہید ہو تو یون کہے (سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار) اور جب میت کے واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہٰکم التکاثر پڑھے قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہین لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب اور پنجشنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسیطرح متبرک راتون میں چنانچہ شب برات اور اسیطرح از منہ متبرک میں چنانچہ عشرۂ ذی الحجہ اور عیدین اور عاشورا ابو بکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورۂ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہے مجھکو روایت پہونچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اسکی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے چالیس برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر ہاتھ رکھنا بعضون کے نزدیک درست ہے اور بعضون کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاریٰ کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے چومنے میں مضائقہ نہیں پھولون کا ڈالنا قبرون پر درست ہے اور اگر پھولون کی قیمت کو خیرات کر دے تو بہتر ہے اور اخراج شموع قبرون کی طرف بدعت ہے

بکا رتا چراغون کا ۱۲

الکل فی العالمگیریۃ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا
خلاصۃ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے
نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مرنا جینے سے بہتر ہے لا باس
بلبس الصبی باللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا بالمنیۃ وقاس علیہ الطرطوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج الی نقل
صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما وقال قد رجحوا قولہما ففی الکافی قولہما اقرب الی
عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں ہے لڑکے کو پہننے میں موتی کے اور ایسے ہی
بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کی طرف منسوب کر کے اور اسی پر طرسوسی نے باقی پتھروں کو مثل یاقوت اور زمرد کے قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے
طرسوسی سے نزاع کیا ہے کہ اسکی علت میں نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے میں کہتا ہوں اور مصنف نے
اپنی شرح میں جو موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے اور مصنف نے کہا
اور البتہ علماء نے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیار کے رواج سے تو اسی کا فتوی دینا چاہیے
پھر مصنف نے کہا اور بموجب اسکے تو مذہب میں موتی اور اسکی مانند اور پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردوں پر اسواسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولد
الباس الخلخال والسوار للصبی اور لڑکے کو پہنانا گوجری اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہے یعنی لڑکے کو کہ عورت کا زیور ہے کذا فی الطحطاوی اور ایسے ہی ہاتھ پاؤں میں کڑے
اور جوشن اور گھونگرو لڑکوں کو پہنانا درست نہیں ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط اور لڑکی کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان
کے کذا فی الملتقط ہم ظاہر الطفل سے مذکر مراد ہے عبارت کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبرے سے منقول ہے لا باس ان یثقب آذان الطفل من البنات
اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو معلوم ہوا کہ کان چھیدنا لڑکیوں سے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الخزام فی الانف
لم ارہ اور کیا جائز ہے نتھنی پہننا ناک چھید کر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر نتھنی کو زینت کے واسطے عورتیں
پہنتی ہوں چنانچہ بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا بھی ایسا ہی ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکر والانثی
الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب والفضۃ او من دواۃ کذلک اسی طرح مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے
چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب وفضۃ ولا بالسرج واللجام والرکاب من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پھر سراجیہ
میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف امام ابو یوسف
کے ہم ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کے اول میں مذکور ہو چکی جاریۃ لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطؤہا ان قبل قولہ وان اکبر رایہ
صدقہ کما مر وان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ولا یشتری منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک لغیرہ فلا باس بشرائہ منہ ایک لونڈی زید کی ہے سو بکر نے کہا کہ مجھکو زید نے
اسکے بیچنے کا وکیل کیا تو عمرو کو اسکی خرید اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کرنے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں
مذکور ہو چکا اور اگر اسکے کذب کا گمان غالب ہو تو اسکے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نہ کرے کہ یہ غیر شخص
کی ہے تو اسکے خرید کرنے میں قابض سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امرأتک
جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے بضرورت عدم
معارض وحل نکاح من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان فاعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحیلۃ دفعہ

بامر محتمل فان ثقۃ او وقع فی قلبہ صدقہ لا باس بتزوجہا وان بامر مستنکر لا اور جائز نہیں اور حلال ہو نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میرے زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اُسنے مجکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل مین اسکی راستی واقع ہو جاوے اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہو مین کہتا ہون خلاصہ اس مقام کا یہ ہو کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل مین اسکی راستی جم جاوے تو اسکے ساتھ نکاح کر لینا درست ہو اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اُسکے نکاح پر جرأت نہ کرے جب تک کہ اسکا حال دریافت نہ کرے لوگون سے امر مستنکر جیسا کہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اسکا قول مان لینا درست نہیں اور نہ اسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہو اسواسطے کہ اسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور چنانچہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہو گئی تو اسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعضے علما کے نزدیک مجرد نکاح سے کہ بلا وطی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہو تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہو کذا فی الطحطاوی فروع مسائل متفرقہ شارح کے کتب ما قول الشافعی کیتب جواب ابی حنیفۃ مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہو تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے ہم یہ مبنی ہو علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہو اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکے اور اسکی بنا اسپر ہو کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہیں اور صحیح یہ ہو کہ تقلید مفضول کی بھی جائز ہو اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہو نہ تابع مقلد کے حق مین اسواسطے کہ مقلد کو نجات پاتا ہو ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع مین اور اسپر ترجیح واجب نہیں کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی یدین یکتب ولا یصدق قضاء یقضی القاضی بحنثہ اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃ درست ہو یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اسکی تصدیق قضاءً نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اسکے حانث ہونے سے مثلاً کہم شاہد کہ یہ سبیل او دیت کے ہو والا فضاء وقاضی اس قول کتابت پر موقوف نہیں مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء فتوی دینا اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنی تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز ہو اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہ ہو جاویں ہم منح الغفار مین اس قول کو اصح نقل کیا ہو اور عالمگیری مین ہو کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہو حلال نہیں اسلیے کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہو یعنی مغنیون کی گنکری سے مشابہ ہو اور یہ گمان کوئی نہ کرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد ہو اسواسطے کہ لحن بالاخلاف حرام ہو وان زاد کرہ لہ ومستمعہ اور اگر ترجیع سے حروف زیادہ ہو جاوے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور مؤذن کو اور اسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہو وقولہ احسنت انما یکون ہو محرم ان لذلک القرأۃ بحیث علیہ الکفر اور مستمع کا یون کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تو نے تو اگر اسکے چپ بیٹھنے کے واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہو اور اگر اس قرأت محرم کے واسطے کہا تو اسپر کفر کا خوف ہو ہم وجہ خوف کفر یہ ہو کہ اسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثۃ حرام القہر مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ او مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہو اور تین امور مین سے کسی امر کے واسطے مناظرہ حرام ہو مسلمان کے مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہو التاتارخانیۃ علی المنابر للوعظ والاسنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاستہ ومال وقبول العامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبرون پر غیرون کے اور اپنی پند ذہیری کہنے کے واسطے انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہو اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی سے ہو ہم اسی کی طرف اشارہ ہو قرآن مجید مین فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی الایۃ قرأۃ القرآن بالقرأۃ معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہ کذا فی الطحطاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور قرأت سے یکبارگی مکروہ ہو چنانچہ حاوی قدسی مین ہو قرأت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذہ غیر مشہورہ ہی اور

مشہورہ اور غیر مشہورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فتنہ و شاذ قراءت پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجتبی الفتاوی واکل مین منح الغفار ۔ مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور داڑھی میں اگر چہ خضاب کرے سوا جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاوی اور سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہاتھ پاؤں میں مہندی کا خضاب کرنا مکروہ ہے عورتوں کی مشابہت کے سبب سے بالوں کا خضاب درست ہے اگر چہ لڑنے اور غازی کے لیے نہ ہو کہ واسطے کرے ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جیسے مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسی ہی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی مہندی اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ وہ سیاہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو مہندی کے ساتھ ملائی جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وہ خضاب مستثنیٰ ہے جو اسواسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور وسمہ کی سیاہی مکروہ نہیں ہے وہ سمکی الکتب التی لا ینتفع بہا یمحی عنہا اسم اللہ وملائکتہ ورسلہ ویحرق الباقی ولا باس بان تلقی فی ماء جار کما ہی او تدفن وہو احسن کما فی الانبیاء و کتابیں جنسے فائدہ حاصل نہیں ہوتا یعنی کہ سبب کے ان میں حق تعالیٰ اور اسکے فرشتوں اور اسکے رسولوں کا نام مٹایا جاوے اور باقی جلا دی جائیں اور بہتے پانی میں ڈال دینا یا تو جلا دینا اور دفن کر دینا یا زمین میں دفن کر دی جائیں اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں جیسے الاوسم الملکرہ ولا یحکم بالیس لہ اصل معروف او لتعلیم بالاتعاظ ادرنیہ وینقص ینبغی فی رسالۃ المذکرین بالسیارات الاحمدیۃ الروضۃ وشرح الفوائد فتذکرہ مکروہ قصہ بیان کرنا ہے کہ لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا آنکھوں میں جھڑکی اصلیت کرے جیسے خود کل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھ زیادہ کر دے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا اسے شعر کرنا عبارتوں کا اصلاح دل نرم کرنے والوں سے اور شرح کر دینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا اسوہ بہتر ہے ہم اکثر جاہل واعظین یا دنیا پرست اور مرشد کہلانے والوں کی عادت ہے کہ حکایات کا بیان اور روایات موضوع جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل نہیں مزید رقت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہیں یا کمی بیشی کر دیتے ہیں معلوم ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی میں یا عالم کے بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والافضل مشارکۃ اہل محلتہ فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرہا بالظلم فمن تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان اعطی فلیعط من عجز اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے میں جسکو حاکم مقرر کر لیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نوائب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اسکے دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ سے نہ ٹال سکے عاجز ہو تب دے ہم دفع کرنا اپنی ذات سے اسوقت درست ہے جبکہ اسکا حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاویٰ عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق قصور باندھا گیا تو اسکو اٹھانا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اسکا حصہ نہ ڈالا جاوے افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نہ کرے لینے دینے میں اہل محلہ کے شریک ہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع صاحب حق کو جائز نہیں کہ لے اپنے حق کے غیر جنس کو اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے آ پتیفا حق میں ہم لیفہ اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر گیہوں قرض ہیں اور اس سے وصول نہیں اور وہ اسکے جو یا چاول پاوے تو اسکو لینا درست نہیں بعوض گیہوں کے واسطے کہ اسکا ہم جنس نہیں غیر جنس ہیں تحقیق میں یہ ہے کہ دراہم اور دینار ایک جنس ہیں تو اگر درہم کے بدلے دینار لے تو درست ہے وعلم طلب من ابیہ ان اشتری لہ کتبا فقیہا بعضہا واخذ بعضہا انہ لو کان لہ نفلیکہ لامن الا باء معلم نے لڑکوں سے فرش کتب کی چٹائیوں کے واسطے پیسے طلب کیے سو جمع کیے تحصیل کر کے کچھ پیسوں سے چٹائیاں خریدیں

اور کچھ چیزے آپ لیتے تو اسکو یہ درست ہی اسواسطے کہ اس طرح کا دینا اُن کے باپون کی طرف سے تملیک ہی علم کو ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہی اسلیے کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہی
خریدنے مین یعنے وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہی لا باس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے
سامنے نہ بالعکس اسکے یعنے لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ہم مجتبی مین یہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہی اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہی کہ دو
لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی ظاہر کراہت کا قول معتمد ہی اسواسطے کہ
اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہی لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد ما لا قیمۃ لہ لا باس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی وہ
چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین اور اُس سے فائدہ لینا درست ہی یعنے بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وہو غنی تصدق بہ اور اگر اُس چیز کی کچھ قیمت ہی اور پانے والا
غنی ہی اور مالک معلوم نہین تو اسکو خیرات کر دے لا باس بالجلوس فی بیت فیہ مصحف للبلوی کچھ مضائقہ نہین جلوس کرنے مین اُس کوٹھری یا دالان کے
اندر جسمین مصحف رکھا ہی یہ جائز ہوا بسبب تکلیف او مشقت کے ہم مجتبی مین اسی طرح مطلق مذکور ہی اور قنیہ مین یہ قید مذکور ہی کہ مصحف مستور ہو ورنہ اگر
اوسپر نظر کیجیے تو منافات زائل ہو جاوے لا ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ہذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لا بد لہا منہ
فلا باس بہ سواری نہ کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اُسوقت ہی جب لہو ولعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد
یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اسکے واسطے ضروری ہی سوار ہو تو مضائقہ نہین ہم حدیث
مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہی کہ لعن اللہ الفروج علی السروج التغنی بالقرآن ولم یخرج بالحانہ عن قدر یصح فی العربیۃ مستحسن قرآن پڑھنا خوش آوازی سے
اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا اُس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہو تو وہ خوب ہی ہم قرآن مین خوش آوازی وہان تک درست ہی جسمین قواعد موسیقی
کی رعایت نہو یعنے راگ اور راگنی کو دخل نہ دے یعنے حسن صوت طبیعی مستحسن ہی نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات او سکنات مین تغیر ہو جاتا ہی ذکر اللہ
من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولی من قراءۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہی قرآن کے پڑھنے سے ویستحب القراءۃ عند الطلوع
والغروب اور مستحب ہی قراءت قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت ہم فتاوے عالمگیری مین غرائب سے منقول ہی کہ طلوع آفتاب اور اُن اوقات مین جنمین
نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہی قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے تھے
انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا غروب کے وقت قراءت مستحب نہین یا ذکر مستحب ہی ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لا بأس للامام عقیب الصلوۃ
بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ البقرۃ والاخفاء افضل مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیۃ الکرسی یا آمن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور
چپکے پڑھنا انکا افضل ہی قراءۃ الفاتحۃ بعد الصلوۃ جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد
پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت ہی ہمارے استاذ یعنے بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہی بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار
اور آثار کے ہم فتاوے عالمگیری مین اس مسئلہ مین تفصیل واقع ہی یعنے اگر اُس نماز کے بعد سنت ہو جیسا ظہر یا مغرب یا عشا تو سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہی
ورنہین تو مکروہ نہین انتہی یعنے اسواسطے کہ فرض اور سنت مین سواے اللہم انت السلام یا اوراد ماثورہ کے فصل کرنا نہچاہیے الرشوۃ لا تملک بالقبض
رشوت مملوک نہین ہو جاتی قبضہ کرنے سے مرتشی کے یعنے راشی کو اُسکا پھیر لینا درست ہی ہم اگر حاکم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کرے
(رشوت لینے والا ۱۲ رشوت دینے والا ۱۲)
تو یہ رشوت ہی ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی او اسکا کام نکال دیا تو بعد کار برآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہی اور کار برآری سے پہلے اسکے طلب
کرلے سے ہدیہ حرام ہی اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہی اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہی اور شاگردون کے تحفہ قبول کرنے مین اختلاف ہی مشائخ کا
کذا فی الطحطاوی عن المجتبی لا باس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے ہم یا اپنا حق

حاصل کرنے کو رشوت دے تو یہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں جیسے یہ بات ہی ہے کہ ایک مرد ایک گانوں میں رہتا ہو اور اُسمیں ظالم ہو اور یہ مرد اُس ظالم کو
میوہ جات یا مطعومات تحفہ دیتا ہو دفع ظلم کے واسطے تو درست ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسہم المؤلفۃ من الصدقات
دلیلا علی امثالہ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جسکی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اُسکو مال عطا فرماتے تھے اور
مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے ہم مؤلفۃ القلوب روساء کفار تھے جنکو زکوۃ کا
حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں جمیع اہل المحلۃ للامام [illegible] اہل محلہ نے کچھ قوت زاد امام کے واسطے جمع کردیا تو یہ بہتر ہے ہم
امام سے ظاہر امام مسجد مراد ہے بدلیل محلہ ومن السحت ما یؤخذ علی کل مباح کملح وکلاء وماء ومعادن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر لیا جاوے
چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانیں ہم اشیاء مذکورہ اصلی مباح ہیں سب آدمی اسمیں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلاً اُسکی کھان سے
اُٹھا لاوے تو وہ اُسکا مالک ہوجاتا ہے تو اب اُسکا بیچنا درست ہے وما یأخذہ [illegible] لغزو وشاعر لشعر ومسخرۃ [illegible] قال تعالی ومن الناس من یشتری
لہو الحدیث اور منجملہ اموال حرام کے وہ مال ہے جسکو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بذریعہ شعرگوئی اور مسخرا اور حکایتی لیتا ہے فرمایا حق تعالی نے اور بعضا آدمی ہے
جو لہو الحدیث یعنے کھیل کی بات خرید کرتا ہے ہم مراد وہ غازی ہیں جو اہل شہر سے زبردستی مال لیتا [illegible] لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو [illegible]
ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور بیہودہ حکایات اور فضول کلام یہ آیت نضر بن حارث [illegible] کے حق میں اُتری وہ سوداگری کو ملک شام
میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد و ثمود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تمسے رستم اسفندیار وغیرہ کا
قصہ ذکر کرتا ہوں تو کافر اُسکی حکایات سننے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اُتری واخذ [illegible] معازف وقرّاد وکاہن ومقامر [illegible]
کثیرہ اور حرام ہے وہ مال جسکو باجوں کے بجانے والے لیتے ہیں اور قرّاد اور غیبی خبر بتانے والا اور قمار باز اور عورت [illegible] بدن کی گودنے والی [illegible]
اور مال حرام کی فروع اور شاخیں بہت ہیں ہم ازانجملہ اجرت واشرہ یعنے اُس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھس کر باریک کرے اور جو
متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو شخص دونوں میں صلح کراکے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن اور جو مال کہ جانوروں کی جفتی پر لیا جاوے اور جانور
مردار اور درندوں کی کھال کی قیمت قبل از دباغت اور خرچی اور شرط لگا کے حجام یعنے پچھنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہیں کذا فی الطحاوی قیل لہ
یا خبیث ونحوہ جازلہ الرد فی کل شتیمۃ لا توجب الحد وترکہ افضل یعنی کسیکو کہا یا خبیث اور مانند اسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو بہتر ہے کہ [illegible] گالی میں جائز
جو گالی کہ حد کی موجب نہیں ہے اور ترک اسکا افضل یعنے صبر افضل ہے جواب دینے سے کرہ قول المطیع [illegible] اصائم حتی انظر فانہ نفاق اوحمق نقل کہ روزہ دار
سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اُسکا یوں کہنا کہ دیکھا چاہیے مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ نفاق ہے یا حمق اور جہالت ہم یعنے یہ منافقین کا طریقہ ہے تاکہ ہم
کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے بلکہ یوں جواب دینا بہتر ہے کہ ہاں میں روزہ دار ہوں اسواسطے کہ [illegible] ریا کو دخل نہیں کذا فی [illegible] ومال قلیل لا یوصی
نقل جس شخص کے چھوٹے لڑکے ہوں اور تھوڑا مال ہو وہ نقل وصیت نہ کرے ہم لیکن اگر مرض پر صلوات او کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے
بطریق احسن وصیت کراویں مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہے کہ اپنے بیماروں سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اسکا یہ ہے کہ بیمار اپنی
اولاد اور عیال اور دوستوں کو جمع کرے اور حمد الہی بجا لاوے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اسکی گواہی دے کہ بہشت
اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پھر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کروگے میرے بعد پھر اُنکو ایمان کی وصیت کرے اور اُنسے کہے کہ
نہ مرو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی پھر اسکے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی [illegible]
یعنے حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اُسپر ہوں اُنکی وصیت کرنا چاہیے وصیت ایمانی [illegible] اسواسطے کہ احادیث صحیح میں وارد ہے کہ [illegible] مسلمان کو

چاہیئے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میں تاخیر نہ کرے ومن صلی وتصدق یرائی به الناس لا یثاب علیه قال الصلوۃ ولا یثاب بها قیل هذا
فی الفرائض وعندہ الزاہدی للنوافل لقولہم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھانے کے واسطے
تو اس نماز ریائی کے سبب سے اسپر عذاب نہوگا اور نہ اسکو اسکا ثواب ملیگا بعضوں نے کہا کہ یہ عدم عذاب اور ثواب فرائض میں ہو نہ نوافل میں
اور زاہدی نے اسکو نوافل کے واسطے بھی عام کہا ہو فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا فرائض میں داخل نہیں ہوتا ہم شارح کہتے ہیں کہ ظاہر یہ تھا کہ زاہدی
بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبیٰ میں ہو لیکن نص فی الواقعات ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تعلیل
ظاہر ہو اور تعمیم میں ظاہر نہیں کذا فی الحلبی والاوی تزئل الرجل سے مراد ہے تزئل الامرأۃ یعنی عورت کا سا مرد کا بننا عورت کی مشابہت اور وضع پیدا کرنا مکروہ ہو لیکن اسواسطے کہ
مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اسپر لعنت وارد ہو یکرہ للمرأۃ سور الرجل وسور المرأۃ له عورت کو مرد کا جھوٹا
اور مرد کو عورت کا جھوٹا مکروہ ہو ہم مراد جھوٹا پانی ہو عورت غیر حلال کا اور یہ کراہت بصورت تلذذ کے ہو ورنہ ظاہر مکروہ نہیں اسکا تحریر کرنا چاہیئے کذا فی
الملتقط الاوی وله ضرب زوجته علی ترک الصلوۃ علی الاظہر اور شوہر کو جائز ہو مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے ہم اور اسیطرح
اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہو کذا فی المجتبیٰ لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہیں طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے
کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہو لا یجوز الوضوء من الحیاض المعدۃ للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا ان حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں قول
صحیح میں ہم لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہو ویمنع من الوضوء منه وفیه اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض میں وضو کرنا
منع کیا جاوے وحمله لاهله ان مأذونا به جاز والا لا اور اس حوض سے پانی لانا اپنے اہل وعیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہو یعنی لیجانے کی
تو درست ہو ورنہ نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وهو الحق قال تعالی قتل الخراصون
الکل من المجتبیٰ جھوٹ بولنا اپنے حق کے ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہو اور کذب سے مراد تعریض ہو یعنی کنایتاً
تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہو صاحب مجتبیٰ نے کہا اور یہی قول حق ہو کہ کذب سے تعریض مراد ہو نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت
کیے گئے یہ سب مسائل یعنی مسئلہ متعلقہ غیر منتفعہ سے یہاں تک مجتبیٰ سے منقول ہیں وفی الوهبانیة قال وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم او اهل الترضی
والقتال لیظفر اور وہبانیہ میں کہا جھوٹ بولنا درست ہو صلح بین المؤمنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہو تا وہ راضی رہے
وحشت میں نہ آوے اور لڑائی میں کذب درست ہو تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معاریض مراد ہو نہ کذب خالص وکرہ فی الحمام تغمیز
خادم ومن شاء تنویرا فقالوا یشیر اور حمام میں خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہو اور جو چاہیے نورا لگانا تو علما نے کہا ہو کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے
ہم کہتے ہیں چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہو اور بضرورت درست ہو اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حرام ہو چنانچہ جاہلوں کی عادت ہو سو حرام ہو کذا فی
شرح الوہبانیہ ویفسق معتاد المرور بجامع ومن علم الاطفال فیه یوزر اور عادت گرفتہ مرور در جامع مسجد فاسق ہو اور اسیطرح جو معلم کہ مسجد میں لڑکے
پڑھاوے اور وہ گنہگار ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا ہاں اسکو گناہ کہا ہو تو ناظم کے کلام کی یوں توجیہ ہو سکتی ہو کہ جب
اسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ومن قام اجلالا لشخص فجائز وفی غیر اهل العلم بعض یزور اور جو کھڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہو
اور بعض علما غیر اہل علم میں اسکو ثابت رکھتے ہیں ہم شخص سے مراد مسلمان ہو نہ کافر اسواسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہیں
اور بعضوں کے نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہو چنانچہ قنیہ میں ہو وجوز نقل المیت البعض مطلقا ومن بعضهم ما فوق میلین یحظر اور بعضوں نے
میت کا نقل کرنا جائز کہا ہو مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہو کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں ہم طرسوسی نے ذکر کیا کہ میت کو

اٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت میں
دو میل سے زیادہ اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو
عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اس پر مطلع نہیں علما کے کلام سے اور ظاہر اطرسوسی کا کلام حق ہے ولا وجہ للتسوین لافرقۃ بینہما
میں ذکر کیا التعویذ للصبی جائز ہے اور زوجہ کا اپنا بدن موٹا کرنا مفتی بہ امام نے کہا کہ درست ہے بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھاوے اور زوجہ کا تعویذ
لکھوانا زوج کی محبت کے واسطے ممنوع ہے ہم تسمین زوجہ بغیر رضا سے زوج جائز ہے خانیہ میں ہے کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھوالی ہے تا اسکا زوج
اسکو چاہے اور اسکی طرف سے نفرت چھوڑے سے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں ابن وہبان نے توجیہ اسکی یہ بیان کی ہے کہ ایک
طرح کا یہ سحر ہے اور سحر حرام ہے ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملہا وجاز لعذر حیث لا یتصور اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہے
اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہے جبکہ حمل کی صورت نہ نکلی ہو ہم حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہیں اور عذر سے درست ہے بشرطیکہ صورت نہ نکلی ہو
عذر اسقاط یہ ہے کہ مثلاً عورت لڑکے کو دودھ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اسکے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہیں ہے اور ہلاکت طفل کا خوف ہے
تو اس صورت میں حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سے درست ہے جب تک حمل ٹھہرا ہوا اعضا نہ بنگئے ہوں وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ لوالدہ ای عاقلۃ
الام تحضرہ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کے باپ کے واسطے ماں کی برادری سے غرہ حاضر کیا جاوے
غرہ میں یہ عبارت پانچ سو درم سے ہے جو ایک سال کے اندر لیا جاوے اور اگر عورت کی برادری نہ ہو تو عورت کے مال سے لیا جاوے اور اگر عورت زندہ گرا اور پھر
وہ مرگیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہیں تو عورت کے مال سے لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی یوم عاشوراء ویکرہ الکحل
ولا باس بالحناء والخضاب ویوم جرہ اور یوم عاشورا یعنی محرم کی دسویں تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچھ مضائقہ نہیں خلاف السنۃ کی عادت ہے اور ثواب یعنی المختار فی
الکحل جائز لفعل رسول اللہ فہو المقرر ہ اور بعضوں کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز و مختار ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب تو وہی امر مقرر ہے
وجہ کراہت سرمہ یہ ہے کہ علامت ہے دشمنان اہل بیت نبوت کی واسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری روایت
یہ ہے کہ اثمد کا سرمہ لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے قنیہ میں ہے کہ خلاصہ میں یوم عاشورا کو اکتحال اثر قوی وارد نہیں لیکن مضائقہ نہیں حدیث من وسع علی عیالہ
وسع اللہ علیہ سائر سنتہ لوگوں نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وسفر السعادۃ فیروز آبادی میں ہے کہ اخبار صوم عاشورا
ثابت ہوا وسائر احادیث فضل عاشورا اور فضل صلوٰۃ و انفاق و خضاب و ادہان و اکتحال و طبخ حبوب وغیر ذلک مجموع موضوع و مفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ آنکھ میں سرمہ لگانا بدعت ہے
کہ قاتلین حسینؓ کی ایجاد ہے شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادۃ کی شرح صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث فضل عاشورا اور وقوع وقائع عظیمہ جیسے قبول توبہ آدم و رفع ادریس آسمان پر
اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور ٹھہرنا نوح کی کشتی کا اور اترنا توریت کا موسیٰ پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قید خانہ سے اور وقائع انبیا علیہم السلام کے
محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہیں تکثیر طعام میں عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہیں کثرت طرق سے جبر نقصان ہو سکتا ہے حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی
میں طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ واہلہ یوم عاشورا وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ولیکن بعضوں کے نزدیک
حسن ہے اور دوسرے طریق سے بعضوں کے نزدیک صحیح ہے الحاصل مصنف مرقوم ہیں ہے کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ اس روز میں بدعات روافض سے جیسے نوحہ گری
وغیرہ سے اجتناب کریں اسی طرح بدعات نواصب اور دشمنان اہل بیت سے پرہیز کریں چنانچہ اس دن میں عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرائش
کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے اور نہ چاروں اماموں سے اور
نہ کسی کتاب معتبر میں وارد ہوا انتہی ما فی صراط المستقیم مختصرا وضرب عبید الغیر جائز بامرہ وما جاز فی الاحرار والاسیر بامرہ اور غیر کے غلاموں کو مارنا

حکم سے جائز ہے وہ جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا لیکن معلم کا مارنا طفل کو بدرجہ جائز ہے معلمات کہ سبب
شرنبلالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس میں رہتا ہے جبکہ قاضی عادل ہو
جیسے لازم ہے کا مشاہدہ ہوگیا اور اس زمانہ میں فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی واقرب من ذکر القرآن تماعہ وقالوا ثواب
الطفل للطفل تعلیمہ اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت میں زیادہ تر ثواب ہے اور علما نے کہا ہے کہ طفل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہے ہم
استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل ہی کو ثواب ہے اور اسکے باپ کو تعلیم کا
ثواب ہے ودرسک باقی الذکر اولی من الصلوۃ یعنی نفلا ودرس العلم اولی وہ الفقہ اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہے نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا
یعنی علم مفروض کا مقدم ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ہم اسواسطے کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہے اور تعلیم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال
بفرض عین اولی ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم باقی قرآن کا افضل ہے اس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے
وقد کرہ ہو واللہ اعلم ونحوہ للاعلام ختم الدرس حین یقرء ورالبہ فقیہوں نے مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اسکے جیسا کہ ورد پڑھنے کو ختم درس کا
اعلام کے واسطے وقت مقرر کرنے کو ہم وجہ کراہت یہ ہے کہ اسنے اس لفظ کو بے محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسی طرح اگر ایک شخص
محفل میں آیا اور کسی نے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اسکے آنے سے خبردار ہوں اور اسکے لائق بیٹھنے کی جگہ دیں اور تعظیم کریں یا جب چوکیدار یوں کہے
لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تاکہ لوگ اسکے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہوں تو یہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر دونوں قصد مجتمع ہوں یعنی اعلام بھی
اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی فائدہ طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور لطایف میں مجمع ہوتا ہے اور حلال روزی میں گفتگو کرنے لگے کہ اب
زمین سے کچھ باقی ہے تو لطایف میں کہا کہ اصول حلال کے دس ہیں حق تعالی انھیں سے وسعت کرتا ہے اپنے بندوں میں اول تجارت بشرط صدق و راست گوئی ۲
اجارہ بشرط خیرخواہی مالک ۳ ہدیہ اور تحفہ برادران ۴ کا اہم مشاہدہ ایصال ہے یعنی جس میراث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جونکہ زمین غیر مملوکہ میں پیدا ہوا یعنی
غلہ خودرو ۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اسکی قسمت ہوئی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰
احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور ... مقدم ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل میں ہم موات بفتح و بضم میم بروزن حیات و قرات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمین
غیر مزروع زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران زمین آباد ہو جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے ولعل مناسبتہ ان
فیہ ما یکرہ ومالا یکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہ ہے کہ اس کتاب میں وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں الحیاۃ نوعان حاسۃ
ونامیۃ والمراد ہہنا النامیۃ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس و حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہاں مراد حیات نامیہ ہے
نہ حاسہ وسمیت مواتا لبطلان الانتفاع بہا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اسکی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ہم عدم انتفاع کی
وجہ یہ ہے کہ پانی میں زمین ڈوب گئی یا پہنچنے کا پانی وہاں نہیں یا جنگل ہوگیا او غیر ذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ ببناء او غرس او کرب او سقی اور احیاء موات
یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اذا احیی مسلم او ذمی ارضا غیر منتفع بہا ولیست مملوکۃ
لمسلم ولا ذمی فلو مملوکۃ لم تکن مواتا فلو لم یعرف مالکہا فہی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکہا ترد الیہ ویضمن نقصہا ان نقصت بالزرع وہی بعیدۃ
من القریۃ اذا صاح من باقصی العامر وہو جہوری الصوت بزازیۃ لا یسمع بہا صوتہ ملکہا عند ابی یوسف وہو المختار کما فی المختار وغیرہ جبکہ مسلمان

یا ذمی آباد کرے اُس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہو گاؤں سے اس طرح کہ اگر چیخے وہ شخص منتہائے
آبادی پر ہو لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی البزازیہ تو اُس زمین تک اُسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنے والا مسلمان یا ذمی اُس زمین کا مالک ہو جاتا ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اُسکا مالک
معلوم نہ ہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اُس میں بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اُسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اُسی کو پھیر دیجاوے اور اُسکے
نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو ہم زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہوگا اگر مسلمان ہے تو اُسپر عشر واجب ہوگا
اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج کے پانی سے اسکو سینچے گا تو اُسکو اختیار ہوگا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ بہ وبہ قالت الثلثۃ
قلت وہذا ظاہر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوٰۃ الکبرے ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد فالعجب
من الشرنبلالی کیف لم یذکر ذلک فلیحفظ اور امام محمد رح نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اُس زمین کی طرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین ہے جسکے محتاج اہل قریہ
نہ ہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب الزکوٰۃ میں ہے
ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور ایسا ہی برجندی میں ہے منصوریہ میں قاضی خان کی تحریر سے کہ قول امام محمد پر فتوی ہے تو شرنبلالی سے تعجب ہے کہ اُسنے کیوں بیان نہ کیا تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وہ ہے کہ اگر فناء سے آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے تو جہاں آواز نہ پہنچے وہ
موات ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہ آبادی کے حق سے ہے کہ وہاں تک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضی خان کی اور کتاب میں محمد کا
قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان اذن لہ الامام فی ذلک وقالا یملکہا بلا اذن وہذا احیاء موات مسلمان مالک اسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اُسکو آباد کرنے کا حکم دیا ہے
اور صاحبین کہتے ہیں کہ مالک اسکا ہو جاتا ہے بدون اسکے حکم کے بھی وہذا لو مسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اُسوقت ہے جبکہ وہ مسلم
اور اگر آباد کرنے والا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کی شرط ہے ولو مستامنا لم یملکہا اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن
ہے تو زمین کا اصلا مالک نہ ہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکہا بعد الاحیاء وزرعہا غیرہ فالاول احق بہا فی الاصح اور اگر آباد کرنے والے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد
اور غیر شخص نے اسکو بویا تو پہلا شخص اسکا زیادہ تر حقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبہا الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب
تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصوں کے آباد کرنے سے
علی التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی ہم اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اُسکی راہ مقرر کرنے میں
ہر طرف سے اسکو اختیار ہے اور اگر چاروں جانب اربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جس طرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریہ
ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منہا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملہا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلہا ہو احق بہا وان لم یملکہا لانہ انما یملکہا
بالاحیاء والتعمیر لا بمجرد التحجیر اور جسنے روک ڈالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھ کے پھر اسکو چھوڑ دیا تین سال تک
تو وہ زمین غیر شخص کو دیجاوے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اسکا مالک نہیں ہوگیا ہو
کہ آدمی اسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کربہا او ضرب علیہا المسناۃ او شق لہا نہرا او بذرہا فہو احیاء مبسوط اور
اگر ویران زمین کو جوتا یا اسپر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اسکے واسطے نہر کھودی یا اسمیں بیج ڈالا تو وہ اسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط ہم
مسناۃ بضم میم و تشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور مصباح العلوم میں ہے کہ
مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو بند کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے سد وغیرہ میں

ولا يجوز احياء ما قرب من العامر بل يترك مرعى لهم ومطرحا لحصائدهم لتعلق حقهم به فلم يكن مواتا وكذا لو كان مختطا اور جائز نہیں آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی
قریب ہو بلکہ اسکو چھوڑنا چاہیے لوگوں کی چراگاہ کے واسطے اور انکے کھلیان ڈالنے کے واسطے اسلیے کہ لوگوں کے حق اس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات
نہیں ٹھہری اور اسی طرح وہ زمین موات نہیں جہاں لوگ الکشیاں اور انہیں رکھتے ہوں واعلم انه ليس للامام ان يقطع ما لا غنى للمسلمين عنه من المعادن الظاهرة
وهي ما كان جوهرها الذي اودعه الله في جواهر الارض بارزا كمعادن الملح والكحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ عطا کرے وہ چیز
جس سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کانوں سے اور ظاہر کان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالیٰ نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے
ظاہر اور آشکارا ہو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی کانیں ہیں قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشموں سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا رنگ سیاہ
جہاز وغیرہ میں لگایا جاتا ہے اور نفط کمان وغیرہ میں استحکام کے واسطے ملی جاتی ہے والآبار التي لم تملك بالاستنباط والسعي اور جیسا کہ وہ کنوئیں جو کسی کے
مملوک نہیں کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفي الاستنباط السعي كآبار الفلوات والماء الجاري في الفلوات فلك ... ومنه قوله في شرح المصابيح في حديث
المسلمون شركاء في ثلث في الماء والكلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزوں کا پانی اور وہ پانی جو حوض میں رکھا گیا ہر حق میں
سو وہ پانی بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ مسلمان شریک ہیں تین چیز میں
پانی اور گھاس اور آگ میں ہم قني بضم قاف وكسر نون وتشديد يا جمع قناة يعني كاريز ہر کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر کھودی جاوے التي يستقي منها
الناس زيلعي يعني التي لم تملك بالاستنباط والسعي چنانچہ وہ کنوئیں جنسے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں كذا في الزيلعي یعنی وہ کنوئیں کسی کے مملوک نہیں
بواسطہ استنباط اور سعی کے ہم عدم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اسکی کچھ حاجت نہ تھی كذا في الطحطاوي فلو اقطع هذه المعادن الظاهرة لم يكن لاقطاعها حكم بل المقطع
وغيره سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اسکے عطا کا حکم جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہیں انتفاع میں فلو منعهم
المقطع كان بمنعه متعديا وكان لما اخذه مالكا لانه متعد بالمنع لا بالاخذ وكف عن المنع وصرف عن مداومة العمل لئلا يشتبه اقطاعه بالصحة او يصير منه في حكم الاملاك
المستقرة ذكره العلامة قاسم في رسالته احكام اجارة اقطاع الجندي پھر اگر لوگوں کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اسنے جسکو سلطان نے عطا
تو وہ منع کرنے کے سبب سے متعدی ظالم ٹھہریگا اور جو چیز کانوں سے لیگا اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جا
روکنے سے اور پھیرا جاوے دوام عمل سے اپنے ہمیشہ کانوں سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہ ہو یا وہ چیز اسکے ساتھ در حکم املاک
مستقرہ کے نہو جاوے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے ہم املاک مستقرہ وہ جو اسکی ملک میں ثابت ہے
داخل ہوں كذا في الطحطاوي وحريم بئر الناضح وهي التي ينزع الماء منها بالبعير كبئر العطن وهي التي ينزع الماء منها باليد والعطن مناخ الابل حول البئر اربعون
ذراعا من كل جانب وقالا ان للناضح فستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چالیس گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح کا اگر حریم ہو تو ساٹھ گز ہے
بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنی کھیت سینچنے کے واسطے كذا في العيني شرح الهداية اور بیر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی
بھرا جاتا ہے ہاتھ سے یعنی اونٹوں کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کے گرد وفي الشرنبلالية عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق
اربعين يزاد عليها انتهى لكن نسبه القهستاني لمحمد ثم قال يفتى بقول الامام وعزاه للتتمة ثم قال وقيل التقدير في بير وعين بما ذكر في اراضيهم لصلابتها وفي
اراضينا رخاوة فيزاد لئلا ينتقل الماء الى الثاني وعزاه للهداية وعزاه البرجندي للكافي فليحفظ اور شرنبلالیہ میں شرح مجمع سے یوں ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق
چالیس گز سے زیادہ ہو تو حریم چالیس گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن قہستانی نے اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم
چالیس گز سے زیادہ نہیں اور اسکو قہستانی نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار جو کہ فقہاء سابقین کی

اراضی مین تنگی کے سبب سخت ہونے اونکی اراضی کے اور ہماری اراضی مین نرمی ہی تو حریم پچاس گز سے زیادہ کرنا چاہیئے تا کنوئین کا پانی دوسرے کنوئین مین منتقل نہو جاوے
اور اسکو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور برجندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم تاتارخانیہ مین اور کبرے مین ہے کہ صاحبین کے
قول پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونون کا قول مفتی بہ ہے حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہوا تو اس تقدیر پر کا نو مسئلہ مین خلاف معنوی باقی نہ رہا
كذا في الطحطاوي اذا حفر بئرا في موات باذن الامام کنوئین کا حریم پچاس گز اسوقت ہے جبکہ کنوان زمین موات مین سلطان کے حکم سے کھودا ہو فلو في غير
موات او فيه بلا اذن الامام لم يكن الحكم كذلك كذا ذكره المصنف تو اگر کنوان موات مین نہو یعنی غیر شخص کی زمین مین ہو یا موات مین ہو بدون اذن سلطان
کے تو اسکا حکم ایسا نہوگا یعنی پچاس گز اسکا حریم نہوگا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین وعبارة القهستاني وفيه رمز الى انه لو حفر في ملك الغير لا حريم له
ولو حفر في ملكه فان من الحريم ما شاء والى ان الماء لو غلب على ارض تركها المالك او مات او انقرض اهلها ثم صيره احياء او فلو تركها الماء بحيث لا يعود اليها ولم يكن حريما
لعامر جاز احياؤها ونحوه اسنده الى المضمرات اور عبارت قہستانی کی یون ہے اور اسمین یعنی اسکے ماتن کے قول مین اشارہ ہے اس طرف کہ اگر کنوان کھودے غیر کی
ملک مین یعنی اسکے اذن سے تو وہ کچھ حریم کا نہین ہے الا باشتراط حریم كذا في الطحطاوي اور اگر اپنے ملک مین کنوان کھودا تو اسکو حریم رکھنے کا اختیار ہے
جتنا چاہے اور اسکی طرف اشارہ ہے کہ اگر پانی غالب ہو گیا زمین پر اور مالکون نے اسکو چھوڑ دیا یا وہ مر گئے یا منقرض ہو گئے تو اس زمین کا آباد کرنا
جائز نہین سو اگر پانی وہ زمین اس طرح چھوڑ دے کہ پھر اسکا عود زمین کی طرف نہوگا اور وہ زمین آبادانی کی حریم نہین ہے تو اسکا آباد کرنا درست ہے
اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے وحريم العين خمسمائة ذراع من كل جانب کالی انفیہ اور چشمہ آب کا حریم ۵۰۰ گز ہر جانب
چنانچہ حدیث مین وارد ہم ابو یوسف نے کتاب الخراج مین زہری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چشمہ کا حریم ۵۰۰ گز اور کنوان کا حریم
پچاس گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہے كذا في العيني شرح الهداية والذراع هو المكسرة وهو ست قبضات وكان ذراع الملك اي ملك الاكاسرة سبع قبضات
فكسر منه قبضة اور گز سے مکسور چھوٹا گز مراد ہے چھ مٹھی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی گز تھا سو اسمین سے ایک قبضہ یعنی مٹھی کم کر ڈالا گیا ویمنع غيره
من الحفر وغيره فيه لانه ملكه فلو حفر فللاول ردمه او تضمينه وتمامه في الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جاوے کنوان وغیرہ کھودنے سے حریم مین اسواسطے کہ
حریم تو چشمہ اور کنوئین والے کی ملک ہے تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنوان کھودیگا تو پہلے شخص کو اسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان تاوان لینا درست ہے اور اسکا
پورا بیان درر مین ہے ولو حفر الثاني بيرا في منتهى حريم البير الاولى باذن الامام فذهب ماء البير الاولى وتحول الى الثانية فلا شيء عليه
لانه غير متعد والماء تحت الارض لا يملك فلا مخاصمة كمن بنى حانوتا بجنب حانوت غيره فكسدت الحانوت الاولى بسببه فانه لا شيء عليه درر وزيلعي اور اگر دوسرے
شخص نے کنوان کھودا انتہا سے حریم مین یعنی پچاس گز کے بعد پہلے کنوئین سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئین کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئین مین منتقل ہو گیا
تو حافر ثانی پر کچھ تاوان اور مواخذہ نہین اسواسطے کہ وہ متعدی نہین ہے اور جو پانی زمین کے نیچے ہے وہ ملوک نہین تو اسکے ساتھ کچھ مخاصمہ نہین جس شخص نے بنائی
جیسے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو مین سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب کاسد ہو گئی جاری نہ رہی تو اسپر کچھ مواخذہ نہین كذا في الدرر والزيلعي
وفيه لو هدم جدار غيره فلصاحبه ان يواخذه بقيمته لا ببنا الجدار هو الصحيح اور زیلعی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کی دیوار گرا دی تو دیوار کے مالک کو اسکی قیمت کا
مواخذہ پہونچتا ہے نہ دیوار بنادینے کا یہی قول صحیح ہے وللحافر الثاني الحريم من الجوانب الثلاثة دون الجانب الاولى لسبق ملك الاول فيه اور انتہا
حریم کے اوپر سے کھودنے والے کا تین طرف سے حریم ہے نہ پہلے کنوئین کی جانب سے اسواسطے کہ حافر اول کی ملک اسمین سبقت کر گئی والقناة هي مجرى الماء
الارض حريم بقدر ما يصلحه لالقاء الطين ونحوه وعن محمد رح كالبير وهو ظاهر المتون كالعين وفي الاختيار فوضه لرأي الامام او لو باذنه والا فلا شيء ذكره البرجندي
اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اسکا حریم بقدر اسکے اصلاح کے ہے اندر کی مٹی ڈالنے کے واسطے اور مانند اسکے اور محمد رح سے روایت ہے کہ

کہ کاریز کا حریم کنوئین کے مانند چالیس گز ہے طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول شیخین رح کا بھی اور کاریز کا پانی اور کی زمین سے نکلکر ظاہر ہو گیا تو وہ حکم چشمہ کے مانند ہوگا یعنی پانچ سو گز اسکا حریم ہوگا اور اختیار مین کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور زمین تبع اسکا کچھ حریم نہین ایسا ذکر کیا ہے جزری نے وحریم شجر یغرس فی الارض الموات خمسة اذرع من کل جانب لیس لغیرہ الانتفاع فیہ اور جو درخت زمین افتادہ مین لگایا گیا اسکا حریم پانچ گز ہر ہر طرف سے ہے تو اور شخص کو جائز نہین کہ یہان درخت لگادے ولیس ما انتفع عنہ دجلة والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک حریما لعامر و جیحان دجلہ اور فرات کا پانی پھر آنا ممتنع ہو گیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہو ہم دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہین یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہو گیا اور پھر اس طرح ہٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہ رہی تو وہ زمین موات مین داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان حریما او جاز عوده لم یجز احیاؤه لانه لیس بموات پھر اگر زمین دریا پر حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد کرنا جائز نہین کیونکہ وہ زمین موات نہین ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم له الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک مین ہے اسکا حریم نہین امام رح کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا مسناة النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین رح نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے مسناۃ کی ملکیت ہے اسکے آنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کے واسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹ جائے تو اسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈ پر ڈالی جاوے وقدره محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وہو اوفق ملتقی وقدره ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد رح نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے ہر طرف سے اور یہی قول سہل و ہو اوفق ترجیح کذا فی الملتقی اور ابو یوسف رح نے اسکی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی مین ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام رح کے نزدیک حریم نہین مگر با قامت شہود اور صاحبین رح کے نزدیک حریم ہے محمد رح کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف رح کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی مین کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے ثابت ہے وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر مملوک له مسناة فارغة یلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناة عنده لصاحب الارض عنده اور قہستانی مین کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رح کا اس نہر مملوک مین ہے جسکی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اسکے متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت مین صاحبین رح کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام رح کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہے ہم اگر مینڈ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختون وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختون کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر عینی مین قاضی خان سے منقول ہے کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اسواسطے کہ ظاہر ارتفاع اسکا نہر کی مٹی سے ہے وفیہ معزیا للتصحیح ان له حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوه انتہی قلت وممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی مین تصحیح سے منقول ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کے واسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی مافی القہستانی مین کہتا ہون اور جن لوگون نے اتفاق نقل کیا ہے انہین سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب

یہ فصل ہے شرب کے مسائل مین ہو لغة نصیب الماء وشرعا نوبة الانتفاع بالماء سقیا للزراعة والدواب شرب بالکسر لغت مین عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع مین عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کے واسطے اور جانورون کے پلانے کے لیے والشفة شرب بنی آدم والبہائم بالشفاه اور لب سے بنی آدم کا پینا ہے اور لبون سے جانورون کا پینا ہے ہم یہان شرب بالفم مین مصدر ہے یعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کی اتحال ہے دفع تشنگی کے واسطے یا کھانا پکانے یا وضو یا کپڑا دھونے کے لیے اور بہائم کے حق مین شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ناقل عن القہستانی

کل ما علم سیجھ نہ پایا تو واجب اور ہر جاندار کے واسطے لب پینے کا حق ثابت ہی ہر پانی مین جو برتن یا مشک کے اندر بھر رکھا نہیں گیا ہو پانی مین حق عام اسقدر تک ہے جب
وہ اپنے مقام مین ہو یعنی دریا مین یا کنوئین مین اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مشک یا حوض مین بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا
اور مصنف رحمہ نے احراز کہا نہ اخذ اسمین اشارہ ہے کہ اگر کنوئین سے ڈول بھرا اور کنوئین کے منہ سے ہنوز جدا نہیں ہوا تو شیخین رح کے نزدیک بھرنے والا اسکا مالک
نہوگا جسوقت کہ احراز عبارت ہی ایک شی کے کرد جنبہ سے موضع محفوظ مین کذا فی الطحاوی و لکل حق الشفۃ فی ارضہ من بحر او نہر عظیم کدجلۃ والفرات و نحوہما لان الملک
بالاحراز ولا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہی سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ کہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند انکے
جیسا نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کے اسواسطے کہ آدمی کی ملک ایسا پانی مین احراز سے ثابت ہوتی ہی اور دریا اور نہر مین احراز نہیں ہوتا اسلیے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی
کے غلبہ کو مانع ہوتا ہی وکل حق الشرب لسقی ارضہ منہا ونصب الرحی الا ان یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس
والقمر والہواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لیجانا اپنی زمین سینچنے کو اور پنچکی قائم کرنے کے واسطے جائز ہو بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ ہو
اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اسوقت تک جائز ہی جبکہ کسی کو ضرر نہ پہنچے جیسے آفتاب و ماہتاب اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہی ضرر عام سے
خلق عام ... ضرر خلق کی یہ صورت ہی کہ پانی ... سے ایک طرف کنارہ توڑ کر ... اور اراضی غرق ہوجائین ... نہر کھودنا درست نہوگا ... دفع
ضرر کو کھودنا واجب ہی کذا فی الطحاوی عن خزانۃ المفتین لا لسقی دوابہ ان خیف تخریب النہر لکثرتہا ولا لسقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب
ونحوہا من نہر غیرہ و قناتہ و بیرہ الا باذنہ لان الحق لغیرہ فتوقف علی اذنہ اور جائز نہیں اپنے چوپایون کو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونے کا خوف ہو
جانورون کی کثرت کے سبب اور نہ زمین اور درخت و زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئین سے بلا اجازت اسکا
کے اذن سے اسواسطے کہ حق اس کا ہی تو انتفاع اسکے اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئین سے بلا اذن جائز نہیں ہی ...
اگر بلا اذن سینچیگا تو اسپر تاوان نہین اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اسکو تعزیر ... اگر مصلحت ... کذا فی الطحاوی عن الخانیۃ ولہ سقی شجر
او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ و اوانیہ فی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا یا ... سبزی کا غیر کی نہر یا کنوئین کا
پانی اٹھا لا کر گھڑون اور برتنون سے بلا اذن درست ہے صحیح قول مین اور بعضون نے کہا کہ درست نہین مگر مالک کے اذن سے ... اور ... مین قول ثانی کو صحیح کہا ہی
دونون قول صحیح مشہر ہے کذا فی الطحاوی والمحرز فی کوز وجب ... لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ بالاحراز اور جو پانی کہ گھڑے مین ہو رکھا
کوزے اور سبو وغیرہ مین تو اس سے فائدہ لینا جائز نہیں مگر اسکے مالک کے اذن سے ... کہ مالک ہو جانیکے بھر رکھنے سے ولو کانت البیر والحوض والنہر فی
ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنوان یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملکیت مین ہو اور کوئی شخص اسمین پانی
پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہی کہ اسکو اپنے ملک کے مکان مین داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب ہی سے پانی پا سکتا ہو ... متصل پانی اسکا ...
پیاسا ہے کا منع کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحاوی فان لم یجد یقال لہ اما ان تخرج الماء
الیہ او تترکہ لیأخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر ونحوہ لان لہ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار
سو اگر پانی کا طالب اسکے متصل پانی نپاوے تو کنوئین کے مالک یا مانند اسکے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جاویگا یا تو اسکو پانی نکال دے یا اسکو چھوڑ دے تا کہ
وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اسکے حوض کا کنارہ اور کرد نہ توڑ ڈالے اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جب پانی کا طالب متصل اسکے مباح پانی نپاوے
تو اسکو پانی پینے کا حق ثابت ہی بسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزون مین شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ ... مراد ...
اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرے اور اسپر اپنا قبضہ کرے ... تو وہ حق ہی اور وہ اسکا مالک ...

مالک نہیں اسکو اسکی ملک سے منع کرے وہ تملیک کرنا درست ہے گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خودرو ہو تو صاحب زمین اسکا مالک نہیں تو جو اسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اسکا مالک
ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگرچہ خودرو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اسکا مالک ہے اسکو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے
جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اسمیں سب شریک ہیں خواہ کوئی دوسرا آدمی آوے اور اسکے گرد بیٹھکر تاپنا چاہے یا اسکی روشنی میں کچھ سینا چاہے یا چراغ روشن کیا چاہے
تو آگ جلانے والا اسکو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک میں آگ جلاوے تو اسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں اپنا غیر کی
ملک سے جائز نہیں بدون اسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گانوں یا جماعت کی طرف مضر نہیں جب تک یہ معلوم ہو کہ یہ
انکی ملک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہوجاتا ہے اگرچہ اپنے سے نہ باندھی ہوں کذا فی الصغری وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک
اما ان تقطع وتدفع الیہ والا تترکہ لیأخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوے اگرچہ اپنی زمین میں اسکے
کریا تو گھاس کاٹ کر طالب کو دے اور نہیں تو اسکا روکنا چھوڑ تو وہ لے جتنا اسکا جی چاہے کذا فی الزیلعی ہم گھاس کاٹ کر دینا اسوقت ہے جبکہ قریب اسکے دوسری
زمین میں مباح گھاس موجود نہ ہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وہو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ
عنہ اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہوجانے سے پیاس سے تو اسکو اس سے لڑنا درست ہے
ہتھیار سے بدلیل اس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کطعام عند المخمصۃ درر لزوالہ
فضلہ عن حاجۃ لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر نحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی گھیر کر رکھا
برتنوں میں اور خوف ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے
جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر لڑنا اس شرط سے ہے جبکہ پانی اسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہوجانے اس شخص کے
بھر رکھنے سے تو پانی طعام کے مانند ہوگیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدون ہتھیار کے اس سے لڑے کیونکہ مانع مرتکب ہوا
گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے ادب اور زجر کے واسطے وکری نہر او حفرہ غیر مملوک من بیت المال فان لم
یکن شیء فی بیت المال فعلی یجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہاں یعنی بیت المال میں کچھ
مال نہ ہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اسکے کھدوانے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے یہ زبردستی ہے دفع ضرر کے واسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام الناس مصالح پر اپنے
واقف نہیں ہوتے ہیں لہذا سلطان کو انپر جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کے واسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک علی اہلہ ویجبر الابی منہم
علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا و صاف کرنا مٹی سے اسکے مالکوں پر ہے اور جو انمیں سے انکار کرے اسپر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص لا یجبر اور بعضوں نے
کہا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمیں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جسمیں شفعہ واجب نہ ہو اور اسکی تحدید میں اختلاف ہے بہتر قول اسمیں
یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہے اسمیں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اسمیں ہر شریک کے واسطے
شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کے واسطے خاص ہے کذا فی العینی وہل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے خرچ نہ کرنے والے سے پھر لینگے
یا نہیں ہاں اگر یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے
کھودنے کا خرچ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اسکا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں
حصہ ہے یہاں تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر رہیگا ہر شخص پر نواں حصہ فان جاوز ارض
رجل منہم بری من مؤنۃ الکری وکان الباقی علیہم کذا من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جاوے ایک شریک کی

زمین سے تو وہ بری ہو گیا اسکو دفع کرنے کا حق ہے اور ہمارے شہروں میں رسم ہے کہ باری باری پہلے اوپر والے کا حق ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب
برابر ہیں شریک ہیں ہم بہتر یوں کہتا کہ شارح کہتا الا فی استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اسلئے کہ حق شرب شریکوں کو
مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی ولا کراہی علی اہل الشفۃ اور مکروہ نہیں اور واجب نہیں پانی پینے والوں پر یعنی جو اسلئے کہ وہ نہر کے مالکوں کا حق ہے تو فقط باقی شرب
میں ہے جبکہ پانی موجود ہو وقیل یصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے استحسانا کہ ہم وجہ استحسان یہ ہے
کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت کا مالک ہو باری کا اسلئے کہ کبھی زمین بک جاتی ہے بدون پانی کی
باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون زمین کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیہا نہر واراد رب الارض ان لا یجری النہر فی ارضہ لم یکن
ذلک ترکہ علی حالہ اور جبکہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اسکی زمین میں نہر جاری نہ ہو تو اسکو
اس روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑ دے نہر کو اسکے قدیمی حال پر وان لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا فعلی الآخر فعلیہ البیان ان ہذہ النہر لہ وانہ
قد کان مجراہ فی ہذا النہر یسوقہ الی ارضہ لیسقیہا اور اگر نہر اسکے قبضہ میں نہ ہو اور نہ اسکی زمین میں جاری ہو تو دعوی کرنے والے پر گواہی ہے اور زمین میں جاری ہونا
اسکا جاری ہونا زمان ماضی میں معلوم نہ ہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا کہ نہر اسکی لازم ہے کہ یہ نہر اسکی ملک ہے یا اسکا پانی اسکی زمین میں جاری تھا اسکی زمین کی طرف
زمین سینچنے کے واسطے ہم قولہ واذا کان کا داخل ہے اور ہوا اسکا دعوی الک نہر میں ہو یا حق اجرا میں چنانچہ زیلعی میں ہے کذا فی الطحطاوی علی ہذا اذا
فی نہر او علی سطح او المیزاب والممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب یعنی اور اسی قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہو نہر میں یا چھت
وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہ سب مذکور دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہوں تو ان میں اختلاف تخاصم کا حکم پانی کی باری کے حکم کی مانند ہے
مراد پانی کے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا دھونے کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرتے ہیں یا اسکے گھر میں دوسرے
پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعوی کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہوں تو اسپر گواہ ہونا یا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نہر میں قوم
اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر اراضیہم لان المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انہوں نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں تو باری انکے درمیان میں انکی
اراضی کے ہوگی اسواسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اسکی زمین کے
ہوگا بخلاف اختلافہم فی الطریق فانہم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق بخلاف راہ کے اختلاف کے کہ وہ طریق کی
ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہے اور وہ متعلق نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے ولیس لاحدہم ان یشق نہرا فی النہر
الی شق سے نہر او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا یضر بنہر ولا باء ولا دالیۃ اور نہر کے شریکوں میں سے کسی کو درست نہیں ہے کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے یا اسپر پنچکی قائم
کرے مگر پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اسکی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نہ کرے کذا فی الوقایہ پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ
ٹوٹنے سے پانی بیکار بہ جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اسکی باری بدلنے میں
خلل واقع نہو او دالیۃ کنا عورۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈھیکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل تو ہر شریک کو جائز نہیں
او یوسع فم النہر او یقسم بالایام والحال انہ قد کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ وبفتحہا الثقب لان القدیم یترک علی قدمہ لظہور الحق فیہ یا ایک شریک
نہر کا دہانہ کشادہ کرنے یا پانی کی قسمت دنوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تھی بدر لقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اسواسطے کہ قدیم چیز
اپنی قدامت پر چھوڑی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہے کوہ کا بمعنی ثقب کا اصل اسکی ثقب بیت ہے لیکن یہاں
استعارہ ہے کشادہ کے مفاتح آب کے واسطے کذا فی المغرب اولیسوق نصیبہ الی ارض لہ اخری لیس لہا منہ ای من النہر شرب

یا شریک لیا ہے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اس نہر مشترک سے اسکے واسطے باری مقرر نہیں ہوئی الا برضاهم یتعلق بالجمیع اور مکروہ
جائز نہیں بدون رضامندی باقی شریکوں کے شارح نے کہا عدم رضا سے اشیاء مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر کا نکالنا اور پنچکی اور
پل وغیرہ اور جسر قائم کرنا اور دولابہ جمع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدون رضامندی شریکوں کے لیجانا درست نہیں
ولهم نقضه بعدها ای بعد الاجازة ولورثتهم من بعدهم اور شریکوں کو اجازت کے بعد اسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پھر روک دینا درست ہے اور شریکوں کے بعد انکے وارثوں کو
بھی یہی اختیار حاصل ہے ولیس لاعلی النہر ان یسکر بلا رضاهم وان لم یتضرر ... الملتقی اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا
بدون رضامندی شریکوں کے اگرچہ اسکی زمین سیراب ہوتی ہو بدون نہر باندھنے کے ... اور اگر شریک راضی ہو جاویں اسکے باندھنے پر بقدر
اسکے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری میں نہر باندھنے پر راضی ہو جاوے تو جائز ہے لیکن اگر تختوں وغیرہ کے روکنے سے پانی روکا جاسکے تو مٹی اور تیغہ سے
باندھنا درست نہیں بدون رضامندی شریکوں کے اور اگر سب شریکوں کی اراضی کو پانی نہ پہنچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے ابتدا کیجاوے
در ... ... بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہیں اعلے نہر کے لوگوں پر تا کہ وہ سیراب ہو جاویں کذا فی ...
والطریق ... مشترک اراد احدهم ان یفتح فیه بابا ... دار اخری ساکنها غیر ساکن هذه الدار التی مفتحها فی هذا الطریق ... بخلاف
ما اذا کان ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المارة لا تزید اور راستہ مشترک میں ... ... شریک ... چاہے کہ
دوسرے گھر کا دروازہ ... جسکا رہنے والا غیر ہو اس گھر کے رہنے والے کا جسکا دروازہ اس راہ میں ہے بخلاف اس صورت کے کہ دونوں گھروں کا رہنے والا
ایک ہی شخص ہو وہاں دروازہ لگانا اس راہ میں ممنوع نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں آمد و رفت کرنے والے زیادہ نہیں ہو جاتے ہیں اور پہلی صورت میں
زیادہ ہو جاتے ہیں اسلیے پہلی نا جائز ہوئی اور پچھلی جائز وتورث الشرب ویوصی بالانتفاع به اما الایصاء ببیعه فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے
پانی کی باری میں اور وصیت کیجاتی ہے اس سے نفع لینے کی لیکن اسکے بیچ کی وصیت باطل ہے ولا یباع الشرب ولا یوهب ولا یؤجر ولا یتصدق
لانه لیس بمال متقوم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی کما مر اور پانی کی باری بیچی نہیں جاتی اور اسکا ہبہ نہیں ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ صدقہ
دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہیں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ آگے آویگا ولا یوصی بذلک ... اور وصیت نہیں
کیجاتی اسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی ولا یصلح ... بدل خلع وصلح عن دم عمد ومهر نکاح وان صحت ... الاشیاء ... بالشروط الفاسدة
... باطل ... بیع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہیں رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونے کے
خون سے اور نہ لیاقت رکھتا ہے نکاح کے مہر ہونے کی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاوینگے باری سے ... اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط
فاسدہ سے باطل نہیں ہو جاتی پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہیں کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہیں ... یہاں تک کہ اگر ایک شخص
مرگیا اور اسپر قرض ہو تو اسکے دین میں باری بدون زمین کے نہیں بیچی جاویگی فالوجه ... ان یضم ... الی ارض ... فیباع ... الی ان یقضی
دینه ... الامام ... ارضا لا شرب لها ... فیضمه الیها فیبیعهما ... فیصرف ... ما یخص ...
المیت ... فی الزیلعی ... زمین ... باری ... ایک باری کا پانی ... پانی ہر باری
میں ... یہاں تک کہ ... اور بعضوں نے کہا کہ حاکم اس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جسکی باری نہیں ہے تو میت کی باری کو اس
زمین کے ساتھ ملا دے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیچ کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے
ساتھ اسکی قیمت کتنی ... تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا بیان ... زیلعی میں ہے یعنے اگر مثلا زمین کی قیمت بدون باری کے

سو درم ہوا اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف ہون ولا یضمن من ملا ارضہ او فسدت ارض جارہ او غرقت
لانہ متسبب غیر متعد وہذا اذا سقاہا سقیا معتادا تحتملہ ارضہ عادۃ والا یضمن وعلیہ الفتوی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین میں پانی بھرا ہو جسکے
پڑوسی کی زمین نے اسکا پانی سوکھ لیا یا اسکی زمین غرق ہوگئی اسلیے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہے اور متسبب پر تاوان اسوقت ہوتا ہے جبکہ تعدی
ثابت ہو اور یہ یعنے عدم تاوان اسوقت ہے جبکہ اسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اسکی زمین اسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت
سے زیادہ اسنے پانی بھر لیا ہو وے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہوگئی ہو تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرۃ ہذا اذا سقی
فی نوبتہ مقدار حقہ واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ یضمن علی ما قال اسمعیل الزاہد قہستانی اور ذخیرہ میں ہے اور یہ یعنے عدم تاوان اسوقت
ہے جبکہ اسنے اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر باری کے سوا سے سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اسپر
تاوان لازم ہوگا بموجب قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القہستانی ولا یضمن من سقی ارضہ او زرعہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ الاصل
وعلیہ الفتوی شرح وہبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما انہ غیر متقوم اور تاوان نہ دے وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری
بدون اسکے اذن کے اصل کی روایت میں اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہیں کہ مذکور ہو چکا کہ
پانی مال متقوم نہیں ہے ولو تصدق بنزلہ حسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فان الدابۃ اذا اعتلفتہ صار مستہلکا آخر قہستانی
اور اگر اسکے پیدا ہو وے غلہ یا پھل کو خیرات کر دے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اسمیں بر خلاف غصب کیے چارے کے
جب جانور موٹا ہو گیا چارا کھانے سے تو چارا معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بن گیا یعنے خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القہستانی فان تکرر ذلک
لا ضمان وادبہ الامام بالضرب والحبس ان رای الامام ذلک خانیہ وتمامہ فی شرح الوہبانیہ پھر اگر یہ یعنے غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہوا
شخص سے تو تاوان نہیں اور تعزیر دے اسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان
شرح وہبانیہ میں ہے وقال وجوز بعض مشائخ بلخ بیع الشرب لتعامل اہل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اہل بلدۃ واحدۃ اور
وہبانیہ نے کہا اور بعض مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے سبب سے
اور یہ تجویز توڑی گئی ہے اس طرح کہ یہ ایک شہر والوں کا رواج ہے یعنے اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک نہیں ہوتا وفی الناصحی انہ [illegible]
ذکرہ فی جواہر الفتاوی قال وبہ عقد الحکم بصحۃ بیعہ [illegible] اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اسکے تاوان کا یعنے جو غیر کا پانی بلا اذن لے یہ مذکور ہے جواہر الفتاوی
میں اور یہ کہا ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اس فتوی میں ناصحی متفرد ہے تو عدم ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان
ہے چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم نہ کرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الہدایۃ
وشروحہا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارض نفسہ بماء غیرہ ضمنہ وبہ جزم فی النقایۃ ہہنا فافہم میں کہتا ہوں اور ہدایہ اور اسکی شروح
میں بیع فاسد سے یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے
نقایہ میں یہاں سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام میں جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت قدمنا ان
علیہ الفتوی فتنبہ میں کہتا ہوں اور ہم اوپر مذکور ہو چکا وہ قول جسپر فتوی ہے تو خبردار رہ ہم مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے
مذکور ہو چکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ [illegible] اور وہبانیہ میں ہے [illegible] والا یہ کی
باری سے ضامن نہیں او بعضوں نے اسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے [illegible] الشرب الذی [illegible]

دونوں اذن یفتر + اور فقہا نے اس مٹی کا لینا جو نہر کے جوانب پر ہو تجویز نہیں کیا ہے بدون اذن مالک کے جو تماشت کرے لینے کو + ولو حفر وا نہرا و القوا ترابہ فلا فی حریم لیس بالنقل یوجر + اور اگر لوگوں نے نہر کھودی اور اسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے وہاں سے اٹھانے کا حکم نہ ہوگا ھم دوسرا اسکی یہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہو دوسرے شخص کی زمین میں اور ان لوگوں نے نہر کی مٹی اسکی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہو تو صاحب زمین مٹی اٹھانے کا اسے مواخذہ نہیں کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ اسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے وہبانیہ کی دو جدولوں میں مذکور ہیں شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت میں بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم و نستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاشربہ

یہ کتاب ہے پینے کی چیزوں کے احکام میں یعنی اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی وجہ بیان ظاہر ہے اسلئے کہ خمر ام الخبائث ہے اور عقل اشرف الاشیاء ہے جس سے آدمی ممتاز ہوتا ہے اور اسی سے حفاظت ہر شئی ہوتی ہے لیکن خمر اگلی امتوں پر مباح تھی انکی طول اعمار و صباحت ابدان کے سبب تو سبب ان کی قوت کے شراب کچھ مختل نہ تھی اور انپر مستی غالب نہ ہوتی تھی تو اسکی اباحت میں اُنکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب اور یہ امت کم عمر ضعیف البدن ہے تو انپر مستی غالب ہو جاتی ہے شرب قلیل سے بھی اسلئے اس امت کے حق میں یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر انپر حرام ہو اور ابتداء اسلام میں اسی سبب مباح ہوئی تھی تاکہ فساد خمر کو معائنہ کر لیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے جو چیز حرام ہے اسکے لائق تھی کذا فی العینی الطحطاوی نے کہا کہ اسی اور تناسب ہے وہ یہ کہ حرام تھا خمر کا کھولنا بھی یعنی اس سے جو چیز حرام ہے انکی تعظیم اور تکریم کے واسطے تا امر قبیح میں واقع نہوں کیونکہ یہ امت مشہود بالخیر ہے جمع شراب الشراب لغۃ کل مائع یشرب و ہو للا مالا یمکن فیہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب میں عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پی جاوے چنانچہ پانی اور رس اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہے جو نشہ کرے بست اور بیہوش کردے ہم عروہ ہندوستان پہنچ ایسا کہتے ہیں جو دیگ میں ڈال کر بطور عرق کے کشید ہو اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا والمحرم منہا اربعۃ انواع اور شرابوں میں چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ہم اصول اشربہ چار چیزیں ہیں ایک ثمار یعنی پھل مثل انگور اور کھجور اور منقیٰ یعنی انگور خشک جسکو اہل ہند منقیٰ کہتے ہیں یا کشمش جو سب یعنی گیہوں اور جو اور جوار تیسرے شیرین چیزیں چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھے الیان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ سو انگور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور پختہ یعنی پختہ اور منقیٰ سے دو شرابیں بنتی ہیں یعنی نقیع اور نبیذ اور کھجور سے تین شرابیں بنتی ہیں یعنی سکر اور فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہ سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اسکے چند قسم کے ہیں تو یہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اسکو عصیر کہتے ہیں جب تک وہ شیرین ہے پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اسکا نام خمر ہے اور جب کھٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تھوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اسکا نام باذق ہے اور اگر یہاں تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈال کر پتلا کیا پھر اسکو پکایا تو اسکا نام پختہ ہے اور اسکو یعقوبی اور ابو یوسفی بھی کہتے ہیں اسلئے کہ ابو یوسف رح نے ہارون رشید کے واسطے اسکو مرتب کیا تھا اور جمہوریا اور حمیدی بھی اسکو بولتے ہیں اور منقیٰ سے نقیع اور نبیذ بناتے ہیں نقیع یہ کہ منقیٰ کو پانی میں چند روز تر رکھا یہاں تک کہ پانی شیرین ہو گیا اور نبیذ یہ کہ منقیٰ کا پانی تھوڑا پکایا گیا اور کھجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہیں سکر کچا پانی ہے تر کھجور کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کھجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کھجور کا پانی ہے جو تھوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی و قاضی خان الاول الخمر وہی النی من ماء العنب اذا غلی و اشتد و قذف ای رمی بالزبد اول ان چار حرام شرابوں سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کھاوے اور اُبلے اور تند ہو جاوے اور جھاگ ڈالے

۱۱۰

شارح نے کہا کہ بکسر نون اور تشدید یا ہی تحتانیہ ہی اور زبیب بفتح زا معجمہ و با موحدہ عبارت ہی رخوہ سے اور رغوہ کو ہندی مین جھاگ اور پھینا کہتے ہین جوش سے
مراد جوش کامل ہی اس طرح پیرکہ نیچے کا پانی اوپر ہوجاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہی جوش کہا نفکی جس سے
مستی کردینے کی قوت حاصل ہوجاوے اور بعضون نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہی جو شارب کے حواس کو فہم اور درک سے روکے اور بعضون نے کہا
مطلب اسکا یہ ہی مست کردینے کی دریافت مراد ہی کذا فی بنایة العینی ولم یشترط القذف بالزبد فی الثالثة وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وبہ قال المصنف کما فی الشرنبلالیہ
عن المواہب وبالاول اخذ صاحبین رح نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہین کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے خمر حاصل ہوجاتا ہی بدون
جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہی تینون اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر نے لیا ہی اور یہی قول ظاہر تر ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے منقول ہی
اور آگے آویگا جو اس مطلب کا مفید ہی یعنی فتوی امام کا قول حرام اذا غلی واشتد ہی صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ لذت سکر ہی اور قوت سکر اشتداد سے حاصل
ہوجاتی ہی اور یہی موثر ہی القاع عداوت اور نماز سے روکنے مین اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہی اسکو مستی پیدا کرنے مین تاثیر نہین اور امام اعظم رح کی دلیل
یہ ہی کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہی اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہی اسواسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہوجاتا ہی کدر سے اور احکام شرعی جو خمر سے
متعلق ہین وہ قطعی ہین چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکے لہذا انہا احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد قال فی الخزانة علیہ الفتوی اور
کبھی خمر کا اطلاق ہوتا ہی غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے کہ ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یہاں تک کہ متغیر ہوگئی اور اختمار بار سے ہی
لئیر سے اور بعضون نے کہا کہ خمر نام ہوا اسکی مخامرت کے سبب عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہی قول اول امام کے موافق ہی اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہی اسواسطے
کہ نزدیک انکے ہر مسکر خمر ہی اور دلیل انکی وہ احادیث ہین جو اطلاق کی مفید ہین چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر و کل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہی کہ جو لغت خمر کی ہی
کی ہی اسپر اہل لغت کا اتفاق ہی اسکے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ ذالک کہتے ہین تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہی نہ باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم
وغیرہ محمول ہی یا بیان حکم پر محمول ہی کذا فی الزیلعی اور خمر کی تفصیل اسکی کتب مطولہ مین ہی ثم شرع فی احکامہا العشرة فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع لعینہا اہ
انتہا پھر مصنف رح نے خمر کے دس حکمون کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہی بجہت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام ہی نشہ کرنے
کے باعث سے ہم بعضون نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہین اسواسطے کہ قلیل مسکر نہین جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہی اسمین قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہی
اسلیے کہ قرآن مین خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہین چنانچہ لحم خنزیر کو رجس فرمایا ہی تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی مین برابر ہین اور حرام ہونے مین
یکسان وفی قولہ تعالے انما الخمر والمیسر الایة شمر دلائل علی حرمتہا مبسوطة فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت مین دس دلیلین خمر کے حرام ہونے پر
مجتبی وغیرہ مین مشرح مذکور ہین ہم دلائل مذکورہ یہ ہین اخمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمایا اسکو رجس یعنی نجس العین کہا اسکو اعمال شیطانی سے
شمار کیا اسمے اجتناب کا حکم کیا اجتناب خمر پر فلاح معلق کی شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہی خمر سے ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہی اسکے سبب سے
اور روکتا ہی یاد خدا سے اور روکتا ہی نماز سے انتہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدید کذا فی الحلبی وہی نجسة نجاسة غلیظة کالبول اور خمر نجس بنجاست غلیظہ ہی
پیشاب کے مانند اسواسطے کہ اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہی ویکفر مستحلہا اور کافر ہوجاتا ہی خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا
منکر ہوا وسقط تقومہا فی حق المسلم الا المالیتہا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہی نہ مالیت اسکی صحیح تر قول مین ہم مال تام
مسلمان کے حق مین اسواسطے نہین کہ حق تعالے نے اسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہی اور خمر کی مالیت ہونے مین اختلاف ہی
اور صحیح تر قول یہ ہی کہ وہ مال ہی بسبب میلان طبایع کے اسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو بسقی دواب او لطین او نظر للتلہی او فی دواء او دہن او طعام
او غیر ذالک اور حرام ہی فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانورون کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا تماشے کے واسطے

بادہ میں اسکا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے الا للتخلیل او لخوف العطش بقدر الضرورۃ فلو لا دفع بہ حد یجبیہ کہ خمر کا
سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پیا یہاں تک کہ نشہ ہوگا تو اسپر حد ماری جاویگی کذا فی المجتبیٰ ولا یجوز بیعہا
لحدیث مسلم ان الذی حرم شربہا حرم بیعہا اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جسنے اسکا پینا حرام کیا ہے اسنے اسکا بیچنا بھی
حرام کیا ہے صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد شراب کی مشک تحفہ لایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ نے فرمایا کہ تجھکو کیا معلوم نہیں
کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا پینا حرام کیا ہے پھر اسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اسنے کہا کہ میں نے
اسکو بیچ ڈالنے کا امر کیا ہے تب یہ حدیث فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اسنے اسکا بیچنا حرام کیا پھر اس مرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اسمیں خمر تھی سب
جاتی رہی کذا فی العینی ویحد شاربہا وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاے گی خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاے اس سے ہم باوجود عدم سکر حد
لازم ہے اسواسطے کہ اسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہے مسند [illegible] میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مرد
خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر رکھتا ہے تو اسپر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں پھر اگر اسنے پی تو اسکی نماز چالیس رات مقبول نہیں ہوتی اور اگر
اسکو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ویحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو
حد ماری جاتی ہے جبکہ اسکو بیہوشی اور نشہ ہو جاے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے تو حد ماری جاویگی اسپر جو مست ہو جا
ان شرابوں کو پیکر جو بنائی جاتی ہیں جو سے اور شہد اور دودھ اور انجیر سے اسواسطے کہ فاسق لوگ اکثر انہیں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانہ میں اور لہو و لعب کا
قصد کرتے ہیں اور اسکے پینے سے مست ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ولا یوثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اسکے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا ہم
یعنی پکانے سے اسکی حرمت زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا تو شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کے واسطے ہے نہ اسواسطے کہ اسکی حرمت کو باطل کرے ستحرمت
کے ثابت ہو جانے کے بعد یعنی خمر ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی الا انہ لا یحد فیہا ما لم یسکر منہ
لاختصاص الحد بالنئ ذکرہ الزیلعی وسیظہر لمصنفنا وفقہ ما فی القنیۃ والمجتبیٰ ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد
ما لم یعضدہ نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے پر حد ماری نجاویگی جب تک اس سے مست نہو کا سبب مخصوص ہونے حد کے
کچی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف رح نے اپنی شرح میں اور وہ جو قنیہ میں کہا ہے اس قول کو جو قنیہ اور مجتبیٰ میں ہے یعنی جب خمر
پکائی گئی اور اسکی تلخی دور ہو گئی تو حلال ہو جاتی ہے پھر مصنف نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جائے اسکے قول کی طرف جو صاحب قنیہ نے
قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جب تک کہ اسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تفصیل میں ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ہم
خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی رح کا یہ ہے کہ اسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پیے یا بہت چنانچہ
فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول ہے اور اسی طرح قاضی خان اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ
اس سے اوصاف خمریت کے یعنی تلخی اور مست کر دینا زائل ہو جاے کیونکہ اسکی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اسکی حقیقت بدل جاتی ہے
اور یہ جو صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اسکی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب اور استحالہ نہیں پایا گیا
جو مقتضی ہے اباحت کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اسکی حلت کے اثبات میں اثر نہیں بخلاف ام سکہ نہیں اسلیے کہ موثر انقلاب ہے طبخ کی اسمیں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی
الطحطاوی ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو باحتقان و اقطار فی احلیل نہایہ اور جائز نہیں خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا
کہا ہے مصنف رح نے شرح میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی جاے کذا فی النہایہ ہم ہر چند حقنہ وغیرہ میں استعمال

سا سرکا نہیں لیکن نشہ میں لانے والی ہو سے پہلے درست نہیں کہ اسطرح اسکا سرکہ اور پاس پینا ڈالنا جائز نہیں ہے چھوڑ دینا اولی طرح فیہا فلا بأس
اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگر چہ کوئی چیز یا نمک وغیرہ کے ڈال کر سرکہ بنانے بخلاف شافعی رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جاتا تو حلال ہے اور نمک
وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہیں پھر جب خمر سرکہ ہو گئی تو جہاں تک سرکہ ہے وہاں تک برتن پاک ہو گیا اور اسکی اوپر کی جانب اسکی تبعیت سے پاک ہو گئی ہیں
فے اسیچھنا وے سے نقل کیا اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الطلاء بالکسر وہو العصیر یطبخ حتی یذہب اقل من ثلثیہ ولیسکر
ان ہذا یسمی الباذق اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے طلاء بالکسر ہے اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کم جل گیا اور وہ مسکر ہو گیا
اور مصنف رحمہ نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اسکا نام باذق ہے نہ طلاء اور ہدایہ میں کہا ہے یہ اسطرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کم جل گیا وہ باذق ہے اور
قاضی خان نے فتاوی میں دو تہائی کی قید نہیں بلکہ یون کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ باذق ہے طحطاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ قول
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جل جاوے گا تو بہت تک شیرین ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بیشک غلیان اور اشتداد کے سبب تک نشہ لانیوالا
شیرین ہے نہیں رہے کے نزدیک حلال ہوئی فالحمد والله الطلاء وقد تقدم ان بعض اعیان باقی و سبب ثلثاہ ذہب ثلثہ وصار مسکرا
وہو الصواب کما جری علیہ صاحب الہدایہ وغیرہ یعنی فی التسمیہ الا فی الحکم لان حل ہذا المثلث المسمی بالطلاء عند المصنف کما سیجیء
رضی اللہ عنہ کانی الشرنبلالیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ طلاء وہ مشروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اسکی دو تہائیاں جل جاویں اور ایک
تہائی باقی رہے اور وہ مسکر ہو جاوے اور اسی مشروب کو طلاء کہنا حق ہے چنانچہ صاحب ہدایہ وغیرہ اسی پر چلے ہیں یعنی نام رکھنے میں نہ کہ حکم میں لیکن
صاحب ہدایہ وغیرہ نے اس مثلث کو طلاء کہا ہے اور اسکو حرام نہیں کہا پھر اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جسکا نام طلاء ہے نزدیک مصنف کے آتا ہے
رضی اللہ عنہم کے پینے سے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے حاصل یہ ہے کہ طلاء تفسیر اول لیکر باذق حرام ہے اور طلاء تفسیر ثانی یعنی مثلث اسکا حلال ہے
مثلث حرام نہیں الا بقدر مسکر کذا فی الطحطاوی وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ہذا بطلاء البعیر وہو القطران الذی یطلی بہ الاجرب
مثلث کا نام طلاء رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے اس قول کے سبب کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کے طلاء کے ساتھ اور طلاء اونٹ کا
جو خارشتی اونٹ کو ملا جاتا ہے اور طلاء بالکسر قطران ہے اور قطران بفتح وکسر وہ چیز ہے جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہے حاصل یہ ہے کہ مثلث
مشابہ تھا طلاء سے لہذا اسکو فاروق اعظم رضی نے فرمایا تو سمجھا ہے کہ اطلاق الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ المصنف کا حکم یعنی اور اسکی نجاست
طلاء کی بنا بر تفسیر اول چنانچہ مصنف رحمہ نے کہا ہے خمر کے مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے اور طلاء بتفسیر اول یعنی دو تہائی سے کم جلا ہوا
نجاست غلیظہ ہے اور بتفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہے تو طاہر ہے والثالث السکر بفتحتین وہو النی من ماء الرطب اذا اشتد
وقذف بالزبد اور تیسری قسم محرمہ سے سکر ہے اور سکر بفتح سین وکاف ہے اور وہ کچا رس ہے کچی تر کھجور کا جبکہ وہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی
اور نہیں قوت اسکار کی حاصل ہو اگر شیرین ہو گا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والرابع نقیع الزبیب وہو النی من ماء الزبیب
بشرط ان یشتد ویقذف بالزبد علی الغلیان اور چوتھی قسم محرمہ سے نقیع زبیب ہے یعنی منقی کا بھگویا ہوا پانی اور وہ کچا پانی ہے منقی کا یعنی جس پانی میں انگور
خشک کو چند روز بھگو رکھا جاوے بشرطیکہ جھاگ ڈال لے جوش کھانے کے بعد والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینوں مذکورہ
شراب یعنی باذق اور سکر اور نقیع زبیب حرام ہیں جبکہ جوش کھاویں اور شدت پکڑیں والا لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور شدت نہ ہو تو بالاتفاق حرام نہیں
ہے امام رحمہ کے نزدیک اسواسطے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور شدت اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اسوجہ سے حرام نہیں کہ
شرط حرمت کی غلیان اور شدت ہے سو حاصل نہیں ہوئی ان قذف بالزبد اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے امام رحمہ کے مذہب پر

تو ظاہر ہو اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اسلیے حرام ہو کہ جب فقط غلیان اور شدت اوپر جوش ہولی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہوگی ظاہر کلام بقیۃ
المتون انہ اختار ہہنا قولہما قالہ المصنف ثم قال القہستانی وذکر الاتقانی ہنا انہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور ماتن کا ظاہر کلام باقی اور متنوں کے مانند یہ ہو
کہ انھون نے اس مقام میں صاحبین رحمہ کا قول پسند کیا ہو کہ فقط غلیان اور شدت اوپر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو ذکر نہین کیا ایسا کہا ہو مصنف نے پھر ان
قہستانی نے کہا کہ اتقانی نے یہان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہان
اسکے ذکر کی ضرورت نہ تھی انتہی اقول اس سے ظہر اور ہنا ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف رحمہ کی غرض سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہو انتہی کہ اسنے سکر کی حرمت میں جھاگ
ڈالنے کو بیان کے بعد ذکر کیا ہو تو یہی قید نقیع زبیب میں بھی جاری ہوگی انتہی کہ دونون میں کیا ان خلاف ہو ولم یبین حکم نجاسۃ السکر بالنقیع ومفاد کلامہ
انہا خفیفۃ وہو مختار السرخسی والمختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف رحمہ نے سکر نقیعین اور نقیع کی نجاست کا جو بیان نہین کیا اور اسکے کلام سے ایسا
ظاہر ہوتا ہو کہ دونون کی نجاست خفیفہ ہو اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی رحمہ کا مختار ہو اور ہدایہ مین یہ اختیار کیا ہو کہ نجاست غلیظہ ہو وحرمتہا دون حرمۃ
الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اشربہ ثلاثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی کمتر ہو خمر کی حرمت سے تو انکا حلال جاننے والا کافر نہ ہوگا
اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب سے ہو اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہو ہم کہتے ہین ہو کہ تکفیر کو اکفار سے کہنا بہتر ہو تکفیر سے اسواسطے کہ اول
نسبت الی الکفر مین خاص اور ثانی مشترک ہو اور خاص دلالت مراد مین اولی ہو مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر
والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار مشروب حلال ہین اول نبیذ تمر اور زبیب ہو یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا
پانی جبکہ تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہان تک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اسکا پینا حلال ہو اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے ہم اشتداد کے ساتھ قذف کو
ذکر نہین کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ مزنین ہو عینی نے کہا اتفق من التمر کی حرمت مین احادیث وارد ہین اور اسکی حلت مین بھی احادیث وارد ہین
تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جاتا ہے وہذا اذا شرب منہ بلا لہو وطرب فلو شرب للہو فقلیلہ
وکثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت نبیذ اور تمر اور زبیب کی اسوقت ہو جبکہ وہ پیا جاوے بغیر لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کے واسطے شرب ہوگا تو اسکا
قلیل اور کثیر سب حرام ہو ہم مختار مین ہو کہ طرب سبکی ہو جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہو در مین کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص
نہین بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقون کی وضع پر تو حرام ہو وما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم
اور یہ حلت اسوقت تک ہو جب تک وہ نشا نکرے تو اگر اسقدر پیئے گا جسقدر کے پینے سے اسکے نشا کرنے کا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ہم
یعنی قدح اخیر جسنے نشا کر دیا وہ حرام ہو نہ مشروب تمامہ بحر رائق مین ہو کہ جتنے نو پیالے پیئے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اسکو نشہ نہوا پھر اسنے دسوان پیالہ
پیا سو اسنے نشا کیا تو حرام دسوان پیالہ ہو نہ اسکے پیالے ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے پیا تو قدح اول ہی حرام ہو اور وہان کا بیٹھنا
حرام اور اسکی طرف چلنا حرام ہو کذا فی الطحطاوی والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد یحل بلا لہو اور اشربہ حلال سے
مشروب ثانی خلیطین ہو یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد ہین حاصل ہو ہو حلال ہو
بدون لہو لعب کے ہم حلت کی دلیل وہ حدیث ہو جو ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہو کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
و اصحابہ وسلم کے واسطے برتن مین ڈالتے تھے اور پانی اسپر ڈالتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو
بھگو رکھتے اسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث مین خلیطین سے نہی وارد ہو وہ تنگی کی حالت پر محمول ہو تاکہ دو نعمتون کا اجتماع نہووے اور
حالانکہ پڑوسی محتاج ہو بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی مین تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو

كذا فى الطحطاوى والثالث نبيذ العسل والتين والبر والشعير والذرة تحل سواء طبخ اولا بلا لهو وطرب اور شربت حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہوں اور جو
اور جوار کا نبیذ یعنی خیسانده ان چیزون کا حلال ہے خواه پکایا گیا ہو یا نہیں بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبي وان اشتد وهو ما طبخ من ماء العنب
حتى يذهب ثلثاه ويبقى ثلثه اذا قصد به استمراء الطعام والتداوي والتقوي على طاعة الله ولو للهو لا يحل اجماعا اور شربت حلال ہے چوتھا شربت مثلث
انگوری ہے اگرچہ اسمین اشتداد حاصل ہوا ور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہان تک کہ اسکی دو تہائیان جاتی رہین اور ایک تہائی باقی رہ جاے
یہ اس وقت حلال ہے جبکہ اسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو و لعب کے واسطے پیتا ہو تو شیخین رح
اور محمد رح سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ہم شیخین رح کے نزدیک مثلث عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد رح اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک
حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخین رح کے ایک دلیل یہ روایت ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ پہنچی وہ کتاب جو امیر المومنین فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے ابو موسی اشعری کو لکھا تھا پڑھا اسمین یہ تھا کہ شام کا قافلہ شراب پکایا ہوا بطلاء اسود لایا طلاء ابل کے مانند یعنی گاڑھا سیاه رنگ … ہو گیا
کہ تم اسکو کتنا پکا لیے ہو سو انھون نے مجھکو خبر دی کہ دو تہائیان … ہین اسکے دو ثلث خبیث واسطے ہے ایک ثلث اسکا … اور
سکر کا سو اپنے لوگون سے حکم کرو کہ اسکو پیا کرین اور دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنے مشروب کو تم پکاو یہان تک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے
سو شیطان کے دو حصے ہین اور تمھارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اسکا پینا حلال نہین
سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف رح کے خلاف کرتے ہو سو جواب دیا کہ وه ہضم طعام کے واسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ مین لوگ لہو و لعب اور فسق و فجور کے واسطے
پیتے ہین ابو یوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر کشتی کے واسطے مثلث سے تو قلیل او کثیر سب حرام ہے اور وہان کا بیٹھنا اور اسطرف کا چلنا حرام ہے اور امام اعظم رح سے روایت ہے
کہ مین نبیذ تمر کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اسکو استعمال کرتے تھے اور مین اسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہی والخامس صح بيع
غير الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو شراب مذکور ہو چکے انکی بیع صحیح ہے ہم یعنی شراب … یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین رح کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے
اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے کذا فی الطحطاوی ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون قلت وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز فكتب لا يجوز فيحمل ان مراده
بعدم الجواز عدم الحل قاله المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون
اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنف رح
نے شرح مین وتضمن هذه الاشربة بالقيمة لا بالمثل لمنع المسلم عن تمليكه عينه وان جاز فعله اور تاوان دیا جائیگا ان شرابون کا بسبب تلف کرنے
کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین اسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ہم جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت
مراد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الصليب حيث تضمن قيمته صليبا لانه مال متقوم في حقه وقد امرنا بتركهم وما يدينون زيلعی بر خلاف اتلاف صلیب کے یعنی
اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیب تلف کر ڈالے تو اسکے مانند صلیب کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلیے کہ صلیب مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور
ہین انکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمها محمد اي الاشربة المتخذة من العسل والتين ونحوها قاله المصنف مطلقا قليلها وكثيرها وبه يفتي
ذكره الزيلعي وغيره اور حرام کہا ہے انکو محمد رح نے مصنف رح نے شرح مین کہا یعنی جو شراب ہین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور انکے مانند سے وه محمد رح
کے نزدیک مطلقا حرام ہین خواه قلیل ہون خواه کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیره نے ہم قہستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ حبوب اور … کا
نبیذ یعنی انکا بوزه بشرط مذکور شیخین رح کے نزدیک حلال ہے تو جو انکو پیکر مست ہو اسپر حد نہین اور اسکی طلاق واقع نہین اور محمد رح کے نزدیک وه
حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہے اور محمد رح کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کفایہ وغیره مین ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ مین یہی ہے کہ …

مذکورہ سے جو نشا لاوے علی العموم اسکا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی ہر نشہ کرنے والی چیز خمر ہے اور
ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد رح و ابن ماجہ رح و دار قطنی کی ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتویٰ محمد رح کے
قول پر ہے اور بزازیہ میں ہے کہ محمد رح کے نزدیک قلیل اسکا اور کثیر سب حرام ہے فقہا نے کہا اور ہم محمد رح کے قول کو لیتے ہیں اور محمد رح کا مذہب یہ ہے کہ وہ نجس ہے جیسا کہ مذہب
شافعی رح اور مالک رح اور احمد رح اور داؤد رح ظاہری کا ہے انتہی اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا چار اشربہ حلال میں ہے اور شربہ بعد میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین رح اور
محمد رح کے حرام ہے کہ اسقدر پینا نشہ ہو اگرچہ حد لازم نہ ہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصراً و مختارہ شارح الوہبانیۃ و ذکر انہ مروی عن الکل و اقرہ المصنف کیا ہے محمد
کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین رح اور محمد رح سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہوئی شرح وہبانیہ
میں حاویہ سے یوں مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ اسنے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہے اور اسواسطے کہ جس سے
نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوئی تاکہ اسکے پینے سے لوگ باز رہیں تا روے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہے خمر کے
سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحطاوی ملخصا فلذا قال وفی عصرنا فافتی بحد و اوقعوا طلاقا لمن سکر کما فی الحب سکر کوچن کلام پیری وافتی محمد بتحریم باذق قل
وہو المختار و شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یوں کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہے اور علما نے طلاق واقع کردی ہے اس شخص کی جو اناج کی
شراب یعنی بوزے سے مست ہو اور شیخین رح اور محمد رح سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد رح نے قلیل کے بھی تحریم کا فتویٰ دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے
وفی طلاق البزازیۃ وقال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وہو نجس ایضا ولو سکر منہا المختار فی زماننا لزوم الحد وفی الملتقی و وقوع طلاق من سکر منہا تابع
للحرمۃ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ہو عند قصد التقوی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعا انتہی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور بزازیہ
کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمد رح نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے
زمانہ میں قول مختار یہ ہے کہ اسپر حد جاری ہو اور ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہو اسکے پینے سے تو اسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہے
اور سب مسکرات حرام ہیں محمد رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل
اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہے انتہی ما فی الملتقی اور پورا اسکا بیان اس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القہستانی ان لبن
الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لہما والسکر منہ حرام بلا خلاف والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب
جوش کھا کر مستی لاوے تو محمد رح کے نزدیک حلال نہیں برخلاف شیخین رح کے اور نشہ ہونا اس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اسکے مست پر حد واقع ہونا اور اسکی
طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہے یعنی شیخین رح کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور محمد رح کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماک ای الافراس اذا اشتد لم یحل وصحح فی الہدایۃ
حلہ وفی الخزانۃ انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑی کا دودھ جبکہ جوش کھاوے حلال نہیں اور ہدایہ میں اسکے حلال ہونے کو
صحیح کہا ہے یعنی امام رح کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے مشائخ کے نزدیک امام رح کے قول پر ہم حلت اسوقت تک ہے جب تک
نشا نکرے زیلعی میں ہے قول اصح یہ ہے کہ گھوڑے کا دودھ امام رح کے نزدیک حلال ہے جب ذکر نہ کرے صاحب ہدایہ کے اسلیے کہ اسکے گوشت کی کراہت احترام کے
سبب ہے اور اسلیے کہ مادہ جہاد منقطع نہو جاوے تو یہ کراہت اسکے دودھ کی طرف متعدی نہ ہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبیذ فی الدبا
جمع دباۃ وہی القرع حلال ہے نبیذ بنانا تونبوں میں و باۃ بتشدید باء و جمع ہے دباۃ کی جو جمع کدو ہے والحنتم جرۃ خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای القیر
والنقیر الخشبۃ المنقورۃ وما ورد من النہی منسوخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اس برتن میں جسپر زفت یعنی
روغن قیر کا ملا ہو اور لکڑی کے کھدے ہوے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

کتاب الآثار میں عن ابی حنیفہ رح عن علقمہ بن مرثد رح عن ابن بریدہ رح عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی ہے کہ میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا
کرو اور بیہودہ گوئی نہ کرو اور محمد رح کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جاوے سو اب کھاؤ جتنا تم چاہو منع اسی واسطے
کیا تھا کہ مالدار فقیر سے کشائش کرے اور جو بار اور خرما اور ہر ظرف میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب جو برتن چاہیں اس واسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں
کرتا اور نہ ہوش کو کھونے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی ہے سو اگر انمیں شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے انکا استعمال درست ہے
پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد رح کے نزدیک وہ کبھی پاک نہیں ہوتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک
تین بار دھو لے اور ہر بار خشک کرے تب پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اسمیں بار بار پانی بھرے اور گرا دے یہاں تک کہ صاف پانی نکلے
جسمیں نہ شراب کا مزہ رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے و کرہ شرب دردی الخمر ای ما یبقی اسفلہا والامتشاط بالدردی لان فیہ
اجزاء الخمر فقلیلہ ککثیرہ کما مر و لکن لا یحد شاربہ عندنا بلا سکر ... اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اسکو کنگھی میں بالوں میں لگانا مکروہ ہے اس
کہ دردی اور تلچھٹ میں خمر کے اجزا موجود ہیں اور خمر کا قلیل اسکے کثیر کے مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد جاری نہ کی
بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتھ بالاجماع حد جاری کی جاوے گی و یحرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل و یصد عن ذکر اللہ
وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اس واسطے کہ یہ سب اشیاء عقل کی مفسد ہیں اور یاد خدا اور نماز
سے باز رکھتی ہیں اور نیز و کذا ہے فی الطحطاوی بنج اور حشیش میں ... تفسیر ... بنج بفتح با موحدہ و سکون نون خراسانی اجوائن کو
اور حشیش ورق القنب یعنی بھنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہیں چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ میں یوں مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتی ہست
شبیہ بہ برگ بادروج و بسیار بلند ... ازان برگ ... بسیار سفید مائل بسیاہی و برگ و ساق غلیظ آن ...
آن ... و گلہا ... سیاہ و سرخ و سفید ... نوع اول ... نوع سوم
... مستعمل و کمیاب ... استعمال نا ... اور صاحب مخزن نے قنب میں کہا کہ ہندی میں بھنگ ... ورق الخیال
و حشیش ... الفقرا گویند درخت آن بلند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن ... شاہدانج و بفارسی شاہدانہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے
شرح ہدایہ میں بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ بنج وہ گھاس ہے جسکو قلندر استعمال کرتے ہیں
لغت عرب میں حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغایر حشیش کے ہے اس واسطے کہ حشیش قاتل نہیں لیکن بنج مدہوش و مخدر و مفتر اور مسہل ہے ...
اور متاخرین کا اسکی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں کہا کہ قلیل ... اور بنج مباح ہے دوا کے واسطے اور جو اسقدر زیادہ
کھاوے کہ قتل کرے یا عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے انتہی ما فی العینی والطحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے
اور دوسری قسم مباح ہے افیون کے مانند اس واسطے کہ اگرچہ اس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہ میں جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر
محمول ہے انتہی لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرہ خراسانی اجوائن
اور بھنگ اور افیون حرام ہیں لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمیں سے کھا لے تو اسپر حد نہیں اگرچہ اس سے مست ہو جاوے بلکہ اسکو
تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرہ وکذا تحرم جوزۃ الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسی طرح جوز الطیب یعنی جاے پھل حرام ہے لیکن
اسکی حرمت بھنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ... مصنف رح نے شرح میں حرمت جاے پھل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے اپنے قواعد کے موافق
جان کر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ میں مذکور ہے کہ جوز الطیب ... ونقل عن الجامع وغیرہ من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین

الزاہدی یکفر مباح قتلہ اور مصنف رح نے شرح میں جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بھنگ کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہی بلکہ نجم الدین زاہدی نے کہا کہ وہ شخص بسبب کفر ہی اور اسکا قتل مباح ہی ام مصنف رح نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح قرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت حشیش یعنے بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہ رح سے کچھ منقول نہیں اسواسطے کہ انکے وقت میں اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے بھی کچھ منقول نہیں مزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہیں امام شافعی رح کے اور اسمیں شاگرد امام اعظم رح کے عراق اور عجم میں تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب اسکی بلا عام ہوگئی اور یہ فتنہ عالم میں پھیلا اور مفاسد عقل پر غالب آگئی اسکے استعمال سے تو تمام علما ماوراء النہر نے مزنی کی مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اسکے جلانے کا اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اسنادنا شافعی رح اور حنفی رح دونوں مذہبوں کا اسکے حرام ہونے پر فتوی ہی یہانتک کہ اسکی حلت کے قائل کو زندیق اور مبتدع کہا ہی اور حکم کیا ہی کہ جو بھنگ سے [illegible] اور حلال [illegible] اسکی طلاق واقع ہوگی زجراً اور تو بنج کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم

الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابن الوردی المتعلقۃ بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انہ صرح بتحریم جوزۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانہا مسکرۃ میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد نجم غزی شافعی رح نے بیچ اپنی شرح میں جو انکی ابن الوردی کی منظومہ پر ہی جو کبائر اور صغائر کے بیان میں ہی ابن حجر کی سے یوں کہا ہی کہ اسنے تصریح کی ہی جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چاروں اماموں کے اور یہ کہ وہ نشا کرتا ہی ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق فی سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وہو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نہی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ کسائر الصغائر انتہی پھر فرمایا کہا ہمارے استاد نجم شافعی رح نے کہ تتنبا کو جو تو پیدا ہی اور اسکی پیدائش دمشق شام میں ایکہزار پندرہ سال ہجری میں ہوئی اسکا پینے والا یہ دعوے کرتا ہی کہ وہ نشہ نہیں کرتا اگر اسکے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہی یعنے اگرچہ عقل کو زائل نہیں کرتا مگر حواس کو شکستہ اور ضعیف کرتا ہی اور جو چیز مفتر ہی وہ حرام ہی بدلیل [illegible] کے جو مسند احمد میں حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہی کہ منع فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنے نشہ کرنیوالی اور سست کرنیوالی چیز سے اور نجم مذکور نے کہا کہ تتنبا کو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہیں اور باوجود منع کردینے سلطان وقت کے وہ یقیناً حرام ہی علاوہ یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہی ہاں اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہی جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہوجاتا ہی انتہی کلام النجم الشافعی رح بلفظہ ہم ابو السعود مفتی روم نے کہا کہ تتنبا کو کی حرمت علما شافعیہ [illegible] شافعیہ نے تصریح کی ہی کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اسکا سامان کر دینا واجب ہی انتہی اور ہمنے ثقات شافعیہ رح سے دریافت کیا سو انہوں نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہی سو قول ضعیف ہی اور مذہب صحیح یہ ہی کہ تنبا کو مکروہ تنزیہی ہی مگر بعارض اور حقہ اسوقت زوج پر واجب ہی جب زوجہ کو اسکی عادت ہو اور ترک اسکا ضرر کرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر اسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اسوقت زوج پر لازم نہوگا انتہی کلام الشافعیہ اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہی کہ یہ امر مختلف ہی باختلاف مستعملین کے یعنے ہر کسیکو مضر ہی اور کسیکو نافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظہر اثرہ فیما اشکل حالہ کالحیوان المشکل امرہ والنبات المجہول سمیتہ انتہی قلت فیفہم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبہ اور اشباہ میں اس قاعدہ کے اندر کہ اصل اشیا میں اباحت ہی یا توقف اور ظاہر ہوتا ہی اثر اس قاعدے کا اس چیز میں جسکا حال معلوم نہیں جیسا کہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہیں اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا ثابت نہیں ہوتا انتہی کلام الاشباہ میں کہتا ہوں تو اس قاعدے سے بوجھا جاتا ہی حکم اس گھاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ میں شائع اور پھیل گئی ہی جسکا نام تتن یعنے تنباکو ہی تو خبردار رہنا سو یعنے بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا میں اباحت ہی تنبا کو مباح ہی اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا میں توقف ہی یعنے نہ اباحت ہی نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہی نہ حرام وقف کرے

شیخنا العمادی فی ہدیۃ الحاقا لہ بالثوم والبصل بالاولے فتدبر اور البتہ تنباکو کو بیاہ سے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی میں مکروہ کہا ہو اسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولے ملحق کرکے سو اسکو غور کرے ہم مفتی روم ابو مسعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہو لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہو انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہو کہ مسجد میں حقہ پینا مکروہ تحریمی ہو جیسے لہسن پیاز وہان مکروہ تحریمی ہو اور قرآن خوانی کے وقت اسکا استعمال صریح بے ادبی ہو کذا فی الطحطاوی شاہ عبد العزیز محدث رحمہ دہلوی نے جواب استفتا میں بیان کیا ہو کہ جو لوگ اکل دخان حرام سے قلیان کشی کو حرام کہتے ہین سو یہ حدیث نہین لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہین ایک تو بدبو تا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھوان نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ ہو ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہو لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہو انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم و من حرم تحریمہ الحشیشۃ شارح الوہبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال ؁ وافتوا بتحریم الحشیش وحرقہ وتطلیق محشش لزجر وقرروا ابیاعہ التادیب والفسق اثبتوا وزندقۃ للمستحل وحرروا اور ان علما میں سے جو بھنگ کی حرمت پر یقین کرچکے ہین شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہو اسکو کتاب الحظر مین اور اسکو نظم کیا ہو اور یون کہا ہو اور علما نے فتوے دیا ہو بھنگ کے حرام ہونے اور اسکے جلا دینے اور بھنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کی وجہ سے اور ثابت کی ہو علما نے بھنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہو اور اسکو منقح اور محقق بیان کیا ہو واللہ اعلم و استغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہ کتاب ہو صید یعنی شکار کے احکام مین ہم قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہو جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر حیلہ سے تو ممتنع کی قید سے مرغی نکل گئی اسلیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہو کہ اسکے پانون یا پر ہون جنسے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد ہو کہ آدمیون کا خوگر نہو رات دن اور وحشت اسکی جبلی ہو کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہین بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہو اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہوا صید مین جیسا پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر حیلہ سے لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے یہ ہو کہ دونون چیز سرور پیدا کرتی ہین ہو مباح بخمسۃ عشر شرطا بسوطہا فی العنایۃ وسنذکرہا فی اثناء المسائل شکار کرنا مباح ہو پندرہ شرطون سے جو مفصل مذکور ہین عنایہ مین اور ہم انکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثناء مسائل مین ہم کہتا ہون مذکورہ پانچ شرطین ہین شکار کرنے والے مین ۱ ہونا اسکا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اسکا کلب یا بازکو ۳ شریک نہونا اسکے چھوڑنے مین غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک تسمیہ عمدا نکرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام مین مشغول نہونا اور یہ پانچ شرطین کلب وغیرہ مین ہین ۱ معلم ہونا اسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اسکا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطین شکار مین ہین ایک کہ اسکی خورش پنجہ یا دانت اور چنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوا آبی جانور کے نہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانون سے یا پرون سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اسکے ذبح کرنے کے کذا فی اعلام الکبیر عن النہایہ پہلی تینون شرطین اکل کے واسطے ہین نہ مطلق شکار کے واسطے منح الغفار مین ہو کہ شکار کا سبب مخالف ہوتا ہو شکاری کے اختلاف حال سے اسلیے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہو اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کے واسطے اور غایۃ البیان مین ہو کہ شکار کرنا مباح ہو حلال جانورون اور حرام مین حلال تو کھانے کے واسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کے واسطے یا اسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کے واسطے منح الغفار مین ہو کہ شکار کرنا مشروع ہو قرآن سے قال اللہ تعالی (واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما) یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تمپر شکار کرنا خشکی مین جب تک تم محرم ہو اور مشروع ہو حدیث سے فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر اگر اسنے شکار پکڑ رکھا اور تو نے اسکو زندہ پایا تو اسکو ذبح کر اور اگر تو نے اسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اسکو نہین کھایا تو اسکو کھا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہو یہ حدیث بخاری

اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے الا للمحرم
الا المحرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں ہم حلبی نے کہا یوں کہنا بہتر تھا الا المحرم او فی الحرم یعنے شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں
مباح نہیں اسواسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں اور ملتقی کا ہو ظاہر یہ ہے شکار کرنا مباح ہے
مگر لہو کے سبب سے کیونکہ جیسا کہ یہ ظاہر ہے او حرفۃ علی ما فی الاشباہ وقال المصنف وانکارہ ... عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من انواع
الکسب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم اباحت
بموجب اشباہ کے ہے مصنف رح نے شرح میں کہا کہ اس کے عدم اباحت حرفہ ہونے میں زیادہ کی اشباہ کی تنبیہ سے ورنہ میرے نزدیک شکار
کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کے برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے
چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں بیان ہے ہم مصنف شاگرد ہیں صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے انکے قول ضعیف کو بھی علانیہ رد نہ کیا فیملک الصید بشبکۃ
نصبہا یملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لایملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا
اس جانور کا جو اس میں پھنس گیا بخلاف اس صورت کے جبکہ جال لگایا اسکے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا اسمیں تو اول صورت میں
دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور دوسری صورت میں جو شخص اسکو پکڑلیگا مالک ہوگا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد القافش
او غیرہ خاتما او دینارا علیہ ضرب الاسلام لا یملکہ ویجب التعریف اور اگر کسی نے پایا یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جس پر اسلام کا سکہ ہو پاوے تو اسکا
مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنے پہچنوانا واجب ہے کیونکہ یہ ہو اسکو ... تلاش ... سکون قاف وکسر لام ... میں ... اسکو کہتے ہیں
جو زمین میں مالیت کی چیز تلاش کرتا ہے کذا فی الطحاوی او جس پر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ ناقل کبیع
وہبۃ وخلافۃ کارث واصالۃ وہو الاستیلاء حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا لجفاف علی المباح الخالی عن مالک
فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للقافش ما یجدہ بلا تعریف معلوم کرو کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب ناقل ہے یعنے ایک مالک سے
دوسرے مالک کی طرف ملکیت منتقل ہو جاوے جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرا
مالک ہو جاتا ہے جیسے میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنے استیلا اور قابض ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قابض ہو
قبضہ میں کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر
ایک شخص مستولی ہو جنگل میں غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنے اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز
جو پاوے بدون تعریف کے وتمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے
ترجمہ میں ذکر کر چکے ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدما فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما بشرط قابلیۃ التعلیم بشرط کونہ لیس بنجس
العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند اسکے چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہونے تعلیم کے اور بشرطیکہ اسکے
نجس العین نہونے کے کتاب الذبائح میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنے ہر نیشدار اور چنگل والا مراد نہیں اسلیے کہ اونٹ بھی نیش دار
ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن ان سے شکار نہیں کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما
التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بہما الحداۃ لخساستہا پھر مصنف رح نے تفریع کی اس قاعدہ پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ انمیں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے لیے عمل

نہیں کرتے

نہیں کرتے تو شیر اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اسکی خساست کی وجہ سے علم اور بعضوں نے بھیڑیے کو بھی اسکے ساتھ ملحق کیا والخنزیر بنجاسۃ عینہ علیہ فلا یجوز بالکلب علے القول بنجاستہ عینہ الا ان یقال ان النص ورد فیہ فتنبہ اور سور سے شکار کرنا درست ہے اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے اور یہ جب ہی قاعدے کے تو کتے سے بھی شکار جائز نہو ان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر اس کا جواب دیجیے کہ کتے کے جواز شکار میں نص وارد ہے تو کتا مستثنیٰ ہوا اس قاعدے سے سوا گاہ رہنا وبہ یندفع قول القہستانی ان الکلب نجس العین عند بعضہم والخنزیر لیس بنجس العین عند ابی حنیفۃ علے ما فی التجرید وغیرہ فتامل اور اس جواب سے قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین نہیں ابوحنیفہ کے نزدیک جیسا کہ تجرید وغیرہ میں ہے سو تامل کرے بشرط علمہما علم ذی ناب وذی مخلب یعنی دار اور چنگل کیر کا شکار حلال ہے انکی تعلیم یافتگی کی شرط سے وذا بترک الاکل اما الشرب من الصید فلا یضر قہستانی ویاتی ثلثا فی الکلب ونحوہ وبالرجوع اذا دعوتہ فی البازی ونحوہ اور یہ یعنی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں پلٹ آنے سے جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پی لینا تو منفر تعلیم کا نہیں چنانچہ قہستانی میں ہے اور تا مذکور ہوگا یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نہ کھائے تو اسکا معلم ہونا ثابت ہوگا اسوا سطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور لے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں اپنی عادت چھوڑیں تو تعلیم یافتگی ثابت ہوگی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھا لیگا تو بھی اسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہیں کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وبشرط جرح ما فی ای موضع منہ علی الظاہر یعنی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی جگہ مقام میں یہ جب ظاہر الروایۃ کے اور اسی پر فتوے ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہیں بلکہ جو کوئی ہو زخم سے ثابت ہوجاتی ہے کہ تخصیص لغو ہے وعن الثانی یحل بلا جرح وبہ قال الشافعی اور ابو یوسف رحمہ سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی رحمہ کا وشرط ارسال مسلم او کتابی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال کے اور اسکو پکڑ کے قتل کرے تو حلال نہوگا وبشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہا عمدا علے حیوان ممتنع او قادرت الامتناع بقوائمہ او بجناحیہ متوحش فالذی وقع فی الشبکۃ او سقط فی البئر او استانس لا یتحقق فیہ الحکم المذکور ولذا قال لو کل لان الکلام فی صید الا کل وان حل صید غیرہ کما سیجی او اعم حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہے کتے یا باز کے چھوڑنے کے وقت جانور متمنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما تو شرط حلت عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہیں متمنع سے اسواسطے کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے پانوں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسا یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی مانوس ہوگیا تو اس میں حکم مذکور یعنی ارسال اور زخم سے اسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسیواسطے مصنف رحمہ نے شکار میں ماکول ہونیکی قید لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلا کھال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرے وشرط ان لا یشرک الکلب المعلم کلب لا یحل صیدہ ککلب غیر معلم وکلب مجوسی او لم یرسل او لم یسم علیہ عمدا اور شکار حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہیں چنانچہ بدون سکھلائے کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نہ گیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمدا بسم اللہ کہنا اسپر ترک ہوا تو ان صورتوں میں شکار حلال نہوگا وشرط ان لا یطول وقفتہ بعد ارسالہ لیکون الاصطیاد مضافا الی الارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے میں دیر نہ کی ہو

اور توقف نکیا ہو یہ اسواسطے شرط ہوا تا کہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب ہو اور مضاف ہو بخلاف ما اذا مکن واستخفی کالفهد کما یکمن الفهد ... حیلة لا للاستراحة
برخلاف اس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنے جیسے چیتا دبکا رہتا ہی بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت و آرام کے
ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ بھی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات مین ضرر نہین کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات مین دبکا رہے نہ بطریق استراحت کے
پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہین شکار حلال ہی اور اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہین کذا فی المحیط اور تحفی عن قہستانی
عن المحیط مختصرا واللفهد خصال حسنة ینبغی لکل عاقل ان یاخذ بها کما فی البدائع المصنف اور چیتے کے چند عادات بہتر ہین ہر عاقل کو لائق ہی ویسا کرنا جیسا کہ مصنف
شرح مین انکو مفصل بیان کیا ہی ہم از انجملہ یہ ہی کہ چیتا دبک رہتا ہی یہان تک کہ شکار پر قادر ہوتا ہی اسی طرح عاقل کو لازم ہی کہ دشمن پر عداوت ظاہر نکرے فرصت
تاکتا رہے تا بلا مشقت مطلب حاصل ہو از انجملہ یہ ہی کہ اسکا سیکھانا رسے نہین ہوتا بلکہ کتا اسکے سامنے مارا جاتا ہی اور چیتا اسکو دیکھ کر سیکھ جاتا ہی اسی طرح
عاقل کو لائق ہی کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ از انجملہ یہ ہی کہ خبیث اور گندہ نہین کھاتا بلکہ اچھا مال ہی طیب طلب کرتا ہی اسی طرح
عاقل کو لازم ہی کہ نہ کھاوے مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہی کہ تین بار یا پانچ بار شکار کے واسطے حملہ کرتا ہی اگر نہ پایا تو بیٹھ رہتا ہی کہتا ہی مین اپنی جان کیون ہلاک کرون غیر کے واسطے
ایسا ہی عاقل کو مناسب ہی کذا فی المنح عن المحیط والبحر ... فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک الاکل پھر اگر شکاری باز نے کچھ کھایا تو باقی حلال ہی
کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہین بلکہ اسکی تعلیم آنا ہی بلانے کے بعد وان اکل الکلب ونحوہ لا یوکل مطلقا اور اگر کتے اور مانند اسکے نے شکار سے
کچھ کھایا تو باقی نکھایا جائیگا ہمارے مذہب مین ہر طرح خواہ اسکو کھانے کی عادت ہو یا نہو کما اکل منہ ای کالا یوکل الصید الذی اکل الکلب منہ بعد ترکہ الاکل ثلث
مرات لانہ علامة الجہل جیسے اسکا کھانا اس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہین جاتا جسمین سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اسنے شکار
پکڑا اور نکھایا پھر چوتھی بار کھایا تو شکار اسکا حلال نہین اسواسطے کہ وہ علامت ہی اسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یوکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل
ثلثا اور اسی طرح وہ شکار بھی نکھایا جائیگا جو اسنے شکار کیا بعد کھا جانے کے یہان تک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جاوے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار
شکار کرے اور نہ کھاوے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا او ما صاد قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اتلفہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمة اتفاقا لفوت المحل فیہ کما ذکرہ القہستانی
یا وہ بھی شکار حلال نہین جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک مین باقی رہا ہو اسلیے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا یعنے مثلا کھا چکا تو اسمین بالاتفاق
امام رح اور صاحبین رح کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمین اشکال ہی جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہی ہم خلاصہ مقام یہ ہی کہ شکار غیر موجود ہی
یا موجود اگر غیر موجود ہی تو اسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمین حرمت ظاہر نہین عدم بقائے محل کے سبب سے اور اگر موجود ہی تو جنگل مین موجود ہی یا صیاد کے ملک مین موجود ہی
اگر جنگل مین ہی تو اسمین بالاتفاق حرمت ثابت ہی اور اگر اسکی ملک مین ہی تو اسمین اختلاف ہی سو امام رح کے نزدیک حرام ہی اور صاحبین رح کے نزدیک حرام نہین خواہ
مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال تو یہ ہی کہ حکم وجود کا مقتضی نہین کیا تو نہین دیکھتا کہ ہم مردہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہین دعوی وارث کے نزدیک انتہی حصل
اشکال یہ ہی کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہین ہی اور لائق یہ ہی کہ حکم بالحرمة کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بک گیا تو مشتری بائع سے ثمن پھیر لیگا کیونکہ بیع مردار تھا
اور اثر ظاہر ہوتا ہی تو بہ مین اسکے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہے کہ حکم وجود کا مقتضی ہی تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جاوے تو چاہیے کہ حرمت ساقط ہو جاوے
محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کعقعق فر من صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لترکہ ما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل
چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنے اڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے چند مدت چھوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اسنے شکار پر چھوڑا اسواسطے شکار پکڑا تو وہ
کھایا نہ جاویگا اسلیے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنے اسنے ترک اجابت کی تو وہ اس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھا لیتا ہی
ولو الصیاد اخذ الصید من الکلب وقطع منہ بضعة والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ واکلہ ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایة علمہ

اور اگر صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اُس مین سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کی طرف ڈال دیا سو اُسنے اُسکو کھا لیا یا کتا شکار مین سے صیاد کے ہاتھ سے جھپٹا مار کر لیگیا اور کھا گیا
تو باقی شکار حلال کھایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسواسطے کہ یہ حرکت اُسکی نہایت علم اور دانشمندی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اُسنے وہ چیز کھائی کہ جو مالک کے لائق
نتھی یعنی خون اور باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح ولو نہش الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلہا ثم ادرکہ فقتلہ ولم یاکل منہ لا یوکل لاکلہ
حالۃ الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتون سے نوچا سو اُس مین سے بوٹی کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور نہ کھایا تو وہ حلال نہین کھایا جاویگا شکار کرنے کی
حالت مین کھا جانے کے سبب سے ہم تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نہشہ وتبع الصید فقتلہ ولم یاکل منہ حتی اخذہ صاحبہ ثم اکل ما القی حل لانہ لو
اکل من نفس الصید لم یضر کما مر اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈال دیا جو نوچا اور پیچھا کیا شکار کا سو اُسکو قتل کیا اور اُس مین سے نہ کھایا یہان تک کہ اُس سے مالک نے شکار لیا
پھر کتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اُس وقت مین یعنی شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کھاتا تو حلت مین ضرر نکرتا چنانچہ گذر گیا
واذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوۃ فوق ما فی المذبوح ذکاہ وجوبا اور جب کہ کتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے
ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہو تو اُسکو ذبح کرے بنا بر وجوب کے ہم یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا
تو حلال نہین بدون ذبح کرنے کے اسواسطے کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے [illegible] عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہین
اس طرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیان نکل پڑین پھر وہ مرگیا تو وہ حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین رحمہما اللہ کا لیکن امام رحمہ اللہ کے نزدیک حلال نہین
اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی مین ہے وقیدہ بالحیاۃ بالرمی [illegible] دو شکار کے حلال ہونے مین تیر
مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ شرط حلت نہین وشرط [illegible] التحقق معنی الذکوۃ اور شرط ہے
زخم لگنا تیر سے تا کہ ذکوۃ کا معنی [illegible] یعنی خون نکلنا [illegible] سے ثابت ہو وشرط ان لا یقعد عن طلبہ لو غاب الصید متحاملا السہم فادام فی طلبہ حل وان قعد
عن طلبہ ثم اصابہ میتا لا یوکل لاحتمال موتہ بسبب آخر اور یہ بھی شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نرہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہو گیا ہو اُسکے تیر کو اٹھائے ہوئے تو جب تک
تیر انداز اُسکی طلب مین ہے وہ حلال ہے اور اگر اُسکی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پھر اُسنے شکار کو مردہ پایا تو اُسکا کھانا حلال نہین اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت
دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اسواسطے کہ محرمات مین موہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیۃ بان لا یتوارے عن بصرہ وفیہ کلام
بسوطہ فی الزیلعی وغیرہ اور فتاوی قاضیخان مین حلت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط مین اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ
مین مذکور ہے ہم وہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شاید اور کسی سبب سے مر گیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام مین اس
شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہین [illegible] مسلم اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی مین روایت ہے کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھسے تین دن پھر تو نے اُسکو پایا سو کھا جب تک سڑ کر گندہ نہین ہو گیا
یہ حدیث اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اُس شخص پر جو اسکا مانع ہے انتہی ملخصا کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی فان ادرکہ الرامی
او المرسل حیا ذکاہ وجوبا فلو ترکہا حرم وسیجی پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کریگا تو شکار
حرام ہوگا اور آگے آویگا ہم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا والحیوۃ المعتبرۃ حیا ما یکون فوق ذکوۃ المذبوح بان یعیش یوما وروی اکثرہ صحح اور جو حیات کہ بیان سے یعنی
ذبح شکار مین معتبر ہے وہ ذکوۃ مذبوح سے زائد ہے اس طرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی الحموی اما مقدارہا وہو ما لا یتوہم
بقاءہ کما فی الملتقی فلا یعتبر اجماعا ولو وقع فی ماء بحرم [illegible] اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جسقدر زندگی سے اُسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی مین ہے سو وہ زندگی بیان
معتبر نہین یہان تک کہ اگر اسقدر حیات شکار مین ہو اور صیاد اُسکو ذبح نکرے اور وہ پانی مین گر پڑے تو وہ حرام نہوگا ہم صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول [illegible]

امام رح اور صاحبین رح کے ہو اور بعضون نے کہا کہ یہ صاحبین رح کے نزدیک ہو اور امام رح کے نزدیک حیات خفیفہ مین بھی ذبح کرنا ضرور ہو متردیہ ونطیحہ کی مانند کذا فی الجوہرۃ
والمعتبر فی المتردیۃ واخواتہا کنطیحۃ وموقوذۃ وما اکل السبع والمریضۃ مطلق الحیوۃ وان قلت کما اشرنا الیہ وعلیہ الفتوی وتقدم فی الذبائح اور
متردیہ اور اسکے مانند جیسے نطیحہ اور موقوذہ مین جسکو درندے نے کھایا ہو اور بیمار مین مطلق حیات معتبر ہو اگرچہ زندگی نہایت کم ہو جیسا کہ ہم نے اسکی طرف اشارہ کر دیا
اور اسی قول پر فتوی ہو اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح مین ہم متردیہ وہ جانور ہو جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ
وہ ہو جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکورہ بدون ذبح کے حلال نہین اور اسی طرح شکار مین بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونے کا فتوی ہو
سے جو مجوسی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہین بدون ذبح کے خواہ اسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہ ہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہو بدلیل
اس آیہ کے وما اکل السبع الا ما ذکیتم اور بدلیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اسکو کذا فی الطحطاوی فان ترک ای
الذکاۃ عمدا مع القدرۃ علیہا فمات حرم پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا عمدا باوجود قادر ہونے کے اسپر پھر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وکذا
یحرم لو عجز عن التذکیۃ فی ظاہر الروایۃ وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف یحل وہو قول الشافعی قال المصنف وفی متنی ومتن الوقایۃ اشارۃ الی علاوۃ الظاہر با سمعتہ انتہی
قلت وجہ الظاہر ان العجز عن التذکیۃ فی مثل ہذا لا یحل الحرام اور اسی طرح شکار حرام ہوگا ظاہر الروایۃ مین اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اس طرح کہ اسکے پاس
ذبح کا ہتھیار نہین یا وقت تنگ ہو اور امام ابو یوسف رح سے غیر ظاہر الروایۃ یہ ہو کہ درصورت عجز حلال ہو اور یہی قول ہو شافعی رح کا مصنف رح نے اپنی شرح مین
کہا اور میرے متن مین اور وقایہ کے متن مین اشارہ اسکے حلال ہو جانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایۃ کو تو سن چکا انتہی ما فی شرح المصنف
مین کہتا ہون اور ظاہر الروایۃ کی دلیل یہ ہو کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت مین حرام کو حلال نہین کر دیتا ہم برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے
عاجز ہوگا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہوگا وارسل مجوسی کلبہ فزجرہ مسلم فانزجر یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا
اور جھڑکا یا شور کرکے سو وہ تیز ہو گیا اور اسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہو ہم ہر چند زجر لغت مین یعنی منع اور نہی کے ہو لیکن زجر سے یہان مراد ترغیب اور
شور مچانا ہو شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہو جیسا کہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی مین ہو معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہون
تو ارسال معتبر ہوگا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہو اور بالعکس سے حلال ہو یعنی اگر ایک مسلمان نے کتے کو
شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاویگا اور شکار حلال ہوگا اور اگر ارسال نہ ہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہوگا پھر اگر
زجر مسلم سے ہو تو حلال ہو اور اگر مجوسی سے ہو تو حرام ہو او قتلہ معراض بعرضہ وہو سہم لا ریش لہ ای بلا صابتہ بعرضہ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض
سے تو وہ حرام ہو اور معراض وہ تیر ہو جسمین پر نہین اور معراض اسکو اسلیے کہتے ہین کہ وہ نشانہ پر لگتا ہو اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے ہم
معراض چوڑا ہوتا ہو بیچ مین موٹا ہوتا ہو وہان پر کا دونون کنارے سے اسکا باریک ہو اور درمیان مین موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہو نہ تیزی کی طرف سے کذا فی
الدر المنتقی ولو لم یخرق فاصابہ بحدہ حل اور اگر معراض کے کنارے سے پہنچتا اور تیزی سے پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہو او بندقۃ
ثقیلۃ ذات حدۃ حرم لقتلہا بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ یا ڈھیلے نے تو شکار حرام ہو بسبب قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ باڑہ
اور تیزی سے ہم بندقہ بضم با موحدہ و سکون نون مدور مٹی ہو اس سے مارتے ہین اور اسکو جلاہق بھی کہتے ہین کذا فی المغرب ... اسکو غلولا اور غلیلہ
کہتے ہین جسکو غلیل سے چلاتے ہین ولو کانت خفیفۃ بہا حدۃ حل لقتلہا بالجرح ولو لم یجرحہ لا یوکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی وشرحہ
فیما علقتہ علیہ اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہوگا اسلیے کہ اسوقت مین نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہو اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اسکا کھانا مطلقا
درست نہین خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم مین خون بہنا شرط ہو اور بعضون کے نزدیک شرط نہین کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان ...

ملتقی کی بھاری شرح میں ہے ھم فتاوی قاضی خان میں ہے کذا فیہ اورچہار و معراض اور لاٹھی اور اسکے مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیے کہ شیاء مذکورہ
چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انکو دراز نوک دار تیر کے مانند کرلے اور اسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ تیر کے پھاڑنے سے اپنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اسکا حلال ہوگا
اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اسلیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی سے حاصل ہو
تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر میں اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب آپسے یہ فتوا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا
شکار کرتا ہے جیسے اور مٹی کی گولی سے اسکا کہانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اسکا کھانا حلال نہیں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ
اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے اسمیں کہ زخم سے موت
ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ جیسے کی گولی سے شکار میں ہوتا ہے کہ اسکا کھانا حلال نہیں اسواسطے کہ گولی تو بندوق کی
کے جیسے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت او دھار کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی او رمی صیدا فوقع فی ماء او احتمال قتل بالماء فحرم یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا
پانی میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیہ فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی چڑیا ہو
پھر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو گئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی
صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں ہے سبب اس وقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمیں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ
زندگی کی امید نہ ہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منعدم ہے کذا فی العالمگیریہ او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل الثمان
الاحتراز عنہ بقولہ امکان یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل میں اسواسطے کہ ایسی
صورتوں سے بچنا ممکن ہے ھم یعنی یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور یہی حکم ہے درخت یا دیوار یا لکڑی پر گرنے کا یا
یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر تا یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین
کے ہے کذا فی الجوہرۃ فان وقع علی الارض ابتداء او الاحتراز عنہ غیر ممکن فیحل پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مر گئی تو حلال ہے اسلیے
کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں ہے ھم یعنی زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے
باب کا انسداد ہو گا او ارسل مسلم کلبہ فزجرہ ای اغراہ بصیاحہ مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ مثلہ کنسخ الحدیث بالحان
اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اسکو زجر کیا یعنی شور کر کے اسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ زجر کمتر ہے
ارسال سے اور فعل رفع ہو جاتا ہے اس فعل سے جو اس سے فوق ہے یا برابر اسکے ہے نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہے اپنے یا صحیح سے نہ ضعیف سے
ھم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اسکی تاکید ہے تو علت اور حرمت میں ارسال معتبر ہے نہ زجر او لم یرسلہ احد فزجرہ مسلم
فانزجر اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے
کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے در صورت عدم ارسال او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یتمکن منہ لو ارسلہ علی صید و کثیرۃ قیمتہ
واحدۃ فقتل الکل اکل الکل یا کتے نے اور شکار مارا سوا اسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اس شکار کا پکڑنا ہے
جسپر کتا قادر ہو سکے یہاں تک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اس نے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا
کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعیین شکار کا اعتبار نہیں اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے
جنکو بعینہ ذکر کیا ھم قولہ اکل جزاء ہے فان رفع اور اسکے معطوفات کی کصید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو و ما فالاشارۃ فی ہذا قولہ

علیہ الصلوۃ والسلام ما ابین من الحی فہو میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا اسوقت اسکا کوئی عضو کاٹ رہا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف
شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے
وہ مردار ہے ھم ابو داؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے یوں روایت ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنے جو چیز چوپائے
جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا
فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات
اسمیں قائم ہے اور استدلال حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے عینی نے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے
چنانچہ ہاتھ پاؤں یاران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل الالتیام اکل العضو ایضا والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کردیا اور اسکا بدن
سے التیام یعنے ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اسکا نہیں ہوسکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں
کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن
حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح تبینا والحدیث المذکور اور اگر تیرانداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اسکا اکثر بدن اسکی دھڑی اور دم کے ساتھ رہا یعنے
ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیاں دم کی طرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دم تک
تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتوں میں اسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اسکو شامل نہ رہی اور
اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اسواسطے کہ اسکی سلامتی اور بقا ایسے زخموں
کے بعد متوہم نہیں تو فی الحال اسکی ذکاۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قدہ سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان الاکثر مع راسہ لامکان
المذکور برخلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اسکے سر کے ساتھ رہا تو اسکا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنے اگر
ایک تہائی دم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی
حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتابی لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ
الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے
برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر
شکار کو ایک شخص نے تیر مارا سو اسکو زخم کاری نہیں لگا پھر دوسرے شخص نے اسکو تیر مارا تو اسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور
حلال ہے یعنے اسواسطے کہ دوسرے نے اسکو حیز امتناع سے خارج کردیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش
فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اسکو
خارج کردیا یعنے اب بھاگ نہیں سکتا اور اسمیں اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے اب اسکے دوسرے نے اسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے
اور اسکا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا امام زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے
اسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اسکے ذبح پر قادر ہوگیا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اسنے اسکو ذبح نہ کیا اور دوسرا
شخص اسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہوگی
وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اسکی پوری قیمت کا جو اسکی قیمت

اُسکے تلف کرڈالنے کے وقت سواے اُس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہے وجہ تاوان یہی کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کر دیا اسواسطے کہ پہلا
شخص زخم کاری لگانے سے اُسکا مالک ہو گیا تھا تو وقت اتلاف کے اُسپر قیمت لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے توضیح اسکی یون ہو کہ وہ شکار
دس درم کا تھا مثلاً شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہوگیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ درم کا اور نقصان ہوا پھر شکار مرگیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا
تاوان دے کذافی المنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمہ وما لا یوکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے
شکار کرنا اُس جانور کا جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اُسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اُسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے
واسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع مین درست ہے نص قرآنی کی مطلق ہونے کی دلیل سے یعنے حق تعالی نے فرمایا و اذا حللتم فاصطادوا یعنی جس وقت حج کا
احرام باندھے ہو تو شکار کرو اس آیت مین ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب مین ماکول اور غیر ماکول دونون کو شکار کہتے ہین وفی القنیۃ
یجوز ذبح الھرۃ والکلب لنفع ما والاولی ذبح الکلب اذا اخذہ حرارۃ الموت اور قنیہ مین ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر
یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اسکو ذبح کرڈالے ہم کہتے ہین بلی موذی ہو تو اسکو تیز دھار چھری سے ذبح کرے اسکو مارنا نہ چاہیے اور اگر کتا عقور
یعنے کاٹنے والا ہو تو اُسکا قتل جائز ہے اور اُسکا مالک تاوان نہ دے سکتا کذافی الطحاوی ویطہر لحم غیر الماکول سوی الخنزیر فلا یطہر اصلا و جلدہ و قیل یطہر جلدہ
لالحمہ وہذا اصح ما یفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب و بہا مرفی الطہارۃ پاک ہوجاتا ہے گوشت اور چمڑا غیر ماکول کا سواے خنزیر کے کہ وہ اصلا
پاک نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہوجاتی ہے نہ گوشت اسکا اور یہ قول اقوال مفتی بہا مین صحیح تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب
کتاب الصید مین منقول ہے اور یہ گذر گیا کتاب الطہارۃ مین افتا الطیر لا یباح والاول عدم فعلہ یعنی پرند کا پکڑنا اگرچہ مباح ہے اور بہتر ہے کہ
ایسا نکرے کذافی الخانیۃ یکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی التعذیب یکرہ ہے باز کو شکار سکھانا زندہ پرند پر اسلیے کہ پرند کو اس سکھانے مین عذاب ہوتی ہے سمع الصائد
حس انسان او غیرہ من الاہلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اُسکے سوا کسی اہلی جانور جیسے گھوڑے اور بکری
کی آہٹ سنی سو اُسکی طرف تیر چلایا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہین ہم یہ مسئلہ کتب فقہ مین مختلف مذکور ہے ہدایہ مین شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات مین
اسکو قول مختار قرار دیا ہے منتقی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہین کیا زیلعی نے اسی کو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ
کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہین ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے کذافی الطحاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ہو صید حلال
الاکل حل بخلاف اُسصورت کے کہ شیر یا سور کی آہٹ سُنے سو اسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہے ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ
لم یحل جہرہ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہین کذافی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم جمع ہوتے ہین
تو محرم غالب ہوجاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اُسکے
سینگ یا کھر کو سو وہ مرگیا اگر اُسکو خون آلودہ کر دیا تو ماکول ہوگا زخم کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہین نکلا تو وہ ماکول نہین والعبرۃ بحالۃ الرمی فیحل
الصید بردتہ اذ رمی مسلما لا باسلامہ اور رہا بیت اصطیاد مین تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو
اسلام کی حالت مین اور شکار حلال نہین تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت مین ہم کہتے ہین کہ تیر لگانے اور کتا چھوڑنے کے
چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے تو اگر اُسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام مین پھر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہے اور اُسکے بالعکس حلال نہین کذافی العالمگیریہ و تجب
الجزاء بحلہ اذ رمی محرما لا باحرامہ وہی قبیل کتاب الذبائح اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر مارا حالت احرام مین اور اُسکے
محرم ہوجانے سے یعنے اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اُسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہین اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا کتاب الذبائح سے پہلے

فرع مسئلہ یحتمل شارح کا ان بازیا معلما اخذ صیدا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان ام لا لا یوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدون ذلک وان کان مرسلا فہو مال الغیر فلا یحل تناولہ الا باذن صاحبہ کذا فی الملتقط اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اسکا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حلال نا شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا ہی تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اسکا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الملتقط قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلا وجد شاۃ مذبوحۃ فی بستان لہ ہل یحل اکلہا ام لا فاجبناہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وہل سمی اللہ تعالی علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثۃ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ شیخ نے ملتقط سے ابھی ذکر کیا اسکا مقتضا یہ ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اسمیں کہ اسکا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جنکا ذبح حلال ہے یا نہیں ہے اور اگر ہے تو اسنے ذبح کے وقت اللہ تعالے کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالصریح انتہی فقد ابیح اکلہا بالشرط المذکور فیسلم ان العلم بکون الذابح اہلا للذکوۃ لیس بشرط قال المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر وہ پانی کے قریب نہو اور اسکے دل میں یہ بات جم جاے کہ اسکے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے تو اسکے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اسکے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہو انتہی ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اسکا کھانا بشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف رح نے شرح میں ہم کہتے ہیں یہ قول اشکال ہے عدم حلت کے قول پر پانی کے قریب کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہ محتمل ہے کہ پانی میں گر کے مرگیا اور دریائی جانور نے اسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اسکو باہر ڈال دیا اور بعضوں نے کہا کہ ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو وے یا نہو وے قلت قد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا وفی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں کہ حادثہ مذکورہ اور مسئلہ لقطہ میں یوں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اول میں غیر مالک ہے یقینا اور ثانی میں احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم کہتے ہیں اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو بھی معلوم نہیں کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی الحلبی والطحطاوی درایۃ بخط ثقۃ سرق شاۃ فذبحہا بتسمیۃ فوجد صاحبہا ہل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیتہ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتہی فالحرر اور ہمیں نے دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرالی پھر اسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اسکو پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم کہتے ہیں یہ صورت حادثہ فتوی طلب کے مغائر ہے کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت اور وجہ سے لازم آئی اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہ ہے کہ اسقدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانے گا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں اور اسکا موید فقہا کا یہ قول ہے کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبی میں ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی قیمت کا تاوان اسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہو گئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال وما مات لا تطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام النفع متعذر اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مرگیا وہ کتے کو نہ کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر الانتفاع ہے ہم کہتے ہیں مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اسکی طرف لیجانا جائز ہے چنانچہ مشہور بلالی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کے مانند قنیہ میں یوں ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسی وجہ پر جائز نہیں اور کتوں کو بھی نہ کھلاوے اور شاید کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الطحطاوی وتملیک العصفور بواحدۃ آخرۃ اور اباحت [illegible] تملیک کنجشک کی اسکے پالنے والے کو

ہم یعنی ارسال کے وقت اسکی تملیک یا صرف اباحت مراد ہو یعنی اور یہ مذہب ہیں ہو کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اسکو لیا اور اسکی درستی اور خبرگیری
کی پھر اسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتیں ہیں اگر اس نے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اسکو پکڑ لے یعنی جسکا جی چاہے اسکا کر دیا ہے تو اس صورت میں مالک اسکو نہیں لے سکتا
اسواسطے کہ اس نے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورت میں اسکو لینا جائز ہے عدم اباحت کے سبب یہی قول ہمارا ہے کہ اسکے چھوڑ دینے میں کذا فی الطحطاوی مختصر
و اضافہ بعض الائمہ یکرہ اور انکے متعلق کو یعنی کنشک کے چھوڑنے کو بعض علما انکار کرتے ہیں یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں کہتے ہیں شامی و وہبانیہ نے کہا
کہ لفظ بعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکو مجوز ہیں حالانکہ ایسا منقول نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ سب یہی کہتے ہیں کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وان یافہ مع غیرہ باز
اخذہ اور اگر مالک نے مرسل کو غیر واجد کے ساتھ پایا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہے یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ مالک نے ارسال کے وقت یعنی واسطے مباح
کر دیا ہو چنانچہ تھیں اور یہ پہلے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی [illegible] لینا جائز ہے [illegible]
[illegible] کذا فی شرح الوہبانیہ [illegible]
[illegible] حلال [illegible] اور وہبانیہ کی [illegible] ہیں [illegible] غیر محرم [illegible] شکار
کرنا حلال نہیں ان شکاریوں کا [illegible] شکار نہیں کیا [illegible] شارح نے [illegible]
[illegible] یعنی مراد وہ شکار ہو جو ایک مرد کے گھر میں گھس گیا ہو [illegible] دروازہ بند کر لیا یعنی
قصداً [illegible] بند کر لیا [illegible] تو اب اسکا کوئی مالک نہ ہوگا [illegible] شکار گھر میں
گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا [illegible] اور صاحب خانہ [illegible] شکار کرنے کے [illegible]
اسکا اخذ اور مالک ہو گیا اور اگر اس نے دروازہ بند کر لیا اور حالانکہ شکار اسکو معلوم نہیں تو اسکا اخذ اور مالک نہ ہوگا تو اگر پہلی صورت میں شکار باہر نکل گیا اور
صاحب خانہ نے اسکو پکڑ لیا تو وہ مالک نہ ہوگا اور دوسری صورت میں مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے قولہ لاصیدہ [illegible] مراد
حقیقی ہے [illegible] اور [illegible] صاحب خانہ مراد ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہ کتاب ہے مسائل رہن یعنی گروی کرنے کے احکام میں مناسبت ان کلامین الرہن والصید سبب تحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہے کہ
رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہیں ہو لغۃ حبس الشیء یعنی رہن لغت میں عبارت ہے حبس شے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ
چیز مال ہو یا غیر مال و شرعاً حبس شیء مالی ای جعل الشیء محبوساً لان الحابس ہو المرتہن اور اصطلاح شرع میں رہن عبارت ہے مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی
چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہے [illegible] شارح نے حبس شیء کی تفسیر جعل الشیء محبوساً سے اسواسطے کی تا کہ [illegible] سے [illegible] کہ
مرتہن ہو [illegible] بلکہ راہن [illegible] والا ہو اور تعریف میں [illegible] کلام ہے اس رہن میں جو راہن کا فعل ہے [illegible] مرتہن کا
فعل ہے [illegible] زید نے خالد [illegible] لیے اور اپنا باغ اسکے پاس گرو رکھ دیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور باغ مرہون [illegible] استیفاء ای اخذہ منہ کلا او بعضاً
کان قیمتہ للمرہون [illegible] اصل من الدین رہن عبارت ہے حبس شے سے بعوض اس حق کے جسکا حاصل کرنا اوس شے مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اس سے
لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا [illegible] اسکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہیں بکتی
چنانچہ [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] الا [illegible] استیفاء من الرہن الا [illegible] چنانچہ رہن کا حاصل کر لینا
مرہون سے حق مذکور [illegible] اسواسطے مراد ہوا کہ رہن کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہیں [illegible] چند چیزوں [illegible] کا بیان

بعد ایک سوال کے اسکا جواب شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے یعنی ہر استیفا میں حق استیفا ہے ممکن
اختیار ۱۲
نہیں کہ عین میں تو صورت مطلب یہ ہے سو اسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شئی سے ممکن نہیں بر خلاف دین کے کہ اسکا استیفا مرہون سے ممکن ہے اسکو سمجھ کذا فی شرح الوقایہ
حقیقۃ و ہو دین واجب ظاہرا و باطنا او ظاہرا فقط لکن عبد او قتل و جد حرا او خمرا خواہ دین حقیقۃ او ردین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہرا و باطنا
واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ کہ جو خمر ثابت ہوا ہم تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع پر اسکے
ہلاک ہو جانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمد رح نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن
فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الحاوی من الاختیار او حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما یجئ خواہ دین حکما ہو جیسا کہ وہ اعیان
جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا عام مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف
ہو جانے کے وقت مثل واجب ہو اگر اسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اسکا مثل نہ ہو چنانچہ مغصوب سو اسلئے کہ اگر غاصب مغصوب پر سے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے
تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض علے سوم الشراء او مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ
چنانچہ وہ بیع جو بائع کے پاس ہے تو اسکا تاوان یعنی در صورت تلف ہو جانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ مضمون
بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اسکا مآل کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن
بعوض اعیان کی اسطرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت میں سو جائز نہیں ہے اور ایسے رہن بعوض
مستاجرہ باطل ہے اور اسطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے مبیع کو بیچا اور بعوض مبیع کو کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے
ہاں مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الخانیہ
مختصرا خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی و ینعقد بایجاب و قبول حال کونہ
غیر لازم و حینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الہدایۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب و قبول سے در حالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت میں تو راہن کو تسلیم
مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے ہم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن
رکھنے میں فاذا سلمہ وقبضہ المرتہن حال کونہ محوزا لا متفرقا کثمر علی شجر فقط مفرغا لا مشغولا بحق الراہن کشجر بدون الثمر ممیزا لا مشاعا و متصلا لا متصلا بغیر المرہون
بغیر المرہون خلقۃ کالشجر و نحوہ لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اسپر قبضہ کر لیا اس حالت میں کہ مرہون مجتمع اور مفصول ہے
نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگر چہ شیوع حکمی ہو اسطرح کہ
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدایش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشرط مذکورہ
ہم جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے
شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا فاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الہبۃ وصحح فی المجمع
انہ شرط الجواز مصنف رح کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہو جانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجمع
میں اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض
کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیۃ بین الرہن والمرتہن قبض حکما علی الظاہر اور
تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن نے اسکو لے

اور وہ ضائع ہو تو تاوان اسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی المحیط امام ہی حسن ابی السعود نے فرمایا تخلیہ یہ کہ راہن مرہون کا ایسے موضع میں رکھدے کہ مرتہن اسکے لینے پر قادر ہو یہ ظاہر الروایۃ
ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول میں قبضہ ثابت نہیں ہوتا جب تک وہ نقل نہ کرے کذا فی شرح الوقایہ کالبیع فانہا فیہا ایضا قبض تخلیہ یعنی رہن میں قبض ہو مانند بیع
کے اسواسطے کہ تخلیہ بیع میں بھی قبض ہے وہو مضمون اذا ہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جب مرہون تلف ہوجائے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر
اسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا ہم یہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہو اسکا ضمان ہے
تو اگر دین اقل ہو قیمت مرہون سے تو اسقدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہو تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہوجانے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن
مرہون کو تعدی سے تلف کرڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اسپر لازم ہوگا چنانچہ عنقریب بیان ہے اور اگر راہن نے یہ شرط کی ہو کہ اگر ضائع ہو مرہون تو بلاضمان
ضائع ہوگا تو یہ رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہوگا کیونکہ یہ تبدیل شرع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین تقسیم کیا جاویگا ہالک اور موجود پر مثلاً
اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہوگیا نوسو ہزار کی قیمت تھی گھر کی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین کا
حصہ باقی رہیگا کذا فی المحیط الطحاوی وعند الشافعی ہو امانۃ امام شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہو تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ یوم القبض لا یوم الہلاک
کما ہو معتبر فی الاشباہ لمخالفۃ المنقول کما حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اسکی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الہلاک کی قیمت جیسا کہ اشباہ میں کہا ہے صاحب اشباہ
نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہو چنانچہ مصنف رحمہ نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار اور جو مقبوض ہوا ساتھ ارادہ
رہن الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جب مرہون پر قبضہ ہوا ابتداء گفتگو سے رہن کے جبکہ مقدار اس دین کی مذکور نہوئی ہو جسکو راہن
طلب کرتا ہو تو اسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے یعنی راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض
میں تجھسے لونگا اور مقدار قرض بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں اور اگر مقدار مذکور ہوچکی تو تاوان لازم ہوگا فان ہلک وہما ای قیمتہ
الدین سواء صار مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا اور اسکی قیمت دین کے برابر ہو تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پاچکا یعنی جتنا لینا تھا اور جتنا
تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہوگیا گویا دین بھرپایا او زادت کان الفضل امانۃ فیضمن بالتعدی یا قیمت مرہون کے دین سے زیادہ ہو تو جسقدر زائد ہو وہ
امانت ہو تو اسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی سبب امانت ٹھیری تو اسکے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اسکو ہلاک کریگا او نقصت سقط
بقدرہ ورجع المرتہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہو دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے
پھیر لے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہو تو ہلاک ہوجانے سے اس صورت میں
گویا مرتہن نے اپنا دین بھرپایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہو تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہو تو پانچ درم مرتہن راہن سے پھیر لیگا ویضمن
المرتہن بدعوی الہلاک بلا برہان مطلقا سواء کان من اموال ظاہرۃ او باطنۃ وخصہ مالک بالباطنۃ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے
بدون شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو جیسا کہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو جیسا کہ نقد اور زیور اور امام مالک رح نے تاوان مخصوص
باموال باطنہ کیا ہو ولہ طلب دینہ من راہنہ ولہ حبسہ بہ ان کان الرہن فی یدہ لان الحبس جزاء المماطلۃ اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اسکے راہن سے
اور اسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنیکا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اور دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنی باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور
راہن کو مہلت او اس دین کیواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے ولہ حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرہن لا یبطل بمجرد الفسخ
بل یبقی رہنا ما بقی القبض والدین معا فاذا فات احدہما لم یبق رہنا زیلعی و درر وغیرہما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہوجانے کے
بعد تک جبتک اپنا دین پاوے یا دین کو معاف کردے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا فقط فسخ عقد سے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جبتک کہ قبضہ

اور دین ساقط ہو گیا تو رہن بھی باقی نہیں رہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہما الانتفاع به مطلقا لا بالاستخدام ولا سکنیٰ ولا لبس ولا اجارة او اعارة سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن کل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے کسی طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت لینے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن سے یا راہن کسی کو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے صیرفیہ میں ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن صحیح سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے یہ منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن کے اذن سے اور اسیطرح اسمیں تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود رحمہ وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوٰا اور بعضوں نے کہا کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو بیاج ہے جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو بیاج ہے اسی لیے بعض علما اس بات کے قائل ہوے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور تقویٰ پر محمول کیا ہے اور جو کتب معتبرہ میں حالت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اسکو حکم اور فتویٰ پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوٰا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ اگر عقد رہن میں استیفاء منافع شرط کر لیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہیں تو بیاج نہیں وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او سکنی الدار او لبن الشاة المرہونة فاکلہا لم یضمن ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجیئ آخر الرہن اور اشباہ اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختوں کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہے پھر اشباہ میں فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر میں آویگا ہم غالب حال لوگون کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع ہو تو قرض نہ دین تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے یہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاة فی ید المرتہن قسم الدین علی قیمة الشاة ولبنہا الذی شرب فحظ الشاة یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن بکری مر گئی مرتہن کے پاس یعنے وہ بکری جسکے دودھ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین تقسیم کیا جائیگا بکری اور اُس دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا [illegible] بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ مرتہن لیگا ہم ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اُسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اُسپر ضمان نہیں پھر اگر بکری اسکے بعد مر گئی تو دین کی قیمت ہوگی بکری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اُسکی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع به قبل اذنہ صار متعدیا ولم یبطل الرہن به پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہو گیا اور رہن باطل نہوگا اُسکی اس تعدی سے واذا طلب المرتہن دینہ امر باحضار دینہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبارہ مستوفی نہ ٹھہر جاوے ہم اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام اسکے استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمین تکرار استیفا لازم آتا ہے اس صورت میں جبکہ مرہون ہلاک ہو جاوے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او عند العدل لانہ لم یاتمنہ شرح مجمع مگر اس صورت میں احضار رہن ضرور نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے باربرداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن کو معتمد نہ سمجھا تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتہن رہنہ تحقیقا للتسویة پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اُسکا پورا دین اُسکو دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اُسکے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ دونون حق میں برابری ثابت ہو جاوے ہم یعنی مرتہن کا حق دین میں متعین ہو جاوے جیسے راہن کا حق مرہون میں متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جب تک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع

مرہون کا مامور ہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد الرہن فکذلک الحکم ان لم یکن للرہن مؤنۃ وان کان لحملہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح حاضر کا حکم ہو اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہو اور اگر اسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اسکو دینا چاہیگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون یعنی تخلیہ واجب ہی نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا مع قیامہ لم یومر بہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اسپر حاضر کرنے کا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے یعنے اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر ہی میں ہو ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک ولیکن راہن کو اختیار ہو کہ مرتہن سے یہ قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہو تلف نہیں ہوا ہی یعنے درصورت عدم احضار وہذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل نجم حل اور یہ سب مذکور اسوقت ہو جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانے کا دعوے کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہو اور اسی طرح کا حکم ہو ہر ایک اس قسط کے نزدیک جسکی مدت پہونچ گئی ہو یعنے اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال ولا وقع فی الملتقی لم یحضر الرہن اولا ویکن بغیر مکان العقد واجمل التعبیر چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہو اور یوں کہا ہو اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہیں جب تک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور بلا انکہ اسکی بار برداری میں دشواری ہو یعنے درصورت عدم دشواری غیر شہر بہت کبھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو وکذا الحکم اذا ادی فی دعوے جنبیہ ہلاکا وہذا فی النہایۃ بیدکر اسی طرح قسط کا حکم ہو کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہیں بدون دعوے ہلاک راہن کے اور یہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہو ہم یہ تفریع قول اشارہ ہو ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہو کہ جیسے استیفا کل دین کے واسطے احضار مرہون ضرور ہو ویسے ہی استیفا ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہو بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات میں ہو کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہو تو احضار ضرور ہو تا اسکی خاطر جمع ہوجاوے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اس مرہون کے حاضر کرنے کا جو اسنے رکھا ہو معتمد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنے اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہیں کیا تب اسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رہن باعہ المرتہن بامرہ ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ بمنزلۃ الرہن اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا ہو راہن کے امر سے یہان تک کہ ثمن پر قبضہ کرے عدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہو راہن کا بیع کے واسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت میں جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنے کا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے ہم بدل ثمن ہو اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت طلب دین لازم ہو اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہو مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہو وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اسکے ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہو تا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابراہ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ من الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اسنے کچھ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا جب تک کہ وہ قبضہ نکریگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ہم یعنے اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسی طرح بعض دین کے قبض یا ابرا سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الودیعۃ اور مرتہن پر یہ واجب ہو کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جس طرح ودیعت کی حفاظت واجب ہے ھم حفظہ عیال ہیں الذین ... اور اگر زوجہ مرہون شے زوج کے
حفظ میں دے تو اسپر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ بیوی اسکی نفقہ میں نہیں کذا فی الحموی وضمن ان حفظہ بغیرہم کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے
اسکی حفاظت کراویگا چنانچہ کتاب الودیعۃ میں گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ
واستخدامہ ونحوہ یعنی کل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور اسی طرح
مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہو جاویگا بقدر اسکے یعنی اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن سے کذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل
فصہ الی بطن کفہ اولا یعنی خنصرہ ای الیسری والیمنی علی ما اختارہ الزیلعی اور اسی طرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائین یا داہنی
چھنگلی میں بنا بر اس قول کے جسکو زیلعی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتوی ہے کذا فی البرجندی ہم ضمان
اسواسطے لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لان قد مثالی المختار عن البرجندی ... انہ شعار الروافض وانہ یجب التحرز عنہ فقلنا قلت ولکن جرت العادۃ فی زماننا
بلبسہ کذلک فینبغی لزوم الضمان قیاسا علی ... الاتیۃ ... لیکن ہمنے کتاب الحظر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی میں انگوٹھی
پہننا رافضیوں کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو اگر یہ رہنا ہے کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانہ میں تو داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت
جاری ہو گئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ بعینہ پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے لا یجعلہ فی اصبع اخری الا اذا کان
المرتہن امراۃ فتضمن لان النساء یلبسن کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن الکمال معزیا للزیلعی ضمان لازم نہوگا سوا چھنگلی کے دوسری انگلی میں
پہننے سے مگر جس صورت میں مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ عورتین اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیوں میں
بھی پہنتی ہیں تو انکے حق میں یہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کرکے ہم یہ جو کہا کہ اور انگلی کے پہننے سے ضمان
لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہ نہیں کہ بالکل ضمان لازم نہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہو جانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا بقدر
ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وشملہ تقلد سیفی الرہن لا الثلاثۃ فان الشجعان تقلدون فی العادۃ بسیفین لا الثلثۃ اور انگوٹھی کے مانند
دو تلواروں کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں کا اسواسطے کہ بہادر عادت میں دو تلوارین باندھتے ہیں تو تین تلوارین سے اگر رہن کی دو تلوارین باندھیں تو ضمان
لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے اور اگر تین تلوارین باندھیں تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتمہ ای خاتم الرہن فوق آخر یرجع
الی العادۃ فان کان ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع
کیا جاویگا تو اگر مرتہن ان لوگوں میں سے ہے جو تجمل اور آرائش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر ان لوگوں میں نہیں تو محافظ ٹھہریگا
تو ضمان نہ دیگا ثم ان قضے بہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین یلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب
المرتہن الراہن بالفضل ان کان ثمۃ فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادا ے ضمان اور دین دونوں ملکر برابر
ہو جاوینگے مجرد ادا کرنے قیمت کے جس وقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہان دین زیادہ ہوگا قیمت سے ہم نے ذرا
اور ... مخالف ہیں چنانچہ معدن میں مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان کان الدین موجلا فیضمن
المرتہن قیمتہ وتکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور
مرتہن کے پاس رہیگی پھر جب مدت دین کی آویگی تو مرتہن اسکو لیگا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان
رہنا عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن رہیگا مرتہن کے پاس

اُسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہی مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے مین واجرۃ بیت حفظہ وحافظہ ومادی الغنم
علی المرتہن اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اُسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرۃ راعیہ لو حیوانا ونفقۃ الرہن
والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے والاصل
فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی المرتہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اسمین یہ ہے کہ جو چیز ذات مرہون اور
اُسکے باقی رکھنے کی مصلحت کے واسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہے اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہے اور جو چیز مرہون کی حفاظت کے واسطے ہو
سو وہ مرتہن پر لازم ہے اسواسطے کہ اُسکا محبوس رہنا اُسکے حق کے واسطے ہے مثل نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے
والے کی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیرہ ذلک من المصالحات واعلم انہ لا یلزم شئ منہ لو شرط علی الراہن تتارخانیہ عن الذخیرۃ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر
لازم ہے اسمین سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی التتارخانیہ عن الذخیرہ ومثلہ چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر
لازم ہے بشرطیکہ مرتہن کے پاس زخم لگا ہو تو شرط مذکور سے یہ امور راہن پر لازم نہ ہونگے کذا فی الطحطاوی عن التتارخانی واما مؤنۃ ردہ کجعل آبق او رد جزء منہ
کمداواۃ جرح الی یدہ او الی ید المرتہن فتنقسم علی المضمون علی المرتہن والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین اھ
مرتہن کے پاس مرہون کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانے والے کا اجر یا اُسکی کسی چیز کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ زخم کی دوا کا حال ہے سو وہ منقسم ہے مضمون اور
امانت پر سو جسقدر مضمون ہے اُسقدر کا خرچ مرتہن پر ہے اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو مثلاً دین سو درم ہو اور غلام مرہون کی
قیمت دو سو درم ہو تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے مین دو درم صرف ہوے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور
نصف راہن پر والا فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہین یعنی قیمت دین کے برابر ہے یا کم تو اُسکا خرچ پھیر لانے کا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذا معالجۃ
الامراض والقروح وفداء الجنایۃ اور اسی طرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الآخر کان متبرعاً الا ان یامرہ
القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الآخر فحینئذ یرجع علیہ ومجرد امر القاضی بلا تصریح بجعلہ دینا علیہ لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا
اُسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اُسکا دعوے نہین کرسکتا مگر یہ کہ قاضی اُسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہرا دے دوسرے پر تو اسوقت مین وہ دوسرے سے اپنا خرچ
پھیر لیگا اور مجرد امر قاضی سے بدون اس تصریح کے کہ اُسکو دوسرے پر دین ٹھہرا دے رجوع نہین کرسکتا چنانچہ یہ ملتقط مین مصرح ہے وعن الامام لا یرجع ولو احدہما غائباً
مطلقا خلافا للثانی وہی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام رح سے ایک روایت یون ہے کہ خرچ کرنے والا رجوع نہ کریگا اگرچہ اُسکا ساتھی موجود ہے مطلقاً رجوع نہین خواہ قاضی امر کرے
یا نہ کرے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ اُنکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ھم یعنے امام رح کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی
حجر نہین کرسکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنے بامر قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراہن الرہن غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی رہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ القابض
راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہین اور مرتہن نے کہا کہ یہی مرہون ہے جسکو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ قابض ہے اور قول
معتبر نہین مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتہن ردہ علی الراہن بعد قبضہ فان القول للراہن لانہ المنکر برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اُسکے پھیر دینے کا
دعوے کیا اپنے قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنے رد عارض مرہون کا وہ منکر ہے وان برہنا فالراہن ایضا ویسقط الدین
لاثباتہ الزیادۃ پھر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانین تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا ولو قبل قبضہ فالقول
للمرتہن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ اور اگر اختلاف ہوا اُسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنے مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہوگیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن

کہتا ہو بلکہ پہرے قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ذمہ سے ضمان کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیۃ وان برہنا فالرہن لاثباتہ الضمان
بزازیہ اور اگر دونون اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اسکے کہ ثابت کرتے ضمان کے کذا فی البزازیۃ ویجوز لہ السفر بہ بالرہن اذا کان الطریق
آمنا کما فی الودیعۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر مین لیجانا جبکہ راہ بیخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر مین لیجانا بشرطیکہ اس طریق
جانے ہو اگرچہ مرہون کے لیجانے کے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا الانتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیۃ معزیا
العدۃ علی خلاف ما فی فتاوی القاضیین ولعل ما فی العدۃ قول الامام وما فی الفتاوی قولہما کما افادہ کلام القنیۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے
دوسرے شہر مین لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر ہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضہ مین مرہون ہو چنانچہ عمادیہ مین ہے عدہ سے منقول
برخلاف دو قاضیون کے فتاوی یعنے قاضی خان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کے اور شاید کہ جو روایت عدہ مین ہے وہ امام رح کا قول ہے اور جو دونون فتاوون
مین ہے وہ صاحبین رح کا قول ہے چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ فتاوی قاضی خان مین قول صاحبین رح کا صریحا مذکور ہے
کذا فی الطحطاوی **فائدہ** فی الحدیث اذا عمی الرہن فہو بما فیہ قالوا معناہ اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ یضمن بما فیہ من الدین
کما ذکرہ المصنف اول الباب **فائدہ** حدیث مین ہے کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اس دین کے ہے جسمین وہ مرہون ہے شرح حدیث نے کہا مطلب
حدیث کا یہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہو اسکے ہلاک ہو جانے کے بعد اس طرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ اسکی قیمت کتنی
تھی تو مرتہن تاوان دے اسقدر دین کا جسقدر مین وہ رہن تھا یعنے دین راہن سے ساقط ہو جاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہو جائے ایسا
ذکر کیا ہے مصنف رح نے شرح مین کتاب الرہن کے شروع مین ہم یہ حدیث مسند اور مرسل دونون طرح مروی ہے مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت
کی ہے اور مرسل کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل مین روایت کی ہے مین کہتا ہون مرسل ابوداؤد صحیح ہے یہ قول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

باب ما یجوز ارتہانہ ومالا یجوز

یہ باب ان مسائل مین ہے کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہے اور کسکا جائز نہین لا یصح رہن مشاع لعدم کونہ ممیزا کما مر صحیح نہین رہن رکھنا مشاع یعنے
غیر مقسوم کا اسکے ممتاز اور جدا نہونے کے سبب سے چنانچہ شروع مین گذر گیا مطلقا مقارنا او طاریا من شریکہ او غیرہ یقسم اولا والشائع کا رہن مطلقا صحیح
نہین خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک سے اسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحیح
انہ فاسد یضمن بالقبض وجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہین فاسد ہے مرتہن پر اسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم
ہوگا اور رہن مشاع کو امام شافعی رح نے جائز رکھا ہے ہم انعقاد رہن کی شرط یہ ہے مال ہو اور اسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن
صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو جیسا کہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا منعقد نہوگا
اسی کا رہن باطل نام ہے وفی الاشباہ ما قبل البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ وغیر المدبر فیجوز بیعہا
لا رہنہا اور اشباہ مین ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہے اسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہے سوائے چار چیزون کے
مشاع اور مشغول اور متصل بغیرہ اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہو کسی شرط سے قبل اسکے وجود کے سوائے غلام مدبر کے تو ان چارون کی بیع تو جائز ہے رہن رکھنا
انکا جائز نہین ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہین ہے کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کی
صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے تو اسکی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہین ہان مگر مدبر مطلق کی
بیع بھی درست نہین لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا الحیلۃ فی جواز رہن المشاع ان یبیعہ النصف بالخیار ثم یرہنہ النصف

ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیہ نظر ولعلہ تفریع علی الضعیف فی الشیوع الطاری اور اشباہ میں جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع
بشرط خیار کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف رح نے شرح میں کہا کہ اس میں
اعتراض ہے اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری میں ضعیف قول پر ہم برہان میں ابو یوسف رح کا ضعیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا
مانع نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار لا یخلو اما ان یبقی فی ملکہ او یعود لملکہ وعلی کل یکون رہن المشاع ابتداء کما بسطہ فی تنویر البصائر
تنبیہ میں کہتا ہوں بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہیگا
اسکی ملک میں یا اسکی ملک کی طرف عود کریگا اور ہر حال میں مشاع کا رہن ابتداء سے ہوگا چنانچہ اسطرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر میں تو ضیح دار رشنا
ہم شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے کہ یہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہیں بلکہ ظاہراً اسپر بھی متفرع نہیں ہو سکتا
اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ مجکو اختیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر گیا پھر جب اسکی ملک سے باہر گیا تو حصہ اپنے بعض ملک کو رہن کیا تو رہن مشاع
ابتداء سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہوگیا تو رہن کہتا مشاع کا اپنے شریک کے
پاس لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام رح کے قول پر اگر چہ مدت خیار میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک میں داخل ہوگا یا بائع
کی ملک میں عود کریگا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتداء سے ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً قلت والحیلۃ الصحیحۃ ما فی حیل وہبانیۃ المفتی اراد رہن نصف دارہ
مشاعاً یبیع نصفہا من طالب الرہن ویقبض منہ الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلۃ الرہن بالثمن
واعتمدہ ابن المصنف فی زواہر الجواہر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو وہبانیۃ المفتی کے حیلوں میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کے
نصف غیر مقسوم کے رہن رکھنے کا ارادہ کیا تو اسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن اسکا لے اس شرط پر کہ مشتری کو خیار ہے اور مشتری
گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ ڈالے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہیگا بمنزلہ رہن کے عوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف رح نے زواہر
میں اعتماد کیا ہے اور اسیطرح حموی نے شرح اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھا ہے انفاروی ہے کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہوگا تو مالک کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر عیب دار
ہو جاویگا تو اسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفیہا الشیوع الثابت ضرورۃ لا یضر لما فی الولوالجیۃ ولو جاء بثوبین وقال خذ احدہما رہنا والآخر بضاعۃ
عندک فان نصف کل منہما یصیر رہنا بالدین لان احدہما لیس باولی من الآخر فیشیع الرہن فیہما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر میں ہے کہ جو شیوع ضرورت
کے سبب سے ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اسواسطے کہ ولوالجیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمیں سے ایک کپڑا رہن رکھ اور دوسرا کپڑا
بضاعت رکھ اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں
تو رہن شائع ہوگا دونوں کپڑوں میں عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو مضر نہیں کرتا ولا رہن ثمرۃ علی نخل دونہ ولا زرع
ارض او نخل او بناء بدونہا اور جائز نہیں رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون
زمین کے وکذا عکسہا کرہن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسیطرح کا حکم ہے اسکے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا
بدون درخت کے ہے اور اگر اخراج شجر کی تصریح نہ کی تو درخت بھی رہن میں بالتبع داخل ہوگا والاصل ان المرہون متی اتصل بغیر المرہون خلقۃ لا یجوز لامتناع
قبض المرہون وحدہ درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدایش کے تو رہن جائز نہیں بسبب ممتنع ہونے
قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز رہن الارض بلا شجر اور امام رح سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے تو رہن الشجر
بمواضعہا والدار بما فیہا جاز ملتقی لانہ استصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختوں کو انکے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اسکے ساتھ جو اسکے اندر ہے

تو جائز ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہے باتصال مجاورت اور مقابلت کے (فی القنیۃ رہن دارا الحیطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران صح فی العرصۃ
ولا بغیر اتصال السقف بالحیطان المشترکۃ لکونہ تبعا اور قنیہ میں ہے کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اسکی دیواریں مشترک ہیں فیما بین راہن اور ہمسایوں کے
تو رہن صحیح ہے صحن اور دالانوں میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اسلیے کہ وہ تابع ہے انتہی اور قنیہ میں پوری روایت
یہ ہے کہ رہن صحیح ہے صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی الطحطاوی ولا رہن الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہیں رہن رکھنا
آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا ثم لما ذکر ما لا یجوز رہنہ ذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ
پھر جبکہ مصنف رحمہ اللہ نے وہ چیزیں ذکر کیں جنکا رہن رکھنا درست نہیں اب اسکا ذکر شروع کیا جنکے بدلے رہن رکھنا درست نہیں تو مصنف رحمہ اللہ نے یوں کہا
اور رہن جائز نہیں بدلے امانتوں کے چنانچہ ودیعت اور امانت اور اسیطرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ رہن کا
موجب یہ ہے استیفا ہے مرتہن کے واسطے اور رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہے تاکہ قبض مضمون ثانی ہو اور استیفا درست ہو سکے اور امانت
کے قبض میں ضمان نہیں کہ رہن اسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز
نہیں استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ گذر گیا ہم رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہیں کہ رہن تو
استیفا ہے اور استیفا نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے یعنی ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن
بالدرک کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی مملوک نکلے اور ثمن کے
بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہے کہ ضمان اسکا لازم نہ آویگا خواہ
درک حاصل ہو یا نہو بخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفا کے واسطے اور استیفا نہیں قبل وجوب کے اور اضافت جواز
کی زمان مستقبل کی طرف جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہے ولا بالاعیان المضمونۃ بغیرہا ای بغیر
مثل او قیمۃ کمثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہیں عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان
مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اسکا ضمان ثمن سے ہے پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا ہم بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی
چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہے دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے
پاس دین نہیں بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اعیان ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن
جائز نہیں حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہیں جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اصیل اسکے پاس ہو اسکے بدلے کچھ رہن رکھے تو رہن
درست ہے کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اسواسطے کہ استیفا قصاص
رہن سے متعذر ہے اور یہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ مرہون یعنی قصاص مال نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو اسکا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطاء لامکان استیفاء
الارش من الرہن بخلاف جنایت خطا کے کہ اسکے بدلے رہن جائز ہے بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی یہاں تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا
ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہیں بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں مشتری سے بعوض تسلیم مبیع شفعہ کے بسبب اسکے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان
نہیں وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہیں نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اسکے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر
وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اسکا ضمان نہیں واذا ہلک الرہن فی ہذہ الصور
فللراہن اخذہ فان ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن

صحیح ہنوز ان سب صورتوں میں تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پھر اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف
ہو گیا اسواسطے کہ رہن باطل ہے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانہا
من مسلم او ذمی لمسلم ای لا یجوز للمسلم ان یرہن خمرا او یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے
یعنے مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ہم اسواسطے کہ ایفا اور استیفا حق مسلم میں متعذر ہے اسواسطے کہ مسلم
ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہ ای المسلم مرتہنہا حال کونہ ذمیا او مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہو کر تاوان نہ دیگا یعنے اگر ذمی کے پاس مسلمان
خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو ذمی پر تاوان اسکا لازم نہو گا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق میں مال ہی نہیں جو اسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان
لتقومہا عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس میں ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم
ہو گا اسواسطے کہ خمر ذمیوں کے نزدیک مال متقوم ہے ہمارے نزدیک وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع
والمہر وبدل الصلح عن دم عمد اور صحیح ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اسکے مثل سے یا اسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسا کہ
غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور بدل صلح کا عمدا خون سے ہم اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع میں مذکور ہو چکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ
اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر دریافت کر کہ اعیان یعنے
اشیاء غیر دین تین قسم ہیں ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنے اصلا اسکا ضمان نہیں جیسا کہ امانتیں دوسری عین غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون
کے مشابہ ہے جیسا کہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہے جیسا کہ مغصوب اور مانند اسکے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے
ہم تفصیل اسکی درر میں یوں ہے کہ اعیان تین قسم ہیں ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنے اسکا تاوان نہیں جیسا کہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہے
رد مثل ہالک سے یعنے جو چیز تلف ہو گئی ہم اسکے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہو یا اسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہو تو امانت اگر تلف ہو جاوے بدون
تعدی کے تو اسکے مقابلہ میں کچھ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسا کہ مغصوب اور
مانند اسکے اور فقہا انکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہیں اور مراد یہ رکھتے ہیں کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہے رد مثل ہالک سے
یا اسکی رد قیمت سے جیسا کہ معلوم ہو چکا اور شیء مثلی یا قیمتی کی ہلاکت میں اسکا مثل یا قیمت متعین ہو گی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری
وہ عین ہے جسکا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ مضمون ہے جیسے مبیع بائع کے قبضہ میں اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اسکی مثل یا قیمت کا ضمان
نہیں لیکن ثمن ساقط ہو جاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہے تو پھر اس اعتبار سے اسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر وصح
بالدین الموعود بان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا جبر اشباہ اور رہن صحیح ہے مقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ راہن نے
کوئی چیز گرو رکھی تا مرتہن اسکو قرض دے اسقدر جیسا کہ مثلا ہزار درم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اسپر جبر
نہیں کذا فی الاشباہ ہم دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسیقدر پر مرہون محبوس ہوگا اور [illegible] ہوگا
ایفا لازم نہیں اسلئے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہیں حالانکہ عقد رہن کے لیے تسلیم مرہون پر جبر نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا افادہ ابو مالک ہذا ان رہن
فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون
بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو اسپر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا
زبردستی اسوقت میں جبکہ دین قیمت مرہون کے برابر ہو گا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بالقیمت ہے یعنے مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان

لازم ہوگا نہ دینا کا ہو اذا سمی قدر الدین فان لم یسمہ لم یکن مضمونا فی الاصح کما مر فی المقبوض علی سوم الرہن بان رہنہ علی ان یعطیہ شیئا فہلک فی یدہ

لم یضمن خلاف ما بین الاماما ہین مذکور فی البزازیۃ وغیرہا والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح
یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اسنے معین نہ کیا ہو تو اسکا ضمان
لازم ہوگا قول اصح میں چنانچہ یہ گذر گیا اس مرہون کے بیان میں جس پر قبضہ ہوا طلب رہن پر اس طرح کہ رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن
کچھ دین دے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمیں لازم ہوگا یا نہیں اسمیں خلاف ہے دو اماموں میں جو بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے
اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اسمیں تاوان نہیں ہے اور پیشتر متن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی مقدار بیان نہ ہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں
وصح برأس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی راس المال کے بدلے اور صرف کی ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے یہ علم ہو چکا صحت
اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تھی لیکن اسکو علیحدہ اسواسطے مصنف رح نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اسپر مترتب ہوں فان ہلک الرہن
فی المجلس تم الصرف والسلم وصار المرتہن مستوفیا حکما اتفاقا للثلثۃ پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد
تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانے والا ٹھہر گیا حکما بے خلاف ائمہ ثلثہ کے ہم یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون راس المال کے برابر تھا
اور اگر زیادہ تھا تو فاضل اسکے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقدہ وہلاکہ بطلا
ای السلم والصرف اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف
باطل ہوگئے ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہوگئے واما المسلم فیہ فیصح مطلقا اور مسلم فیہ تو
مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ہلک الرہن تم العقد وصار عوضا
للمسلم فیہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور رہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لم یہلک ولکن تفاسخا السلم وبالمسلم فیہ رہن فہو رہن برأس المال
استحسانا لانہ بدلہ فقام مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہ ہوا ولیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ از روے استحسان کے
راس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم ہوگیا وان ہلک الرہن بعد الفسخ المذکور
ہلک بما ای بالمسلم فیہ فیلزم رب السلم دفع المسلم فیہ لبقاء الرہن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے
ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اسکے ہلاک ہونے تک ہم یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا
لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اسکے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح
وللاب ان یرہن بدین کائن علیہ عبدا لطفلہ لان لہ ایداعہ فہذا اولی لانہ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا
بدلے اس دین کے جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے
رہن کے مرتہن پر تاوان واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے
دین کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یمکن ذلک اور ابو یوسف رح نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنے اسکے غلام کے رہن رکھنے کے
ثم اذا ہلک ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانہ امانۃ پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہو جاوے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دینگے نہ زیادہ کا تاوان
اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال التمرتاشی یضمن الوصی القیمۃ لان للاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف الوصی لکن
جزم فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے

نفع حاصل کرنا درست ہو بخلاف وصی کے کہ اسکو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہو ولو ای الاب رہن مالہ
عند ولدہ الصغیر یعنی لہ ای للصغیر علیہ ای علی الاب اور باپ کو جائز ہو اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اس دین کے
جو صغیر کا دین باپ پر ہو مثلاً فرزند صغیر کا دین جیسے اسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو ویحبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی فانہ لا یملک ذلک
اور باپ اس مرہون کو فرزند صغیر کے واسطے محبوس رکھے بخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہیں ہو کذا فی السراجیہ وکذا عکسہ فللاب رہن متاع
طفلہ من نفسہ لانہ لوفور الشفقۃ جعل کشخصین وعبارتین کشرائہ مال طفلہ اور یہ بیع کا حکم ہو اسکے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی
ذات سے درست ہو اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص کے مانند قرار دیا گیا اور اسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دی گئی
چنانچہ باپ کو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہو یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولی
طرفی العقد فی رہن ولا بیع وتمامہ فی الزیلعی بخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہو تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن
میں نہ بیع میں اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہو حاصل یہ ہو کہ اگر شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعدہ
باپ میں اسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اسکی شفقت قاصر ہو حقیقۃً عادل نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصاً وصح رہن
عبد او خل او ذکیۃ ان ظہر العبد حرا او الخل خمرا والذکیۃ میتۃ اور غلام اور سرکہ اور ذبیحہ کو کسی حق کے بدلے رہن صحیح ہو اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں
آزاد ہو اور سرکہ شراب اور ذبیحہ مردار ہو فائدہ صحت رہن کا یہ ہو کہ درصورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع ہوتا
امانت ہو کر کذا فی الطحطاوی وصح ببدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ واصل الامر ان وجوب الدین ظاہراً یکفی لصحۃ الرہن والکفیل
اور رہن صحیح ہو اس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اسپر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ وہ ہو جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا
ظاہر میں صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہو صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض میں
کوئی چیز رہن رکھدی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہو اور اصل ان مسائل میں یہ ہو کہ ظاہر
میں وجوب دین صحت رہن کے واسطے کافی ہو حقیقۃً واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر وصح رہن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہو رہن
رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہیں کذا فی الدرر فان رہن المذکور بخلاف جنسہ ہلک بقیمتہ
وہو ظاہر یعنی اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ عوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بدلہ
کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہی مانند سائر اموال کے ان بجنسہ ہلک بمثلہ وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لہما من الدین اور اگر
اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہوگئے تو ہلاک ہونگے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین رحمہما کے
ہم در صورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام رح کے نزدیک تاوان بالمثل ہو وزن یا کیل میں اور صاحبین رح کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہو دونوں
یا کیل مثلاً بقدر دس درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین میں اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہو گیا
باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہو تو امام رح کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن پر اسکی قیمت کا ضمان
واجب ہو اسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح مسکین والعبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس ثم ان تساویا فظاہر وان الدین ازید فالزائد فی ذمۃ الراہن وان الرہن
ازید فالزائد امانۃ درر وصدر الشریعۃ اور اعتبار نہیں مرہون کے جید اور کھرے ہونے کا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے
یعنی دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ رہیگا اور اگر مرہون زائد ہو تو وہ امانت ہو یعنی وہ راہن کا ہو یعنی اگر

تلف ہوگیا تو رہن ہوا اُسکا ضمان نہیں کذا فی الدرر والصدر الشریعۃ باع عبدا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کذلک
بعینہ صح غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے م اگر متعین رہن نہیں ہوا اگر
مجلس بیع میں تعیین بائع اور مشتری متفق ہوگئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحاوی عن الزیلعی
ولا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنے رہن اور
وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا وللبائع
فسخہ لفوات الوصف المرغوب اور درصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنے بائع راضی ہوا تھا شرط
مذکور سے تو بدون اُسکے راضی نہوگا پھر جب اُسکی رضا تام نہوئی تو اُسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہوجاے الا ان یدفع المشتری
الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرہن المشروط رہنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن
رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اسکی خلاف ہے
حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنے قیمت سے اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت وان قال المشتری
للبائع قد اعطاہ شیئا غیر مبیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرۃ للمعانی خلافا للثانی والثلثۃ اور
اگر مشتری نے سوا مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اُس سے کہا کہ اسکو رکھ یہانتک کہ میں تجکو ثمن دوں تو وہ رہن ہوگا بسبب تلفظ مشتری کے وہ لفظ
جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف رح اور ائمہ ثلثہ کے م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اسکا مادہ
شرط نہیں ولو کان ذلک الشئ الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنا بثمنہ اگرچہ وہ چیز
جسکو مشتری نے کہا کہ رکھ وہی مبیع ہو جسکو اُسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے
کہ اسوقت میں یعنے قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے م یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اسکی ملکیت
متعین ہوگئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا وقبلہ لا یکون رہنا لانہ محبوس بالثمن کما مر
اور اگر مبیع کے قبض کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھ تا ادا ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا م تو اگر بیع قبل
قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وخبز فابطا المشتری فخاف البائع تلفہ
جاز بیعہ وشراؤہ ولو باقلہ بازید لتصدق بہ لان فیہ صیانتہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اُس قسم
کی چیز ہو جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادا ے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اُسکے تلف ہوجانے سے
تو اسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اسکا خریدکرنا جائز ہے اور اگر اُسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زاید کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمین شبہ ہے غیر کے مال ہونے کا
یعنے مشتری کا م طحاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رہن رجل عینا عند رجلین بدین لکل منہما صح وکلہ
رہن من کل منہما لو غیر مشترکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اُس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز
بالکل دونوں شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں م یہ نہیں ہے کہ اُسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے
پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے تمام عین کی طرف بصفقہ واحدہ اور اسمین شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا
ہر شخص کا اور اسمین کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصوں کو تو امام رح کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے

اور یہی واحد میں شخص کی ملک کا ایک جزو نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر فان تہایا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر ہذا لو ہلکا لا یتجزا ان ما
یتجزا فعلی کل حبس النصف فلو دفع لکلہ ضمن عندہ خلافا لہما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن
اپنی باری میں شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اس صورت میں ہے جبکہ مرہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا چنانچہ گھوڑا یا غلام
اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ کیلی یا وزنی ہو تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک نے دوسرے کو بالکل مرہون دیدیا تو امام رح کے نزدیک اسپر تاوان
لازم ہوگا نہ صاحبین رح کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم واضح ہو کہ ضمان غصب لازم آویگا یعنی یہ ہے کہ جب شئی قابل قسمت
دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھے سو ایک نے دوسرے کو بالکل دیدی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولہذا یضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء
اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا
مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر فان قضی دین احدہما فکلہ رہن عند الآخر لما مر ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر
راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہے بلا تفرق
بلا تجزی وان رہنا رجلا رہنا واحدا بدین لہما صح بکل الدین وللمرتہن ان یحبسہ الی ان یستوفی کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک
چیز رہن رکھی عوض اس دین کے جو دونوں پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھیگا تمام دین حاصل ہونے تک اسواسطے
کہ اس صورت میں شیوع نہیں ہے ہم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون میں بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر ولو رہن عبدین بالف لا یاخذ احدہما بقضاء حصتہ
لحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن کئے تو راہن ایک غلام کو اسکا حصہ ادا کرکے نہ لے سکیگا بسبب محبوس
ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالاً جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ
ان یقبض احدہما اذا ادی ما سمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرہن لا البیع ہو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر
کر دیا یعنے مثلاً یوں کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درم کے رہن رکھتا ہوں اور وہ غلام بعوض چھ سو درم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے
جبکہ ادا کرے اسقدر دین جو اسکے واسطے معین کر دیا تھا بر خلاف بیع کے بسبب متعدد ہوجانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن میں نہ بیع میں یہی قول صحیح ہے مترجم وجہ
اسکی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں ہے بر خلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع میں امام رح کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد
عقد کا نہیں ہوتا و لہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے نہ دوسرے میں تو بیع باطل ہو جاویگی کل میں اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہ جاری ہے کہ
ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت صحیح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ
میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع میں ہوتا ہے نہ رہن
میں وبطل بینۃ کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ ای ان کل واحد منہما رہنہ ہذا الشئ کعبد مثلاً عندہ وقبضہ لاستحالۃ کون کلہ رہنا لہذا وکلہ رہنا لذاک فی
آن واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا وحینئذ فیہلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مردوں کے گواہ ایک مرد پر باطل ہیں اس مقدمہ میں
کہ اس مرد نے اسکے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اس نے اسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اسکے پاس رہن ہونا
ایک آن میں محال ہے اور اسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں گواہیاں ساقط ہوگئیں اور اسوقت میں اگر مرہون
ہلاک ہوگا تو امانتاً ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہے تاہم حق یوں ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ
کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اسلیے کہ مرتہن دو مرد ہیں اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے

اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع فلما اذا لم یورخا ان ارخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولی وکذا اذا کان الرہن فی
یدا حدہما کان ذوالید احق لقرینۃ سبقہ یعنی بطلان شہادتین کا اسوقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نکی ہو سو دونوں نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو
اگلی تاریخ والا لائق تر ہوا اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حقدار ہے اسکی سبقت کے قرینہ سے یعنی اسکا قابض ہونا قبض پر
دلیل ہوا اسکی سبقت کی ولو مات راہنہ ای راہن العبد مثلا والحال ان الرہن معہما ای فی ایدیہما والا ای وان لم یکن معہما فان الحکم واحد زیلعی فبرہن کل
کذلک کما وصفناہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ استحسانا فلو ہلک بالموت استیفاء والشائع یقبلہ اور اگر مثلا غلام کا راہن مرگیا
اور حالانکہ مرہون انکے ساتھ ہے یعنی انکے قبضہ میں ہے یا قبضے میں دونوں کے نہیں دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی پھر ہر مرتہن اسی طرح
گواہ لایا جیسا کہ پہلے اسکو بیان کیا ہے یعنی ہر مرتہن کے گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اسکا قبضہ اسپر کرا دیا تو ہر مرتہن
کے قبض میں نصف نصف غلام رہن رہیگا اسکے حق یعنی اسکے دین کے بدلے ازروئے استحسان کے اسلیے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا
ہوگیا اور شائع استیفا کو قبول کرتا ہے اور قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہوا اسواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفا دین کے واسطے اور حبس یہاں نہیں ہو سکتا
شیوع کے سبب سے وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہیں ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہے اور حکم رہن کا زندگی راہن میں حبس تھا اور شائع اسکو قبول نہیں کرتا اور راہن
کی موت کے بعد دین وصول کرنا ہے مرہون کو بیچ کر اسکے ثمن سے اور شائع اسکو قبول کرتا ہے کذا فی المنح اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنا عندہ لم تکن رہنا
واذا ہلکت تہلک ہلاک رہن قال وہذا ان صرا وارضی المطلوب بترکہا عندہ فیفادہ انہ ان رضی بترکہ کان رہنا والا لا وعلیہ یحمل اطلاق السراجیۃ
وغیرہا کما افادہ المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لی تا اسکے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنی ضمان رہن
لازم ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنی اسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اسکے رہن رہنے پر راضی ہوگیا ہو کذا فی العمادیہ
اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اسکے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہوگا بلکہ غصب ہے اور شق ثانی کے استفادہ پر
سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف رح نے اسکو شرح میں بیان کیا ہے اور سراجیہ میں یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدون اسکی رضامندی کے اپنے پاس
رہن رکھنے کے واسطے لی تو وہ رہن نہیں ہے بلکہ غصب ہے انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہ ہے کہ اگر بدون رضا مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہوگیا اور پگڑی تلف ہوئی تو بطور
رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکے عالمگیری میں جواہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لرب المال
امساک مال المدیون رہنا بلا اذنہ وقیل اذا لیس فلہ اخذہ مکان حقہ قضاء عن دینہ واقرہ المصنف اور مجتبی میں ہے کہ مالک مال کو جائز ہے کہ مدیون کے مال کو بدون
اسکی اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو یاس ہو تو اسکو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو
درست ہے اور اسکو مصنف رح نے ثابت رکھا ہے دفع ثوبین فقال خذ ایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن واحد منہما رہنا قبل ان یختار احدہما سراجیہ
مدیون نے دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا کہ ان دونوں میں سے ایک کپڑا جسکو تو چاہے رہن رکھ بعوض اسقدر دین کے سو دائن نے دونوں کپڑے لیے تو نہیں
ایک کپڑا بھی رہن نہوگا ایک کے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جب تک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا فروع مسائل لمقطہ
شارح کے غصب الرہن کہلاکہ الا اذا غصبہ حال انتفاع مرتہن باذن راہن رہن کا غصب کرنا اسکے تلف ہوجانے کے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں
مگر جبکہ نا مستحق نے غصب کیا اس حالت میں جبکہ مرتہن مرہون کو اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا اگر مصحف
رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو اسمیں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہوگیا تو دین ساقط نہوگا یعنی اسلیے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہوگا
اسلیے کہ رہن کا حکم حبس ہے پھر جب اسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہوگیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی الکبیر

عن المحيط امره ببيعه فدفعه الى الدلال فذهب فهلك لم يضمن راهن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اسنے اسکو دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہن پر ضمان
لازم نہوگا حمامی وضع المصحف الرهن في صندوقه ووضع عليه قصعة ماء فانصب الماء على المصحف فهلك ضمن ضمان الرهن لا الزيادة اگر حمامی نے مرہون
مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کے تلف ہو گیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا زیادہ کا
یعنے دین اسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہو اور امانت پر تاوان نہیں
والمودع لا يضمن شيئا قنيه اور امانت دار پر کچھ تاوان نہیں جبتک ہو نہ تعدیا کے کذا في القنية الاجل في الرهن نسيئة مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اور اسکا
رہن کا حکم حبس ہے اور اسکی انتہا حصول دین تو بصورت ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد ہے صحیح کے مانند لزوم ضمان میں برخلاف رہن
باطل کے کذا في الطحاوي سلطه ببيعه مات الراهن بيعه بلا حضرة وارثه راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مرگیا تو مرتہن کو اسکی بیع کا
اختیار ہے بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے اور وارث نقض بیع نہیں کر سکتا اسلیے کہ حق مرتہن کا اس سے متعلق ہو گیا ہے اور وہ باطل نہیں
ہو سکتا راہن کے مرجانے سے کذا في الطحاوي غاب الراهن فبيعه متعذر فرفع المرتهن امره الى القاضي ليبيعه ويقضي دينه او يامره بالبيع جاز
بيع القاضي وارده جاز كذا في متفرقات بيوع النهر راہن غائب ہو گیا اور غیبت منقطعہ ہے سو مرتہن نے اسکی نالش کی قاضی سے تاکہ مرہون کا
بیچ دے اسکے دین کے سبب سے تو لائق مفقود ہے اور نفقہ ہے کہ جائز ہو اور اگر راہن مرگیا اور اسکا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اسکا حکم
بیچ ڈالا تو جائز ہے البیانہ کو رہی نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں وفي الذخيرة ليس للمرتهن بيع ثمرة الرهن وان خاف تلفها
لان له ولاية الحبس لا البيع ويمكن رفعه الى القاضي حتى لو كان في موضع لا يمكنه الرفع الى القاضي او كان بحال يفسد قبل ان يرفع جاز له البيع
اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اسکے تلف ہو جانے کا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار
ہے نہ بیچ کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اسکو قاضی کی طرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پھل
ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اسکا بیچنا جائز ہے والله اعلم

باب الرهن يوضع على يد عدل

یہ باب ہے اس رہن میں کہ احکام میں جو رکھا جاوے عدل یعنے معتمد کے ہاتھ میں جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہو چکے تو اب انکے نائب کا حکام شروع
ہوتے یعنے عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہو گئے اور اسکی بیع پر راضی ہو گئے عدت
اسنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ توکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکور ہونگے سمی به
لعدالته في زعم الراهن والمرتهن نائب کا نام عادل ہوا اسواسطے رکھا گیا کہ اسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرهن على يد عدل
صح ويتم بقبضه جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تام اور لازم ہوگا اس شخص کے قبضہ کرنے سے
ولا ياخذه احدهما منه اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنے اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ
اور امانت میں اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن لو دفع الى احدهما لتعديه اور معتمد
تاوان دیگا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دیگا اسلیے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے یعنے اسواسطے کہ قبضہ معتمد راہن کا امانت دار ہے عین کے
حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا في
الدرر فلو دفعه فتلف ضمن بالتعدية واخذ منه قيمته وجعلها عنده او عند غيره وليس للعدل جعلها رهنا في يده لئلا يصير قاضيا ومقتضيا پھر اگر

معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دے اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون
کی قیمت لیلین اور اس قیمت کو رہن رکھدین اس معتمد کے پاس یا اسکے سوا دوسرے شخص کے پاس اور معتمد کو اس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہیں کہ معتمد ادا
کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا ہوجاتا ہے اسیطرح اگر قیمت مرہون کی معتمد پر واجب ہو تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنے والا
ٹھہرگیا اور حالانکہ دونوں میں تخالف ہے کذا فی المنح و مل العدل الرجوع مبسوط فی المطولات و معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جوابہ کا مفصل مذکور ہے شرح کتاب بوتین میں ہم
زیلعی مین ہے کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو بسبب کہ اسنے مرہون
راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کے واسطے سالم رہی اسکو لیوے جسکے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو سو بسبب کہ اسنے مرہون کو مرتہن کو دیا تھا تو راہن
قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پھر معتمد کو مرتہن سے قیمت پھیر لینا جائز ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت دیا اور وہ تلف ہوگیا
اسکے پاس تو مرتہن سے اسکا رجوع درست نہیں اور اگر مرتہن نے اسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے پھیر لیگا اور اسیطرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دیکر وقت
مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحاوی مختصرا و اذا اہلک بہلاک من ضمان المرتہن و جبکہ مرہون تلف
ہوگیا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہوگا یعنی مرتہن پر تاوان اسکا لازم ہوگا فان وکل الراہن المرتہن او وکل العدل او غیرہما ببیعہ عند
حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل اہلا لذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا اسکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے
دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو و الا لکن اہلا لہ
عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل صبیہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لہما اور اگر وکیل اسکی لیاقت نہ رکھتا ہو توکیل کے
وقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اسنے اپنے بالغ ہونے کے بعد بیع کی تو بیع
صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوکالۃ فی عقد الرہن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت
الراہن ولا المرتہن للزومہا بلزوم عقدہ فی تخالف الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احدہا ہذا پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن مین تو وکیل معزول
نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہوجانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو
رہن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے چند وجہ انہین سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہین ہوتا اور وکالت مفردہ مین معزول
ہوجاتا ہے ہم شرط وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن کہے کہ مین نے اسکو رہن رکھا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت آنے پر وکیل ہو اسکے بیع کرنے کا کذا فی الحموی
والثانی ان الوکیل ہہنا یجبر علی البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل یہان یعنی بیع رہن کی وکالت میں جبر کیا جائیگا بیع پر امتناع کے
نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچ ڈالے کذا فی الدرر وکذا
لو شرطت بعد الرہن فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر الروایۃ وان صححہا قاضی خان وغیرہ علی ما نقلہ القہستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف المفردۃ او
اسیطرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اور وکالت مشروط ہوگی ہو وے بعد رہن کے صحیح تر قول مین کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ
قاضی خان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہے چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہے تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم عالمگیری مین ہے
کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ وہ
جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز میں ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی مین ہے والثالث انہ یملک بیع الولد والارش اور تیسری وجہ یہ ہے
کہ وکیل مذکور مرہون کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اسکی دیت مین

اختیار ہے پس اگر وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہو والراجع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ ان یصرف الی جنسہ ای الدین بخلاف ما اذا کانت الوکالۃ مفردۃ اور جو تحقیق یہ
ہے کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا خلاف جنس دین سے برخلاف اسکے تو اسکو جنس دین کی طرف پھیرنا درست ہے برخلاف وکالت مفردہ کے کہ جہاں کا مالک نہیں وا عتماس
اذا کان الوکیل اوفیہا ضمیمہ خطاً فقد خرج بالجنایۃ کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور یا نچویں وجہ یہ ہے کہ جب مرہون غلام ہو اور اسکو دوسرا غلام
ان لہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اسکی بیع کا اختیار ہے برخلاف وکالت مفردہ کے یہ خلاف کا قول پانچوں صورتوں سے متعلق ہے
ولہ بیعہ فی غیبتہ ورثتہ اور ورثۃ الراہن کما کان لہ حال حیاتہ البیع بغیر حضرتہ ای حضرۃ الراہن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثوں کے
غیبت میں جائز ہے جیسے اسکو اسکی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقاً اور وکالت باطل
ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا متعدد یا غیر انکا اسواسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور یہ کلام وکیل کی اس صورت پر راضی ہوا تھا نہ غیر کی
غیر کی رائے پر وعن الثانی ان وصیہ یخلفہ لکنہ خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہو اور مذکورہ بالا میں یہ روایت
اصل یعنی امام محمد کے جواب کے خلاف ہے کذا فی الطحاوی وہوا وصی الی اخر بیعہ المبیع الا اذا کان شرط ذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے
اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جبکہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں شرط ہو گیا ہو تو وصیت صحیح ہو جائیگی یہ کلام الشیخ اور ان کا
میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جسکو تو وصی کرے جیسا تجھکو اسکی اجازت دی کذا فی الطحاوی ولا یعزلہ ای الراہن بیعہ بغیر رضا الا
اور مالک نہیں راہن اور مرتہن مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضا راہن بیع نہیں کر سکتا اسواسطے کہ مرہون
دونوں کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اسکے اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاجل فغاب الراہن اجبر الوکیل علی بیعہ کما مر کذا فی الوکیل بالخصومۃ
اذا غاب موکلہ او ابا فانہ یجبر علیہا ان یحسبہ ایاما بالبیع فان لج بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آ پہنچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر
کیا جاویگا اسکی بیع کا جیسا کہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل میں جبکہ اسکا موکل غائب ہو یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اسپر خصومت یا بیع مرہون کے واسطے
جبر کیا جاویگا اس طرح کہ قاضی اسکو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے دفع ضرر کے واسطے ہم الطحاوی نے کہا کہ کیفیت جبر
کی دفع الغفار کے اکثر نسخوں میں مذکور نہیں وان باع العدل فالثمن رہن کالمبیع فہلاکہ کہلاکہ اور اگر متعدد نے مرہون بیچ ڈالا تو اسکا ثمن رہن رہیگا بیع کے مثل
تو ثمن تلف ہوگا بیع کی اور ثمن کے تلف ہونے کے انہدم یعنی مرتہن کا مال تلف ہو گا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے اور اسلئے کہ ثمن قائم مقام ہے مبیع مرہون کے فان اوفی
ثمنہ بیعہ المرتہن فاستحق الرہن وضمن فان کان المبیع ہالکا فی ید المشتری ضمن المستحق الراہن ان شاء لانہ غاصب پھر اگر متعدد نے مرہون
بیچا اور اسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن کو دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک ٹھہرا اور اسکا تاوان دیا گیا اسواسطے اگر مبیع تلف ہو گیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے
راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ وہ غاصب ہے جیسے پرایا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وصح بیعہ ای البیع وقبض الثمن لانہ ملکہ بضمانہ اور اسوقت میں بیع متعدد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر
متعدد کے ہاتھ سے صحیح ہو گیا بسبب مالک ہو جانے راہن اسکے تاوان دینے سے او ضمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ہو ای العدل یضمن الراہن وصح الایفاء یا چاہے
مالک ثمن متعدد سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پھر متعدد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اسوقت میں بیع مرہون صحیح ہو گی
اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بھی صحیح ٹھہریگا او ضمن المرتہن ثمنہ الذی اداہ الیہ یا متعدد چاہے مرتہن سے تاوان لے اس ثمن کا جو متعدد نے اسکو ادا کیا یعنی اسواسطے
کہ استحقاق سے ظاہر ہو گیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وہو ای الثمن لہ ای العدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنی ثمن مذکور متعدد کا مملوک ہو اسواسطے کہ اسکی ملک کا
بدلا ہے جب متعدد نے مرہون بیع کا تاوان دیا تو مرہون اسکی ملک ہو گیا اور ثمن اسکا بدلا ہے تو ثمن متعدد کا مملوک ہو گیا کذا فی الدرر ویرجع المرتہن علی
الراہن بدینہ ضرورۃ بطلان قبضہ اور مرتہن راہن سے اپنا دین پھر لے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب متعدد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا

تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہو گیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا دین پھیر لیگا وان کان الرہن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق من مشتریہ اور اگر مرہون بعینہ موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اسکو مشتری سے لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنا بعینہ مال پایا ورجع ہو ای المشتری علی العدل بثمنہ لانہ العاقد اور یہ مشتری عادل سے اسکا ثمن پھیر لے اسواسطے عاقد بیع کا وہی ہے تو عقد کے حقوق اُسی سے متعلق ہونگے ثم ہو ای العدل علی الراہن بہ ای بثمنہ پھر عادل راہن سے اسکا ثمن پھیر لیگا یعنے اسواسطے کہ راہن نے عادل کو عہدہ تاوان میں ڈالا اسکو وکیل کرکے تو راہن پر اُسکی تخلیص واجب ہو گئی کذا فی الدرر وادا ثبیح علیہ صح القبض وسلم الثمن للمرتہن اور جب عادل نے راہن سے تاوان ثمن کا پھیر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہو گیا اور ثمن اسکو مسلم ٹھہرا او ہو ای العدل علی المرتہن بثمنہ یا چاہے عادل مرتہن سے اُسکا ثمن پھیر لے یعنے اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور عادل اُسکا ثمن دیکر اسکو ثمن جانکر دیتا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اُسکا القبض مقبوض بالضرورۃ واجب ہو گیا کذا فی الدرر ثم رجع ہو ای المرتہن علی الراہن بدینہ پھر مرتہن ثمن پھیر کر راہن سے اپنا دین پھیر لے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اُسکا دین پھر ثابت ہو گیا جیسا تھا زاد ہہنا فی الدرر والوقایۃ وان شرطت الوکالۃ بعد الرہن رجع العدل علی الراہن فقط سواء قبض ثمنہ او لا در ماوردیا یہیں یہاں اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے شروط ہوئی ہو تو ہر صورت فقط راہن پر رجوع کریگا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اس سے متعلق نہوا تو اُسپر رجوع بھی نہوگا اور مقام قبضہ ثمن کی صورت یہ ہے کہ عادل نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہو گیا عادل کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو تاوان عادل کو لازم ہو گیا اسکو راہن سے پھیر لیگا کذا فی الدرر فان ہلک الرہن عند المرتہن فاستحق الرہن وضمن الراہن قیمتہ ہلک الرہن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا مالک نکلا اور مالک نے راہن سے اسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنے راہن اور ضمان سے اسکا مالک ہو گیا اور ایفا دین صحیح ہو گیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتہن بقیمتہ یرجع علی الراہن بالقیمۃ التی ضمنہا للضرر وبدینہ لانتقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین پھیر لیگی وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دیکر بھری اپنے ضرر کے سبب سے اور دین پھیر لے انتقاض قبض کے سبب سے ہم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہو گیا تو اُسکا دین پھر ثابت ہو گیا جیسا تھا کذا فی الدرر وصدر الشریعۃ

فرع مسئلہ شارح کافی الولوالجیۃ ذہبت عینا واحد الرہن یسقط ربع الدین ویبقی وہ البعین ہو کھا تو مرہون کی آنکھ اندھی مرتہن کے پاس تو چوتھائی دین ساقط ہو گیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آویگا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرہن

والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرہن علی غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف بیع الراہن رہنہ علی اجازۃ مرتہنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اُسکے مرتہن کی اجازت پر یا اُسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہے یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب تعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اُسکا دین ادا کر دیا تو بیع نافذ ہو جاویگی فان وجد احدہما نفذ وصار ثمنہ رہنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادائے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہو گئی اور اُسکا ثمن رہن ہو گیا اجازت کی صورت میں یعنی در صورت ادائے دین رہن کی حاجت نرہی وان لم یجز المرتہن البیع فسخ بیعہ لم ینفسخ فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہو گی اُسکے فسخ کرنے سے صحیح تر قول میں واذا بقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرہن اور فع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وہذا اذا اشتراہ ولم یعلم انہ رہن ابن الکمال اور جبکہ بیع

راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کی طرف تا وہ
بیع کو فسخ کردے اور یہ اختیار مشتری کا اسوقت ہے جبکہ اسنے خرید کیا اور اسکو اسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراہن من رجل ثم باعہ
الراہن ایضا من رجل آخر قبل ان یجیز المرتہن الاول فالثانی موقوف ایضا علی اجازتہ اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون راہن نے
ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اسکو دوسرے مرد کے ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند
اسلیے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہیں ہوتی فایہما اجاز لزم ذلک وبطل الآخر پھر دونوں میں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم
ہو جاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باع الراہن ثم آجرہ او رہنہ او وہبہ من غیرہ فاجاز المرتہن الاجارۃ والرہن او الہبۃ جاز البیع الاول
لحصول النفع بتحول حقہ للثمن علی ما تقرر وفی محلہ تجرد دون غیرہ من ہذہ العقود المذکورۃ اذ لا منفعۃ للمرتہن فیہا فکانت اجازتہ اسقاطا لحقہ فزال المانع
فینفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اسکو اجارہ میں دیا یا کہیں رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو
بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کی طرف بنابر اسکے جو ثابت ہے اور
اپنے مقام میں مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے چونکہ اسکے سواے جو عقود مذکور ہیں اسلیے کہ مرتہن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اسکی اجازت ساقط ہو مرتہن
حق کا پس جب مانع نفاذ دور ہوگیا تو بیع نافذ ہوگی ہم کہتے ہیں اور لیکن بیع ثانی اجازت کے سبب جائز ہوتی اور اسمیں سے راہن امر ہے کہ اجارہ وغیرہ تہن پر جائز ہوا
سوا بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اسکا حق بدل بیع یعنی ثمن سے متعلق ہوگیا برخلاف عقود
مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہوتی ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اسکی اجازت باطل
حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہوگیا تو بیع نافذ ہوگی کذا فی الدرر وفی الاشباہ باع الراہن من زید ثم باعہ من المرتہن انفسخ الاول اور
اشباہ میں ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ہم کہتے ہیں گویا استدراک ہے مصنف پر کہ اس قول پر کہ بیع ثانی بھی
موقوف ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی محل توقف ثانی اول کے مانند وہ ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہ ہوگی بلکہ نافذ
ہو جاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی المحلاوی وصح اعتاقہ وتدبیرہ واستیلادہ ای نفذ اعتاق الراہن رہنہ او صحیح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا
آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کر دے یا اسکو مدبر کرے تو یہ
تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا وکان الدین حالا اخذ المرتہن دینہ من الراہن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا مدت ہو تو مرتہن
اپنا دین راہن سے لے وان موجلا اخذ قیمۃ الرہن بدلہ الی زمان حلولہ فاذا حل استوفی حقہ من جنسہ ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین
مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے عوض غلام کے دین کے مدت پہونچنے تک پھر جب مدت آ پہونچے
تو مرتہن اپنا حق لیوے اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب
کرے وان کان الراہن معسرا ففی العتق سعی العبد فی الاقل من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مالیت کی
ادا کرنے میں یعنی اگر اسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ورجع علی سیدہ غنیا
اور جسقدر غلام ادا کرے اتنا اپنے مالک سے پھیرے جبکہ اسکو مقدور ہو وفی التدبیر والاستیلاد سعی ای کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسبہما لہ المدبر
وام الولد مالک المولی اور استیلاد میں سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر
اور ام ولد کی کمائی مولے کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلفہ الاجنبی الراہن فحکمہ حکم ما اذا اعتقہ غنیا کما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو

تلف کر دیا تو اسکا حکم مانند ہی اسکے ہے جیسا کہ مالک غلام مرہون کو آزاد کر دے جیسا کہ مذکور ہوچکا ہے یعنے اتلاف راہن تلف کے مانند ہی اگر راہن مالدار ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین مؤجل ہو تو اسکی قیمت اور اپنے پاس رہن رکھے اُس وقت تک کذا فی الدرر و الرہن الذی اتلفہ اجنبی او عتیر الراہن فالمرتہن یضمنہ او اتلف قیمتہ یوم ہلک فتکون القیمۃ رہنا عندہ کالاصل اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنے غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لے اور قیمت تلف ہونے کے دن جو اسکی تھی سو قیمت اسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس جیسا کہ گذرگیا و اما علی المرتہن فقیمتہ یوم القبض لانہ مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اسکے تاوان میں یوم القبض کی قیمت معتبر ہوگی اسلیئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی و باعارتہ او الراہن الراہن یخرج من ضمانہ فیہا عاریۃ مجازا او رعاریۃ دیا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اسکے تاوان سے یعنے اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے یعنے لفظ اعارہ یہاں مجازا استعارہ ہوا اسواسطے کہ حقیقی اعارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اُسی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ہلک الرہن فی ید الراہن ہلک مجانا لفوات القبض ولو کان اعطاہ بکفیل الم یلزم الکفیل شیء لخروجہ من الرہن فلو کان الراہن اخذہ بغیر رضی المرتہن جاز ضمان الکفیل تاتار خانیہ سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنے دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض جو سبب ضمان مرتفع ہوگیا یہانتک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہوجانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنے کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلادے کذا فی الطحطاوی فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا و للمرتہن استردادہ منہ الی یدہ اور مرتہن کو وا اسطے پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن پاس سے اپنے قبضہ کیطرف سے فلو مات الراہن قبل فی ذلک ای قبل الاسترداد فالمرتہن احق بہ من سائر الغرماء لبقاء حکم الرہن سو اگر راہن مر گیا استرداد مرہون کے پہلے تو مرتہن زیادہ مستحق وارثوں مرہون کا راہن کے باقی قرضخواہوں سے بسبب باقی رہنے حکم رہن کے ہم رہن کا حکم اسوا سطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعارہ او اودعہ احدہما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانہ اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون بطور عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ قبضہ کا سبب سو باقی نرہا ولکل منہما ان یعیدہ رہنا کما کان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کرے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق اسمین ثابت ہے بخلاف الاجارۃ والبیع والہبۃ والرہن من المرتہن او من اجنبی اذا باشرہا احدہما باذن الآخر حیث یخرج من الرہن ثم لا یعود الا بعقد مبتدأ لانہا عقود لازمۃ برخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہووے راہن سے مرتہن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کی طرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں علم یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعد انتقاض رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہوجاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن نظر ہے زیلعی نے کہا اسکا ذکر نہیں کیا بخلاف العاریۃ وبخلاف بیع المرتہن من الراہن لعدم لزومہا برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اسکے عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہوجاوے حتی لو مات الراہن قبل ردہ

ثانیاً فالمرتہن اسوۃ للغرماء فی سعایۃ یہ بات تھی کہ اگر راہن مر گیا دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہے باقی قرضخواہوں کے بیچ مرہون اجارہ دیا
راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور قبض اجارہ کر کے دوسری بار اسکو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مر گیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ
اور قرضخواہوں کے برابر ہے اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نہ رہا باطل ہو گیا ولو اذن الراہن للمرتہن فی استعمالہ او اعارتہ للعمل فہلک
الرہن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ہلک بالدین لبقاء عقد الرہن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا
یا اسکے عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرہون تلف ہو گیا کام کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد فارغ ہونے کے کام سے تو تلف ہوگا دین کے عوض
یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے [illegible]
راہن سے عاریت مانگے اور وہ اسکو عاریت دے [illegible]
ولو ہلک حالۃ الاستعمال [illegible] اور اگر مرہون تلف ہو گیا [illegible]
تا بعد ہونے قبض عاریت کے اسوقت [illegible]
فی وقت العمل وقال الراہن فی غیرہ فالقول للمرتہن لانہ منکر والبینۃ للراہن [illegible]
بزازیہ اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت میں مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا [illegible]
تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور گواہ راہن کی [illegible]
راہن کی تصدیق قبض رہن کے بعد دعوی قبض رہن نہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفیہا اذن المرتہن [illegible]
تخرق فی اللبس وذلک الیوم وقال الراہن البستہ فیہ ولا تخرق فیہ فالقول للراہن وان اقر الراہن بالاذن [illegible]
فالقول للمرتہن فی قدر ما نقص من الضمان اور بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا [illegible]
بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اسی دن کہ پہنا تھا اور راہن نے کہا کہ تو نے اس دن نہیں پہنا اور [illegible] تو راہن کا قول معتبر ہوگا [illegible]
دن کے پہننے کا اقرار کیا [illegible] یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہوگا [illegible]
پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہو جانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو درصورت تلف ہونے [illegible] کذا فی [illegible]

فروع مسائل ملحقہ شارح کے رہن الاب من مال طفلہ شیئاً بدین علی نفسہ جاز فان ہلک ضمن الاب قدر الدین دون الزائد [illegible]
بخلاف الوصی فانہ یضمن قیمتہ والفرق ان للاب ان ینتفع بمال الصغیر عند الحاجۃ بخلاف الوصی باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز اپنے قرض کے
بدلے اپنی ذات پر رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ قرض دین سے ہے اور وہ تلف ہو گیا تو باپ تاوان دیگا بقدر دین کے [illegible]
برخلاف وصی کے کہ وہ اسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے [illegible] اور وصی
ایسا نہیں کہ اسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرک الابن ومات الاب لیس للابن اخذہ قبل قضاء الدین [illegible]
رہنہ لنفسہ لانہ مضطر کمعیر الرہن اور اگر صغیر بالغ ہو گیا اور باپ مر گیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہیں [illegible]
مال سے [illegible] اگر [illegible] باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رہن رکھا ہو رجوع [illegible]
مانند معیر یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہو تو وہ متبرع نہ ٹھہریگا کہ رجوع نہ درست ہو [illegible]
تخلیص کے واسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ودو رہن شیئاً ثم اقر بالرہن لغیرہ لا یصدق فی حق المرتہن [illegible]

کسی نے چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز فلاں غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق میں اسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور اس چیز کے پھیر دینے کا
مقرلہ کی طرف امر ہوگا ولو رہن دار غیرہ فاجاز صاحبہا جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اسکے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہے والبینۃ بینۃ الراہن
علی قیمۃ الرہن اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہوں سے یعنے مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اسکی قیمت میں
راہن کہتا ہے کہ اسکی قیمت سو درم تھی مثلاً اور مرتہن کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادتی
ضمان کے ثابت ہیں وزوائد الرہن کولدہ وثمرۃ رہن لا غلۃ دارہ وکسب عبدہ فلا یصیر رہنا اور زوائد رہن کی یعنے مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا
بچہ اور پھل رہن میں داخل ہو کر رہن ہیں اور غلہ مکان اور کسب غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہوگا ہم عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو
رہن میں داخل نہیں یعنے جو زیادتی کہ متولد نہو اور نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء عین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن میں داخل ہے
یعنے جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور دودھ اور اون یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے
ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن اسکے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو اسکے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہوگا
کذا فی الطحطاوی مختصراً الرہن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے اسکی ضمان میں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف شائع
رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہزار درم قرض لیکر اور درموں کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو حبس ہوں تا استیفا
دین درست ہے اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصاً وصح استعارۃ شی لیرہنہ
فیرہن بما شاء اذا اطلق ولم یقیدہ بشئ اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اسکو رہن رکھ لے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور
جسطرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدر او جنس او مرتہن او بلد تقید بہ وضمن ان
خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتہن ثم رجع کل منہما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی
یعنے یوں کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکھنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور
اسوقت میں تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی و زیادتی کے سبب سے ہم مستعیر کی
تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہے کہ اسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہے اور مرتہن غاصب کا غاصب
ہم الا اذا خالف الی خیر بان عین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من ذلک فلا یضمن لمخالفتہ الی خیر مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں اسطرح پر
کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا مستعیر نے اسکو اس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اسنے بہتری کی مخالفت کی
یعنے اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے نہ نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر تم عقد الرہن لتملکہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو
رہن کا عقد کامل ہوگیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وان ضمن المرتہن یرجع بالضمن وبالدین علی الراہن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا
مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پھیر لے جسقدر کہ اسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنے جیسے کہ مرتہن نے مرہون کے تلف ہونے کے بعد تاوان
دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پھیر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فان وافق وہلک عند المرتہن صار المرتہن مستوفیاً لدینہ پھر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنے
مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اسکی دین کے برابر ہو یا زیادہ
اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی ووجب مثلہ ای مثل الدین للمعیر علی المستعیر وہو الراہن لقضاء دینہ اور دین
کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنے راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا والا یضمن

کان مضمونا ضمن قدر المضمون فی الباقی امانۃ وجوب بقدر دین اس صورت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہوا اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے
ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وکذا لو تعیب فیذہب من الدین بحسابہ ویجب مثلہ للمعیر اور اسی طرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیب دار ہوگیا تو بقدر حصہ عیب کے
دین جاتا رہیگا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الرہن المعیر اجبر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراہن لانہ
غیر متبرع لتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی بما ادی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین ازید فالزائد تبرع وان اقل فلا جبر درر لکن استشکلہ الزیلعی وغیرہ واقرہ
المصنف فاذا لم یصرح علیہ فی شرحہ مع کمال متابعتہ للدرر فتدبر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اسکے قبول کرنے پر جبر کیا جائیگا پھر معیر
جو دین ادا کیا وہ راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ معیر متبرع نہیں ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے بخلاف اجنبی کے کہ وہ ادا کرنے
میں متبرع ہے رجوع معیر اس شرط پر ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے …
رجوع ہوگا اور اگر دین کم ہے قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادا سے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال
کیا ہے اور مصنف نے اس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی لیکن اپنے متن میں اسکو
ذکر نہیں کیا باوجود کمال متابعت درر کے سو اسکو تامل کر لینا باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب
اسکو متن کے اندر داخل نہیں کیا ہم تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہو سکتی بعض دین کے ادا کرنے
سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہ ہے کہ اس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو
اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادا ہونے کل دین کذا فی الحلبی طحطاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جواب اس اشکال کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اسکی تصریح واجب تھی
ان شاء فلیرجع الیہ ولو ہلک الرہن المستعار مع الراہن قبل رہنہ او بعد فکہ لم یضمن وان استخدمہ او رکبہ او نحو ذلک من قبل لانہ امین خالف
ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہوگیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر ضمان نہ آئیگا اور
نہیں اگرچہ قبل اسکے مستعار سے خدمت لی ہو یا اسپر سواری کی ہو اور مانند اسکے استعمال کیا ہو اسلیے کہ راہن امین ہے جسنے مالک کی مخالفت کی بعد
اسکے پھر موافقت کی تو اس موافقت کے بعد … اسپر ضمان لازم نہوگا بخلاف امام شافعی رحمہ کے لکن فی الاشباہ … المستاجر والمستعیر اذا خالفا ثم عادا
الی الوفاق لا یبرأ عن الضمان … علیہ الفتوی انتہی لیکن اشباہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد اسکے
پھر موافقت کریں تو ہر واحد ان دونوں سے بری الذمہ نہوگا بموجب اس قول کے جسپر فتوی ہے انتہی باقی الاشباہ … ولو اختلفا فالقول للراہن لانہ ینکر الایفاء
بحالہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر یا راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے اقرار کا
منکر ہے یعنے وجوب ضمان کا منکر ہے صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد
فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھ پر ضمان واجب نہو ولو اختلفا فی قدر ما
امرہ بالرہن فالقول للمعیر ہدایہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار میں جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ
یعنے مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر قلیل دین کا دعوے کرتا ہے
اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الہلاک فالقول للمرتہن فی قدر الدین وقیمۃ الرہن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین اور قیمت مرہون میں اختلاف
کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التکملہ ولو مات مستعیرہ مفلسا مدیونا فالرہن باق
علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو

مرہون بیچا یا ہبہ کیا یا کرایہ پر دیا تو بغیر معیر کی رضامندی کے اسواسطے کہ مرہون معیر کی ملک ہے ولو اراد المعیر بیعہ الی المرتہن البیع بغیر رضاہ وان کان بہ ای بالرہن وفاء
والا لا یباع الا برضاہ اور اگر معیر نے بیع مرہون کا ارادہ کیا اور مرتہن نہ مانے تو وہ بیچا نہ جائیگا بدون اسکی رضامندی کے پھر اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا
ہوجاوے اور اگر دین ادا نہو تو اسکی بیع نہوگی بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعیر مفلسا وعلیہ دین امر الراہن بقضاء دینہ فسخ ورد الرہن
لیبیعہ لکل ذی حق حقہ اور اگر معیر مرجاوے مفلس ہوکر اور اسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جاوے اپنے قرضخواہ کا دین ادا کرنے کا اور مرہون مستعار پھیر دیا جائیگا تاکہ ہر حقدار
کو اسکا حق پہنچے وان عجز لفقرہ فالرہن علی حالہ کما لو کان المعیر حیا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہوا اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب تو رہن
باقی رہیگا اپنی حالت پر جیسا کہ اگر معیر زندہ ہوا اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہیگا ولورثتہ ای ورثۃ المعیر افتکاکہ ای الرہن بعد قضاء دینہ کو اور معیر کے وارثون کو
مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے معیر کے وارث کے مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کرکے مرہون پر قبضہ کرین فان طلب غرماء المعیر
من ورثتہ بیعہ فان وفی الثمن والا فلا یباع الا برضی المرتہن کما مر لما مر پھر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثون سے مرہون مستعار کی بیع طلب کرین
تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہوجاوے تو وہ بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاوے مگر مرتہن کی رضامندی سے جیسا کہ پہلے گذر گیا بدلیل گذشتہ مع زیادتی
یہ ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہون کو کفایت نکرے تو بدون انکی رضامندی کے بیع درست نہین اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدون انکی رضامندی
کے بسبب پورے حق پانے انکے حق کے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مرجاوے کذا فی الخلاصہ و الحکم ان جنایۃ الراہن علی الرہن کالاول بعضا مضمون اور معلوم کر
کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی تاوان اسکا راہن پر واجب ہے یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے
تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اسلیے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرا گیا ضمان کے حق مین کجنایۃ المرتہن علیہ
یعنی جنایت مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا ویسقط من دینہ ای دین المرتہن بقدرہا ای الجنایۃ لانہ
اتلف ملک غیرہ فانہ مضمون واذا لزمہ وقد حل الدین سقط بقدرہ ولزمہ الباقی بالا تلاف لا بالرہن اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہوجاویگا اسواسطے
کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور دین موجل نہین ہو تو دین ساقط ہوگا بقدر اسکے اور باقی مرتہن پر
لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے مرتہن کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ جو قیمت مرہون کی بقدر دین سے زائد ہو وہ امانت ہے
اور مرتہن پر اسکا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا [illegible] اور اسپر ضمان لازم آوے
کذا فی الدرر و [illegible] الدین [illegible] الضمان [illegible] جنایۃ علی المرتہن اور [illegible] جنایت [illegible] جبکہ دین [illegible] ضمان کی جنس سے یعنی دراہم اور
دنانیر ہو اور اگر اسکی جنس سے نہو جیسا کہ [illegible] ہو تو دین [illegible] ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قائم رہیگی [illegible] اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا
کرے [illegible] قہستانی [illegible] لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین ساقط ہوگا کذا فی
القہستانی والبرجندی ہم یہ اس صورت مین ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کے برابر ہو اسواسطے کہ آنکھ کی مقدار نصف دیت ہے اور غلام کی دیت اسکی قیمت ہے اور اگر
مرہون جانور ہو تو اسکی آنکھ پھوڑ ڈالنے سے ربع دین ساقط ہوگیا جیسا کہ مذکور ہوچکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو ساقط نصف دین کی وجہ ظاہر نہین ہوتی تو
اس مسئلہ کی تقریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجنایۃ الرہن علیہما ای الراہن والمرتہن وعلی مالہما ہدر ای باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور ان
دونون کے مال پر ہدر ہے یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہین اذا کانت الجنایۃ غیر موجبۃ للقصاص فی النفس دون الاطراف
اذ لا قود بین طرفی عبد وحر فتبطل جنایۃ غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہو سوا اطراف کے اسواسطے کہ غلام
اور آزاد کے ہاتھ پانون وغیرہ اطراف مین قصاص نہین ہے یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف مین تو قصاص ہی نہین ہے وان کان

موجبة للقصاص فمعتبرة فيقتص منه ويبطل الدين خانية وعبارة القهستاني وشرح المجمع يبطل الرهن اور اگر جنایت قصاص کی موجب
ہو تو قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہو جاویگا [illegible] بطلان
جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر البطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی جنایته على الرهن
ابن الراهن او على ابن المرتهن فانها معتبرة في الصحيح حتى يدفع بها او يفدى وان كانت على المال يباع كما لو جنى على الاجنبي اذ هو اجنبي لتباين الاملاك
زیلعی جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اسکا
فدیہ دیا جاوے اور اگر جنایت مرہون کی مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور صاحب مال کو دیا جاویگا جیسا کہ شخص اجنبی پر اسکی جنایت معتبر ہے فرزند
راہن اور مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے بتباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رهن عبدا ليساوي الفا بالف
مؤجل فرجعت قيمته الى مائة فقتله رجل وغرم مائة وحل فالمرتهن يقبضها اي المائة قضاء بحقه ولا يرجع على الراهن بشيء لكونه بالقتل
والاصل ان نقصان السعر لا يوجب سقوط الدين بخلاف نقصان العين فاذا كان الدين باقيا ويد المرتهن يد الاستيفاء فيصير مستوفيا الكل من الابتداء
اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہو ہزار درم مؤجل پر رہن رکھا پھر اسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہو گئی پھر اسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا
تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آپہنچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادا وحق کے سبب یعنے ادا سے بعض حق سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا
جیسے غلام مرہون کی موت بالقتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں بخلاف نقصان
عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہے تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹھہر گیا ابتدا سے ولو باع العبد المذكور بامره بمائة
قبض المائة قضاء لحقه ورجع بتسعمائة لانه لما كان الدين باقيا وقد اذن ببيعه بمائة كان الباقي في ذمته كانه استرده وباعه بنفسه اور اگر مرتہن
نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے لیگا اسواسطے کہ سبب دین
باقی رہا اور البتہ راہن نے اسکو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنے نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون
پھیر لیا مرتہن سے اور اسکو بذات خود بیچا الا ولو قتله عبد قيمته مائة فدفع به افتكه الراهن وجوبا بكل الدين وهو الالف لقيام الثاني مقام الاول لحما
ودما وقال محمد ان شاء افتكه بكل دينه او تركه على المرتهن بدينه وهو المختار كما في الشرنبلالية عن المواهب لكن عامة المتون والشروح على الاول اور
اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو
تمام دین یعنی ہزار درم دیکر رہن سے چھوڑا دے بسبب قائم ہو جانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں اور
امام محمد رحمہ نے کہا راہن اگر چاہے اسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اسکے دین کے بدلے اور یہی قول محمد کا
مختار ہے جیسا کہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنى الرهن خطأ فالفداء على
المرتهن لانه ملكه ولو يرجع على الراهن بشيء پھر اگر غلام مرہون نے از راہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اسکی ملک ہوا اور
مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا [illegible] تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنے اسواسطے کہ یہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں ہے [illegible]
غیر ظاہر ہے تو اگر شارح یوں کہتا لان الجناية حصلت في ضمانه تو بہتر تھا كذا في الطحطاوي یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایت کا
اور غلام مرہون کا بالکل اسکے ضمان میں ہے اور اسکا دین بقیہ غلام کو مستغرق ہے کذا في الدرر ولا يملك ان يدفعه الى ولي الجناية لانه لا يملك التمليك اور
مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنے مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابى المرتهن من الفداء دفعه الراهن

مرتہن چاہے جماعۃ یسقط الدین بکل منہا او اقل من قیمۃ الدین او مساویا و لو اکثر یسقط قدر قیمۃ العبد فقط و لا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرتہن سے
والا الواجب الفدا گیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو مرہون

کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا و لو استہلک مالا یستغرق رقبتہ فدا المرتہن فان
ابی باعہ الراہن او فداہ اور اگر غلام کل مرہون تلف کرے اسقدر کو جو اسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن اسکو بیچ دے
یا اسکا فدیہ دے سے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور درصورت انکار مرتہن اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے اُسکا
دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے و لو قتل ولد الرہن انسانا او استہلک مالا فدا الرا
ہن و خرج من الرہن او فداہ و بقی رہنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اسکو دیڈالے اور وہ رہن
خارج ہوگیا یا راہن اُسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے ساتھ و اما جنایۃ الدابۃ فہدر و یبیعہ کانہ ہلک بآفۃ سماویۃ و تمامہ فی الخانیۃ اور
جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنے اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اسکا ضمان نہیں اور اسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے
وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان فتاوی قاضی خان میں ہے مات الراہن باع وصیہ رہنہ باذن مرتہنہ و قضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو
اسکا وصی اسکے مرہون کو بیع کرے اسکے مرتہن کے اذن سے اور اسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی
نصب القاضی لہ وصیا و امرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اسکو بیع مرہون اور ادا دین
راہن کا امر کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہوا اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رہے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں دنیا او ورثۃ صغارا
فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیصہ جوہرہ اور یہ یعنی بیع وصی کی اُسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو وہ
میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو اُنپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ فروع مسائل ملحقۃ شتی کے رہن الوصی بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم
من غرمائہ لم تصح اگر وصی بعض ترکہ رہن رکھا اُس دین
کے لیے جو میت پر ہے ایک دائن کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا باقیوں کی رضامندی پر اور اُنکو رہن ... پھیر ڈالنا درست ہے
پھر اگر وصی نے باقی لوگوں کا دین ادا کر دیا دیکرا نے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہو جاویگا اور اگر صرف دین ایک ہی شخص کا ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون
بیچا جاویگا اور ادا دین کے واسطے و فی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرہن بموت الراہن و لا بموت المرتہن و لا بموتہما و یبقی الرہن رہنا عند الورثۃ اور
مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون
رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس ہم اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل متفرقۃ

یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ میں رہن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل و ہو یساوی العشرۃ
فہو رہن بعشرۃ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہے تو وہ دس
درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا ہم لائق ہیں تھا کہ رہن باطل ہو جاتا اسواسطے کہ خمر ہو جانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ
ہو جانے کی صلاحیت سے و لہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہو جاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہو جانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ نگیا تو عارض زائل
ہوگیا ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر و الحموی ثم المعتبر فیہ الزیادۃ و النقصان القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اسمین
یعنے اُس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ہم کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار

ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدر ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی و وزنی میں قیمت کا نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں
عن الزیلعی علیہ الفتوی فان انتقص شئ من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنابر اعتبار کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اسکے ساقط ہوگا
اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا ولو رہن شاۃ قیمتہا عشرۃ بعشرۃ قید بہ لانہ لو کان قیمتہا اکثر من الدین یکون الجلد ایضا بعضہ امانۃ
بحسابہ فنبتہ فماتت بلا ذبح فدبغ جلدہا بما لا قیمۃ لہ فلو لہ قیمۃ ثبت للمرتہن حق حبسہ بما زاد دباغہ وبطل الرہن فلو لانہ ہو الی الجلد بما دی درہما
فہو رہن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درہم ہو دس درہم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کیے مرگئی سو اسکی کھال کی بے قیمت چیز سے یعنی مٹی یا
آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم پر رہن ٹھہر گئی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا ضرور ہے اسواسطے
کہ اگر اسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہر گئی اسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلا اگر دین دس درم ہو اور
قیمت بکری کی ٢٠ درم ہو اور کھال ایک درم کی ہو تو کھال نصف درم پر رہن ہوگی انتہی پھر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت سے اسکی قیمت زیادہ
ہو جاوے گی اسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں اسمیں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن باطل ہوا اور بعضوں کے نزدیک
صحیح ہے بلا ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مرگئی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا ماتت شاۃ المبیع قبل القبض فدبغ جلدہا
حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض ینفسخ بہ بخلاف اس صورت کے کہ بکری بعوض مشتری کے پہلے مرگئی
پھر اسکے کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہوگا بقدر کھال کے بنابر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہوجاتا ہے ہلاک مرہون سے اور
بیع قبل قبض کے فسخ ہوجاتی ہے مبیع کے تلف ہوجانے سے ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین والرہن خلافا لزفر اور اگر مرہون
غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے ونماء الرہن کالولد
والثمر واللبن والصوف والوبر والارش ونحو ذلک للراہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسا کہ بچہ
اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور خونبہا اور مانند اسکے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اسکے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک چیز سے وہو رہن مع الاصل
تبعا لہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعۃ کالکسب والاجرۃ وکذا الہبۃ والصدقۃ فانہا غیر داخلۃ
فی الرہن وتکون للراہن والاصل ان کل ما یتولد من عین الرہن یسری الیہ حکم الرہن وما لا فلا مجمع الفتاوی برخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا
بدلا ہے جیسا کہ کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے
تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا ہے فاذا ہلک النماء المذکور ہلک مجانا لانہ لم یدخل تحت العقد
مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہوجاوے مرتہن کے پاس تو رائگان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں
بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقی النماء او ولو حکما بان اکل بالاذن فانہ لا یسقط حصۃ ما اکل منہ فیرجع بہ علی الراہن کما اذا ہلک الاصل بعد
الاکل فانہ یقسم الدین علی قیمتہا قہستانی کما ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃ باقی نہو بلکہ حکما باقی رہے اس طرح پر کہ کھایا جاوے
راہن کے اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اسکو پھیر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہوجاوے
کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جاویگا دونوں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے قول آئندہ
میں ذکر کیا ہے ہم زیلعی میں ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کھانے کا اذن دیا سو اسنے کھایا تو اسپر ضمان نہیں
اور اسکا دین کچھ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر جسقدر اصل کو پہنچیگا وہ ساقط ہوگا

والا ... ہو تو اسکا بچہ گیا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادتی کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اسکو لیا اور کھایا

کذا فی الطحطاوی ملخصا بعد ہلاک الاصل فک بحصتہ من الدین لانہا صارت مقصودۃ بالفکاک والتبع یقابلہ شئی اذا کان مقصودا یعنی جبکہ زیادت متولدہ باقی رہے بعد ہلاک ہو جانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہو گئی خلاص کرنے سے پیچھے اور تابع کے مقابل چیز ہو جاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہو جاوے ویقسم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل یوم القبض ویسقط

من الدین حصۃ الاصل وفک النماء بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفک خمسۃ فثلثا العشرۃ حصۃ الاصل

فیسقط وثلث العشرۃ حصۃ النماء فیفک بہ اور اسوقت میں دین قسمت کیا جائیگا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص ہونے کے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ سے چنانچہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسر سے زائد اصل کا حصہ ہو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر سے زائد حصہ ہو زیادت کا تو تین درم سے زیادہ مذکورہ کا فک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراہن للمرتہن فی

اکل الزوائد او اکل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرہ یعم اکل ثمنہا وبہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل بخصوص حقیقۃ الاکل

فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتہن لانہ اتلفہ باذن المالک اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے میں اس طرح کہ راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اسکو کھا سو مرتہن نے اسکو کھایا تو مرتہن پر اسکا تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے مالک کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہو یعنی خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھاوے اور اسکا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصوص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کر دے تو اسکا اتباع کیا جاویگا یعنی تو در صورت

وجود نقل مخصوص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز تعلیقہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے ہم یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہ قول علق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شئی من الدین اور ساقط نہوگا مرتہن کے [illegible] کچھ اباحت مالک سے قال

فی الجواہر رجل رہن دارا واباح السکنی للمرتہن فوقع بسکناہ خلل وخرب بعضہا لا یسقط شئی من الدین لانہ لما اباح لہ السکنی اخذ حکم العاریۃ حتی لو اراد منعہ

کان لہ ذلک جواہر اخلاطی میں کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کر دیا سو اسکے رہنے سے خلل پڑ گیا اور کچھ مکان ویران ہو گیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کر دیا تو مرہون نے عاریت کا حکم لیا یہاں تک کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اسکا اختیار ہے ھم اسمین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعضے فقہا اسکو مکروہ کہتے ہیں اسواسطے کہ وہ سود اور ربا ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہیں چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ میں اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں

کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رہن شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن لہ فی

ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم

من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتأملہ اور مضمرات میں ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہیں اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلوں میں اذن دیا تو مرتہن کا کھانا راہن کے کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے

مصنف نے شرح مین کہا اور اسی کراہت پر محمول ہی جو محمد بن اسلم سے منقول ہی کہ مرتہن کو یہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ ربا ہے
اور تعلیل اسکی اسکے مفید ہی کہ مقرر کراہت تحریمی ہی سو اسمین تامل کرو ان ثمّ تفتک الراہن الرہن بل بقی عند المرتہن علی حالہ حتی ہلک الرہن فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ النماء ای الزیادۃ التی اکلہا المرتہن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذہ المرتہن
من الراہن کما فی الہدایۃ والکافی والخانیۃ وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون چھوڑا یا بایکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون
ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جاویگا اس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پہونچیگا وہ ساقط
ہوگا اور جسقدر دین زیادت کو پہونچیگا اسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہے اور ضمان مرتہن کی وجہ یہ ہی کہ مرتہن کا شربت لانا
راہن کے اذن سے راہن کے شرب کے برابر ہی تو جیسے راہن کے استعمال سے ساقط دین نہین ہوتا ایسے ہی مرتہن کے استعمال سے ساقط نہو کذا فی الخانیہ
وفی الجواہر الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کالاتلاف الراہن بنفسہ لتسلیطہ اور جواہر مین ہی کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی
تلف کرنے کے برابر ہی بسبب مسلط کردینے راہن کے وفیہا اباح المرتہن نفعہ بل الرہن ان یوجرہ قال الاقبل فالاجرۃ وضمنت المدۃ فالاجرۃ للراہن کل الہم
ان اجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک ویبطل الرہن اور اسی کتاب مین ہی کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کردیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہی
یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہی پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اسکی اجرت مرتہن کی ہی یا راہن
کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہی اگر اسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہی اور اس صورت مین رہن
باطل ہوگا وفیہا رہن کرما وسلّمہ الی المرتہن ثم دفعہ للراہن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لا یبطل الرہن اور اسی کتاب مین ہی کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر
مرتہن نے راہن کو باغ دیا تا اسکو سینچے اور اسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المشتری والثمر ان
ثمرۃ حصل بعد البیع فللمشتری وان قبلہ فللراہن ان قضی دین المرتہن والا یکون رہنا ویبطل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانہا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکھا
اور اسکا پھل مباح کردیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچا الا سو مرتہن نے اسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہی اور
اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہی بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کردیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پھل رہن رہیگا یعنی ثمن مقبوض کے
ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہی رجوع کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم برخلاف اس صورت کے کہ مرتہن پھل کھا گیا ہو تو
کہ اسنے مباح کو کھایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کھا جانے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیہا زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح لہ الانتفاع لا یجب
شیء وان لم یبح لزمہ نقصان الارض وضمان الماء لو سقی قناۃ مملوکۃ فلیحفظ اور اسی کتاب مین ہی کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اسکے لیے
انتفاع مباح ہی تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے زرعہا الراہن او غرسہا باذن المرتہن ینبغی ان تبقی رہنا ولا یبطل الرہن فتنبہ زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت
لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہی کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہین مگر وہ حکم ضمان
باطل ہی یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیرہ
مکانہ مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجاے اسکے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائعا
یبطل الرہن فیما بقی وان مفرزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ہلاکہ بحصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہی تو باقی
مین بھی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہی تو باقی مین رہن باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اسکا تلف ہونا بقدر

آجر دارہ لغیرہ ثم رہنہا منہ صح وبطلت الاجارة یعنی اگر کسی شخص کو اجارہ دیا پھر اسکو اسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہے اور
اجارہ باطل ہوگا ولو ارتہن ثم آجرہ من راہنہ فالاجارة باطلة اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے ابق الرہن سقط الدین
کلہ فان عاد سقط بحساب نقصانہ الاباق عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہو گیا اسکے ہلاک ہو جانے کے مانند بعد
اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اسمین اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادة الضمنیة ذکر الزیادة
القصدیة فقال پھر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادة فی الرہن تصح اور زیادہ
کر دینا مرہون میں صحیح ہے مثلاً دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونوں کپڑے دس درم پر رہن ہو گئے
وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدین لا تصح خلافا للثانی
اور دین میں زیادہ کرنا صحیح نہیں ہے بخلاف ابو یوسف رحمہ کے ہم زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لیکر
وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن رکھدیا تو یہ صحیح نہیں لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے
ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی۔ الاصل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادة فی معقود بہ او علیہ والزیادة فی الدین
لیست منہما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ میں مثلاً ثمن میں یا معقود علیہ مثلاً
مبیع میں ہو اور دین میں زیادہ کر دینا دونوں قسم سے نہیں ہے ہم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے کہ دین جب تھا
عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رہن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ ثبتہ فی شرحہ علی انہا
عطفہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا مسئلة مستقلة لا تفریع للاولی فتنبہ عبدا بالف فدفع عبدا آخر رہنا مکان الاول وقیمة کل الف من العبدین
الف فالاول رہن حتی یردہ الی الراہن والمرتہن فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فحینئذ یصیر الثانی
مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجاے اول غلام کے اور حال یہ کہ دونوں غلاموں کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام
رہن ہے جبتک کہ مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض میں امین ہے ضمین یہاں تک کہ دوسرے کو بجاے
اول کے کرے اسطرح پر کہ اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسوقت میں دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے
ربفا ہیں باوجود یکہ مصنف نے اپنی شرح میں آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسیواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تا ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جدا گانہ ہے مسئلہ اولی پر
متفرع نہیں سو آگاہ ہو ابرأ المرتہن الراہن عن الدین او وہبہ منہ ثم ہلک الرہن فی ید المرتہن ہلک بغیر شئ استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ
من صاحبہ فیصیر غاصبا بالمنع مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا از روے
استحسان کے بسبب ساقط ہو جانے دین کے جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا اسکے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن پر
تمام قیمت لازم آویگی ہم در صورت ابرا اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نرہا تو ضمان بھی ساقط ہو گیا
ولو قبض المرتہن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ کمتطوع او شری المرتہن بالدین عینا او صالح عنہ ای عن دینہ علی شئ لانہ استیفاء او احال الراہن
مرتہنہ بدینہ علی آخر ثم ہلک رہنہ معہ ای فی ید المرتہن ہلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اسکے غیر سے جیسے کسی احسان کرنیوالے
سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خریدی یا راہن کے ساتھ کسی شئ پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے یا
یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا اہم وجہ فرق ابراء اور استیفا میں یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین

ساقط ہوجاتا ہے اور استیفا سے نفس دین ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضاء دیون بامثالہا ہوا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہو گیا تو
یعنے استیفا بالقبض مرہون ثابت ہو گیا اور استیفا ثانی یعنے استیفا حقیقی منقوض ہو گیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدر ملخصا ورد ما قبض الی من ادی فی صورۃ ایفاء
راہن المبیع او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اسنے لیا اسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں
یعنے اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسی طرح خرید او صلح میں پھیر دینا واجب ہے تاکہ استیفا مکرر نہو جاے
وبطلت الحوالۃ وہلک الرہن بالدین لانہ فی معنے الابراء بطریق الاداء ہدایہ اور حوالہ باطل ہو گیا یعنے مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور با وجود
بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابراء بطریق اداکے ہے کذا فی الہدایۃ ھم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ
میں دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ بمعنی ابراء کے
ہے تو لازم یون تھا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابراء ہے لیکن بطریق اداکے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے
گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی والعینی ملتقطا ومفادہ عدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرہن والا فینبغی ان لا یبطل الحوالۃ
فی قدر الزیادۃ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین
مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لازم یون ہے کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی ولو کذا ای کما یہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک
ایضا لو تصادقا علی ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتوہم وجوب الدین بتصادقہما علی قیامہ فتکون الجہۃ باقیۃ بخلاف الابراء لانہ یسقط
الدین اصلا اور اسی طرح یعنے جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفا کی صورت مذکورہ میں اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اس صورت میں بھی
کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر مرہون تلف ہو گیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے
سبب بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنے بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونون یاد کرین اور قیام دین پر اتفاق کرین تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا
بر خلاف ابراء کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنے اسمین وجوب دین کا توہم بھی باقی نہین رہتا ہم تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب ثابت ہے
اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے بر خلاف ابراء کہ اسمین توہم وجوب بھی متصور نہین کذا فی الہدایۃ وشرحہا کل حکم عرف فی الرہن الصحیح
فہو الحکم فی الرہن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی
ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد یتعلق بہ الضمان عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اس سے تاوان متعلق ہے
ہم طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تاوان اس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن مالا
والمقابل بہ مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد
من البیوع اور یہ بھی عمادیہ میں ہے کہ ہر جس مکان میں مرہون مال ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے
مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند وفی کل موضع لم
یکن الرہن کذلک بان لم یکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہو یعنے مال نہو جیسا کہ خون یا مردار
یا آزاد ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون نہو جیسا کہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ہم اسکو رہن باطل کہتے ہین وحینئذ فاذا ہلک
ہلک بغیر شئ بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت میں یعنے جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جبکہ مرہون مرتہن
کے پاس تلف ہوگا تو رایگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا بر خلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد میں جبکہ مرہون تلف ہوگا

تو مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی قیمت مرہون کی اگر کمتر ہو دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہو قیمت سے
تو دین لازم ہوگا من مالہ دراہما او دنانیر فالمرتہن احق بہ کما فی الرہن الصحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مریگا اور راہن کے چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن زیادہ تر
حقدار ہو مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا رہن الرہن باطل کما حررناہ فی العاریۃ معزیا للوہبانیۃ ایک رہن کا
بلا اذن راہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہو چنانچہ مصنف نے کتاب العاریۃ میں تحریر کی ہو وہبانیہ سے منقول کرکے کہ رہن کا راہن باطل ہو خواہ راہن رہن
کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کسے رہن کو راہن بجاہدہ رکھیگا تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی معایاتہا قال۔ وای رہن لا یرام انفکاکہ بحیلۃ ولو مات
بالموت یبطل؛ اور وہبانیہ کی چیستان میں کہا ہو اور کون مرہون ہو جسکا انفکاک مطلوب نہیں یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہو جسکا مقتول
اگر مرجاے قوت سے اسکی دیت نصف ہو جاتی ہو سوال اول کا جواب یہ ہو کہ مرہون مدیم الانفکاک نفس ہو حق تعالے نے فرمایا (کل نفس بما کسبت
رہینۃ) یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہو خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہو کہ مراد ختنہ کرنے والا ہو جسنے صغیر کا ختنہ قطع
کردالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اسپر نصف دیت واجب ہو اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہو جنایات کے مسائل میں مناسبتہا ان الرہن لصیانۃ المال وحکم الجنایۃ لصیانۃ الانفس والمال وسیلۃ للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات
کی کتاب الرہن سے یہ ہو کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانون کے
محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہو جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہو ذی الوسیلہ پر مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم
رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہو تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیان وہ ہیں جو حدود کی خوبیان ہیں اور
سبب بھی اسکا وہی ہو جو حدود کا سبب ہو اور جنایت کی شرط یہ ہو کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشر ہم دریافت کرنا چاہیئے
کہ جنایت لغت عرب میں برے کام کرنے کا نام ہو ہم جنایت مصدر ہو جمع اسکی جنایات ہو ہر چند مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہان مصدر بمعنی اسم مفعول ہو لہذا
جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقہاء الغصب والسرقۃ بما حل بمال والجنایۃ بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اس
فعل حرام کا نام ہو جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہون نے اپنی اصطلاح
میں غصب اور سرقہ خاص کر لیا ہو اس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہوا اور جنایت خاص کرلی ہو اس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنی ہاتھ پاؤن
ناک کان آنکھ میں واقع ہو ہم جنایت علے النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں قتل عبارت ہو اس فعل سے جو عبد کی طرف
مضاف ہو اور زندگی اسکے سبب سے زائل ہو جاے اور زوال حیات بفعل عبد مسمی بموت ہو کذا فی الزیلعی والمسمی القتل الذی یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من قود
ودیۃ وکفارۃ واثم وحرمان ارث خمسۃ والا فانواعہ کثیرۃ کرجم وصلب وقتل حربی وہ قتل جس سے احکام آئندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ
اور حرمان ارث متعلق ہو پانچ قسم ہو ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا
ہم یعنی حصر قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آئندہ کے ہو تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہان مقصود نہیں اقسام خمسہ یہ ہیں قتل عمد شبہ عمد
جاری مجرای خطا قتل بالسبب الاول عمد وہو ان یتعمد ضربہ ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسدہ بآلۃ تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل من حدید
جوہرہ ومحدد من خشب وزجاج وحجر وابرۃ فی مقتل برہان ولیطۃ وقولنا عطف علی محدد ولانہا تشق الجلد وقتل الرکوۃ حتی لو خنقت فی المفاحرقتہ العروق
فاحرقتہ العروق اکل یعنی ان سال بہا الدم والا لا کما فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ یہ ہو کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاے کسی مقام میں اسکے بدن

بواسطہ اُس ہتھیار کے جو اُسکے اجزاء بدن کو پھاڑ ڈالے جیسا کہ آلات جنگ اور بھاری وزنی چیز لوہے کی کذا فی الجوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوک دار
یا دھار والی چیز کے جیسا کہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور جیسا کہ بانس یا نرکل کا تیر چھیلا یا قصد قتل ہو آگ سے
اسواسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رگوں کو جلا دے تو ذبیحہ ماکول ہوگا یعنے اگر آگ کے
جلانے سے خون بہے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اُسکا درست نہیں کذا فی الکفایہ ھم خاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جسمیں بالقصد ضرب سلاح سے
ہو یا جاری مجرای سلاح سے تفریق اجزا میں کذا فی اکثر المتون شرح طحاوی میں ہے کما قتل عمد وہ ہے جسمیں قصداً قتل ہو لوہے سے جیسا کہ چھری اور تلوار
سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اُسمیں حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہ ہو لیکن کچل ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی بانٹ یا قتل تیر سے یا سوئی
کو چکر ہو بشرطیکہ لوہے کا نام اُسپر قایم ہو خواہ غالبا اُس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ لوہا احادیث میں منصوص ہے جیسا کہ لاقود الا بالسیف وفی روایۃ لا قود
الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ بات معتبر ہے اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو جیسا کہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا
خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں جیسا کہ آگ سے جلانا عمد ہے اور
اسی طرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیر پھاڑ دے یا بدن میں گھس جاتا جیسا کہ چوبی
لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کے مانند عمل کرتی ہیں تو قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضیخان میں ہے کہ لوہے میں رجوع لوہے کے مشابہ ہو ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ قصاص واجب ہو جس میں زخم ہو یا نہو اور طحاوی
نہیں اور طحاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو موجب ظاہر الروایۃ کے بندوق کی گولی سے قتل کرنے میں بلا شک قصاص
واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی سے قتل میں دو قول ہیں ایک میں
قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلا قصاص نہیں اسلیے کہ عادتاً اُس سے قتل کرنا مقصود نہیں ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا
فی الطحاوی مختصر از فتاوی قاضیخان میں اُسمیں عدم قصاص کو بہی واللہ اعلم قلت وفی شرح الوہبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتہی میں کہتا ہوں اور شرح
وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اُس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں انتہی وفی البرہان وفی حدید غیر محدد کالصنجۃ
روایتان اظہرہما انہا عمد اور یہ دو روایتیں ہیں اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا بانٹ اُسمیں دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی
الاشباہ التنور یکفی للقود وارتضاہ لکن فیہ ما مر اور مجتبی میں ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کے واسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اُسمیں آگ موجود نہو کذا فی منح الغفار میں ہے کہ ایک شخص نے
تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اُسمیں گرا دیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈالدیا کہ اُسمیں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بخلاف سلاح کے غانیہ میں ہے خواہ وہ شخص اُسی وقت مر جائے
یا صاحب فراش رہے مرنے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہیں وفی معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا
فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب محل قتل میں لگجائے تو اُسمیں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے سوئی کے قتل سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
وقالا والثلثۃ ضربہ قصدا بما لا تطیقہ البنیۃ تحتسب عظیم عمد اور صاحبین اور تینوں اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اُس چیز سے جسکی ضرب
اُٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہیں جیسا کہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے اور امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الاثم فان حرمتہ
اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر بجوازہ للمکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اُسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے
کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو کبھی درست نہیں ھم حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ ومن
یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم الایۃ یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اُسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق کے حق میں
کافی ہے اور احادیث تو اُسمیں بہت ثابت ہیں انجملہ ترمذی اور نسائی میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے

مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون میں
شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو منہ کے بل آگ میں ڈال دے اور نسائی میں بریدہ سے مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے
اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اسکی
دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ و سائر المسلمین من
قتل النفس بغیر حق آمین و موجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے بالا لزوم مال اور امام شافعی رح کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث
مقتول کا قصاص اور دیت لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے (کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنے تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور یہ خدا تعالیٰ نے ہم
عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے (ومن قتل مومنا خطاً الآیہ) و بدلیل حدیث
عبد اللہ بن عباس کے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنے موجب
قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کر دے علما نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پس جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی بیان ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر میں
مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولے مجمل قرآن کا بیان ہو سکیگی خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور
اسکی تخصیص واقع ہو گئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہو گئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہو گئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا و یقبل الدیۃ
او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہوجاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی
دیت کے برابر ہو یا زیادہ ترجیحا چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ہم اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی
جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانہا کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا یناط بہا موجب اسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسواسطے
کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں تو عمد سے مربوط کفارہ نہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ المملوک لغیرہ عمدا کان علیہ
الکفارۃ میں کہتا ہوں لیکن خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کہ اُس فرزند کو جو قاتل کے سوا دوسرے کا مملوک ہے عمداً قتل کرے تو اسپر کفارہ واجب ہے
والثانی شبہہ و ہو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء او بحجر و خشب کبیرین عندہ مثلا فالغیرہ آور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنے
مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے مارنے کا قصد کیا جاے سواے اُس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنے اُس چیز سے جو تفریق اجزا نکرے اگرچہ پتھر اور
بڑا لکڑا ہو یا امام رح کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنے صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے قسم شبہ عمد وہ ہے جس میں تعمد ضرب ہو اس چیز سے جو
سلاح نہیں اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اُس سے غالبا ہلاک ہو جیسا پتھر سنگ عظیم اور عصا کبیر اور موگرا دھوبی کا یا ہلاک نہ غالبا نہ ہو جیسا چھوٹا عصا سکو شبہ عمد
اسلیے کہا کہ یہ فعلا مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اسمیں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ فاعل نے مارنے کا قصد کیا اور اسمیں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا
قصد قتل ثابت نہیں ہوتا اس نظر سے کہ اُسنے آلۂ تادیب کو استعمال کیا نہ آلۂ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اسکے آلۂ خاص سے تو یہ خطا مشابہ عمد ہوگی کذا فی العینی و موجبہ
الاثم والکفارۃ و دیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ یعنی اسکی موجب ... اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات
میں آویگی ہم شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جنمیں
۲۵ یکسالہ ہوں اور ۲۵ دوسالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چار سالہ لا القود لشبہہ بالخطأ نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ اختیار نہ قصاص یعنے شبہ
عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اسکے مشابہ ہونے کے قتل خطا سے بنظر آلۂ قتل کے مگر یہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اسکا قتل سیاستاً
کرنا جائز ہے کذا فی الاختیار و ہو ای شبہ العمد فیما دون النفس ... الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوا

آدمی کے اطراف میں عمد ہی قصاص کا موجب ہوتا ہے جان کے سوا ان میں شبہ عمد نہیں بلکہ عمد ہی ہے یعنے اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور ما دون النفس مختلف نہیں ہوتا مثلاً
عصا کبھی قتل نفس کا آلہ نہیں اور ہاتھ یا پاؤں کے توڑنے کا آلہ ہے تو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھ پاؤں تلف ہوگا تو اسمیں کفارہ اور دیت نہیں بلکہ قصاص
واجب ہے یعنے فاعل کا بھی ہاتھ یا پاؤں توڑا جاویگا * والثالث خطأ وہو نوعان لانہ اما خطأ فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او حربیا او مرتدا فاذا
ہو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو شکار یا کافر
حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو ناگہان مسلمان نکلا * او خطأ فی نفس الفعل کان یرمی غرضا او صیدا فاصاب آدمیا او رمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ
او تجاوز عنہ الی ما وراءہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد ید رجل فاصاب عنق غیرہ ولو عنقہ فعمد قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع
السہم فاصاب الرجل فہو خطأ لانہ اخطأ فی اصابۃ الحائط ورجوعہ سبب آخر والحکم یضاف الی آخر اسبابہ ابن کمال عن ... یا خطا واقع ہو نفس فعل
میں چنانچہ تیر مارا نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے گذر کر بڑھ گیا پیچھے کسی مرد کو جا لگا یا فاعل
نے ایک مرد کے مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کا ہاتھ مارنے کا سو اسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا
اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ قتل عمد ہے یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کے لگ گیا
تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف
اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے * قال وکذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق
الخطأ فی الفعل ولا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے کہا کہ اگر کسی شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اسکے صدمہ
سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اس صورت میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور حالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقاً قصد نہیں ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام
میں وہ خلل ہے جو اسمیں ہے صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے
چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرکے اور شخص کے لگجاوے انتہی حاصل کلامہ اس کلام میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ
لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور اسمیں مطلقاً قصد نہیں لیکن عنقریب آویگا کہ یہ جاری مجرای خطا کی صورت ہے
نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الوہبانیۃ * وقاصد شخص ان اصاب خلافہ * فذا خطأ والقتل فیہ معذر اور وہبانیہ میں ہے اور قصد
کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف اسکے دوسرے شخص کے لگجاوے تو یہ قتل خطا ہے اور اسمیں قاتل کا قتل از روے قصاص کے متعذر ہے
وقاصد شخص حالۃ النوم ان یمت * فیقتص ان ابقی دما منہ ینہر * اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے
قصاص لیا جاوے اگر اسکا خون سائل باقی رہے یعنے اگر مقتول خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ * والرابع ما جری
مجراہ مجری الخطأ کنائم انقلب علی رجل فقتلہ لانہ معذور کالمخطی اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرای خطا کے ہے یعنے خطا نہیں بمنزلہ خطا کے ہے جیسے
سونے والا منقلب ہو یعنے پلٹا کسی مرد پر سو اسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کے برابر ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص بلند چبوترے یا بلند
تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہے سو کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا کچلکر تو نائم معذور ہے خاطی کے مانند تو یہ قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے
طحطاوی میں عالمگیری عن المحیط سے منقول ہے جاری مجراے خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مرگیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی
اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے مرگیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا اور زیلعی میں ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہے واسطے
کہ حقیقت میں خطا نہیں اسواسطے کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہیں کہ اسے ہٹنے سے مقصود کا خلاف ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب انتہی ما فی الطحطاوی

تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کی طرف صحیح خطا ہے وہ صحیح اسے ہو جیسا ہذا النوع من القتل فہو المخطاء وما جرے مجراہ الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون اثم القتل اذ الکفارۃ یؤذن بالاثم لترک العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور مثل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ کمتر گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے کہ اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا پھر جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ یعنی پوشندہ ہے اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی والخامس قتل بسبب کحافر بئر ووا ضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچویں قسم قتل بسبب ہے جیسے کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک میں بلا اذن سلطان کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفر اور وضع دونوں کی قید ہے چنانچہ درر میں ہے لیکن اگر اپنے ملک میں کنواں کھودے یا پتھر رکھیگا تو اسکی طرف تعدی ثابت نہو گی تو دیت اور کفارہ بھی نہو گا کذا فی الطحطاوی وکذا واضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ونحوہ بعد علمہ بالحفر ونحوہ درر اور اسیطرح قاتل بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اسکے جو تلف ہو جانے کا سبب ہو چنانچہ اینٹوں کا ڈھیر کر دینا راہ میں مگر جبکہ کوئی شخص کنوئیں وغیرہ پر چلا کھدنا وغیرہ جان بوجھکر کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجھکر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگاروں پر ہم کنواں کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور رکھودنے والا متعدی ہے اسمیں تو بمنزلہ واقع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کے واسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنواں کھودنے اور پتھر وغیرہ رکھنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکل ذلک یوجب حرمان الارث الا الجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے موجب ہیں یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اسکی میراث قاتل نہ پاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مصرح ہے الا ہذا ای القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہیں سوا اس قسم کے یعنے قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنے قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہیں جو موجب حرمان ہے اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہاں موجود نہیں بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ بخلاف اصل اسکو اسواسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعیؒ نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اسکے جمیع احکام میں واللہ اعلم

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ

یہ فصل ہے اس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں یجب القود ای القصاص بقتل کل محقون الدم بالنظر لقاتلہ درر وسیصرح عند قولہ ولو قتل القاتل اجنبی علی التابید عمدا واجب ہے قود یعنے قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمدا قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے خون اسکا محفوظ ہو کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل میں ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہوگا ہم یعنی جو مقتول کہ بنظر القاتل وانما محفوظ الدم ہے یعنے اسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہیں تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن و حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ وہ فعل کیا جاوے جو اسنے مقتول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اس صورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے وہو المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنے دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہیں سو جو انکو عمدا قتل کریگا وہ انکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمدا قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عوارض ہے تو قواعد کے تحت میں

ملہ دھکا دینے والا اور گرا دینے والا یعنے ایسا ہوا کہ دوسرا کو دھکا دیکر کنوئیں میں گرا دیا ۱۲

داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہاں واجب تھا اصل میں پھر منقلب بمال ہو گیا اسواسطے کہ ابوت شبہہ ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عبد وقف کے قتل عمد میں
قصاص واجب نہیں بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحطاوی لا المستامن والحربی یعنے مستامن اور حربی یعنے انکے قتل عمد سے قصاص
واجب نہیں مستامن تو اسوجہ سے کہ اسکا دم دائما محفوظ نہیں اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے وشرط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انہ لیس لصبی ومجنون عمد مقتول اقر کو
کے قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہیں ہے فی البزازیۃ حکم علیہ بالقود
فجن قبل دفعہ للولی انقلب دیۃ بزازیہ میں ہے قاتل پر حکم حاکم ہو گیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہو گیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت
ہو جاویگا یعنے پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہو گیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی الملتقط قتل
من یجن ویفیق قتل فی افاقتہ قتل کیا اس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ میں مارا جاویگا فان جن بعدہ
ان مطبقا سقط وان غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہو گیا بعد اسکے اگر جنون مطبق یعنے دائمی ہے تو قصاص ساقط ہو گیا لیکن بطریق استحسان دیت اسکے
مال میں واجب ہوگی کذا فی الملتقط اور اگر جنون دائمی نہیں تو قتل ہوگا قتل عبد مولاہ لا رواية فيه قال ابو جعفر يقتل غلام نے اپنے میاں کو
قتل کیا تو اسمیں کچھ روایت نہیں امام اور صاحبین سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیہ کسی نے
وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں یعنے بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اسکی قیمت لیجاوے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جاوے
قتل ختنہ عمدا وبنتہ فی نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمدا قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح میں ہے تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے
کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر علی ہذا القیاس ہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت
واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی وبشرط انتفاء الشبہۃ کولاد او ملک او اعم کقولہ اقتلنی فقتلہ بہما کما سیجئ اور قتل عمد میں قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور
مقتول میں قصاص لیجانے کا شبہہ نہو چنانچہ ولادت یا مالک ہونا یا کوئی امر ولادت اور ملک سے عام ہے چنانچہ مقتول کا یوں کہنا قاتل سے کہ تو مجکو
قتل کر سو قاتل نے اسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد
بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوائے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے میں قصاص واجب نہیں بلکہ اسکی قیمت
دینا قاتل پر واجب ہے بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ انکے اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اسکی
قیمت کا تاوان لازم ہوگا امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے یعنے آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے
اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اسکا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور
حالانکہ غلام اور آزاد میں برابری نہیں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا ولنا اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الآیۃ
کما رواہ السیوطی فی الدر المنثور عن النحاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنے جان بدلے جان کے اسمیں آزاد اور
غلام کی قید نہیں تو یہ آیت الحر بالحر کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور میں نسخ کو نحاس سے عن ابن عباس نقل کیا ہے ہم مجملہ
دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنے مقتولین میں تمپر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام اسی طرح قولہ تعالی
(ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر
فلا ینفی ما عداہ کیف ولو دل لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ کے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کیا ہے اور تخصیص بالذکر
ماسوائے مذکور کے نفی نہیں کرتی ہے یعنے اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہیں ہوتی ہے کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص ماعدا کی نفی پر دال

کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا نجاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہم اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا رد قول منظور ہے جو مقتول کے
بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتل ہو جاتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر فوق
فضیلت رکھتا تو یہ بھی فضیلت یوں کہتا کہ ہم راضی نہونگے جب تک کہ عورت کے بدلے انکا مرد نہ ماریں اور اپنے غلام کے بدلے انکا آزاد نہ ماریں حق تعالیٰ نے
انکے رد میں یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہ ہے
کہ قصاص میں عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور
غلام دونوں برابر ہیں قیل ولا الحر بالعبد ورد بہ قولہ بالعبد کما یا ہو مذہب شافعی کی اشکال ہیں کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ
آزاد بدلے غلام کے مارا نجاتا اور یہ اشکال رد کیا گیا ہے اسکے ذائل ہونے سے ... اور ... شارح کی ... عبارت میں کچھ تحریر اور تحقیق نہیں شارح نے
عبارت منح الغفار کے نقل کرنے کا ارادہ کیا سو اسکا قلم بہتر چل گیا یوں کہنا تھا قیل ولا العبد بالحر اور یہ عبارت ہے ان القتل الذکر بالاشیء ینفی ما عداہ کذا فی الحموی
مختصر العینی یہ جو بعض شارحین نے امام شافعی رح کے مذہب پر اشکال کیا ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا
بدلیل قولہ تعالیٰ والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہے اسوجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد اسکے بدلے بطریق اولیٰ مقتول ہوگا اور جو یہ تفصیل
اسکی منح الغفار کی عبارت میں ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے ولابی الفتح البستی الطماس ع خذوا بدمی ہذا الغزال فانہ * رمانی بسہمی مقلتیہ علی عمد
ولا تقتلوہ اننی انا عبدہ * ولم ار حرا قط یقتل بالعبد * اور مناسب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے ایک نظم کہا ہے کہ پکڑو میرے خون کے
بدلے اس غزال کو کہ اسنے اپنے دونوں گوشہ چشم کے دو تیروں سے مجھکو قتل کیا ہے ولیکن اسکو قتل نکیجیو اسواسطے کہ میں اسکا غلام ہوں اور میں نے
کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جاوے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور لا تقتلوہ میں منافات ہے اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور
دیت پر حمل کرنا صحیح نہیں ہوسکتا کہ غلام کی دیت اسکے مالک پر واجب نہیں فاجاب بعض الحنفیۃ رادا علیہ ع خذوا بدمی من رام قتلی بجفلۃ * ولم یخش
بطش الہی قاتل العمد * وقودوا بہ جبرا وان کنت عبدہ * لیعلم ان الحر یقتل بالعبد * سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو
میرے خون کے بدلے اسکو جسنے میرے قتل کا اپنے گوشہ چشم کی وجہ سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور مار بھی ڈالا اور وہ شخص اللہ کی پکڑ سے نہ ڈرا جو ثابت
ہے قاتل عمد میں اور قصاص لو اس سے زبردستی اگرچہ میں اسکا غلام ہوں تا معلوم ہوجاوے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے ہم طحطاوی نے کہا اس نظم
میں خلل یہ ہے کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجیے تو وان کنت عبدہ کے مناسب نہیں واللہ اعلم بالذمی
خلافا لہ اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض یہ خلاف شافعی کے ہم امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا یقتل مومن بکافر
رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور ہماری دلیل وہ ہے جو سنن دارقطنی میں عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اکرم من وفی بذمتہ یعنی میں ذمہ کے پورا کرنے والوں میں زیادہ کریم ہوں ہر چند دارقطنی نے ابن
البیلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی میں بھی مذکور ہے اور حدیث لا یقتل مومن بکافر میں کافر حربی
مراد ہے توفیقا بین الروایتین کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضیٰ رض سے نقل کیا کہ ذمیوں نے جزیہ اسواسطے دیا تا انکے خون ہمارے خون کے مانند ہوں اور انکا مال ہمارے مال کے برابر ہو
لا بمستامن بل ہو بمثلہ قیاسا للمساواۃ لا استحسانا لقیام المبیح ہدایہ ومجتبی ودرر وغیرہا نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا
خون علی التابید معصوم نہیں بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اسکے برابر ہے قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم
ہونے مبیح کے کذا فی الہدایہ والمجتبی والدرر وغیرہا اور مبیح اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب مسلمین کا اسواسطے کہ مستامن ہے عزم دار الحرب کا قصد رکھتا قال المصنف

قولہ ان یقتل غلام بغلام ... ولا نفس ... فان قلت ... الی قولہ ... الحر بالحر والعبد بالعبد او عن تخصیص المقابلۃ یوجب ان لا یقتل العبد بالحر ... قلت لانہ یجیب ... بان ہذا تفاوت الی نقصان فلا یمنع ... ما ذکرہ الائمۃ اصل من ان شرط دلالۃ مفہوم التخصیص بالذکر ان لا یظہر اولویۃ المسکوت ... المنطوق والا کان المسکوت عنہ اولی من المنطوق لانہ لما کان العبد یقتل بالعبد فبالاولی ان یقتل بالحر ... وبہذا یندفع ما ذکرہ بعض الشارحین من ... ان لا یقتل ... بالعبد ... کذا فی ...

وینبغی ان یعول علی الاستحسان لتصریحہم بالعمل بہ الا فی مسائل مضبوطۃ لیست ہذہ منہا وقد اقتصر ملا خسرو فی متنہ علی القیاس انتہی یعنی فتنبہ المصنف رحمہ اللہ
علی عادتہ قلت ولیعضدہ ما فی اکثر المتون منہا الملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور سزاوار یوں ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوے بسبب تصریح کرنے علما کے
استحسان پر عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے
انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے ملتقی الابحر تا وقتل
العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے
دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت
کے بالاتفاق ہے تو اگر تندرست مرد اس مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان اور ذکر یعنی ناڑہ اور فوطے قطع ہیں اور آنکھیں اسکی پھوٹی ہیں تو
قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور ہوا سطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں مساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کے مساوات ہے نہ اور امور کی نہیں تو
قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی والفرع باصلہ وان علا لا عکسہ خلافا لمالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور شاخ یعنی اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ
جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی برخلاف امام مالک رح کے اس خاص صورت میں جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر
ہم یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک رح کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھری پھینک مارا اور ارادہ قتل کا نکرے تو قصاص نہیں
اور ظاہر مالک میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اشہر ہے کہ حدیث میں ثابت ہوا ہے اور مالک کا یہ ایک قول ہے تو اوجز ایسا ہی ہے یا کہا ہے
کذا فی العینی تو ظاہر اقصاص ولد کی روایت امام مالک رح کے مذہب پر متفق نہیں فی الاکثر بالکلیہ یعنی عدم قصاص علی العموم مذکور نہوئی واللہ اعلم الاصول فی ان
علوا مطلقا ولو ناقصا من قبل الام فی النفس والاطراف بفرعہم وان سفلوا لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نکیا جاوے گا بدلے فروع کے
نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقاً اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع نیچے ہوں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے
قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے ہے یعنی دادیالی نانہالی اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پرپوتے کو یا ماں اپنے
بیٹے کو یا نانا نانی اپنے نواسے کو یا پرنانی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل عمداً کریگا
تو اسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ نے عمر فاروق رض سے مروی ہے وہو وصف مستقل بالحجیۃ فیتعدی من علا لانہم اسبابہ
فی احیائہ فلا یکون سببا لافنائہم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جس سے جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا
عالیہ کو بھی متعدی ہے اسواسطے کہ اصول اسباب ہیں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع انکے فنا کا سبب نہوگا ہم ولہذا ولد کو جائز نہیں اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اسکو صف
کفار میں پاوے یا اسکو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایہ وعنایۃ تجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلۃ لا تعقل العمد وقال الشافعی
تجب حالۃ کبدل الصلح زیلعی جوہرہ وسیجئ فی المعاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغیرہ پر جو اصول کہ مال میں دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر
اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی رح نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کے مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ میں ہے
اور اسکی تفصیل آگے کتاب المعاقل میں آویگی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریہ
وفی الملتقی ولا قصاص علی شریک الاب او المولی او المخطی او الصبی او المجنون وکل من لا یجب القصاص علیہ لما تقرر من عدم تجزی القصاص فلا یقتل العامد
عندنا خلافا للشافعی برہان اور ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں
اسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہوا اسکے غلام کے قتل میں یا مالک شریک ہو قاتل مخطی کا

تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں والد اور موسے اور مخطی کے مانند اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلایل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عامد بھی مقتول ہوگا
ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا بسید بعبدہ ای بعبد لقنہ و مدبرہ و مکاتبہ و عبد ولدہ ہذا داخل تحت قولہم ومن ملک قصاصا
علیہ ابیہ سقط کما سیجئ اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے
فقیہوں کے اس قول کے تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہو اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ یہ مسئلہ چند سطر کے بعد آویگا ہم مالک پر قصاص اسواسطے عائد نہیں
ہوا کہ غلام اسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں ولیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ میں ہے کہ سعولی پر کفارہ
واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحطاوی ولا بعبد یملک بعضہ لان القصاص لا یتجزی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد
مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہم جب بعض قصاص ساقط ہوا مالک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا
شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اسکے حصہ کے قیمت ادا کرے ولا بالعبد الرہن حتی یجتمع العاقدان اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین
قصاص نہیں ہم یعنی جب تک راہن اور مرتہن دونوں موجود نہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا
مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہے تا حق مرتہن اسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے
وقال محمد رحمہ اللہ لا قود وان اجتمعا جوہرۃ وعلیہ یحمل ما فی الدرر متنا لا کما فی المنح اور محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرتہن
دونوں موجود ہوں کذا فی الجوہرۃ اور محمد رح کے قول پر محمول ہے وہ روایت جو درر میں کافی سے منقول ہے کذا فی المنح ہم یعنی جو کافی سے درر میں مذکور ہے کہ باوجود
اجتماع عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو جب ایسا ہے کہ جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی
کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیۃ عن التبیین انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ میں ظاہر یہ ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے لینی لو اختلفا فلہما القیمۃ تکون رہنا
مکانہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص و قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کے واسطے قیمت دلائی جاویگی اور وہ قیمت بجائے عبد مرہون مقتول
رہن رہیگی ولو قتل عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید بائعہ قبل القبض
فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ والا ردہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاوے قبل قبض مشتری بیع کو جائز کر دے تو
قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کر دے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اسکی قیمت لے کذا فی الجوہرۃ
ولا بمکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیۃ قتل عمدا لا حاجۃ لتقیید العمد لانہ شرط فی کل قود عینی وفاء ووارث وسیدہ وان اجتمعا لاختلاف الصحابۃ فی موتہ
حرا او رقیقا فاشتبہ الولی فانقطع القود اور قصاص واجب نہیں بدلے اس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفا بدل کتابت کے اور وارث اور مولے کو چھوڑ کر
اگرچہ وارث اور مولے ساتھ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی موت میں آزاد ہوکر یا غلام ہوکر تو اسکے ولی میں اس اختلاف کے
سبب سے شبہ پڑا تو قصاص مرتفع ہوگیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ
شارح نے کہا قتل عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے ہم علی مرتضی رض اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد
مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا
ولی میں تو قصاص مرتفع ہوگیا فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سواء ترک وفاء او لا او ترک وارثا ولا وفاء اقاد سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے
کوئی اپنا وارث نہ چھوڑا سوائے اپنے مولے کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اسنے چھوڑا یا نہ چھوڑا یا وارث کو چھوڑا مگر وفاء بدل کتابت موجود نہیں تو اسکا مولے
قصاص لیگا بسبب متعین ہو جانے کے ولی ہونے میں وفی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتوں میں سے پہلی صورت میں خلاف ہے محمد کا ہم پہلی صورت یہ ہے کہ

مکاتب بدل کتابت اور وارث اور موصلے کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت
یہ ہے کہ سوا مولی کے کوئی وارث نہیں اور بدل کتابت موجود نہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہے مگر بدل کتابت موجود نہیں چلپی نے کہا شارح کو یون
کہنا صواب تھا (وفی ثانیة الصور الاربع خلاف محمد رح) یعنی صور اربعہ میں سے دوسری صورت میں خلاف ہے محمد رح کا چنانچہ ہدایہ میں ہے انتہی یعنی جبکہ مولے کے سوا کوئی
وارث نہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمد رح کے نزدیک آئین قصاص نہیں ہے ولیسقط القود بقدر شرکته علیه ای سواء ان الفرع لا یستوجب العقوبة علی
اصله اور ساقط ہوتا ہے وہ قصاص جسکا بیٹا وارث ہو اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمدا واقع ہوا اور مقتول کا وارث
فرع اصول ہو تو قصاص ساقط ہوتا ہے اسواسطے کہ فرع اپنی اصل پر موجب عقوبت کا نہیں ہوتا ہے اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث
اسپر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا مملوک ہے باپ کا تو شبہہ حقیقت ملک قصاص کی نفی کرتا ہے جیسا کہ اپنے غلام کو قتل کرے از یلعی جو شبہہ ہے کہ اعتبار ہوا ہے کہ نفی
قصاص کا کذا فی العینی وصورة المسئلة فیما اذا قتل الاب او الام امرأته مثلا ولا وارث لها غیر ابنها منه المرأة فان ابنها انه یرثها القود الواجب علی ابیه فیسقط لما
ذکرنا وانما صدر صدر الشریعة فیقیة فیما الابن اشد لا الارث اعنی ابی حنیفة ومن نحو الحکم لا التعلیل او مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ جبکہ باپ نے
اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہیں سوا اسکی لڑکی کے وہ جورو ہے قاتل کی پھر وہ عورت مرگئی تو عورت مذکورہ کا
بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہے اسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہوجائیگا اس دلیل سے جسکو ہمنے بیان کیا اور
وہ جو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اسمین قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے واسطے ابتداء ہے نہ باعتبار
میراث کے امام اعظم رح کے نزدیک اگر چہ دونوں صورتوں میں سقوط قصاص کا حکم یکسان ہے چنانچہ پر مخفی نہیں اور صاحب ذخیرہ نے [illegible] قاتل کو
مقتول قرار دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال باقی ہے وفی الجوہرة ولو عفا المجروح او وارثه قبل موته صح استحسانا لا القیاس او یہ ہے کہ اگر شخص زخمی یا اسکا
وارث معاف کرے صورت زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اسکے وارث دونوں کے [illegible]
یہ تو اگر معاف مجروح صحیح نہ ہوتا اسواسطے کہ قصاص ثابت ہوا ابتدا سے وارثوں کے واسطے اگر ابتدا سے ثابت ہو تو موت کے بعد [illegible]
تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان میں عفو مجروح صحیح ہے اسلیے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اسکا ہوتا ہے قصاص [illegible]
عرف الخ مختصر الاعود لقتل مسلم مسلما ظنه مشرکا بین الصفین لما انه من الخطاء او دیته اماکن [illegible] القاتل علیه کفارة و دیة یعنی اگر
مسلمان نے قتل کرنے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جانکر مسلمین اور کافرین کی دو صفوں کے اندر اسواسطے کہ قصاص نہیں کہ اتفاقی قتل میں [illegible]
قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا تا کہ اسکا سبب بیان کرے اس قول سے کہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے
مددگار وان پر دیت ہے قال ابو ناصر اذا اختلطوا فان فی صف المشرکین لا تجب شی لسقوط عصمته قال علیه الصلوة والسلام من کثر سواد قوم فهو منهم فاذا کان
مکثر سوادهم منهم وان لم یتحرک ممن قتلت بین مرى قاله الزاهدی قال [illegible] عصمته بالقتل [illegible] یباح [illegible] الا قدامهم کی [illegible]
[illegible] التاکل [illegible] علما نے کہا کہ یعنی مسئلہ مذکورہ میں کفارہ اور دیت واجب ہوتا اسوقت ہے جبکہ مسلمان اور کفار ملے جلے
نہ ملے ہوں تو اگر مسلمان مشرکوں کی صف میں ہو تو اسکے مقتول ہوجانے سے قاتل پر کچھ واجب نہیں یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ قصاص اسکی عصمت
ساقط ہونے کے سبب سے یعنی اسکا خون معصوم نہ رہا مباح ہوگیا رسول علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا کہ جو کوئی قوم کی جماعت بڑھاوے وہ شخص اس
قوم میں داخل ہے یعنی گنا جاتا ہے جبکہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافروں میں داخل ہوا اگر چہ انکا ہم شکل اور ہم لباس نہو تو کیا حال ہوگا اس مسلمان کا
جو کافروں کا سا لباس اختیار کرے اور انکی وردی پہنے یہ کہا ہے زاہدی نے مصنف نے شرح میں کہا تو اگر ایک میں اس حالت کی شکل بنا ہے جس کا فر کو قتل کرنا مباح ہے [illegible]

سانپ تو اسکے قتل پر بیشک دیت لازم ہے جیسا کہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو غرض قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں ہے فالشظم ولا یقاد الا بالسیف وان قتله بغیره خلافا للشافعی اور قصاص نہ لیا جاوے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے انکے نزدیک جس طرح قتل کرا قاتل کا ضرور ہے جس طرح اسنے مقتول کو مارا ہے یہ حدیث صدیق اکبر سے سنن ابن ماجہ میں ان لفظ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضیٰ سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدة یعنی قتل نفس وغیرہا میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کما فی العینی علی الهدایة وفی الدرر عن الکافی المراد بالسیف السلاح تلت وبه صرح فی تنقیح المضمرات حیث قال التخصیص باسم السیف لا یمنع الحاق غیره به لان الاثری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قوله علیه الصلوة والسلام لا قود الا بالسیف فمافی السراجیة من له قود وقاد بالسیف فلو القاه فی بئر او قتله بحجر او نحوه عزر وکان مستوفیا مشکل الا ان یراد بالسیف السلاح والله اعلم اور درر میں کافی سے ہے کہ تلوار سے وہ ہتھیار مراد ہیں کہ تیز ہوں اسی کی تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب التنقیح میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہو وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالیگا یا اسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا اور وہ شخص اسپر قتل ناسزاوار ہے قصاص کا پانے والا ہو گیا انتہی کلام السراجیہ تو یہ محمول ہے اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم وللاب المعتوه القود وتنفیذ الصدر وذلک لانه یملک الصلح بالاولی لا العفو مجانا بالقطع یداه ای ید المعتوه وقتل قریبه لان ابطال حقه ولا ولایة اور فرزند ناقص العقل مدہوش سے قطع ید اور اسکے قرابتدار کے قتل کے بدلے اسکے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر اور تسکین دل کے واسطے اور جبکہ اسکا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اعلیٰ مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا یعنی اسکو قطع اور قتل میں مفت معاف کر دینے کا اختیار نہیں ہو کیونکہ مفت معاف کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں المعتوه وہ ہے جو بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جسکا کلام بھی بے معنی ہو اور بیہودہ ہو سکتا ہے اسکے قرابتدار سے مراد اسکا اخیافی بھائی اور اسکی ماں اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ جب حق تو مدہوش ہے لہذا اسکا باپ اسکے قائم مقام ہوا اسلیے کہ شفقت کے سبب اسکی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار پاتی کذا فی الطحاوی وقیده بصلحه بقدر الدیة او اکثر فلو وقع بالقل منه لم یصح الصلح وتجب الدیة کاملة لان نظر المعتوه اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر صلح واقع ہوگی تو صحیح نہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اسلیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح فمن قتل ولا ولی له فللحاکم قتله والصلح لا العفو لانه نظر للعامة اور قاضی باپ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں سو ایسا شخص کہ مارا گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں تو حاکم کو اسکے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کر دینے میں لاوارث ہوا خلق کا نقصان ہے والوصی کالاب یصالح عن النفس فقط بقدر الدیة ولا القود فی الاطراف استحسانا لانه یسلک بها مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اسکے بھائی کے برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اسکے قرابتدار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بدلیل استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہے والصبی کالمعتوه فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ میں یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اسکے قرابتدار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں لے سکتا اور نہ عفو کا انکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہے وللکبار القود قبل کبر الصغار خلافا لهما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببه کاملا ثبت لکل علی الکمال کولایة انکاح وامان اور مقتول کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے انکے نزدیک قصاص نہوگا جبتک صغیر وارث جوان ہولے اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اسکا کامل سبب پایا گیا تو وہ چیز ہر ایک کے

جناب مولانا صاحب مترجم اول نے لکھا ہے اور شامی کی دو کتابوں کا دیکھی پھر کو اسکا ساماں نہیں ملا بلکہ بیچنا ہی نہیں کیا اور میں دیکھتا کہ یہ نیز مترجم اول کو تلوار میں بلا دیا ہو حدیث آدم میں مولانا مترجم اول نے چھوڑ دیا تھا اسلیے اسکو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ١٢

واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کردینے اور کافر کو پناہ دینے کی ولایت ہم سے عدم قسمت پذیر ہے چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا گیا جیسے
قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفائے قصاص میں اختیار ہوگا واسطے ابن ملجم بعوض علی رضی اللہ عنہ کے مارا گیا
اور حضرت علی کی اولاد صغار تھی انکے بالغ ہونے کا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر بمحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا اور یہ سبب کامل کی قید سے مستامن دار الحرب نکل گیا
اسواسطے کہ اسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ الصغیر اجماعا زیلعی فایضا مگر جبکہ مقتول کا
ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے
ہم ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن ظاہر قول یہ ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یہاں جو وارث مقتول کا
ہو تفصیل اسکی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہوں وجہ اول سے اور وجہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ
محقون الدم بالنظر الیہ کما مر اور اگر قاتل کو اس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہے مقتول سے یعنی اسکا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص
واجب ہے اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اسکے قاتل کے چنانچہ پہلے اول میں کہا گیا ہے ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارثوں کو لیکن
باعتبار اجنبی شخص کے اسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اسکے بدلے مار ڈالا جاویگا والا یہ علی ما قلتہ امر القاتل فی الخطا اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے
مددگاروں پر واجب ہے قتل خطا میں ولو قال ولی المقتول للقاتل ای لقاتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ والاجنبیۃ لہ علیہ ما قالتہ الا ببینۃ فی القتل الاجنبی فی القود اور
اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی
تصدیق نہوگی اور قاتل اجنبی قتل کیا جاویگا ہم بیرازیہ میں ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل بذات خود یا غیر سے امر کرکے قتل کروانا جائز ہے ہر حال استیفاء قصاص
ہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہوگا اس صورت میں جبکہ امر وارث کا ظاہر ہے سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعوی کیا
اور وارث نے اسکی تصدیق کی تو امر ثابت نہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف ما مر من حفر بیرا فی دار رجل فعطب فیہا
انسان فقال رب الدار کنت امرتہ بالحفر صدق مجتبی یعنی لانہ یملک استیفاء فیملک تصدیقا بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ برخلاف
اس شخص کے جسنے کنواں کھودا اور دوسرا مرد اسکے گھر میں سو آدمی اسمیں گرکے مرگیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو
صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ تصدیق اور استیفاء امر کا مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھدوا سکتا ہے
وجود محل کے سبب سے لہذا اسکے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں استیفاء امر بالقتل فی الحال
متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا اور قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت کرے مثلا یوں
اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کرلی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور استیفاء رجعت کا مالک ہے اسطرح کہ ہنوز مدت طلاق کی باقی ہے تو اسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی
اور اگر استیفاء رجعت کا فی الحال مالک نہیں اسوجہ سے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اسکی تصدیق بدون شہادت نہوگی کذا فی الطحطاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط
راسا لما مات القاتل حتف انفہ وظاہر قولنا بتعلیل فوت محل اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہوگیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جبکہ قاتل اپنی
فرش پر اپنی موت مرجاوے بدون قتل کرنے کے ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اسپر کچھ ضمان لازم
نہوگا یعنی نہ قاتل کے واسطے اور نہ باقی وارثوں کے واسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی وفی الدرر والمجتبی دم بین اثنین عفا احدہما وقتلہ الآخر ان علم
ان عفو بعضہم یسقط حقہ یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتل عمدا فقتل ولی القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل علی الناس اور درر
اور مجتبی میں ہے کہ خون کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے قصاص عفو کردیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا

معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہو تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اُسکو یہ معلوم نہیں تو اُسپر قصاص نہیں اور اُسکے مال میں دیت
واجب ہوگی نہ خلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاسے مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر
قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جسکا بوجھنا لوگون پر مشکل ہو ہم نے خلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثون کا حق ساقط ہونا
مشکل و پیچیدہ ہو لہذا اُسمین در صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہین تو دیت ہی اور سواے اسکی صورت مین فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا ومات المجروح فاقام
اولیاء المقتول بینۃ انہ مات بسبب الجرح واقام الضارب بینۃ انہ برئ من الجراحۃ ومات بعدہ فبینۃ ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام
معزیا للعمادی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثون نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہ ثابت کیا کہ وہ
چنگا ہوگیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہین کذا فی معین الحکام عن العمادی اقام اولیاء المقتول البینۃ علی انہ
جرحہ زید وقتلہ واقام زید البینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی کذا فی المشتمل معزیا لجمع الفتاوی وارث
مقتول نے اُسپر گواہ قائم کیے کہ مقتول مذکور زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کیے کہ مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ مجھکو مارا
تو زید کے گواہ اولی بالقبول ہین کذا فی المشتمل عن جمع الفتاوی ہم کہتے ہین کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہین نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات
المجروح لیس لورثتہ الدعوی علی الجارح بھذا السبب مطلقا وقیل ان الجرح معروف عند القاضی والناس قبلت بینۃ مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے
زخمی نہین کیا پھر زخمی مرگیا تو اُسکے وارثون کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہین پہونچتا مطلقا خواہ اُسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر زخم قاضی
یا لوگون کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثون کا مقبول ہے کذا فی القنیۃ فی الدرر عن المسعودیۃ لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا
اور درر مین مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اُسکے وارثون نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ہم یہ مسئلہ اس
فصل مین مکرر ہوگیا وفی الوہبانیۃ جریح قال قتلنی فلان ومات فبرہن وارثہ علی آخر انہ قتلہ لم تسمع لانہ حق المورث وقد اکذبہم اور وہبانیہ مین ہے
کہ زخمی نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اُسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہ حق
مورث کا اور مورث تو گواہون کو یا وارثون کو یا دونون کو جھوٹا کر گیا ہے ولو قال جرحنی فلان ومات فبرہن ابنہ علی ابن آخر انہ جرحہ خطاء قبلت لانہا لم
حرمانہ الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجھکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اُسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اُسنے از راہ خطا اُسکو زخمی کیا تھا
تو یہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اُسکی میراث کے محروم ہونے پر سقاہ سما حتی مات ان دفعہ الیہ حتی اکلہ ولم یعلم بہ فمات
لا قصاص ولا دیۃ لکنہ یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہان تک کہ وہ مرگیا تو اگر اُسنے اُسکی طرف کر دیا یہان تک کہ اُسنے خود کھا لیا اور وہ زہر کو نہ جانتا
سو مرگیا تو زہر دینے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اُسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجرہ السم ایجارا تجب الدیۃ علی عاقلتہ اور اگر زہر اُسکے
حلق مین زبردستی ڈال دیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادری مددگارون پر وان دفعہ لہ فی شربۃ فشرب منہ فمات فکالاول لانہ شرب باختیارہ
الا ان الدفع خدعۃ فلا یلزم الا التعزیر والاستغفار خانیہ اور اگر اُسکو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اُسنے پیا اور مرگیا اُسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند
یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونون صورتون مین مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اُسکا دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہین
مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیۃ وان قتلہ بمر بنفخ السیم بالعمل ہو فی اللطین لقیتقص ان جاء بہ عمدا یعلمہ اوطرہ وجرحہ اجماعا کما نقلہ المصنف عن المجتبی اور اگر
مقتول کو قتل کیا ہے اور سے اور چھید سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اُسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اُسکی پیٹھ لگی اور اُسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص
لیا جاویگا جیسا کہ مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مرنفخ سیم وہ ہتھیار ہے جس سے سی کا کام کیا جاتا ہے یعنی بھاؤڑہ وغیرہ ہم اور اگر بھاؤڑے کے دستہ چوبی سے

قتل کرے تو قاتل پر دیت ہوگی نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بدن میں پیوستہ ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہو صاحبین رح کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہو امام رح کے نزدیک کذا فی المحیط وفی

عن الاتقانی والا بعیسیٰ حدید قتلہ بظہرہ ولم یجرحہ لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس ونحوہما وعزاہ فی الدرر

لقاضی خان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عندنا الامام لوجوب القود وعلیہ جری ابن الکمال اور اگر پھاوڑے کی طرف سے

اسکے نہیں لگا بلکہ اسکو اسکی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاویگا طحاوی کی روایت میں امام رح سے اور ظاہر الروایۃ

امام رح سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے اور تانبے اور لوہے اور مانند اسکے جو لوہے کی جنس ہو اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی

طرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام رح کے نزدیک وجوب قصاص کے واسطے اور اسی پر

ابن کمال بھی چلا ہے وفی التبیین ضربہ بعصا فی عدۃ مرات الخ حتی مات فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ اور تبیین میں ہے اس تلوار سے مارا جو اسکے اندر

سوئی اور سیاں کو پھاڑا اور اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں قاتل پر امام رح کے نزدیک لیکن قاتل پر دیت ہوگی اور نیز نقل کیا کہ قصاص

اسواسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کیا ہے اسکو نہیں مارا کا لخنق والتغریق خلافا لہما وللشافعی جیسے گلا دبانا یا ڈبو دینا ان میں قصاص نہیں

بخلاف صاحبین رح اور شافعی رح کے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہو جس سے غالباً نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے پھر کبھی غالباً

اور وہ مر گیا تو یہ خطا عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اس طرح کہ نجات ممکن نہیں جیسے ہاتھ پاؤں بندھے ہوں اور وہ خوب تیرتا ہو تو بھی خطاء

عمد ہے اور اگر اس طرح پانی ہو کہ نجات ممکن نہ ہو تو امام رح کے قول پر یہ قتل خطاء عمد ہے اور قصاص نہیں اور صاحبین رح کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہے

کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو دفنہ حیا فمات فیہ جو عالم نہیں شیئا وقالا یجب القود اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں یہاں تک کہ بھوک سے مر گیا تو قاتل

پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین رح نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں محمد رح سے منقول ہے کہ اسپر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیا فمات عن محمد یقاد لانہ

بخلاف قتلہ بالجوع لانہ تسبب بالسبب کما سیجی اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد رح سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے

کے علی الاتصال کو کہ اسلئے اسکا سبب ہے چنانچہ یہ مسئلہ آویگا ظہیریہ میں ہے کہ فتویٰ اسپر ہے کہ قاتل کے برادروں پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل

سیاسۃ والقتل [illegible] کالساحر اور مجتبیٰ میں ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور

اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد قبول نہیں ہے معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو ازراہ سیاست کے

درست ہے کیونکہ انکو پھانسی سے مارنے کی عادت ہے یہی انکا پیشہ ہے وفیہ قمط رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ویعزر ویحبس الی ان یموت

زاد فی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈال دیا سو اسنے اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص

اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجاوے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام رح سے

ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اسنے قتل کیا

خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط صبیا والقاہ

فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادروں پر دیت ہے حکم

اور بیجان مرد صغیر کے مانند ہے کہ اسمیں حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ قمط رجلا والقاہ فی البحر فرسب وغرق کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح

ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ وفی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو دریا میں ڈال دیا سو وہ تہ میں

بیٹھ گیا اور ڈوب گیا بچ نہ نکلا تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادروں پر دیت ہے امام رح کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں

اسواسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور اول صورت مین اُسکے پانی مین گرا دینے سے ڈوبا وقطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر
فلا قود فيه عليه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے مین سے کچھ باقی رہگیا اور اسمین روح ہی سو دوسرے آدمی نے اُسکو قتل کیا
تو اس صورت مین قاتل ثانی پر قصاص نہین اسواسطے کہ وہ مقتول در حکم میت کے ہے هم فلو کان مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی مین مرگیا تو مقتول کا
بیٹا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرہ ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش
منه كذا في الخانية اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع مین تھا تو قاتل اُسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ شخص زندہ نہ رہیگا
اسی حالت نزع سے تو قصاص نہین قاتل پر کذا فی الخانیة هم خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع مین ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نہ رہیگا
کذا فی الدر المنتقی پس معلوم ہوا کہ یہان دو قول مختلف ہین طحطاوی نے کہا کہ مین نے خانیہ کو دیکھا تو نقل ند کے موافق پایا لیکن در مین بعدم توقع زندگی کی قید
قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو حاشیہ مین دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم غالب کہ اختلاف نسخ باعث ہوا اس اختلاف کا وفي البزازية شق بطنه وبعد بيده
وقطع آخر عنقه ان توهم بقاؤه حيا فالقاتل قاطع العنق والا فالقاتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ مین ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا
اور دوسرے نے اُسکی گردن کاٹی اگر اُسکا زندہ باقی رہنا متوہم ہے پیٹ پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اُسکی زندگی خیال مین نہ ہو تو
پیٹ پھاڑنے والا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے هم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ
پھاڑنے والے پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی در صورت عمد کے ہے اور خطا مین
دیت واجب ہے کما فی عالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار ذا فراش ومات اقتص الا اذا وجد ما يقطعه كجز الرقبة والبرء منه اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا
سو زخمی صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے چنگا ہوکر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جائے جو زخم کو قطع کر دے
جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا اگر زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا پھر
مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقيد بقوله انه لو عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے یہ ذکر کیا کہ اگر مجروح یا اسکے وارث راضی ہونگے اسواسطے
مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کر دیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان القتل
عمدا والا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دیگا تہائی دیت کا اپنے مال مین اگر زید کا
قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً نہو تو اُسکے مددگاروں پر دیت ہے هم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر مین زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اُسکے سر مین زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے
بھی اُسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریة عن الکافی لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل زيد معتبر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا
لا العقبى حتى يأثم بالاجماع فصارت ثلثة اجناس زید پر ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اُسپر کوئی چیز
واجب نہین دنیا اور آخرت مین اور زید کا فعل دونون جہان مین معتبر ہے اور اُسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا مین نہ آخرت مین یہان تک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو
یہ تین جنس ہوگئی یعنی بسبب تین فعل کے دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف
ليصير فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث ولو تعددت لان فعل الكل جنس واحد ابن کمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے
کہ مقتول مین تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہوتا کہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اسکا بھی
فعل باطل ٹھہریگا درینصورت شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت مین زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول
مذکور کے قاتل چند آدمی ہون اسلیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی باطل نہین دارین مین معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ویجب قتل من شهر سيفا على المسلمين

یعنی فی الحال کما نص علیہ ابن الکمال حیث غیر عبارۃ الوقایۃ فقال ویجب رفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو بقتلہ ان لم یکن دفع ضررہ الا بہ وصرح
فی الکفایۃ ای لانہ من باب دفع الصائل صرح بہ الشمنی وغیرہ ویاتی تمامہ اور جسنے تلوار مسلمانوں پر سونتی یعنی مسلمانوں پر اسکا قتل واجب ہے یعنی فی الحال
بلا توقف اسکا قتل واجب ہے چنانچہ ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ انہوں نے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یوں کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا
اس شخص کا جسنے تلوار مسلمانوں پر کھینچی اگرچہ دفع اسکا اسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ میں
یعنی اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنیوالے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اسکی شمنی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا
اور ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اسکی نہیں ہے اسواسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ اشار الیہ ابن الکمال کذا فی
الطحطاوی ولا شیء بقتلہ بخلاف جمل الصائل اور تلوار کھینچنے والے کے قتل میں کچھ نہیں اسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ اور کچھ بخلاف جمل صائل کہ قتل میں اگر اونٹ
حملہ کرے اور وہ اسکو مار ڈالے تو اسکے قتل میں گناہ نہیں لیکن اسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا القتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا او نہارا
فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ او غیرہ اور کچھ نہیں اسکے مار ڈالنے سے جسنے ہتھیار نکالا اور اٹھایا کسی
مرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اسکے جنگل وغیرہ میں یا سوٹا لاٹھی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اٹھائی دن کو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سو اسکو مار ڈالا جسپر
ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی تھی ہم پہلے لکھ چکے ہیں ... اسواسطے کہ وہاں ... پہنچنے والا ... کے قتل میں کچھ نہیں ... خواہ شہر ہو یا
غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار بدن میں ... گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانے والے کے قتل میں رات کو شہر میں یا دن کو جنگل میں کچھ نہیں ... اگرچہ لاٹھی بدن میں
گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہو سکتی ہاں اگر دن کو شہر میں لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کریگا تو اسکے بدلے قاتل مارا جاویگا
اسلئے کہ لاٹھی بدن میں نہیں گھستی اور شہر میں دن کو فریاد رسی اور مددگاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملتقطا وان شہر المجنون علی غیرہ سلاحا فقتلہ
المشہور علیہ عمدا تجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اسپر قصاص نہیں
ومثلہ الصبی والدابۃ وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانہ دفع الشر اور مجنون کے مانند صغیر اور چار پائے ہیں اور شافعی نے کہا کہ ان سب
صورتوں میں یعنی مجنون اور صغیر شاہر اور حیوان حملہ آور کے قتل میں ضمان نہیں اسواسطے کہ یہ قتل دفع شر کیواسطے ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل
متصف بحرمت نہیں تو ... ثابت نہوا تو اسکے خون کی عصمت ساقط نہو گی اختیار صحیح نہونے کے سبب سے اور اگر مجنون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص نہیں
یا جانور کسی کا کچھ نقصان کرے تو اسپر تاوان نہیں پھر جب انکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص لازم ہوتا لیکن قصاص واجب نہوا ... کے سبب سے یعنی دفع
شر نے انکا خون مباح کردیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف ولکن عند علی وجہ لا یرید
ضربہ ثانیا فقتلہ الآخر ای المشہور علیہ او غیرہ کذا افادہ ابن الکمال تبعا للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتقرر انہ ما دام شاہر السیف
ضربہ والا فلا فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ہٹا اور دھرے باز رہا اس طرح پر کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہو پھر دوسرے نے
اسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تھی اسنے مارا یا اسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو اسکا قاتل قتل کیا جاویگا
اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر آجاتی ہوگی پلٹ جانے کے سبب سے میں کہتا ہوں تو یہ امر متحقق ہوگیا کہ جب تک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اسکو اسکا
مار ڈالنا درست ہے اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہیں اسواسطے کہ ... انسان برہنہ شمشیر لیکر
بھاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکھتا یعنی تو مطلقا برہنگی شمشیر کی اباحت ضرب کی دلیل نہیں ہو سکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلا فاخرج السرقۃ من بیتہ فتبعہ
رب البیت فقتلہ فلا شیء علیہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اسکے گھر سے نکا

اور صاحب خانہ اسکا پیچھا کرے اور اسکو مار ڈالے تو اسپر کچھ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ قتال کر اپنے مال کے آس پاس
ہم نسائی میں مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے اور میرا مال چھین لیجاوے فرمایا
کہ تو اسکو خدا کی تذکیر کر یعنی خدا کے غضب سے اسکو ڈرا سو اسنے کہا اگر وہ خوف نہ کرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اسنے کہا سو اگر میرے گرد
کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے داد مانگ وہ بولا اگر حاکم مجھسے دور ہو فرمایا قتال کر دون مالک یعنی اپنے مال کے آس پاس قتال کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے
ہو یا تو اپنا مال بچا لیوے کذا فی التیسیر ویکون القتال بمیل الاخذ اذا قصد اخذ ماله ولم یمکن من دفعه الا بالقتل صدر الشریعۃ اور یہ جو حکم ہے کہ اگر اسکو قتل کرے مال لینے
پہلے جبکہ وہ اسکے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اسکے ہٹانے پر بجز مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی الصدر الشریعۃ فی الصغری [illegible] اور اکثر علماء و ان
افضل قتاله ولا انقیاد اور مجتبے سے منقول ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہو تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اسکا قتل نہ کرے
لیکن اسکو قتل نکرے اسلیے لیکن ظاہر الفاظ میں آخر باب قطع طریق میں یوں ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال تھوڑا ہو اور اسکو قتل کرے
بدلیل حدیث کے کہ من قتل دون ماله فهو شهید یعنی جو اپنے مال کے بچانے پر مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی [illegible] انکا یہ قول بلا اختلاف
نعم والا فان المقتول معروفا بالسرقة والشر لم يقتص استحسانا ووجبت الدية في ماله لورثة المقتول بزازیہ اور قاتل کا یہ قول کہ مقتول چور تھا اسنے اس کا یہ کیا تھا یعنی
پھر کبھی چوری سے وہ بازنہ رہا اگر یہ قول گواہی سے ثابت ہو تو مان مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چور اور بدکاری میں مشہور ہے تو قاتل سے ازراہ استحسان
قصاص نہ لیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیہ ہذا اذا لم يعلم انه رجع بالطرح ماله ان علم ذلك فقتله
مع ذلك وجب عليه القصاص لقتله بغير حق یعنی یہ مارنا نہ کرنے کے قتل سے قصاص میں تب لازم ہوتا ہے جبکہ صاحب مال کو یہ معلوم نہو کہ اگر وہ شور کریگا اور للکاریگا تو
سارق اسکے مال کو ڈال دیگا اور اگر یہ جانتا ہے کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ بھاگیگا پھر باوجود اسکے اسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسلیے کہ ناحق قتل کرنے
سے کما لمن عصر ... اذا قتل الغاصب فانه یجب القود لقدرته علی دفعه بالاستغاثة بالمسلمين والقاضي بغصوبه مثلہ کا ماننا یعنی جیسا مال چھینا گیا جبکہ وہ
غاصب کو قتل کریگا تو اسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکے دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کرکے ہاں اور اگر مسلمانوں اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہوں
چنانچہ اس زمانے میں ہے تو ظاہر قتل غاصب جائز ہے بوجہ حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی جامع الاسم الشخال الی الحرم [illegible] فقيه ولا الشافعي ولم
يخرج عنه للقتل لكن يمنع عنه الطعام والشراب حتى يضطر فيخرج من الحرم فيقتل خارجه مباح الدم یعنی جسکا مارنا مباح ہو جیسے زانی محصن
مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جاویگا اور نہ وہاں سے گرفتار کرکے نکالا جاویگا ولیکن اسکو کھانا پانی دینا اور
کہ وہ گھبراوے اور بھوک پیاس سے تنگ ہو کر نکل آوے حرم سے تو آسوقت حرم سے باہر قتل کیا جاوے بخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک حرم کے اندر قتل اسکا جائز ہے
واما فيما دون النفس فيقتص منه في الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف میں قصاص لیا جاویگا حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے اطراف میں تو اموال کا طریقہ مسلوک ہے
ولو انشاء القتل في الحرم فقتل فيه اجماعا اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فيه
ذكره المصنف في الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے کتاب الحج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلني فقتله بسيف
فلا قصاص وتجب الدية في الصحيح لان الاباحة لا تجري في النفس وسقط القود لشبهة الاذن اور اگر ایکشخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو قتل کرو سو اسنے اسکو تلوار
سے قتل کیا تو قصاص نہیں اور دیت واجب ہے قاتل کے مال میں بقول صحیح اسواسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوئی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ
سے ہر چند حقیقت میں اذن مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا اور قصاص شبہہ سے حکم حقیقت کے ہے وکذا لو قال اقتل اخي او ابني او ابي فقتله الدية استحسانا كما في الخانية
من الكفاية اور اسی طرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ میں ہے کفایہ سے منقول ہے

بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو وفیہا عن الواقعات لو ابنہ صغیرا یقتص اور بزازیہ میں ہی واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاویگا
ہم یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہو تو قاتل پر قصاص ہی جیسا کہ ابھی کہا اور یہی حکم ہی برادر صغیر میں منح الغفار میں ہی کہ یہ محمول ہی قیاس
کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہی کذا فی الطحطاوی و فی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بالف فقتلہ یقتص اور خانیہ میں ہی کہ ایک نے دوسرے سے کہا
کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سو اُسنے اُسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہی اور قتل کا اذن نہیں ہی تو یہ قول قتلنی کے قول
کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص و فی اقتل ابی علیہ دیۃ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہی قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے
و فی اقطع یدہ فقطع یدہ یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اُسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے و فی شج ابنی فشجہ لا شی علیہ
فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اُسنے اُسکا سر پھوڑا تو اُسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مر گیا اس سبب سے تو اُسپر خونبہا ہی
وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہی کہ اپنی ذات کے
اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہی جیسا کہ عمادیہ میں ہی اور طرسوسی نے بھی اسی کی
تائید کی ہی لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہی ہم شرح وہبانیہ میں ہی کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت لائق ہی اسواسطے کہ
عصمت دم موجود ہی اور قصاص گو ساقط ہو گیا ہی شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں و فیہا لو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ فقتلہ فلا ضمان
علیہ اجماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اسکا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اسکو قتل کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا تو اُسپر تاوان نہیں بالاتفاق ہم اسواسطے کہ غلام مال
داخل ہی اور مال میں اباحت جاری ہی لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری لنفسہ و مات لان الاطراف
کالاموال فصح الامر جیسا کہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پانون کاٹ ڈال اگرچہ قطع اسکی جان تک پہنچ جاے اور وہ مر جاے اسواسطے کہ اطراف
اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا انمین صحیح ہو گا مگر سرایت الی النفس ور سوتۃ بزازیہ میں ہی منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو بمنزلہ قتلنی کے اسمیں بھی
خلاف مذکور جاری ہو گا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطع علی ان تعطنی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود ویبطل الصلح بزازیہ اور اگر بولا کہ
ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہ کپڑا [illegible] دے سو اُسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہو گا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاے ثوب یا درہم باطل ہو گی کذا
فی البزازیہ فروع مسائل ملتقطہ [illegible] ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سواے قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ
اسمیں تملیک جاری نہیں ہم اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل
من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہی مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہی قصاص سے ہم عفو وارث سے قاتل کے براءت ہو جاتی ہی دنیا
میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے براءت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ و حاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح اور یہی حکم ہی عفو مجروح کا یعنی عفو
بہتر ہی صلح سے اور صلح بہتر ہی بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیہ صحیح نہیں توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم کر دے کذا فی الدر
ہم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی جان حاضر کرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہی کہ مقتول کے وارثوں سے
خبر کرے کہ یہ قصور مجھی سے ہوا ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وغیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقہاء کالاشباہ امام یعنی حاکم مسلمین
شرط استیفاء قصاص ہی یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہی علماء اصول کے نزدیک اور فقیہوں نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہی کذا فی الاشباہ
ہم یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کیلیے امام شرط ہی قصاص کیواسطے [illegible] ہی کہ اگر کسی کا مقتول ہوا ہو اور اُسکا ایک ہی وارث ہی تو اُسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہی
قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور تیغ سے گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاے اور اگر قتل [illegible] کریگا تو تعزیر دیجاویگی

اسپر تاوان نہین اور کسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریہ وفیہا فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص دون الحدود اور اشباہ مین الحدود تندرأ بالشبہات کے قاعدہ مین یہ ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتون مین پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص مین درست ہے نہ حدود مین ہم یہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہین کذا فی الحموی شرح الاشباہ والقصاص یورث والحد لا ۲ قصاص مین میراث جاری ہے اور حد مین نہین ہم دوسرا قول آیا ہے کہ قصاص بھی موروث نہین کذا فی الحموی یصح عفو القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا مگر بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود والتقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل مین شہادت کا مانع نہین برخلاف حد کے حد قذف کے سوا ویثبت باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اسکے لکھنے سے برخلاف حد کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی مین نے اسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص مین جائز ہے نہ حد مین السابعۃ لا بد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ساتوین صورت یہ ہے کہ قصاص مین دعوی ضرور ہے نہ حد مین مگر حد قذف مین البتہ دعوی ضرور ہے انتہی ما فی الاشباہ

وفی الہندیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور ہندیہ مین ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر مین جھانکا دروازے کے اندر سے سو اس مرد نے اسکی آنکھ پھوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہین اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونون صورتون مین تاوان نہین ہم ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اسکی آنکھ پھوڑ دے ڈھیلے سے مار کر تو کچھ گناہ نہین اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ مین نصف دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر مین کسی کے گھس لے تو بھی مستوجب قطع عین نہین اور حدیث ابوہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نہ رہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جاے لیکن مسئلہ آئندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اسمین کچھ تفصیل نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو ادخل راسہ فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعا انما الخلاف فیمن نظر من خارجہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اسکو پتھر سے مارا سو اسکی آنکھ کو پھوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن البرجندی عن کنز الروس باتفاق حنفی و شافعی کے اختلاف حنفی و شافعی تو فقط اسصورت مین ہے جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص مین یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے مین ہم قصاص ما دون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص حدیث مین ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص ما دون النفس ہر ایک ایسے مقام مین جاری ہے جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہان برابری عضو ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہوسکے وہان بدلا لینا جاری ہے اور جہان حفظ مماثلت متصور نہین وہان قصاص نہین وہان دیت ہے یا کچھ اور چنانچہ معلوم ہوگا ہم پھر جب رعایت مماثلت کے بدلا لینے مین لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائین ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جاویگا اور نہ بایان بجائے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ مین نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلامون کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہین بال مین اور سر کی کھال مین اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت مین قصاص نہین اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے مین اور قاطع کے اعضا کا

له اور ایک نسخہ مین تندرستی کی ...

باب القود فیما دون النفس

قصاص ہوگا الا بالمثل تو اگر کٹا ہاتھ انگوٹھی کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطی بدلے وسطی کے اور خنصر بدلے خنصر کے اور بنصر بدلے بنصر کے اور اسیطرح دانتوں میں برابری کا واجب ہے تو ثنیہ توڑا
جاوے بدلے ثنیہ کے اور داڑھ بدلے داڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضا واجب ہے انکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ
فیقاد قاطع الید عمدا من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور رہی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا عمدا جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ عمدا کاٹا کہنی
کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبة انف لم یقتص لامتناع حفظ المماثلة وہی الاصل فی جریان
القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری
تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں [illegible] ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اسمیں قصاص ہے اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اسمیں ہمارے
نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ کاہے قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجائے یا اسمیں زیادہ خلل ہوجاوے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری
سے وان کان یده اکبر منها لاتحاد المنفعة قصاص ہے جو سے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہے مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص
میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جراحت راس کے سوا کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکساں ہیں کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن
اور اسیطرح کا حکم ہے پاؤں میں اور ناک کے نتھنوں اور کان میں [illegible] مارن نرم غضروفی ہے ناک میں یا [illegible] کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع میں قصاص ہے اور بعض کے
قطع میں قصاص نہیں اسیطرح اگر پاؤں اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں عالمگیری میں خزانة المفتین سے منقول ہے کہ ناک کی [illegible] قطع میں حکومت
عدل ہے قول صحیح میں وکذا عین ضربت فزال ضوءها وہی قائمة غیر منخسفة فیجعل علی وجهه قطن رطب وتقابل عینه بمرآة محماة اور اسیطرح قصاص لیا جا
اس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ ضارب کے منہ پر گیلی روئی ڈالی جاوے اور
اسکی آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاوے ہم نے یہ حکم خلاف قیاس [illegible] کی تجویز سے [illegible] صحابہ کرام ہو [illegible] عبدالرزاق کے مصنف میں حکم بن عتیبہ سے
روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ
تعالی عنہ آئے اور فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی
کذا فی العینی ولو قلعت لم یقتص لتعذر المماثلة اور اگر آنکھ خانۂ چشم سے نکالی جاوے تو اسکا قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبی فقاء الیمنی ولیسر
القالع ذاہبة [illegible] اور مجتبی میں ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والی کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا
چھوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی قلع عین احول اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہے مجتبی میں ہے کہ اگر احول کی آنکھ میں خلل
مضر بصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقا قصاص نہیں انتہی تو ظاہر قول اول مقید ہے اور قول ثانی ضعیف
تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا ہو الیقاق فی کل شجة یراعی او تحقق فیها المماثلة کموضحة اور اسیطرح قصاص کا حکم
ہے ہر ایک اس زخم سر میں بھی جسمیں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہوسکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ میں ہے موضحہ وہ جراحت ہے جسمیں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت
قطع ہوکر ہڈی کھل جاوے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا وکبرا الا مرادر قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں
سواے دانت کے یعنی دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گزشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور
یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبداللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ
لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی
فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواه لتعذر المماثلة اذ ربما تفسد لهاته وبه اخذ صاحب الکافی قال

قال المصنف وفی المجتبی وبہ یفتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جاوے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ دانت ریتا جاوے سوہان سے گوشت تک
یعنی دانت کی جڑ کی مقام تک اور اوسکے گوشت کے حسب قدر دانت باقی رہے اسکا قصاص ساقط ہو تعذر مماثلت کے سبب سے اسلیے کہ دانت کے اکھاڑ
نے میں کبھی بالکل فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح میں اسکو کہا ہے اور مجتبی میں ہے کہ اسی قول اخیر پر فتوی ہے
نے کہا کہ بحفظ زیلعی اسیطرح لفظ لہاتہ ہے اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ لفظ لثاثہ ہے یعنی بجائے ہا کے ثا مثلثہ ہو لثاث جمع لثہ بکسر لام
یعنی مسوڑہ یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص میں اکھاڑا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑھوں میں اکثر خلل
واقع ہو جاتا ہے کما اعترضہ ابن الکمال وان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور کسور دونوں کے دانت برابر ہو جاویں اگر کسو کا دانت توڑا گیا
ہو تو ریتنا اسکا لازم ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو ورنہ الا قصاص نہیں ہو تو نہایہ کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ وفی المجتبی ویؤجل حولا فان لم ینبت یقتص وقیل یؤجل
الصبی لا البالغ اور مجتبی میں ہے کہ قصاص کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ
صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ہم ملتقی میں ہے جب دانت سے کچھ توڑا گیا تو ایکسال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت نہ جم جاوے
تو اسپر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیریہ میں ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چنگے ہونے تک انتظار چاہیے اور ایکسال کا انتظار ضرور نہیں مگر
پھر دکی روایت میں اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلو مات الصبی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت میں مر گیا
تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمیں حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحرکہ فلم یسقط فعند ابی
یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ القلاع والطبیب انتہی وتحقیقہ وسیطرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک میں پھر مدت کے
اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا عوض یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے
ہم مجتبی میں ہے کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایکسال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر اسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمداً تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اسمیں [illegible] ابو یوسف کا وہ قول ہے جو
شارح نے مذکور کیا وتوخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب لا یوخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل انہ لا یوخذ [illegible] الا بمثلہ اور قصاص
لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہیں لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نیچے کا اوپر کے سے
کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہیں لیا جاتا مگر اسکی مثل ور مانند سے ولا قود عندنا فی طرفی رجل وامرأۃ وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر
المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف میں اور آزاد اور غلام کے اطراف میں
اور دو غلاموں کے اطراف میں بسبب متعذر ہونے مساوات کے انکی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہیں یعنی جب اطراف انسانی
بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت میں اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلاموں کی قیمت میں تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر
ٹھہرا قلت ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات لو قطعت امرأۃ ید رجل کان لہ القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین قہ
القہستانی والبرجندی میں کہتا ہوں یہی یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلاموں کے اطراف میں قصاص کا نہونا یہی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات میں ہے
کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفا ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہے جب کہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی
ہو جاوے تو اسیطرح کچھ فرق نہیں آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلیٰ کا مالک عبد
ادنیٰ سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور ہے

ذمیہ قول وطرف المسلم والکافر سیان للتساوی فی الارش اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونبہا کی مساوات کے سبب سے ہم کافر سے ذمی مراد ہے

نہ کافر حربی اور مستامن کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل بہ یقطع بہ ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے میں اسکا عضو

بھی قطع کیا جاتا ہے اسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی انکے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلہ تو اسکے عضو کا بھی قطع نہیں اسکے

عضو کے بدلے ولا فی قطع ید من نصف ساعد اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہوسکتی کہ ہڈی کے

احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولا فی جائفۃ برئت اور قصاص نہیں ہے جائفہ میں جو چنگا ہوگیا ہو جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک

ہو چکا یا سینہ کے طرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن فوطوں اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن

شرح القدوری فان لم تبرأ فان سرت یقتص والا ینتظر البرأ او السرایۃ ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہوا سو اگر ساری ہوگیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مرگیا تو

جارح سے قصاص لیا جاویگا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح ابن کمال ولسان وذکر ولو من اصلہما یعنی شرح وہبانیۃ واقرہ المصنف لان

ینقبض وینبسط فانت لکن جزم قاضی خان بلزوم القصاص وعزاہ فی المحیط قول الامام ونصہ قال ابوحنیفۃ ان قطع ذکرہ من اصلہ او من الحشفۃ اقتص منہ اذ لہ حد

معلوم واقرہ فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ اور قصاص نہیں زبان اور ذکر کے قطع میں اگرچہ دونوں جڑ سے قطع ہوگئے ہوں اسی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ

اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اسواسطے کہ ذکر سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص کا

قطعی حکم کیا ہے اور محیط میں اسکو امام کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر ذکر جڑ سے قطع ہوا یا سپاری سے تو قاطع سے قصاص

لیا جاوے اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ ذکر کے

قطع میں عمدا جڑ سے قصاص ہے اور اگر اسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں انتہی اور ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ قطع اصل ذکر میں قصاص

ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اوس ذکر کے قطع میں قصاص نہیں

اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی مبسوط میں ذکر یوں ہے کہ اسمیں قصاص نہیں اور ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اسمیں قصاص ہے مضمرات میں ہے کہ یہی

الروایۃ صحیح ہے انتہی والشدہ الا ان یقطع کل الحشفۃ فیقتص ولو بعضہا لا انکرہ یہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جاوے تو اسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہیں بلکہ بعض قطع ہوئی

تو قصاص نہیں ہم ابن الہمام حشفہ کی صفت قطع معلوم ہے بعض کی نہیں یا قطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا ویجب القصاص

فی الشفۃ ان استقصاہا بالقطع لامکان المماثلۃ والا یستقصہا لا یقتص مجتبی وجوہرۃ اور قصاص واجب ہے ہونٹھ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب سے

لب کو نہایت تک پہونچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹا کچھ باقی نہ رکھا اور قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا

کذا فی المجتبی والجوہرۃ یعنی قصاص نہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے وفی لسان اخرس وصبی لا یتکلم حکومۃ عدل اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان میں

حکومت عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیبدار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جاتی ہے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو

وہ دیت مسمی بحکومت عدل ہے وان کان لقاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیہ بین القود واخذ

الارش وسطلے ہذا فی السن وسائر الاطراف التی تقاد واذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا یخیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب والارش کاملا اور اگر

قاطع لنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہو اسکے سر سے جسکے سر کو اسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے

لینے میں وعلی ہذا القیاس دانت اور باقی ان اطراف میں جنکا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیبدار ہو تو مضروب اور

مقطوع عیب دار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے بدلہ میں عضو عیبدار کٹوا دے چاہے پورا خونبہا لے ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ

ان صورتون مین اِنہا سے کمال حق متعذر ہی قہوی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ یہ صورت ہی جبکہ تا قاطع قطع کے وقت لنجا ہوا اور اگر قطع کے وقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے لنجا ہو چاہے تو مقطوع قصاص سے دیت پاویگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ مین ثابت تھا سو ساقط ہوگیا بقدر رہا کہ ہوجاے محل کذا فی الحاوی قال برہان الدین ہذا لو الشلاء ینتفع بہا فلو لم ینتفع بہا فلو لم یکن محلا للقود فلہ دیتہ کاملۃ بلا خیار وعلیہ الفتوی مجتبے برہان الدین نے کہا یا خیار اس شرط سے ہی کہ لنجے ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہین تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہی بلا اختیار قصاص اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی المجتبی وفیہ لا تقطع الصحیحۃ بالشلاء اور مجتبی مین ہی کہ صحیح ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے قطع نہوگا ولیسقط القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہوجاتا ہی قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نرہا وبعفو الاولیاء اور قصاص ساقط ہوجاتا ہی ورثہ مقتول کے معاف کردینے سے وبصلحہم علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہوجاتا ہی وارثون کے صلح کرنے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو اسواسطے کہ صلح استفادہ حق ہی بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہی ان مین عوض کی کچھ تعیین نہین کذا فی الحموی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر یا کم وبیش ویجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین مدت کی صورت مین وبصلح احدہم وعفوہ ولمن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فی ثلث سنین علی القاتل ہو الصحیح وقیل علی العاقلۃ بالمعنی اور قصاص ساقط ہوجاتا ہی ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کردینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی صلح اور عفو کچھ نہین کیا وہ اپنا حصہ پاویگا دیت سے تین سال کی مدت مین اور باقی دیت قاتل پر واجب ہی یہ قول صحیح اور بعضون نے کہا کہ قاتل کے برادری پر دیت ہی کذا فی الملتقی امر الحر القاتل وسید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمہما الذی اشترکا فیہ علی الف ففعل المامور الصلح عن دمہما فالالف علی الحر والسید الامرین نصفان لانہ مقابل بالقود وہو علیہما سویۃ فیبدل کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایک مرد کو ہزار درم پر صلح کرنے کا اس خون کے بدلے جسمین آزاد اور غلام دونون شریک تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونون کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونون امر کرنے والون یعنی آزاد اور سید پر آدھون آدھ ہین یعنے پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولے پر ہونگے اسلیے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہین اور قصاص دونون پر برابر ہی تو قصاص کا بدلا بھی اسی طرح دونون پر برابر ہوگا ویقتل جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الروح یتحقق بالمشارکۃ لانہ غیر متجز بخلاف الاطراف کما سیجی اور قتل کیا جائیگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت مین سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلیے کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوا شرکت سے اسواسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہین یعنے تو ایسی چیز کے اشتراک مین ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہین چنانچہ عنقریب آتا ہی اور دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہ حدیث ہی سعید بن مسیب سے روایت ہی کہ عمر فاروق رضہ نے پانچ یا سات مردون کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو مین انکو قتل کرتا صنعا شہر ہی یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہی جبکہ سب لوگ ساتھی مارین اور اگر ضرب علی التعاقب ہوا اور مقتول مرجاے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا دیگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر رہا اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہوجاے اور یہ متصور نہین مگر موت سے پہلے تو اسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا کذا فی الطحطاوی والالاکافی تصحیح العلامۃ قاسم اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہین چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح مین ہی خواہ کسی کا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی کا تو جسکا مہلک ہوگا اسپر قصاص ہی اور باقی لوگون پر تعزیر کذا فی الطحطاوی وفی المجتبے انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لزہوق الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او مغرین او معینین بامساک واحد فلا قود علیہم اور مجتبے مین ہی کہ جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشائی ہون یا قاتل کو ورغلاتے ہون یا قاتل کے مددگار ہون ایک شخص کو گرفتار کرکے تو ان لوگون پر قصاص نہین اور نہ انپر خونبہا ہی کذا فی الطحطاوی ۵ الا وسلے ان یعرف الجمیع

بلام العہد فانہ لو قتل فرداً جمع احدہم الولہ او مجنون سقط القود قہستانی اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمع کو معروف بلام تعریف کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص
کو جماعت قتل کرے کہ انمین سے ایک باپ ہو مقتول کا یا کوئی انمین دیوانہ ہو تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی ہم کہتے اگر لام عہد خارجی ہوتا تو
یہ مراد خارج ہوجاتا بلا تکلف ویقتل فرد بجمع اکتفاء بہ للباقین خلافا للشافعی ان حضر ولیہم اور قتل کیا جاتا ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت
مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرد کے باقیون کے واسطے برخلاف شافعی کے کہ امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول
مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیون کے واسطے مال واجب ہوگا و اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات انکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے
نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے کافی ہے اسواسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال از روئے قصاص کے اور اسلیے کہ قتل اخراج روح کے واسطے
صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہین تو ہر وارث کیطرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی واحد قتل لہ وسقط حق البقیۃ کموت القاتل
حتف انفہ لفوات المحل کما مر پھر اگر ایک وارث حاضر ہو تو قاتل اسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک باقی وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط
ہوجاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے جیسا کہ گذر گیا قطع رجلان فاکثر ید رجل او رجلہ وقطعاہا شیخ
ولک ما دون النفس جوہرہ دو شخصون یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پاؤن کاٹا یا دونون نے اسکا دانت اکھاڑا اور یا ندرا اسکے اور کوئی جنایت قتل
نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذا سکینا فامراہا علی یدہ حتی انفصلت فلا قصاص عندنا علی واحد منہما او منہم لانعدام المماثلۃ
اسطرح پر کاٹا کہ دونون شخصون نے چھری کو پکڑا سو اسکو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا پاؤن پر یہان تک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص
نہین کسی پر ان دونین سے یا جماعت مین سے بسبب نہونے مماثلت اور مساوات کے اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونون کی قوت اور اعتماد
سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد کی طرف تمام قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوگی دو ہاتھ کے قطع مین اور ایک ہاتھ کے قطع مین بخلاف
قتل النفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب کذا فی الہدایہ وشرحہا لان
الشرط فی الاطراف المساواۃ فی المنفعۃ والقیمۃ بخلاف النفس فان الشرط فیہا المساواۃ فی العصمۃ فقط درر کسی پر قصاص نہین بانعدام مماثلت کے سبب اسواسطے
کہ اطراف کے قصاص مین مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت مین یعنی وہ یہان حاصل نہین برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص مین فقط عصمت دم کی مساوات
مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحدہ و النفس عصمت دم مین برابر ہین لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانون کا قصاص ہوتا ہے وضمنا او ضمنوا دیتہا علی
عددہم بالسویۃ اور دونون قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دین بقدر اپنے شمار کے برابر وان قطع واحد یمینی رجلین فلہما قطع یمینہ
ودیۃ ید بینہما ان حضرا معا اور اگر ایک مرد دو مردون کے ہاتھ کاٹے تو دونون کو اسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپسمین آدھون آدھ
بانٹ کر بشرطیکہ دونون شخص ساتھی حاضر ہون وان حضر احدہما وقطع لہ فللآخر علیہ ای علی القاطع نصف الدیۃ لما مر ان الاطراف لیست کالنفوس
اور اگر دونون مین سے ایک مرد حاضر ہوا اور اسکے بدلے اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ
اطراف کا حکم نفوس کے مانند نہین ہے ہم دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانچسو دینار ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص
بینہما ثم عفا احدہما قبل استیفاء الدیۃ فللآخر القود وعند محمد لہ الارش اگر دونون شخصون کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے
قصاص معاف کردیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہین خونبہا لینے کا اختیار
ہے ولیقاد عبد اقر بقتل عمد خلافا لزفر اور قصاص لیا جاویگا اس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک اقرار غلام سے قصاص
نہین ثم وجوب قصاص کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت مین غلام غیر متہم ہے اسواسطے کہ اسمین سید کا ضرر ہے ولو اقر بخطاء او بمال لم ینفذ اقرارہ علی مولاہ بل یکون

رقیتہ الی العتق کما لقالہ المصنف عن الجوہرہ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اسکا اقرار اسکے مالک پر نافذ نہوگا بلکہ اسکی گردن پر رہیگا

آزاد ہو جانیکے بعد ۔۔۔ اسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہو قال وظاہر کلام الزیلعی بطلان اقرارہ

بالخطاء اصلا ۔۔۔ الی حقہ ۔۔۔ احکام العبید من الاشباہ ۔۔۔ الدفع او الفداء ۔۔۔ المصنف نے کہا اور

زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہو کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہو یعنی غلام کے حق میں صحیح ہو نہ اسکے مالک کے حق میں اور اسی کے مانند

اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہو زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہو یوں تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہو یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف

سوا اسمین مائل کرنیکو شارح نے بلفظ مال اشارہ کیا کہ یہ قول زیلعی کی جانب سے ہو نہ اشباہ کی طرف سے اسواسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور

نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہو کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہو اسواسطے کہ موجب اسکا یا دفع ہو یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہیں تو اقرار مذکور

صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علامہ قہستانی بانہ اقرار

بالدیۃ علی العاقلۃ انتہی فتدبرہ اذ قد اجمع العلماء علی العمل بقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا عمدا ولا صلحا ولا اعترافا ۔۔۔

اقر الحر بالقتل خطأ ولم تبین قرارہ اقرارا علی العاقلۃ ای الا ان یصدقوہ وکذا قررہ القہستانی فی المعاقل ۔۔۔ لیکن قہستانی شارح نقایہ نے

اسکی تعلیل یوں بیان کی ہو کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہو سواس کلام میں تدبیر اور غور کرکے منظور فیہ ہو اسلیے کہ علماء نے اجماع کیا ہو

اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کہ عاقلہ دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتی اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہاں تک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ

مددگاروں پر نہوگا یعنی اس صورت میں مددگاروں پر دیت نہو جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہو قہستانی مذکور نے کتاب المعاقل میں تو جو دار

رہیو ہم طحطاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہو جسکو اسکے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہو ملاحظہ کرے

رمی رجلا عمدا فنفذ السہم الی آخر فماتا یقتص للاول لانہ عمد وللثانی الدیۃ علی عاقلتہ لانہ خطاء ایک مرد کے عمدا تیر مارا سو اسکے بدن سے پار ہوکر

دوسرے شخص کے جالگا سو دونوں مرگئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاویگا اسلیے کہ وہ قتل عمد ہو اور دوسرے ۔۔۔ واسطے دیت واجب ہوگی عاقلہ

کے برادروں پر اسلیے کہ وہ قتل خطا ہو ہم ہر چند یہ فعل واحد ہو لیکن اثر دونوں سے متعدد ہوگیا کذا فی الزیلعی وقعت حیۃ علیہ فوقعت ۔۔۔ فسقطت علی آخر

فدفعہا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فہلک فعلی من الدیۃ ۔۔۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ بحضرۃ جماعۃ ۔۔۔ الاول لان

الحیۃ لم تضر الثانی وکذا لا ۔۔۔ الثانی والثالث لو کثروا الا الاخیر فان لسعتہ مع سقوطہا فورا من غیر مہلۃ فعلی الدافع الدیۃ لورثتہ

الہالک والا لسعتہ فورا لا ۔۔۔ دفعہا عنہ فاستحسنوہ جمیعا وتمامہ من مناقبہ رضی اللہ عنہ للکردری وجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر

سو اسنے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو

اسنے کاٹا تو وہ مرگیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اسطرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے

فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہونچایا اور اسیطرح دوسرا شخص ضمان نہ دیگا اگرچہ تین آدمیوں سے

زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اسکا حال یہ ہو کہ اگر اسکو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا مرجانیوالے

وارثوں کیواسطے واجب ہو اور اگر سانپ نے فورا نہیں کاٹا بلکہ ٹھہر کے کاٹا تو ہٹانے والے پر کچھ ضمان دیت کا لازم نہیں آویگا پھر سب عالموں نے ٹھیک جواب دینے کا

اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہو رضی اللہ عنہ کذا فی الکبری ۔۔۔ مجمع الفتاوی ہم کو اسکا ٹھنے سے دافع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اسپر خونبہا واجب ہوا اور اگر مہلت

کا کاٹا تو دافع سبب نہ ہوا قال المصنف وبہذا التفصیل اجبت فی حادثۃ الفتوی وہی ان کلبا عقورا وقع علی آخر فالقاہ علی الثانی والثانی علی الثالث

واللہ اعلم مصنف نے شرح میں کہا کہ موجب اسی تفصیل کے میں نے جواب دیا تھا اُس صورت میں جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سنگ گزندہ ایک شخص پر گھر پڑا
سو اُسنے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی واقع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اُسکے فوراً کاٹنے سے مرگیا اور اگر ٹھہر کر اُسنے کاٹا
تو اُسپر بھی دیت نہیں فروع مسائل تحفہ شارح کے التی حیۃ او عقرباً فی الطریق فلدغت رجلاً ضمن الا اذا تحولت ثم لدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ میں
ڈالا سو اُسنے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مرگیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹ گیا ہو پھر اُسنے کاٹا تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہوگا طحطاوی
نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضا سے جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہیں وضع سیفاً فی الطریق
فعثر بہ انسان ومات وکسر السیف فدیتہ علی رب السیف وقیمتہ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ میں سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور
مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی اُسکے گرنے سے تو اُسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے ثور نطح ثور غیرہ للمرعی فقتلہ فمات ان اشہد
علیہ ضمن والا لا وقال مع البدائع لا ضمان لان الاشہاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان تاجیہ مارو بیل چھوڑا چراگاہ میں سو اُسنے دوسرے کے
بیل کے سینگ مارا سو وہ مرگیا اگر گاؤ مقتول کے مالک نے اُسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگوں کو اُسکی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاؤ قاتل کے مالک پر ضمان
لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہیں اور بدائع میں کہا کہ مطلقاً تاوان نہیں اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل میں نہ جانور میں کذا فی السراجیہ
واعلم انہ اذا اشترک قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنہ وکاجنبی شارک الزوج فی قتل زوجتہ ولہ منہا
ولد وکعامد مع مخطی وعاقل مع مجنون وبالغ مع صغیر وشریک حیۃ وسبع کما فی الخانیۃ فلا قود علی احدہما ای لا قصاص علی واحد منہما کما ذکرنا ویعلم
کہ جب شریک ہو قاتل عمداً اُس شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہیں جیسے اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اُسکے فرزند کے قتل کرنے میں اور جیسے
بیگانہ شریک ہوگیا زوج کا اُسکی اُس زوجہ کے قتل میں جسکے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھ اور عاقل
مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونوں میں سے ایک پر قصاص نہیں یعنی سب صورتوں مذکورہ میں
کسی پر قصاص نہیں اسلیے کہ پہلی دو صورتوں میں جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اُسکے ساتھی سے بھی ساقط ہوگیا اور دوسری صورت میں زوج سے اسواسطے
قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا فرزند اُسکا فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہیں لے سکتا پھر جب اُسپر واجب نہوا تو اسیطرح اُسکے شریک پر بھی واجب نہوا
طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت میں باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونوں کے خاص مال میں اسلیے کہ دونوں قاتل عامد ہیں اور عامد اور مخطی
کی شرکت میں نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادروں پر اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادروں پر اور بالغ پر نصف دیت
ہے اور باقی صغیر کے برادروں پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے دخل رجل بیتہ فرای رجلاً مع امرأتہ او جاریتہ
فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ہذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح معزیاً للشرح الوہبانیہ وقد حققناہ فی باب التعزیر اور داخل ہوا اپنے گھر
میں سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اُسکو اُسنے مار ڈالا تو اُسکو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اُسپر قصاص نہیں شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخوں
سے ساقط ہے اور مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے منسوب بشرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب میں ہم حلت قتل میں ظاہراً احصان
شرط نہیں اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل یہاں باب حدود سے نہیں بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسیطرح بزازی نے مطلق
رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اُسکو مصرح بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہیں ہوا
اسواسطے کہ زنا سو جب قتل نہیں بدون احصان کے انتہی اور حموی میں ہدی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اُسکو قتل کرنا حلال
ہے اور قتل سے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اُسکو حاکم وغیرہ سچا نجانیگا اس میں کہ اُسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منح الغفار میں خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل شوہر کے ہے جبکہ

شور کرنے سے زانی بھاگے اور زنا سے باز رہے کذا فی الطحاوی فروع مسائل یختص شارح کے یعنی مجموعہ مسائل لہ رجل شد فرس فاراد شدہ بافرسخت فمات فرسہ
علی عاقلۃ الامر صغیرا ذون سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اس نے اسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اسکو پانون سے کچلا سو وہ مرگیا
تو اسکا خونبہا امر کرنے والے کے برادرون پر ہے وکذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شئ او کسر حطب ونحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسی طرح
اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اسکو کسی چیز کے اٹھانے کا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت
واجب ہوگی ہم یعنے لاٹھی یا ہتھیار دیا تھامنے کے واسطے اور اس سے کچھ نہ کہا سو اسکے سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چھوٹ پڑا
اور یہ مراد نہیں کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہیں کذا فی الطحاوی عن التاتارخانیہ
والخلاصۃ ولو اعطاہ السلاح ولم یقل امسکہ فقولان اور اگر اسکو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہین یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب
ہم قول مختار یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ صبی علی حائط صاح بہ رجل فوقع فمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال
قع فوقع ضمن ہے یعنے وقیل لا یضمن مطلقا تاجیۃ طفل صغیر ہو دیوار پر ایک مرد نے اسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کر کے کہا اس سے کہ خبردار
نہ گرنا سو وہ گر پڑا تو اسپر خونبہا نہیں اور اگر یون چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہیں کذا فی التاجیہ

فصل فی الفعلین فصل ہے دو فعل کے مسائل مین مثلا قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قطع ید رجل ثم قتلہ اخذ
بالامرین اے بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطاین او کانا مختلفین ای احدہما عمدا والاخر خطا تخلل بینہما برء اولا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اسکو
مار ڈالا تو دونون امر یعنے قطع اور قتل دونون فعل مین پکڑا جاویگا یعنی دونون فعل کا بدلا اس سے لیا جاویگا اگرچہ دونون فعل عمد ہون یا دونون خطا
ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہوا اور دوسرا خطا خواہ دونون فعل مین صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی فیوخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل
الا فی خطائین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیۃ واحدۃ وان تخلل بینہ ولم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتون مذکورہ
مین بدون تداخل کے مگر ان دو خطاؤن مین جنکے درمیان صحت واقع نہین ہوئی اسواسطے کہ وہ دونون فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل مین
داخل ہوجاویگا باعتبار اتحاد اجزاء کے تو دونون مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان مین صحت واقع ہوئی تو دونون متداخل نہونگے چنانچہ
تو معلوم کرچکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع اما عمد او خطا والقتل کذلک صارا اربعۃ ثم اما ان یکون بینہما برء او لا صارا ثمانیۃ وقد علم حکم کلہا تو خلاصہ
یہ ہے کہ قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمین ہوگئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ
قسمین ہوگئین اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا ہم تو اگر قطع اور قتل دونون عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا
پھر قتل کا اور اگر صحت مابین مین حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ
قطع تو جزاء قطع قتل کی جزا مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونون کی دیت واجب
ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل
خطا ہے خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو
یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی شرح الوقایہ کمن ضرب انسانا تسعین سوطا فبرأ من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحۃ
وماتت من عشرۃ ففیہ دیۃ واحدۃ لانہ لما برأ من تسعین لم تبق معتبرۃ الا فی حق التعزیر مانند اس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے
اور انکی جراحت کا اثر کچھ باقی نرہا اور وہ مرگیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو انکا مارنا

فصل فی الفعلین

معتبر باقی نہ رہا اگر تعزیر کے حق مین البتہ معتبر ہی وکذا کل جراحۃ اندملت ولم یبق لہا اثر عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف فی مثلہا حکومۃ عدل وعن محمد یجب اجرۃ
الطبیب وثمن الادویۃ درر وصدر الشریعۃ وہدایۃ وغیرہا اور اسی طرح ہر زخم معتبر نہین ہی ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اسکا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے مانند مین حکومت عدل ہی اور محمد رح سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دوائیون کا ثمن واجب ہوگا
چنانچہ درر اور صدر الشریعۃ اور ہدایہ وغیرہا مین ہی ویجب حکومۃ عدل مع دیۃ النفس فی مائۃ سوط جرحتہ وبقی اثرہا بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب الارش
باعتبار الاثر ہدایۃ وغیرہا اور حکومت عدل دیۃ نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہی ان سو کوڑون مین جنھون نے زخمی کردیا اور اسکا نشان باقی رہگیا یہ حکم اثر کے
باقی رہنے کے سبب سے ہی اور تاوان کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہی یعنی نوے کوڑے کا زخم اچھا ہوگیا
لیکن اسکا نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ دیت
مادون النفس کی واجب ہوتی ہی عیبناکی اور بدنمائی سے اور عیبناکی پیدا ہوتی ہی نشان کے باقی رہجانے سے وفی جواہر الفتاوی رجل جرح رجلا فعجز المجروح
عن الکسب یجب علی الجارح النفقۃ والمداواۃ اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے عاجز ہوگیا تو زخم
لگانے والے پر اسکا نان ونفقہ اور علاج کرنا واجب ہی یعنی تا اچھا ہونے زخم کذا فی الحمادی وفیہا رجل جاء بعوان الی رجل فضربہ العوان فعجز عن الکسب
فعلیہ مداواۃ المضروب ونفقتہ علی الذی جاء بالعوان انتہی قال المصنف والظاہر انہ متفرع علی قول محمد رحمہ اللہ قلت وقدمنا معزوا للمجتبی عن ابی یوسف
نحوہ وسنحققہ فی الشجاج اور اسی جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک مرد حاکم کے ظالم سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اسکو مارا سو وہ عاجز ہوگیا
اپنے کسب اور کمائی سے تو مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اسپر واجب ہی جو ظالم کو لایا انتہی یا فی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمۃ اللہ
کے قول پر متفرع ہی مین کہتا ہون اور مانند اسکے ہم مقدم ذکر کرچکے ابو یوسف سے نسبت مجتبی اور آگے شجاج کی فصل مین اسکو ہم محقق بیان کرینگے ہم باب القود
فیما دون النفس کے شروع مین شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہی کہ ابو یوسف کے نزدیک تحریک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہی ومن
قطع ای عمدا وخطاء بدلیل ما یاتی وبہ صرح فی البرہان کذا فی الشرنبلالیۃ لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء وفی مال
القاطع فی العمد فلیحرر خطاء وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعہ او شجہ او جراحۃ فمات منہ ضمن قاطعہ الدیۃ فی مالہ اور جسکا ہاتھ یا پاؤن کاٹا گیا تھا
اسنے اس قطع یا سر کھلنے یا جراحت کو معاف کردیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اسکا قطع کرنے والا اپنے مال مین سے
اسکی دیت کا ضمان دے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہی خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کرنے کی تصریح
کی ہی برہان مین چنانچہ شرنبلالیہ مین لیکن قہستانی مین شرح طحاوی سے یون منقول ہی کہ قطع خطا مین قاطع کی برادری پر دیت ہی نہ قاطع پر اور جسنے کیا ان
کیا کہ قاطع پر دیت ہی خطا مین سو اسنے تحریر خطا کی اور اسیطرح کا حکم ہی اگر اسکا سر کھلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لہما قلنا انہ عفا عن القطع وہو غیر القتل بخلاف ضمانہا
کے یعنی انکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہی ہم امام کی طرف سے جواب مین کہتے ہین کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہی اور قطع کا مغائر ہی
تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہین ہوسکتا ولو عفا عن الجنایۃ او عن القطع وما یحدث منہ فہو عفو عن النفس فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کرے یا جنایت سے
یا قطع سے اور اس صورت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہی نفس سے تو فاعل کچھ ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ جنایت اسم جنس ہی شامل ہی قتل کو اور اس زخم کو جو
موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسیطرح قطع اور جو قطع سے پیدا ہو اسکے بعد حادث ہی صریح ہی عفو نفس تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہوگا کذا فی المحیط ثم لو
خطأ اعتبر من ثلث مالہ وان عمدا فمن کل المال کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت مین یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب ضمان لازم نہو
تو اگر جنایت ازراہ خطا ہی تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اسکے تہائی مال سے نکلا فہو المقصود اور اگر اسکے تہائی مال مین دیت کی گنجائش نہوئی تو

عاقلہ یعنی قاتل کے برادروں پر دیت کی دو تہائیاں واجب ہونگی کذا فی شرح الطحاوی ہم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اسنے جنایت عفو کردی ہو تو دیت کی معافی اسکو
تو مقتول کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا
لہذا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہیں ہے تو اس سے وارثوں کا حق متعلق نہیں ہے تو عفو
عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انما علی القاطع فقد اخطا قطعا سو جسنے یہ گمان کیا ہے کہ دیت اس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین
چوک گیا و مفادہ ان عفوا لصحیح الاعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر ہوگا ایسا ذکر کیا ہے
قہستانی شارح نقایہ نے ہم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض میں ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھ اسکا از راہ خطا قطع ہوگیا اور وہ
پھر بیمار نہوا بلکہ صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اسنے قطع کو عفو کردیا پھر وہ مرگیا اسکے صدمہ سے دفعتاً تو یہ عفو کل مال میں نافذ ہوگا ثلث میں کذا فی الطحطاوی و تصرف وا
من کالہ تعلق حق الورثۃ بالدیۃ ولا یا لعفو ولانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثوں کا حق دیت سے متعلق ہے
نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہیں ہے و الشجۃ مثلہ ای مثل القطع حکما وخلافا اور سر کا زخم قطع کے مانند ہے حکم میں اور امام ہے اور صاحبین کے خلاف میں
قطعت امرأۃ ید رجل عمدا ای او خطا لما یاتی فاد اطلق کما سبق وکالملتقی و مجمع کان اوسے قاتل ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمداً یعنی یا از راہ خطا
ہاتھ کاٹا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ میں قطع کو مطلق رکھا تھا اور
جس طرح ملتقے وغیرہ میں مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سواسکو تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آیندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات
فلو لم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمدا اجماعا سوجس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے
دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگرچہ قطع عمداً ہو باتفاق امام اور
صاحبین کے بخلاف عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت
کے مال میں واجب ہے اگر اسنے عمداً ہاتھ کاٹا ہم چونکہ قصاص فی الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری
تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف میں قصاص نہیں ہوتا پھر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت
لازم آئی نہ اسکے مددگاروں پر اسواسطے کہ عمد میں فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اسکے مددگاروں پر و تقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والا ترادا الفضل اور مہر اور دیت
برابر سرابر ہو جاوینگے اگر دونوں مقدار میں مساوی ہوں اور اگر کم و بیش ہوں تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دیں ہم یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر
اور دیت مقدار میں برابر ہیں تو باہم مجرا ہوگئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثوں سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور
اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اتنا مطالبہ کریں وعلی عاقلتہا ان اخطات فی قطع یدہ اور عورت کے مددگاروں پر دیت واجب ہے اگر عورت نے
از راہ خطا اسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا تقاص لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا میں مہر اور دیت
باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ دیت تو مددگاروں پر واجب ہوتی ہے خطا میں برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد میں عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونوں
باہم مجرا ہو کر برابر سرابر ہو جاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطاء ایضا لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ
لیس علی اطلاقہ بل فی الجمع ولعل اطلاقہ لا حالتہ لمحلہ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور صاحب درر نے کہا لائق یوں ہے کہ خطا میں بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاوین
اسواسطے کہ دیت خطا میں عورت پر ہے نہ مددگاروں پر بموجب اس قول کے جو باب دیت میں مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہیں ہے بلکہ عجم کے
گروہ میں منحصر ہے یعنے اسواسطے کہ عجم میں تناصر کا مضمون نہیں جو دیت مددگاروں پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اسکے محل پر
تناصر ایک دوسرے کی مدد کرنا ۱۲

ہوا کہ کیا ہے یعنے اخلاق باعتبار تجھ کے ہی تو حرکت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب لہا فی العمد مہر المثل والشئی علیہا الرضا باء بالسقود اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر یا اوس قتل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت پر سے پھر وہ مر گیا اسکے سبب سے تو عمد میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کے واسطے بسبب راضی ہو جانے مرد کے سقوط قصاص سے یعنے جب اسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا ولو خطأ رفع عن العاقلۃ مہر مثلہا والباقی وصیۃ لہم اسکے لاوارثانہ اور اگر قطع یا اور خطا سے کیا تو عورت کے مددگاروں سے اسکا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہے مددگاروں کے واسطے سو جنایت خطا میں دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہو اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوا دیت کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہو تو زیادت واجب نہیں اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کم پر راضی ہو گئی اور اگر مہر مثل دیت سے کم ہے تو زیادت وصیت ہے مددگاروں کے واسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زیادتی مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگاروں پر ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ہم یعنے جو مہر مثل سے زیادہ ہے تو اسکو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مددگاروں پر سے ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہے انکے حق میں تو وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مددگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادتی کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کے واسطے مددگاروں پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی المنح ولو قطعت یدہ فاقتص له فمات المقطوع الاول قتل الثانی قتل الثانی بہ لسرایتہ وعن ابی یوسف رح لا قود لانہ لما اقدم علی القطع فقد ابرأہ عما ورأہ وظاہر اشکال ابن الکمال یفید تقویۃ قول ابی یوسف رح قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اسکے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف رح سے روایت یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع پر اقدام کیا تو اسکو بری الذمہ کر دیا ماورائے قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کر دے پھر مر جاوے تو قاطع پر دیت ہے اسوجہ سے کہ صورت عفو کی قود قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہہ ہے تو وہاں اسکی برات معتبر کی اور یہاں معتبر نہ کی لمحاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنے روایت نہیں ولو مات المقتص منہ فدیتہ علی عاقلۃ المقتص له خلافا لہما قلت ہذا اذا استوفاہ بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا تتقید فعلہم بشرط السلامۃ کالواجب وتمامہ فی الدرر اور اگر وہ شخص مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اسکی دیت اسکے مددگاروں پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک دیت نہیں میں کہتا ہوں یعنی دیت کا واجب ہونا اسوقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور پچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا اور فصد کھولنے والا اور نشتر زن سو انکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مزدور کے مانند اور اسکا پورا بیان درر میں ہے والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامۃ والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے ہم یعنے چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر بعقد اجارہ کے سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو درصورت ضرر کے انپر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح کے کہ اسمیں عدم ضرر شرط ہے ومنہ ضرب الاب ابنہ تادیبا والام والوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا ماں کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب او الوصی او المعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضرب الثانی مقید لانہ مباح وضرب التعلیم لا لانہ واجب اور قسم اول سے یعنے منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کیواسطے پھر مر گیا تو ضمان نہیں کیونکہ تادیب کیواسطے مارنا مباح

رہنے کے ساتھ مشروط ہی اسواسطے کہ تادیب مباح ہی اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا شرط السلامت نہیں اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہی
ومحلہ فی الضرب المعتاد واما غیرہ فموجب للضمان فی الکل وتمامہ فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب بقدر عادت کے موافق اور عادت کے سوا مارنا تو ضمان کا
موجب ہی سب صورتوں میں اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہی یعنے اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہو باعتبار کمیت اور کیفیت اور محل کے سو اس میں ضمان
نہیں تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا ور صغیر تلف ہوجاوے تو ضمان واجب ہی سب کے نزدیک بلا اختلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی ماری
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن تلخیص الکبری ولو قطع ولی القتیل ید القاتل ثم بعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید لانہ استوفی غیر حقہ لکن
لا یقتص للشبہۃ وقالا لا شیء علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کردیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا
دے اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کرلیا یعنے اسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاویگا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین
نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں نہ قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیبا ای لا تادیب علیہما اے علی الاب والوصی لان التادیب
یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیہ الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان ہی جبکہ وہ مرجاوے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے
تادیب کیواسطے یعنے دونوں پر یعنے باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہی اور صاحبین نے کہا کہ ضمان
نہیں ہی اگر ضرب عادت کے موافق ہوا ور ضرب بغیر معتاد میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی کضرب معلم صبیا او عبدا بغیر اذن ابیہ ومولاہ
لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں بچہ یا غلام کو بدون اذن اسکے باپ اور مالک کے ضمان ہی تو معلم پر در صورت
عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ میں لف ونشر مرتب ہی والا ان الضرب باذنہما لا ضمان علی المعلم اجماعا
قیل ہذا رجوع من ابی حنیفۃ الی قولہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہو تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یعنے
امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہی امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف مائل تھے اور کفایۃ المجیب میں مذکور ہی کہ اصح یہ ہی کہ امام
نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہی لیکن آپ نے نقل یہ ہی کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب میں ہی اور یہ سب ان فاہر ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب
ہی مقید بالسلامت نہیں اور اسمیں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا لا یضمن زوج امرأۃ ضربہا تادیبا لان تادیبہا للولی کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع للعینی
قلت وہو فی الاشباہ وغیرہا ایضا فلیحفظ اور اسیطرح ضمان نہوگا وہ شوہر جسنے اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مرگئی اسواسطے کہ اسکا تادیب ولی کا حق ہی مصنف
نے یہ قول منسوب کیا ہی عینی کی شرح مجمع کی طرف میں کہتا ہوں اور یہی قول اشباہ وغیرہ میں بھی مذکور ہی تو یاد رکھنا چاہئے ہم اسکو تدارک ذکر کرچکے ہیں وفی دیات المجتبی الزوج
والوصی کالاب یعنی فیما ذکرنا فعلیہم الدیۃ والکفارۃ وقیل رجع الامام الی قولہما وتمامہ ثمہ اور مجتبی کے باب الدیات میں ہی کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند ہی تفصیل
اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہی اور بعضوں نے کہا ہی کہ امام نے رجوع کیا ہی صاحبین کے قول کی
طرف اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہی فروع مسائل متفرقہ شارح کے ضرب امرأۃ فافضاہا فان کانت تستمسک بولہا ففیہ ثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ کسی نے
ایک عورت کو مارا سو اسکے صدمہ سے مسلک اسکے بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور پاخانہ کا پھٹ کر ایک ہوگیا تو اگر اسکا پیشاب تھم سکتا ہی تو تہائی
دیت ہی اور اگر تھم نہ سکتا ہو تو پوری دیت ہی ولو افضاہا بالزنا فان کانت مطاوعۃ حدا ولا غرم وان کرہہا فعلیہ الحد وارش الافضاء ولا العقر
حاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے بالکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اسکا مسلک بول اور پاخانہ کا پھٹ کر ایک ہوگیا تو اگر عورت کی رضامندی سے
حرامکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونوں پر حد جاری ہو جاوے اور مہر وغیرہ نہیں ہی اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہی اور خونبہا
بغیر عقر کے ایسا کا مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی

بوٹی

کو قتل کیا گائی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سوا کہ اُسکی آنکھ اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من
سطح فانتفخ راسها فقال کثیر من الجراحین ان شققتم راسها تموت وقال واحد منهم ان لم تشقوه الیوم تموت وانا اشقه وابرئها فشقه ثم ماتت بعد یوم او
یومین هل یضمن فتامل ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل له فلو قال ان ماتت فانا ضامن هل
یضمن قال لا انتهی فلیت انما لم یضمن بشرط الضمان لما تقرر ان شرط الضمان علی الامین باطل علی ما علیه الفتوی انتهی اور قنیہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا انہوں نے
کہ مسئلہ کی حقیقت پوچھی گئی ایک لڑکی چھت سے گر پڑی سو اسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اُسکے سر کو چیرو گے تو وہ مر جاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اسکو
نہ چیرو گے آج تو وہ مر جاویگی اور میں سر کو چیرونگا اور اسکو اچھا کر دونگا سو اُسنے اسکو چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا اسپر ضمان لازم ہوگا یا نہیں سو
نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پھر کہا کہ اسپر ضمان نہیں جبکہ چیرنا اذن سے ہوا اور چیرنا عادت کے موافق ہوا اور فاحش یعنے رسم اور عادت سے خارج نہو پھر نجم الدین سے کہا گیا
اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر یہ مر جاوے تو میں ضامن ہوں یعنی میرے اوپر اسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اسپر لازم ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی السوال والجواب
من القنیۃ میں کہتا ہوں شرط ضمان کی معتبر نہوئی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے موجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام مصنف فی شرحہ کذا فی الحاشیۃ

باب الشهادة في القتل

واعتبار حالته ای حالة القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے میں القود یثبت للورثة ابتداء بطریق الخلافة من غیر سبق
ملک المورث لان شرعیة القود لتشفی الصدور ودرک الثار والمیت لیس باهل له قصاص وارثوں کیواسطے ثابت ہوتا ہے شروع سے بطریق خلافت کے بدون
سبقت ملک مورث کے واسطے کہ قصاص کا شروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونے کے واسطے ہے اور میت اسکا اہل نہیں یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا
هم امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کیواسطے ابتداء ہوتا ہے بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ وراثت
سبقت ملک مورث کی مستدعی ہے پھر مورث سے وارث کیطرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافت اسکی مستدعی نہیں تو خلافت سے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے
شخص کا قائم مقام ہو اسکے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن جب مقتول قاتل کے قتل
کرنے سے عاجز ہو تو اسکے وارث اسکے قائم مقام ہو گئے بدون اس امر کے کہ مقتول قتل کا مالک ہوا پھر مالک نے اپنے وارثوں کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایۃ
خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقیہ یہاں مراد نہیں اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا ملک قصاص کیواسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت وقوله تعالى فقد
جعلنا لولیه سلطانا فلا یسرف فی القتل حق تعالی کا یہ قول فقد جعلنا لولیه سلطانا صریح ہے اس میں یعنے ورثہ کے واسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے
هم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہے ہمنے اُسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط [illegible] وقالا بطریق الارث [illegible]
صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے جیسے اس صورت میں جبکہ قصاص منقلب بمال ہو جاوے یعنے قتل خطا میں وثمرة الخلاف ما افاده بقوله
فلا یصیر احدهم ای احد الورثة خصما عن البقیة فی استیفاء القصاص خلافا لهما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا اپنے اس قول
یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہر جاویگا باقی وارثوں کی طرف سے لینے قصاص میں بخلاف صاحبین کے
والاصل ان کل ما یملکه الورثة بطریق الوراثة فاحدهم خصم عن الباقین وقائم مقام الكل فی الخصومة وما یملكه الورثة لا بطریق الوراثة لا یصیر احدهم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے
کہ جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصومت میں اور جس چیز
کے وارث مالک ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور خصومت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا جب یہ قاعدہ
معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثوں کا حق ثابت ہو گیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعوی کی اور گواہ لانے کی حاجت نہیں

اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثوں پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی مدعی کو
حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجۃ بقتل ابیہ عمداً مع غیبۃ اخیہ یرید القود لا یقبل اجماعاً حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متہماً پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ
پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کے واسطے تو حاکم قصاص نہ دے باتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس رکھا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا ہے امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہ ہوگا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام
نہیں ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہیں فان حضر الغائب یعیدہا ثانیاً لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی
حاضر ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسرے بار تا دونوں بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک وارث بطریق میراث
کے ہے نہ بطریق خلافت کے ولو القتل خطاء او الدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع اما اور دعوی قتل خطا اور دین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہے بالاتفاق
بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل
علے عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالاً وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کردینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب
بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ہے حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اسپر حق کا دعویٰ کیا یعنی درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص میں سے ساقط ہوگیا اور
قصاص منقلب بمال ہوگیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا پھر جب اسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعاً حکم ہوگیا پھر اگر
غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو نصف دیت اسکا حق ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو قتل عبد بینہما عمداً او خطاء والحال ان
السیدین احدہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمداً یا خطأً قتل کیا اور حالانکہ دونوں مالکوں میں سے ایک غائب ہے
تو اسکا حکم موجب تفصیل سابق کے ہے ہم یعنے اگر مالک حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے
عفو کردیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہوجاویگا ولو اخبر والیا قود بعفو اخیہما ای الثالث فہو ای اخبارہما عفو للقصاص منہما لزعمہما اور اگر قصاص
کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو انکا خبر دینا عفو قصاص ہے انھیں دونوں کی طرف سے انکے گمان پیدا کرنے کی وجہ سے ہم
اسواسطے کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہیں وہی رباعیۃ فالاول ان صدقہما ای المخبرین القاتل والاخ
الشریک فلا شیٔ لہما ای للشریکین عملاً بتصدیقہ ولہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مخبر
وارثوں کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ حصہ نہیں اسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائیاں
ہیں ہم اسواسطے کہ دونوں کا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے والثانی ان کذباہما فلا شیٔ للمخبرین ولاخیہما ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور
تیسرے بھائی نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مخبر بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقہما القاتل وحدہ فلکل منہم
ثلثہا اور تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کے واسطے تہائی دیت ہے و
الرابع ان صدقہما الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے
بھائی نے تصدیق کی یعنے اور قاتل نے انکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اسکا مردود ہوگیا قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے
تیسرے مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اسکے واسطے واجب ہوئی ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے
بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اسکا حق قاتل پر بسبب معاف کردینے کے ساقط ہوگیا پھر ثلث دیت کیوں اسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکا اقرار قاتل کی
تکذیب سے ثابت نہوا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحساناً وہو الاصح زیلعی لانہ صار مقراً لہما بما اقر لہ القاتل ولیکن ثلث مذکور مخبروں کی طرف پھیرا جاویگا

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونون مخبر بھائیون کے واسطے اس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا تھا یہ بیان ہے وجہ
استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان مین قصاص ساقط ہوگیا مخبرین کے دعوے
عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب بمال ہوگیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہوگیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا
قاتل مقر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہین پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہین ہین
بلکہ محمود کے ہین تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کے واسطے اقرار کیا وہ دونون مخبر بھائیون کا ٹھہریگا وان
شہدا انہ ضربہ فلم یزل صاحب فراش حتی مات یقتص لان الثابت بالبینۃ کالثابت معاینۃ ولا یحتاج الشاہد ان یقول انہ مات
من جراحتہ بزازیہ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو زخم لگانے والے
سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہے وہ اسکے مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہے اور اسکی حاجت نہین شاہد کو کہ یون کہے کہ مقتول مر گیا اسکے
زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف نہ سبب متوہم کی طرف وان اختلف شاہدا قتل فی الزمان او فی المکان او فی الآلۃ وقال احدہما
قتلہ بعصا وقال الآخر لم ادر بما ذا قتلہ او شہد احدہما علی معاینۃ القتل والآخر علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یتکرر
اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کرین زمان قتل یا مکان قتل مین یا قتل کے ہتھیار مین مختلف ہون یا ایک شاہد کہے کہ اسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مین نہین جانتا
ہون کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دوبار نہین ہوسکتا ہم قد
ان صورتون مین قاتل پر دیت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی دیت مددگارون پر نہین ہوتی وکذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما لتیقن الحاکم
بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد مین پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب
ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کے واسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہین کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو کمل احد الفریقین دون الآخر قبل الکامل منہما لعدم
المعارض اور اگر ایک فریق مین نصاب شہادت کی پوری ہوگئی نہ دوسری فریق مین تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل مین اختلاف ہوا اور ایک طرف
دو شاہد ہین اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدون کی گواہی مقبول ہوگی ولو شہدا بقتلہ وقالا جہلنا آلتہ تجب الدیۃ فی مالہ فی ثلث سنین [illegible]
استحسانا حملا علی الادنی وہو الدیۃ وکانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کسی کے قتل کی اور انہون نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار
معلوم نہین تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنے کے سبب سے اور موجبات قتل مین کمتر تو دیت ہے اور دیت
قاتل کے مال مین واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل مین فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے نہ خطا اور قیاس یہان یہ تھا کہ شہادت مقبول نہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے
لیکن بدلیل استحسان ادنیٰ موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہ ہوا بلکہ اسپر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انہون نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً
مستحب ہے کوشش کی وان اقر کل واحد منہما ای من الرجلین انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ جمیعا لہ قتلہما عملا باقرارہما اور اگر دو مردون مین سے ہر مرد نے
یہ اقرار کیا کہ مین نے اسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونون نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونون کا قتل کرنا جائز ہے انکے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے
ولو کان مکان الاقرار والمسئلۃ بحالہا شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشاہد یبطل شہادتہ اما فسق المقر لا یبطل الاقرار
اور اگر مسئلہ سابقہ مین بجاے اقرار کے شہادت ہو تو دونون گواہیان لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہون کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہون کا اور گواہ کا فاسق
ہونا اسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مقر کا فسق اسکے اقرار کو باطل نہین کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ مین اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولی فی صورۃ الاقرار لاحدہما
صدقت فلیس لہ ان یقتل واحدا منہما لان تصدیقہ بالفراد کل بقتلہ وحدہ اقرار بان الآخر لم یقتلہ بخلاف قولہ قتلتماہ لانہ دعوے

القتل بلا تصدیق فیقتلہما باقرارہما زیلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں مقروں میں سے ایک
مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں ہو اسواسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنیکی اقرار ہی اسکا کہ دوسرے نے اسکو قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کی تکذیب ٹھہرا
برخلاف اس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہو اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعویٰ ہو بدون تصدیق کے تو اس صورت میں وارث دونوں کو قتل کریگا
انکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانه قتله وقامت البینة علی آخر انه قتله وقال الولی قتلتماه کان له ای للولی قتل المقر دون
المشهود علیه لان فیه تکذیبا لبعض موجبه کما مر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہو اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اسکو
قتل کیا ہو اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشهود علیه دونوں نے اسکو قتل کیا ہو تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہو نہ مشهود علیه کا اسواسطے کہ اسمیں بعض موجب مشهود بہ کی
تکذیب ہو چنانچہ عنقریب گذر گیا اسمیں موجب شہادت وہ انفراد ہو یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہو کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اسکو تنہا قتل کیا ہو اور وارث قتل یا شرکت کا
قائل ہو تو تکذیب شاہدوں کی ہوئی انفراد میں اور تکذیب تفسیق ہو شاہدوں کی اور تفسیق مبطل شہادت ہو ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلته
وحدک کان له قتله لتصادقهما علی وجوب القتل علیه وحده اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنیوالے سے کہا کہ تو سچا ہو تو ہی نے
اسکو تنہا قتل کیا ہو تو وارث کو اس مقر کا قتل کرنا جائز ہو اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہو باہم کے تصادق
کما لو قال ذلک لاحد المشهود علیهما کان له قتله لعدم تکذیب مشهود علیه وانما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دو میں سے ایک مشهود علیه
سے کہا تو وارث کو اس مشهود علیه کا قتل کرنا جائز ہو اسواسطے کہ اُسنے مشهود علیه کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اُسنے تو دوسرے گواہوں کی تکذیب کی ہو کذا الحکم فی الخطأ
فی کل ما ذکره الزیلعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہو ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہو زیلعی نے لیکن عمد میں قتل واجب ہوتا تھا اور
خطا میں دیت واجب ہوگی شهدا علی رجل انه قتله خطأ وحکم بالدیة علی العاقلة فجاء المشهود بقتله حیا ضمن العاقلة الولی لتبینه الدیة بلا حق او الشهود
ورجعوا ای الشهود علیه علی الولی لتملكه المضمون الذی هو الدیة اور اگر دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے
مددگاروں پر حکم ہوگیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لیں اسواسطے
کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہوں سے تاوان لیں اور گواہ وارث سے پھر لیں اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت کے اسی مضمون کے جو وارث کے ہاتھ
میں ہو والشهادة علی القتل العمد فی هذا الحکم کالخطأ فاذا جاء حیا خیر الورثة بین تضمین الولی الدیة او الشهود الا فی الرجوع فلا رجوع للشهود علی
الولی لانهم ادوا الدیة القود وهو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطأ اور اس حکم میں قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہو پھر جبکہ مقتول مفروض
زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشهود علیه کے وارث مختار ہیں اسمیں کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا
برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اسلیے کہ گواہوں نے وارث مذکور کیلیے قصاص لینا واجب کردیا تھا اور ان کا
قصاص مال نہیں اور صاحبین نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند ہم مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اسواسطے کہ
حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہو کذا فی الطحطاوی ولو شهدا علی اقراره ای اقرار القاتل بالخطأ او العمد ثم جاء حیا او شهدا علی
شهادة غیرهما فی الخطأ وقضی بالدیة علی العاقلة ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظهر کذبهما فی شهادتهما وضمن الولی الدیة فی الصورتین للعاقلة
اذ ظهر انه اخذها منهم بغیر حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے اور شاہدوں
کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کذا فی الطحطاوی پھر وہ شخص
زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اسواسطے کہ گواہی میں انکا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگاروں کو دیت

ضمان ہے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اسکے زندہ ہونے سے کہ اسکے وارث نے مددگاروں سے ناحق خونبہا لیا والمعتبر حالة الرمی فی حق الحل والضمان لا الوصول
اور حلال ہونے اور ضمان کے لازم ہونے میں تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ہم اسواسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا
ہی تو انسان کے تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوڑنے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہیں رہتا تو تیرانداز قاتل ٹھہریگا تیراندازی کی حالت میں فقط کذا فی الطحطاوی و
فتجب الدیة فی ماله لسقوط القود للشبهة بردة المرمی الیه قبل الوصول وقالا لاشیء علیه اور جبکہ تیراندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی
تیرانداز کے مال میں اور قصاص ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ یہ تیرانداز پر دیت اور قصاص
کچھ لازم نہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیراندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو امام کے نزدیک
زید پر دیت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال میں وہ مسلمان معصوم الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا
ایسے محل میں جو اتلاف سے معصوم نہیں اور اتلاف غیر معصوم سے کچھ لازم نہیں آتا ولا تجب دیة المرمی الیه باسلامه بالاجماع اور دیت مرمی الیہ کی جبکہ مسلمان ہو جائے
بالاتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں ہم یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اسکی دیت واجب نہیں ہے اسواسطے کہ تیراندازی کی حالت کا اعتبار
ہے اور اس حالت میں اسکا خون مباح تھا معصوم نہ تھا والقیمة لعتقه لو المرمی قبل الاصابة اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے کے قبل الوصول
کے ہم یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہوگیا تیر لگنے سے پہلے تو تیرانداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگی نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت
تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا وتجب الجزاء علی محرم رمی صیدا فحل فوصل الیه حلالا او رماه فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اس محرم پر جسنے
حالت احرام میں شکار کی طرف تیر چھوڑا پھر اسنے احرام ترک کیا پھر اسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اس محرم پر بدلا واجب ہے جسنے شکار کو تیر مارا پھر اسنے احرام باندھا پھر
شکار کو تیر لگا ولا یضمن من رمی مقضیا علیه برجم فرجع شاهد فوصل اور اس شخص پر ضمان لازم نہیں ہے جسنے اس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر
قاضی کا حکم ہوگیا تھا اسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اسکو تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہوں میں سے
ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو ساقط کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وحل صید رماه مسلم فتمجس فوصل اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہوگیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا لا اکل ما رماه مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالة الرمی حلال نہیں وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہوگیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیراندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی تفریع مسائل خیر سے انکی ہیں لا الوجه
پہیلی کہ ای جان لو ... فیه نصف الدیة وان عاش فالدیة فقل ختان قطع الحشفة باذن ابیه کون جنایت گر ہے اگر جنایت کردہ مر جائے تو
اسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے جسنے بچے کی ساری قلفہ کر ڈالی اسکے باپ کی اجازت سے
یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اسنے خطا سے ساری قلع کر ڈالی یہ مسئلہ چند بار ہا گذر چکا ہے ای انسان لو قطع اذنه یجب نصف الدیة ولو قطع رأسه نصف
عشرها فقل جنین تخرج رأسه فقطعه ففیه الغرة کون آدمی ہے جسکے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے
تو جواب یہ ہے کہ پیٹ کا وہ بچہ جسکا فقط سر نکلا سو اسکو قطع کیا تو اسمیں غرہ ہے یعنی پانسو دینار ہم دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار
ہے اور اسکا بیسواں حصہ ۵۰۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اسوقت ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی ای شیء یجب باتلافه دیة
وثلثة اخماسها فقل دیة الاسنان اشباه کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب یہ ہے کہ وہ دانتوں کی دیت
ہے کذا فی الاشباه ہم اسکا بیان کتاب الدیات میں مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم الحکیم

کتاب الدیات

یہ کتاب ہی اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لا اسم للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خونبہا
اصطلاح شرع میں اس مال کا نام ہی جو جان کا بدلا ہو اور یہ نہیں ہی کہ دیت مصدر ہی بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہی یعنی اطلاق دیت کا مال
پر حقیقت عرفی ہی فقہا کے نزدیک ہم لغت میں دیت مصدر ہی مانند عدت کے وزن و تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہی اور مال کے عوض کا نام قیمت
ہی والارش اسم للواجب فیما دون النفس ارش اس مال کا نام ہی جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہم اور گاہے نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثری یہی ہی شارح
نے بیان کی دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل ارباعا من بنت مخاض و بنت لبون وحقۃ الی جذعۃ یا دفعال الغایۃ اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار
قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چار سالہ وہی الدیۃ المغلظۃ لاغیر اور یہی دیت مغلظہ ہی سوا
اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہی کہ اگر اونٹوں کے سوا اَبھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ
فی الخطا اخماسا منہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ
اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسال کے او الف دینار من الذہب او عشرۃ الاف درہم من الورق یا
دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں یعنی سونے کے یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے ہم قاتل کو اختیار ہی خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں
وقال الشافعی رح اثنا عشر الفا اور امام شافعیؒ نے کہا کہ بارہ ہزار درم دیت ہی وقالا منہا ومن البقر مائتا بقرۃ ومن الغنم الفا شاۃ ومن الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ
ثوبان ازار ورداء ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہی اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار
بکریاں اور ازار و رختہا پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہ بند اور چادر یہی قول مختار ہی جوڑے کے انداز سے میں اور بعضوں نے کہا
کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سراویل ہی یعنی کرتا اور پاجامہ برہان میں ہی کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درم ہیں اور اسی قدر ہر جوڑے کی قیمت ہی اور
ہر بکری کی قیمت ۵ درم ہی وکفارتہما ای الخطاء وشبہ العمد عتق قن مومن فان عجز عنہ صام شہرین ولاء ولا اطعام فیہما اذ لم یرد بہ النص والمقادیر
توقیفیۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہی پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے درپے روزہ رکھے
اور ان دونوں کے کفارہ میں ۔ مساکین کا کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی اسمیں وارد نہیں ہی اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہیں یعنی نص شارع
اندازہ ثابت ہوتا ہی اسمیں قیاس مجتہد کو مطلقا دخل نہیں وصح اعتاق رضیع احد ابویہ لانہ مسلم تبعا لا الجنین اور صحیح ہی آزاد کرنا اس غلام شیر خوار کا
جسکا باپ یا ماں مسلمان ہی اسواسطے کہ وہ مسلمان ہی باپ یا ماں کا ساتھ دیکر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ودیۃ المرأۃ علی
النصف من دیۃ الرجل فی دیۃ النفس وما دونہا روی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصفا نصف یہ ہی مرد کی
دیت سے جان کی دیت میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مروی ہی علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم بروایت موقوف سنن
بیہقی میں ہی عن ابراہیم النخعی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس وفیما دونہا اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہی
عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی والذمی والمستامن والمسلم فی الدیۃ
سواء خلافا للشافعی وصحح فی الجوہرۃ انہ لا دیۃ للمستامن وأقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار وصححہ الزیلعی اور کافر ملیح الاسلام
او مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام میں آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت میں برابر ہیں بخلاف شافعی کے اور جوہرہ میں اسکی تصحیح کی ہی کہ مستامن کی دیت
نہیں ہی اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہی لیکن اختیار میں ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہی اور اسی قول کو صحیح کہا ہی زیلعی نے فی النفس
خبر المبتدا وہو قولہ الاتی الدیۃ اور جان میں یعنے جان کے قتل خطا میں دیت ہی شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اسکی جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدا کی

یعنی دیت کی و الالف و مارنہ و ارنبۃ و قیل بل ارنبۃ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک کی نرم ہڈیوں میں اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے میں پوری
دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ سرپستان کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنابر قول صحیح کے و الذکر و الحشفۃ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے
میں پوری دیت واجب ہے اور قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا حکم بر قیاس ہے جس میں یہ کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان
کے اعضا میں سے اگر عضو مفرد ہے تو اسمیں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو
چاروں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں جیسے ہاتھ کی دس انگلیاں تو سب کے قطع میں پوری دیت ہے
اور ایک کے قطع سے دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی و العقل و الشم و الذوق و السمع و البصر و اللسان ان منع النطق فان قدر علی اداء اکثر الحروف
حکومۃ عدل جوہرہ و ہذا ساقط من نسخ الشرح فتنبہ اور زوال عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان سے بولنے
کا مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوہرۃ اور یہ
عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہو اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب منفعت کامل فوت ہو یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال
زائل ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوگی یہ منفعت اور جمال میں کمال کی قید سے نکلا کہ اگر منفعت فوت ہوئی مگر گونگے کی قطع زبان میں پوری دیت
واجب نہیں اسلیے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسی طرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں
اور چشم کور اور دندان سیاہ میں نہ قصاص واجب ہے نہ دیت بلکہ حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے
مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ میں اور اسکا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا اور وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا تو عمر رضی اللہ عنہ نے
چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف و الاصح انہا تقسم علی عدد حروف الہجاء الثمانیۃ و العشرین او علی حروف اللسان الستۃ عشر
تصحیحان فما اصاب الفائت یلزمہ و ثمامہ فی شرح الوہبانیۃ یعنی یا پوری دیت قطع زبان میں اس وقت ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع
اور اگر حروف ادا ہوتے ہیں اور بعض ادا ہوتے ہیں تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حروف کے شمار پر یا فقط زبان کے ۱۶ حروف پر دیت مقسوم ہوگی
اسمیں دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جسقدر کہ دیت فوت ہوئی اسی قدر جانی کو لازم ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے
هم منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول صحیح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو
ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ علی مرتضی کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی زبان کاٹ ڈالی تھی سو ابجد کے حروف پڑھائے گئے جو حرف اس سے
نہ نکلا بقدر اسکے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیۃ للبرجندی ان کے خاص مخارج ہیں و شعر اللحیۃ ان لم ینبت کذا فی الطحطاوی و حکمۃ
حلقت فلم تنبت اور اس داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اسکے بال نہ جمے پوری دیت ہے کہ اسکو کہا الدیۃ ہے یعنی مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت
کی داڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے اور جب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوئی ہے پھر اگر ایک سال
بھر میں مرگیا تو مونڈنے والے داڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے و فی نصف اللحیۃ نصف الدیۃ و فیما دونہ حکومۃ عدل کما یفیدہ کلام المصنف علی الصحیح اور آدھی داڑھی مونڈنے
میں آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں و الشارب و لحیۃ کوسج
علی ذقنہ شعرات معدودۃ و لو علی خدہ ایضا و لکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل و لو متصلا فکل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں مونچھ اور کوسج کی داڑھی مونڈنے میں جسکی
ٹھوڑی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اسکے رخسارہ پر بھی بال ہوں لیکن متصل نہ ہوں تو اسمیں حکومت عدل ہے اور اگر رخسارہ اور ٹھوڑی کے بال متصل ہوں تو پوری
دیت واجب ہے و شعر الراس کذلک ای اذا حلق و لم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ و خالفہ الشافعی فیہما فاوجب حکومۃ عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جبکہ

سر کے بال پر وہ زبردستی سے کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر وہ جمیں تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے
نزدیک اسمیں حکومت عدل ہے واعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقا ولو مات قبل تمام السنۃ ولم ینبت فلا شی علیہ شعر صدر وساعد وساق اور معلوم کرو کہ بالوں
میں مطلقا قصاص نہیں اگرچہ جنایت عمدًا ہو اور اگر وہ شخص مرگیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمیں تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سو اسے تعزیر کے
کذا فی الطحطاوی جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے میں قصاص نہیں وفی العینین والشفتین والحاجبین والرجلین والاذنین والانثیین اسے
الخصیتین وثدیی المراۃ وحلمتیہا والالیتین اذا استاصلہا والا فحکومۃ عدل اور دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹھوں اور دونوں بھووں اور دونوں پاؤں اور
دونوں کانوں اور دونوں فوطوں اور عورتوں کی دونوں چھاتیوں اور چھاتیوں کی دونوں گھنڈیوں میں اور دونوں چوتڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑوں
کو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمیں حکومت عدل واجب ہے وکذا فرج المراۃ من الجانبین الدیۃ وفی ثدی الرجل حکومۃ عدل اور اسی طرح عورت
کی شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے ثم قطع شرمگاہ عورت میں استیصال شرط ہے
کہ ہڈی تک پہونچے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجۃ نصف الدیۃ اور ان دوہری
چیزوں میں سے ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹھ یا ایک بھوں یا ایک پاؤں یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان
یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے میں نصف دیت ہے وفی اشفار العینین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم الشین وقد تفتح الجفن او الہدب الدیۃ اذا
قلعہا ولم تنبت اور آنکھ کے چاروں پلکوں میں کہ بالوں میں سے پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیں اور پھر نہ جمیں شارح نے کہا اشفار جمع
ہے شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اسکا جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالوں سے ثم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقۃ ہے اور پلک کے بالوں پر مجازا ہے اور
دونوں میں سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے اسواسطے کہ پلکوں اور انکے بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے وفی
احدہا ربعہا اور ایک پلک میں چوتھائی دیت واجب ہے ثم ہر آنکھ میں دو پلک ہیں ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک ہیں ولو قطع جفون
اشفارہا فدیۃ واحدۃ لانہا کشی واحد اور اگر قطع ہوں پلکیں انکے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور انکے بال ایک چیز کے مانند ہیں ثم
شارح کو یوں کہنا واضح تر تھا الجفون باشفارہا کذا فی الطحطاوی وفی جفن لا شعر علیہ حکومۃ عدل لکن المعتمد ان فی کل ربع الدیۃ کاملۃ بہذا او شعرا اور جس پلک میں
جسپر بال نہیں حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اسکے بال ثم طحطاوی نے کہا غایۃ البیان میں یوں ہے کہ جس
پلک میں بال نہیں اسمیں حکومت عدل مجکو معلوم نہیں کہ سوا اسے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ میں بجائے شعرہ کے شفرۃ بالفا ہے
وفی کل صبع من اصابع الیدین والرجلین عشرہا اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں
حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ثم ابو داؤد اور نسائی میں ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں کذا فی العینی وما فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دیۃ الاصبع ونصفہا ای نصف دیۃ الاصبع
لو فیہا مفصلان کالابہام اور جس انگلی میں مفاصل اور جوڑ تین ہیں تو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف
دیت ہے اگر انگلی میں دو جوڑ ہیں چنانچہ انگوٹھے میں وفی کل سن یعنی من الرجل او دیۃ سن المراۃ نصف دیۃ الرجل وہو خمس من الابل
او خمسون دینارا او خمسمائۃ درہم اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد
ہے اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ
لو حرا ونصف عشر قیمۃ لو عبدا ودیۃ مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر آزاد ہو تو اسکی دیت کے بیسویں حصہ کا

نصف یعنی دیت کا بیسواں حصہ اور اگر غلام ہی تو اسکی قیمت کا بیسواں حصہ ہم دیت اسوقت ہی جبکہ جنایت خطا سے ہو اور اگر عمداً ہی تو اسمین قصاص ہو اور دیت
مین سب دانت برابر ہین بدلیل اس حدیث مرفوع کے جو بزازیہ مین ابن عباس سے روایت ہی کہ سب دانت برابر ہین کذا فی العینی فان قلت تزید
دیۃ الاسنان کلہا علی دیۃ النفس فانہ اخماسہا قلت نعم ولا باس فیہ لانہ ثابت بالنص علی خلاف القیاس کما فی الغایۃ وغیرہا وفی الجنایۃ
ولیس فی البدن ما یجب بہ اکثر من دیۃ سوی الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتون کی دیت
زیادہ ہو گی ہر جان کی دیت سے تین خمس حصے دیت کے مین کہتا ہون کہ ہان زیادہ ہوتی ہی اور اسمین کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ ثابت ہی نص حدیث
سے برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہا مین مذکور ہی اور عنایہ مین ہی اور بدن مین وہ عضو نہین ہی جسکے فوت کر ڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ
ہو سوا سے دانتون کے ہم آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہین ۲۰ اضراس یعنی داڑھین اور چار انیاب یعنی کیلین اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار
ضواحک یعنی جو دانت کہ ہنسی کے وقت ظاہر ہو جاتے ہین پھر جب ایک دانت مین دیت کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوا تو سب دانتون مین پوری
دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوے یعنی سولہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو ساٹھ اونٹ و قد توجد نواجذ اربعۃ فتکون الاسنان ستا و ثلثین
ذکرہ القہستانی قلت و ینبغی ان یکون فیہ دیۃ و خمسا دیۃ و لغیرہ ایا دیۃ و نصف اذ ثمانیۃ اضراس او اربعۃ اضراس اور کبھی ہوتے ہین چار نواجذ یعنی وندان حکمت
یعنی اخیر داڑھ کہتے ہین تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہین یہ ذکر کیا ہی قہستانی نے مین کہتا ہون اور اسوقت ہین کہ ہوسے دانتون مین
ایک دیت واجب ہوا اور دو خمس دیت کے اور کبھی سے کے سوا ایک دیت اور نصف دیت ہی یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہین ہم مفسرین یہ کوسج
یعنی کوسا مرد ہی جسکے ذقن پر بال ہون نہ رخسار دون پر اور اصمعی نے کہا کوسج وہ ہی جسکے دانت کم ہون اور یہی منقول ہی امام ابو حنیفہ سے قہستانی مین ہی کہ کوسج
کے دانت ۲۸ ہوتے ہین اور یہی شناخت ہی اسکی تو کوسج کے دانتون کی دیت کا ایک مثل اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہی قہستانی مین ہی کہ اگر ۳۲ دانت اکھاڑ
ڈالین خطا سے تو دیت اور تین خمس واجب ہین یعنی سولہ ہزار درہم اور اگر ۳۰ دانت اکھاڑے جاوین تو دیت اور نصف دیت ہی یعنی پندرہ ہزار درہم اور اگر ۲۸ دانت
اکھاڑے جاوین تو دیت اور چار خمس واجب ہین یعنی اٹھارہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی وعلمت ان المرأۃ علی النصف فتبصر اور چند بار تو معلوم کر چکا ہی کہ عورت
کی دیت مرد کے نصف پر ہی تو خبردار رہ و تجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذہب نفعہ بضرب ضارب کیدٍ شلت و عین ذہب ضوءہا و صلب انقطع
ماؤہ اور دیت کامل واجب ہی ہر ایک اس عضو مین جسکی منفعت جاتی رہی کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور بیکار ہو گیا اور
آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی وکذا لو شلت بولہ او احدب ولو زالت الحدوبۃ فلا شی علیہ ولو بقی اثر الضربۃ فحکومۃ
عدل اور اسی طرح پوری دیت واجب ہی اگر ضرب سے پیشاب اسکا جاری ہو گیا بند نہین ہوتا یا اسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہو گیا تو جانی پر
کچھ نہین اور کوبڑ جاتا رہا لیکن ضرب کا نشان باقی رہا تو اسمین حکومت عدل ہی و تجب حکومۃ عدل باتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ
جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہی اس عضو کے تلف کر ڈالنے مین جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اس
عضو مین جمال اور خوشنمائی نہ ہو چنانچہ لنجا ہاتھ یعنی نہ اسمین منفعت ہی نہ خوشنمائی تو اسکے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی وان کان فیہ
جمال کالاذن الشاخصۃ ای الطرش یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہی اگر عضو مفقود النفع کے ہو مگر اسمین جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش مرتفع
یعنی اونچا کان قطع کرنے مین ہم طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا شخص ہی شاخصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخص یعنی طرش مذکور نہین کیا انتہی
مین کہتا ہون و باللہ التوفیق کہ شاید شارح نے یون کہا ہوگا و ہو الاطرش یعنی دیکھا گیا وہ کہ کان والا بہرا ہی سماعت نہین رکھتا اطرش بروزن افعل بمعنی
گران گوش لغت مین ثابت ہی عجب نہین کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور واو حالیہ کتابت مین رہ گیا ہو و الا ہو الاطرش کا محصل مفہوم نہین ہی کیونکہ طرش یعنی گرانی گوش صفت ہی

یعنی ارتفاع کی تفسیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم وینبغی ان یعتقد فاتہم فی او اخر ہذا الفصل اور راس فصل اعنی فصل شجاج کے اخیر میں وہ مسئلہ ہوگا کہ اگر عضو کو چیکا یا پھر گوشت جم گیا۔

فصل فی الشجاج

یہ فصل ہے شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بان یکون بالوجہ والراس لغۃ اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر میں ہو شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ جو کہ حکم خاص شجہ پر مرتب ہے اور جو جراحت مطلق جراحت ہے وہ شجہ نہیں ہے سوائے اسکے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرہما فجراحۃ ای تسمی جراحۃ وفیہا حکومۃ عدل کذا فی المجتبیٰ والمسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ مسمی بجراحت ہے اور اسمیں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی المجتبیٰ والمسکین وہی یعنی الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الخارصۃ بمہملات وہی التی تخرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام خارصہ ہے بخاء معجمہ وراء مہملہ وصاد مہملہ اور خارصہ وہ زخم ہے جس میں کھال خدوش ہو جاوے یعنی چھل جاوے ہندی میں اسکو کھرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جس میں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جاوے اور خون کو نہ بہاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہاوے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کرے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کردے یعنی جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھلجاوے والہاشمۃ التی تہشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کردے یعنی توڑنے کے بعد ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کردے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وہی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہونچ جاوے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بھیجا وبعد ہا الدامغۃ یعنی بعد اسکے دامغہ ہے التی تخرج الدماغ ولم یذکرہا محمد لموت بعدہا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فعلم بالاستقرار حسب الاثار انہا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھویں جراحت دامغہ ہے یعنی بھیجا اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکالے اور دامغہ کو محمد نے مذکور نہیں کیا اسواسطے کہ اسکے بعد موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے معلوم ہوگیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے وتجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو کبیرا صلح والا فنیہا حکومۃ عدل لان جلدہ لا تعش زینۃ من عیسرہ قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درہم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع ہو یعنی اسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے اور جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہے تا حلق کے اوپر انتہی البرجندی ولمج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچ جاتا ہے پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو اسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہوا اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور منہ اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاوے تو وہ بھی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فہما ثلثا الدیۃ لانہا اذا نفذت

[Right margin, vertical, uncertain reading:] اور اگر کسی نے شجاع کو ... تو ... ۱۲

سارت جائفتین فیجب فی کل ثلثہا پھر اگر جائفہ نافذ ہوگیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ
وار پار ہوگیا تو دو جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی الحارصۃ
والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع ولا یمکن اہدارہا فوجب فیہا
حکومۃ عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت
مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کی جانب سے اور انکا رائیگان چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انہیں حکومت عدل واجب ہوئی ہم مصنف عبدالرزاق
میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ان دونوں موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر کم مقدار ہذہ الشجۃ
من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جائے
کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے
ہم چونکہ موضحہ کی دیت شرعاً از قبل ثابت ہے شارع سے لہذا اسکو مقیس علیہ ٹھہرایا جائے گی مقدار کی توضیح یہ ہے کہ مثلاً باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو
اگر اسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع تو ربع دیت واجب ہوگی وعلی ہذا القیاس وتصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اس
میں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی وقیل قائلہ الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین یجب
من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص الاثر عشر قیمتہ اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا
قول طحاوی کا یہ ہے کہ مشجوج الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کی جائے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کی جائے پھر جسقدر
تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اسکی دیت سے لیا جائے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں
لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہوگئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل
ہے وہو ای ہذا القدر ہو ای حکومۃ العدل یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیۃ وغیرہا وجزم بہ فی المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین ہی
حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے ہم
اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفی الخلاصۃ انما یستقیم
قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہ وراس فیفتی بہ ولو فی غیرہما او تعسر علی المفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقا لانہ ایسر انتہی ونحوہ فی الجوہرۃ
بزیادۃ اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسی صورت میں مستقیم ہے جبکہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتوی ہوگا
اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقا اگرچہ جراحت
چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی ما فی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ وقیل تفسیر الحکومۃ
ہو ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی ان یبرأ اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک
اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک امام طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں
ہے ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ عمدا اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمداً میں ہم شجاج ما فوق موضحہ یعنی ہاشمہ و منقلہ اور آمہ میں
بالاتفاق قصاص نہیں اور ما دون موضحہ یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا والا فیہ
یستوی العمد والخطا فیہ اور جمیع شجاج میں قصاص نہیں اسمیں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد میں وہ واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا

فی الطحاوی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وہو الاصح درر وصححہ ابن الکمال وغیرہ لامکان

المساواۃ بان یسبر غورہا بالمسبار ثم تتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہے ان شجاج میں بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور

ہیں یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق ہیں یہ ذکر کیا ہے محمد بن حسن نے اصل یعنے مبسوط میں اور یہی قول یعنی وجوب

قصاص ما قبل موضحہ کا صحیح ہے کذا فی الدرر والمجتبیٰ و ابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ میں برابری کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ زخم کا عمق اور گہراؤ

امتحان کیا جاوے آلہ امتحان سے مثلا سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز لیجاوے بقدر اسکے پھر اتنا قطع کیا جاوے ہم کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن و

الجروح قصاص یعنی زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی المجتبیٰ واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا قود فیہا اجماعا کما لا قود فیما بعدہا کالہاشمۃ

والمنقلۃ بالاجماع وعزاہ للجوہرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں سمحاق کو مستثنیٰ کیا ہے تو سمحاق میں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحہ چنانچہ ہاشمہ اور منقلہ

میں بالاجماع قصاص نہیں اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبیٰ ولا قود فی جلد راس و

بدن ولحم خد وبطن وظہر پھر کہا ہے مجتبیٰ میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں ہم شاید کہ جلد

بغیر ظاہر الروایۃ ہے یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد ہے عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں انمیں حکومت

عدل ہے جبکہ ہڈی کھلجاوے یا ٹوٹ جاوے بشرطیکہ اثر رہا اور اگر جراحت کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک انمیں کچھ نہیں اور محمد کے نزدیک تا حصول

صحت قیمت معالج کی لازم ہے کذا فی الطحاوی ولا فی اللطمۃ والوکزۃ والوجاۃ اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب میں ہم عدم قصاص سے عدم تعزیر لازم

نہیں وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اکھاڑنے میں پوری دیت ہے وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو مع الکف لانہ

تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیوں کے قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچوں انگلیاں ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہوں اسواسطے کہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے

ہم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درہم ہے ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھ

کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہے ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے

پنڈلی کا یعنے اگر پاؤں کی انگلیاں آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہے وفی

قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرہا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع میں جسمیں ایک انگلی یا دو انگلیاں ہیں دسواں حصہ دیت کا

یا پانچواں حصہ دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہ لف ونشر مرتب ہے یعنی ایک انگلی میں دسواں حصہ ہے اور دو انگلیوں میں پانچواں حصہ ولا شیء فی

الکف عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالے علیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانہ لا شیء فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھ واجب نہیں قطع

کف میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چنانچہ اگر کف میں تین انگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھ واجب نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے

کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے ہم یعنی جسطرح کف میں کچھ واجب نہیں جبکہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسی طرح تین انگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلا

کچھ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہے اسواسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی میں دسواں حصہ دیت کا واجب ہے

کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی ضرب ید رجل وبری الا انہ لا تصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یوخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان

فثلثا الدیۃ وہکذا واقرہ المصنف اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہ کہ ہاتھ گردن کے نیچے

نہیں پہونچتا تو بقدر نقصان حصول کے پوری دیت سے لیا جاویگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور

نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا ہے ولو قطع مفصلا من الاصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل

الكف لزم دية المقطوع فقط وسقط القصاص فافهم وان خالف الدرر كذا ذكره الشرنبلالية وتبعه متنا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کین سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ قول درر کے مخالف ہو ایسا بیان کیا ہو شرنبلالی نے اور آگے متن مین آویگا ہم کہتے ہین شرح طحطاوی سے اجماعی مسئلہ یون مذکور ہی کہ جو عضو شل ہوگیا اسکی دیت واجب ہو اگر وہ انگلی ہی تو انگلی کی دیت ہو اور اگر کف ہو تو کف کی دیت ہو اور زیلعی مین ہی کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہو اور اگر لائق انتفاع ہو تو مقطوع کی دیت اور باقی مین حکومت عدل بالاجماع ہی اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی وفي الاصبع الزائدة وعين الصبي وذكره ولسانه ان لم يعلم صحته بنظر في العين وحركة في الذكر وكلام في اللسان حكومة عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی مین اور صغیر کی آنکھ اور آلہ تناسل اور اسکی زبان مین حکومت عدل ہی اگر صحت وسلامتی اسکی معلوم نہو آنکھ مین نظر کرنے سے اور آلہ تناسل مین جنبش کرنے سے اور زبان مین کلام سے ہم زائد انگلی مین خوشنمائی نہین جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہین پھر جب وجود منافع معلوم نہین تو شک سے پوری دیت واجب نہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحة فلبالغ في خطائه وعمده اذا ثبت ببينة او باقرار الجاني وان انكر وقال لا اعرف صحته فحكومة العدل جوہرہ پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہی خطا یا عمد مین جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہا مین اسکی صحت کو نہین جانتا ہون تو حکومت عدل واجب ہی کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحة اذهب عقله او شعر راسه في الدية لدخول الجزء في الكل كمن قطع اصبعا فشلت اليد اور اس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل جاتی رہی یا اسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت مین داخل ہوجاویگی بسبب داخل ہونے جزء کے کل مین مانند اس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اسکا ہاتھ خشک ہوگیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت مین داخل ہوجاویگی ہم عقل کے فوت ہوجانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہوجاتی ہی اس واسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہین تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی النہر وان ذهب سمعه او بصره او نطقه لا تدخل لانها كاعضاء مختلفة بخلاف العقل لعود نفعه للكل اور اگر جراحت موضحہ سے اسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت مین داخل نہوگی اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہین برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرتا ہی ہم جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہوگئے تو ایک دوسرے مین داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہوگی ولا قود وان ذهبت عيناه بل الدية فيهما خلافا لهما اور قصاص نہین اگر موضحہ سے دونو آنکھین جاتی رہین بلکہ دونون مین یعنی موضحہ اور آنکھون مین دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک موضحہ مین قصاص اور آنکھون مین دیت ہی ولا بقطع اصبع شلت جارة خلافا لهما اور قصاص نہین اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک اول مین قصاص ہی اور دوسری مین دیت ہی کذا فی الطحطاوی ولا بقطع مفصل الاعلى فشل ما بقي من الاصابع بل دية المفصل وحكومة فيما بقي اور قصاص واجب نہین اس انگلی مین جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا ہو باقی انگلیان خشک ہوگئین بلکہ مفصل کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہی ہم یہ وہ مسئلہ ہی جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن مین آویگا ولا قود بكسر نصف سن اسود او اصفر او احمر باقيها بل كل دية السن اذا فات منفعة المضغ والا فلو ما يرى حالة التكلم فالدية ايضا والا فحكومة عدل زيلعي فقول الدرر والا فلا شيء فيه فيه ما فيه اور قصاص نہین نصف دانت توڑنے مین جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہوجاتی ہی اور اگر چبانا فوت نہوگا تو اس صورت مین اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہی اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہی کذا فی الزیلعی تو درر کے یون کہنے مین کہ اگر چبانا فوت نہین ہی تو اسمین کچھ واجب نہین اعتراض اور خلل ہی ہم خلل یہ ہی کہ اسمین نفی مطلق مذکور ہی حالانکہ ایسا نہین ہی

بلکہ باوجود عدم فوت منفعت اگر نظر آتا ہو تو دیت ہی بوجہ جمالی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہی کما صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الاخر ومتی وقعت علی محل واتلفت شیئین فارش احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقت جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہی اور جبکہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کر دے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہی ہم زیلعی میں ہی کہ امام کے نزدیک قاعدہ یہ ہی کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہو گا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہی اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی یجب الارش علی من اقاد سنہ بعد مضی حول ثم نبتت لبعد ذلک لتبین الخطا حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہی اس شخص پر جسنے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گذرنے کے بعد پھر بعد اسکے اسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہی بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے ستیاب سے قصاص ہی ہوئی اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہو شبہ کے سبب یعنے شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے و فی الملتقی ولیتانی فی اقتصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یوجل یستفہ قلت وقد یوفق بالمقلہ المصنف وغیرہ عن النھایۃ الصحیح تاجیل البالغ لیبرا الا اسنۃ لان نباتہ نادر و ملتقی میں ہی کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا چاہیئے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہی کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اسمیں تاجیل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتوی ہی اور شاید توفیق بین القولین کی جاتی ہی اس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہی کہ قول صحیح یہ ہی کہ تاجیل بالغ کی اسکے چنگے ہو جانے کے واسطے ہی نہ تاجیل ایکسال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہی ہم دجہ توفیق یہ ہی کہ عدم تاجیل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہی اور جو تاجیل کا قائل ہی تو مراد اس سے تاجیل الی الصحۃ ہی لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکے مفید ہی کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہی عالمگیریہ میں ہی کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیئے ایکسال انتظار نکرنا چاہیئے مگر محمد کی روایت میں اور صحیح پہلا قول ہی انتہی اور ندرت ثابت کی تعلیل اسکی مفید ہی کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہی کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردہا ای ردہا صاحبہا الی مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا اسو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اسکو رکھ دیا اور اسپہ گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہی اسواسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تھیں و فی النھایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالہا الاولی فی المنفعۃ والجمال لاشی علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہی شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پہ عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانی پہ کچھ واجب نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اُٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسیطرح کان جبکہ اسکو قطع کے بعد چپکا یا لیئے تا کہ دیکر گوشت سے جگیا دیت واجب ہی اسواسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانہ لیسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما اگر یہ کہ دانت اکھاڑا گیا پھر وہاں دوسرا دانت جم اُٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہی جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہی برخلاف صاحبین ہم صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اُکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہی اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جم اُٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی کی طرف سے ہی ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جم جائے تو اسمیں حکومت عدل ہی ولو نبتت لسے النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اسپر نصف دیت واجب ہی ولاشی فی ظفر نبت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اٹھا جسطرح کہ پہلے تھا ہم اور اگر قطع کے بعد ناخن ردی جما تو اسمیں حکومت عدل ہی اسواسطے کہ شرع میں اسکی دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاختیار والتحم شجۃ او التحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لاشی فیہ یا سر کا زخم بھر کر چنگا ہو گیا

یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا لکڑی وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہوگیا اور اُسکا نشان باقی نہ رہا تو اسمین کچھ دیت نہیں ہے اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور
زوال نفع ہی سو چنگا ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہیں جیسے ضرب اور درد ناک غیر فاحش ہین اور دشنام مولم مین کچھ دیت نہیں
ان تعزیر مین حاکم کو اختیار ہی وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما لحقہ من النفقۃ لیلے ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء
اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہی یعنے حکومت عدل ہی اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لاحق ہوا ہی صحت ہونے تک طبیب کی اُجرت اور دوا
کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لاخلاف بینہما قال المصنف وغیرہ
قلت وقدمنا نحوہ عن المجتبی فاذا کرھنا عنہ روایتین قنیہ اور طحاوی کی شرح مین ہی ابو یوسف کے قول یعنے خونبہاے درد کی تفسیر اجرت طبیب
اور دوا وات واقع ہوئی ہی تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے قول مین مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ نقل
اسکے ہم پہلے ذکر کر چکے ہین مجتبی سے صاحب مجتبی نے اس مسئلہ کی شرح مین ابو یوسف سے دو روایتین ذکر کی ہین جو غیر دار رہے ہم دو روایتون
ایک روایت محمد کے موافق ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاے شارح نے بلفظ قنیہ
اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہی کذا فی الطحاوی ولا اقاد بجرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی
اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا مگر اسکے چنگے ہوجانے کے بعد یہ خلاف شافعی کے ہم مسند احمد اور دارقطنی مین حدیث مروی ہی کہ آنحضرت علیہ
الصلوۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جب تک زخمی چنگا ہوجاے اور دلیل عقلی یہ ہی کہ جراحات مین انجام کا اعتبار ہی شاید کہ زخم کی شدت سے
زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہوسکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطاء بخلاف السکران
والمتعمد علیہ اور صغیر اور مجنون اور بد فہم اور بیہوش کا عمد خطا ہی برخلاف مست اور غش والے کے کہ انکا عمد خطا نہیں فعلی عاقلتہ الدیۃ ان
بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد مین اُسکے مددگارون پر دیت ہی اگر دیت بیسوین حصہ
تک پہونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنے عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین
دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ کفارہ ہی نہ میراث مقتول سے محروم
ہونا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہی اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے
نہین ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہوگیا بعد قتل کے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا
کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین ہی ضرب سن صبی فانتزعہا ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم ینبت فعلی
عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اُسکو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے
بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اُسکے مددگارون پر دیت ہی اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہی تو خود اُسکے مال مین دیت ہی اور ہم
مجنون کے دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین تتمہ فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل الا تتحملہا العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کذا فی تنویر البصائر معزیا للتاتارخانیۃ
حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانب کے مددگار متحمل نہین ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنے خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ
تنویر البصائر مین ہی منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فصل فی الجنین یہ فصل ہی بچہ کی کے مسائل مین جنین اس بچہ کا نام ہی جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہی ضرب بطن امرأۃ حرۃ حامل حتی
الامۃ والبہیمۃ وسیجیء حکمہا قلت بل للشرطیۃ حتی الجنین دون أمہ کالامۃ علقت من سیدہا او من المغرور بالغرۃ علی العاقلۃ درر عن الزیلعی فالعجب

من المصنف کیف لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہو گیا اور دونوں کا حکم
آگے آویگا میں کہتا ہوں بلکہ بچہ کا بھی آزاد ہونا شرط ہے نہ اسکی ماں کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اسکے بچہ میں بھی غرہ
یعنی دیت ہے قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اُسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا
ہے یہاں اسکے مخالفت بیان کیوں کیا مضر بتکلم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر میں ہے کہ ضرب جنین کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او
مجوسیۃ او زوجۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر اولہ ہذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی
یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہے شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہے اول شہر سے اور یہ
دیت جسکا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہے ہم شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بفتح غین معجمہ و تشدید راء عبارت ہے عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی
کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمیں غلام کا دینا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہیں اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی اوپر
مذکور ہے کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل او الجنین ذکرا وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہے دیت کے بیسویں حصہ سے یعنی مرد کی
دیت کا بیسواں حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونوں پانسو درہم ہیں ہم مرد کی دیت دس ہزار درہم ہے تو اسکا بیسواں حصہ
پانسو درہم ہے اور عورت کی دیت پانچہزار درہم ہے تو اسکا بھی دسواں حصہ پانسو درہم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ لنا فعلہ
صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ میں غرہ یعنی پانسو درہم واجب ہیں قاتل کے عاقلہ پر ایک سال کے اندر اور امام شافعی نے کہا تین سال کے اندر دیت کے مانند واجب ہیں اور
امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال میں واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے معجم طبرانی میں حدیث طویل سے مروی ہے غرہ عبد او امۃ او خمسمائۃ او
صحیحین میں ابی بکرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین میں غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اسمیں ۵۰۰ کا ذکر نہیں اور محمد بن حسن کے موطا میں سعید بن مسیب سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جنین میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مقتول ہو غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے جنین میں عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہے ضارب پر
وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما قررنا ان الفعل یتعدد بتعدد الاثر اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اسکی مرگئی تو ماں میں دیت
واجب ہے اور بچہ میں غرہ اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ فعل متعدد ہو جاتا ہے اپنے اثر کے تعدد سے ہم چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا اور اس سے پار ہو کر دوسرے کو قتل کیا
تو تیر انداز پر دو دیتیں واجب ہیں اگر دونوں قتل از راہ خطا ہیں اور اگر اول عمد ہے تو قصاص اور دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی وصرح بالذخیرۃ تتعدد الغرۃ لو جنینین
فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تعدد الدیۃ لم ارہ فلیراجع اور ذخیرہ میں تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ ہوکر ساقط ہوں یا زیادہ انتہی ما فی الذخیرہ میں
کہتا ہوں اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہے اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم جوہرہ میں ہے کہ اگر حاملہ دو جنین
گرادے تو دو غرہ واجب ہیں اور اگر ایک زندہ نکلکر مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہے ضارب پر اور اگر ماں مرگئی پھر دونوں بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں
کی دیت واجب ہے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتیں واجب ہیں کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی
غرۃ ودیۃ اور اگر ماں مرگئی اور اُسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہے اور امام شافعی رحمہ نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہے ہم امام اعظم کی دلیل یہ ہے
کہ ظاہر ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیونکہ اُسکا جینا اُسکے جینے سے ہے اور اُسکا دم لینا اُسکے دم لینے سے ہے تو جنین کی موت اُسکی ماں کی موت سے ثابت ہوتی ہے اور
یہ احتمال بھی ہے کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہیں ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ دیتان بحالہ او القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت
نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتیں واجب ہیں چنانچہ اُس صورت میں دو دیتیں واجب ہیں جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونوں

مرنے کی وجہ سے واجب ہوا فیہ من غرة او دیة یورث عنہ ویرثہ منہ امہ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہو وہ موروث ہو یعنی جنین کے وارث اسکو بطور میراث کے پاوینگے اور اُسکی ماں اُسکی میراث پاویگی ولا یرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امرأتہ فالقت ابنہ میتا فعلی عاقلۃ الاب غرة ولا یرث منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنیوالا غرہ جنین کی میراث نپاویگا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اُسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہو اور باپ اُسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہے یعنے قاتل ہو ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کے واسطے میراث مقتول کی نہیں ہے

وفی جنین الامة الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمتہ لو انثی لما تقرر ان دیة الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا ہو اور قیمت کا دسوان حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اُسکی قیمت ہے ثم تعیین قیمتہ جنین کا والرایة یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کریے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اسکی اس مان میں کتنی قیمت ہوتی اسکا بیسوان یا دسوان حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہان سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہو مونث میں وہ زیادہ تر ہو مذکر سے اسواسطے کہ فہم اکثر ہوتا ہے جیسا کہ شارح نے اپنے اگلے قول میں بیان کیا ہے لا یلزم زیادة الانثی لزیادة قیمة الذکر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زیادہ ہونے قیمت مذکر کے غالبا یعنی اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلا اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اسکے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوگی تو اسکا بیسوان حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسوین سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعة وفیہ اشارة الی انہ اذا لم یکن الوقوف علی کونہ ذکرا او انثی فلا شیء علیہ اور مذکر اور مونث کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے اسطرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ اس شرح تامل ہوگیا ہو قہستانی کا اور حمتی میں یون مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیئے خنثی مشکل کی مانند انتہی یعنی یہ ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ماخوذ ہے خنثی مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے خنثی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسیطرح یہان اولی امر پر عمل کرنا چاہیئے انتہی کلام الحلبی بلا راس

لا بہ انما یجب القیمة اذا نفخ فیہ الروح ولا نفخ من یجب راس ذخیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اسمین کچھ واجب نہین اسواسطے کہ قیمت تو اسی صورت میں واجب ہوتی ہے جبکہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکا جانا بدون سر کے نہین کذا فی الذخیرة فی مال الضارب للامة منہا لا جنین مملوک میں اُسکی قیمت کا بیسوان حصہ یا دسوان حصہ اس شخص کے مال میں واجب ہے فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ہے ضارب کے مال کے واسطے واجب ہو اور کہ عاقلہ پر مملوک کی واجب نہین اور اس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا وقد نقصتہا الولادة فعلیہ قیمة الجنین لا نقصانہا لو قیمتہ وفاء بہ والا فعلیہ اتمام ذلک بحیثہ اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اسکا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی الحمتی مثلا لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہوگئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض نہ ضارب پر واجب نہین اور اگر جنین کی قیمت ۲۰ درم ہے تو ضارب پر ۳۰ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمة اور ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے نہ بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمة الام صدر الشریعة ولا یخفی انہا للمولی اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اُسکی ماں کی قیمت کا دسوان حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعة انتہی اور مخفی نہین ہے کہ قیمت مالک جاریہ کی ہے فان حررہ ای الجنین سیدہ بعد ضربہ ضرب بطن الامة فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حیا للمولی لا دیتہ وان مات بعد العتق لانہ قتلہ بالضرب السابق حالة الضرب پھر اگر جنین کو اُسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مرگیا تو اسمین بچہ زندہ کی قیمت مالک کے واسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مرگیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنے قتل اسکا ضرب سابق سے ہے اور وقت ضرب حالت رقیت میں ہوا تھا

کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلاثۃ تجب قیمتہ وہو روایۃ عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے بھی مروی ہے چنانچہ
فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان ورع مندبا اور کفارہ واجب
نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی عدم نفی وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کامل میں تو اسکے غیر میں
متعدی نہوگا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایۃ وشروحہا وان تعمد حیا فمات
ففیہ الکفارۃ کذا صرح بہ فی الحاوی القدسی وہو مفہوم من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ مالا یخفی فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر وہ
مرگیا اسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ کے حکم میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہا کے کلام سے اسلیے کہ فقہا نے درصورت زندگی
جنین اور پھر اسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد
رکھنا چاہیے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام وعدۃ ونفاس کما مر فی بابہ اور جس جنین
کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا جیسے ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہوچکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں
چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امرأۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لہا عاقلۃ ففی مالہا فی سنۃ ایضا صدر الشریعۃ ولم تأثم مالم یستبین
بعض خلقہ درر فی المختار نظما اسقطتہ میتا عمدا بدواء او فعل کضربہا بطنہا بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کردیا عمدا بدون اذن
اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پہ مارنے کے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایک سال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ
نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعۃ اور عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جب تک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا
اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہوچکا ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار ہوگی اسواسطے کہ یہاں کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب
نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضا بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضا بدن ظاہر نہوئے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحاوی فان اذن
او لم تتعمد لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم
تعدی کے سبب سے یعنی دونوں صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں ہم زیلعی اور صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن شرنبلالی نے
کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں تمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ ففعلت لا تضمن المامورۃ اور اگر
زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اسنے گرا دیا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں وام الولد اذا فعلتہ بنفسہا حتی اسقطتہ فلا شیء علیہا لاستحالۃ الدین
علے مملوکہا الا المستحق فحینئذ تجب للمولی الغرۃ لانہ مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے
مملوک پر یعنی غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولے کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ
ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنی فریب خوردہ ہے کہ غیر کے مال میں تصرف کیا اپنے مال جانکر خرید وغیرہ کے سبب سے حکم ولد مغرور کی صورت یہ ہے کہ
لونڈی خرید کی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی نے پیٹ گرا دیا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے
واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیونکہ
وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو گویا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریۃ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطہ عمدا
فان القتہ حیا فمات فعلیہا الدیۃ والکفارۃ وان میتا فالغرۃ ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمدا گرا دے پھر اگر بچہ گرا دیا
زندہ بعد اسکے وہ مرگیا تو عورت پہ دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرا دیا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہوگی وتجب

فی جنین البہیمۃ ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنقص لا شیء یعنی بہائم کے جنین میں اگر چہ وہ زندہ جدا ہو یا مرا ہوا جو کچھ اس کی ماں کا نقصان ہو واجب ہے اگر ولادت سے اس کی قیمت ناقص ہو گئی ہو اور اگر ماں میں نقصان نہیں ہوا تو جنین کچھ بھی عوض واجب نہیں کذا فی الدر المختار فرع مسئلہ متفرقہ شارح کا فی البزازیہ ضرب بطن امرأتہ فالقت

فقطع البطن ووقع احد الولدین حیا مجروحا بالسیف والاخر میتا فجرح الثانی ایضا القصاص لاجل الزوجۃ لانہ عمد قتل عاقلتہ دیۃ الولد الحی اذا مات وغرۃ

الولد المیت لانہ لما تعذر ولم یعلم بالولدین فی بطنہا کان الضرب خطأ یعنی بزازیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اسکے پیٹ کو کاٹا اور اسکے پیٹ سے دو بچوں میں سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اس بچہ کا زخم ہوا ہے اور عورت بھی مرگئی تو مرد سے قصاص

لیا جاوے گا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مرگیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے

اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ نہ جانتا تھا کہ پیٹ میں دو بچے ہیں تو یہ ضرب ان بچوں کی نسبت خطا ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے

باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ

یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کیا احداث کرے اور بیان وصف الاول الاصل ہے یعنی قتل بغیر مباشرت ہے جب قتل بطریق مباشرت کو ذکر کیا تو اسکا شروع کیا

اس قتل میں جو بطریق تسبیب کے ہو اسواسطے کہ اکثر قول کا ماحصل قتل بطریق مباشرت کے ہے کہ قاتل مقتول پر با واسطہ القتل کے استعمال کرے اور قتل بالسبب یہ کہ بلا واسطہ قتل ہو یا اسکے

سبب کوئی مرگیا اخرج الی الطریق العامۃ کنیفا ہو بیت الخلاء او میزابا او جرصنا کبرج وجذع وممر علو وحوض طاقۃ ونحوہا عینی او دکانا جاز احداثہ ان لم یضر

بالعامۃ ولم یمنع منہ فان ضرہم لم یحل کما فی المجتبی یعنی شارع عام میں پاخانہ اور پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا جیسے برج اور جیسا کہ شہتیر یا ممر بالاخانہ کا حوض یا اسکے

مثل کذا فی العینی یا دکان باہر نکالی تو ان کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہ ہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پس اگر ضرر ہو گا تو اس کا

بنانا حلال نہیں جاننا چاہیے کہ جرصن بضم جیم وصاد وسکون را مہملہ وتخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ برج ہے اور

بعضوں نے کہا شہتیر وغیرہ سو شارح نے اکثر اقوال کو جمع کر کے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الطحطاوی ولکل احد من اہل الخصومۃ

ولو ذمیا منعہ ابتداء ورفعہ بعدہ ای بعد البناء سواء کان فیہ ضرر او لا وقیل انما ینقض بخصومۃ اذا لم یکن لہ مثل ذلک والا کان تعنتا

اور اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اسکا روک دینا ابتداء اور اسکے توڑ دینے کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہے خواہ اس میں ضرر ہو یا نہ ہو اور یہی فقہا کا قول ہے

پس کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اسوقت ہے جبکہ اس نے ویسا مکان نہ بنایا ہو ورنہ توڑ دینا محض عناد ہے کذا فی الطحطاوی زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں

کلام ہے اول احداث کی اباحت ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو

ضرر نہ ہو تو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی منع نہ کرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد

احداث کے توڑ دینے کا اگر کسی کو ضرر نہ ہو وے بشرطیکہ اس نے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا

اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہ ہو تو نہ منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں انکو چلنے کا اور

اپنے جانوروں کے چلانے کا اختیار ہے تو خصومت کا بھی اختیار ہو گا بخلاف غلاموں اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت سے نہیں کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا بنی لنفسہ

بغیر اذن الامام یہ تمام مذکور اسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنی ذات کے واسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ہاں سوا اگر بحکم سلطانی ہو گیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں

لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور بادی رہ اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں ہے مسکین

اور شمنی میں یوں ہے کہ ہر صورت مضر کے احداث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی زاد الصفار ولم یکن للطالب بشاعہ

فلانا رسفے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہ ہو تب خصومت درست ہے ہم یہ بھی قول ضعیف ہے جو مذکور ہو چکا تو اعادہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی

وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ ای بلا اذن الامام لا ینقض اور جبکہ شارع عام میں نفع مسلمین کے واسطے مکان بنایا گیا جیسے مسجد اور مانند اسکے یا بحکم امام بنایا گیا تو
وہ توڑا نہ جائیگا اور فقہاء کے کلام سے صریحا معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بنانا راہ میں درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا
تو منع اور رفع اسپر بھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر دلیل انکا قول ہے کہ جسکو ضرر کہ ہے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم رکھا جائیگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو
یا نفع مسلمین کے واسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی ولو کان یضر بالعامۃ لا یجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو
تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پہونچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہیں ہم یہ حدیث
حاجۃ و طبرانی میں اور عبادۃ بن صامت سے ابن ماجہ میں اور ابن عباس سے ابن ماجہ میں اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم میں اور ابو ہریرہ سے دارقطنی میں اور عا[illegible]
سے بیہقی و دارقطنی میں مروی ہے اختلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچاوے یعنی اسکی حق تلفی نہ کرے
اور ضرار کی جزا دے اسکو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجھکو اسمیں نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو تو مضرت پہونچاوے اور تجھکو اسمیں کچھ
النفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایک طرف سے ہے اور ضرار دونوں طرف سے ہے اور بعضوں نے کہا کہ ضرر اور ضرار ہم معنی ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ ہمارا بہن اکمل نے کہا
لا ضرر لیتدا ولا ضرار جزاء یعنی بدلا لینے میں اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارۃ ہے یعنی تو اسکو ضرر پہونچاوے جسنے تجھکو ضرر پہونچایا واللہ اعلم
والقعود فی الطریق لبیع وشراء یجوز ان لم یضر باحد والا لا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خریدنے کے واسطے جائز ہے اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہیں
تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے ہم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں درخت لگانے کا وہذا فی النافذۃ وفی غیر النافذۃ لا یجوز ان یتصرف باحداث
مطلقا اضرہم اولا الا باذنہم لانہ کالملک الخاص بہم اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ میں
تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقا جائز نہیں خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے
کہ کوچہ غیر نافذہ انکی ملک خاص کے مانند ہے ہم شارح اس تعبیر میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جہل
حالہ ان یجعل حدیثا لو فی الطریق العامۃ وقدیما لو فی طریق الخاصۃ برجندی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث میں جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہیں
یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہو تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا
درست نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فان مات احد من الناس بسقوطہا علیہ فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلۃ المخرج لتسببہ پھر اگر کوئی آدمی اشیاء
مذکورہ کے اسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خونبہا مکان نکالنے والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اسکی سبب سازی کے یعنی سبب ہلاکت
بانی مکان ہے لہذا اسکے مددگاروں پر دیت لازم ہوئی کما تدی العاقلۃ لو حفر بئرا فی طریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف بہ الانسان لانہ سبب
جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنواں کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سو اسکے سبب سے کوئی آدمی مرگیا
اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فان تلفت بہ ای بواحد من المذکورات بہیمۃ ضمن ففی مالہ لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک کسی
چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنی بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال میں تاوان
لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن نہ دیا ہو ہم وجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا
اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ نائب ہے خلق اللہ
کا تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قہستانی میں ہے اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن ہے غیر نافذہ کوچہ میں تو عدم اذن امام سے مراد ہے اول
کلام تک یعنی فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک لا دیۃ اذ وقع فی بئر طریق جوعا او عطشا او غما لا ضمان

[illegible] مترجم ۱۲

یعنی خلافا لمحمد پھر اگر سلطان نے اسمین نئی کنیت وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص گیا یا راہ کے کنوین کا گر پڑنے والا بھوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان
نہین اسی قول پر فتوی ہے برخلاف محمد کے کہ انکے نزدیک سب صورتون مین ضمان ہے ہم غم سے یہان مراد وہم کا رکھنا ہے کنوین کی ہولت سے ان اشیا مین ضمان اسواسطے
نہوا کہ کنوین کا گرنے والا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ وقوع کے سبب سے مرجاوے کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب
فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتله فلا ضمان اصلا لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیا اور اگر پرنالہ ساقط ہوا سو پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار مین داخل تھا کسی مرد
کے لگا سو اسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہین اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخلی تو صاحب خانہ کے ملک مین ہے تو مالک خانہ کی تعدی نہوئی جو اسپر تاوان آتا وان
اصاب ما کان فی الخارج او وسطه بزازیه فالضمان علی واضعه لتعدیه اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اسکا درمیان کسی کے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے والے پر
ضمان واجب ہے اسکی تعدی کے سبب سے ہم تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا مین اسنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لینا پرنالہ لگانے مین ضرر دیت کچھ نہین اسواسطے
کہ دیوار مین دخل پرنالہ ہو سکتا ہے کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اسی صورت مین ہے جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو جیسا کہ مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل
بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل آئندہ مین انتہی ولو مستاجرا او مستعیرا او غاصبا فالضمان علی واضعه اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر
یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما بسطه الزیلعی اور ضمان باطل نہین ہوتا اس مکان کی بیع
سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو بشرح بیان کیا ہے خلاصہ زیلعی کا یہ
کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہے کہ فعل اسکا منسوخ نہین ہوگیا اسکی ملک زائل ہونے سے برخلاف دیوار مائل کے جبکہ اسکو بیچا اشہاد کے بعد پھر [illegible] دیوار گر پڑی اور کوئی مرگیا
تو بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہین ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق مین اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی ولو
اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منهما اصابه ضمن النصف استحسانا زیلعی
اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونون طرفین داخلی اور خارجی پڑین اور وہ ہلاک ہوگیا اور وہ یعنی دونون طرفون کا اسپر گرنا معلوم ہو تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب
ہے اور نصف دیت باطل اور رائگان ہے اور اگر معلوم نہین کہ دونون طرفون سے کون طرف اسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی
ہم قیاس یہ تھا کہ اس صورت عدم علم کچھ واجب نہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہین شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال مین
پورا ضمان ہو سکتا ہے اور دوسرے حال مین کچھ بھی نہین ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعه آخر فعطب به رجل ضمن لان
فعل الاول نسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کردیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ مین رکھا تھا پھر اس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مرگیا تو کنارے پر کرنے والا
ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ مین رکھنے والے کا منسوخ ہوگیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول کمن
حمل علی راسه او ظهره شیئا فی الطریق فسقط منه علی آخر او دخل بحصیر او قندیل او حصاة فی مسجد غیره ای جعل فیه حصی او بواری ابن کمال او جلس فیه لا
للصلوة او لقراءة او تعلیم فعطب به احد کالعمی ضمن خلافا لهما اس شخص کے مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ مین سو اسمین سے کچھ
دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا پتھری غیر کی مسجد مین لیگیا یعنے مسجد مین پتھریون یا چٹائیون کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوا نماز اور فعل کے
واسطے مسجد مین بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کے واسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اسکے سبب سے تلف ہوگیا چنانچہ اندھا چٹائی مین الجھکر یا پتھریون مین ٹھوکر کھا کر مرگیا
تو حامل یا داخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا فیمن سقط منه رداء لبسه علیه ضمان لازم نہوگا اس شخص پر جسپر سے وہ چادر گری
جسکو وہ اوڑھے تھا اور اسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا ہم حامل اور لابس مین فرق یہ ہے کہ حامل شے تو اسکی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقیید بالسلامة مین اسپر
کچھ حرج نہین اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہین رکھتا تو تقیید بالسلامة مین اسپر حرج ہے کذا فی الطحطاوی ولو دخل بهذه الاشیاء [illegible]

فی مسجد جماعة ای محلة لان تدبیر المسجد لاهله دون غیرهم ففعل الغیر مباح فیتقید بالسلامة یا اشیاء مذکورہ میں سے چٹائی یا قندیل یا بچھونا بیان اپنے محلہ کی مسجد میں
لٹکایا اور کوئی شخص اسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے انکے سوا اور لوگون پر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو بشرط سلامت
مقید ہوگا اور کلام ہذا بکلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر یہ چیزین مسجد کی واجب ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونون کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے
بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی وفی ومن جلس فیه للصلوة والحاصل ان الجالس للصلوة فی مسجد جماعة او غیره لا یضمن ولغیر الصلوة
یضمن مطلقا خلافا لهما واستظهر فی الشرنبلالیة مذهبهما الذی علیه الزیلعی وغیره قولهما وقد حققته فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے
اور کوئی شخص اسپر گر کے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اسپر ضمان نہیں
اور نماز کے سوا اور فعل کے واسطے بیٹھا تو اسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد میں ہو یا غیر محلہ کی مسجد میں بخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہیں خواہ
نماز کے واسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کر کے اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہے شرح ملتقی میں تمام زیلعی میں حلوانی
سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلیے کہ جلوس نماز کی غرض
سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور یہی یہی ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو استاجره لیبنی
او یحفر له فی فنائه حانوتا او دارا فتلف به شیء ان قبل فراغه فعلی الاجیر وان بعده فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائه ولم یعلم به الاجیر فان علم فعلیه
کما لو امره بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر ملتقی میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بنا دے یا اسکے واسطے کنوان کھود دے اسکی دوکان یا گھر
کے پیش دروازے میں سو اسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی
تو امر کرنے والے پر ہے چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در میں ہو اور مزدور اسکو نہ جانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے جیسا کہ اگر اسنے تعمیر کے واسطے
امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہوگا فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی نہ تھی تو اسکا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اسکے مزدور نے
تعمیر پر اجرت لی تو مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر هو فنائی ولیس لی حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا ای لفساد الامر فیما امره وعلی
المستاجر استحسانا انتهی قلت وقد قدم هو وغیره القیاس هنا وظاهره ترجیحه علی الاستحسان وعادة صاحب الملتقی تقدیمه الاقوی فتأمل
اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور اسمیں مجھکو کنوان کھودنے کا حق نہیں ہے پھر باوجود اسکے مزدور نے وہان کھودا اور کوئی چیز تلف
ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہوگیا تو مستاجر پر اسکو فریب دینے میں یا اپنی حقیت ظاہر کر کے اور مستاجر
پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی میں کہتا ہون اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے بیان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اسکی ترجیح
پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کرو وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہرا اپنی ملک
میں کیا اسواسطے کہ پیش در میں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیان رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیر ذلک من التصرفات درست ہے پس امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا
نہ مزدور پر ومن حفر بالوعة فی طریق بامر السلطان او فی ملکه او وضع خشبة فیها ای الطریق او قنطرة بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی
طریق العامة فتعمد رجل المرور علیها لم یضمن لان الاضافة الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کھودا راہ میں سلطان
کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑی رکھا راہ میں یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنالی گئی پھر کسی مرد نے
اسپر عمدا گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کی طرف اولی ہے سبب کی طرف سے ہم یہ تعلیل
دو صورتون کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آب ریز باذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اسپر عمدا چلنا نسبت ایک الوضع کا

قاطع ہوا سواسطے کہ واضع متسبب ہو اور چلنے والا مباشر ہو کذا فی الطحطاوی وبہذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور کذا فی المجتبی اور اس کلام سے یعنی عدم ضمان متعمد سے ظاہر ہو گیا کہ متسبب پر اسی صورت مین ضمان لازم ہوتا ہو کنوان کھودنے اور پتھر راہ مین رکھنے سے جبکہ اسکا گرنے والا بالقصد اسپر مرور نکرے کذا فی المجتبی وفیہ حفر فی طریق مکۃ وغیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لا یمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبی مین ہو کہ مکہ معظمہ یا اسکے سوا میدانون کی راہ مین کنوان کھودا اور اسمین گر کے کوئی تلف ہو گیا تو کھودنے والے پر ضمان نہین بر خلاف شہرون کے مین کہتا ہون اور اس مسئلہ سے معلوم ہو گیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ مین شہرون کی راہین ہین نہ بیابانون اور جنگلون کی اسواسطے کہ شہرون مین راہ مین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانون کی راہ مین ولو استاجر رجلا لیحفر لہ فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقعت علیہم بفعلہم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعلہ خانیۃ وغیرہا زاد فی الجوہرۃ وہذا اذا لم تکن البئر فی الطریق فلو فی ملک المستاجر ینبغی ان لا یجب شیء لان الفعل مباح فما حدث منہ غیر مضمون انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصون کو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کھودنے کو سو کنوان انکی سب پر بیٹھ کر گر پڑا انکے کھودنے کے سبب سے سو انمین سے ایک شخص مر گیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہو اور چوتھائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے کہ کنوان انپر گرا انکے فعل کے سبب سے تو مرنے والا مر گیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیون کی جنایت سے تو اسقدر دیت ساقط ہو گی جو بمقابل فعل کے مقابل واقع ہو گی کذا فی الخانیۃ وغیرہا جوہرہ مین اتنا زیادہ ذکر کیا ہو اور یہ حکم اس شرط پر ہو جبکہ کنوان راہ مین ہو سو اگر مستاجر کی ملک مین ہو گا تو لائق یون ہو کہ کچھ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہو سو جو حادث ہو گا اسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرۃ قلت ویوخذ منہ جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارض تارۃ تکون ملکا لہ وتارۃ تکون خراج کارض بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی یدہ مدۃ طویلۃ یؤدی خراجہا ویملک الانتفاع بہا بغرس او غیرہ ثم استاجر رجلا لیحفر لہ بئرا فسقط فیہا لیغرس فیہا اشجار العنب وغیرہ فسقطت علی احدہم ہل لورثتہ مطالبتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وجوب الدیۃ عدم وجوب شیء علی المستاجر ولا علی الاجراء کما یفیدہ کلام الجوہرۃ ویحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع مقیدا فالاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم مین کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہو وہ حادثہ یہ ہو کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین کا سے مملوک ہوتی ہو اور اسپر خراج ہو جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہو اور گاہے صاحب انگور کے قبضے مین مدت دراز رہتی ہو کہ وہ اسکا خراج ادا کرتا ہو اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہو درخت وغیرہ لگا کر سو ان مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کھودنے کے واسطے تاکہ اس زمین مین انگور وغیرہ کے درخت جما دے سو کنوان پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہو یا نہین مصنف نے شرح مین کہا اس حادثہ اور اسکے مانند مین عدم وجوب ضمان کا حکم ہو مستاجر پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہو اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہو یعنی یہ جو کتب فتاوی مین مذکور ہو بلا قید کہ جو کھودنے مین تلف ہوا اسکا ضمان ہو سو مراد حفر فی الطریق ہو حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم یہ جو کہا کہ زمین کا ہے مملوک ہو اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر مین ہو مدت طویل سو مراد اس سے یہ ہو کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہ مراد نہین کہ ایک زمین کا ہے مملوک ہو اور گاہے وقف اور جواب استفتا مین خلل ہو کہ حادثہ انگور حفر فی الملک ہو صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہاء کے دین سے منصوص نہین ہو سکتا اور حادثہ بھی مخالف ہو کیونکہ حفر فی الملک فی الطریق کی مغایر ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقۃ بشارح سکۃ واستاجر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا قبل فراغہم من عملہا فالضمان علیہم لانہ بعد عملہم لم یکن سلمالرب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھتا نکالنے کے واسطے سو چھجا یا چھتا گر پڑا سو اسنے کسی آدمی کو قتل کیا انکے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کاریگرون پر

ہونہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اس وقت مین یعنے قبل از منہدم کرنے صاحب خانہ کے واسطے وہ ملک نہین ہوا وتضمین کورستش الماء حیث یزلق واستوعب الطریق
اور نقصان دیگا اگر پانی کی کثرت سے چھڑکا اس طرح پر کہ اس سے آدمی رپٹ جاتا ہو اور چھڑکنے کا تمام راہ مین ہو ورنہ اگر چھڑکا تھوڑا ہو یا تمام راہ مین چھڑکا نہین ہو
تو ضمان نہین فلو رش فناء حانوت باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا وتمامہ فی الملتقی اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو امر
کرنے والے پر ضمان ہو استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہے

فصل فی الحائط المائل یہ فصل ہو دیوار مائل یعنے جھکی دیوار کے مسائل مین مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہا ما تلف بہ من نفس

انسان او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنے اسکا صاحب ضمان دیگا اس چیز کا جو تلف ہوگئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز
مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ہم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کرکے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہین بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا
اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا واولیا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کریگا ان طولب ربہ حقیقۃ او حکما کالواقف والقیم ولو حائط المسجد فیضمن عاقلۃ الواقف
ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنے والا اور ناظر وقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو
عاقلہ واقف پر ضمان لازم آویگا وکالقیم الوصی والراہن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور بندہ اگر غلام ہو ہم ولی
سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اسکا باپ اور دادا اور راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک ہونیکا نہین کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہو اور وہ قادر ہو ہدم دیوار پر فک رہن
کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبض مین کیدے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت مین تو اگر وہ چیز انسان ہو تو جو اسکی قیمت اور دیت مقبول
مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہو تو اسکی ادائے قیمت مین بھی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اسکی گردن
سے متعلق ہو اور اگر جان ہو تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہو کذا فی الظہیریۃ وکذا احد الشرکاء ولو الورثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے مانند شریکون
مین سے ایک شریک ہو اگرچہ اشخاص مذکورین مین انکے وارث ہون باعتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہو کہ احد الشرکاء قادر ہو اسپر کہ باقی شریکون
سے مطالبہ کرے تا وہ جمع ہو کر دیوار کو ڈھاوین تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہو تا کیونکہ وہ ہدم دیوار کا
مالک نہین نعم فی الظہیریۃ لو مات عن ابن فقط ودین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار جوہری وغیرہ ہان ظہیریہ مین ہو کہ اگر دیوار کا مالک
مرگیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہو اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہین کذا فی الجوہری وغیرہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان
تلف ہوگا تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضہ متعلق بطولب مکلف مسلم او ذمی یعنے من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد اذن
ولیہ ومولاہ بالخصوص زیلعی حرا ومکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا
ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل ہو طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اسکے مالک کا اذن خصوصیت
کے واسطے شرط ہو کذا فی الزیلعی وان لم یشہد وجوب الضمان مین طلب نقض شرط ہو اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ہم تو وجوب ضمان مین طلب شرط
ہو نہ اشہاد اور اشہاد (گواہ کرنا) جو کتب فقہ مین مذکور ہو تو اسواسطے ہو کہ اگر مالک دیوار یا اسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اسکے اثبات پر قدرت حاصل ہے تو اشہاد
باب احتیاط سے ہو چنانچہ طلب شفعہ پر اشہاد کرنا بوجہ احتیاط ہو نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اس ہر ایک لفظ سے صحیح ہو جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یون کہنا
کہ تیری دیوار خطرناک ہو یا مائل ہو سو اسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یون کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھک رہی ہو اور اشہاد کی صورت یہ ہو
کہ طلب مذکور شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہے کہ اس سے دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہین اور اگر مالک دیوار سے یون کہے کہ تجکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہو تو یہ طلب
نہین ہو اور نہ اشہاد بلکہ مشورہ ہو کذا فی الخلاصہ ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہین دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

والحال انہ لم یستقض ولم یبرئہ ولم ینقض فی مدۃ یقدر علی نقضہ فیہا صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت میں کہ اسنے دیوار کو نہ گرایا اور حال یہ ہے کہ وہ اسکے گرانے کا مالک ہے اسقدر مدت میں جتنی میں اسکے ڈھانے پر قادر ہے ہم یعنے طلب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اسپر لازم نہ ہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب اور دیوار پر اسواسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے ہم اگر ضمان واجب نہو تو تفریغ ممتنع ہو تو راہ بند ہو جاوے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کے واسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک جان کے خوف سے اس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑا جاتا ہو کذا فی الطحطاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فعلی العاقلۃ ومن الاموال ففعلیہ لان العاقلۃ لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے مددگاروں پر ہے اور جو مال تلف ہووے تو اسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے والضمان الا بالاشہاد وشرطہ تقدیم شہادۃ علی التقدیم علیہ وعلی الملک بالسقوط علیہ ویصح کون الجدار ملکا لہ من وقت الاشہاد والی وقت السقوط ولذا قال اور ضمان نہیں مگر تقدیم کی چیز پر گواہ لانے سے ایک یہ ہے کہ صاحب دیوار کی طرف طلب مقدم ہو چکی دوسرے اسپر کہ ہلاکت ہوئی اسپر گر پڑنے کے سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اسکی ملک ہے یعنے اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اسکی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف نے قول آیندہ کو ذکر کیا ولو تقدم علیہ من لا یملک نقضہ ممن یسکنہا باجارۃ او اعارۃ او الی المرتہن او الی المودع لا یعتد بہ لعدم قدرتہم علی التصرف اور اگر طلب ہدم اس شخص سے مقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں ان لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے سبب یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طلب ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں انکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنے وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں ومنہ فلو سقط بعد التقدم لمن ذکر واتلف شیئا فلا ضمان اصلا لا علی ساکن ولا مالک اور اس صورت میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطے نہیں کہ اسپر اشہاد ہوا نہ طلب کما لو خرج الحائط عن ملکہ ببیع او نحوہ کہبۃ حاوی القدسی وکذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحکم بلحاقہ ثم عاد وافاق خانیہ جیسا کہ اس صورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہوگئی اسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا جنون مطبق یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام میں آگیا یا مجنون ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیہ ہم ظاہر اسکا یہ ہے کہ تسلیم ضرور ہے بطلان اشہاد کے واسطے اسواسطے ہبہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح اگلے قول میں کہیگا لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وغیرہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی بعد الاشہاد ولو قبل القبض لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعدہ حاوی وخانیہ خروج ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اسکی ولایت کے بیع اور اسکے مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ہم ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو بھی ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق میں پہلے ذکر ہو چکا ہم اشراع جناح عمارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنے دیوار سے دھنیاں راہ کی طرف باہر نکالنا اور اسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعہ اہل ہند اسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار سے بنا ناخود جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہیں وان مال الی دار انسان من ملک او ساکن باجارۃ او بغیرہا والاضافۃ

لاولی بلا بینة قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا بیٹھنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اسی آدمی کو
طلب ہدم کا اختیار ہی اسواسطے کہ خاص حق اسی کا ہی قہستانی نے کہا دار انسان کی اضافت کثرت تعلق اور اتحاد کی وجہ سے ہی یعنے تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو
صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا فصح تاجیلہ وابراؤہ منہما ای من الجنایۃ تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہی یعنے اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار
مائل ہو اور اسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت میں گرا کر بنا لینا یا کہا تجھپر ضمان تلف نہیں تو یہ جائز ہی پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم
نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہی کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یصح لان الحق العامۃ وتصرف
القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرہ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اسکو قاضی نے مہلت دی یا مدت
معین تک یا اسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام میں سب کا حق ہی اور قاضی
کا تصرف حق عام میں نافذ ہی اسمیں جو انکو نفع کرے نہ اسمیں جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرۃ بخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہاں اسی کا خاص حق ہی ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ
للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف
تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہوا تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہی تو اہل خانہ کا اشہاد
صحیح ہوگا اسقدر دیوار میں جو انکی ملک کی طرف مائل ہی اور اسقدر میں بھی جو راہ کی طرف مائل ہی اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہی اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ
کا غیر ہی تو اسقدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہی اور جب بعض دیوار میں صحیح ہوا تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے
معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام میں ہی یعنے اجمال محل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح ونحوہ کمیزاب لتعدیہ پھر اگر دیوار مائل بنائی
ہو سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں جیسا پرنالہ میں ضمان لازم ہی بلا طلب بسبب اسکی تعدی کے مائل بنانے سے
حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ برافعتہ للحاکم
ایک دیوار مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہی ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر پانچواں حصہ
دیت کا لازم ہوگا یعنے جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اسکے پانچویں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہی
اسکی حاکم سے نالش کرکے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنے ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہی کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہیں
لیکن اسکی اصلاح پر قادر ہی حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہی جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہیں دار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا
فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہی ایک نے اسمیں
کنواں کھودوایا دیوار بنائی سو اسکے صدمہ سے ایک مرد مرگیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیوں کا ضمان دیگا بسبب اسکی تعدی کے دو تہائیوں میں یعنے
دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا تم موت کی علت واحد قتل ہلاک ہی تو اسکی قسمت ہوگی مالکوں پر
بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی وقالا نصفہا لان التلف قسمان معتبر وہدر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں کے اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصف نصف
ہی اسلیے کہ تلف دو قسم ہی ایک قسم معتبر ہی اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اسکے حصہ میں تلف معتبر ہی اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اسکے حصہ میں
تلف باطل اور رائگان ہی اور کنواں کھودنے میں باعتبار اپنی ملک کے حافر متعدی نہیں ہی اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہی تو دو قسمیں ہوگئیں تو نصفا نصف القسام
ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنے عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان الا اشہاد وعلی الحائط اشہاد وعلی النقض بالکسر ما ینقض من الجدار
دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہی یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہی دونوں کے ضمان تلف میں شارح نے کہا کہ

النقض بضم نون و سکون قاف عمارت ہی اُس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وحینئذ فلو وقع الحائط علے الطریق بعد الاشہاد فعثر انسان بنقضہ فمات ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ اور اسوقت مین اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اُسپر ٹھوکر کھا کے گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہی تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور صاف کرنا اسی پر واجب ہی وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثون پر ہی نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن

رب الجناح القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ تفریغ الطریق عن القتیل ایضا ولو باع الحائط او النقض بریٔ ولو باع الجناح لا اے لا یبرأ برخلاف برآمدہ گرنے کے کہ وہان مالک اسکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب باقی رہنے اسکی جنایت اور تعدی کے تو اُسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا اور جاننا چاہیے کہ وہ مسئلہ ہی کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیچ کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہو گیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد قبل ان یہی الحائط لانعدام التعدی ابتداء وانتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب نہونے تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے وتقبل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لانہا شہادۃ علے التقدم لا علے القتل اور اشہاد میں ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی مقبول ہی کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہی نہ قتل پر فروع مسائل ملتقطہ شارح کے حائط ابعضہ صحیح وبعضہ واہ فاشہد

علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا ضمنہ الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواہی فقط لا الصحیح کحائطین فالاشہاد یصح فی الواہی لا فی الصحیح ایک دیوار ہی کہ کچھ درست ہی اور کچھ مائل ہی اور صرف اُسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اسنے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اسکا دیگا مگر یہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیوارون کے ہی تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدہما مائل والآخر صحیح فاشہد علے المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدرا فانہ دو دیوارین ہین ایک مائل ہی اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اسنے کچھ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائگان ہی کچھ اسکا ضمان نہین کذا فی الخانیۃ مسجد مال حائطہ فالاشہاد علے من بناہ والدیۃ علے عاقلۃ من بناہ ایک مسجد ہی جسکی دیوار مائل ہی تو گواہ کرنا اُسکے بانیوالے پر چاہیے اور اُسکے سقوط کا خونبہا اُسکے بنانے والے کے مددگارون پر وحائط الوقف علے الساکین علے عاقلۃ الواقف اور جو دیوار کہ مساکین پر وقف ہی تو اُسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگارون پر ہی جو اُسوقت ہی جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد ہو گا تو ضمان نہین کذا فی العالمگیریۃ وحائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اسکے مالک کے مددگارون پر ہی اگرچہ قرضہ غلام مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء غد عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تعلیق دل علیہ مسألۃ الاصل جاریۃ قتلت رجلا عمدا فزنی بہا ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانہا صارت مملوکۃ ولو الجیۃ مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو مین قصاص کو معاف کرونگا تو یہ عفو صحیح نہین اسواسطے کہ یہ تعلیق ہی یعنے گویا اسنے یون کہا کہ جب کل آویگی تو مین اس شخص کو جسکے بہانے کا شارع نے مجکو اختیار دیا تیری ملک مین کر دونگا اور ملک کی تعلیق صحیح نہین تعلیق قصاص پر مسئلہ اصل کا یعنے مبسوط کا دلالت کرتا ہی اور وہ یہ مسئلہ ہی کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اُسسے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوک ہوگئی کذا فی الولوالجیۃ اُس قتل کا موجب اصلی قصاص ہی تو وارث مقتول کا جاریہ کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اُسپر حد نہین

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہی جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام مین الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز عنہ

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر میں جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہو ہم امر ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاوے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورات سے نہیں لہذا
انہیں سلامت مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور اُسکے لگجانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ ساقط ہی ہیں فضمن الراکب
فی طریق العامۃ ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت ضامن ہے شارع عام میں سوار اُس
چیز کا جسکو اُسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منھ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت
المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن بہا الا فی الوطی وہو راکبہا لانہ مباشرۃ فقبلہ یقال یحرم المیراث تو اگر مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے میں حادث
ہو پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلوانا قتل مقتول کی مباشرت ہے اسپنے بوجھ کے
سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا مع ہذا اگرچہ مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اُسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اسکا چلنا سوار
کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور جانا کہ وہ زمین پر چلا بس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا
اسواسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن کما اذا لم یکن صاحبہا معہا قہستانی اور اگر
غیر کے ملک میں اسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنے مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا
مالک اُسکے ساتھ نہو یعنے راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی والا یکن باذنہ ضمن ما اتلف مطلقا لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں
جانور کا ادخال نہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آویگا اُسکے تلف کرنے کا اسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو
یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہوا اور جانور کا مالک اسکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے مالک نے اُسکو داخل کیا تو سب صورتوں میں
ضمان اسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا للشافعی ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے
جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے اسواسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار جانور کو ٹھہرا دیگا راہ میں اور ضرب اُسکو واقع
ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے گرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر او عطب انسان بما اثارت بالسیر سائرۃ او واقفۃ
لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں ضمان نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا
ہو لید پیشاب کے واسطے اسلیے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون ٹھہرے ہوئے فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن لتعدیہ بایقافہ پھر اگر اُسنے جانور کو
لید پیشاب کے سوا اور کام کے واسطے ٹھہرایا اور اسنے پیشاب کیا یعنے اور اس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اُسکے ٹھہرانے کی تعدی کے
سبب یعنے راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور اسمیں آخر کے واسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فلا یضمن
ومنہ سوق الدواب واما باب المسجد فکالطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے کرنے میں ضمان نہیں جہاں سلطان نے جانور
کھڑے کرنے کا حکم دیا ہو اور از انجملہ نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کے واسطے کوئی مکان
وہاں مقرر کردیا ہو فان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقا عینا او افسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان
الاحتراز عنہ ولو حجرا کبیرا ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اڑایا سو اُسنے آنکھ پھوڑ دی یا
کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب
وصحح فی الدرر انہ مطرد ومنعکس اور ضمان دیتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درر میں تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد

سلہ بلکہ نسخہ میں بجائے یحرم کے لم فاعل ہے اور لفظ [illegible] ۱۲

اور عکس نہ ہو یعنی طرد و عبارت ہر اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہر نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہو کہ جہان راکب پر ضمان آتا ہو وہان کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہو اور جس موضع مین راکب پر ضمان نہین وہان انپر بھی ضمان نہین اور اس قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہو کہ سائق ضامن ہو جانور کے ہاتھ اور پاؤن کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہو نہ پاؤن کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہو کچلنے مین چنانچہ گذر گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ اسباب مین تو راکب کا کفارہ مذکور نہین ہو چکا لا علیہما ای لا علی سائق وقائد یعنی دونون پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہین ہم سائق اور قائد تسبب ہین اور راکب مباشر ہو اور کفارہ مباشرت کا حکم ہو نہ تسبب کا اور اسی طرح کچلنے سے راکب کے حق مین حرمان میراث اور وصیت متعلق ہو نہ سائق اور قائد کے حق مین کذا فی المنح ولو کان سائق وراکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر اولیٰ من المتسبب کما مر لانہ اذا کان سببا لا یعمل بانفرادہ الا فاکی ہنا اما فی سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ نخس الدابۃ باذن راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اسپر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان آویگا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے بخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اسپر یقین کیا ہو اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہو بہ نسبت سبب کی اضافت چنانچہ گذر چکا یعنی اولویت مباشر کی تسبب سے اسوقت ہو جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے مین اکیلا عمل نکرتا ہو چنانچہ یہان ہو یعنی کھینچنے مین لیکن اگر سبب ایسا ہو جو تلف کر ڈالنے مین تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونون ضمان مین شریک ہونگے چنانچہ بیان مسئلہ جانور کو چنے کے مسائل مین آویگا اسکے راکب کے اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب نے کہا دوسرے سے کہ اگر تو اس جانور کو کوچ اور وہ کوچنے سے بہاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونون پر ضمان لازم آویگا کہ فقط کوچنا اتلاف مین کفایت کرتا ہو وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل ودیۃ الاخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا حرین لیسا من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجوہہما اور ضمان دینے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونون باہم ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہون اس صدمہ سے اور دونون چت گر پڑے ہون بشرطیکہ دونون آزاد ہون عجمی نہون اور ٹکر لگانے کے قاصد نہون اور دونون منہ کے بل پٹ گرے ہون ہم ضمان یہ ہو کہ ہر واحد کی موت دوسرے کی طرف منسوب ہو لیکن ضمان علی الاطلاق نہین بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہو اسواسطے کہ اختیار مین ہو کہ اگر دوسرے نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا پیچھے سے آیا اور اسنے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہوگیا تو اگلے سوار پر ضمان نہین اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہو اور یہی حکم ہو دو کشتیون کے ٹکرانے کا کذا فی الطحطاوی ولو کانا عبدین یہدر دمہما او وقعا علی الوجہ ابن کمال لیس بقید و وجہہا فی العمد والخطاء شرنبلالیہ وغیرہا اور اگر دونون سوار یا پیدل غلام ہون یا ٹکر کھا کر پٹ گرین منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو انکا خون رائگان ہو عمدا اور خطاءً مین کذا فی الشرنبلالیۃ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر مرارا اور اگر دونون عجمی ہون یعنی عرب نہون تو دیت انکے مال مین ہو نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہین ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونون نے عمدًا ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہون تو ہر شخص پر نصف دیت ہو ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کیونکہ یہ ہو کہ نصف دیت عمد مین ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہو اور خطا مین پوری دیت ہو کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا تو فقط اسکا خون رائگان ہو یعنی اسکا خون رائگان نہین جو چت گرا ولو احدہما حرا والاخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی العمد اور اگر دونون مین سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہو خطا مین اور نصف قیمت ہو عمد مین ہم یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہو کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع الحبل فسقطا وماتا علی القفاء ہدر دمہما بموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مردون نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونون گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو انکا خون باطل اور رائگان ہو اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الاخر لموتہ بقوۃ صاحبہ پھر اگر دونون

گر پڑے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تجاذبا فوقع احدہما علی القفا والآخر
علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وہدر دم من وقع علی القفا لموتہ بقوۃ نفسہ پھر اگر دونوں میں سے [illegible]
ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اسکے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگاں ہوا اسکا
خون جو چت گرا بسبب اسکے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینہما فوقع کل منہما علی القفا فماتا فدیتہما علی عاقلۃ القاطع لتسببہ
بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جسکو دو شخص کھینچتے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مرگئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہوگی کیونکہ قاطع
قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابۃ وقع اداتہا ای آلاتہا کسرج ونحوہ علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وعلی راکب
منہ رجلا الدیۃ اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان یعنی زین یا اسکے کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی قطار کے
ہانکنے والے پر جن میں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار کسرہ قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معہ سائق ضمنا لاستوائہما

فی التسبب لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا اذا کان السائق من جانب من الابل فلو توسطہا واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفہ وضمنا ما تقدم [illegible]
او راکب وسطہا یضمن فقط مالم یاخذ بزمام ما خلفہ اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مر جائیگا تو دونوں
پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب ہونیکی میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اسکے مال میں ہے یہ اس صورت میں
ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہوا اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے
کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم ضمانت سایق کا قائد نہ رہا اور سایق اور قاید ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہو وہ فقط اسی
اونٹ کا ضامن ہوگا جب تک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑی ہو وہم نہیں ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹوں کی
جنایت کا ضامن نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ انکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضامن بھی نہیں کیونکہ وہ انکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلے اونٹوں کی نکیل
پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اسکی جنایت کا ضمان اسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا
ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعیر ربط علی قطار سائر بلا علم قائدہ
رجلا مفعول قتل ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجعوا بہا علی عاقلۃ الرابط لانہ دیۃ لا خسران کما توہمہ صدر الشریعۃ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا
گیا تھا چلتی قطار پر اسکے کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو
پھیر لیگی اسلیے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں ہے جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے صدر الشریعۃ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت لازم ہو اسواسطے
کہ اسنے انکو نقصان دیا اور یہی ہے تو لا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اسنے حفاظت ترک کی تو متعدی ہوا [illegible]
اور اسی عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اسکو اس بلا میں ڈالا فلو ربطہ والقطار واقفۃ ضمنہا عاقلۃ القائد بلا رجوع لقودہ بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حال یہ کہ
قطار کھڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضامن ہوگی بدون رجوع کے یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا انکو جائز نہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے ہے
برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بہیمۃ وکلبا ملتقی وکان خلفہا سائقا لہا فاصابت فی فورہا ضمن لانہ الحامل لہا
وان لم یمش خلفہا فلا واصابت فی فورہا فسائق حکما وان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق الملتقی خلفہا والمراد بالبہیمۃ الکلب نہایہ اور جسنے جانور یا کتا
چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ وہی جانور کا حامل و باعث ہے اور اگر
جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہو جائیگا اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا

تو اسلئے کہ یہاں مراد جانور سے پیچھے چلتا ہی اور جانور سے مراد گتا ہی کذا فی الزیلعی ھم درالمنتقی مین ابو یوسف سے روایت ہی کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہی
ہر حال مین یعنی اُسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہی چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہی فقیہ ابو اللیث
نے کہا یہی قول مختار ہی اور اگر گدہا چھوڑا سو کسی کے کھیت مین گیا اور اُسکو فاسد کیا اگر اُسنے چھوڑا اُسکو اور ہانکے یا کھیت کی طرف اسطرح پر کہ وہ اُسکے پیچھے تھا تو اُسپر ضمان ہی
اور اگر وہ اُسکے پیچھے نہین تھا لیکن گدہا فی الفور کھیت مین جا پڑا اور داہنے بائین نہین جھکا جس طرف اُسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اُسنے خراب کیا تو بھی ضمان اُسپر لازم ہوگا
اور اگر داہنے بائین گیا پھر کھیت مین جا پڑا تو اگر وہان کئی راہین ہونگی تو وہ ضامن نہین اور ایک ہی راہ ہی تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اُسنے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا
پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہین ہی انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ کتے پر ضمان نہین تو اس قول کو کہ جانور سے
کتا مراد ہی حذف کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصرا و ان ارسل طیرا ساقہ اولا او دابۃ او کلبا ولم یکن سائقا لہا او انفلتت دابۃ فاصابت مالا او
آدمیا نہارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جبار ای المنفلتۃ ہدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اُسکو ہانکا ہو
یا نہ ہانکا ہو یا جانور چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اُسکو نہین ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ گیا کا مال یا آدمی کو تلف کیا رات میں یا دن مین تو ضمان
نہین سب صورتون مین بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جانور کا زخم باطل ہی یعنی جانور گریختہ کا فعل رائگان ہی اُسپر ضمان نہین ہی ابو داؤد اور ابن ماجہ
حدیث یون مروی ہی کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہی اُسپر ضمان نہین امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہی تو اُسکا فعل باطل ہی جو جانور
چھوڑا گیا اسواسطے کہ فساد مرسلہ کا فور ارسال مین رائگان نہین اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہا حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن مین ضمان نہین رات کے
ضمان ہی کذا فی العینی کما لو جمحت الدابۃ بہ ای بالراکب ولم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ لیس بمسیر لہا
فلا یضاف سیرہا الیہ حتی لو اتلفت انسانا فدمہ ہدر چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار اسکے روکنے پر قادر نہ ہوا اُسکے
پھیرنے پر ضمان لازم نہوگا خود چھوٹے جانور کے مانند اسواسطے کہ اس وقت میں سوار اُسکا چلانے والا نہین ہی تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت مین سوار کی طرف منسوب
نہوگا تو اگر اس حالت مین جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اسکا خون باطل ہی اُسکا کچھ ضمان نہین کذا فی العمادیۃ ومن ضرب دابۃ علیہا راکب او نخسہا بغیر اذن
الراکب فنفحت او ضربت بیدہا او نفرت فصدمتہ وقتلتہ ضمن ہو ای الناخس لا الراکب اور جسنے اس جانور کو مارا جسپر کوئی
سوار ہی یا لکڑی سے جانور کو کوچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤن یا ہاتھ سے کوچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑک کر اُسنے اُسکو کچلا اور قتل کیا تو کوچنے والا
ضامن ہوگا نہ سوار ھم راکب کے مانند سائق اور قائد ہی تو عدم ضمان مین کوچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والا
پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان سوقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الایقاف ایضا اور ابو یوسف نے
کہا کہ کوچنے والا اور سوار دونون نصف نصف دیت کا ضمان دین چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ مین کھڑا کیا ہو تو دونون پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی
تعدی ثابت ہی راہ مین کھڑے کرنے سے جیسے کوچنے والے کی تعدی ہی ولو کان باذنہ وہلکت اصابۃ فورہا فدم علیہما اور جیسے اگر کوچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور نے کسیکو
کچلا کوچنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونون شخصون پر ہی دونون پر خون اُس وقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہین تو فقط طاعن پر ہوگا نہ راکب پر
کذا فی الطحطاوی عن الملتقی ولو نفحت الناخس فدمہ ہدر اور اگر کوچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اُسکا خون رائگان ہی ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ
الناخس ثم الناخس انما یضمن لو الوطی فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیۃ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اُسکو
قتل کیا تو اُسکا خون کوچنے والے کے عاقلہ پر ہی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کوچنے والے پر اسی صورت مین ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کوچنے کے فی الفور ہوا اور نہین تو
سوار پر ضمان لازم ہوگا کوچنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیۃ وضمن فی فقء عین دجاجۃ او شاۃ قصاب او غیرہا ما نقصہا لانہ اللحم

اور مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گاے کی آنکھ پھوڑنے مین بقدر ہی نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کے واسطے ہین یعنی قصاب کی بکری سے
گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے اور آنکھ پھوٹنے کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر
تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہے کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی وفی عینیہا جمیعا ربہا ان شاء ترکہا
علیہ الفاقئ وضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونون آنکھ پھوڑنے مین اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے والے پر
چھوڑ دے یعنے اسکو دیدے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار وجزور ولو ای الجزور
فائدۃ الاضافۃ عدم اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الاتی ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنے والے کی گاے بیل اور اسکے
اونٹ کی آنکھ پھوڑنے مین اور گدہے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے مین چوتھائی قیمت کا ضمان ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کے لیے ہونیکا اعتبار
نہین ہے وجوب ربع قیمت کے حکم مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم شکرکش کی گاے بیل اور اونٹ ہین اسواسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تاکوئی یہ وہم نکرے کہ وہ دونون
گوشت کے واسطے مقصود ہین تو اسکا حکم بکری کے مانند ہے بلکہ خواہ گاے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انکی آنکھ مین چوتھائی قیمت ہے جسطرح
غیر ماکول اللحم جانور خچر اور گدہے مین چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنح عن شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عیناہا وعینا مستعملہا
فصارت کانہا ذات اعین اربعۃ وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما قدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ مین چوتھائی قیمت اسواسطے لازم
ہوئی کہ انسے کام لینا تو چار آنکھون سے ہوتا ہے دو آنکھین جانور کی اور دو آنکھین کام لینے والے کی یعنے مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانورون کی چار آنکھین ہوگئین
اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند ہے یعنے بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان جانورون مین وہ ہے جسکو ہم پہلے
ذکر کر چکے یعنے بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہین تو حکم مین کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ انہ لو فقئت
عینیہ معا مثلا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی انہ علیہ الصلاۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ بربع القیمۃ لیکن
چار آنکھون کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلا گدہے کی دونون آنکھون کو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہین چنانچہ
زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونون آنکھین پھوڑنے مین مالک مختار ہے چاہے سب قیمت لے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال
کرنا اس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جانور کی آنکھ مین چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا معجم طبرانی مین زید بن ثابت سے
مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ مین اسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ مین عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا لسان الثور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع
احدی قوائمہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما مر فی العینین لکن فی العیون ان امسکہ لا یضمن شیئا عند ابی حنیفۃ
وعلیہ الفتوی وعرجہا کقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اسکے نقصان کا ضمان دیگا اور اسی طرح بیل اور گدہے کی
زبان کاٹنے مین ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا جیسا کہ اگر ایک پانون کاٹیگا جانور کا تو اسکی پوری قیمت کا
ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی ہے یعنے اگر جانور ماکول اللحم نہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے چنانچہ اسکی تفصیل دونون آنکھون کے
پھوڑ ڈالنے مین مذکور ہو چکی لیکن عیون مین یون مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پانون کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لیگا تو کاٹنے والا اسکا کچھ ضمان
نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور جانور کا لنگڑا ہو جانا پانون کٹ جانے کے مانند ہے یعنے ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کر دینے مین کل قیمت
لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فرع مسائل لحقہ شارح کے نقل المصنف عن الدرر کلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب

لم یضمن و انما یضمن فیما اشہد علیہ فیما بجنایات ما صنعہ بنی آدم کالحائط المائل و قطع الثوب و عقر کلب عقور فیضمن اذا لم یحفظہ انتہی قال المصنف و یمکن
حمل المتلف فی قول الزیلعی وان اتلف الکلب فعلی صاحبہ الضمان ان کان تقدم الیہ قبل الاتلاف والا فلا کالحائط المائل علی الآدمی انتہی
یحصل التوفیق مصنف نے شرح میں درست یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختوں سے انگور کھاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ
کیا اسکے کھانے میں سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہاں تک کہ وہ اشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اسپر ضمان لازم نہوگا ضمان تو اسی صورت خاص میں لازم ہوتا ہے جبکہ
اشہاد ہوا ہو اس امر میں جس میں بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے میں تو مالک ضمان دیگا جبکہ اسکی حفاظت
نکریگا انتہی قول الدر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول میں اور کتا تلف کرے تو اسکے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے
سے پہلے اور نہیں تو ضمان نہیں ہے دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے در اور زیلعی دونوں کے قولوں میں اتفاق حاصل ہوگا اس لیے کہ اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہو اور
اختلاف باقی نرہا دونوں قولوں میں طحطاوی نے کہا قولہ علی الآدمی متعلق ہے قول حمل المتلف سے قلت وقد وقع الاستفتاء عمن لہ نحل یضعہ فی بستانہ فتخرج
فتاکل عنب الناس و فواکہہم ہل یضمن رب النحل ما افسد النحل من العنب ونحوہ ام لا وہل یامرہ القاضی بتحویلہ عنہم لانہ مکان احترام لا وجوابہ ان لا یضمن ہنا ایضا اذا
شہد علیہ ام لا اخذا من مسئلۃ الکلب بل اولی وکذا ذکرہ المصنف فی معینہ لکن رایت فی فتاواہ انہ افتی بالضمان فی مسئلۃ النحل فراجعہ عند الفتوی سے
میں کہتا ہوں اور البتہ واقع ہوا تھا استفتا اس شخص کے حال سے جسکے تصرف میں شہد کی مکھیاں ہیں وہ انکو اپنے باغ میں رکھتا ہے سو مکھیاں وہاں سے نکلتی ہیں اور آدمیوں کے
انگور اور انکے میوے کھا جاتی ہیں کیا مکھیوں کے مالک پر مکھیوں کے انگور وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہوگا یا نہیں اور انکے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیوں کے اٹھا لیجانے کا
حکم ہوگا یا نہیں جواب استفتا یہ ہے کہ مکھیوں کے مالک پر مطلقا کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگوں نے اسپر اشہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ
کلب کے جواب سے اولی ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیوں کی خوراک اسطرح ممکن نہیں اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی میں ذکر کیا ہے لیکن میں نے
مصنف کے فتاوی میں دیکھا ہے کہ انہوں نے مکھیوں کے مسئلے میں وجوب ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کے وقت مسئلہ ظاہر ایسا کلب معتبر وجہ
در ہمیں مذکور ہے وجود نص کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحویلہ من ملکہ فلا یؤمر بہ لکن علی ما ہو ظاہر المذہب واما جواب المشائخ فینبغی ان یؤمر بتحویلہ
اذا کان الضرر بینا علیہ الفتوی اور مکھیوں کا اٹھانا اسکے مالک سے سو مالک کو تو اسکا حکم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ
لائق یوں ہے کہ اسکے اٹھانے کا حکم کیا جاے جبکہ لوگوں کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے وفی الصیرفیۃ حمار یاکل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتی اکل الصحیح
ضمانہ اور صیرفیہ میں ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہوں کھاتا ہے سو دیکھنے والے نے اسکو نروکا یہاں تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اسپر ضمان ہے ادخل غنما
او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا وقیل یضمن و تمامہ فی البزازیۃ کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا
کھیت یا انگورستان میں اگر اسنے داخل کیا ہو ہانک کے تو جو اسنے تلف کر دیا اسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہیں ہے تو ضمان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ
ہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان بزازیہ میں ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت میں ایک مرد کا جانور پایا اور اسنے کچھ خراب کر دیا سو اسکو باندھ رکھا
باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا سو اسپر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ مجتبی میں ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر میں کر دیا بدون
اسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہوگیا سو اسپر تاوان نہیں اور اگر کپڑا کسی کے گھر میں رکھدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ
نے اسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہوگیا مالک کی غیبت میں تو قیمت ثوب کا اسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرہ میں ہے جسنے پنجرے کی کھڑکی کھول دی
سو چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا سو جانور نکل گیا اور گم ہوگیا تو کھولنے والے پر ضمان نہیں اور محمد کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی میں ہے
الکل من العالمگیریۃ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنے لونڈی غلام کی جنایت میں اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام میں اعلم ان جنایات المملوک لا توجب الا دفعا واحدا لو محلا معلوم کرو کہ مملوک کی جنایاتیں
موجب نہیں ہوتی مگر ایکبار دینے لینے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو یعنے اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہوں اشخاص متعدد میں تو سب متقولوں کے وارثوں کو وہ غلام
دیا جائیگا دفعۃ واحدۃ تو سبکے وارث بقدر جنایات کے انمیں اپنا اپنا حصہ کر لینگے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنے جبکہ اسکے واسطے حریت کے اسباب منعقد نہ ہوگئے ہوں
چنانچہ مدبر اور مستولد اور مکاتب کذا فی الحلبی او دی والا قیمۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نہ ہو یعنے حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہو گیا تو ایک قیمت
مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصوں کے اسکو بانٹ لینگے و لو فدی القن ثم جنی فکالاولی ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنے اسکے قتل کرنیکے سبب مال دیا
پھر اسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا کسی کو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت یونہی الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے یعنے جب فدیہ دینے کے
بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کریگا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے میں مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہو گیا فدیہ دینے سے تو گویا اسنے
جنایت ہی نہیں کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتدائے جنایت ہے بخلاف المدبر و اختیہ فانہ لا تجب الا قیمۃ واحدۃ و تستحق بر خلاف مدبر اور ام ولد اور
مکاتب کے کہ انکی جنایاتوں میں سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنی عبد خطاء التقیید بالخطاء ہہنا انما یفید فی النفس لا بعد ما

یقتص واما فی ما دونہا فلا یفید لاستواء خطاہ و عمدہ فیما دونہا ثم انما یثبت الخطاء بالبینۃ و اقرار مولاہ و علم القاضی لا باقرارہ اصلا بدائع قلت

لکن قولہ و علم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیہ عن الاشباہ و تقدم و دفعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا
او ان شاء فداہ بارشہا حالا مملوک نے از راہ خطا جنایت کی یعنے کسیکو قتل کیا تو اسکا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دیدے تو جنایت کا ولی
یعنے مقتول کا وارث اسکا مالک ہو جائیگا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دیدے اسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہاں لگانا فقط جنایت نفس میں مفید ہے اسواسطے
کہ مملوک کے قتل عمد میں قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت میں تو خطا کی تقیید مفید نہیں ہے اسلیے کہ ما دون نفس میں مملوک کی خطا اور عمد برابر ہیں پھر خطا
تو ثابت نہیں ہوتی مگر گواہوں سے اور اسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع میں کہتا ہوں لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہ قول مفتی بہ نہیں
ہے اسلیے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے میں عمل جائز نہیں چنانچہ شرنبلالیہ میں منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہے و فی الحال ویتا دفع اور فدیہ دونوں سے متعلق ہے
دفع میں تو وجہ یہ ہے کہ اعیان میں تاجیل جائز نہیں اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلا ہے عین یعنے مملوک کا تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاجیل میں لکن الواجب الاصلی ہو الدفع علی
الصحیح و لذا سقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک میں واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح و لہذا واجب ساقط ہو جاتا ہے
مملوک کے مر جانے سے بر خلاف آزاد قاتل کے موت کے کہ وہاں واجب ساقط نہیں ہوتا چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے ہم عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہو جاتا ہے
کہ محل باقی نہ رہا اور اگر آزاد قاتل مر گیا یعنے قتل خطا میں تو واجب ساقط نہ ہوگا اسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیہ عن السراج والجوہرۃ عن البزدوی
ان الصحیح ہو الفداء حتی لو اختارہ ولم یقدر علیہ اداہ متی وجد و لا یبرأ بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ میں سراج سے اور جوہرہ میں بزدوی سے یوں ہے کہ صحیح
قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک میں فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اسکے ادا کرنے پر تو جب پا دے اسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ
نہوگا غلام قاتل کے مر جانے سے و علل الزیلعی وغیرہ بانہ اختار الاصل حقہم فبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ رح انتہی و مفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع
اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یوں بیان کی ہے کہ مولے نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثوں کا حق باطل ہو گیا غلام
میں ابو حنیفہ رح کے نزدیک انتہی ما فی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع و افاد شارح المجمع فی
تعلیل الامام ان الواجب احدہما وانہ متی اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنے ابن ملک نے امام رح کی تعلیل میں بیان کیا ہے کہ جنایت عبد میں

دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہے اور جبکہ مولے نے دفع یا فدیہ کوئی اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ لیس سقط لفظ
الکتاب والا انہ علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اسکو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہے ہم محیط میں آیا ہے
کہ امام محمد نے اصل میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولی کو اختیار ہے چاہے غلام دیدے چاہے فدیہ دیدے یہ ایسا مذہب ہے کہ گویا موجب
اصلی دفع ہے اگر واجب تو اس نفس سے خلاف نہ ہو تقسیم ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنے سے پہلے غلام کی موت سے اسواسطے فدیہ باطل نہ ہو گیا کہ تعیین کا اختیار مولی کو ہے سو اسنے فدیہ ہی
کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر ہے کہ سبب ہے یعنی اختیار کر لینے سے اور یہ ہی کلام تفصیل میں مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ فجنی اجبر فہی
کالاولی حکما سو اگر مولے نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر دوبارہ اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہے حکم میں یعنے مولے دفع
اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنی جنایتین دفعہ بہا الی ولیہما او فداہ بارشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں کی
مولی غلام کو انکے وارثوں کو دے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دے وان وہبہ المولی او باعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدہا غیر عالم بہا بالجنایۃ
ضمن الاقل من قیمتہ والاقل من الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولے نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا
آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی نا واقفی میں تو مولے ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنے اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت
دیوے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دیوے اور اگر جنایت کو جانکر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت کا ضمان دے بالاتفاق کیونکہ جب غلام بیچا گیا تو غلام کی بیع سے دیت
واجب ہوتی ہے جنایت جانکر ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر رہ گیا کیونکہ وان علم بہا غرم الارش میں داخل ہے کتعلیق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ فقتل
العبد ذلک کما یصیر فارا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا
اسکے تیر مارنے یا اسکے سر کے پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار
تو عورت وارث ہو گی زوج کی ہم اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولے نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے
تو تو آزاد ہے سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہو گا اسلیے کہ اسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ
اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد ید حر عمدا و دفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بہا
ای بالجنایۃ لان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمدا کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کر دیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے
تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے ہم اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح
کی صحت نہیں بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجاوے پھر جب اسنے آزاد کر دیا تو صلح ضمن اعتاق صحیح ہو گئی ابتدا سے
وان لم یعتقہ وقد سری یرد علی سیدہ فیقتل او یعفی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا تو غلام
اسکے مالک کو پھیر دیا جاویگا سو وہ قتل ہو گا قصاص میں یا معاف کر دیا جاوے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاء فاعتقہ سیدہ
بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولیہا الاقل منہما ای القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے از راہ خطا جنایت کی
سو اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا نا واقفی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین سے کمتر کا یعنے اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان
اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ
ای العبد الجانی اجنبی فقیمۃ واحدۃ للمولی لاثنین اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اس پر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کے واسطے سو اسکے
ہم پیشہ صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر ہوگا اسواسطے کہ حق فریقین کا گنہ ہی ملک کے رقبہ سے کیونکہ جب مولے نے قیمت پا دیگا تو اسکو صاحب دین لیگا

واسطے کہ قیمت غلام کی ثابت ہے اور صاحب دین مقدم ہے مالک سے یعنی وارث مقتول پر کذا فی البحر فان ولدت ماذونۃ مدیونۃ بیعت مع ولدہا فی الدین لثبات الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقہا الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابہا کما مر اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچہ کے ساتھ بیچی جاوے گی دین میں بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اسکو لاحق ہوا تو دین والوں کا حق لونڈی کے بچہ سے متعلق نہ ہوگا برخلاف اسکی کمائیوں کے یعنی کمائی میں انکا حق متعلق ہے اُنکے ولد ہونیکا ہم یہ مسئلہ اس باب میں مقصود بالذکر نہیں ہے کیونکہ اس میں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہے تاکہ اسمیں اور مسئلہ آیندہ میں فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد لہا ای لو لے الجنایۃ لتعلقہا بذمۃ المولی لا رقبتہا بخلاف الدین پھر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جاویگا اس واسطے کہ موجب جنایت مولی کے ذمہ پر ہے لونڈی کے ذمہ پر برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے زعم رجل ان سیدہ حررہ فقتل العبد المعتق ولیہ ای ولی الزاعم خطاء فلا شی للحر علیہ لانہ لما زعم عتقہ اقرانہ لا یستحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہے جسکو دوسرا مرد کہتا ہے کہ اُسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ہے سو اس غلام آزاد شدہ نے آزادی ظاہر کرنے والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہیں ہے زاعم کے واسطے اسلیے کہ اسکی آزادی کے کہنے سے اُسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہیں ہے بلکہ دیت کا مستحق ہے الا اسکی تصدیق نہ ہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے ہم عاقلہ سے یہاں مراد غلام کا مولے ہے فان قال معتق رقد معروف الرجل قتلت اخاک خطاء ولاہ الذی اعتقہ خطاء قبل عتقی فقال الاخ الذی ہو المولے الاول بعدہ صدق الاول لانہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہے یہ کہا اپنے اس مولے سے جسنے اسکو آزاد کیا ہے کہ میں نے تیرے بھائی کو از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہے کہا یوں نہیں ہے بلکہ تو نے آزاد ہونے کے بعد قتل کیا ہے تو اول شخص یعنی غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح مصنف اور غزی کا تابع ہوا ہے اس مسئلہ کی تعمیم میں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ تفصیر ہے جیسا کہ پورا ہو چکا ہے اور کتابوں میں صحیح ہے وان قال لہا قطعت یدک وانت امتی وقالت ہی لا بل قطعتہا بعد العتق فالقول لہا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی ما یبرئہ فلا یکون القول لہ اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری لونڈی تھی اور اُسنے کہا نہیں بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ مولے نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوی کیا جو ضمان سے بری الذمہ اسکو کردے تو اسکا قول معتبر نہ ہوگا وکذا القول لہا فی کل ما اخذہ المولی منہا من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسی طرح لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اس چیز میں جو مولی نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جسکو ہمنے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلۃ فالقول لہ لاسنادہ لحالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی میں لونڈی کا قول معتبر نہ ہوگا تو اسمیں میاں کا قول مقبول ہوگا بسبب اسکے منسوب ہونے کے اس حالت مقرری کی طرف جو تاوان کے مخالف ہے ہم اس واسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہیں اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہیں اگرچہ لونڈی قرضدار ہو کذا فی البحر عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطاء غلام محجور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اُسنے اسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگاروں پر ہے اس واسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہے حکم میں ورجعوا علی العبد بعد عتقہ وقیل لا لا علی الصبی الآمر ابدا لقصور اہلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پھیر لیں اُسکے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف میں رجوع نہیں غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر کبھی رجوع نہیں یعنی بالغ ہونے کے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب وان کان المامور عبدا دفع السید القاتل او فداہ فی الخطا اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثوں مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا میں ولا رجوع لہ علی الآمر فی الحال ویرجع بعد عتق بالاقل من الفداء وقیمۃ العبد لانہ مضطر فی دفع الزیادۃ لا مختار اور قاتل کے مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہیں بالفعل اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت غلام میں سے جو کم ہو وہ اس سے

اسواسطے کہ مالک بدفع زیادت مین مختار ہی نہ مجبور ہی یعنے غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے مین سو جبکہ اسنے فدیہ زیادہ با زیادت قیمت اختیار
کیا تو زیادہ کا تاوان لازم ہوگا وکذا الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطاء اور اسی طرح قتل عمد کا حکم ہی اگر قاتل غلام صغیر ہو
اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کے مانند ہی حکم مین فان کان کبیرا اقتص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اس سے قصاص لیا جائے عبد حفر بئرا فاعتقہ مولاہ ثم وقع
فیہا انسان او اکثر فہلک فلا شی علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنوان کھودا سو مالک نے اسکو آزاد کیا پھر اسمین ایک
آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اسپر کچھ لازم نہین اسلیے کہ غلام کی جنایت اسپر کچھ واجب نہین کرتی ہی اور بعد عتق مین بھی یہی حکم ہی ویجب علی المولی قیمۃ واحدۃ
ولو الواقع الفا کذا فی الزیلعی اور کنوان کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوین مین گرکے مرگئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد
عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما دفع السید نصفہ الی الآخرین الذین لم یعفوا او فداہ بدیۃ کاملۃ لانہ بذلک العفو
سقط القود وانقلب مالا ووجب دیتان وقد سقط نصیب العافیین وبقی نصیب الساکتین وہو نصف ذلک پھر اگر ایک غلام نے دو
آزاد مردون کو عمدا قتل کیا اور ہر ایک مقتول کے دو وارث ہین سو دونون گروہون مین سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام ان دو وارثون
کو دیدے جنہون نے معاف نہین کیا یا غلام کا فدیہ پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہو گیا اور مال تو پوری
دو دیتین ہین اور معاف کرنے والون کے حصے کی دیت تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنے والے دو وارثون کے حصون کی دیت باقی رہگئی یا مالک
نصف غلام دونون وارثون کو دے فان قتل العبد احدہما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فدی بدیۃ لولی الخطاء وبنصفہا
لاحد ولیی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون مین سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا
تو مالک پوری دیت کا فدیہ مقتول خطا کے دو وارثون کو اور نصف دیت فدیہ مقتول عمد کے اس ایک وارث کو جسنے عفو نہین کیا او دفع الیہم
اثلاثا عولا وعندہما ارباعا منازعۃ یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور تہائی تہائی کا بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار
حصے کرکے بطریق منازعت صاحبین کے نزدیک اور وجہ اسکی یہ ہی کہ خطا کے وارثون کا حق پوری دیت دس ہزار درہم مین ہی اور عمد کے وارثون کا حق
قصاص مین تھا پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنے پانچ ہزار درہم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار
خطا کے وارثون کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہین کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کرے دو تہائیان خطا کے وارثون
کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت مین بھی اسی طرح ہی یہ مذہب ہی امام کا اور صاحبین کے
نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتھائیان خطا کے وارثون کو اور ایک چوتھائی اسکو جسنے عفو نہین کیا اسلیے کہ نصف غلام تو
خطا کے وارثون کے واسطے مسلم ہی بلا منازعت اور نصف باقی مین منازعت واقع ہوئی دونون فریق کی تو اسکو نصفا نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان
قتل عبدہما قریبہما وعفا احدہما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام ووجہ انہ انقلب
بالعفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبدہ دینا فلا یخلفہ فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصون کے غلام نے مالکون کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام
قصاص باطل ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اسکا فدیہ چوتھائی دیت دیکر اور بعضون نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ
ہین اس مسئلے مین امام کی دلیل یہ ہی کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہو گیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہین ہی تا اسکے وارث اس مین اسکے خلیفہ ہونگے طحطاوی نے

کہا مالک تو دونون زندہ موجود ہین تو مورث اور وارث کا بیان کیا ذکر ہی۔

فصل فی الجنایۃ علی العبد یہ فصل ہی اس جنایت کے بیان مین جو عبد پر واقع ہو عبد سے مراد مملوک ہی تو غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہی

دیۃ الحرۃ قیمتہا فان بلغت ہی) ای قیمتہا (دیۃ الحر) و دیۃ الحرۃ (نقص من کل) من دیۃ العبد والامۃ (عشرۃ) دراہم اظہارا لانحطاط رتبۃ الرقیق
عن الحر وتعیین العشرۃ باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ یعنی باندی کی دیت اسکی قیمت ہے سو اگر باندی کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہونچ جاوے یعنی قیمت غلام کی
دس ہزار درہم ہو اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر پہونچے تو غلام اور لونڈی کی دیت میں دس درہم گھٹا دیے جاینگے اس لئے کہ غلام کا انحطاط رتبہ آزاد سے ظاہر ہو اور دس درہم
کا معین کرنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے (ومشروع) من الاخذ فی العبد (او الامۃ) ایسے ہی اگر لونڈی کی دیت سے پانچ درہم کم کیے جاوینگے کیونکہ
علی ان الاثر فی ملک غیر خلاف قالا انی یوسف اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت میں خلاف ابو یوسف کے یعنی انکے
نزدیک نقصان اس قسم کا معتبر نہین کذا فی الطحطاوی (وفی الغصب تجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت) بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اسکی قیمت غاصب پر واجب ہے
بالاتفاق جہان تک اسکی قیمت پہونچے یعنی اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو (وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ) ففی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الاصح
در رو قیل لا یزاد علی خمسۃ آلاف الا خمسۃ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں مملوک کے ہاتھ میں اسکی نصف قیمت
ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر میں اور یہی قول اختیار
اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع اور جسمیں اور اختیار اور قنادی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبی میں کذا فی الطحطاوی (ویجب حکومۃ عدل فی لحیتہ) فی الاصح وقیل
کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی ڈاڑھی میں اور قول صحیح اور قول ضعیف میں تمام قیمت واجب ہے اور یہ اسوقت میں حکم ہے جبکہ ڈاڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے
(قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری) الجراحۃ (مات منہ ولہ) للعبد (ورثۃ غیر المولی لا قصاص) لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اسکے
مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مرگیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہیں مولی کے سوا تو قاطع سے قصاص نہ لیا جاوے گا صاحب حق کے
اشتباہ کی وجہ سے یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع قصاص
ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی (والا) یکن لہ (غیر المولی اقتص) منہ خلافا لمحمد اور اگر اسکا کوئی وارث نہیں سوائے مولے کے تو قاطع سے
قصاص لیا جاویگا بخلاف مذہب محمد کے (قال لعبدیہ احدکما حر فشجا) ای شج کل منہما (فبین المولی العتق فی احدہما بعد الشج فارشہما للسید) لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے
دو غلاموں کو کہا کہ ایک غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوئے پھر مالک نے زخم کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یون کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا
تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اس واسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اسنے آزاد کیا (ولو قتلا) فیہ تجوز (فدیۃ حر) وقیمۃ عبد (لو القاتل واحدا معا) وقیمتہما سواء او
اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہو گئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ ہی قتل کیا ہو اور دونوں کی
قیمت برابر ہو اور وجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشا نہوگا محض بیان
اظہار ٹھہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا (وان قتل کلا واحد معا او علی التعاقب ولم یدر
الاول فقیمۃ العبدین) زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب
ہوگی کذا فی الزیلعی ھم قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے جو مذکور
ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اسکے
قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی (فقأ رجل عینی عبد خیر مولاہ انشاء دفع مولاہ عبدہ المفقوء
للفاقئ واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان) وقالا ان شاء اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک مرد نے
غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دیدے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

اور اس سے نقصان اٹھا لے اور صاحبین کہتے ہیں کہ مالک کو نقصان لینا جائز ہی اور امام شافعی نے کہا کہ پھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا دھڑ اپنے
پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ ومن الارش لقیام قیمتہما مقامہما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان دے
کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنے اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلئے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم
مقام ہو انکے جسم مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہو مقتول فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام ولد جنایۃ
اخری یشارک الثانی الاول اذ لیس فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا شئ علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت
دی قاضی کے حکم سے پھر مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر
کی تمام جنایات میں سوائے ایک قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہو قیمت کے دینے پر یعنے بحکومت قاضی
ولو دفع القیمۃ اولیاء الاول بغیر قضاء اتبع السید بحصتہ من القیمۃ ورجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر
مالک نے پہلے مقتول کے وارث کو قیمت ادا کی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کریگا مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک
پھیرے مقتول اول کے وارث سے اسلئے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں او اتبع ولی الجنایۃ
الاولی یا وارث ثانی وارث اول کا پیچھا کرے یعنے نصف قیمت اس سے بانٹ لے اسواسطے کہ آسنے اسکا حق ناحق لیا او وقال لا شئ علی المولی او ورثۃ
ساکہا قیمت بلا قضاء یعنے امام کہتے ہیں کہ مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تلزمہ الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ
قبل العتق او لا لان حق اولیاء الجنایۃ لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اس سے جنایات متعددہ
سادر ہو چکے تو سوائے ایک قیمت کے کچھ لازم نہ ہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام
کی ذات سے متعلق نہیں پس مالک آزاد کرنے سے انکے حق کا ضایع کرنے والا نہ ہوگا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہی حکم مذکور میں
یعنے مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجنایۃ توجب المال لم یجز اقرارہ لانہ اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانہ
یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہو تو اسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہی
مولیٰ کے ضرر پر بخلاف اسکے جبکہ اسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب مارا جاویگا ولو جنی المدبر خطاء فمات لم تسقط
قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطاء کے پھر وہ مرگیا تو اسکی قیمت اسکے مالک سے ساقط نہ ہوگی ولو قتل المدبر مولاہ خطاء سعی فی قیمتہ اور اگر
مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطاء کے قتل کیا تو کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنے محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعاہ
فی قیمتہ ثم قتلہ ودرر اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اسکو قتل کر ڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کروا دے اسکی قیمت
حاصل کرلے میں پھر حصول قیمت کے بعد اسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب القن وغیرہ یہ فصل مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہی قطع ید عبدہ فغصبہ
رجل وسری فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی
زخم سے مرگیا تو غاصب تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ وہو فی ید غاصب فمات منہ برئ الغاصب لصیرورتہ متلفا فیصیر مستردا
اور اگر مالک نے غلام کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہی سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے
بسبب ہو جانے مالک کے تلف کرنے والا تو مالک پھیر لینے والا ٹھہرا ویگا غصب عبد محجور مثلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مواخذ بافعالہ

لا یاتی لہ الا بعد عتقہ غلام غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اسکے قبضہ میں مر گیا سو وہ تاوان دیگا اسکی قیمت کا اسواسطے
کہ غیر ماذون اپنے افعال میں ماخوذ ہوتا اپنے اقوال میں مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال میں بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فرد فجنی عند سیدہ او عکسہ
ضمن السید قیمتہ لہما نصفین مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت
کی تو مالک اسکی قیمت کا تاوان دے دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصفا نصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور نصف باقی دوسرے کے
وارث کو ورجع المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب ودفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاول لان حقہ لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک
کی نصف قیمت پھیر لے غاصب سے اور مولے وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسلیے کہ اسکا حق واجب نہوا تھا مگر اس حال میں کہ مزاحم موجود تھا ھم
لطحاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت میں تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم
اور منازع اسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ میں آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اسکو لیگا
تا کہ اسکا حق پورا ہو جاوے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنی مقتول
اول کے وارث کا حق اسوقت واجب ہوا تھا جبکہ اسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولی علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر
دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے پھیرے اسواسطے کہ ولی سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس تھا وبعکسہ بان جنی عند مولاہ ثم عند غاصبہ
لا یرجع المولی علی الغاصب ہو ثانیا لان الجنایۃ الاولی کانت فی ید مالکہ اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنی مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی [illegible]
غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی
الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ ہنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ کما مر اور غلام خالص دونوں صورت میں یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت
واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوا اسکے کہ مالک یہاں خود غلام کو دیگا اور وہاں یعنی جنایت مدبر میں قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا
مدبر جنی عند غاصبہ فرد فغصبہ ثانیا فجنی عندہ کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عندہ ودفع المولی نصفہا
ای القیمۃ الماخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاول ورجع المولی بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اسنے مالک کو
پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور
مالک قیمت پھیرے غاصب سے اسلیے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور مولے نصف قیمت ماخوذ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار
دے اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے پھیرے وام الولد فی کلہا کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتوں میں مدبر کے مانند ہے غصب رجل صبیا حرا
لا یعبر عن نفسہ والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات فی یدہ فجاءۃ او بحمی لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا
غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مر گیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اسکے ولی کے
لم یعنی غصب کے معنی مجازی یہاں مراد ہیں اسلیے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام میں ممکن ہے
مختلف باختلاف الاماکن نہیں ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب استحسانا لتسببہ بنقلہ لمکان الصواعق والحیات
حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا تسبیبا ہدایۃ وغیرہا اگر صغیر مذکور مر گیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ
کے کاٹنے سے تو اسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب ہوا ہے بجلیوں یا سانپوں کے مکان کی طرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو
اس مکان میں لے گیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق ہوتے ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اسمین بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے سے کذا فی الہدایۃ

وغیرہا فمات وہٰذا ہو الاصل الخ الکبیر وہذا الا ان یکون تعدیا ان مقیدا ولم یمکنہ التحرز عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لا لانہ متسبب و محکم صغیر کبیر
مقید ہو سانپ وغیرہ میں کہتا ہوں باقی رہگئی ایک صورت کہ اگر آزاد و بالغ کو کوئی شخص ان مکانات کی طرف لیگیا زبردستی اگر مقید کرکے اسطرح لیگیا کہ اسکو بچنا ممکن
نہیں تو قاتل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اسکو مانع نہ ہو اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا ہے تو صغیر کا حکم کبیر
مقید کے ہے مذکور ہے کذا فی العنایۃ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ حبس الغاصب حتی یجیٔ بہ او یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت
الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردہا او تموت خلاصۃ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا انکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اسکو لیکر آوے یا اسکی
موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایک شخص کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین میں جدائی پڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں ہے تو
وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ اسکو پھیر لاوے یا عورت مرجاوے یعنے اسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخلاصۃ امر ختان الصبی ففعل الختان فقطع الحشفۃ ومات فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان
الاجیر وفی معایاۃ الوہبانیۃ مسئلۃ ومن ذا الذی ان مات تجب فیہ علیہ او الامات بالموت اشطر فتنہ کرنیوالے کو حکم کیا کہ صغیر کا ختنہ کرے سو اسنے ختنہ کیا
تو اسکی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنیوالے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ ضمان اجیر کے
باب میں سابق مذکور ہوچکا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون شخص ہے اگر اسکا مجنی مرے تو اسپر وہ واجب ہے جو نہ مرے تو اسکا واجب ہو
موت سے یعنے اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنے والا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے کمن حمل صبیا
علی دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ولم یکن منہ تسییر فمات کان علی عاقلتہ من حملہ ای حمل الصبی کان الصبی من کبر شئہ اولا یکبر
دیتہ کما فی الخانیۃ جیسے اس شخص کے جسنے صغیر کو جانور پر چڑھا دیا اور کہا جانور کو تھامے رکھو میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور اسنے جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مرگیا تو چڑھانے والے کی
عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہوگی خواہ صغیر ایسا ہو کہ سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ میں ہے کصبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع
ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ خانیۃ اس صغیر کے جسکے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اسنے اسکو قتل کیا یعنے صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا
ضامن ہوگا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس بماذون لہ فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے
پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدون اسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھالیا تو اسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام
پر مسلط کردیا اور ابو یوسف و شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبد محجور مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابو یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر غلام محجور کے پاس
مال ودیعت رکھا گیا سو اسنے اسکو تلف کیا تو اسکا تاوان دیگا آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا الخلاف لو اعیر او اقترض فہلک
اور اسی طرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دی گئی یا قرض دیا گیا پس صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہیں بالغ
ہونیکے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا فی العمادی ولو کان ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر صغیر
یا قرض لینے والا ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگا کما لو استہلک الصبی مال الغیر بلا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو
اسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیۃ عن التبیین و مسکین علی خلاف ما فی
الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور تمام مذکورہ صورتیں ہیں جبکہ صغیر عاقل و فہمیدہ ہو اور اگر عاقل نہو تو اسپر ضمان لازم نہیں ہے بالاتفاق اسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ میں
زیلعی اور مسکین سے منقول ہے بخلاف ملتقی اور ہدایہ و زیلعی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کے واسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط میں
اہل مذہب کے دو طریقے ہیں

باب القسامۃ

باب ہے قسامہ کے مسائل میں قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے اہل لغت کا بعضون نے کہا مصدر ہے مانند قسم کے اور بعضون نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحطاوی ہی

بمعنی القسم وهو الیمین یعنی قسامہ لغت عرب میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقا یعنی خواہ ایک ہی دفعہ قسم کھاوے یا زیادہ وشرعا الیمین باللہ تعالی بسبب

مخصوص وعدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیأتی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالی کے نام کے سبب مخصوص اور عدد مخصوص کی جہت سے مخصوص

شخص پر بنا پر وجہ مخصوص کے اور بیان اس کا عنقریب آتا ہے ... پچاس آدمیون کے پچاس قسمیں ہیں اور قسامہ کا سبب ہے مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا اس کے متصل [illegible] قاتل

معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو ... قتل کا اثر موجود ہو اور رکن اس کا یہ ہے کہ ... واللہ ... نے

اسکو نہیں قتل کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے ... اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحطاوی

شرح ... یہ ہے کہ قسامہ کی ... حکمت ہے کہ خونریزی کو لوگ ... قتل کی تہمت لگی ہو وہ قسم سے

[illegible]

وجد میت بہ جرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنہ او عینہ وجد فی محلۃ او وجد بدنہ او اکثرہ من

... یا اس کی ناک یا کان سے خون نکلا ہو یا اس کا نشان ہے یا خون کا بہنا ہے ... کان یا آنکھ سے ... ایک محلہ میں پایا گیا یا اس کا بدن یا اکثر بدن

کسی طرف سے یعنی سر کی طرف سے یا پاؤن کی جانب سے پایا گیا ... مذکور ... بن ... الطحطاوی ...

مقتول پایا جاوے تو ... قسامہ ثابت ہے اور ... دیت ... الطحطاوی

فی البدن ... اور نصف اگرچہ بدن میں ... لیکن اکثر بدن ...

تمام بدن ... اگر نصف بدن ... کسی پایا جاوے اگرچہ نصف ... مقتول میں ... قسامہ ...

نصف بدن قسامہ ہوتا تو ایک شخص میں دو بار قسم کھانے کی نوبت پہنچتی ... اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسرے ... ولیہ القتل علی اہل ... اسے

کان ... وسقط القسامۃ اور دیت مذکورہ کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہو گا تو وہ صاحب ... قسامہ ... ادعی ولیہ القتل علی اہل ...

المحلۃ کلہم او ادعی علی بعضہم حلف خمسون رجلا منہم اور اس میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلہ والون پر یا دعوی کرے ... شرط ...

پچاس مرد قسم کھا دین ... باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا ... کل منہم باللہ ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا ... پچاس مردون کو وارث مقتول

کا اختیار کرے کہ قسم خدا کی ہمنے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اس طرح کہ ہر مرد ... قسم کھا وے کہ واللہ میں نے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں

ہم ہر شخص بصیغہ واحد قسم کھاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اسکو قتل کیا ہو تو صیغہ جمع میں وہ سچا ٹھہریگا ... اسکو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا

اگر ... مارا ہوگا تو بھی بصیغہ واحد ہے ہر شخص قاتل ٹھہریگا لا یحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثمہ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اہل المحلۃ قتلوہ ...

یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ ویقضی مالک بالقود لو الدعوی بالعمد ... قسم کھاوے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہان لوث ہو ... اور اشتباہ ہو تو وارثون

سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اسکو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو ... لوث ... قتل کی علامت

شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکھتے ہون یا ایک شاہد عادل یا چند شخصون غیر عدول گواہی دیتے ہون کہ محلہ

والون نے اسکو قتل کیا ہو اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری ... کیا صورت

ہے سو یہودیون نے لکھا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت کرو تو رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لکھا کہ خدا نے مجھکو بتایا کہ تم میں سے پچاس مردون کو اختیار کرون سو وہ خدا کی قسم کھا دین کہ ہمنے اسکو قتل نہیں کیا اور

زید ایک قاتل کو جانتے ہیں پھر قسم اسکا خون بہا اور اگر دو تو دو دیت دیں گے کہ ایک کے قتیل ہم لوگوں میں ناموس یعنے وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی عینی نے شرح
ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ حدیث صحاح ستہ میں بطرق موجود
ہے صحیح مسلم میں تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی
کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہی **ثم قضی علی اہلہا بالدیۃ لا علی اہل ان وقعت الدعوی بقتل عمد**
وان وقعت الدعوی بخطاء فندی ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والحسامیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان
ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اہل المحلۃ والدیۃ علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلث سنین شرنبلالیۃ پھر اہل محلہ
کی قسم کے بعد انپر دیت کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوے
واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عاقلہ یعنے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا یہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور حسامیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ
ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور انکے مددگاروں پر دیت ہے یعنے تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں لیجاویگی کذا فی الشرنبلالیۃ **ولم**
یتم العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں پچاس مرد کا شمار پورا نہوا تو مکرر قسم لیجاویگی تاکہ پچاس قسمیں پوری ہوجاویں
وان تم العدد واراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لیجاویگی **ومن نکل منہم حبس حتی**
یحلف علی الوجہ المذکور ہذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطاء فیقضی بالدیۃ علی عاقلتہم ولا یحبسون ابن کمال معزیا للخانیۃ اور جو شخص ان میں سے
قسم نہ کھاوے تو قید کیا جاوے جب تک کہ قسم کھاوے اسطرح پر جو بیان مذکور ہوا یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل خطا میں انکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا
اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے **ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ**
اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اسکا اقرار قبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اسکی تصدیق کی تو اہل محلہ
سے قسم لینا ساقط ہوگیا **ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامراۃ وعبد** اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے
لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر **ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ** لانہ لیس بقتیل اذ القتیل عرفا
ہو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانما تثبت حقیقۃ القتل والغرامۃ تتبع فعل العبد اور قسامہ ہے نہ دیت اس میت میں جس میں قتل و ضرب کا کچھ نشان نہیں اسلیے
کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے بندہ کے فعل کے
او یسیل دم من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منہا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک
یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانات سے عادت میں بدون فعل انسان کے بخلاف کان اور آنکھ کے **او نصف مشقی طولا و لا**
قسامۃ فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو معہ الراس لما مر یا اسکے نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑا گیا یا
نصف سے کمتر میں بھی قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو دلیل گذشتہ ہم یعنے مذکور ہوچکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں **او علی رقبتہ** ای المیت **حیۃ**
ملتویۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیۃ یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہو تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب مرگیا ہے کذا فی البزازیۃ
وتمامہ فی حاشیۃ الکبیر ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ وفی الظہیریۃ بخلافہ اور جسکی پیدایش پوری ہوچکی ہو ایسا آدمی کے پیٹ سے گرا ہوا مردہ
بچہ پیٹ سے گرا پایا گیا جس میں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اسکے مخالف ہے یعنے اسمیں قسامہ اور دیت نہیں **فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم**
کان ابراءً منہم لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ انکی طرف سے ابرا ہے محلے والوں کے واسطے

اور قسامہ اُنکے دیتے ساقط ہو گیا فان ادعے الولی علی معین منہم الاسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا
تو اُنسے قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہو جاتا ہے ہم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ
معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کما فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا
یا سوار ہے تو اُسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اُسکے قبض و تصرف میں ہے تو گویا اُسکے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا
سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم تکن ملکا لہم عملا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا
علی السائق الا اذا کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور میں سائق اور قائد اور راکب تینوں جمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ
جانور انکا مملوک نہو بنا بر انکے قبض و تصرف کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضوں نے
کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ میں وان لم یکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل
المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والوں پر ہے جس محلے میں مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ
علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما
اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گاؤں میں یا دو قوموں کے
درمیان تو جو انمیں نزدیک تر ہوگا اُسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اُس مقتول میں جو دو گاؤں
کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گاؤں کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا
اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہیں ہے کذا فی القہستانی ثم قرب کا اعتبار اسوقت
ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ میں یوں صحیح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل نہ ہو دوسرے
گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین کا مالک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہیں تو نزدیک تر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں
زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت منہم کذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی اذا کان
بحیث یسمعون صوتہ لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ انکی آواز سن پڑتی ہو
اسی طرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے
کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہوں اسواسطے کہ سماعت آواز کی وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہونگے ہم طحطاوی نے
کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گاؤں تک پہونچے گی والا بان کان
فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ
اسکی آواز نہیں جاتی ہو تو اہل قریہ کو اسکی مددگاری لازم نہیں تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جاینگے ہم یعنی قسامہ اور
دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انھوں نے مدد نہ کی تو گویا وہی اسکے قاتل ٹھہرے لہذا انپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا
کہ اسکی آواز گاؤں تک نہیں پہونچ سکتی تو وہ عدم نصرت میں معذور ہیں تو انکی تقصیر ثابت نہوئی تو خونبہا بھی انپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل
فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا او موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا
للولوالجیۃ والبزازیۃ قلت وسیجیء التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا مالک فیہ لاحد لا یداور اعانۃ گی

اس مکان والوں کے حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا انکے مالکوں پر اور دیت واجب ہوگی انکے مددگاروں پر اسی طرح اگر وہ مکان
معین لوگوں پر وقف ہوگا تو مستحقوں پر قسامہ ہے اور دیت انکے مددگاروں پر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنے تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں وہبانیہ
اور بزازیہ سے نقل کیا ہے میں کہتا ہوں اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن میں اور درر وغیرہ کی پیروی سے تو اس وقت قریب مکان کا کچھ اعتبار نہیں مگر جبکہ مقتول اس
مکان مباح میں پایا جاوے جو کسی کی ملک ہو نہ قبضہ اور تصرف میں محیط سرخسی میں ہے کہ جب مقتول بیابان میں ہو تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک
اور اسکی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہیں تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی شہر سے تو انپر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سنی جاتی ہو تو اگر اس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ
ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اسکی بیت المال سے دیجاوے اور اگر اہل اسلام کو وہاں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا تو اسکا خون رائگان ہے اور اسی طرح کا حکم ہے
اگر بیابان میں مقتول پایا جاوے اور اسکی قرب میں آبادی نہو کذا فی الطحطاوی عن الملتقط والاعتبار فی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو
تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولایۃ والید تخصیص ... فلو لجماعۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد اور
ولایت اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت میں کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہو تو اس مکان کے مقتول کا
کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع لکن سیجیء وجوبہا فی بیت المال فتامل لکن وجوب دیت کا بیت المال میں عنقریب آویگا سو تامل کرو طحطاوی نے
کہا کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہیں والمراد بالید ایضا الید المستحقۃ واما الاراضی التی لہا مالک اخذ ید ملا
دال ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہ بھی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا قبضہ
مراد ہے اور جن زمینوں کے مالک ہیں پر حاکم نے زبردستی انکو چھین لیا ہے تو لائق یہی ہے کہ انکے اندر مقتول کا خون رائیگان ہو اسواسطے کہ غاصب
پر دیت نہیں ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ
فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہم الغوث کذا فی الوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضہ
میں ہو تو دیت واجب ہے بیت المال میں اسوجہ سے جو ہمنے ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح ہے کہ وہاں سے آواز سنی جاتی ہو تو فریاد رسی واجب ہوگی کذا فی الوالجیۃ
محیط سرخسی سے نقل ہو چکا ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہاں سے آواز مسموع نہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلاوجہ ہے کذا فی الطحطاوی
وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من اہل القریۃ فہی علیہ ای علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ
لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فہذا صریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہا لاربابہا ... فتنبہ
اور والوالجیہ میں ہے اور اگر مقتول پایا جاوے ایک مرد کی اس زمین میں جو ایک گاؤن کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اس گاؤن کا رہنے والا نہیں ہے تو دیت
اسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی میں کہتا ہوں تو یہ روایت صریح ہے اس میں کہ قرب مکان اسی
صورت میں معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاوے زمین مباح میں نہ مملوک اور موقوف میں اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی انکے لوگوں پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن
میں آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا دخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف رحمہ اللہ تعالی اور اگر
مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر میں تو اسپر قسامہ ہے اور اگر انکے مددگار موجود ہیں تو وہ بھی قسامہ میں داخل ہونگے بخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی
والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہا لہ بالحجۃ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اس آدمی کے مددگاروں پر ہے اگر ثابت ہوا حجت سے کہ وہ گھر اسکا
ہے اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اسکے مددگار نہیں ہیں تو اسی آدمی پر دیت واجب ہے حجت سے مراد گواہ ہیں یا مددگاروں کا اقرار وہی ای الدیۃ والقسامۃ علی
اہل الخطۃ الذین خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہیں جنکو امام نے خط کھینچ کر ملکیت کا ابتداء

فتح اسلام میں اگرچہ ان میں سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو (خطہ بالکسر عبارت ہے مکان مخطوطہ سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئے زمین کے جبکہ امام نے
شہر فتح کیا اور اسکو غانمون میں بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھ دیا تاکہ انکے حصے جدے جدے ہو جاویں کذا فی العینی) دون السکان والمشترین وقال ابو یوسف کلہم مشترکون
وہان کے رہنے والے اور خریدارون پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فان باع کلہم فعلی المشترین بالاجماع
پھر اگر وہان کے سب مالکون نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریدارون پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعضہم اکثر
... والرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہے درمیان ایک قوم کے بعضون کا حصہ زیادہ ہے تو قسامہ اور دیت آدمیون کے شمار پر
ہے شفعہ کے مانند ہے مثلا ایک شخص کا حصہ آدھا ہے اور دوسرے کا دسوان اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت انکے عاقلہ پر تین تہائی برابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور
کثیر مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہے کذا فی الطحطاوی وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا القتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیع ہو گیا اور ہنوز
مشتری کے قبضہ میں نہیں آیا کہ اسمیں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید فانما اور بیع شرط
خیار میں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہے بخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلۃ حتی یشہد الشہود انہا
الدار لذی الید ... القتیل الذی الید وہو القتیل کما سیجیء اور عاقلہ یعنے مددگارون پر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی نہ دین اسکی کہ جس گھر میں مقتول
ہو وہ بعض ورثہ صرف شخص کا ہے اگرچہ قابض بھی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنے اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اسکی عاقلہ پر دیت لازم نہوگی جبتک گواہ یہ
نہ دین کہ ذی الید کی ملک ثابت ہوگی ولا تکفی مجرد الید حتی لو کان بہ علم تدعا قلۃ ... درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کے واسطے فقط قبض بلا ثبوت ملک بدون شہادت
کے کافی نہ ہوگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اوسیکا بعض مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر معللا
بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ یعنے صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے علت بیان کرکے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثون پر وارثون کے واسطے
ممکن نہیں ہے مقتول کا گھر تھا اور قتل کی حالت میں وارثون کا ملک ہو گیا اور وارثون کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہیں جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تا وارثون پر
تخفیف ہو تو اگر مددگارون پر دیت واجب ہو اور وارثون کو ملی تو گویا وارثون کا ضرر ہوا وارثون کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب درر نے
یہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا یہ مذہب ہے کہ وارثون کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہ مسئلہ
متن اور شرح میں آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثۃ یتحملون فیکون الایجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہئے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے
ہین تو ایجاب دیت کا وارثون پر ہوتا ہے میت کے نفع کے واسطے نہ وارثون کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضون نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت
وقد یقال لما کان ہو لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوۃ الشبہۃ فتامل میں کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے
سوائے اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ علی
من فیہا من الرکاب والملاحین اتفاقا لانہ فی ایدیہم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناو میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگون پر ہے جو ناو کے اندر
سوار ہیں اور ملاحون پر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی انکے قبضہ میں جانور کے مانند ہے ہم وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناو کے کھینچنے والے سب
برابر ہیں وکذا العجلۃ حکمہا کالفلک اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنے اسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارون پر ہے وفی
مسجد محلۃ وشارعہا الخاص باہلہا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ ملا خسرو واقرہ المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول پایا گیا
محلہ کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جس میں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہوں چنانچہ
ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر میں مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے

ہم ما خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہیں جیسا کہ شارح سمجھا ہے اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنے راہ کی دو قسمین بیان کین اسطرح کہ راہ دو قسم ہے ایک تو شارع
محلہ جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہوں اور کاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آ جاتے ہوں اور دوسرا شارع عام جسمین ہر طرح کے لوگ برابر ہوں جیسے بازاروں کی
راہین اور خارج شہر کی راہین انتہی تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہیں قرار دیا ہے ابن کمال کے مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہے کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز
ہے شارع عام سے یعنے شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہے اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہے مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز
پڑھتے ہوں تو وہاں قسامۃ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہے اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی و سوق مملوک
علی الملاک وعند ابی یوسف علی السکان ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اسکے مالکون پر قسامۃ اور دیت ہے اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون
پر واجب ہے کذا فی الملتقی وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم ہو النافذ والسجن والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامۃ المسلمین لا لواحد
منہم ولا لجماعۃ یحصون لا قسامۃ ولا دیۃ علی احد ابن کمال وانما الدیۃ فی بیت المال لان الغرم بالغنم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک
مین اور شارع اعظم یعنے شاہراہ کشادہ مین اور قیدخانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اس مکان مین جس مین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہو نہ ایک مسلمان کا
مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامہ نہیں اور نہ کسی پر دیت ہے کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہے اسواسطے کہ
تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے یعنے چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور محبس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی انہین پر ہوگا یعنے مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال
سے جو سب مسلمانون کے واسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنے خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہے تو سب مسلمان اسمین شریک ہین
سو خدا کی لعنت ان ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اسکے مستحقون کو محروم رکھتے ہین ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال
ان کان نائیا ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منہا فعلی اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسامۃ لانہ محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فتکون القسامۃ
والدیۃ علی اہل المحلۃ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط
مذکورہ یہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون انکے تو جو وہان سے قریب تر محلہ ہوگا اسپر دیت اور قسامہ
واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من یسکنہا فی اللیالی
اور اسی طرح کا حکم ہے بازار بعید مین جبکہ لوگ اسمین رات کو رہتے ہون یعنے دن کی سکونت کا اعتبار نہین اوکان لاحد فیہا دار مملوکۃ فتکون القسامۃ والدیۃ علیہ
لانہ یلزمہ صیانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ موجب التقصیر کما فی العنایۃ معزیا للنہایۃ قلت وبہ افتی المرحوم ابو السعود
مفتی الروم واعتمدہ المصنف وان خالف المتون لانہ مصرح بہ فی غالب الفتاوی والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس بازار بعید مین گھر ہو
مملوک تو قسامہ اور دیت اسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اسکو حفاظت اس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اسپر تقصیر کا
موجب یعنے قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ مین ہے نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسی کا یعنے وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات
پر کذا فی الطحطاوی متن المصنف فتوی دیا ہے مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہے اس متن مین اگرچہ متون فقہ کے
وجوب اقرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہے اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولیس ہدر لو وجد فی
بریۃ و فی وسط الفرات اذا کان یمر بہ الماء لا محتبسا کما سیجی اذ لا ید لاحد وقیل اذا کان موضع انبعاث مائہ فی دار الاسلام تجب الدیۃ
فی بیت المال لانہ فی ایدی المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائگان ہے اگر مقتول پایا جاوے جنگل مین اور دریاے فرات کے
درمیان مین بشرطیکہ مقتول کو پانی بہاتا ہو لا محتبس اسکی تفسیر عنقریب آگے مذکور ہوگی اسواسطے خون رائگان ہوا کہ وہان کسی کا تصرف نہین

اور قول مصنف یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دارالاسلام مین ہو تو دیت اسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلیے کہ دارالاسلام مسلمانون کے قبضے مین ہے کذا
ذکرہ ابن کمال ہم فرات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہین ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ وفی نہر صغیر ہو یا یستحق
بہ الشفعۃ علی اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اسکے مقتول مین اس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب
ہوگا انکی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر مین ہے جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا جسکے لوگ معین ہون کذا فی الطحطاوی
ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کا مر وجبتا او کانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب
علی المالک او ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور
اگر آبادی یا جنگل قریب ہو گانون سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت
واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا قرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ہم عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل ہوا
اکثر خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل مین جیسے ہندوستان مین کنجر کی قوم ولو محتبسا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی
علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی واقرہ المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض
والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب مکان
ہوگا دیہات یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف
نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والون کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک پہونچتی نہو گی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا
چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علیہ اولئک او یدعی
علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیء ولا علیہ اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق ویبرئ اہل المحلۃ لان قولہ
حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی
انکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انہین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اس قوم
پر تا وقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہوگئے اسواسطے
کہ وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین وحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت
ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم کھائی ہے اہل قسامہ سے اسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یون قسم کھائے
کہ خدا کی قسم ہے مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون سوائے زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح
نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما او بقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے
حق مین باطل ہے بخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہے تہمت کے سبب سے یعنی ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ
محلے والون کے سوائے اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو گواہی باطل ہے امام کے نزدیک
تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالین تو وہ متہم
ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف رحمہ
اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہے بخلاف

ابو یوسف کے کہ قسامہ اور دیت نہیں اسپر فلو معہ جریح بہ رمق فحملہ آخر الی اہلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف رح وفی قیاس قول ابی حنیفۃ رح
یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سو اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا سو وہان ایک مدت رہا پھر مرگیا تو اٹھانیوالا ضامن
نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس مین ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنے اسواسطے کہ اسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلہ مین
موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان الانسان لا یقتل نفسہ فیہ عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد
اور بدون تیسرے شخص کے دو مردون مین ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضامن ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو
آپ قتل نہین کرتا ہے بخلاف محمد رح کے یعنے انکے نزدیک ضمان نہین اس احتمال سے کہ شاید اسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو وفی قتیل قریۃ لامرأۃ کرر الحلف علیہا و
تدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گاؤن کے مقتول مین عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنے پچاس بار اور عورت کے
مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگارون پر قسم بھی لازم ہوگی یعنے اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہین حنفیہ کے ائمہ
اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہوسکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ
فی ہذہ المسألۃ کذا فی الملتقی وہو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہاء نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت مین اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی
اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت مین اسلئے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہیگی تنہا مین کہتا
اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت مین کسی صورت مین داخل نہین سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی ولو وجد قتیل فی دار نفسہ فالدیۃ
علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ رح وعندہما وزفر لا شئ فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ ملا خسرو وتبعہا لما رجحہ صدر الشریعۃ وتبعہما
المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر مین تو اسکے وارثون کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول کو
مین کچھ نہین ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر مین اس قول کا تابع ہوکر جسکی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو
اور صدر الشریعۃ دونون کا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لہما ان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا ولہ ان القسامۃ
انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار لورثتہ فدیتہ علی عاقلتہم اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یون کہا ہے کہ
صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف مین تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اسکا رائگان
ہوگا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت مین گھر وارثون کا ہوگیا تو دیت مقتول کی وارثون کے
عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یتحملون ما یجب علی الورثۃ تخفیفا لہم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی تقضی
منہ دیونہ وتنفذ وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ یون
نہ کہا جائیگا کہ عاقلہ تو اسی مال کے متحمل ہوتے ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثون پر تخفیف ہو اور ممکن نہین وارثون پر واجب کرنا وارثون کے فائدے
کے واسطے اسلئے کہ اس سوال کا یون جواب دیا جاویگا کہ یہان ایجاب مال کا وارثون کے لئے نہین بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا اینکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیجاوینگے اور اسکی وصیتین اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال مین اور وہ صغیر اور مدہوش کی مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو
قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تخبر دار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفۃ او دار
کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ الیہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر مین جو معین لوگون پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگون پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انہین لوگون پر ہے وان کانت الارض او الدار

موقوفۃ علی المسجد فھو کما لو وجد فیہ ای فی المسجد زیلعی و درر و سراجیہ وغیرہا وقد قدمناہ اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے
اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا مین ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہے ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اسکا حکم مسجد محلہ کے
مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقیید بکون الارباب الموقوف علیہم معلومین لیخرج غیر المعلومین کما لو کان
وقفا علی الفقراء والمساکین فان الظاہر ان الدیۃ تکون فی بیت المال لانہ حینئذ تکون من جملۃ ما اعد لمصالح المسلمین فاشبہ الجامع
قالہ المصنف بحثا میں کہتا ہون اور موقوف علیہم لوگون مین معین ہونیکی قید اسواسطے لگائی تا کہ غیر معین لوگون پر جو وقف ہے نکل جاوے چنانچہ فقیرون
اور غریبون محتاجون پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہان کے مقتول کی دیت بیت المال مین ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت مین ہوگا منجملہ ان اشیاء کے
جو مصالح مسلمین کے واسطے مہیا ہین تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا یعنے اور جامع مسجد کی دیت بیت المال مین ہوگی تو اسکی بھی بیت المال سے ہوگی ایسا کہا ہے
مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے نہ روایت کے طریق سے ولو وجد فی معسکر فی فلاۃ غیر مملوکۃ ففی الخیمۃ والفسطاط علی من یسکنہا
اور اگر مقتول پایا گیا اس لشکرگاہ مین جو بیابان غیر مملوک مین واقع ہے تو اگر خیمہ اور پال مین مقتول ہے تو اسکے رہنے والون پر قسامہ اور دیت ہے وفی خارجہا
ای الخیمۃ والفسطاط ان کانوا قبائل فعلی قبیلۃ وجد القتیل فیہا اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے
قوم قوم ہون تو جس قوم مین مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بین القبیلتین کان حکمہ کما مر بین القریتین اور اگر دو قوم کے
درمیان پایا گیا تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا درمیان دو گانون کا حکم مذکور ہو چکا یعنے جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونون
برابر ہین تو دونون پر واجب ہے ولو نزلوا جملۃ مختلطین فعلی کل العسکر اور اگر لشکری لوگ ملے جلے متفرق اترے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو کانوا
قاتلوا عدوا فلا قسامۃ ولا دیۃ ملتقی اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑتے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت کذا فی الملتقی ولو کانت
الارض التی نزل فیہا العسکر مملوکۃ فعلی المالک بالاجماع لانہم سکان ولا یزاحمون المالک فی القسامۃ والدیۃ درر لکن فی الملتقی خلافا
لابی یوسف فتنبہ اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اترا مملوک ہو تو اسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان کے
ساکن ہین مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت مین کذا فی الدرر لیکن ملتقی مین خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنے صاحب درر کا متفق علیہ
کہنا صحیح نہین فتنبہ ولو وجد فی قریۃ لایتام لم یکن علی الایتام قسامۃ وہی علی عاقلتہم لانہم لیسوا من اہل الیمین ملتقی ہے اور اگر
مقتول پایا گیا یتیمون کے گانون مین تو یتیمون پر قسامہ نہین اور وہ یعنے قسامہ ہے انکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہین وان کان فیہم مدرک
فعلیہ لانہ من اہل الیمین ولوالجیۃ اور اگر یتیمون مین کوئی بالغ ہو تو اسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانیکی لیاقت رکھتا ہے کذا فی الولوالجیۃ فروع مسائل ملحقۃ
شارح کے لو وجد فی دار صبی او معتوہ فعلی عاقلتہما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر مین تو انکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہے ولو فی دار ذمی حلف
خمسین یمینا ودی من مالہ ولو تعاقلوا فعلی عاقلتہ اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر مین تو پچاس قسمین کھاوے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر ذمیون کے
عاقلہ ہوتے ہون تو دونون یعنے یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی ہم یہودی یون قسم کھاوے (کہ اس خدا کی قسم ہے جسنے توریت اتاری) مین نے اسکو
نہین مارا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون اور نصرانی قسم خدا کی کھاوے جسنے انجیل اتاری کذا فی الطحاوی ولو مر رجل فی محلۃ فاصابہ سہم او حجر ولم یدر من این
او مات منہ فعلی اہل المحلۃ القسامۃ والدیۃ سراجیہ اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ مین سو اسکو تیر لگا یا پتھر اور اسکو معلوم نہین کہ کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا فی السراجیہ وفی الخانیۃ وجد بہیمۃ او دابۃ مقتولۃ فلا شئ فیہا اور خانیہ مین ہے کہ چوپایا پایا جاوے مقتول
پایا تو اسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین وان وجد مکاتب او مدبر او ام ولد قتیلا فی محلۃ فالقسامۃ والقیمۃ علی

ہو الظہیر نے لکھا ہے اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پائے محلہ میں تو اس صورت میں ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاہ فدمہ ہدر الا ان یکون مدیونا فقیمتہ علی مولاہ لغرماءہ حالۃ والا مکاتبا فقیمتہ علی مولاہ مؤجلۃ اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو خون اسکا رائگان ہوگا مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اسکے قرض دینے والوں کے لیے اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں جو مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جائے اور اسکی آزادی کا حکم کیا جائے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اسکے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریہ ولو وجد المولی قتیلا فی دار ماذونہ مدیونا او لا فدیتہ علی عاقلۃ المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون کی تجارت کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیہ او امہ او المراۃ فی دار زوجہا فالقسامۃ والدیۃ علی العاقلۃ ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے شوہر کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہیں واللہ اعلم ونستغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہی احکام معاقل کے بیان میں ہے معاقل بفتح قاف و کسر قاف جمع معقلہ بضم قاف و سکون عین و فتح قاف یعنی دیت جمع ہے معقلہ کی بفتح میم و سکون عین و ضم قاف ہے معقلہ یعنی بضم اسکی جمع معاقل ہے و ہی الدیۃ و تسمی عقلا لانہا تعقل الدماء من ان تسفک ای تمسکہا ومنہ العقل لانہ یمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین و سکون قاف بھی کہتے ہیں یعنی اسواسطے کہ عقل یعنی منع ہے اور دیت خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے یا یعنی بالکسر خردمندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے پس یہ معاقل سے دیت مراد ہوئی حالانکہ کتاب الدیات میں ذکر ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ انکا ذکر ہے جن پر دیت واجب ہے جنکو عاقلہ کہتے ہیں تو چاہیے کہ کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا تو اس ہو چنانچہ صاحب بدائع نے کتاب العواقل کہا ہے بعنوان اسکا یوں ہوا ہے وہ یا یہ کہ کلام میں مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحاوی مختصرا والعاقلۃ اہل الدیوان وہم العسکر و عند الشافعی اہل العشیرۃ وہم العصبات اور عاقلہ یعنی جن پر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں اور دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن میں اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار چونکہ انسان کی جان محترم ہے پس وہ ہر گز باطل اور رائگان نہیں ہو سکتی اور قاتل خطا پر دیت یا بدلا واجب ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اس سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اسپر واجب کیجیے تو وہ نیست و نابود ہو جاوے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہیں کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنے انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ یہی سبب ہیں اسکی بیباکی اور تعدی کے تو انکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو انھوں نے کیوں محفوظ نرکھا پس یہ احتیاطی سے تو انھیں پر دیت کا ڈالنا اولے اور مناسب ہوا یعنی تشریح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے کہ اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا جواب دینگے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا انصار و حمایت اہل نسب پر دیت نہیں اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے لکن ہو ہم اہل لشکر عاقلہ ہیں اسکے جو انہیں سے ہے یعنی سپاہی لشکر کے نہر قاتل کے یعنی ہم سلسلے اور جب انہیں میں قاتل ہوگا انھیں پر دیت واجب

ہوگی فتجب علیہم کل دیۃ وجبت بنفس القتل حتی ما تجب بالصلح او بشبہۃ کقتل الاب ابنہ عمدا فانہ تجب فی مالہ کما مر فی الجنایات سو اہل لشکر پر واجب ہوگی
ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی یعنی نفس قتل کی وجہ سے وہ قتل نکلا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہہ کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے
کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں ہم نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجری خطا میں جیسا کہ
اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاہم او من ارزاقہم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال
بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاہرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل لصبرہ وعناہ فی امر الدین سو دیت لیجائیگی اہل لشکر کے
عطا سے یا انکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا
وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اسکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء
وکذا ما یجب فی مال القاتل عمدا بان قتل الاب ابنہ عمدا یجب فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی تجب حالا اہل لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجائیگی تین سال میں
قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنی جبکہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہو قاتل کے
کے مال میں اس طرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی ہم قضا کے بعد تین عطا قبل کی
سے دیت لیجاویگی اور اگر تین سال کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا
تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا کذا فی الظہیریۃ فان خرجت العطایا فی اکثر من ثلث سنین او اقل توخذ منہ بحصول المقصود کذا
اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لیجاویگی بوجہ حاصل ہونے کے مقصود یعنی اگر تین سال آیندہ کی عطا ایک ہی سال میں نکلیں تو تمام
دیت اس سے لیجاویگی کذا فی الکافی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اسلیے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اس سے لیا جاوے تو اسکو
تکلیف و حرج ہوگا بخلاف عطا کے کذا فی المحیط وان لم یکن القاتل من اہل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ وکل من یتناصر ہو بہم کذا فی التبیین اور اگر قاتل لشکری
نہیں ہے تو اسکا عاقلہ اسکا قبیلہ اور اسکے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی التبیین ہم قبیلہ و تفسیر کی عبارت ہے عصبات نسبیہ
سے یعنی نسب سے جدی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ اس طرح پر ہوں کہ جب
کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہے تو وہ لوگ اسکی کفایت اور مددگاری کے واسطے مستعد ہو جاتے ہوں تو یہی لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر اسکے مددگار چند قسم کے لوگ ہیں یعنی لشکر والے
اور برادری اور محلہ اور بازار کے تو لشکر والے لوگ مقدم ہیں اور اولی ہیں پھر انکے بعد برادری کے لوگ پھر اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہو کہ نہ اسکا دیوان ہے نہ برادری
نہ کوئی مددگار تو اسکی دو صورتیں ہیں یا اسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے یا خود اسکے مال میں کذا فی المحیط وفی التمرتاشی و تقسم الدیۃ علیہم فی
ثلث سنین ثم السنین بمعنی العطایا کذا فی الکافی وفتاوی قاضیخان اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین بمعنی عطایا کے ہے کذا فی القہستانی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا ثم السنین بمعنی العطیات کی حاجت نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں مضمون گذر گیا لا یوخذ فی
کل سنۃ الا درہم او درہم وثلث ولم تزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ علی الاصح اور نہ لیجاوے دیت ہر سال میں مگر ایک درہم یا ایک درہم
اور تہائی درہم کی اور زیادہ نہ لیا جائیگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درہم سے بنابر صحیح تر قول کے ہم اگر ہر شخص سے ایک درہم لیا گیا تو ہونگی تین سال میں
تین درہم ہوئے اور اگر ایک درہم اور تہائی درہم کی لیگئی تو چار درہم ہوئے طحطاوی نے کہا یہ قول صحیح تر ہے مشائخ متقدمین سے ہے اور نیز اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر
سال میں ہر شخص سے چار درہم سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تتسع القبیلۃ لذلک ضم الیہا اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات
پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی نسب جدی برادری اسکے واسطے یعنی دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش کرے تو جو قبیلے انکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہو نسب کی

رادسے وہ ملا لیا جاے عصبات کی ترتیب پرہم ترتیب عصبات یہ ہیکہ اول بھائی ہیں پھر انکے فرزند پھر چچا پھر انکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند میں اختلاف ہی بعضون کے نزدیک عاقلہ میں داخل ہیں اور بعضون کے نزدیک نہیں مجتبیٰ میں کہا الحاصل ستنصار اہل لشکر اظہر ہی تو انکے ساتھ قرابت اور نسب اور ولا اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور بعد لشکر کے نسب کی مددگاری ہو تو بنا برین اگر قاتل صیادین سے ہو تو انکے عاقلہ صیادین یا انکے تابع نہ اسکا قبیلہ و اہل محلہ اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری ثابت ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی والقاتل عندنا کاحدھم اور ہم حنفیون کے نزدیک قاتل بھی عاقلہ میں سے ایک شخص کے مانند ہو یعنی دیت دینے میں وہ بھی شریک ہو عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اسکو خارج کرنا عاقلہ سے بیوجہ ہو خلافاً للشافعی ولو القاتل امراۃ وصبیا او مجنونا فیشارکہم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سوا انمین سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی انکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اسکے مالک کا قبیلہ ہو یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی وعن البرجندی یعقل عمن لی الموالاۃ مولاہ وقبیلۃ مولاہ اور مولے موالات کی طرف سے اسکا مولے اور اسکے مولے کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لا تعقل العاقلۃ جنایۃ عبد ولا عمد وان سقط قودہ بشبہۃ او قتلہ ابنہ عمدا کما مر اور معلوم کرے کہ عاقلہ دیت نہیں دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہو گیا ہو شبہہ سے یا باپ قتل کرے اپنے فرزند کو عمداً چنانچہ مذکور ہو گیا ولا مالزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف عشر الدیۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعقل العواقل عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ولا ما دون ارش الموضحۃ الی آخرہ اور عاقلہ نہیں دیتی وہ مال جو لازم ہو قتل عمدا یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسوین حصے سے کم ہو بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقلے نہیں دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کم مال کی بلکہ قاتل اسکی دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس سے موقوفاً نقل کیا ہو اور حدیث مرفوع تو غریب ہو لیکن موضحہ کی دیت حدیث میں نہیں بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہو کذا فی العینی الا ان یصدقوہ فی اقرارہ او تقوم حجۃ او انما قبلت البینۃ ہنا مع الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہ تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ وہو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کرین یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی اسواسطے کہ گواہی اسکو ثابت کرتی ہی جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا قضی بالدیۃ علی عاقلتہ بالبینۃ وکذبہما العاقلۃ فلا شیء علیہما ای علی العاقلۃ لان تصادقہما لیس بحجۃ علیہم ولا علیہ فی مالہ لان الدیۃ تقررت علی العاقلۃ بالقضاء وتصادقہما فی حقہما لا یکون حجۃ علی العاقلۃ اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے ان دونون کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہین ہی اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہی اور نہ خود قاتل پر حجت ہی اسکے مال میں مگر بقدر اسکے حصہ کے اسلئے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق انھین دونون کے حق مین حجت ہی کذا فی البرجندی ہم قاتل کے مال میں عاقلہ کا حصہ رسد اقرار اسکا حجت ہی چنانچہ انکے واسطے عطا ہو چنانچہ عالمگیری میں ہی کافی سے اور ظاہر اعطا تو اہل لشکر میں ہوتی ہی نہ قبائل میں کذا فی الطحطاوی واعلم ان الخصم فی ذلک ہو الجانی لا العاقلۃ علیہم ولو کان صبیا فالخصم ابوہ خانیۃ قلت یوخذ من قولہ الخصم ہو الجانی لا العاقلۃ جواب حادثۃ الفتوی وہی ان صبیا قتل صبیا رضیعین صغیرۃ انما ثبت بالاقرار او ولیہا بحادثۃ العاقلۃ ما لہ نفی فعل العصبۃ والجواب انہ لا تکلف لان ذلک مسموع صحۃ الدعوی وہی متوجہ علی العاقلۃ وہی انما تنبنی وہو ان العاقلۃ لو اقروا بالقتل الجانی لم یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتی یقضی علیہم بالدیۃ ام لا فان قلت لم لا یعتبر ان یحیب الحاصل فی خصمہم بالظہور فیما لو لم قالہ المصنف بحثا ظاہرا اور معلوم کرے کہ اسمین یعنی دعویٰ قتل میں خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہی اسواسطے کہ حق اسپر ثابت ہی اور اگر قاتل نابالغ ہو تو مدعا علیہ اسکا باپ ہو کذا فی الخانیہ مین کہتا ہون کہ اسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہی نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہی حادثہ فتوی کا جواب وہ مستفتا ہی کہ ایک نابالغ لڑکے نے [illegible]

اگر یہ صورت ہو کہ مرگیا تو صغیر کے وارث سے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہو کہ قسم وارد نہو گی سواسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح ہونیکا فرع ہے اور یہاں انکار دعوی عاقلہ پر تو جہ نہیں ہے اور یہاں لگتا کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بہ نسبت انکے صحیح ہوگا تا انکے ذمہ پر دیت دینیکا حکم ہو یا اقرار انکا صحیح نہیں تو اگر یون جواب دو کہ بات لائق ہونی ہو کہ قسم انکے حق میں جاری ہو انکے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب فا لیسے سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے تو انکا تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم تحقیق عاقلہ قول سابق کے خلاف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تا انپر قسم کی نہیں اور اگر یون جواب دے کہ یہ جھوڑنا انکا اقرار ہے تو قسم جاری نہوگی تو صحیح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان جنی حر علی نفس عبد خطا فہی علی عاقلتہ یعنے اذا قتلہ لان العاقلۃ لا تحمل اطراف العبد وقال الشافعی لا تحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل النفس کی دیت کی بھی متحمل نہیں ولا یدخل صبی وامراۃ ومجنون فی العاقلۃ اذا لم یتناصروا یعنے لو القاتل غیرہم والا فیدخلون علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جبکہ وہ باہم مددگاری نکرتے ہون یعنے اگر صغیر وغیرہ قاتل نہون تو عاقلہ میں داخل نہیں اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل خطا ہوا ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہم عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ان سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے وجہ بیت یہ کذا فی الطحطاوی ولا یعقل کافر عن مسلم ولا بعکسہ لعدم التناصر اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی طرف سے اور مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینہم وان اختلفت مللہم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنے ان تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسط فی المجتبی اور کافر فیما بین خود ایک دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ انکے دین مختلف ہون اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنے بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر تناصر نہیں رائج نہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبی میں اسکو مشرح بیان کیا ہے تحقیق یہ ہے کہ دو مسلمان دار الحرب میں وارد ہون سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ کلقیط وحربی اسلم فالدیۃ فی بیت المال فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی درر وبزازیۃ خلافا لزیلعی وانۃ وجوبہا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو انکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی نے مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ مقرر دیا ہے یعنے جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اسکے مال میں دیت واجب ہے اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے قلت وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم من ان تناصرہم قد انعدم وبیت المال قد انہدم ترجیح وجوبہا فی مالہ فیؤدی منہ فی کل سنۃ ثلثۃ دراہم او اربعۃ کما نقلہ فی المجتبی عن الناطفی قال وہذا احسن لا بد من حفظہ واقرہ المصنف فلیحفظ فقد وقع فی کثیر من المواضع انتہاء فی ثلث سنین تا قیم میں کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہے کہ وہان کے لوگون کی باہم مددگاری منعدم ہو گئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہو گیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال میں تو قاتل ہر سال تین یا چار درہم ادا کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی میں ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع میں واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال میں ہے تو اسکو سمجھ لے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بزازیۃ اور یہ یعنے جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے اسوقت ہے جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال میں بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیۃ ومن لہ وارث معروف مطلقا ولو بعیدا فمسلم او کافر لا یعقلہ بیت المال ہو الصحیح کما بسط فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام ہو یا کافر ہونے کے سبب سے تو اسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو فتاویٰ
مین شرح بیان کیا ہے ولا عاقلۃ للعجم وبہ جزم فی الدرر قالہ المصنف لعدم تناصرہم یعنی عجمیون کا یعنے عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والون کا عاقلہ نہین اسی پر
یقین کیا ہے درر مین یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین انکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لہم عواقل لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین
والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذا طلبۃ العلم قلت وینبغی الحاق لحو [illegible] وغیرہ خانیۃ اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کے واسطے بھی عاقلہ ثابت
ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہین چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اسکے عاقلہ ہین اور اسی طرح
طالب علم باہم گر عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور اسی کا فتویٰ دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبیٰ والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا
الباب ومعنی التناصر اذا اخذ بہ امر قاموا معہ فی کفایتہ وتمامہ فی المجتبیٰ مین یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنے اثبات عاقلہ مین تناصر
اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اسکے ساتھ اٹھ کھڑے ہون اسکی کاربرآری مین یعنے اسکو بچالین اسکی تکلیف ٹال دین
اور اسکا پورا بیان مجتبیٰ مین ہے وفی تنویر البصائر معزیا للحافظیۃ والحق ان التناصر بینہم بالحرف فہم عاقلۃ الخ فلیحفظ واقرہ القہستانی اور تنویر البصائر
مین حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہ ہے کہ عجمیون مین تناصر پیشون کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ مین ہین انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی
نے ثابت رکھا ہے لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الآن لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی
نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہین حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہ میں یہ وہی قول ہے
جو زاہدی صاحب مجتبیٰ نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت وحیث لاقبیلۃ ولاتناصر فالدیۃ فی مالہ وبیت المال مین کہتا ہون اور جہان نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور
نہ حمایت اور مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہے یا بیت المال مین ہے ہم وجوب دیت کا بیت المال مین ظاہر الروایہ مین ہے اور وجوب مال قاتل کے مال مین روایت
شاذ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے تو جس قوم مین تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اسکے عاقلہ ہین اور اگر حمایت نہین کرتے
تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کو آخر کتاب
مین لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنے مصدر اور وصی ہے کو یعنے جس چیز کی وصیت کیجاوے اسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے
سے تاکہ غیر اسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ
موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ یعم الوصیۃ والایصاء یقال اوصی لہ لفلان اے جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجی فی باب مستقل واوصی
لفلان بمعنے ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہین اوصی لہ لفلان یعنے اسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا کے اور
وصی کے مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور بولتے ہین اوصی لفلان یعنے اسکو مالک کیا بطریق وصیت کے طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہین ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح مین کچھ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان مین تابع ہے صاحب درر کا
فحینئذ ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اسوقت مین یعنے بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے
مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شے عین ہو یا دین قلت یعنے بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجی مین کہتا ہون
تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاوے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

یعنے بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہوتم بعضون نے کہا اقرار دین عبارت ہو اظہار مافی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہوا اور
احسان کی کچھ حاجت نہین ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالیٰ فتامله اور تبرع کے مخالف نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالیٰ کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کرو ہم کہتے ہین یہ جواب ہے
سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہو کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہو بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت واجب
ہو پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہان اسواسطے کہ تبرع عبارت ہو عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہین ہو اور یہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ
کیا یعنے وجوب حق اللہ بسبب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند نہوا کذا فی الحلبی وہی علی ما فی المجتبیٰ اربعۃ اقسام واجبۃ
بالزکوٰۃ والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوٰۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہۃ لاہل الفسق والا مستحبۃ اور بنا بر اسی کلام کے جو مجتبیٰ مین ہو
وصیت چار قسم ہی واجب ہو وصیت واسطے زکوٰۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوٰۃ کے جنکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہو مالدار کے واسطے اور
مکروہ ہو فاسق فاجرون کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہو ہم وجوب زکوٰۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہو تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا
اور مجتبیٰ مین اسکو مستحب مین شمار کیا ہو عبارت مجتبیٰ کا ترجمہ یہ ہو کہ وصیت چار قسم ہو واجب ہو چنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہو چنانچہ
کفارات اور فدیہ صلوٰۃ اور صیام اور اسکے مانند کی وصیت اور مباح ہو جیسے اغنیاء احباب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہو جیسے اہل فسوق و معاصی
کے واسطے وصیت کرنا انتہیٰ کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کے واسطے واجب
نہین اسواسطے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نساء کی آیت سے منسوخ ہو ہم سورۂ بقر کی یہ آیت ہو کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ
للوالدین والاقربین یعنے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مفروض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابتوالون
کے واسطے اور سورۂ نساء کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہو جو ناسخ ہو سورۂ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہو ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی کا اور اکثر اہل تفسیر کا
اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہو کہ سورۂ بقر کی آیت منسوخ ہو اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہو ازانجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہو جو ابو داؤد اور ترمذی اور
ابن ماجہ مین مروی ہو کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر
فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کے واسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہو اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور
سے نسخ کتاب جائز ہو ہمارے نزدیک اور حجت ہو امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے قائل نہین کذا فی العینی شرح الہدایۃ بتمامہ وسببہا سبب التبرعات
وصیت کا سبب وہ ہو جو تبرعات یعنے عبادات غیر واجبہ کا سبب ہو ہم حموی نے کہا وصیت کا یہ سبب ہو جو وصیت کے محاسن مین مذکور ہو یعنے جو اعمال فوت
ہوگئے ہین انکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نرہے تاکہ انجام مین کام آوے مجتبیٰ مین ہو کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے
بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہو اور مظالم و حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض مال کے وقت اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے
موت ضروری ہو اور وہ امر وصیت ہو جسکو قرآن مجید مین بتاکید فرمایا ہو آیۃ المواریث مین اسطرح کہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہین جو خدا
کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اسکی وصیت اسکے سر کے پاس ہو انتہیٰ
حموی نے قاضی خان سے ضوابط نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہو کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اسکی اولاد صغار ہو شیخین نے کہا
کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے واسطے افضل ہو اور اگر اولاد کبار ہو اور مال تھوڑا ہو امام نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال زیادہ ہو اور
وارث غنی ہین تو امور واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اسپر کچھ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہین

پڑوسیون کے واسطے وصیت کرے کذا فی الطحطاوی وشرائطها کون الموصی اہلا للتملیک فلم تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضاف لعتقه کما سیجی اور
وصیت کی شرطون مین سے ہونا ہر موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہین ہر صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہوجانے کی طرف نسبت
کرے تو جائز ہر چنانچہ آگے آویگا وعدم استغراقه بالدین لتقدمه علی الوصیة کما سیجی اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہر بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا
وکون الموصی له حیا وقتها تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل الموصی له فافهمه فان به یسقط ایراد الشرنبلالیة اور موصی له جسکے لیے وصیت کی گئی اسکا زندہ ہونا وصیت کے
وقت شرط ہر خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تاکہ حمل موصی له کو حیات تقدیری شامل ہوے سو اسکو سمجھو اسلیے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہر صاحب درر نے
کہا کہ موصی له کی حیات وصیت کے وقت شرط ہر اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہر شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کیواسطے وصیت کرنا صحیح ہر وہان حیات کہان ہر
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کرکے وکونه غیر وارث وقت الموت اور موصی له کا موت کے وقت وارث نہونا شرط ہر یعنے موصی له موصی کا وارث نہو
موصی کی موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہر زیلعی مین ہر کہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور
حالانکہ وہ وارث ہر پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق مین وصیت صحیح ہر یعنے اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نرہا موت کے وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہر اور اُسنے
اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی پھر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہر کیونکہ موصی له وارث ہر موت کے وقت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہ تھا ولا قاتل اور
موصی له کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہر وصیت کی خواہ اُسنے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اُسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو بہرصورت وصیت باطل ہر کذا فی
الزیلعی ولم یشترط کونه معلوما قلت نعم کما ذکره ابن سلطان وغیره فی الباب الاتی اور کیا شرط ہر ہونا موصی له کا معلوم یا نہین مین کہتا ہون ہان اسکا معلوم ہونا
شرط ہر چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہر باب آیندہ مین ہم موصی له کا علم بالوصف کافی ہر چنانچہ فقرا اور مساکین کذا فی الطحطاوی وکون الموصی به قابلا للتملیک
بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہر وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنے جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے
قابل ہو تملیک کے بواسطہ کسی عقد کے عقود سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہووے یا معدوم ہو معدوم ہو یعنے علی خطر الوجود جیسے باغ کے پھلون کی
وصیت کرنا فلانے شخص کے واسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہین پھر اُسنے مال پیدا کیا تو موصی له ثلث مال کا مستحق ہوگا اُسکی
موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وان یکون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہر کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو طحطاوی نے کہا یہ لزوم وصیت
کی شرط ہر ورکنها قوله اوصیت بکذا لفلان وما یجری مجراه من الالفاظ المستعملة فیها اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہر کہ مین نے وصیت کی اس چیز کی
فلانے شخص کے واسطے اور جو اُسکے قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت مین مستعمل ہوتے ہین ہم چنانچہ یون کہنا کہ مین اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لیے
ٹھہرایا وفی البدائع رکنها الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع مین ہر کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہر اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب ہی رکن ہر ہم
فائدہ البیان مین ہر ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہر وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی مین ہو وہ باطل ہر اسواسطے کہ وصیت تملیک متعلق بموت ہر
تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہین اسواسطے کہ قبول نہین ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصا قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالة بان یموت
الموصی له بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجی مین کہتا ہون اور قبول سے وہ مراد ہر جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی له مرجاے موصی کی موت کے بعد
بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آویگا ہم موصی له کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہر تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی له کا وارث اور قبول بالفعل مثل قبول بالقول
کے برابر ہر چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اُسکے وارثون کے واسطے خریدنا یا اُسکا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریة عن محیط السرخسی وحکمها کون
الموصی به ملکا جدیدا للموصی له کما فی الهبة فیلزمه استبراء الجاریة الموصی بها اور حکم یعنے اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی له
کی چنانچہ ہبہ مین ملک جدید حاصل ہوتی ہر موہوب له کی تو موصی له کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع

وان لم یجز الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہی اجنبی شخص کے واسطے دو صورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اُسکو جائز نکرین اور مانع وصیت چنانچہ
قتل یا مستغرق باین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہین حدیث مذکور کی دلیل سے یعنے حق تعالے نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمھاری آخر عمرون تاکہ تمہارے
اعمال زیادہ ہون لا الزیادۃ علیہ الا ان یجیز ورثتہ بعد موتہ ولا معتبر اجازتہم حال حیوتہ اصلا بل بعد وفاتہ اور تہائی سے زیادہ نہین جائز ہی تہائی مال سے زیادہ
وصیت کرنا مگر اس صورت مین جائز ہی جبکہ موصی کے وارث بالغ اُسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثون کی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ
اُسکی وفات کے بعد معتبر ہی اور حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوگی کہ ہنوز اُنکا حق ثابت نہین اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت
سے ثابت ہوتا ہی اور اگر وارث صغیر ہی تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اُسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز
نہین سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ مین مروی ہی سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہی اور میری بیٹی فقط وارث ہی
تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہین پھر مین نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون
فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہی یعنے وصیت کے واسطے یعنے معتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت
لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للاجنبی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہی نہ وصیت کے وقت بعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے مریض کے
اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہی اسواسطے کہ اقرار تصرف ہی فے الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص
کے واسطے اور حالانکہ وہ اُسکا وارث نہین تو اقرار جائز ہی اگرچہ وہ شخص بعد اُسکے اُسکا وارث ہوجاوے لیکن یہ شرط ہی کہ وہ وارث ہوجاوے سبب
کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اُس
بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مرگیا کذا فی الطحاوی وندبت باقل منہ عند غنی ورثتہ واستغنائہم
بحصصہم اور مستحب ہی کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثون کی توانگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے
انکو استغنا حاصل ہوا ہو کہ تحفہ میں کہا ہے کہا ندب ترکہا بلا احدہما لعدم غنی او استغنائہم و صدقۃ علی الاجنبی وصیت کا ترک کرنا مستحب ہی دونون
توانگری یا استغنا ورثہ کے یعنے جبکہ وارث نہ خود مالدار ہون نہ میراث کے حصون سے اُنکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہی اسواسطے
کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہی اور صدقہ بھی ہی یعنے جب وارث محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اُسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات
کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہی حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہی اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری
سے حدیث مرفوع مروی ہی کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی الہدایہ یعنے بہتر صدقہ اُس قرابت دار پر ہی جو عداوت مخفی رکھتا ہی تبیین کا مین خطا و
مین قہستانی عن الظاہریہ سے منقول ہی کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہی کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہی کہ ہر وارث
دس ہزار درہم کی میراث پاوے وتقدم علیہا الدین لتقدم حق الاب اور وصیت متاخر ہی دین سے یعنے ادا دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہی
بسبب مقدم ہونے حق العبد کے اقوی حق العبد حق الشرع پر مقدم ہی اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوۃ وغیرہ کا ساقط
ہوجاتا ہی موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہی تو وصیت تبرع کے مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کمستامن لعدم
المزاحم اور وصیت صحیح ہی تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے یعنے جبکہ
مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہی اگرچہ اُسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود در رمین ہی تعلق حق وارث
مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث نہ ہوا تو وصیت صحیح ہوگی والمکوکۃ بتلمث مالہ اتفاقا وتکون وصیۃ بالعتق فان خرج من الثلث

فیہا والاسعی فی بقیۃ قیمتہ وان فضل من الثلث شئ فہو لہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہو بالاتفاق اور یہ اسکی آزادی کی
وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام
کا ہو جاوے اگر موصی کا مال ۳۰۰ درم اور وہ نقد ہو تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہو اور غلام کی قیمت سو درم ہو تو غلام آزاد ہوگیا اور اگر اسکی قیمت ۱۲۰ درم ہو تو ۲۰ درم
کی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہو اور اگر اسکی قیمت ۸۰ درم ہو تو ۲۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہو تو اسکی تفصیل
فتاوے عالمگیری میں مذکور ہے وبدنانیر ودراہم مرسلۃ لا تصح فی الاصح کما لا تصح بجزء من اعیان مالہ اور اگر اپنے غلام کیواسطے دنانیر یا درہم
غیر معینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں ہوتی کہ اپنا اس مال سے ایک نفس کی قسم ورد میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے
اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقا وصیت کی تو صحیح ہوا اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جاویگی اور اگر دس درم یا دینار
غیر معین کی وصیت کی تو امام فقیہ نے کہا کہ صحیح ہو کیونکہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی طحطاوی نے کہا دینار و درم میں درم معین کی قید
اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت متوہم تھی اور معین کی صورت میں اختلاف کے اندر وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب نفسہ او لمدبرہ او لام ولدہ اتفاقا
لا لمکاتب وارثہ اور وصیت صحیح ہو اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بالاتفاق نہ کہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے
وصیت للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہو حمل کے واسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہو چنانچہ یا اسکا یوں
کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کے واسطے اور حمل کے واسطے یہ طرح وصیت ہو کہ یا اسکا یہ کہ
میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درموں کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستۃ اشہر لو زوج الحامل حیا و وقتا
ستۃ اشہر او لاقل من سنتین لو میتا بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوہرہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہو چھ مہینے کی
مدت سے کم میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اسکا مردہ ہو اور حالانکہ وہ ماہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو دو سال سے کم مدت موت یا طلاق
سے کذا فی الطحطاوی مشروط ہے بدلیل ثابت ہونے اسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بین الآدمی وغیرہ من الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ
میں حیوانات سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی لما فی بطن دابۃ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے
واسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہو تا اسپر صرف کیا جائے تو صحیح ہو ومدۃ الحمل للآدمی ستۃ اشہر وللفیل احدی عشر سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ
وللبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر وللسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قہستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت
حمل کی آدمی کے لیے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لیے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور گائے کے واسطے
نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن ہیں اور چڑیا کے لیے ۲۱ دن ہیں چنانچہ قہستانی
میں ہے منسوب باستیفاء من وقت الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں
اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت سے اقل مدت حمل کا شمار کر
وفی الکافی ما یفید انہ من الاول ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہو تو ابتدا اسکے
مدت حمل وصیت کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہو تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الہبۃ للحمل لعدم قبضہ ولا
ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کے واسطے اسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اسپر
کسی کی ولایت ہے تاکہ ولی اسکی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنہ بما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ لاب

علی الجنین ولو الجنین فوااگر بچہ پیشکمی کا باپ اسکی طرف سے مال کو کسی بعوض اسکے جو بچہ کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ پیشکمی کیلئے اور یہی کذا فی الولوالجیۃ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی وہی انہ لیس للوصی ولو مختارا التصرف فیما وقف للحمل بل ولا للحمل الا ولی ولا یولی علیہ میں کہتا ہوں اور بیان سابق سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اسمیں جو حمل کے واسطے وقف ہوا بلکہ فقہا نے کہا ہے کہ حمل یعنی بچہ پیشکمی کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اسپر ہے وصحت بالامۃ الا حملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اسکے حمل کے صحیح ہے یعنی اگر اوس کسے کہ میں نے وصیت کی اس لونڈی کے فلانے شخص کے واسطے مگر اسکے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو یہ صحیح ہے لما التزم ان کل ما صح افرادہ بالعقد صح استثناءہ منہ والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول میں کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد میں صحیح ہے تو اسکا ذکر کا الگ کرنا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہیں اسکا ذکر کا الگ بھی صحیح نہیں یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں درست ہے تو اسکا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا و من المسلم للذمی و بالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کے واسطے درست ہے ہم دلیل وصیت اول کلام الہی ہے لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم یعنی نہیں روکتا تمکو اللہ تعالی اُن کافروں کے احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تمکو تمہارے گھروں سے اور وصیت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ عقد ذمی سے ذمی مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسی طرح ممات میں بھی کذا فی الدرر لا حربی فی دارہ اور وصیت جائز نہیں مسلمان کو کافر حربی کے واسطے دار الحرب میں اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے اور ہم ممنوع ہیں کفار مقاتلین کے احسان سے لقولہ تعالی (انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین) حق تعالے نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالے تمکو روکتا ہے اُن کافروں کے احسان سے جو تم سے دین میں لڑے ہیں کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قید بدارہ لان المستامن کالذمی کما افادہ المصنف مصنف نے عدم جواز وصیت میں دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے وصیت میں چنانچہ یہ فائدہ ملا خسرو نے درر میں بیان کیا ہے بحث کی راہ سے ہم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر میں عدم جواز وصیت حربی کے واسطے مذکور ہے اور سیر کبیر میں جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہ احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب میں نہیں یعنی مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر میں کہ حربی مستامن کے واسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ صریح مذکور ہے کتب فقہ میں قلت وصرح الحدادی والزیلعی وغیرہما بجواز وصایا الذمی میں کہتا ہوں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے متن آویگا ذمی کی وصایا میں ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ لا تسبیبا کما مر اور درست نہیں ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کے واسطے جسنے موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تسبب قتل حقیقی نہیں ہم حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لا وصیۃ للقاتل قتل تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک میں کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل القتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کے کذا فی المنح الا باجازۃ ورثتہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزہا الورثۃ یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحدیث وسنحققہ وارث کے واسطے وصیت درست نہیں مگر موصی کے وارثوں کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہیں وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھیں یعنی جب دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہیں چنانچہ آخر حدیث اسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے وہم کبار عقلاء فلم تجز اجازۃ صغیر ومجنون اور حال انکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہوں تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہوگی واجازۃ المریض کابتداء وصیۃ اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانند ہے یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اسکو شفا ہوگئی

تو وصیت صحیح ہوگئی اور اگر مریض مرگیا اسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہے تو اجازت مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور
وارث اسکی موت کے بعد اجازت نہ دیں اور اگر موصی لہ اجنبی ہے وارث نہیں تو اجازت جائز ہے اور ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنح ولو اجاز البعض
ورد البعض جاز على المجيز بقدر حصته اور اگر بعضے وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اسکے حصے کے وصیت جائز ہوگی
او یکون القاتل صبیا او مجنونا فتجوز بلا اجازة لانهما لیسا اہلا للعقوبة یا کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے
کہ وہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں او لم یکن لہ وارث سواہ کما فی الخانیة ای سوى الموصى لہ القاتل او الوارث حتى لو اوصى لزوجته او هي لہ ولم یکن
ثمہ وارث آخر تصح الوصية ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سوا اسکے کذا فی الخانیہ یعنے سوا اسکے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی زوج نے
زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے زوج کو اور وہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبی فلو اوصت لزوجها بالنصف
کان لہ الکل مجتبی میں اتنا زیادہ کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کو واسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اسکا ہوگا یعنے جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سوا زوج کے تو
نصف مال بطریق وصیت کے اسکا ہوا اور نصف باقی بطریق میراث کے قلت انما قیدوا بالزوجین لان غیرهما لا یحتاج الی الوصیة لانه یرث الکل برد او رحم وقد قدمنا
فی الاقرار معزیا للاشباہ میں کہتا ہوں ان فقیہوں نے زوجین کی قید اسواسطے لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث
ہوگا تمام مال کا رد و میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور البتہ ہم اسکو پیشتر ذکر کرچکے ہیں کتاب الاقرار میں منسوبا الیہ کی طرف نسبت کرکے فی زماننا وفی الزاہدی اوصی لزوج
بکل مالہ ومات ولم یترک وارثا الا امراته فان لم تجز فلها السدس والباقی للموصى لہ لان الثلث بلا اجازة فیبقی الثلثان فاما ربعهما وهو سدس الکل ولو کان
لها زوج فان لم یجز فلہ الثلث والباقی للموصى لہ اور فتاوے زاہدی میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد نے واسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مرگیا اور کوئی وارث نہ چھوڑا
سوا اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کو واسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اسلیے کہ موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہے تو باقی
رہیں دو تہائیاں تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کے بجائے زوج ہو اور وارث وصیت کرنے والی کا ہو سو اگر زوج نے
وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی
وصیت کی نکلکر چار سہم باقی رہے ان میں چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنے ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہے کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج
وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نہ رکھی تو اسکی میراث تہائی ہے یعنے دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنے چار سہم کا ولا من صبی غیر ممیز مطلقا ولو فی وجوہ
الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہیں اس صغیر سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کہ نیک کام
میں انکے نزدیک صحیح ہے وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ وامر دفنہ فتجوز استحسانا اور اسی طرح صغیر باتمیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اسکی تجہیز اور دفن کے
امر میں تو وصیت استحسانا جائز ہے لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درہم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائیگا اور
دو کپڑوں کی وصیت کی کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ
فلانے قبرستان میں فلانے زاہد کے پاس اسکو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی المحلاوی وعلیہ یحمل اجازة عمر رضی اللہ عنہ لوصیة
یافع یعنے المراهق اور اسی پر یعنے تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کے واسطے محمول ہے یعنی فاروق نے جو
صغیر کی وصیت کو جائز رکھا تھا وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح الحموی وان اوصى ثم مات بعد الادراک
او اضافہا الیہ کان ادرکت فثلثی لفلان لم یجز لقصور ولایتہ فلا یملکہ تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہیں
اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بلوغ کی طرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر میں جوان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کے واسطے ہے تو وہ

جائز نہوگی جبکہ قصور ولایت کے سبب سے تو اُسکا مالک نہوگا تنجیز کے طریق سے و تعلیق کے طریق سے جیسا کہ بالاتفاق اسکو مالک نہیں ہو بخلاف غلام کے چنانچہ مبسوط میں لکھا ہے اپنے آئندہ قول میں اسکو بیان کر دیا ہو والاصل ان العبد والمکاتب لیس لہما تبرع کالمکاتب وفاء [illegible] فی صورۃ ترک الوفاء و دریا اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے اداء بدل کتابت کی ہو [illegible] صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہو در صورت ترک کر لیا ادائے مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہما وعبارۃ الدرر اضافاہا الی العتق فتصح لزوال المانع وہو حق المولی مگر جبکہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی بایں سبب کہ زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہو مولیٰ کا اور درر کی عبارت یون ہو اضافاہا یعنی غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا ہو یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولیٰ کے سبب سے جائز نتھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولیٰ کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگی ولا تصح من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت عقلتہ حتی صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کالاخرس اور وصیت جائز نہیں بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اسکی بستگی زبان کی مدت ہوگئی یہان تک کہ اسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کے مانند ہے ہم معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو گونگا ہونے سے کذا فی [illegible] اور یہی ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے بخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید و فروخت و قصاص کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے میں تو معلوم ہے نہ بستہ زبان میں وقیل الامتداد سنۃ وقیل اذا امتدت الی الموت جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد علیہ وکان کالاخرس قالوا وعلیہ الفتوی سے در مجتبی فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال بیان کیا گیا اور بعضوں نے کہا جبکہ بستگی اسکی موت تک ممتد ہوگئی تو اسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب میں وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے الخ تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف رہیگی اسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک میں داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارثوں کی ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی فبطل قبولہا وردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم ہو بلا قبول فہو ای المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنے کے نہیں ہوتی مگر جبکہ اسکا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے چنانچہ گذر گیا ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متحمل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے پھر جب موصی لہ مر گیا تو اسکی ملک میں وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اس بیع میں جس میں مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسی طرح اگر بچہ پیٹ کے واسطے وصیت کی تو وہ اسکے ملک میں داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کی وجہ سے بسبب نہونے اُس شخص کے جسکی ولایت ہو اسپر تاکہ وہ اسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا ولہ ای الموصی الرجوع عنہا بقول صریح او فعل یقطع حق المالک عن الغصب بان یزیل اسمہ واعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر لیتا ہو غصب سے اسطرح پر کہ اس چیز کا نام بدل ڈالے اور اسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہوچکا ہم چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پھر اسکو قطع کیا اور سیا تو اب اسکا نام قبا اور قمیص ہوگیا او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ میں اسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ کی

تسلیم کا مانع ہو بدون اُسکے جیسے موصی بہ ستو کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں برخلاف اُس گھر کے چونہ کاری کے اور اُسکی
عمارت ڈھا دینے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہی تابع میں نہ اصل میں وہو عطف علی لقول صریح وعطفہ ابن الکمال تبعا للدرر باو وعلیہ فہو اصل ثالث
فی کون فعلہ یفید رجوعہ عنہا کما یفیدہ متن الدرر فتدبر یزیل ملکہ فانہ رجوع عما وملکہ ثانیا امر لا کالبیع والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہی جیسے تصرف
جو اُسکے ملک کو زائل کردے چنانچہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہی وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے
کہا قولہ وتصرف عطف ہی لقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہی اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہو اسکے فعل
کے افادہ رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہی سو اسکو غور کر لے وکذا اذا خلطہ بغیرہ بحیث لا یمکن تمییزہ اور اسی طرح رجوع ہی جبکہ وصیت کی
جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اس طرح کہ اُسکا جدا کرنا ممکن نہیں لا یکون راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی التبع موصی وصیت سے
راجع نہوگا اُس کپڑے کے دھونے سے جسکی اُسنے وصیت کی اسلیے کہ یہ تصرف ہی تابع میں نہ اصل میں واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا
اور یہ معلوم کر کہ تغییر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا مضر نہیں کرتا وصیت میں ولا بجحودہا درر وکنز ووقایۃ وفی المجمع یفتی وشرحہ للعینی ثم نقل
عن العیون ان الفتوی علی انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی کا رجوع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کر لینے سے اسی طرح ہی
درر اور کنز اور وقایہ کے متن میں اور مجمع میں ہی کہ اسی قول کا فتوی ہی اور اسکے عینی شرح مجمع میں ہی پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہی کہ
انکار رجوع ہی وصیت سے اور سراجیہ میں ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی اپنی شرح میں تم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتوی ہی
علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں یفتی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور امام محمد نے اپنی کتابوں میں
لیکن کتاب الوصایا میں انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اسوجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں
دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہی اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہی انتہی وکذا لا یکون راجعا بقولہ کل
وصیۃ اوصیت بہا فہو حرام او ربا او اخرتہا اور اسی طرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ حرام خواہ ربا ہی یا اُس وصیت میں تاخیر ڈالی
میں نے بخلاف قولہ ترکتہا برخلاف اس قول کے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہی وصیت سے اور تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہی اسواسطے کہ ترک
شی اسقاط ہی اور تاخیر اسقاط نہیں وبخلاف قولہ کل وصیۃ اوصیتہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی فکل
ذلک رجوع عن الاول وتکون لوارثہ بالاجازۃ کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہی یا جو وصیت کہ میں نے زید کے واسطے کی وہ عمرو کو دی
ہی یا فلانے میرے وارث کے واسطے ہی تو ہر ایک یہ قول رجوع ہی اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارثوں کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث
کے حق میں وصیت بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الاخر میتا وقتہا فالاولی من الوصیتین بحالہا لبطلان الثانیۃ
اور اگر دوسرا فلان شخص مردہ ہو وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہی بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے
ولو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہی وصیت کے وقت پھر مرگیا موصی سے پہلے تو
پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد
الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اُسکی وصیت باطل ہی
اُس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اسلیے کہ ثابت ہو چکا ہی یہ کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث
یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہی نہ وصیت کے وقت تو اسوجہ سے باطل ہی کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت

وارث ہوگی نکاح سے اور حالانکہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہیں اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہی صورت مین لیکن مرض کے سبب سے وہ حکما مضاف الی ما بعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا ہی وصایا کے موقع مین کیونکہ تبرع ہی تو اسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز بر خلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقر لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہی تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا پھر مرگیا تو اقرار جائز ہی ہم اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے مضر نہیں ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہی اُسکا اقرار اور اُسکی وصیت اور اُسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزندی کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا موروث ہی ہم ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ اُنمین موت کا حال معتبر ہی اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کے وقت موجود ہی تو یہ تہمت ایثار کی موہم ہی تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول من کلہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا تخف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اور مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اُسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہوگئی ہو اور اُس مرض سے موت کا خوف نہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنے ایک سال نہ گزرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اُسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ مقطاولہ ہین قاتل اور مہلک نہیں شارح نے کہا مسلول وہ ہی جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑیکا قرحہ ہی اور مقعد بضم میم وہ بیمار ہی جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو یا نون کی بیماری اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنے آدھا دھڑ حس وحرکت سے رکگیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنے ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہ ہی کہ یہ امراض مزمنہ اسکے عارض ہون اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر قبل برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہی تو اُسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہیں اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلون مین مہلت تھا ہلاک ہونے کا زمانہ نہ گزر گیا تو اُسکا مرض منزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مرضون کے حکم مین نہ رہا یہانتک کہ علاج کے بھی لائق نہ رہا کذا فی الدرر وقیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہ ہی کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہی تجرید مین کذا فی البزازیہ وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہ ہی کہ مرض الموت وہ ہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر جمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنے فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اُسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجایش نرکھتا ہو ہم قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اُس فرض سے جو حق العبد ہی پھر اُس فرض سے جو حق اللہ ہی پھر واجب پھر نفل اسیطرح کہا ہی فقہا نے کذا فی الطحاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطر والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الا زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقۂ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہی نہ صدقۂ فطر کا اور صدقۂ فطر مقدم ہی قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقۂ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنے قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہیں وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام ابی طاہر الدباس انہ یبدا بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طاہر دباس سے یون مروی ہی کہ ابتدا کیجائے کفارۂ قتل سے پھر کفارۂ ظہار سے پھر کفارۂ افطار سے پھر نذر سے پھر صدقۂ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر

وفی البزازیۃ مذہب ابی حنیفۃ آخرا ان الحج افضل من الصدقۃ اور بزازیہ میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا پچھلا مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے
ہم اول یہ مذہب تھا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحج ای حجۃ الاسلام احج
عنہ راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کرادے سوار کرکے موصی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر حج فرض تھا اس وطن سے
سوار ہوکر نہ پیدل تو اسی طرح سے اسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بہذا المال ماشیا لا یجزیہ قہستانی بحثا بالقضیۃ
سو اگر خرچ کفایت نہ کرے موصی کے شہر سے سوار ایک مرد نے کہا کہ میں حج کرونگا میت کی طرف سے اسی قدر مال سے پیدل تو یہ حج کفایت نہ کریگا میت کی طرف سے
چنانچہ قہستانی میں ہے تمہ منقول ان لم تف النفقۃ بذلک والا فمن حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جس
مکان سے کفایت کرے وہاں سے سوار کرکے نائب کو حج کے واسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج عنہ یحج من بلدہ راکبا
وقالا من حیث مات استحسانا ہدایہ ومجتبی وملتقی ومفادہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون وکان القیاس ہنا ہو المعتمد فافہم اور اگر حج کو جانے والا
راہ میں مرگیا اور اسنے وصیت کی اپنی طرف سے حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے اسکے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مرگیا وہاں سے
چاہیے استحسانا یہی وجہ ہے کذا فی الہدایہ والمجتبی والملتقی میں کہتا ہوں اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اسی پر متون فقہ کی
مشتمل ہیں تو یہاں قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ رکھ ہم جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی
مقدم ٹھہرا ان بلغ النفقۃ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نہ کرے تو جہاں سے کفایت کرے
وہیں سے سوار کرکے حج کروانا چاہیے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہ ہو تو جہاں وہ مرگیا وہاں سے حج کروانا چاہیے
بالاتفاق امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد فیعتق عنہ عن الموصی ولم تجز الورثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اسکے مال سے غلام
خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جائے موصی کی طرف سے اور اسکے وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف
درہم وزاد الالف علی الثلث وقالا یشتری بکل الثلث فی المسئلتین جمع اسی طرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درہم سے اور
ہزار درہم ثلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونوں صورتوں میں غلام خرید کیا جاوے کذا فی الجمع مریض اوصی بوصایا ثم
برئ من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ہذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیہ بیمار نے چند وصیتیں
کیں پھر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند برس زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اسکی وصیتیں باقی ہیں اگر اسنے یوں نہ کہا ہو کہ میں اپنے اس مرض سے مرگیا تو میں نے یہ وصیت کی کذا فی فتاوی
قاضی خان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشہر بطلت والا موصی نے وصیت کی پھر وہ مجنون ہوگیا اگر اسکا جنون
دیر تک ٹھہرا یہاں تک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہے ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اخذ بالوسواس فصار معتوہا حتی مات بطلت خانیہ
اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بیہوش اور غافل ہوگیا یہاں تک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیہ اوصی بان یباع بیتہ من
فلان او بان یسقی عنہ الماء شہرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیہ وصیت کی کہ موصی کا گھر بیچا جائے
فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جائے موصی کی طرف سے مہینے بھر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیہ
کما لو اوصی بہذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال لیعلف بہا دواب فلان جاز خانیہ اگر یوں وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے شخص کے
جانوروں کے لیے خاص ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ اس بھوسے سے فلانے جانوروں کو چارہ دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصی بان ینفق علی
فرس فلان کل شہر کذا جاز وبطل ببیعہا اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے میں اسقدر خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور گھوڑے

کا پیچ ڈالنا وصیت کو باطل کر دیتا ہے هم خانیہ میں ہے محمدؒ نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے ہے پھر اگر گھوڑا مر گیا یا مالک نے اسکو بیچا تو وصیت باطل
ہوگی انتہی ولو اوصیٰ بسکنیٰ دارہ لرجل ولا مال لہ سواہا جاز ولہ سکنا ثلثہا مادام حیا ولیس للوارث بیع ثلثیہا وقال ابو یوسف لہ ذلک لان القاسم الورثۃ البقیۃ
والیہ ثلث التالث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہیں سوائے اس گھر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو تہائی میں رہنا
یعنی تہائی گھر میں رہنے کا حق ہے جب تک وہ زندہ رہے اور موصی کے وارث کو اسکے گھر کی دو تہائیاں بیچنا درست نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ وہ بیچنی دو ثلثین جائز ہے
وارث کو اور یہ بھی جائز ہے کہ وارث وارثوں سے تقسیم کر لے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ ولو اوصی بغلۃ لرجل وبرقبتہ لآخر واوصی بلحم شاۃ معینۃ
لرجل وبجلدہا لآخر واوصی بحنطۃ فی سنبلہا لرجل وبالتبن لآخر جازت الوصیۃ لہما وعلی الموصی لہما ان یدوس ویسلخ الشاۃ اور اگر وصیت کی پاس کی
وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکے بولوں کی وصیت کی دوسرے شخص کے لیے اور معین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکی کھال کی وصیت کی
دوسرے کے واسطے اور وصیت کی اس گیہوں کی جو بالیوں کے اندر ہے ایک مرد کے واسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت دونوں کے واسطے
جائز ہے اور دونوں پر لازم ہے گیہوں کا مانڈنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا اور اسی طرح دونوں پر لازم ہے کپاس کا اوٹنا لینے تاکہ ہر ایک کا
حصہ جدا ہو جائے اوصی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا وہذا یفید جواز النفقۃ
من وقف المسجد علی قنادیلہ وسراجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیۃ وصیت کی اپنے تہائی مال کی بیت المقدس کے واسطے
تو یہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جائے بیت المقدس کی عمارت میں اور اسکے چراغ میں اور مانند اسکے علما نے کہا کہ یہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے
خرچ کرنا مسجد کی قندیلوں اور اسکے چراغوں پر جائز ہے اور یہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلوں کے واسطے رمضان میں خرید کیا جائے کذا فی الخانیۃ
وفی المجتبی اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لا غیر وکذا للمسجد والمقدس اور مجتبی میں ہے کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے
تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ کے محتاجوں کے واسطے صرف کیا جائے نہ اور کاموں میں اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے هم یہ دوسرا قول ہے
متن کے مخالف کذا فی النہر وفی الوہبانیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرہم اور فقراے کوفہ کی وصیت انکے سوا اور محتاجوں پر صرف کرنا جائز ہے هم اور
یہی حکم ہے فقراے حاج اور فقراے مکہ کا کذا فی معادا لمکابرۃ وفی الخانیۃ اوصی بعبدہ یخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ میں ہے کہ وصیت
کی اپنے غلام کی کہ مسجد کی خدمت کرے اور اس میں اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اوصی بثلث مالہ لاعمال
البر لا یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کاموں کے واسطے کی تو اسکا تہائی مال قید خانہ
بنانے میں صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کما فی الخانیۃ
عن ابی بکر البلخی یہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا جائے لوگوں کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہے چنانچہ خانیہ میں ابو بکر بلخی سے
مروی ہے وفیہا عن ابی جعفر اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو
فضل طعام ان کثیرا یضمن والا لا انتہی اور خانیہ میں ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جائے انکو جو ماتم پرسی
کے واسطے آویں تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہے اسکو جو ماتم داری میں بہت ٹھہرا یا اسکے مکان کی مسافت دراز ہے نہ اسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید
نہیں اور نہ زیادہ قیام کیا اور اگر کھانا بچ رہا تو اگر کثیر ہو تو اسکا تاوان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہیں انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی الطعام
النیاحات لبقیۃ ثلثۃ ایام فیکون وصیۃ لمن یطلب والثانی علی ما کان بغیرہ میں کہتا ہوں اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول کو یعنی
ابو بکر بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت میں ہے محمول کیا ہے اس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتیں جمع ہوتی ہیں باقی تین دن تک

تو وصیت ہوئی نوحہ گرون کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنے ابوجعفر کے جو ارادہ وصیت کو اُس کلام پر جو وصیت والے نوحہ گر اور لوگون کے واسطے بکایا جاسے ہم نوحہ گرون کے
واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر ہے لیکن ان کچھ خصوص نہین ہے کیونکہ وہ تو گناہ ہے لیکن تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل الحقہ شارح کے اوصی بان
یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد آخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن یقرء عند قبرہ شیئا معینا فہی باطلۃ سراجیۃ وسنحققہ یعنے وصیت
کی کہ نماز پڑھے اُسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اُسکی لاش کو اٹھا لیجاوین دوسرے شہر کی طرف یا اُسکا کفن دیا جاسے فلانے کپڑے مین یا اُسکی قبر پر
کہگل کیا جاسے یا اُسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاسے یا جو اُسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اُسکو کچھ معین مال دیا جاسے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ
اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل مکروہ نہین اور قرآن پڑھنا قبر پر اور
قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا
مکروہ ہے لہذا اُسکی وصیت باطل ہے اوصی بثلث مالہ للہ تعالی فہی باطلۃ وقال محمد تصرف الی وجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالی کے واسطے
تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاسے نیک کامون مین امام کی وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالی کی ملک ہین
تو لام تملیک کی کچھ وجہ نہین بدون تاویل اور توجیہ کے والمختار والظاہر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وہو عشر مالی لم یکن لہ الا الالف
کہا کہ مین نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا دسوان حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سواے ہزار درم کے
کچھ نہین ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہوسکین تو اسکو ہزار درم ملینگے خواہ ہزار دسوین حصے سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ
اوصی بما فی ہذا الکیس وہو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواہر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اصح قول مین کہ مین نے فلانے کے واسطے وصیت
کی اُس تمام مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہین پھر جو اُسمین دیکھا تو وہ ہزار درم اور اشرفیان اور جواہر ہین تو وہ مال
بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ ثلث مال سے خارج ہووے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری من دینی فلا یصح لانہ وصیۃ ولو قال ان
مت لا یبرأ للمخاطرۃ اپنے قرضدارون سے کہا کہ جب مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے اُس دین سے جو تجھپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنے بعد موت کے وہ
بری الذمہ ہوجاویگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ
مراد اُسپر تعلیق ہے جو ہنوز موجود نہین لیکن ہوسکا ہونا مترقب ہے کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہے بیمارون کی وصیت مین
یعنے جو مال بیمارون کے واسطے وصیت مین متعین ہوا تو مجنون پر بھی صرف ہوگا اسلیے کہ جنون بھی بیماری ہے وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلاد خوارزم
دون بلادنا اور جو مال عالمون کے واسطے وصیت ہوا اسمین ملک خوارزم کے متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم عقائد مین گفتگو کرتا ہو
طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگون کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکون کے متکلم شبہات
فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے اُنکا علم الٰہی سے کچھ نصیب نہین ولو اوصی للعقلاء
یصرف للعلماء الزاہدین لانہم ہم العقلاء فی الحقیقۃ قنیۃ اور اگر وصیت کی عقلمندون کے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلیے کہ
فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہین کذا فی القنیۃ ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہین تو حقیقت مین تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیاے ناپایدار کا انجام غور کرکے اسکو
چھوڑ دیا طحطاوی نے کہا در المختار کے نسخون مین بجاے لفظ قنیہ کے فتنہ کا لفظ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اسلیے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ منح الغفار مین ہے
اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہریگی اسلیے کہ آخر فروع مین سراج مذکور ہے واللہ اعلم وعلم ان الوصیۃ فی ید الموصی او ورثتہ بمنزلۃ الودیعۃ سراج
جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اُسکے وارثون کے قبضہ مین بجاے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنے اگر مال مذکور تلف ہوجائیگا تو اُنکو ضمان دینا لازم نہوگا

باب الوصیۃ بثلث المال

یہ باب ہی تہائی مال کی وصیت کے مسائل مین اذا اوصى بثلث ماله لزيد ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة فالثلث بينهما نصفان اتفاقا جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونون شخصون مین نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم ہو اسواسطے کہ ثلث مال دونون کے حق کی گنجائش نہین رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت مین تہائی مال سے وصیت زیادہ نہین ہوسکتی اور استحقاق کے سبب مین دونون برابر ہین اور محل شرکت کے قابل ہی لہذا ثلث مال دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وان اوصى بثلث ماله لزيد ولآخر بسدس ماله فالثلث بينهما اثلاثا اتفاقا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونون شخصون مین تین تہائی ہوگی باتفاق امام و صاحبین کے یعنے دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصى لاحدهما بجميع ماله وللآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة ذلك فالثلث بينهما نصفان لان الوصية باكثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلة فيجعل كانه اوصى لكل بالثلث فينصف اور اگر وصیت کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی اور وارثون نے اسکو جائز نرکھا تو اسکے مال کی تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بسبب ورثہ کی اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہی امام کا وقالا ارباعا لان الباطل ما زاد على الثلث فاضرب بالكل في الثلث فيحصل اربعة فيجعل ثلث المال و صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاوین اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہی جو تہائی پر زیادہ ہو تو کل کو ضرب دیا کہ ثلث مین چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال مین قرار دیے جاوینگے قال طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہی یعنے اسمین دقت ہی مطلب ظاہر نہین در کی عبارت یون ہی کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باین معنی باطل ہی کہ موصی لہ اسکا مستحق نہین ہوتا لیکن وہ معتبر ہی اس امر مین کہ موصی لہ اسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اسی زائد کے اسلیے کہ اس طالب کے ابطال کا کوئی موجب نہین تو ثلث کا مخرج تین ہی تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا ولا يضرب الموصى له باكثر من الثلث عند ابي حنيفة المراد بالضرب المصطلح بين الحساب فعنده سهام الوصية اثنان فاضرب نصف كل في الثلث يكون سدسا فالكل سدس المال وعندهما اربعة كما قدمنا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہی جو اہل حساب مین مصطلح ہی تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہین چنانچہ ہمنے انکو آگے بیان کردیا ہم شارح کو یون کہنا اولی تھا فاضرب ثلث نصفهما او فاضرب نصيب كل ضرب مصطلح عبارت ہی اس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی ہی جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی الا في ثلث مسائل وهي المحاباة والسعاية والدراهم المرسلة اى المطلقة عن التقييد بثلث او نصف او نحوهما اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلون مین ضرب واقع ہوتی ہی اور وہ تین مسئلے یہ ہین ایک محابات دوسرے سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنے مطلق دراہم جنمین ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید مذکور نہین ہم محابات لغت عرب مین بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہی اور یہان محابات سے مراد وہ بیع ہی جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی وصورة ذلك ان يوصى لرجل بالف درهم مثلا وبمحاباة في بيع بالف درهم او يوصي بالعتق لعبد قيمته الف درهم وهي ثلثا ماله وللآخر بثلث ماله ولم تجز فالثلث بينهما اثلاثا اجماعا اور ان مسئلہ کی یہ مثال ہی کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درہم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درہم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کے آزادی کی جسکی قیمت ہزار درہم ہی اور حالانکہ ہزار درہم اسکے تمام مال کی دو تہائیان ہین اور دوسرے شخص کے واسطے تینون مثالون مین اپنے

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز رکھی تو کل مال کی تہائی دونون موصی لہ مین تین تہا و بالاتفاق ہوگی یعنے دو سہم ہزار درم کے موصی لہ کو اور ایک سہم تہائی کی موصی لہ کو ہم ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰ درم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درم سو اسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیچ ہو اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچ ہوا اور موصی کا سوے ان دو غلامون کے کچھ اور مال نہین ہے تو زید کے حق مین ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۴۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہا ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درم پر اور ۲۰ درم اسکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلامون کو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہے جو محابات مین مذکور ہوچکی اور اسکا کچھ مال غلامون کے سوا نہین تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہا ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح انمین تقسیم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت او رکوشش کرکے ۲۰ درم دیگا اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا وہ ۲۰ درم ہے اور سعایت کریگا ۴۰ درم مین تو ہر ایک موصی لہ اپنے حصہ کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہو ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی صورت یہ ہے کہ زید کے واسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کے لیے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اسکا کل مال ۹۰ درم ہے اور وارثون نے اس وصیت کو جائز رکھا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال مین ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی الطحاوی والمنح او بمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا اور اپنے فرزند کے حصہ کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہو و بنصیب ابنہ لا اولہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی وصیت کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہین اگر اسکا بیٹا موجود ہو علم ہو اسواسطے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہے پھر جب اسکی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اسنے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح برخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطے کہ مثل شی مغائر شی ہے وان لم یکن لہ ابن صحت عنا یہ وجوہرۃ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایہ والجوہرۃ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور یہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہی ما فی شرح التکملۃ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی او مجتبی مین ہے اور اگر وصیت کی نصیب فرزند اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہی ما فی المجتبی اھ لیکن زیادہ عن الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہے ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہے ہم مجتبی مین نصف مال مذکور ہے اور سراج مین ثلث مسطور ہے کذا فی الطحاوی ولہ فی صورۃ الاولی ثلث ان اوصی مع ابنین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت مین تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزندون کے ساتھ وصیت کی ہم یعنی دو فرزندون کے سا موصی لہ کے لیے مثل حصہ فرزند کے وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا والنصف مع ابن واحد ان جاز والا موصی لہ کے واسطے ایک فرزند کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے وشلھم البنات اور بیٹیون کے مانند بیٹیون کا حکم ہے ہم یعنے اگر مثل حصہ دختر وصیت کی اور اسکے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبی اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وصیت کرے کسی وارث کے حصہ کے برابر دینے کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کرلیا چاہیے کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالون مین مفصل گذرا وبجزء او سہم من مالہ فالبیان الی الورثۃ یقال لھم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جز یا ایک سہم کی تو اسکا بیان وارثون کی طرف ہے تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی کو وہ جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء اور سہم کے بیان متاخرین کا عرف ہے اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہے ہم وارثون کو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزء اور سہم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے ممنوع نہین اور وارث موصی کے اسکے قائم مقام ہین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہے کہ سہم عبارت ہے سدس سے آگے کے قول مین بنا بر عرف بعض اشخاص کے منع نعنفا ذین ہے کہ

افاد نصیب او نقص اور بعض او رخطا او رشی کا سہم اور جزو کے مانند ہے کذا فی المواہب وان قال سدس مالی لہ ثم قال ثلث مالی لہ واجازوا ای الورثۃ فلہ ثلث فقط وان اجازت الورثۃ لدخول السدس فی الثلث متقدما کان او متأخرا فکان متیقنا وبھذا اندفع سوال صدر الشریعۃ واشکال ابن الکمال اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنے چھٹا حصہ فلانے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اُسکے واسطے ہے اور اُسکے وارثوں نے اجازت دی تو موصی لہ کے واسطے تہائی مال ہے یعنے اُسکا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثوں نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر اسواسطے متیقن کے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہو گیا صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہو تو کذب ہو اور اگر انشا ہو تو واجب ہے کہ موصی لہ کے واسطے نصف مال واجب ہو سو اسواسطے کہ ثلث اور سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت مین احتمال ہے کہ سدس ثلث مین داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث مین بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہے کہ اضعف کا ارادہ مراد نہو وفی سدس مالی بکررا فلہ سدس لان المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کے واسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ تو کلام نفی عین ہو مثلاً موصی نے یون کہا کہ میرا سدس مال اُسکے واسطے ہے پھر کبھی کہا کہ میرا سدس مال اُسکا ہے خواہ اسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اُسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور یہان معرفہ لفظ ہی سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کی طرف وبثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوتۃ فلو متحدۃ فکالدراہم او عبیدہ ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراہم والغنم اور موصی کے دراہم یا اُسکی بھیڑ بکریون یا اُسکے مختلف کپڑون کی یا اُسکے غلامون کے ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہو جاوین تو موصی لہ کے واسطے وہ ہے جو سب باقی رہ گیا اول دو مثالون مین یعنے درمون مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درہمون کے مانند ہین ہم یعنے موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم فلانے کے واسطے ہین پھر درم اور غنم کی دو تہائیان تلف ہو گئین تو موصی لہ کے واسطے تمام ما بقی ہے مثلاً اگر نو درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہو گئے تو باقی تین درم موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع ما لہ ای علی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع ما بقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ اخی چلپی وثلث الباقی فی الآخرین ای الثیاب والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون مین یعنے کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہے موصی لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ہم یعنے اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہین اور اُنمین سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہو گئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنے ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درہم اور غنم کے کہ انمین جمیع ما بقی موصی لہ کا حق ہے والاول کل متحد الجنس کمکیل وموزون وثیاب متحدۃ وضابطہ ما یقسم جبرا والثانی کل مختلف الجنس وضابطہ ما لا یقسم جبرا اور اول یعنے درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس جیسا کہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اُسکا یہ ہے کہ اُس چیز کی قسمت زبردستی ہو سکتی ہو اور ثانی یعنے ثیاب اور عبید کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اُسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیا متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے نہ چاہتے ہون تو قاضی اُنکی تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو اُنمین تقسیم جبری نہوگی وبالف ولہ دین من جنس الالف وعین فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اُسکا مال دین ہے لوگون پر ہزار درم کی جنس سے اور عین بھی ہے تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اُسکو وہی دیا جاوے ہم یعنے اگر اُسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہے تو اسی نقد مین سے ایک ہزار درم موصی لہ کو دیے جاوینگے والا یخرج فثلث العین یدفع لہ وکلما خرج شی من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ ولو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اُسکو دیجاوے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے تو اُسکی تہائی سے اسکو ملتی جاوے یہان تک کہ اُسکا حق ہزار درم

پورے ہو جاویں مثلاً الف درہم متروکہ ۱۰۰ درہم ہیں تو ایک سو درہم موصی لہ کو دیں اور جسقدر ترکہ وصول ہوتا جاوے اسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درہم کے پورے ہونے تک
وثلثہ لزید وعمرو وہو ای عمرو میت لزید کلہ ای کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وصار کما لو اوصی لزید وجدار
اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کے واسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کے واسطے پوری تہائی ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم چیز
مستحق نہیں ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہوگی اور وہ قول اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے ہذا اذا خرج المزاحم
من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب بتفریج بحصتہ ولا یسلم للآخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ یہ یعنے استحقاق کل ثلث کا اسوقت ہے جبکہ
مزاحمت کرنے والا نکل جاوے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا بسبب
شرکت کی وجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان مات وہو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان
نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہے اگر میں مروں اور خالد محتاج ہو پھر موصی مر گیا اور حالانکہ خالد
بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کے واسطے نصف ثلث ہوگا اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہو گیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کی وجہ سے
تو اس صورت میں زید پوری تہائی نہ پاویگا وکذا لو مات احدہما قبل الموصی وفروعہ کثیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موصی لہ مر گیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا
اور اس اصل کی شاخیں بہت ہیں منجملہ انکے یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر میں ہو اور حالانکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو
زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی النہر والاصل المعول علیہ ان من دخل فی الوصیۃ ثم
خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومن لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اسکا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے
کہ جب موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہو جانے کا موجب نہیں ہوتا اور جو کہ وصیت
میں داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا
للکافی حیث قال ولو لہ ولد بکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الخ آخرہ اور بعضوں نے کہا موت موصی کے وقت کا اعتبار ہے اور اسی کی طرف درر کا کلام باتباع
کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کے واسطے پھر بکر کا فرزند مر گیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ صاحب درر کا
تمام کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کے واسطے اور بکر کے محتاج فرزندوں کے واسطے اور شرط فوت ہو گئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتوں میں
اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انتہی اور اسکی مانند فتاوے
عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب
وقیل فیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گزشتہ میں یعنے جبکہ مزاحم خارج ہو جائے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار میں
نہ موت موصی کے اعتبار میں اور بعضوں نے کہا کہ اسمیں دو روایتیں ہیں ولو قال بین زید وعمرو وہو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین توجب التنصیف حتی
لو قال ثلثہ بین زید وسکت کان لہ نصفہ ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث
ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہو گیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا
تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا وثلثہ وہو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او قبلہا لما ان الوصیۃ
ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کے وقت تو موصی لہ کے واسطے اسکا ثلث
مال ہے یعنے اس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے اسواسطے کہ

ثابت ہوچکا یہ کہ وصیت عبارت ہی ایجاب بعد موت سے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید ذکر نہ ہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا اذا اوصی لرجل او اوصی علینا او
نوعا معینا ثلث مال مذکور اُسی وقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز معین یا نوع معین ہو اما اذا اوصی بعین او نوع من ماله کثلث غنمه فهلکت قبل موته
بطلت لتعلقها بالعین فتبطل بفواتها ولو کسب غیرها لیکن جب وصیت معین کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر
وہ تلف ہوگئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہوگئی کیونکہ متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت باطل ہوگی اُسکے فوت ہوجانے سے اگرچہ اُسنے
سوا اُس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن له غنم عند الوصیة فاستفادها ای الغنم ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقها بالنوع کتعلقها
بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کے وقت نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مرجاوے تو وصیت صحیح ہی قول صحیح میں اسلیے کہ تعلق وصیت کا نوع سے
ویسا ہی جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنے وجود عند الموت کا اعتبار ہی او قال له شاة من مالی ولیس له غنم یعطی قیمة الشاة اور اگر کہا زید کے واسطے
گوسپند ہی میرے مال سے اور حالانکہ اسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہی تو اسکو گوسپند کی قیمت دیجاویگی بخلاف قوله له شاة من غنمی ولا غنم له حیث لا
شاة له فانها باطلة برخلاف اس قول کے کہ اُسکے واسطے ایک گوسپند ہی میری غنم یعنے بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اُسکی ملک میں غنم نہیں ہی یعنے ایک گوسپند بھی
نہیں تو وصیت باطل ہو اور وجہ فرق بین المسئلتین یہ ہی کہ پہلی صورت میں جب گوسفند کو مال کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ ماہیت گوسفند کی وصیت مراد ہوا او
مالیت سوا حاصل ہوتی ہی مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ عین گوسفند مراد ہی اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو
غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا لو لم یضفها الی ماله ولا غنم له قیل تصح اور اسی طرح اگر گوسفند کو اپنے مال کی طرف مضاف نکیا اور حالانکہ اُسکی ملک میں غنم نہیں تو وصیت
باطل ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ وصیت صحیح ہی وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوها زیلعی اور اسی طرح گوسفند کے مانند حکم ہی ہر قسم
میں اقسام مال سے چنانچہ گاے بیل اور کپڑا اور مانند اُسکے کذا فی الزیلعی وبثلثه لامهات اولاده وهن ثلث وللفقراء والمساکین لهن ای امهات الاولاد
ثلثة اسهم من خمسة وسهم للفقراء وسهم للمساکین وعند محمد یقسم اسباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقله اثنان قلنا ال الجنسیة تبطل الجمعیة اور اگر وصیت
کی اپنی امہات اولاد کے واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولد تین ہیں تو اُنکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہموں سے
اور فقیروں کے واسطے ایک سہم ہی اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ
جمع ہی اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب کہتے ہیں امام کی طرف سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہی جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کردیتا ہی یعنے تو یہاں ظاہر
میں جمع کا صیغہ ہی اور حقیقت میں مفرد ہی وبثلثه لزید وللمساکین لزید نصفه ولهم نصفه وعند محمد اثلاثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے
واسطے تو زید کے لیے نصف ہی ثلث کا اور مساکین کے واسطے نصف باقی ہی اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے واسطے اسلیے کہ اقل
جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہوچکا ولو اوصی بثلثه لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثا عند الامام وانصافا عند ابی یوسف واخماسا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی
اپنے تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک
کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان له صرفه الی مسکین واحد وقال محمد لا الا الی اثنین بناء علی ما مر فلا یجوز صرف ما للمساکین لاقل من اثنین عنده والخلاف
فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار لجماعة وقال ثلث مالی لهؤلاء المساکین لم یجز صرفه لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو وصی کو جائز ہی
اُسکا صرف کرنا ایک مسکین پر یعنے بطلان جمعیت کی وجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہی بدلیل گذشتہ یعنے اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین
کے واسطے ہی اسکا صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اُس صورت میں ہی جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کرکے معین نہیں کردیا
سو اگر اُسنے ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہی تو اسکا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ہے

ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی خلاصۃ وشرنبلالیہ اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیرون کے واسطے سو وصی نے اُنکے سوا اور فقیرون کو دیا
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ والشرنبلالیہ بمائۃ لرجل وبمائۃ لآخر فقال لآخر اشرکتک معهما فلہ ثلث کل مائۃ لتساوی
نصیبهما فامکنت المساواۃ فالکل ثلث المائتین اور اگر وصیت کی سو درہم کی ایک مرد کے واسطے اور سو درہم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے
کہا میں نے تجکو شریک کردیا ان دونون مردون کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر سیکڑے کی تہائی ہے اس واسطے کہ پہلے دو مردون کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہوگی تینون کی
برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیان ملینگی ولو باربعمائۃ مثلا ولآخر بمائتین لآخر فقال لآخر اشرکتک معهما فلہ نصف ما لکل منهما لتفاوت نصیبهما فساوی
کلا منهما اور اگر مثلاً ۴۰۰ درہم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سو درہم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ میں نے تجکو
دونون کے ساتھ شریک کردیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملیگا سبب متفاوت ہونے دونون کے حصون کے تو تیسرا مرد دونون کے برابر ہوگا
جب دونون کا حصہ متفاوت ہو تو تینون شخصون کی برابری ممکن نہین تو شرکت کو حمل کیا ہر ایک کی مساوات پر دونون کے ساتھ تاکہ لفظ اشترک کا مفہوم بقدر امکان
صحیح ہووے وبثلث مالہ لرجل ثم قال لآخر اشرکتک او ادخلتک معه فالثلث بینهما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر
دوسرے سے کہا کہ میں نے تجکو شریک کیا اُسکے ساتھ یا تجکو داخل کردیا اُسکے ساتھ تو تہائی مال دونون مین نصفا نصف ہے بدلیل مذکور یعنی شرکت مقتضی ہے مساوات
کی اور یہان مساوات ممکن ہے وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق وجوبا الی الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے
شخص کا مجھپر دین ہے تو اُسکی تم تصدیق کیجیو تو اُسکی تصدیق کیجاوے گی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی وجہ سے اور استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار
اُسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہ ہے کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قولہ کل من
ادعی علی شیئا فاعطوہ لانہ خلاف الشرع برخلاف اس قول کے کہ جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوے کرے تو اُسکو دیجیو تو اُسمین تصدیق نہو گی اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہے
یعنے تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہے الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیہ فیجوز من الثلث ویصیر وصیۃ مگر یہ کہ قائل مذکور یون کہے کہ اگر
وصی اُسکا دینا مناسب او مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہ قول وصیت ہوجاویگا اور صحت ہوجانے کی یہ وجہ ہے کہ اُسنے وصی کو اختیار دیا
کذا فی المطلوادی ولو قال کل من ادعی علی فلان من مال فهو صادق فان سبق منه دعوے فی شیء معلوم فهو له والا لا مجتبی اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوے کرے
مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اس شخص سے کوئی دعوے شے معین مین سابق ہوچکا ہو تو وہ شے مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعوے نہین تو وہ چیز اُسکی نہین
کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثۃ
پھر اگر موصی نے چند وصیتین کین اُسکے ساتھ یعنے اس قول کے ساتھ جو اُسنے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اُسکی تصدیق کیجیو تو تہائی
مال جدا کیا جاویگا وصیت والون کے واسطے اور دو تہائیان جدا ہونگی وارثون کے واسطے یعنے ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلان شخص کا
مجھپر دین ہے تو اگر وہ دعوے کرے تو اُسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اُسنے چند اشخاص کے واسطے وصیتین کین تو اُسکے مال سے تہائی اہل وصایا
کے لیے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیان وارثون کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی
تنفیذ مقدم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من اصحاب الوصایا والورثۃ صدقوہ فیما شئتم والباقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاویگا اہل وصایا
اور وارثون کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے پھر جبکہ ہر فریق نے
اقرار کیا تو معلوم ہوگیا کہ ترکہ مین دین ہے دونون حصون مین تو ہر فریق کا اقرار اُسکے حصہ مین نافذ ہوگا کذا فی السالک والدرر وان کان مقدما
علی الحقین الا انه مجهول اور دین اگرچہ مقدم ہے وصیت اور میراث کے دونون حقون پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہین یہ جواب سوال مقدر کا ہے کہ دین تو

وصیت اور میراث پر مقدم ہے پہر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیان جدا ہوئین بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہ ہے کہ عدم
تقدم دین یہان اسکے عدم تعین کے سبب سے ہوئی وطریق تخمینہ یا ذکر اور دین غیر مذکور ہے کہ مقرر اور معین ہو جانے کا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہوگیا یعنی
تصدیق فریقین کی فیوخذ الورثۃ بثلثی ما اقروا بہ والموصی لہم بثلث ما اقروا بہ والباقی لہم یعنی جسقدر دین کا وارثون نے اقرار کیا وہ انکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے
اقرار کیا وہ انکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا یعنی دین ادا کرنے کے وہ انکا ہے یعنی جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہے اور جو کہ
تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہے ویحلف کل علی العلم ان ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کہائے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوے کرے یعنی
ہر فریق یون قسم کہائے کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہین قلت لو کانت الوصایا دون الثلث ہل یعزل الثلث کلہ ام بقدر الوصایا لم ارہ
باقی رہا یہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال سے کم ہون تو پوری تہائی نکال رکہی جاویگی یا بقدر وصیت کے مین نے اسکی تصریح
کتب فقہ مین نہین دیکہی ولعل الظاہر بل یتعین الثانی بقدر فی الاکثر من الثلث یراجع ابن الکمال اور یہ بہی احتمال باقی ہے کہ آیا انکو لازم ہے یہ کہ مقرلہ
کی تصدیق کرین ثلث سے اکثر مین یا نہ اسواسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہے زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض
بدون جواب کے ذکر کیا ہے اور بعضون نے ضعیف جواب دیا جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولاجنبی ووارثہ او قاتلہ لہ
نصف الوصیۃ وبطل وصیتہ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولہذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث
یا اپنے قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ
وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا بر اس قول کے جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت
سے ہم بخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سبکا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہین تو مزاحم
بہی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد سابق بینہما فاذا لغا بعضہ
لغا باقیہ ضرورۃ برخلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہین اجنبی کے حق مین بہی اسلیے کہ یہ
اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پہر جبکہ بعض لغو ہوگیا تو باقی بہی بالضرور لغو ٹہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ وصیت انشاء
تصرف ہے یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اسنے خبر دی ہے وصف شرکت زمانہ ماضی مین تو اب
اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہین ہوسکتا کیونکہ اسکی خبر کے مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتہ ممکن ہے اسواسطے کہ وارث اسمین
شریک ہوجاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی عند محمد و
عندہما یبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون نے کہا ہے یعنی عدم صحت اقرار اسوقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے
پہر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سبکے
حصے مین باطل ہے اسوجہ جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی بثیاب متفاوتۃ جید ووسط وردی لثلثۃ انفس لکل
منہم ثوب فضاع منہا ثوب ولم یدر ای ہو والوارث یقول لکل منہم ہلک حقک بطلت الوصیۃ لجہالۃ المستحق کوصیۃ
لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کے واسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پہر ان
تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل
ہوگی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسا ان دو مردون مین ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کے واسطے مین نے

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہو جہالت کے سبب سے یعنے معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان یبینوا او یسلموا باقی منہا فتعود صحیحۃ
لزوال المانع وہو الجحود مگر یہ کہ موصی کے وارث مساحت نہ کرین اور باقی کپڑون کو تسلیم کرین تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنے وارثون کا
انکار رافع تھا صحت کا سو تسلیم سے زائل ہو گیا فتقسم لذی الجید ثلثاہ ولذی الردی ثلثاہ ولذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ بقدر
الامکان تو عمدہ کپڑے والے کو واسطے عمدہ کی دو تہائیان اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیان اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونون کپڑو
مین سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاویگی اسواسطے کہ برابر کرنا بقدر امکان کے واجب ہے اور اگر کسی نے ایک معین بیت معین گھر وارث مشترکہ وقسم ووقع
فی حظہ فہو للموصی لہ والا فمثل ذرعہ من حظہ فلہ مثل ذرعہ شرح صدر الشریعۃ وغیرہ لوجوب القسمۃ فلو قال قسم فان وقع الی آخرہ کان اولی اور گھر کے
دو شریکون مین سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصہ مین پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے
اور اگر موصی کے حصہ مین واقع نہوئی تو موصی لہ کو واسطے کوٹھری کے برابر گزون سے زمین ملیگی صدر الشریعۃ وغیرہ مین وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یون
کہتا قسمت کیجاسے پھر اگر کوٹھری اسکے حصہ مین پڑے الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار بیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ فی الحکم اور
اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہے حکم مذکور مین یعنے اگر اس شریک نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پھر اس گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ
کوٹھری مقر کے حصہ مین واقع ہوئی تو اسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اسکے حصہ مین نپڑی تو اسکے برابر زمین اسکو دیجاویگی تو یہان وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے
وبالف عین ای معین بان کانت ودیعۃ عند الموصی من مال آخر فاجاز رب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح اور ہزار درہم معین یعنے معین کی
دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھے وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز رکھی اور ہزار درہم موصی لہ کو تسلیم کیے تو درست ہے
ولہ المنع بعد الاجازۃ لانہا تبرع فلم یتم الا بالتسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لہ شرح مجمع اور صاحب مال کو بعد اجازت وصیت کے ہزار درہم کا نہ دینا
جائز ہے اسواسطے کہ اسکو اجازت دینا ابتدائی احسان کے تھا اسپر جب تک تسلیم نہو تمام نہیں ہوتا اور تسلیم کرنے کے بعد تو اسکو پھیر لینا جائز نہین
کذا فی شرح المجمع بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتل او لوارث فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبر علی
التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اسکے کہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے
قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اسکے وارثون نے وصیت کو جائز رکھا اسواسطے کہ یہان وارثون کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں بلکہ انپر زبردستی ہوگی
تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لہ یعنے جسکے لیے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے ہم حنفیون کے نزدیک
اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے ہم اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج سے صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک مین واقع ہوا ہے تمانع کیا
وارثون کے حق سے پھر جب وارثون نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر ولو اقر احد الابنین بعد القسمۃ
بوصیۃ ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لانہ اقر بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی بیدہما فیکون مقرا بثلث ما بیدہ وثلث ما بید اخیہ
اور اگر دو فرزندون مین سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکہ کے تو اسکا اقرار اسکے حصہ کی تہائی
مین صحیح ہے نہ اسکے نصف حصہ مین اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ مین ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونون فرزندون کے
پاس ہے تو وہ مقر ٹھہرا اس مال کی تہائی کا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے تو اسکا اقرار اسکے حق مین مقبول ہے نہ اسکے بھائی کے حق مین بخلاف ما
لو اقر احدہما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث برخلاف اسکے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اسواسطے کہ اسکو
تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر ہم تو مقر لہ مقر سے تمام متروکہ لیگا تا کہ استیفا دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملیگا

اور وصیت کا اقرار ایسا نہیں ہے جیسے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پاویگا جبتک وارث کو وہ نہ ملے کذا فی النہج وبامتہ فولدت
بعد موت الموصی ولدا وکلاہما یخرجان من الثلث فہما الموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور
اسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونون موصی لہ کے ہین والا یخرجا انفذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لایزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء
اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونون
سے برابر لیگا ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اسنے لونڈی کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم
کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک
ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور خارج نہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ مان اصل ہے اور لڑکا
تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نرہی اور یہ جائز نہین ہے کذا فی العطاوی ہذا اذا ولدت
قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدہما فہو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ
اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہے
اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے یعنی اسواسطے
کہ وہ وصیت کی تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی البرجندیۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہ باب ہے بیمار کے آزاد کرنے مین ہم چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق
ہوگیا لہذا اسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اسکا صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے یعتبر حال العقد فی تصرف منجز
ہو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار رہوتا ہے تصرف منجز مین منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کرے ہم اور تصرف
مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت
مین ہو تو اسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت مین ہو تو اسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ہو انشاء ویکون فیہ
معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے
نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اس سے وہ تصرف ہے جو انشاء ہے اور اسمین تبرع کا معنی ہے تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے
اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے ہم اقرار سے احتراز ہے انشاء سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح
احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اسمین تبرع نہین ہے والمضاف الی موتہ وہو ما اوجب حکمہ
بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ہذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث
مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے جیسا کہ
یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا
ہو جاوے وہ صحت کے مانند ہے ہم اسلیے کہ وارث اور غیرہم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اسکے مرض الموت مین اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہوگیا
کہ اسکا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی ثم رمز حد التطاول بسنۃ وفی المرض

المقعد الیبیح الصلوٰۃ قاعداً اور مقعد اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب متطاول ہو اور مزمن ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈالے تو وہ تندرست کے برابر ہے احکام
شرع میں کذا فی المجتبی پھر صاحب مجتبی نے تطاول مرض کا یہ بیان کیا ہے کہ ایک سال ہو اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کردے نماز کو بیٹھ کر مرض معتبر یعنے جس
مرض میں نفوذ تصرفات انشاء کا ثلث مال سے معتبر ہو کذا فی الطحطاوی اعتاقہ ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ المریض کا اعتاق
اور محابات اور ہبہ اور اسکا وقف اور ضامن ہونا اس میں ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہے ہم عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں
اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہوئے تو در حکم وصیت ہوگئے حق ورثہ
کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہے کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زائد خریدنا اور قیمت
مثل سے ناقص بیچ میں اسی کا نام محابات ہے کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ
ویلحق بہ کل تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوئے تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ پہلے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہ کہ مریض مدیون میں محیط کا وقف
باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے وہ یہ کہ تمام اصحاب الوصایا فی الضرب او لکل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی فہو یعنی
یعنے عتق اور محابات اور ہبہ اور وقف اور ضمان لہ مزاحمت کریگا اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سب کے واسطے کافی ہو تو فہو المراد ورنہ حصہ رسد
منہ وقت ۱۲
لینگے اور قیمت میں ہر ایک حصہ رسد ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی ہے کذا فی الطحطاوی ولم یصح الجبر ان لان المنع لحقہم فیسقط بالاجازۃ
اور غلام سعی کریگا اپنے استخلاص میں اگر اسکے عتق کی اجازت ہوگئی وارثوں کی طرف سے اسواسطے کہ منع عتق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ
ساقط ہو جاویگا انکی اجازت سے فان حابی فحرر وضاق الثلث عنهما فهی ای المحاباۃ احق پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور
اسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے یعنے تہائی میں دونوں تصرف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ یعنے محابات مقدم ہے اعتاق پر مثلاً اسکی یہ ہے کہ
۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو بیچا پھر اس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سوائے ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنے
سو درم محابات میں صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنے اول اعتاق کیا پھر محابات کی
تو دونوں برابر ہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنے سو درم
کی تقسیم دونوں میں نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کریگا اور صاحب محابات دوسرے غلام کو ۵۰ درم دیکر
خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیهما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم ہے اوصی بان یعتق عنہ بهذہ المائۃ
عبد لا تنفذ الوصیۃ بالعتق ان هلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اس طرح پر ہو کہ اسکی طرف سے غلام آزاد
کیا جاوے ان سو درموں سے خرید کرکے تو وصیت نافذ نہ ہوگی باقی درموں سے اگر ایک درم بھی سو درموں سے تلف ہووے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ
متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنے اگر وصیت کی کہ اسقدر درموں سے میری طرف سے حج
کیا جاوے پھر ان درموں سے ایک درم یا زیادہ تلف ہوگئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقالا ہما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں
وصیتیں صحیح ہیں کوئی باطل نہیں وتبطل الوصیۃ بالعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع
بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت اپنے غلام کے آزادی کی یعنے یوں وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت
باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا
موصی کے قرض میں ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الورثۃ صح لا

وکان الفداء فی اموالہم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل ہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثوں کے ذاتی مال میں ہوگا انکے التزام کے سبب یعنی انھوں نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ متبرع ٹھہرے ولو اوصی بثلثہ ای ثلث مالہ لبکر و ترک عبدًا فاقر کل من الوارث و بکر ان المیت اعتق ہذا العبد فادعی بکر عتقہ فی الصحۃ لینفذ من کل المال و ادعی الوارث عتقہ فی المرض لینفذ من الثلث و یقدم علی بکر فالقول للوارث مع یمین لانہ منکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا اسواقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہی پھر بکر نے دعوے کیا اسکی آزادی کا موصی کی صحت میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے اسکی آزادی کا دعوے کیا مرض موصی میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہی مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہی کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہی اسلیے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہی اور قول معتبر ہوتا ہی منکر کا قسم کے ساتھ ولا شئ لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابہ لبکر لانہ المذکور اولا غایۃ الامر ان القوم مثلوا لزید فغیرہ المصنف ولا تنبیہا والسید اعلم اور زید کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح متن اور شرح کے نسخوں میں لاشئ لزید مرقوم ہی میں کہتا ہوں یوں کہنا ٹھیک ہی ولاشئ لبکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ بکر کا اول مذکور ہی نہایت الامر یہ ہی کہ قوم یعنی فقیہوں نے اس مسئلہ میں زید کی تمثیل دی ہی سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر میں تغیر کو بھول گیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثہ شئ من قیمۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا ہم مثلا ثلث مال سو درم ہی اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے او تقوم حجۃ علی دعواہ فان الموصی لہ خصم لانہ یثبت حقہ وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتاق صحت میں تھا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہی کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہی اور اسی طرح غلام بھی مدعی ہی ولو ادعی رجل دینا علی المیت و ادعی العبد عتقا فی الصحۃ ولا مال لہ غیرہ فصدقہما الوارث یسعی فی قیمتہ ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شئ اور اگر دعوے کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوے کیا صحت میں اور حالانکہ میت کا کچھ مال نہیں ہی سوا اس غلام کے سو وارث نے دونوں مدعیوں کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت صاحب دین کو دیجائے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچھ قیمت میں نہ کمائیگا ہم صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوئے وارث کی تصدیق سے ایک کلام میں تو گویا ساتھ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق وجوب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہ ہی کہ دین کا اقرار قوی تر ہی عتق سے ولہذا جسمیں احوال کل مال سے معتبر ہی اور اقوی مدفوع نہیں اوضعف سے اور اسکا مقتضی یہ ہی کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد از وقوع انتقاض کا محتمل نہیں تو اسکو بالمعنی منتقض کیا اسیجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصًا وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والفا درہم فادعاہا رجل دینا و آخر ودیعۃ وصدقہما الابن فالالف بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعۃ اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے سو ان درموں کے دین ہونے کا ایک مرد نے دعوے کیا اور دوسرے نے انکی ودیعت ہونے کا دعوے کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی تصدیق کی تو ہزار درم دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہی دین سے ہم اس مسئلہ میں اولیت میں خلاف ہی برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہی کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایۃ فقال عندہ الودیعۃ اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامہ فی الشرنبلالیۃ میں کہتا ہوں اور ہدایہ میں اسکے بالعکس کہا ہی سو یوں کہا ہی کہ امام کے نزدیک ودیعت قوی تر ہی اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہی اور صحیح تر وہ قول ہی جو ہمنے ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہی اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ میں ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ میں یوں ہی کہ صاحب ہدایہ پہلے بزرگوں نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہے وصیت اقارب وغیرہم کے بیان میں جارہ من لصق ہے وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہے جو اسکے گھر میں ملاصق ہو اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک محلہ میں رہتا ہو اور محلہ کی مسجد انکی جامع ہو یعنی اسی مسجد میں سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہوں اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہے اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہم گھر تک ہے ہر طرف سے ہم محمد نے املا میں کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایوں کے واسطے تو یہ وصیت اسکے گھر کے ملاصقین کے واسطے ہے خواہ وہ انکے دروازے قریب ہوں یا بعید اما ہم کچھ نزدیک کذا فی العینی وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کآبیہا واعمامہا واخوالہا واخوانہا وغیرہم لانہم اصہارہ وہی من سکو حتہ او مشترہ من جنتی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہیں جو مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہیں جیسے عورت کے باپ دادے اور اسکے چچے اور اسکے ماموں اور اسکی بہنیں اور انکے سوا سے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مرگیا ہو اور وہ عورت اسکے نکاح میں یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو فلو فی بائن لا یستحقہا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن کی عدت میں ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی

قال الحلوانی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا فیختص بابویہا فقط یعنی وغیرہا وافرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ حلوانی نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے عرف میں تھی اور ہمارے عرف میں تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی المنح وغیرہا اور قہستانی نے اسکو ثابت رکھا ہے میں کہتا ہوں لیکن برہان وغیرہ میں اول قول پر یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے ثم نقل عن العینی ان قول الہدایۃ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ ہذہ الفائدۃ پھر مصنف نے عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سے نکاح کیا تھا اور ٹھیک یہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا میں کہتا ہوں تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے عینی نے سنن ابوداؤد وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ میں واقع ہوئیں انھوں نے انکو مکاتب کیا اور بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضرت نے انسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصہ میں آئے تھے انھوں نے انکو آزاد کردیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال ہیں اور وہ سو خاندان والے تھے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی رحم کذا فی المنح قلت الموافق لعامۃ الکتب ذات رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اسکے ہر محرم عورت کا شوہر ہے جیسے اسکی بیٹیوں اور پھوپھیوں کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخوں میں اسی طرح کل ذی رحم واقع ہے اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وکذا کل ذی رحم

من ازواجہن قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہے بنات اور عمات کے شوہروں کے ہر قرابت دار سے بعضوں نے کہا یہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر اور خوشدامن ہے اور ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور ہمارے ملک میں یوں لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہے یہ اشارہ اسطرف ہے کہ دیار روم کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی واہلہ زوجتہ وقالا

کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولہما استحسان شرح ملتقی قال ابن الکمال وہو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واہلہ الا امرأتہ انتہی قلت وجوابہ فی المطولات اور اہل عبارت ہے اسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اسکے عیال اور نفقہ میں داخل ہے سوا اسکی لونڈی اور غلام کے وہ اسکے اہل ہیں

اور قول صاحبین کا استحسان ہے یعنی یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملہ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول موید بنص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے
نجات دی لوط اور انکے اہل کو سوائے انکی عورت کے انتہی قولہ میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کی طرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے اس استدلال
مذکور کا جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا وہاں موجود ہے یعنی استثناء اور امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہے زوجہ کے واسطے بدلیل نصوص عرف قال تعالیٰ وسار
باہلہ وقال لاہلہ امکثوا ومنہ تاہل ببلدۃ کذا اور اطلاق میں صرف ہوتا ہے حقیقت مستعمل کی طرف کذا فی الطحطاوی مختصرا وآل الرجل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا
فیدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل ابائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی
اور آدمی کی آل عبارت ہیں اسکے اہل بیت اور اسکے اس قبیلہ سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اور اسوقت میں یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ
مراد ہو تو آل میں داخل ہے ہر ایک وہ شخص جو موصی کی طرف منسوب ہے اسکے باپ دادا کی جانب سے اسلام میں اسکے پچھلے سرے تک باپ تک پدر اقصی
کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصی مضاف الیہ ہے اور وصیت نہیں مگر مضاف کے واسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی ہم پدر اقصی اسلام میں مثلا علی یا عباس
رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی اپنی آل کے واسطے تو اسمیں داخل ہے جو علی مرتضی کی طرف منسوب ہے نسب کے باپ کی جانب سے اور وہ شخص جسکا ننہال
سادات ہیں الاقرب والابعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر
اور صغیر اور کبیر آل میں سب برابر ہیں ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لا یحصون کما فی الاختیار اور آل میں غنی اور فقیر داخل ہیں اگر وہ بیشمار ہوں
کذا فی الاختیار ہم عبارت اختیار کی یوں ہے (کذا) ان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن المکی یعنی آل غنی اور فقیر سب داخل ہیں اگرچہ وہ لوگ بیشمار ہوں اور
یہی حق ہے سہو کاتب واو ساقط ہو گیا ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی شرح التکملہ یعنی اذا کانوا لا یرثونہ اور آل میں داخل ہے موصی کا باپ
اور دادا اور اسکا بیٹا اور اسکی زوجہ کذا فی شرح التکملہ یعنی جبکہ وہ اسکے وارث نہوں ہم یہ شرط کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث
کے حق میں ولا یدخل فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل میں داخل نہیں اسکی
بیٹیوں کی اولاد اور نہ اسکی بہنوں کی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اسکی ماں کا قرابتدار ہے اسواسطے کہ بیٹا باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف یعنی
وجنسہ اہل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اسکے باپ کے اہلبیت ہیں اسواسطے کہ انسان کی جنس ہوتا ہے اپنے باپ کا
نہ اپنی ماں کا ہم غایۃ البیان میں ہے کہ جنس عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کی طرف سے وکذا اہل بیتہ واہل نسبہ کالجنس تحکمیا اور اسیطرح
موصی کے اہل بیت اور اسکے اہل نسب اور اسکی آل اور اسکی جنس کی مانند ہیں تو اہلبیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہے ولو اوصت
المراۃ لجنسہا او لاہل بیتہا لا یدخل ولدہا اسکے ولد المراۃ لانہ ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کے واسطے
وصیت کی تو اس عورت کا بیٹا وصیت میں داخل نہیں اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف الا ان یکون ابوہ
من قوم ابیہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا در روکافی وغیرہما قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم
وفتی شیخنا الرملی نعم لہ مزیۃ فی الجملۃ مگر یہ کہ باپ اس فرزند کا اس عورت کے باپ کی قوم سے ہو تو اسوقت میں اس عورت کا بیٹا بھی وصیت میں
داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما میں کہتا ہوں تو اس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت
فقط ماں کی طرف سے غیر معتبر ہے چنانچہ فتاوی ابن نجیم کے اواخر میں مذکور ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے ہاں یہ البتہ ہے کہ
سید ہ کے فرزند کو فی الجملہ مزیت اور بزرگی ہے اسپر جسکی ماں سیدہ نہیں الا انکہ بالصدقۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی ہم فتاوی عالمگیری میں بدائع سے
منقول ہے کہ حسب و نسب مخصوص ہے پدر سے نہ مادر جسکی ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہو تو اسکو زکوۃ کا مال لینا حرام نہیں اور وہ ہاشمیہ کا کفو اور

ہمسر نہیں اور اسپر وہ مال نہیں جو سادات پر وقف ہو الا بنص واقف اور یہ حدیث ہی کہ (کل نسب ابن انثی فہو لابیہ الا ما کان من فاطمۃ فانی ولی) تو اہین
اگرچہ عورت کا نسب مشتبہ ہوا تو یہ خصوصیات سے ہے چنانچہ لفظ حدیث مفید ہے اسکی انتہی کذا فی الطحطاوی وان اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ
لذا النسخ قلت صوابہ لذوی او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے
یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہ وصیت ہے قریب ترکے واسطے پھر اسکے بعد جو اوسکے
قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے نسخوں میں اسی طرح لذی قرابتہ مرقوم ہے میں کہتا ہوں لذوی قرابتہ بصیغہ جمع
ٹھیک ہے ہم لذی قرابتہ مفرد ہے اور یہ مسئلہ مفروض بصیغہ جمع ہے لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا
ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان بل من قال للوالد قریبا فہو عاق والولد والمولود وغیرہ بکذا ورق کما یفیدہ عموم قولہ الوارث اور اقارب
کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ والدین اور فرزند مستحق المیراث ہوں بسبب کفر یا مملوکیت کے
چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہے بعضوں نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان ہے اور وجہ نافرمانی کی یہ ہے کہ اہل لغت کے عرف میں
قریب اسکو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے بنفسہ ہے لا بغیرہ کذا فی الزیلعی واما الجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر
الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسی کو
پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں ہم قہستانی نے عالمگیری میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا لان اقل الجمع
فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کے واسطے ہوگی نہ ایک کے اسلئے کہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع
دو ہیں ہم امام نے اس وصیت میں چار شرطوں کا اعتبار کیا ہے اول یہ کہ مستحق دو شخص ہیں یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب
فالاقرب معتبر ہے اور ابعد محجوب ہو اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمیں برابر ہیں کذا فی عالمگیریۃ فلو کان
للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وقالا لاربعۃ تو اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اسکی دونوں چچاؤں کے
واسطے میراث کے مانند ہے اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموں کے واسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا
اشارہ کیا کہ مساوی وسائل کے وقت جب آوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی ولو لہ عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف
وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہوگا وصیت کا اور دونوں ماموں کے واسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے
کہا تین تہائی مال ہوگا یعنے ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر ولو عم واحد لا غیر فلہ نصفہا ولیرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا
ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اسکے واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اسکے وارثوں کو دیا جائے کیونکہ اسکا کوئی مستحق نہیں ولو عم وعمۃ استویا
لاستواء قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ تو وہ دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قرابت یکساں برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت
خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کی طرف
وصیت صرف ہوگی اسلئے کہ انکے نزدیک اقارب میں دادہال اور نانہال کے سب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی الطحطاوی ولولد فلان فہی للذکر والانثی
سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا
اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے ولا یدخل ولد ابن مع ولد صلب اور داخل نہوگا پوتا
فرزند صلبی کے ساتھ فلو لہ بنات لصلبہ وبنو ابن فہی للبنات عملا بالحقیقۃ اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت

بیٹیون کے واسطے کو حقیقت مین عمل کرنے کی راہ سے یعنے پوتون کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہے اور بیٹیون کو بنا بر حقیقت کے ہے اور یہا لا نکر حقیقت
مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صرفت الی المجاز تحرزا عن التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کی طرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار و بیہودہ نہو
ہم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کے واسطے وصیت کی اور اسکی اولاد صلبی نہین ہے تو اب وصیت مین پوتے داخل ہونگے کذا فی عالمگیریۃ ولا یدخل
اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیون کی اولاد داخل نہوگی اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولو لورثۃ فلان للذکر
مثل حظ الانثیین لانہ اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے کے وارثون کے واسطے تو مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ
موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط صحتہا ان تکون الوصیۃ ہہنا اے فی الوصیۃ لورثۃ فلان وما فی
معناہا کعقب فلان بموت الموصی لورثتہ اوعقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب انما یکون بعد الموت اور یہان یعنے فلانے
کے وارثون کی وصیت مین اور جو اسکے معنی مین ہو چنانچہ عقب فلانے کے وصیت مین صحیح ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلانا شخص جسکے
وارثون اور پس ماندون کے واسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہین آتا اگر
اسکی موت کے بعد ثم ان کان معہم موصی لہ آخر قسم بینہم وبینہ علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثۃ یقسم بینہم للذکر کالانثیین کما مر پھر اگر وارثون
کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو ان مین وارثون اور دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس ہوگی پھر جو وارثون کو حصہ ملیگا تو انکے مابین
مرد کو دونا اور عورت کو نصف اسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ ای الموصی لورثتہ اوعقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ
اوعقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثون اور عقب کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکے وارثون و عقب کے واسطے
وصیت باطل ہو گئی ثم ان کان معہم موصی لہ آخر کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ وعقبہ کانت الوصیۃ کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ لان الاسم
لا یتناولہم الا بعد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثون کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ موصی کا یہ قول کہ مین نے وصیت کی
فلانے شخص کے لیے اور اسکے وارثون اور عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ اسکے وارثون اور عقب کے واسطے اسلیے کہ
وارثون کا اسم شامل نہین انکو مگر بعد مر جانے اس شخص کے اور اسکا پورا بیان سراج وہاج مین ہے وعقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان مات
فولد ولدہ کذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب آبائہم لا لہ اور سراج وہاج مین ہے اور عقب آدمی کا اسکا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت
پھر اگر اولاد صلبی مر گئی تو اسکے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنے انمین بھی مرد و عورت برابر ہین اور عورتون کی اولاد عقب مین داخل نہین اسواسطے کہ وہ
اپنے باپون کی عقب ہین نہ اسکے یعنے نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح کو فولد انہ لذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد
مرد اور عورت دونون کو شامل ہے وفی ایتام بنیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم بعد البلوغ وعمیانہم
وزمنائہم وارامہم الارمل الذی لا یقدر علی شیء رجلا کان او امراۃ ویونثہ قولہ دخل فی الوصیۃ فقیرہم وغنیہم ذکرہم وانثاہم اور اگر وصیت
کی فلانے شخص کے یتیم فرزندون مین اور انکے اندھون اور لنگڑون اور انکے مساکین مین تو وصیت مین داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی
اور انکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اس شخص کا جسکا باپ مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونیکے بعد یتیمی
نہین ارامل جمع ہے ارمل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اسی عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ انمین
عورت اور مرد یکسان ہین وقسم سویۃ ان احصوا بغیر کتاب او حساب فانہ حینئذ یکون تملیکا لہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے
منحصر ہون بدون لکھنے اور حساب کرنے کے تو اسوقت مین یعنے جبکہ منحصر ہون تو مال وصیت تملیک ٹھہریگا انکے واسطے عدم جہالت اور انحصار کی نظر

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہی کہ احصا نہو سکیں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جبکہ ۱۰۰ سے زیادہ ہون اور بعضون نے کہا کہ یہ حاکم کی راے پر مفوض ہی اور محمد کا قول آسان تر ہی کذا فی فتاوی قاضیخان والا الفقراء بهم لیطی الوصی من شاء منهم شرح التکملہ لتعذر التملیک حینئذ فیراد به القربۃ اور اگر یتیم وغیرہ غیر منحصر ہون تو وصیت کا مال انکے محتاجون کو دیا جاے وصی کو اختیار ہی انمین سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملہ بسبب متعذر ہونے تملیک کے اسوقت مین تو اُس سے قربت مراد ہوگی ہم درمین ہی اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہی اور قربت ہوتی ہی دفع احتیاج اور گرسنگی مین اور یتیم او نابینا اور لنگڑے کے اسامی احتیاج پر دلالت کرتے ہین تو محتاجون پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی الطحطاوی وفی بنی فلان یختص بذکورہم وادا فنیاء او اگر وصیت کی بنی فلان مین یعنی فلانے کے فرزندون مین تو انکے مردون کے ساتھ مخصوص ہی اگرچہ مردوالدار ہون الا اذا کان فلان ابا قبیلۃ او اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیتناول الاناث لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتون کو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہی جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین عورتین بھی داخل ہین جبکہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنے جماعت کثیرہ کا جیسا کہ تمیم بنی تمیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پر دادا اس جماعت کثیرہ کا ہو نہیں معلوم کرنا تاکہ حصر انکی اسامی سے ہولا اولاد ہی جماعت پر یا جیسا کہ قبیلہ نزار مضر اور قبیلہ قریش کا سب ہی اور تمام قبیلہ لوہر قریش عمارہ اور بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریہ مختصر او ہذا اذا جعل فیہ ایضا مولی العتاقۃ و مولی الموالاۃ وفیما اذا کانوا یحصون والا فالوصیۃ باطلۃ اور اسی واسطے یعنے جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو انمین مولاے عتاقت اور مولاے موالات اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان مین داخل ہوجاتے ہین یعنے جبکہ وہ لوگ متعین او منحصر ہون ورنہ اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہی والا ان ان ذکر الحاجۃ والیتم ان لم یحصوا لا ان لم یحصوا ابر تعالی وہو معلوم واگر کان لا ینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت وجعل تملیکا والا فالاولی ان احصوا اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ یہ ہی کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو خبر دیتا ہی حاجت سے جیسا کہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہی اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون بنا بر قربۃ کہ شرعا یعنے اس حالت مین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خداے تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہی اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہین کرتا تو اگر موصی لہم منحصر ہین تو وصیت صحیح ہی اور ایسی وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہی اور اسکا پورا بیان اختیار شرح مختار مین ہی اوصی من لہ معتقون ومعتقون لمولیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدہما جسکے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونون موجود ہین اسنے وصیت کی اپنے مولے کے واسطے تو وصیت باطل ہی اسواسطے کہ مولی لفظ مشترک ہی اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہین ہوم حنفیون کے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہین جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہو کہ مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونون کو شامل ہی باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہین اور کوئی قرینہ نہین کہ مولی سے آزاد کنندہ مراد ہین یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلک عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہین ہی درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک لفظ عموم کا مفید نہین ہی جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار کیا ہی کہ مشترک عام ہوتا ہی جبکہ نفی کی تحت مین واقع ہو صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہی اس دلیل سے کہ نفی مشترک مین منافی نہین اور باقی علما نے اسکا جواب دیا ہی چنانچہ قول آیندہ مین معلوم ہوگا وحینئذ فقولہم لو حلف لا یکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل الا انہ فی النفی بل لان الحامل علی الیمین بغضہ وہو غیر مختلف عنا وافراد الصنف اور اسوقت مین یعنے جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہین ما بین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک مین تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نکرونگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی کا

عام ہی موالی اعلی یعنے آزاد کنندہ اور موالی اسفل یعنے آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہی مشترک واقع ہونے نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ قسیم
کہا نے ہر فلان نے شخص کا بعض یا حصہ ہی او بعض غیر مشاعت ہی ما بین الاعلی والاسفل کذا فی المنح اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی اپنی شرح میں علم شمس الا
اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہی اور علما کے نزدیک علت عموم مقتضی ہی نہ نفی الا اذا عینہ ای الاعلی والاسفل قبل موتہ فیصح لزوال
المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کردے موالی اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہریگی صحیح ہوجاویگی زوال مانع
کے سبب سے یعنے مانع صحت ... معین تھی سو زائل ہوگئی اسکا بیان ہے ویدخل فیہ ای فی الموالی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہی
وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں لا یدخل فیہ مدبرہ وامہات اولادہ عن ابی یوسف یدخلون اور ہماری میں داخل نہیں
موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہی کہ وہ بھی داخل ہیں علم عدل دخول کی علت یہ ہی کہ مدبر اور ام ولد آزاد
ہوتے ہیں مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہی موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہی کذا فی الدرر اوصی لثلث مالہ الی الفقہاء
دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں کے واسطے تو فقیہوں
میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو انکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنے بدون علم
دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہانتک کہ بعضے فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہو
یعنے بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ دانی میں اعلی مرتبہ کو پہونچ گیا ہو اور متفقہ یعنے جو مسائل
جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہی اور اسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق
کیا جاتا ہی الا ما شاء اللہ تو علما ہم مسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ
وغیرہا یہ وصیت کی کہ مٹی لگائی جائے اسکی قبر پر یا اسکی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہی جیسا کہ فتاوی قاضیخان وغیرہ میں ہی اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے
ذکر کرچکے ہیں لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ
بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیۃ میں ذکر کرچکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہی تو لائق یہ ہی کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا
کراہت کے قول پر مبنی ہی اسواسطے کہ اسوقت تو وصیت ہی مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہ استدراک ہی فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا
تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہی قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور او بعدم
جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہا فینبغی جوازہا مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ لائق ہی
کہ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول بکراہت قراۃ کے قبور پر یا اس وجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز
نہیں لیکن بنا بہ قول مفتی بہ کے کہ قراۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہی مطلقا یعنے خواہ عدم جواز کی علت
قراۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہی کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ یتعین المکان الذی عینہ الواقف
لقراءۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط لہ لما فی شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط الواقف وبالمباشرۃ فی غیر المکان الذی عینہ الواقف
یفوت غرضہ من احیاء ذلک البقعۃ قال وحققہ فی الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہی
کہ جس مکان کو وقف کرنے والا متعین کردے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لیے تو وہ متعین ہوتا ہی تو اگر اس مکان میں قراۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا
اس مال کا جو اسکے واسطے مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہی کہ جو سبب ہی اتباع کرنا شرط واقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کردیا ہی اسکے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے

واقف کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اُس مکان کو متبرک کرنا حاصل نہیں ہوتا صاحب تنویر الابصار نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اُس رسالہ میں ہے جسکا نام الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الحاکم ہے

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنے والثمرۃ

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں قال المترجم جب مصنف نے وصایا در اعیان سے فراغت پائی تو اب وصایا در منافع کو شروع کیا تصح الوصیۃ بالخدمۃ عبدہ و سکنے دارہ مدۃ معلومۃ و ابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہم اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے بعوض اور بلاعوض سو اسی طرح موت کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے و یکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کذا فی البحر و الدرر اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ درر میں اسی طرح مذکور ہے اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی ملک پر ولغلتہما اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی آمدنی حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لہا لان الحق الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی کو سپرد کیا جاوے وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہ ہو تو گھر تین تہائی تقسیم کیا جاوے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر موصی لہ کو اور دو تہائیاں وارثوں کا اختیار رہا فی الوصیۃ بالغلۃ فالقسم علی الظاہر اور گھر کی حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور اسکی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال کی گنجائش نہ رکھتا ہو تو گھر یا غلام اثلاثا تقسیم کیا جائے اس طرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کو کرایہ پر دے اور وارث بھی بالقضاء سے مدت معینہ کذا فی الاصلاح و تہایئا العبد فیخدمہم اثلاثا و موصی لہ اور وارث باری مقرر کریں غلام میں تو وہ انکی خدمت کرے تین تہائی یعنی ایک دن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی ہم چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا مہایات باری معین ہوئی برخلاف گھر کے کہ اسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا تخدمہ و قسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ اُس وقت ہے جبکہ موصی کا کچھ اور مال نہ ہو سوا غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی جیسے صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ آدھا غلام تہائی سے خارج ہوتے ہیں تو غلام موصی لہ کی دو دن باری خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی ولیس للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہا فی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنے کلہا لظہور مال آخر او بخراب ما فی یدہ فیحتاج الی مزاحمتہم فی باقیہما والبیع ینافیہ فیمنعوا عنہ وعن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گھر کی دو تہائیوں کا جو انکے قبضہ میں ہے ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے کی وجہ سے یا ویران ہو جانے اُس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضہ میں ہے تو اُس وقت موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کریگا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو یہ بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنے ان یوجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لا یجوز اور جسکے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اُسکو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اسواسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے موجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا تھا اُس سے زیادہ کا مالک کردینے والا ٹھہرا حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کرسکے و لا للموصی لہ بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح و غلۃ الدار الموقوفۃ علیہ و علیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جسکے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اسکو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اسکا جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تجھکو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوچکا ہم نے عبارت ہے در آ

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنے والثمرۃ

اور دونا بہتر ہے تو غلہ خارج نہ ہوگا استخدام اور سکنی کا ولا یخرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلا الا ان یکون ذلک اسکانہ واہلہ فی موضع آخر
ان یخرج من الثلث والا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ لبقاء حقہم فیہ اور باہر نہ لیجاوے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً مگر جبکہ وہ اسکا مکان ہو اور موصی لہ کے
اہل و عیال دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کو لیجانا وہاں جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج نہ ہوتا ہو تو موصی لہ اسکو باہر نہ لیجاوے
بدون اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اسکو موصی کے شہر سے باہر نہ لیجاوے
اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور اسکے اہل عیال دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ ہوتی ہے
موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہو تو موصی کا مطلب یہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے وہیں لیجاوے طحطاوی نے کہا یوں کہنا
بہتر تھا من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ اور اسم اشارہ راجع ہوتا البصرۃ کی طرف تو اہلہ فی موضع آخر کی حاجت نہ رہتی وبموتہ ای الموصی لہ فی حیوۃ الموصی
بطلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مر جانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنے اسواسطے کہ اسکا استحقاق نہ رہا وبعد موتہ یعود العبد والدار الی الورثۃ
ای ورثۃ الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گھر موصی کے وارثوں کی طرف پھر آتا ہے بحکم ملک یعنے چونکہ منافع کی وصیت میں ملک موصی زائل
نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث ہیں وکان یشیر الی الورثۃ الضمیر یشتری بہا عبدا یقوم مقام الاول ولہذا امتنع المریض من
التبرع باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرہن اور اگر موصی کی موت کے بعد اسکے وارثوں نے غلام کو تلف کیا تو وہ تاوان دینگے اسکی قیمت کا
کہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاوے اسواسطے مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح کی کتاب الرہن میں ہم نے اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار
کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی ایضاً واذا اوصی بہذا العبد لفلان وبخدمتہ لآخر وہو یخرج من الثلث صح وتمامہ فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی
ایک شخص کے واسطے اور اسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا
پورا بیان درر میں ہے وفی الشرنبلالیۃ والنفقۃ اذا لم یطق الخدمۃ علی الموصی لہ بالرقبۃ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر والنفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ
اور شرنبلالیہ میں ہے اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ خدمت نہ کر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اسپر ہے جسکے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہانتک
کہ وہ خدمت کرنے کے لائق ہو جاوے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اسپر ہے جسکی خدمت کے واسطے وصیت ہوئی وان
ابی الانفاق علیہ ردہ الی من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اس غلام کو پھیر دے
اسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی جیسے مستعیر کا حکم معیر کے ساتھ یعنے اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کی طرف رد کیا جاویگا
فان جنی فالفداء علی من لہ الخدمۃ پھر اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنے اسنے مثلاً کسی کو قتل کر ڈالا تو فدیہ اسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی
ولو ابی فداہ صاحب الرقبۃ او یدفعہ وبطلت الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث
کو حوالہ کر دے اور وصیت باطل ہو گئی اپنی فدیہ یا دفع کی صورت میں وثمرۃ بستانہ فمات وفیہ ثمرۃ لہ ہذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے
اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مر گیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہو تو موصی لہ کے واسطے فقط یہی پھل ہونگے آئندہ پھل وان زاد وابدا لہ ہذہ الثمرۃ
والمستقبل اور اگر موصی نے وصیت مذکور میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہیں اور آئندہ کا بھی پھل ہے کما فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ
فان لہ ہذہ والمستقبل ضم ابداً اولا جیسا کہ غلہ بستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے اور وہ غلہ بھی جو
آگے موجود ہوگا خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت میں لاوے یا نہ لاوے ثمرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو

شامل ہوگا اگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونے والے کو بھی شامل ہو تو موجود اور بعد دونوں اسمیں داخل ہیں بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ بستان واستثنیٰ بحالہا ثمرۃ عین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ تتناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر باغ میں پھل موجود نہ ہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند ہے ثمرہ معدومہ کے شمول میں جب تک کہ موصی لہ زندہ رہے ہم یعنی اگر وصیت کے وقت پھل باغ میں نہیں ہیں اور اسنے پھلوں کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے تو اسکی مدۃ العمر میں جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اسکو لیتا رہیگا وفی النہایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ صار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور نہایہ میں ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا قیام اور درستی ہے صاحب غلہ پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینے والا وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہے ہر ایک اس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اسکے کرایہ سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکے کذا فی جامع اللغۃ قاموس میں بھی اسی طرح مذکور ہے قلت فظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیحرر میں کہتا ہوں کہ ظاہر لفظ غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ میں داخل ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم یعنی ظاہر لفظ غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اس باغ کا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکا ثمن موصی لہ کا ہے میں کہتا ہوں کہ اخروٹ اسکا حق ہے اور وہی اسکی بیع کا مالک ہے اصالۃ یا وکالۃ اور غیر شخص کی بیع اسکی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اس نسخہ کے بموجب جسمیں جوز کا لفظ بجیم وزا معجمہ مرقوم ہے اور جس نسخہ میں بحا مہملہ ورا مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت بے ثمر سے تو اسکو دیکھنا چاہیے آیا وہ شامل طلب کے ہے فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ یا ثمر انگور کی کسی آدمی کے واسطے تو اسمیں تو ام یعنی تو نبیان اور اوراق اور حطب اور ثمر سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وبصوف غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما فی وقت موتہ سواء قال ابدا اولا لان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی بھیڑون کے صوف کی اور انکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے کے وقت خواہ ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسی طرح وصیت سے بھی برخلاف پھل کے کہ اسمیں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے بدلیل صحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجاز وا جعل مسجدا لزوال المانع بالاجازۃ ہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر ہے نہیں ہوتا اور اسکے وارثون نے اجازت دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کی وجہ سے وارثون کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہوگیا وان لم یجیزوا جعل ثلثہا مسجدا رعایۃ لحق الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونون جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اس صورت میں وارث بھی محروم نہ رہے اور مسجد بھی بنے و بظہر مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندہما یجوز اور اگر اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسی طرح منقول کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونون جائز ہیں کذا فی الدرر وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہیں اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہان وقف صحیح نہیں ہوتا بہت سے مواضع میں مثلاً غلہ اور صوف کی وصیت میں اور مانند اسکے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا اوصی بشیء للمسجد لم تجز الوصیۃ لانہ لا یملک وجوزہا محمد قال المصنف

واقول محمد افتخار مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی مسجد کے واسطے تو وصیت جائز نہیں ہے اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے اسکو جائز رکھا ہے مستند سے کہا اور محمد کے قول کا فتویٰ دیا ہے ہمارے استاد صاحب بحر الرائق کے مصنف نے ہم کہتے ہیں وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے اوپر محمول کیا ہے اسواسطے کہ امکان ہو موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان یقول الوصی یعنی علیہ تجوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جائے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد کے قال اوصیت بثلثی لعطاء او فلان فالثلث عند ابی حنیفۃ لہما لانہ اوصی لمعلوم عند ابی یوسف انہا ان یصطلحا اخذا الثلث وعند محمد تخیر الورثۃ فی ان یعطوا ایہما شاءوا کسی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں شخصوں کو اختیار ہے کہ آپس میں صلح کرلیں تہائی مال کے لینے میں خواہ نصف نصف پر تقسیم کرلیں یا کم و بیش اور محمد کے نزدیک موصی کے وارثوں کو اختیار ہے کہ جس شخص کو چاہیں دیں واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ

یہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا میں یعنی جو مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا میں فی من جعل دارہ بیعۃ او کنیسۃ او بیت نار فی صحتہ فمات فہی میراث لانہ کوقف عند ابی حنیفۃ جس نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتشخانہ بنایا اپنی صحت کی حالت میں پھر وہ مرگیا تو وہ وارثوں کی میراث ہے اسواسطے کہ وہ وقف غیر جائز کے مانند ہے ہم بیعہ عبادت خانہ نصاریٰ کا اور کنیسہ عبادت خانہ یہود کا اور آتشخانہ مجوس کا ان عبادت خانوں کا بنانا ذمیوں کو دیہات میں جائز ہے دار الاسلام کے شہروں اور قصبات میں واما عندہما فلانہ معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اسوجہ سے صحیح نہیں کہ ان کا بنانا معصیت تو ولیس ہو کالمسجد لانہ لم یسکنوا ان ویدفنون فیہ موتاہم حتیٰ لو کان المسجد کذلک لا یورث مطلقا قال المصنف غیرہ لانہ غیر محرر خالصا للہ تعالیٰ اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کے مانند نہیں ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاریٰ اسمیں بستے ہیں اور اپنے مردے اسمیں دفن کرتے ہیں تو اگر مسجد بھی اسطرح ہو یعنی اسمیں سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی موروث ہوگی یقینا ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے اسواسطے کہ اسوقت میں محرر خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہوگی ہم صاحبین کے کلام کا تتمہ نہیں بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاریٰ کے حق میں ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق میں پس اسمیں بیع اور میراث جاری نہونا چاہیے ان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعۃ او کنیسۃ لمعینین فہو جائز من الثلث وتجعل تملیکا اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اسکا گھر بیعہ یا کنیسہ بنا یا جاوے معین لوگوں کے واسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہ تملیک ٹھہریگی انکے واسطے وان اوصی بدارہ ان تبنی کنیسۃ او بیعۃ فی القری لقوم غیر مسمین صحت عندہ لا عندہما لما ان الوصیۃ لہ اسم معصیۃ عندہما ویجوز ان یکون تملیکا تصحیح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات میں بنایا جاوے قوم غیر معین کے واسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہیں اور امام کی دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہیں اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر میں کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کو وصیۃ حربی مستامن لا وارث لہ ہنا بالکل للمسلم او ذمی کعتق العتاق والاثیرۃ عین محمد لانہ امراتعالیٰ فی حقنا الیہ وصیت جائز ہے اس حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہیں دار الاسلام میں تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کے واسطے کہ زندگی اور وارثوں کا دار الحرب میں ہیں اسواسطے کہ وہ ورثہ بحکم اموات کے ہیں ہمارے حق میں ولو اوصی بنصفہ بنفاذ النفقۃ ورد یا فیہ لورثتہ الا اثر ابل لانہ لا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اسکے وارثوں پر رد کیا جائیگا میراث کی راہ سے نہیں بلکہ اسواسطے کہ اسکا کوئی مستحق نہیں ہمارے ملک

ہین ولذا الوادی المستامن مثله اور اسی طرح جو اوصیت کا حکم ہو اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت
او دبرہ انفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اسکے تمام مال سے اس
دلیل سے جو ہم نے بیان کی یعنی اسواسطے کہ اسکے وارثون کا حق واجب الرعایۃ نہین کیونکہ وہ اموات کے مانند ہین کذا فی الزیلعی ولو اوصی له مسلم او ذمی جاز فی الظاہر
زیلعی اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول ظاہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الہوی اذا کان لا یکفر فهو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ
لانا امرنا ببناء الاحکام علی الظاہر [illegible] اور اہل ہوا [illegible] جیسے خارجی یا رافضی جبکہ اسکی بدعت منجر بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے
امر مین اسواسطے کہ ہم [illegible] اسلام ہے وان کان یکفر فهو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ عنده نافذۃ عندهما شرح المجمع اور اگر
اہل ہوا [illegible] بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح المجمع اہل ہوا
یعنی جو نبی ہوا ہے نفس کا تابع ہوا [illegible] کی طرف مائل ہو کر اگر اسکے کفر کا حکم ہو جیسا کہ ایک گروہ انمین سے کہتے ہین کہ علی رضی اللہ عنہ خدا اکبر ہے تو وہ مرتد
کے مانند ہین کذا فی الدرر والمرتدۃ فی الوصیۃ کالذمیۃ فی الاصح لانها لا تقتل اور عورت مرتدہ وصیت مین ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح تر پر اسواسطے
کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی یعنی تو اسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ المطلقۃ کقوله هذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا تحل للغنی لانها صدقۃ
وہی علی الغنی حرام وان عممت کقوله یاکل منها الغنی والفقیر لان اکل الغنی منها انما یصح بطریق الاباحۃ والتملیک انما یصح [illegible] اور وصیت مطلقہ
یعنی غیر مخصوص جیسا کہ یون کہنا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہین اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے
وصیت کو عام کر دیا ہو جیسا کہ یون کہنا کہ اسمین کھا سکتا غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کھانا اسمین صحیح نہین مگر بطریق اباحت کے اور حالانکہ تملیک صحیح نہین ہوتی مگر
شخص معین کے واسطے اور غنی [illegible] وصیت مطلقہ وہ ہے جسمین نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے جسمین غنی و فقیر دونون مذکور ہون فلو خصت
الوصیۃ به ای بالغنی کقوله هذا القدر من مالی وصیۃ لزید وهو غنی او لقوم اغنیاء محصورین حلت لهم لصحۃ تملیکهم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص
ہوئی جیسا کہ موصی کا یون کہنا کہ اتنا مال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار [illegible] قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو انکو حلال ہے
تملیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حرره المصنف اور اسی طرح وصیت کے مانند وقف مین حکم ہے جیسا کہ مصنف نے درر مین اسکی تحریر
اور تنقیح کی ہے یعنی وقف مطلق مخصوص لفقراء ہے غنی کو حلال نہین اگرچہ وقف اسکا غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دے اور جبکہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم
اغنیاء محصورین کے واسطے خاص کر دیا تو انکو حلال ہے اور وہ [illegible] ضرور یہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے ہین تضمنا
اور وجہ [illegible] اور اکثر لوگ اس سے غافل ہین لهذا اسکو اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی وفی جامع الفصولین [illegible]
کہ وقف کا متولی وصی کے مانند ہے [illegible] ذکر کرنا باب الوصی مین بہتر تھا فروع مسائل [illegible] شارح کے اوصی بثلث ماله للصلوۃ
جاز للوصی صرفه للورثۃ لو محتاجین [illegible] بغیر قرابۃ الولاد [illegible] تجوز صرف الکفارۃ الیهم بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانها تجوز لکل ورثۃ ولا عدم لهم [illegible]
او کلهم حاضرین بالغین [illegible] فلو منهم صغیر او غائب او حاضر غیر راض لم یجز نمازون کے کفارے کے واسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت
کی تو وصی کو اسکا صرف کرنا موصی کی وارثون پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہون یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگون مین سے جنپر صرف کفارہ
جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہون بر خلاف مطلق وصیت کے جو محتاجون کے واسطے ہو کیونکہ اسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثون پر اور ایک
وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہون [illegible] ہو اگر انمین سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہو تو جائز
نہین ہم غیر قرابت ولادت کی قید اسلیے لگائی کہ [illegible] کے واسطے صرف کفارہ جائز نہین اگرچہ موصی نے اسکو معین کر دیا ہو ہشام نے محمد سے

روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انھوں نے اتفاق کیا کہ انکو اسکے واسطے وصیت کا مال دیا جاوے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثوں نے اجماع کیا کہ اسکو دیا جاوے تو جائز ہے اور وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوٰۃ لرجل معین ... لفساد الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینے کی ایک مرد معین کے واسطے تو اسکے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ کی علت سے ... وصیت جائز ... وصی ... زیادۃ ما لا یدیون ... المحسن ... فقرکما الوصی لہم عن الفدیۃ ... ثم التصدق ... مال کی وصیت کی اپنی نمازوں کے کفارہ کے واسطے اور حالانکہ اسکا ثلث مال محتاجوں پر دین ہے سو وصی نے اس مال کو ... ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نہ کریگا اور ضرور ہے اس مال کا اوس پر قضا کرنا ... صدقہ ... کفارہ ... مصرف ... بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تہائی مال مثلاً غصب کیا اور اسکو ضائع کیا سو وصی نے اسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کریگا صدقہ میں اسکے ... بعد مر جانے موصی کے برخلاف ... کہ اسپر ہیوں کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نہ کریگا یہ سب مسائل قنیہ سے لکھے ہیں وفی الجواہر اوصی الرجل ببعض ... وقسمت الترکۃ والموصی لہ فی البلد ... ثم بعد سنین ادعی تسمع ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن والوصیۃ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اسی شہر میں تھا اور حالانکہ اسکو قسمت ترکہ معلوم ہے ... چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل نہ ہوگا ... وصیت کو ترک ... عقار ... کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین ... بعد موتہ قبل القبض صح ... التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے واسطے وصیت کی ایک گھر کی سوا سکے بعد مر جانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے ... جائز ہے ہو اسطے کہ وہ کی چیزوں میں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے ... الوالد ... الاب ... زمین کو قبضہ کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ ... زندہ ہو تو متولی ... اوصی ... الشفیع ... ثمن ... الدار ... الوصی ... وصیت کی ایک مرد کے واسطے سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی اشتری کے وارثوں سے کچھ نہ لیگا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اسنے غیر کے مال کی وصیت کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ... شفیع لیگا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ ... ثمن ... موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے ... کذا فی المنح

باب الوصی

وہو الموصی الیہ یہ باب وصی کے احکام میں ہے اور وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاوے عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اسکو اپنے مال میں تصرف کرنے کی اپنے مرنے کے بعد وصیت کی اور اسکو مفوض الیہ اور وصی بھی کہتے ہیں اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اس وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اسمیں خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلطی ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہیں عدل پر اگرچہ امیر المؤمنین عمر فاروق ہوں ابو مطیع نے کہا کہ بیس برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عدل کرتا ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ صح فان ردہ عندہ ای بعلمہ ... ایک شخص نے اسکو وصی کیا اور اسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا

پھر اگر رد کیا یعنے قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اسکے نزدیک یعنی موصی کی دانست مین تو وصایت پھر گئی ثابت نہوئی ہم سواسطے کہ وہ اسمین متبرع ہی اسپر
قبول کرنا واجب نہین چاہیے اسپر دوام اختیار کرے چاہیے رجوع کرے موصی کو اختیار نہین کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع مین فریب دینا نہین ہی کیونکہ موصی کو اختیار
ہی کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہراوے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ہان اگر اسکے سامنے دوسری بار قبول کریگا تو صحیح ہی سواسطے کہ بنا برین ہی کہ کیسکو
وصی کیا سو اسنے اسکے سامنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اس سے کہا کہ تجسے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اسنے کہا مین نے قبول
کیا تو وصی ہوگیا کذا فی الطحطاوی والا لا یصح الرد بغیبۃ لئلا یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اسکا رد کرنا اسکے پیچھے یعنے
اسکی عدم دانست مین صحیح نہین ہی تاکہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے ولیس اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہی
خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت مین نہ اخراج واقع ہوا ہو امام رح کے نزدیک بخلاف ابو یوسف رح کے یعنی انکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہین
فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اسکا وصیت کرنے والا مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہی ہم وصی
نے تصرف بالتبرع مین متبرع ہی تو بدون قبول کرے اسکے اسپر وصایت لازم نہین مانند وکالت کے اور یہان فریب دینا بھی نہین ہی اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا اسلیے کہ
حال دریافت نکرلیا کہ اسنے وصایت قبول کی یا نہین ولزم بیعہ لشیء من الترکۃ وان جہل بہ لکونہ وصیا فان علم الوصی بالوصایۃ لیس بشرط
فی صحۃ تصرفہ اور منعقد وصیت لازم ہوجاتی ہی وصی کی کوئی چیز بیچ کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنی وصی ہونے کو نجانتا ہوا اسواسطے کہ
وصی کو وصایت کا علم شرط نہین ہی اسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت
کا معلوم ہونا شرط ہی وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا انفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت
سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہی مگر جبکہ قاضی نے اسکے رد کرنے کو نافذ کردیا تو اب اسکے بعد قبول کرنا وصایت کا
صحیح نہین ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل الاخراج
جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاوے یعنے قاضی انکے سوا اور شخص کو
وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہی تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کرین قبل اخراج کے
تو تصرف جائز ہی کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر واطرد تاب الفاسق مجتبی وفیہ فوض ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا
لم یخرجہم القاضی عنہا ای عن الوصایا بالزوال الموجب للعزل الا ان یکون غیر اہلین اختیار سو اگر صغیر بالغ ہوگیا اور غلام آزاد ہوگیا اور کافر اور نصر
مسلمان ہوگیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی انکو وصایا سے خارج نہ کرے بسبب زائل ہوجانے اس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا
مگر یہ کہ وصی خائن ہو امانت دار نہو تو عزل درست ہی کذا فی الاختیار اور مجتبی مین ہی کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہی والی عبدہ
والحال ان ورثتہ صغار صح کایصائہ الی مکاتبہ او مکاتب غیرہ ثم ان ردفی الرق فکالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہی
جیسے اسکا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہی پھر اگر مکاتب عاجز ہوا اور بدل کتابت سے مملوکیت کی طرف پھر گیا تو اسکا حکم غلام کے
مانند ہی یعنے اگر وارث صغیر ہین تو درست ہی اور نہین تو درست نہین والا لا ای وان لا فلا یصح مطلقا لہ رد ور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی
کرنا صحیح نہین اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہین خواہ وارث صغیر ہون خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ
لا بمجرد اخبارہ ضم القاضی الیہ غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے
تو قاضی اسکے ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثون کے حق رعایت کرنے کے واسطے اور وصی کا یون ظاہر کرنا کہ مجھسے وصایت نہین ہوسکتی

اسواسطے متہم ہو اکہ شکایت کرنے والا کاسبب کاذب ہوتا ہی یعنی جان سکے چاہئے کیواسطے کذا فی المنح ولو ظهر للقاضی عجزه اصلا استبدل غیره
اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلا ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزله ای الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ لها نفذ عزله وان
جار القاضی واثم اور قاضی نے میت کے پسند یدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہی تو اسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ واختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین ولما
عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ
فلو عزلہ قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الموصی اشفق بنفسہ من القاضی فکیف ینعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاۃ
الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالاولی قاضی اشباہ میں ہی فقہا نے اختلاف کیا ہی وصی
اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقہا صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہی لیکن عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہی چنانچہ فصولین میں ہی اور
وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہی انتہی مافی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسوین فصل سے یہ ہی کہ میت کا وصی اگر متقی اور
کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہی سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہی کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک
صحیح یہ ہی کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہی قاضی سے یعنی اسنے بہتر سمجھکر اسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق
یوں ہی کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کی وجہ سے انتہی مافی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب
بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہوگئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم تجارہ وظائف کے تولیت ہی فتاوی
خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہی کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اسکی شرط یہ ہی کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین
میں ہی تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہی اور اگر کریگا صحیح نہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ اہل وقف کے صاحب وظیفہ کو
بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ سے اسکو ثابت کیا ہی کذا فی الطحطاوی ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ
ووقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہی جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہی اسواسطے دو متولی دو وصی
کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ ووقف القنیۃ ومفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رای الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی سے اور قول سابق
سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رای کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ہم یہ صورت
اسعاف میں مصرح مذکور ہی کہ انفراد احد الناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کرے تو جائز ہی مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہی کذا
فی الطحطاوی ولو وصیۃ کان الیصاء لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے
وصی کے باطل ہی اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہی ابو اللیث نے کہا اور وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ اقرب الی الصواب
لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہی مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہی درر میں اور قہستانی میں ہی کہ یہی بطلان کا قول
قریب تر ہی صواب کی طرف ہم یہاں دونوں قولوں پر فتوی اور قضا درست ہی چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا
کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاضی واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلا
من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جاز ان رای فیہ

المصلحۃ والالاحتیاط فی وکالۃ تنویر البصائر معزیا للملتقطات وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ بعینہ ایسا ہی ہے کہ بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہی
جبکہ دونون وصی یا دونون متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہون اور اگر دونون وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کی طرف سے
ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہی تو اسی طرح اسکے نائب کا
تصرف جائز ہی اور اگر دونون قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منصوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہی اگر اسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے
تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر البصائر کی کتاب الوکالۃ مین ملتقطات وغیرہا سے منقول ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراج
لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا فنصب لہ وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فلہ ذلک وینبغی للقاضی الآخر ان لا یخرج الاول اھ
سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہی کہ اگر قاضی نہ جانتا ہو کہ میت کا وصی ہی سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو
اسنے وصیت مین داخل ہونیکا ارادہ کیا تو اسکو درست ہی اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء کفنہ وتجہیزہ والخصومۃ
فی حقوقہ وشراء حاجۃ الطفل والاتہاب لہ واعتاق عبد معین ورد ودیعۃ وتنفیذ وصیۃ معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل
ہی مگر موصی کے کفن کی خرید مین اور اسکی تجہیز مین اور اسکے حقوق کی خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خرید مین اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے مین
اور غلام معین کے آزاد کرنے مین اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایک وصی کا فعل بھی نافذ ہی الا آخرہ
کذا فی شرح الوہبانیۃ عشرۃ اخری منہا رد مغصوب ومشتری بشراء فاسد وقسمۃ کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین تجہیں ہیں حقہ شرح وہبانیہ سے عشرہ
سوا اسکے جو متن مین مذکور ہین زیادہ ذکر کیے ہین ازانجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور
دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق سے ہم نے تین امور عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر نہ کیا ازانجملہ عیب کی وجہ سے ثمن پھیر دینا اور
اجارۃ النفس یتیم ... کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا مسکین فقیر یا مساکین کے واسطے وبیع ما یخاف تلفہ وجمع اموال ضائعۃ ...
جسکے تلف ہوجانے کا ڈر ہی اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد او الاجتماع
اتبع اتفاقا شرح وہبانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہی تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کر دی ہو تو اسکی پیروی کرنا
لازم ہوگا باتفاق امام اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدہما فان اوصی الی الحی او الی آخر فللہ التصرف فی الترکۃ وحدہ بلا احتیاج
الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مرگیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ مین تصرف کرنا جائز ہی اسکی حاجت
نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم جلبی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اسکو وصی کر دیا ہو اور اگر غیر شخص کو وصی
کیا ہوگا تو دونون کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والا یوص ضم القاضی الیہ غیرہ درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی
دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر ھم اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اسکے ترکہ مین دو شخصون کی رائے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ امر قاضی کے نصب سے ہی
ممکن ہی کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ مات احدہما اقام القاضی الآخر مقامہ او ضم الیہ آخر اور اشباہ مین ہی کہ ایک وصی مرگیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام
پر قائم کر دے یا اسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیۃ الا اذا اوصی لہما ان یتصدقا بثلثہ حیث شاء انتہی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور وصیت
باطل نہین ہوجاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونون وصیون سے کہ اسکے ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونون چاہین انتہی اھ فی الاشباہ
اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی ھم شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو مین دونگا اور دوسرے نے کہا
دوسرے محتاج کو دونگا تو کسی کو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع مین دونون کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مرگیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گئی

کذا فی الطحطاوی عن الخصاف وہل فیہ خلاف ابی یوسف قولان اور کیا اسمین ابو یوسف کا خلاف ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہے اور بعضون نے
کہا خلاف نہین وعن ابی یوسف ینفرد دون الوصی کما قررتہ فیما علقتہ علی الملتقی ویاتی اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل
ہے تصرف مین نہ وصی چنانچہ مین نے اسکو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم شارح کی شرح ملتقی مین مجتبی سے منقول ہے
کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکر سکیگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت
سے تصرف مین انفراد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کما ینبغی نہین ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو
وصی کیا اور ایک شخص کو اسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اولی ہے اور مشرف وصی نہین ہو جاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے
جائز نہین انتہی اس عبارت سے بھی انفراد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ووصی الوصی سواء اوصی الیہ فی مالہ او فی مال موصیہ وقد مر وصی فی الترکتین
خلافا للشافعی وصی کا وصی دونون ترکون مین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی
کیا ہو ہر صورت دونون ترکون مین وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وتصح قسمتہ ای الوصی حال کونہ نائبا عن ورثۃ کبار غیب او صغار مع الموصی لہ بالثلث اور
صحیح ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہو کر یا صغیر وارثون کا نائب ہو کر موصی لہ کے ساتھ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود
نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کا حصہ ترکہ سے تہائی مال بانٹ دے ولا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطہم معہ ای الوصی لصحۃ قسمتہ نیابۃ
اور وارثون کو موصی لہ پر رجوع کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے اسوقت اور اما قسمتہ عن الموصی لہ
الغائب والحاضر بلا اذنہ مع ای الورثۃ ولو صغارا زیلعی فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیجانب سے نائب ہو کر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اسکے اذن کے
وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذ فیرجع الموصی لہ بثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطہ لانہ کالشریک
معہ ای مع الموصی فلا یضمن الوصی لانہ امین اور اسوقت مین یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھر لے جبکہ موصی لہ کا حصہ ضائع
ہو گیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کے مانند ہے تو وصی سے ضمان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہے اور اگر وارثون کے پاس مال ضائع ہو گیا تو جسقدر انہون نے
مال پایا تھا اسکی تہائی چاہے وارثون سے لے چاہے وصی سے یہ اسوقت ہے جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع
نہوگا کذا فی الطحطاوی وتصح قسمۃ القاضی واخذہ قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا شئ لہ ان ہلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت اور
اسکا موصی لہ کا حصہ رکھ لینا صحیح ہے اور اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیواسطے کچھ نہین اگر اسکا حصہ قاضی کے ہاتھ مین یا اسکے امین کے ہاتھ مین تلف ہو گیا ہو
ہم وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے امور نافعہ مین ولہذا جسکے تلف ہونے کا خوف ہو اسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف
وصی کے وہذا فی المکیل والموزون لانہ افراز وفی غیرہما لا یجوز لانہ مبادلۃ کالبیع وبیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمۃ اور یہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور
وزنی چیزون مین ہے اسواسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہے افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی اور وزنی کے سوا اور مال مین
قاضی کی بھی قسمت صحیح نہین اسلیے کہ وہ تو یہان عبارت ہے مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسی طرح قسمت بھی جائز
نہین والحاصل قاسم الوصی فی الوصیۃ بحج عن المیت بثلث ما بقی ان ہلک المال فی یدہ او فی ید من دفع الیہ لیحج خلافا لہما وقد قرر فی
المناسک اور اگر وصی نے وارثون کو قسمت کر دی حج کی وصیت مین تو میت کی طرف سے حج کیا جاوے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ
یا اسکے ہاتھ سے جسکو وصی نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور البتہ یہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابون مین ولو افرز المیت شیئا من مالہ للحج فضاع
لم یحج عنہ بثلث ما بقی لانہ عینہ فاذا ہلک بطلت اگر میت نے حج کے واسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا اسکے مرجانیکے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جاویگا

باقی مال کی تہائی سے اسلیے کہ اسنے تو بیچ کیواسطے مال کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلیے کہ انکا حق مالیت سے
متعلق ہے نہ عین متروکہ سے فضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک ثمنہ ای ضیاعہ عندہ لانہ العاقد فالعہدۃ علیہ
اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اسکا ثمن موصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام اور شخص کا
مالک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے تو بیع کا تو عہدہ عقد کا اسکے ذمہ پر ہوگا ورجع الوصی فی الترکۃ کلہا
قال محمد فی الثلث قلنا انہ مغرور فکان دینا حتی لو ہلکت الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی المنتقی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی
رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے بھرلے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے بھرلے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے
کہ وصی نے فریب کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہو گیا یا
کفایت نہیں کرتا تو واپس رجوع نہوگا اور منتقی میں لکھا ہے کہ وصی تاوان بھرلے ان فقیروں سے جنہوں کو اسنے خیرات دیا اسلیے کہ فائدہ تصدق کا انکو ملا
ہے تو اسکا نقصان بھی انہیں پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع
علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اسکا
ثمن تلف ہو گیا وصی کے پاس پھر مال بیع غیر کا حق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے بھرلیگا اسلیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق
جو صغیر کو پہونچا تھا وصح احتیال الوصی بمال الیتیم لو خیرا لہ بان یکون الثانی املاء ولو مثلہ لم یجز بزازیہ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو
اس طرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی البزازیہ وصح بیعہ وشراؤہ
من اجنبی بما یتغابن الناس فیہ لا بما لا یتغابن فیہ وہو الفاحش لان الولایۃ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملکہ المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیچنا اور
خرید وصی کی اجنبی سے اسقدر تفاوت پر کہ مردم اسقدر تفاوت میں نقصان اٹھاتے ہیں اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلیے کہ وصی
کی ولایت نظری ہے یعنی بیع میں یتیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنیسے
کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک
مطلقا لانہ وکیل اور یہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اسوقت ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی
نے مال یتیم کی خرید فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا
یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب
جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وہو قدر النصف زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے
ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں ہم زیلعی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم
کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقا خواہ منفعت
ظاہر ہو یا نہو وبیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وہذا لتیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز
ہے قیمت کے برابر اور جسقدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر نہیں تو جائز نہیں وہذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجی اور یہ تفصیل
مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول جیسے اراضی اور اسکا اثاث کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو زاد الوصی

علیه کفن مثله فی العدد ضمن الزیادة اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا اسقدر زیادت کے مثلاً میت کے پہنے کا
کفن تین کپڑون کا ہوتا تھا اسو وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا و فی القیمة وقع الشراء له و حینئذ یضمن
ما دفعه من مال الیتیم ذخیره لو الجتبیٰ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اسوقت مین وصی تاوان دیگا
اسکا جو اسنے ثمن دیا ہے یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیہ و فیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظهور رشده بعد الادراک فضاع ضمن لانه دفعه
الی من لیس له ان یدفع الیه اور ولوالجیہ مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اسکے بالغ ہونے کے پھر وہ مال
ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے اسکو دیا جسکا دینا اسکو جائز نہ تھا ہم یہ صاحبین کا قول ہی تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک
وصی پر ضمان نہین اگر یتیم کو پچیس برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہی غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی و جاز بیعه
ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف هلاک ذکره عزمی زاده معزیا للخانیة قلت وفی الزیلعی والقهستانی الاصح لا لانه نادر اور وصی کو بیچنا
وارث بالغ غائب پر جائز ہی مال منقول مین مگر ادا سے دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہی یا اسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہی
عزمی زاده نے خانیہ کی طرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین اسواسطے کہ اسکا
تلف ہوجانا کمتر ہی ہم اگر میت پر دین مستغرق ہی تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہی اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے نزدیک
جسقدر دین ہو اسقدر کی بیع جائز ہی اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی و جاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لا من نفسه بضعف قیمته
او لنفقة الصغیر او دین المیت او وصیة مرسلة لا نفاذ لها الا منه او لکون غلاته لا تزید علی مؤنته او خوف خرابه او نقصانه او کونه فی ید متغلب درر و اشباه ملخصا اور
صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہی غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کے واسطے یا دین میت کے ادا کرنے
کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لیے جسکا نفاذ اور جاری ہونا کہین سے متصور نہین سوا عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی
اسکے مصارف سے یا اسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ مین ہی کذا فی الدرر و الاشباہ مختصراً ہم وصیت مرسلہ سے
مراد وصیت مطلقہ ہی اسطرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہی تو اب عقار کی بیع جائز ہی کذا فی الدرر قلت و هذا لو البائع وصیا من قبل ام او اخ فانهما
لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون اور یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشیاء ثمانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہی کہ بائع مان یا بھائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ
مان اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہین ہر طرح یعنے نہ اشیاء مستثنیٰ مین نہ انکے غیر مین ولا شراء غیر طعام و کسوة اور مان اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک
نہین سواے طعام اور لباس صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک
سراہا اور پسندیدہ ہو یا اسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہی کذا صرح به ابن کمال ولا یتجر الوصی فی ماله ای الیتیم لنفسه فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری
کرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدے کیواسطے سو اگر اسنے اپنے واسطے اس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے و جاز لو اتجر من مال الیتیم و تمامه
فی الدرر اور سوداگری جائز ہی اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اسکا پورا بیان درر مین ہی ہم درر مین خانیہ سے مذکور ہی کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے
مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضامن ہے اور نفع خیرات کرے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک
نفع وصی کو حلال ہی خیرات نکرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شئی باقل من ثمن المثل الا فی مسئلة الوصیة ببیع عبده من فلان مین کہتا ہون اشباہ مین
ہی کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہی یعنے جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلان
شخص سے ہم اور فلان شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہو تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہی لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو یہی درست نہین کذا فی الطحطاوی

وفیہما ای الکلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ فلا شئی لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقدمنا فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز استحسانا اور اشباہ میں ہی اجرت مثل کے بیان میں کہ متولی کو اسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہی سو اگر اسنے عمل نہ کیا تو اسکو اجرت نہیں ہی اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہیں ہی اور یہ یعنی متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہی جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کردے تو اگر اسنے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایک سال میں کوشش کی تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہی یعنی یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہی اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی انتہی ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کانوا اصغارا وکبارا باع حصتہم ایضا کما مر کذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہی کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصوں کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ میں ذکر ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثوں کے حصہ کو بیچ کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے ہم تفصیل ذکر کر چکے ہیں کہ اگر ادائیں اور خوف ہلاکت میں بیچ جائز ہی نہ اسکے سوا سے میں کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیعہ للعقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایۃ لان فیہ استبقاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے میں بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ اس میں مالک صغیر کا باقی رکھنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح میں مذکور ہی ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہیں میت پر دین کا ہم اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہیں تو مقر لہ کو اسکا لینا بدون گواہی کے درست نہیں اور اگر وصی دیگا تو اسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشئی من ترکتہ انہ لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اسطرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہی مگر یہ کہ اقرار کرنے والا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ میں نہ باقی ورثہ کے حصوں میں ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لم یسمع درر اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہی تو اسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنی تناقض کی وجہ سے ووصی ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد کما تقرر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہی صغیر کے مال میں تصرف کرنے کا صغیر کے دادا سے اور اگر اسکا وصی نہو تو دادا احق ہی چنانچہ کتاب الحجر میں ثابت ہو چکا ہی وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ میں ہی کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع ادائے دین کے واسطے اور وصیتوں کے جاری کرنے کے واسطے جائز نہیں برخلاف وصی کے کہ اسکو یہ درست ہی

فصل فی شہادۃ الاوصیاء

یہ فصل ہی وصیوں کی گواہی کے مسائل میں ہم اس فصل میں شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہیں تو یون کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت اور باطل ہی گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں وصیوں کی گواہی میت کے مال کی باطل ہی ہم اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہی اور نابالغ کے مال میت میں وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت میں تو اس تہمت سے اسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادتہما لکبیر ای بغیر مال المیت لانقطاع لا تہما عنہ فلا تہمۃ حینئذ اور صحیح ہی گواہی ان دونوں کی بغیر مال میت کے بسبب نہ ہونے

دونوں وصیوں کی ولایت کی اس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہیں کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرین للاولین بمثلہ جیسے صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے واسطے ہزار درم کے دین ہونے کی میت پر اور صحیح ہے گواہی انہیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں گواہوں کے واسطے مانند اسکی ہزار درم کے دین کے یعنے فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی گواہی دی تو دونوں گواہیاں صحیح ہیں بخلاف شہادۃ کل فریق لصاحبہ الف بخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت میں یعنے ہر فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درم کی وصیت کی ہے سو یہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا تقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دین میں بھی گواہی مقبول نہیں مانند وصیت کے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الشہادات میں پہلے مذکور ہو چکا ہے وشہادۃ الاولین لعبد والآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لاثباتہا الاشرکۃ فیتعلل یا پہلوں کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلوں کی گواہی ثلث مال یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ہم کل مال میت میں غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت میں تہائی غلام میں شرکت ثابت ہو گئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع ہے وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین آخر لانہ لاشرکۃ فلا تہمۃ بلطی اور گواہی صحیح ہے اگر دو مردوں نے اور دو مردوں کے واسطے کسی چیز مثلا غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے شاہدوں کے واسطے دوسری چیز مثلا باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہاں دونوں فریق میں شرکت ثابت نہیں تو تہمت بھی نہیں جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لانہا تثبتا لانفسہما معینا وحینئذ فیضم القاضی بہما ثالثا وجوبا لاقرارہما بآخر فیتعین لتصرفہما دونہ کما اگر دو وصیوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان دونوں کے ساتھ وصی کیا ہے تو یہ گواہی لغو ہے اسلئے کہ ثابت کرتے دونوں وصیوں کے اپنی ذاتوں کے واسطے مددگار اور اس صورت میں قاضی ان دونوں کے ساتھ تیسرا وصی ملا دے بنابر وجوب کے کیونکہ انہوں نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونوں وصیوں کا تصرف کرنا میت کے مال میں بدون تیسرے وصی کے جائز نہیں جنانچہ ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فیقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ مگر یہ کہ زید اسکا دعوی کرے یعنے زید یوں دعوی کرے کہ وہ بھی وصی ہے ان دونوں کے ساتھ تو اب دونوں وصیوں کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اسلئے کہ دونوں وصیوں نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کر دی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما اوصی الی رجل الخ ہما نفرد ما عندہ حاضر لاثانی لیا اور اسی طرح میت کی دو بیٹیوں نے جب گواہی دی کہ انکے باپ نے ایک مرد کو وصی کیا ہے تو گواہی لغو ہے اسواسطے کہ دونوں نے اپنے واسطے نفع کی غرض سے تاکہ وصی قائم کرنے ایک نگہبان کے متروکہ کے واسطے وہذا لو ہو منکر ولو یدعی تقبل استحسانا اور یہی گواہی کا لغو اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونے کا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونے کا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما وکل زیدا بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید او لا لانہ ام لاان لا للقاضی لایملک نصب الوکیل عن الحی بطلبہما فکذلک بخلاف الوصیۃ بخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹیوں نے یہ گواہی دی کہ انکے باپ نے زید کو اپنے قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہیں وکیل کیا ہے کیونکہ یہ گواہی کسی طرح مقبول نہیں خواہ زید وکالت کا دعوے کرے یا نکرے اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنے کا بیٹیوں کی طلب سے مالک نہیں برخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علے المیت لا لہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقے اور وصی کو گواہی میت کے ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع میں اگرچہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو گو کہ اسنے خصومت نکی ہو کذا فی الملتقے وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ یرجع مطلقا وعلیہ الفتوی در روصی نے میت وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اسقدر مال ترکہ میت سے بھرے ہر طرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہے کذا فی الدرر وصی رجوع کرے ہر طرح خواہ

میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت لتہ ہو یا لاجہ اد کذا فی الطحطاوی مختصر اگر وکیل ادی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا
اپنے مال سے سو اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہو ولذا کہ الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما ینفق علیہ من مال نفسہ فانہ یرجع
اذا اشہد علی ذلک اور اسی طرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدے کہ جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہو تو وصی صغیر کے مال سے
بھر لے جبکہ اسپر اسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھر لونگا ولی البزازیۃ فانما شرط
الاشہاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ فائدۃ لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن
وان لم یشہد بخلاف الابوین وتمامہ فی الفیہ قنیہ بزازیہ میں ہو کہ گواہ کرنا تو اسی واسطے شرط ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق میں تو مقبول ہو نہ
حق رجوع میں بدون گواہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہو کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہو
اگرچہ اسنے گواہ نہ کیا ہو بخلاف ماں باپ کے کہ انکو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور اسکے وہ آویگا جو اسکا سفیہ ہو تو خبردار رہنا ہم شرح الایمن [illegible] ہو کہ
ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بلا شہادت میں مضطرب ہو اور یہ قدر اکہ طعام اور لباس کی طرف راجع ہو اسواسطے کہ والدین کی عادت میں طعام
اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی او قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی نے دو
دین میت کا جو شرعا اسپر ثابت ہوا ادا کیا یا اسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن المیت
او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعا یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو
کفن دیا یا اسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے بھر لیگا اور تبرع نہوگا یعنی اسکا مال بلا عوض نہ ٹھہریگا ولو کفن الوصی المیت
من مال نفسہ قبل قولہ فیہا ہو مستدرک بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اسکا قول اسمیں مقبول ہو گا شارح نے کہا کہ یہ
مستدرک ہو یعنی کہا کہ ماتن کا قول یہ مکرر ہی بقولہ ماتن او کفنہ علی در المختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قبل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ
اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہی طحطاوی محشی نے کہا اسکا جواب یوں ممکن ہو کہ ماتن کی مراد یہ ہو کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے مقدار میں
متروکہ سے متفق ہیں لیکن وہ مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہو گا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متغائر ٹھہرا فتامل انتہی
ولو باع الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باع یرجع القاضی الی اہل البصیرۃ والامانۃ ان اخبرہ اثنان منہم انہ باع بقیمتہ وان
قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال مبیع کی طلب ہوئی اسکے بیچنے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی
اسمیں اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر ثقہ میں واقفکاروں میں سے دو شخص اسکو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اسکی قیمت کے موافق بیع کیا
اور اس مال کی یہی قیمت ہو تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہو وان کان فی المزایدۃ یشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض
البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجتمع رجلان منہم علی شئی یوخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندہما
کما فی التتارخانیہ اور اگر مزایدہ میں یعنی جہاں بیع من یزید ہوتی ہو جسکو بالفعل عرف میں نیلام کہتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر
تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگوں کیطرف پھر اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انھیں دونوں کا
قول لیا جاوے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہو ومثلہ القیم الوقف اذا آجر
مستغل الوقف ثم جاء آخر یزید فی الاجر فی الدرر والخانیۃ وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا
شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل بصیرت کے سبب مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوے قاضی خان سے منقول فروع

بیع الوصی

مسائل یحتاج شارح کے لقبول قول الوصی فیہا بلا بینۃ الا فی اثنتی عشر مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوے میں بدون گواہوں
کے مقبول ہی مگر بارہ مسئلوں میں مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں مذکور ہیں ہم مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہی وھی قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہی
کہ وصی نے میت کے دین ادا کرنے کا دعوی کیا صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے دعوی کیا کہ میں نے متوفی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اسکی تکذیب
کرتا ہی اور میت کے ادا کرنے پر گواہ نہیں ہیں تو قول وصی کا مقبول نہوگا اوادعی قضاء دین المیت بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا
ادا کے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اسکی ثمن قبض کرنے سے پہلے اوان الیتیم استہلک مالا آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہی یا دعوی
کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اسکا تاوان دیا صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی میں اتلف
کیا تھا اور میں نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور وصی ضامن ہی سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اواذن
لہ بالتجارۃ فرکبتہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگوں کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم
کی طرف سے اوادعی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچواں مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت میں کہ زمین زراعت
کے لائق نہ تھی ہم اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہوں موت
وصی کے وقت پر کذا فی الطحطاوی اوجعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا یتیم غلام گریختہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا یہ محمدؒ کا قول ہی اور ابو یوسفؒ
کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہی اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے ڈھونڈنے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہی کذا فی الحموی والطحطاوی اوفداء
عبدہ الجانی ساتواں مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا والانفاق علی محرمہ آٹھواں مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا صورت
اسکی یہ ہی کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا اتنا تیرے مال سے مقرر کیا اور میں نے اسکو ایک برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرا
او کسی قاضی نے یہ حکم نہیں کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہی سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نواں مسئلہ یہ ہی یا دعوی
کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلاموں پر جو مرگئے ہیں یہ قول ہی محمدؒ کا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہی اور اگر غلام زندہ ہوں تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہی کذا فی الطحطاوی اوالانفاق علیہ حال غیبتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا ہم یہ مسئلہ اشباہ
میں مذکور نہیں اور اگر اسکو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہیں وجہ اس مسئلہ کی یہ ہی کہ وصی چاہتا ہی کہ میں اوس دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤں تو اسکی
تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسواں مسئلہ یہ ہی اور اسی طرح وصی نے دعوے کیا
خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا ہم بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نہ کیا ہو کہ میں اپنا مال
خرچ کرتا ہوں پھیر لینے کے واسطے اور اگر اسنے اسپر گواہ کرلیا ہو تو رجوع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ اوانہ زوج الیتیم امرأۃ
ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارھواں یہ مسئلہ ہی یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کا نکاح کردیا ایک عورت سے اور اسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے
اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہیں ہی الثانیۃ عشر انہ اتجر وربح ثم ادعی انہ کان مضاربا بارھواں مسئلہ یہ ہی کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل
کیا پھر دعوے کیا کہ اسنے بطور مضاربت کے تجارت کی تھی یہاں بھی عدم اشہاد شرط ہی اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کرلیا ہو تو نفع میں شریک
ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شئ کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ والا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہی کہ جس چیز
پر وصی مسلط ہو تو اسمیں اسکی تصدیق کیجائیگی اور جس چیز پر مسلط اور متعین نہیں تو اسمیں اسکی بلا شہادت تصدیق نہوگی ہم تصدیق ہوگی
قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اسکا مکذب نہو کذا فی الحموی نصب القاضی وصیا فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ قاضی میت کیطرف

وصی کو مقرر کرے ان سات مقاموں میں جو اشباہ میں مفصل مذکور ہیں ہم نصب وصی کا طریقہ یہ ہو کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دیں کہ فلان شخص
مرگیا اور اسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہو نہ قاضی کا وصی اور نصب
وصی کا اختیار فقط اس قاضی القضاۃ کو ہو جسکو بادشاہ کی طرف سے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین او علیہ ولتنفیذ وصیتہ یعنی
سوا منجملہ ان مقاموں میں جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وزاد فی البزازیہ
دو مقام آخرین اشتری الاب من طفلہ شیئا فوجدہ معیبا ینصب القاضی وصیا لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور
کیے ہیں ایک یہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خرید کی پھر اسمیں عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب کی اسکو پھیرے واذا احتیج
لاثبات حق صغیر والاب غائب غیبۃ منقطعۃ ینصب والا فلا اعزاہا لجمع الفتاوی سے اور جبکہ اس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق
غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر نکرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو تیرھ اشاۃ کیطرف نسبت
کیا ہو غیبت منقطعہ وہ ہو کہ ایسے مکان میں ہو جہاں تاوقتیکہ آیا جایا نہو پیدا ہوتا ہو شرح نووی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ کی تفسیر کا اختلاف کی الجواہر
میں مذکور کیا ہو بعضوں نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہو کہ ایسے مکان میں ہو جہاں قافلہ جاتا ہو مگر سال میں ایک بار یہ قول قدوری کا مختار ہو اور بعضوں نے کہا کہ تین دن
یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضوں نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضوں نے کہا ۱۵ منزل ہو اور بعضوں نے کہا ۱ منزل اور
بعضوں نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ الا بخیر من
لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کے برابر ہی مگر آٹھ جگہ میں اسکے برابر نہیں ہی ایک یہ ہو کہ وصی قاضی کو خریدکرنا اپنی ذات کیواسطے جائز ہے یا ان کے لیے
دوسری صورت یہ ہی یعنی اس شخص سے جسکے حق میں وصی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن جدید من القاضی تیسری صورت یہ ہو اور یہ
جائز نہیں کہ قبضہ کرے مگر قاضی کے دوسرے اذن سے ہم یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وہی اس چیز پر قبضہ کرے
تاوقتیکہ قاضی قبضہ کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوں کا اذن دیا ہو تو اذن جدید کی حاجت نہیں
ولا ان یوجر الصغیر لعمل یا چوتھی صورت یہ ہی اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر کے کسی کام کی چاکری کرواوے ولا ان یجعل وصیا عندموتہ پانچویں صورت یہ ہو اور وصی
قاضی کو جائز نہیں یہ کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصہ القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہو اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا اپنی ایک قسم میں وصی
کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع میں وصی نہو گا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہو باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ عن بعض التصرفات صح ساتویں
صورت یہ ہو اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اسکا روکنا صحیح ہو برخلاف وصی میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیۃ واختلف ولو عزلہ آٹھویں صورت
یہ ہو اور قاضی کو جائز ہو معزول کرنا اسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیۃ خلافا للیتیمۃ بخلاف وصی المیت فی ذلک کلہ برخلاف وصی میت کے ان سب
آٹھوں مسئلوں میں وفی الخزانۃ وصی القاضی کوصیۃ لو وصیۃ عامۃ انتہی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ میں ہو قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کے برابر ہو اگر
قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی یا فی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونوں قولوں کا دفع ہو گیا ام یعنی قنیہ اور خزانہ کا اختلاف دفع ہو گیا اشباہ میں پانچویں
صورت قنیہ سے منقول ہو کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہو بشرط وصیت عامہ
کے تو اختلاف رفع ہو گیا یعنے عدم جواز ہو وصیت خاصہ میں اور جواز ہو وصیت عامہ میں وفی الفتاوی الصغری تبرع فی مرضہ باقامۃ ابن لہ
صنعۃ بعدم الاجارۃ الا سنتے تبرعہ بالمنافع فینفذ من الکل بان اجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تتعلق بمرضہ فلا اضرارا علی الورثۃ ترجمہ اجارہ
لاملک لکن فی الخانیۃ انہا من الثلث فلعلہ روایتان اور فتاوی صغری میں ہو کہ مریض کا تبرع اور احسان کرنا مرض میں

نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث متروکہ میں در حال عدم اجازت وارثوں کے کہ اسکے منافع کے تبرع میں سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ اُسنے
گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنے اسکی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اسنے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز اور نافذ ہو اسلیئے کہ اجارہ مذکورہ مریض
کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں پر ضرر رسانی نہیں ہی اور اسکی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عمادیہ میں ہی کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے
نافذ ہو تو شاید کہ سہو ہو ورد انتہی باع مال الیتیم او صیته والمشتری مفلس یوجل ثلثة ایام فان نقد والا فسخ وصی نے یتیم کا مال بقول یا بغیر قول
بیچا اور خریدار مفلس ہی تو وصی تین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہی ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر
المشتری وقد قبض یرفع الوصی الامر للحاکم فیقول ان کان بینکما بیع فقد فسخته پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہی تو وصی اس امر
کی حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یوں کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ میں نے اس بیع کو فسخ کر دیا اور اس قول کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مشتری بعد
فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبل الوصایة ثم اراد عزل نفسه لم یجز الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول
کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہی کہ اگر وصی کو امانتدار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اسکو عاجز یا
کثیر الاشغال جانے تو اسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح پر ہی ایک یہ کہ وصی اسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وہ چاہے آپ کو معزول کرے دوسری صورت
یہ ہی کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی دفع للیتیم ماله بعد بلوغه فشهد
الیتیم علے نفسه انه لم یبق له من ترکة والده لا قلیل ولا کثیر ثم ادعی شیئا فی ید الوصی انه من ترکة ابیه وبرهن تسمع وصی نے یتیم کو اسکا مال اسکے بالغ ہونے کے بعد
حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی
چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہی اور گواہوں سے اسکو ثابت کیا تو اسکا دعوی مسموع ہوگا ہم یہ اشہاد ابرا معلوم نہیں نہ شخص معلوم
سے نہ مجہول سے تو یہ فقط اقرار ہی جو ابرا کا متضمن نہیں تو یہ اسکے دعوے کا مانع نہیں برخلاف اس ابرا کے جو مجہول سے ہو [illegible] کے واسطے یعنے
شخص معین سے چیز غیر معین کا ابرا کرے اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسی طرح کہا تو
زید بری الذمہ ہوگیا اور یہ ابرا صحیح ہی خواہ معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیة مختصرا للوصی الاکل والرکوب بقدر الحاجة قال
تعالے ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہی حق تعالے نے فرمایا اور جو محتاج
ہو تو چاہیے دستور کے موافق کھاوے ہم کھانا اور سوار ہونا مقید بحاجت اسی لیے ہی یعنے جسقدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہی اُسی قدر مدت تک کھانا
اور سوار ہونا درست ہی نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریة وله ان ینفق فی تعلیم القران والادب ان تاهل لذلک اور وصی کو جائز ہی کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ
کرے اگر یتیم اسکا اہل ہو ہم شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انھیں کی تعلیم ہوتی ہی انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت
کا ہی یعنے اگر یتیم خاندان علم سے ہی تو وصی خرچ کرکے اسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھاوے والا فلینفق علیه بقدر ما یتعلم القراءة الواجبة فی الصلوة مجتبی اور
اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اسپر اسقدر خرچ کرے کہ قراءت واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنی جسقدر نماز میں قرآن پڑھنا واجب ہی اسقدر اسکو سکھاوے
کذا فی المجتبی وفیه جعل للوصی مشرفا لم یتصرف بدونه وقیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبے میں ہی کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اسکے تصرف متروکہ
میں نکرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنے بدون وصی کے درست ہی ہم اس مسئلہ کا بیان باب الوصی میں مفصل مذکور ہوچکا وفیه للاب اعارة
طفله اتفاقا لا ماله علے الاکثر اور مجتبے میں ہی کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہی بالاتفاق نہ اسکے مال کو عاریت دینا بنا بر اکثر روایات کے وفیه یملک
الاب لا الجد عند عدم الوصی ما یملکه الوصی اور مجتبے میں ہی وصی نہونے کے وقت باپ مالک ہی اس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک

نہیں ہوتا وصی کے برابر الاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک ہی اُس مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہی ابین باپ اور مابین صغیر کے بخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہیں ہم قنیہ میں مذکور ہی کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہی اُسکی قسمت وصی کو جائز ہی امام کے نزدیک بشرطیکہ اُسمین صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہان عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی ویملک الاب والجد بیع مال احد طفلیہ للاخر بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہی برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہیں ہم یعنے اگر ایک شخص دو یتیمون کا وصی ہو تو اسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ دونون یتیمون کی خیرخواہی کا مامور ہی سو یہان ایک یتیم کی خیرخواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہی اور اسی طرح اگر دو وصی ہون دو یتیمون کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہیں ولو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرأی ولو فاسدہ فان باع عقارا لم یجز وفی المنقول روایتان اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا اُسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہی اگر وہ احمق یا فاسد الرائے نہو اور اگر بیوقوف ہو تو اگر اُسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہی اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتین ہین ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما واشہد انہ یرجع بہ علیہ یرجع بہ لو مالہ والا لا لوجوبہا علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کرلیا اسپر کہ مین اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے پھیر لونگا تو اُسکا پھیر لے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کپڑے اور کھانے کے باپ پر اسوقت مین یعنی جبکہ مال نہو تو اُسکا نفقہ باپ پر واجب ہی تو رجوع جائز نہیں وکذا لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال او لا ان اشہد والا لا یرجع کذا عن ابی یوسف وہو من تحمید عنہ الدار والعبد کالطعام اور اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کریگا خواہ اُسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کرنیپر گواہ نہین کیا ہی تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف رحمہ سے منقول ہوا اور یہ تفصیل خوب ہی اسکا یاد رکھنا واجب ہی واللہ اعلم لعینہ قلت وفی القنیۃ میں مذکور ہی کہ ایک وارث نے تجہیز میت میں ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثون کے تو وہ میت کا مال سمجھا جائیگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر کفن وغیرہ کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثون کے اُسنے صرف کیا تو ترکے میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہی کذا فی الطحطاوی والشامی واللہ اعلم استغفر اللہ الکریم

کتاب الخنثیٰ

اس کتاب مین خنثیٰ کے احکام مذکور ہین ہم خنثیٰ مشتق ہی خنث سے بفتح خاء معجمہ وسکون نون سے اور خنث لغت مین عبارت ہی نرمی اور تکسر سے اور اسی سے تخنث ہی معلوم کرنا چاہیے کہ حقتعالی نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اُسکا حکم مذکور نہین کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونون وصف متضاد ہین ایک شخص مین جمع نہین ہوتے اور دونون مین علامت امتیاز کی آلہ ذکر اور تانیث ہی پھر کبھی اشتباہ واقع ہوتا ہی اسطرح پر کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہی جسمین تمیز نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود جبکہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنے مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنے خنثیٰ کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین جمیعا خنثیٰ وہ ہی جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہی جو ذکر اور تانیث دونون علامتون سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہی اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہی ہم جب اُسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدلن کا شگاف ہی اور اگر اُسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثول یعنی مسہ کی تہ ہی کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو اسبق اور اقدم پر حکم ہی یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اسکا اعتبار ہی اسواسطے کہ اقدم اسکی دلیل ہی کہ وہی عضو اصلی ہی وان استویا فمشکل اور اگر دونون برابر ہون اسطرح کہ دونون سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہی ہم مشکل اسواسطے کہا کہ احد الامرین کوئی متعین نہین ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہین امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج اصالت عضو کی دلیل ہی ولان للاکثر حکم الکل اور امام کی دلیل یہ ہی کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہی نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہی کہ انھون نے ابو یوسف رحمہ سے

فرمایا کہ مین نے ایسا قاضی نہین دیکھا جو بیٹھا ہے کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی امرأۃ
او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل یعنی تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اسکے ڈاڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اسکو احتلام
ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطئہ فامرأۃ اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ
نکلا یا اسکو حیض آیا یا اسکو حمل رہا یا جماع اسکا ممکن ہو تو وہ عورت ہے ہم ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونون پستانون سے عورتون کے مانند دودھ نکلے اسواسطے
کہ مرد کی بھی چھاتیون سے کبھی دودھ نکلتا ہے ایسا استفادہ ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ مین ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے
کی حاجت نہ تھی اسکا جواب یہ ہے کہ کبھی دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہین ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے تمیز نہین پھر جب دودھ اترا تو تمیز
واقع ہوگئی اور امکان حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثی نے منی روئی مین لیکر اپنی فرج مین داخل کی اور امکان وطی کی صورت یہ ہے کہ عورتون نے اسکو دیکھا اور کہا
کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظہر لہ علامۃ اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اسکی کوئی بھی علامت مذکورہ
ظاہر نہوئی یا علامات مین تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہے بوجہ عدم مرجح کی وجہ سے ہم تعارض علامات کی مثال یہ صورت ہے کہ پستان ابھرے اور ڈاڑھی نکلی ایک ساتھ ہی یا
ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المرأۃ
تزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثی کی پسلیان شمار کیجاوین اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیون
سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ہم اسمین اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے کہ بائین طرف کی ہوتی ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیان
اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ ہین اور عورت کی اٹھارہ ہوتی ہین [illegible] نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونون کی پسلیان برابر ہین
اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کی وجہ اسکی یون مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئین تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری
رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فیؤخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اسوقت مین یعنی در صورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو
عمل کیا جاویگا خنثی مشکل کے امر مین اس چیز کے ساتھ جسمین زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام مین قلت ولکن قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ وانہ لا یتعلق التحریم
بلبنہ قنیہ مین کہتا ہون لیکن ہمنے اول کتاب مین ذکر کیا کہ خنثی مشکل مین ادخال سے غسل واجب نہین ہوتا اور اسکے دودھ سے تحریم متعلق نہین تو آگاہ رہنا
یعنی ان دونون صورتون مین عمل باحتیاط نہین ہے ہم یہان اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل
نرہا اسکا جواب یہ ہے کہ بعد تحقق انوثت اسکے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ ڈاڑھی نمود ہوگئی تو اشکال ثابت ہوگیا اور اسیطرح دودھ مین کلام ہے کذا فی الطحطاوی
فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنابر احتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردون اور عورتون کی صف کے مابین مین ہم یعنی نہ مردون کی صف مین کھڑا ہو نہ عورتون
کی صف مین اسواسطے کہ اگر خنثی مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتون کی صف مین کھڑے ہونے سے اسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردون کی صف مین کھڑے ہونے سے
اسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی تو اسکے داہنے اور بائین اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثی بالغ ہے اور عورتون کی صف مین کھڑا ہوا تو اسپر
اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہون تو اسطرح کھڑے ہون کہ باہم متصل نہون بلکہ درمیان مین کشادگی چھوڑین کذا فی الطحطاوی
وان بلغ حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ [illegible] اور جب یہ خنثی حد شہوت کو پہونچے تو اسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اسکی ختنہ کرے سو
خرید سے اسکی وہ لونڈی ٹھہر گئی یا اسکے مانند عورت ہوگی ہم یعنی اگر واقع مین خنثی مرد ہے تو وہ اسکی لونڈی ہوئی تو اسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقاً جائز ہوا اور
اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امرأۃ احتیاطاً ولا ضرورۃ لان الختان
سنۃ [illegible] اور یہ مکروہ ہے کہ خنثی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنابر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہین اسواسطے کہ ختنہ کرنا [illegible] سنت ہے [illegible]

سنت ہی نہ فرض ھم یہ مذکورہ ہی خنثی بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہی کذا فی العالمگیریہ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم
تباع اور اگر خنثی کا مال ہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیا جائے پھر ختنہ کے بعد بیچ ڈالی جائے اور ثمن اسکا بیت المال میں
داخل کیا جائے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہی کذا فی الحموی او یزوج امراۃ ختانۃ لتختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح وان
انثی فنظر الجنس الی الجنس یباح لضرورۃ ثم یطلقہا او تعتد ان فارقہا یا خنثی نکاح کرلے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اسکا ختنہ کردے اسلیے کہ اگر خنثی مرد ہی تو نکاح
صحیح ہی اور اگر عورت ہی تو ہم جنس ہونے عورت کا دیکھنا عورت کی طرف ضرورۃ جائز ہی مرد کی نظر سے پھر ختنہ کے بعد اسکو طلاق دے اور ختنہ کرکے عدت میں بیٹھے
بنا بر احتیاط اسکے اگر خنثی مرد تھا تو اسکے ساتھ خلوت کی ہوگی ھم یہ قول طحاوی نے اپنے استاد سے نقل کیا ہی اور بیت المال کا قول علماء مذہب سے منقول ہی اسواسطے کہ اگر
خنثی نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہی اور اگر صحیح ہی تو عورت سے ملاقات ہوگی اس سے خلاص نہیں ہوسکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقینی نہیں ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثی
مشکل مرگیا اور یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اسپر نفقہ واجب ہی یا نہیں رازی نے یوں کہا ہی اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہی کہ نکاح
کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہی سو وہ ختنہ کے بعد طلاق دے اختیار شرط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کیواسطے
از قسم محال ہی تو نکاح کرلینا اسہل ہی والامر اعلم کذا فی الحواشی عن الحموی ویکرہ لبس الحریر والحلی اور خنثی کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہی ولا یخلو بغیر محرم اور خنثی
مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے اسواسطے کہ احتمال ہی کہ وہ ولا یقبلہ رجل تثبت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت نہ
ہوگی ھم تو جائز ہوگا خنثی کی ماں کو اس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امراۃ اور خنثی مشکل سفر نہ کرے بدون محرم
کے اس احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہو ھم محرم سے مراد محرم مرد ہی اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اسکو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امراۃ لا یعتبر
بمعنی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اسکا کہنا اعتبار نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہ دعوی ہی بدون دلیل کے
وقیل یقبل لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اسکا قول معتبر ہی اسواسطے کہ اسپر سواے اسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد تقرر الاشکال لا یقبل
وقبلہ یقبل فلیحفظ ولیحصل التوفیق لیکن ملتقی میں ہی کہ بعد ثابت ہوجانے اسکی اشکال کے قول اسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اسکا
مقبول ہی میں کہتا ہوں اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہوگی ھم یعنی عدم قبول کا قول اسصورت میں ہی جبکہ خنثی کا
مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اسصورت میں ہی جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہی محیط سے وضعیف بانہ القہستانی
عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ہذا فتنبہ اور وہ قول ضعیف ہو وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہی مگر یہ کہ اس تفصیل
مذکور پر اسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا سوا اسکا قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہی کہ اگر خنثی نے حیض یا منی کی یا مرد
یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اسکا مقبول ہوگا اور رجوع اسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اسنے اپنے مرد ہونے کی
خبر دی پھر اسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی المحلاوی نے کہا کہ قول مذکور کو اسپر محمول کرنا ہی بدلیل نفس فصل واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل
ولم ییمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثی مرگیا قبل ظاہر ہوجانے اسکے حال کے تو غسل نہ دیا جائے اور اسکو تیمم کردیا جائے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے
غسل کے ھم چونکہ اسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہیں جو اسکو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہی تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کراوے اور
اگر محرم ہی تو بدون کپڑے کے مانند اس مرد کے جو عورتوں میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر مراہقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے
کی حالت میں کسی مردہ کے غسل میں حاضر نہو خواہ وہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہی خنثی مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کرلینا عورت کے مانند ویوضع
الرجل بقرب الامام ثم ہو ثم المراۃ اذا صلی علیہم رعایۃ لحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاے مردہ مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جبکہ انپر جنازے

کی نماز پڑھی جاسکتی ہے تیمم کی رعایت کرنے کے واسطے ہم خنثی کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جاوے کیونکہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثی مرد کے ساتھ عذر سے ایک قبر میں
دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جاوے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاوے تاکہ بمنزلہ دو قبروں کے ہو جاوے اور یہی حکم ہے مردوں کے دفن کا جبکہ ایک قبر میں
دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہوں تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت کے مانند اور اسکو قبر میں محرم قرابت والا
رکھے انوثت کے احتمال کے ... وتمام فروعہ فی احکام من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف مجلد منیف اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ
میرے نزدیک اسمیں ایک تالیف مجلد کامل ہے جسمیں مسائل خنثی مشکل کے ہیں کہ اسکی امامت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے اور اسکی نماز عورت کے مانند ہے مشکل میں اور
اخرنا میں اور وہ نکاح نہ کرے نہ مرد سے نہ عورت سے اور اگر اسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ
جماع پر قادر ہوا تو نکاح اسکا صحیح ہو گیا اور اگر اسنے اپنی مانند دوسرے خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی البحر الاولی منع نکاحہ فلہ فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوء
الحالین یقینی کا تحفہ خنثی مشکل کو میراث میں اقل النصیبین یعنے اسوء الحالین ہے یہی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم اقل النصیبین یعنے
مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کمتر ہوگا وہ اسکو دیا جائیگا یہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثی مشکل کے حصہ کو نکالنے کے لیے اسکو مرد فرض کریں اور ایک تقدیر پر
اور عورت فرض کرنے میں کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کمتر ہوگا وہ خنثی کو ملیگا اور اگر ایک تقدیر پر خنثی محروم ٹھہریگا تو اسکو کچھ نہ ملیگا لہذا شارح نے
اقل النصیبین کی تفسیر اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتوں میں بدتر حالت ہوگی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اسکے نصیب میں ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان
دونوں کو شامل ہے کذا فی الحلبی بتصرف وقالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف
حصہ عورت کا فلو مات ابوہ وترک معہ ابنا واحدا لہ سہمان وللخنثی سہم تو اگر خنثی مشکل کا باپ مر گیا اور خنثی کے ساتھ ایک بیٹا اسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم
ہیں اور خنثی کا ایک سہم خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثی عورت کے حکم میں ہے میراث میں تاوقتیکہ اسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف لہ ثلاثۃ من
سبعۃ وعند محمد لہ خمسۃ من اثنی عشر اور ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثی کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد رح کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں
سے ہم صاحبین رح کی دلیل مطولات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفۃ لہ سہم من ثلاثۃ لان الاقل متیقن بہ فیقتصر علیہ لان المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے
نزدیک خنثی کا ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہیں ہوتا ہم توضیح اسکی یہ ہے
کہ یہاں اثبات مال کی ابتدا کی حاجت ہے اسواسطے کہ سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثی مشکل میں دونوں
سببوں میں کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتداء بدون سبب متحقق کے شرعا جائز نہیں تو یقینی پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں
شک ہے تو یقینی ہی واجب ہو گیا اسی پر اقتصار کرینگے کذا فی العینی شرح الہدایۃ ثم لو کان الاقل علی تقدیر ذکورتہ قدر انثی کزوج وام وشقیقۃ ہی خنثی فلہ السدس علی انہ
عصبۃ لانہ الاقل تو اگر اقل ہو اس تقدیر پر کہ خنثی کو مرد فرض کیجیے تو اسکو ہم مرد ہی ٹھہراوینگے چنانچہ اس صورت میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑکر
جو خنثی ہے تو اسکو چھٹا حصہ ملیگا بنابر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ہم تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثی کا
باقی مال یعنے سدس ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت الی ثمانیۃ اور اگر صورت مذکورہ میں خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم
کی طرف عول کریگا ہم یہ مسئلہ دونوں تقدیروں میں چھ سہموں کا ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول
کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ خنثی کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اسکو
مرد قرار دیا تاکہ اسکا حصہ سدس ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلا شیء لہ کزوج وام وولدہا وشقیق خنثی فلا شیء لہ لانہ عصبۃ
ولو قدر انثی کان لہ النصف وعالت الی التسعۃ اور اگر خنثی محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اسکے واسطے کچھ نہیں چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں

اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثی چھوڑ کر تو خنثی کو مرد فرض کریں تو اسکو کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا حصہ نصف ہے کیونکہ
وہ صاحب فرض ہے اور اسوقت یہ مسئلہ تو سہم کی طرف عول کریگا مثلاً اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا چھٹا اور دونوں اخیافی بھائیوں کا تہائی اور سگا
بھائی جو خنثی ہے وہ محروم ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہے جب اہل فرض سے کچھ باقی رہے سو یہاں کچھ باقی نہ رہا اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض ہوگا
تو اسکا حصہ نصف ہے تو بنا بر اسکے عول ایسی کہ اسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تاکہ نصف نپاوے ولو مات عن عم وولد اخیہ خنثی فذ راتی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مر گیا اپنا
ایک چچا اور بھائی کا ایک لڑکا چھوڑ کر جو خنثی ہے تو خنثی کو یہاں عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا ہم خنثی کو عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے ہوتے وارث نہیں ہوتی اور اگر
اسکو مرد فرض کریں تو وہ بھتیجا ٹھہرا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلیے کہ ہر چند دونوں عصبہ ہیں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الاختیار واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

مسائل شتیٰ

جمع شتیت کبمعنی متفرقہ وہ ہوتی ہیں دوابہ ابواب میں لندرتہ الاتذکر فیہا کان یحق ذکرہ فیہا فلذا قلت وتوجد متفرقا فی الابواب ذالہا الحمد یعنی یہ مسائل شتیٰ میں شتیٰ جمع ہے
شتیت کی بمعنی متفرق اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر کر دیتے ہیں واسطے تدارک ان مسائل کے
جو وہاں مذکور نہیں ہوئے جہاں انکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور ابواب میں سے اکثر مسائل واسطے انکے موقع
ملتا ہیں اور یہ انکو مدد ہے جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ہذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام قید وعدہ کہ ہر قی وادل فرد تقض
الوضوء لیسینہ شرابی وائم الخمر کا خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغری ہے جسکی تسلیم میں وہ کلام ہے جسکا میں نے تحشیہ وعدہ کیا تھا اول قوامض ضوء میں ہم
اور ماں کی قید ظاہر اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت یعنی پسینہ کا ناپاک ہونا نجس سے ہے جہ حلف اور شراب سے عدم الادمان کا منتفی ہے اور قید
خمر کی اتفاقی ہے تو پھر مسکر بھی خمر کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمۃ کبری والی مسئلۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض
الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یعنی کبری مسلم ہے ہمارے نزدیک تو دونوں مقدموں سے نتیجہ
یہ حاصل ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق المدجاجۃ المخلاۃ
قال علیہ فعرق مدمن الخمر اولی لیکن اس شکل میں صغری کے ثابت کرنے کی حاجت ہے اور ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں بنسبت مجتبی مذکور ہے کہ اسکا
حاصل کلام یہ ہے کہ اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہو ناپاک ہے اور بنا بر اس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولیٰ بالنجاست ہے ہم وجہ اولویت
کی یہ ہے کہ شیر زقیق چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکاسنے میں غیر رقیق چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم قال وما زلنا من کان عرقہ کعرق الکلب
والخنزیر پھر مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہے وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہے ہم تقبیح اور مذمت ہے مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال
ابن الشحنۃ فینبغی ینقض الوضوء وہو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف وللظہورہ عولنا علیہ ابن الشحنہ نے کہا تو اسوقت میں چاہئے جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو
وہ وضو کو توڑیگا اور یہ مسئلہ عجیب وغریب ہے اور اسکی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہم نے اسپر اعتماد کیا
یعنی اور متن میں اسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالیٰ کیف یعول علیہ وہو مع غرابتہ لا یشہد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی فظاہر اذ لم یروہ
احد من یعتمد علیہ واما الثانیۃ فاعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اللہ تعالیٰ انکو آفات
سے محفوظ رکھے کہا ہے کیونکر اسپر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہے نہ استدلال
عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالموں میں سے ایک عالم سے بھی مروی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولیٰ سے ثابت
نہیں عدم مقدمہ اولیٰ غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے ولیشہد لبطلانہا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد علل اہل اکلہ بصیرورتہ

مستنبطاً كالانبيذ لا اشرفلذلك لقول في عرق مدمن الخمر اور مقدمہ اولی کے باطل ہونے پر گواہی دیتا ہے کہ جب کا مسئلہ دیکھا اسکا بچہ ہو سکے دود ... بالاجماع
اسواسطے کہ علمانے اسکی حلت اکل کی علت بیان کی ہے وہ مستہلک اور نابود ہوجانے سے بطرح کہ اسکا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو اسی طرح ہم والظم الخمر کے لیے بھی کہینگے
یعنی شراب اسکے بدن میں مستہلک اور نابود ہوگئی کچھ اسکا اثر باقی نہ رہا ہم نے استدلال نقلی ہے عقلی نہیں کیونکہ عقل اسکی تائید کرتی ہے و یکفینا فی ضعفہ غرابتہ وخروجہ
عن الجادہ ... بطرح عن المسرخ من المتن والشرح اور یہ کو کفایت کرتا ہے اسکے ضعیف ہونے میں اسکا غریب اور نادر ہونا اور اسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علماء
حنفیہ سے تو اس مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گرد پیش سے واجب ہے ہم صحیح میں ... اور طحطاوی نے کہا جیسے سوالی کے درخت کی ہے اور یہی
تقریر ہے تقریبہ انہ طرح یعنے اس درخت کا اصل ساقط کیا جاتے یعنی فروع مذہب سے گرایا جاتے انتہی بالخصار اور مقرر بیانی شرح کے تمام وادر یہی ہے کذا فی القاموس اور
قناسے وار عبارت ہے کشادگی پیشانی سے اور یہ نزدیک میرے مناسب مقام ہے اسلیے کہ متن اسکے بمنزلہ ہے اور مسئلہ کا پیشانی کی طرح ہے ... اللہ اعلم خبز وجد فی
خلالہ خبز فارة فان کان الخبز صلبا رمی به واکل الخبز ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر مینگنی سخت ہو تو پھینک دیا جاتے اور روٹی کھائی جاتے
ولا یفسد خبز الفارة الدہن والماء والحنطة للضرورة الا اذا ظهر طعمه اولونه فی الدہن ونحوه کالمرقة وامکان الخبز ... اور چوہے کی مینگنی تیل
اور پانی اور گیہوں کو فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر جب کہ اسکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکے مانند مثل ... ظاہر ہو تو البتہ فاسد ہے بسبب اسکی کثرت کے
اور اسوجہ سے کہ اس سے بچنا اس وقت میں ممکن ہے کذا فی التاتارخانیہ میں ہے کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہوں میں پڑگئی اور گیہوں کے ساتھ پس گئی تو اسکے آٹے
کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر اس وقت جبکہ کثرت سے ہو اور اسکا مزہ وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی ایسا اسکا کھانا درست نہیں کذا فی الخلاصہ وفی السنن الرواتب
لا یصلی ولا یستفتح تقدم فی باب الوتر روانتہ سنتوں میں نہ درود پڑھا جاتے اور نہ دعاے استفتاح پڑھے باب الوتر میں مذکور ہوگیا اور سنن رواتب سے مراد
ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب الوتر میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جاتے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی
قعدہ اولی میں اور جمعہ کی اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کیواسطے اٹھے کیونکہ سنت موکدہ ہونے کے سبب ... مشابہ ہوگئیں اور باقی
چار رکعتوں میں درود بھی پڑھا جاتا اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ جدا گانہ نماز ہے الدعوة مستجابة فی الجمعة وقت العصر علی قول عامة مشائخنا
اشباه وقدمناه فی الجمعة عن التاتارخانیہ دعا مقبول ہے جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علماء کے کذا فی الاشباہ اور ہمنے اسکو باب الجمعہ
تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے ہم حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اس وقت کی تعیین میں اختلاف علماء ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا
الخروج من الصلوة لا یتوقف علی قوله علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وعلیہ فلو دخل رجل فی صلوته
بعده لا یصیر داخلا فیها قدمناه فی صفة الصلوة اور اسوقت میں یعنے جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر ایک مرد مقتدی انکی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے
تو وہ نماز میں داخل نہ ٹھہریگا شارح نے کہا ہمنے اس قول کو صفة الصلوة میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طاہر یابس فظهرت رطوبته علی ثوب طاہر
کذا فی النسخ وعبارة الکنز علی الثوب الطاہر لکن لا یسیل لو عصر لا ینجس قدمناه قبل کتاب الصلوة ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اسکی رطوبت ظاہر
ہوئی پاک کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اسکو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہمنے اسکو کتاب الصلوة سے پہلے ذکر کیا ہے متن کے نسخوں میں
اسی طرح علی ثوب طاہر ہے اور کنز کی عبارت علی الثوب الطاہر ہے نہ نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اسکے مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہوگیا ...
نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں نورالایضاح اور اسکی شرح میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے تو وہ نجس
نہیں ہوتا اسلیے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اسمیں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑیں تو ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول میں سو یہ مسلم نہیں
اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بسبب نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو وہ طاہر ہے بلا جرم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جبکہ ناپاک

کپڑا بچھونے سے نہ ٹپکتا ہو تو بھی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتویٰ دیا جاوے کذا فی الطحطاوی ملخصاً اگرچہ کہ عصر کا مرجع قریب ثوب طاہر تھا لیکن
چونکہ حلوانی کا قول مفتیٰ بہ کے مخالف تھا لہٰذا مترجم نے ثوب نجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او غسل رجلہ ومشی علی
ارض نجسۃ ونام علی فراش نجس فعرق ولم یظہر اثرہ لا ینجس خانیہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پاؤں کو دھویا اور ناپاک زمین پر چلا یا ناپاک فرش
پر سویا سو اسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر نہ ہو تو ناپاک نہ ہوگا کذا فی الخانیہ مترجم کہتا ہے کہ ناپاک زمین پر تر پاؤں سے اس طرح چلا کہ زمین
تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر نہ ہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قدم پاک رکھا یا
فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا ورنہ نہیں تو نجس نہیں اور فقط نداوت اور نمی کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یعنی بدون تری کے کذا
فی الطحطاوی نوی الزکوۃ الا انہ سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان ادائے زکوۃ کی نیت کی مگر اسکا قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست
ہے صحیح تر قول میں اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہو نہ زبان کا اور صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت واقع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں اگرچہ قول ... کذا فی ...
من ... بیت المال ... وظفر بمال وجہہ لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ قدمناہ قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علما ... سو ...
بیت المال کا مال پایا تو اسکو اسکا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہم اسکو باب المصرف کے پہلے ذکر کیا ہے بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علما اور
عمال اور مقاتلین اور انکی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین ہیں نہ ارمہ ... کہ امام حلوانی نے کہا ہے ایک شخص کے پاس امانت ہو اور وہ مر جاوے اور اسکا
کوئی وارث نہ ہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں سو اسلئے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے
کہ حکام اسکے مصارف شرعی میں صرف نہ کرینگے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان
فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم اخر فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہیں
کیا یہاں تک کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو پھر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ ایسے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنابر
قول صحیح کے اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح ولو قضاء رمضانین کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا
کہ تیسری یا پانچویں کی قضا کرتا ہوں یا پانچوین کی تو صحیح ہے ہم اسلئے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوۃ ایضا وان لم
ینو فی الصلوۃ اول صلوۃ علیہ او اخر صلوۃ علیہ کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نہ کرے
نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب الادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسی طرح کنز میں ہے اور مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی
قضا سے مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کر
اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنا والا تنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اسکا نفل ہو جاتا ہے قال المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوۃ
وفی رمضانین الخ فانت وکذا قدمتہ فی باب قضاء الفوائت تبعا للدرر وغیرہا اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں
شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسیطرح اشتراط التعیین کو ہمنے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہو کر ہم طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ولوالجیہ میں یہ
قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین اچھا ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانی برس
کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوۃ میں نماز اور اسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کی ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی
تو شرط التعیین صحیح قول پر جائز ہے اسواسطے کہ نماز متعین ہو گئی اسکے متعین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اسکے
بعد کی نماز اول ہو گئی اور جو اسکے پہلے ہے وہ پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہ یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مخصوص ہے اس شخص کے واسطے جسکو وقت فائتہ یاد نہ ہو یا اسپر مشتبہ ہو

یا بتعیین اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیتہ فی البحر قبیل باب اللعان ما نصہ ونیۃ التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ الترتیب واجبۃ علیہ ولا یمکنہ مراعاۃ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوٰۃ ینبغی حفظہ انتہی بلفظہ پھر مین نے بحر الرائق مین باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہ ہی اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہی بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہی کہ مراعات ترتیب کی اسپر واجب ہی اور اسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہین ہی مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہو گئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہی نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہی محیط مین اور یہ تفصیل خوب ہی نمازون مین اسکا یاد رکھنا لائق ہی انتہی بلفظہ ثم رأیتہ نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وہذا مشکل وما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ خلافہ وہو معتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ فلینبہ لذلک پھر دیکھا مین نے صاحب بحر الرائق کو کہ انسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ مین تعیین منوی کی بحث مین پھر کہا اور یعنی عدم تعیین کی کثرت فوائت مین مشکل ہی اور جو ہمارے علما نے ذکر کیا ہی چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہی یعنی تعیین مشروط ہی آنکے کلام مین اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہی چنانچہ تبیین مین ہی انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا ہم وجہ اشکال یہ ہی کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہی جسپر فقہا کا اتفاق ہی وہ قاعدہ یہ ہی کہ تعیین ہوتی ہی اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازین قبیل مختلف الجنس کے ہین اسواسطے کہ آنکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہین کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ طحطاوی نے ہو المعتمد کے حاشیہ مین کہا کہ عدم تعیین قول بھی ولوالجیہ مین صحیح ہی اگرچہ تعیین احوط ہی راس شاۃ متلطخ بدم احرق الراس فزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحرق کالغسل وقد منا انہ من المطہرات بکری کا سر خون مین لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اسکا استعمال کرنا جائز ہی اور جلانا دھونے کے برابر ہی پاک کر دینے مین اور ہم نے کتاب الطہارۃ مین پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات مین داخل ہی ہم آگ نجاست کو فنا کرتی ہی یہان تک کہ شی نا پاک کا کچھ اثر نہین رہتا یا جلا کر اکہ کر دیتی ہی بطریق استحالہ کے واہذا اگر گوبر جلا کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہی جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا کہ سور نمکسار مین گر کر نمک بنجاوے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخراج لرب الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کر دیا تو جائز ہی ہم یہ قول ہی ابو یوسف رح کا اور اسی پر فتویٰ ہی اور امام محمد رح کے نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہین عشر کی مانند مفتاح مین ہی کہ محل خلاف اسوقت ہی جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اسکا نہین ہی تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی وان جعل لہ العشر لا لانہ زکوٰۃ قلت وقد قدمنا فی الجہاد وقدمتہ فی الزکوٰۃ ایضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوٰۃ ہی مین کہتا ہون کہ مین نے اسکو کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہی اور کتاب الزکوٰۃ مین بھی مذکور کر چکا ہم جب عشر زکوٰۃ ٹھہرا تو وہ فقیرون کا حق ہی ہان اگر زمیندار فقیر ہو تو اسکو بھی دینا درست ہی کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض واداء الخراج ودفع الامام الاراضی الی غیرہم بالاجرۃ لیستوفوا الخراج من اجرتہا اسقطہ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصون کو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کرین آنکی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہی فان فضل شیء من اجرتہا دفعہ لملاکہا رعایۃ للحقین پھر اگر فاضل بچے آنکی اجرت سے کچھ تو وہ بچے مالک کو دے دونون کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یستاجرہا باعہا لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا زیلعی پھر اگر بادشاہ اسکو نپاوے جو زمین اجارہ لے تو اسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اسکے ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہو اور زیادہ کو اسکے مالکون پر رد کرے کذا فی الزیلعی قلت قدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح اوعلی ان مرادہ اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط مین کہتا ہون اور ہمنے کتاب الجہاد مین مذکور کیا ہی راجح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہی یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہی کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جاوے

ساقط ہونا بالتداخل کا محل اسوقت ہی جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہ محل خوب ہی فتاوی قاضیخان
مین ہی کہ جب خراج جمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام رح کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور کہا ہے یہ ساقط ہوگا انتہی اور یہ صحیح
ہر سال ہی سے ساقط خراج مین کذا فی الطحطاوی عشرہ مذبوحۃ ومیتۃ فان کانت المذبوحۃ اکثر تحری واکل والا بان کانت المیتۃ اکثر او استویا لا یتحری
فی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ والا تحری واکل مطلقا دس چند بکریان مذبوح اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ تر ہون تو اٹکل کرے اور کھاوے اور اگر
مردار زیادہ تر ہون یا حلال اور مردار دونون برابر ہون تو اٹکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت مین ہو اسطرح پر کہ ذبیح کی بکری پاوے اور نہین تو اٹکل کرے اور کھاوے
ہر طرح سے خواہ برابر ہون یا کم و زیادہ اور یہ گذر گیا ہم کثرت کا اعتبار اسواسطے کیا کہ غالب قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہی افادہ اباحت مین کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ بازار
خالی نہین ہوتے ہین محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہی ظاہر پر اعتماد کرکے ہو اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہین تو اسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج
کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے مین ساقط الاعتبار ہی برخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہان ضرورت نہین تو اس سے احتراز ممکن ہی اکثر نسخون در المختار مین
یون ہی و مرئی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہان اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بعضی نسخون مین یون ہی کہا مرئی انا والملا کذا فی الطحطاوی اور محشی لکھتے [illegible] صحیح مین فقط [illegible] اسپر
اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ ذبیحہ کی علامت یہ ہی کہ اسکی گردن کی شہ رگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کی خون بھری ہوتی ہین [illegible] کتابۃ الاخرس کالبیان
باللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہی یعنی زبان کے بولنے کے برابر ہی گونگا آدمی اگر ایک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کے مانند [illegible]
ثبوت کلام مین بشرطیکہ حاکم اسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اسکا کوئی اشارہ فہیم متقی سمجھا دے اور یہ بیان اسی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم و تعلم کے نہ ہو [illegible] مین اگر
بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو معتبر بیان زبانی کے ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے معتقل اللسان [illegible]
وہ ہی جو کلام کرے [illegible] کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی ہما سواء اور امام شافعی رح نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونون برابر ہین فی وصیۃ
ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ وامتدت علتہ الی موتہ [illegible]
[illegible] الوصایا یا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہی وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء اور قصاص وغیرہا من الاحکام مین [illegible]
گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ مین معتبر ہی اور گونگے کے مانند معتقل اللسان ہی بشرطیکہ اسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اسکا عدم تکلم اسکی موت تک ممتد اور متصل ہوا ہی
قول پر فتوی ہی مین کہتا ہون اور یہ قول کتاب الوصایا مین مذکور ہو گیا وذکرہ ہنا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بالاشارۃ مطلق
[illegible] توقف فان مات علے عقلتہ تنفذ مستندا الی اول [illegible] معتقل اللسان کو یہان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ہی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ
انکے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلا طلاق دے تو اقرار و طلاق کا حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مرگیا اسی حالت عدم تکلم
پر تو اقرار و طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہین تو طلاق وغیرہ نافذ نہوگا جب طلاق نافذ ہوئی تو اسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہی اگر
اسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارۃ لا یحل لہ وطؤہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات یجب لہا المہر وترثہ قالہ المصنف
اور بنابر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مرجاویگا
زوجہ کا مہر اسکے متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین لکن قد یقال [illegible] ذکر الاشباہ الاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر
مین ذکر کیا ہی اشباہ کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک [illegible] کلام براحکام اربعہ مذکورہ مین اقتصار الانقلاب [illegible] استناد نہین اقتصار چنانچہ
انشاء طلاق و عتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہوجاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو وجود طلاق کی علت
نہین وہ علت ہوگی اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوۃ واجب ہوتی ہی سال

پورے ہونے سے مستند الی وجود الانصاب یعنے جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہوا کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ اگر یون کہا اگر زید گھر میں ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر میں تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد و تبیین میں فرق یہ ہے کہ تبیین میں اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد میں ممکن نہیں کذا فی الاشباہ ملخصاً ان قولہم والضابط للمنتقص والمستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرا وما لا یصح تعلیقہ یقع مستنداً کما فی البحر من باب التعلیق مخالف فلک اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصراً فتنبہ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہ قول اور قاعدہ کا یہ منتقص اور مستند کے واسطے یہ ہے کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جسکی تعلیق صحیح نہیں وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے چنانچہ بحر الرائق میں باب التعلیق سے مخالف ہے اسکے جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ طلاق اور عتاق اور اسکے مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہو نہ بطریق استناد کے تو آگاہ ہو اور خبردار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کا یہی مخالف ہے لا عکوں اشارتہ وکنایتہ کالبیان فی حد لانہا تندرء بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالیٰ ولا فی شہادۃ مانی یعنی گونگے کا اشارہ اور کنایہ اسکا بیان کے مانند حد میں حدود کے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہیں اسلیے کہ وہ حق اللہ ہیں اور نہ کسی گواہی میں بیان کی برابر ہے اسکا اشارہ اور کنایت کذا فی المنیہ وہل یصح اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحا اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہو جانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان اسلام اسکا صحیح ہے اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم لعاب محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر در فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال لی گیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اسکا معشوق نہیں تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم میں یہ مذکور ہو گیا ہے اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھناتا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہے تو خمیر وغیرہ کے مانند ہوگی اور اگر رال محبوب کی ہے تو اسکو مکروہ نہیں جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہوگی کذا فی الطحطاوی قتل لبعض الحجاج عذر فی ترک الحج مرضی الحج مقتول ہو جانا بعضے حاجیون کا عذر ہے حج کے ترک کرنے میں اور وہ مذکور ہو چکا کتاب الحج میں منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو یسکن معہا فی بیتہا نشوز علما کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ کے گھر میں نافرمانی ہے حکما چنانچہ ہمنے اس مسئلہ کی باب النفقہ میں تحریر اور تحقیق بیان کی ہے ہم نافرمانی اسواسطے کہ اسنے اسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا رد کنا اس ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب اسکنے علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر میں لیجاے تو زوجہ نافرمان نہیں بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر اور کان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان فیہ شبہۃ یا کہ زوج غصب کے گھر میں رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہے اسلیے کہ غصب کے مکان میں رہنا حرام ہے برخلاف اس صورت کے کہ مکان میں شبہہ ہو ہم شبہہ کی یہ صورت ہے کہ زوج نے مثلاً مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی وقال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم نہیں قالت لا اسکن مع امتک وارید بیتا علحدۃ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکما مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ میں تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور میں علیحدہ گھر چاہتی ہوں تو زوجہ کو اسکا اختیار نہیں اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اسکو اختیار نہیں اور یہ سب باب النفقہ میں مذکور ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا کنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہ لفظ آزاد کرنے میں نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اسنے اپنے غلام سے کہا اے مولے میرے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے بنا بر اس تقریر کے جو اپنے محل میں گذر گئی یعنے کتاب الاعتاق میں ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر امر کے کا لفظ مالک اور غلام میں مشترک ہے اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار میں یون تعلیل مذکور ہے کہ مولے کے حقیقی معنے ثبوت ولاء علے العبد پر دلالت کرتے ہیں اور یہ نہیں مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط [illegible]

بینہ پر دلالت کرتا ہی واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع
فیہ نہ نکالا جاوے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنے کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی کذا فی الحموی) گواہ نہ گذرانے بخلاف منقول
کے یعنے عالم تھا کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے پر کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین ہی مواضعت یعنی دونون کے
گٹھ جانے کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے سیر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اسکا حکم دے پھر جب
حکم کیا تو اب اسکے توڑنے کی کوئی صورت نہین یہان تک کہ اگر اس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے
مواضعت کی تہمت دفع ہو جاویگی تو اسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہو جانے اسکے قبضہ کے کذا فی الطحطاوی او یعلم القاضی
یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضہ کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہا فی یدہ فی الاصح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ
کی تصدیق کہ وہ عقار اسکے یعنے میرے قبضہ مین ہی قول صحیح مین مواضعت کے احتمال سے یعنے باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت وہذا غیر مرۃ
آخرہا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتأمل مین کہتا ہون یعنے چند بار آگے ذکر کیا گیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک
ہی کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ مین یہ ہی کہ قاضی کی دانست پر عمل نہوگا سو اسکو غور کرے وہذا اذا ادعی ملکا مطلقا اور یہ اسوقت ہی جبکہ مدعی نے
ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی محل اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی بلکہ ملک مطلق کے دعوی مین ہی اما اذا ادعی الشراء من ذی الید
واقرارہ بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کما
فی البزازیۃ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار میرے قبضہ مین ہی سو قابض ذی الید نے اسکے
خرید کا انکار کیا اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہین اسواسطے کہ دعوی فعل کا جیسا کہ خرید کا دعوی
جیسا ذی الید پر صحیح ہی ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہی چنانچہ بزازیہ مین شرح مذکور ہی عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ کالمنقول ہو الصحیح وتقدم
فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ یعنے ویکتب بالحکم الی قاضی تلک الناحیۃ لیامرہ بالتسلیم ایسا عقار جو قاضی کی ولایت اور حکومت مین نہین تو اسمین
قاضی کا حکم اس عقار مین صحیح ہی جیسے مال منقول مین صحیح ہی یہی قول صحیح ہی اور کتاب القضاء مین آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین ہی
قول مفتی بہ ہی اور وہان کا قاضی حکم لکھ بھیجے اس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اس زمین کے دلانے کا امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ الکنز والملتقی
اور بعضون نے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہی ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ یعنے کنز الدقائق
کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ قاضی کا حکم محدود مین صحیح ہو اگرچہ عقار محدود قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی
قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی او نحو ذلک لا یعتبر
قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وہو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پھر گیا یا اسکا خلاف مجھکو بھلا
ظاہر ہوا یعنے مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین گواہون کے فریب مین پڑگیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کردیا یا مانند اسکے اور کچھ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتون مین
قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق غیر کے یعنے مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے ہم اور دوسری وجہ یہ ہی کہ رائے اول راجح ہوگئی حکم دینے سے تو رائے
ثانی سے جو اسکے برابر ہی منسوخ نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض ان کان بعد دعوی صحیحۃ وشہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر صحیح
دعوے اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ہم صحیح دعوی وہ ہی جس سے دعوی کے احکام متعلق ہون تو اسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضاء مین
اور مطالبہ جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مشار ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول او ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہو نو فاسد ہو

اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور نا درست دعوی کی صورت یہ ہے کہ مدعی دو کا دعوی کرے اور یہ بیان
نہ کرے کہ وہ بالغ ہے یا اوصاف زمین ہوا و نجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنے قول کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری کرنا
لائق نہیں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ملخصا آنتہ صرف الانی نکتۃ مرت فی القضاء بالعلم او بخلاف مذہبہ اذا ظہر خطاؤہ قاضی کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے
بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضاء میں مذکور ہو گئیں یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف
مذہب کے حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ یعنی قال ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ
خلافا لمحمد رح زاد فی البحر مالم ینفذہ قاض آخر فحینئذ لا یکون القول لہ فانہ لم ینقض لوجود قضاء الثانی بہ قال المصنف وہو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر
جبکہ گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تو نے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہا ہے ابن الغرس نے
فواکہ بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ یہ قول محمد رح کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ جب تک قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی
نے نافذ نہ کر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم قضا میں مقبول نہ ہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے میں واقف
نہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے اور کسی کتاب میں شرط النفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بان یتقدم دعوی
صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ میں حقوق عباد سے یہ ہے کہ حکم ہو حادثہ میں اس طرح پر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح
مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے مخاصم پر جو منازع شرعی ہے صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اسکو
جاری کرے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو اسکا نافذ کرنا جائز نہیں طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق میں چنانچہ حدود
اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہو گیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی چنانچہ فضولی اور مودع اور مستعیر
نکل گئے اسواسطے کہ انکا نزاع معتبر نہیں انتہی فلو برہن من لہ الحق علی آخر عند قاض فقضی بہ برہانہ بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ وتداع بینہما لم ینفذ لفقد
شرطہ وہو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذہبہ لا غیر لما قدمناہ فی القضاء وافادہ بقولہ لو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہوں
سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم حاضر ہونا
دار القضاء میں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے
مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضاء میں ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الی الحنفی قضاء
مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ ویعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم ما یمنعہ من ذلک لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ اسلئے
ہی شرط النفاذ القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہوا قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی
بمقتضاء اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اس شرط کے جو اسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتوی کے یعنی
انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہو گئی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول
لہ طلب الشہود الاصل فی القضاء الصحۃ وقید بارتیابہ فی حکم الاول فما فائدۃ اذا لم یرتب لا یتعرض لہ جب تردد میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اسکو جائز ہے
اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضاء میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردد کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اسمیں اسکو تردد
نہو تو طلب شہود کا متعرض نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنی اذا تبین وجہ فسادہ بطریقہ
فلا تتانی نقضہ فواکہ بدریہ میں کہا کہ فقہا نے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہے بخلاف قضاء اس قاضی کے کہ

متقی نہیں یا جاہل ہی کہ اسکا نقض قضا جائز ہی یعنے اس شہر واسطے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اُسکے طریقہ مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اُسکا توڑنا
جائز ہی ہم قاضی اول کی قضا میں ارتیاب کی یہ صورت ہی کہ وہ متقی نہیں ہو یا جاہل ہو اُسکا حکم کر دیتا ہو اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہی کہ ثبوت حدود کا حکم کیا اور گواہ کے
بیان آئی ہوئی ہیں کہ وہ بات جھوٹی ہی یا صاف نہیں یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اس صورت میں قضا باطل ہی کذا فی الطحطاوی او ترتب بیع التعاطی علی بیع
باطل او فاسد لانبنائه علی الاول والبیع عن الخلاصة والبزازیة والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہ ہوگی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا
اول کتاب البیوع میں خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ہم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہی ہیں وہ شرط ہے جو مقتضا سے بیع نہیں اور
ترتب کی لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین میں متارکہ واقع نہیں ہوا اور اگر متارکہ ہوگا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی و [illegible] قوم سال
رجلا عن شیء فاقر به وهم یرونه ویسمعون کلامه وهو لا یراهم جازت شهادتهم علیه بذلک الاقرار یا ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے
پوچھا اسواسطے اس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اسکو دیکھتے ہیں اور اُسکا کلام سنتے ہیں اور وہ انکو نہیں دیکھتا ہی تو انکی گواہی اس شخص کے اس اقرار پر
جائز ہی وان سمعوا کلامه ولم یروه لا تجوز شهادتهم علیه الا ان لا یکون للبیت مسلک غیره الا انهم علموا انه لیس فیه غیره بان دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابه ولا
مسلک له غیره ثم دخل رجل فسمعوا اقراره ولم یروه وقتئذ اور اگر لوگوں نے کلام اسکا سنا اور اسکو نہ دیکھا تو انکی گواہی اسپر جائز نہیں اسواسطے کہ آواز مشابہ
ہوتی ہی دوسری آواز کے تو شبہ واقع ہوگا مگر جبکہ لوگوں نے معلوم کیا کہ اس مکان میں سوائے اقرار کرنے والے کے دوسرا نہیں ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی
کوٹھری میں داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اُسکے دروازہ پر بیٹھے اور اس کوٹھری کی سوائے اس دروازہ کے کوئی اور راہ نہیں پھر ایک مرد اُس کوٹھری میں داخل ہوا اور ان
لوگوں نے اُسکا اقرار سنا اور اقرار کے وقت اسکو نہیں دیکھا تو اب شہادت جائز ہی یعنے عدم اشتباہ کی وجہ سے باع عقارا او حیوانا او ثوبا وابنه او امراته او غیرهما من
اقاربه حاضر یعلم به ثم ادعی الابن مثلا انه ملکه لا تسمع دعواه کذا اطلقه فی الکنز والملتقی وجعل سکوته کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیچا عقار یا حیوان یا کپڑا
اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اُسکی عورت یا اُسکے سوا کوئی اور قرابت والا حاضر ہی اور بیع کو جانتا ہی پھر مثلا بائع کے بیٹے نے یہ دعوی کیا کہ بیع میری ملک تھی
نہ بائع کی تو اُسکا یہ دعوی مسموع نہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہی کنز اور ملتقی میں اور اُسکا ساکت رہنا بیان کے مانند ٹھہرایا قطع تزویر و حیلہ
قطع حیل فاسدہ کے واسطے ہم [illegible] اور بعدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ بیع بائع کی ملک ہی اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل کر کے
اسمین تصرف مشتری کی قید لگائی ہی یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوی اُسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس قید
تو فرض [illegible] اور [illegible] جاتا ہی اور حالانکہ جیسا [illegible] انہیں چنانچہ مخفی نہیں اسپر جو [illegible] کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی [illegible]
جهازها ان سکوته عن طلب الجهاز عند الزفاف رضی فلا یملک طلب الجهاز بعده کو نکاح امر فی باب المهر و فقیہوں نے اس مرد کے حق میں جسکا نکاح بدون جہیز کے
کر دیا گیا ہی کہ اس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کیوقت رضامندی ہی عدم جہیز پر تو اب طلب جہیز کا مالک نہوگا بعد ساکت ہو جانے اسکے چنانچہ باب المہر
میں گذر گیا بخلاف الاجنبی فان سکوته ولو جارا لا یکون رضی برخلاف اجنبی شخص کے ہو اسکے کہ اُسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا الا اذا
سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعا وبناء فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما علیه الفتوی قطعا للاطماع الفاسدة مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع
اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اسمیں تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اُسکا دعوی مسموع نہوگا بنابر اُس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہی تاکہ فاسد
لالچ قطع ہو جاویں وبخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوته رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی بزازیه آخر الفصل
الخامس وغیره اور برخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہو کیونکہ اُسکا چپ رہنا رضامندی نہیں ہم
حنفیوں کے نزدیک بخلاف مذہب ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچویں فصل کے اخیر میں مذکور ہی اور اُسکے سوا اور کتابوں میں بھی ہم سکوت مالک اسواسطے

رضا ہوا کہ یہان سکوت رضا اور عدم رضا دونون کا محتمل ہی کذا فی البحر ادعی بائع ضیعۃ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا وکنت وقفتہا وارا تحلیف المدعی
علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لا لصحۃ الدعوی بل لقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوی خلافا لما صوبہ الزیلعی
وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو بیچنے پر وقف ہی یا فلانی مسجد پر وقف ہی یا مین نے اسکو وقف کیا تھا
اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہی تو یہ اسکو جائز نہین بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے
نہ اسوجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہی بلکہ اسوجہ سے کہ وقف مین بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہی برخلاف اس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہی یعنی عدم قبول
کو صواب کہا ہی اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق مین بیان کیا ہی وہبت مہرہا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا بمہرہا وقالوا کانت الہبۃ فی
مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ ہذا ما اعتمدہ فی التاتارخانیۃ عن المرویات الجامع الصغیر لکن نقلہ لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد
علی ہذہ الروایۃ لانہم تصادقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکرہ الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثون نے اسکا مہر زوج
سے طلب کیا اور یہ کہہ کے ہبہ مہر اسکے مرض الموت مین واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اسنے صحت مین ہبہ کیا تو وارثون کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہی فتاوی قاضیخان
مین جامع صغیر کی روایات کی پیروی کرکے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی مین ہی یہ کہ زوج کا قول مقبول ہی سو قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہی واسطے
کہ ان سبنے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر مین اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ یہ باقی کلام قاضیخان کا یہ ہی کہ امر حادث ہی اور حوادث مین اصل یہ ہی کہ اقرب اوقات
کیطرف مضاف ہون قلت واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراحہ کالزیلعی وابن سلطان
بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہی تنویر البصائر مین اور اسی پر اعتماد کیا ہی ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر
مین کنز الدقائق کے مانند یقین کیا ہی وہ یہ قول ہی کہ زوج کا قول معتبر ہی اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحون نے اسکا یقین کیا ہی کہ زوج کا قول معتبر
ہونا استحسان ہی یعنے اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہی تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظہرہ ابن الہمام فی آخر المہر فقال وجہ الظاہر ان الورثۃ
لم یکن لہم حق بل لہا وہم یدعونہ لانفسہم والزوج ینکر فالقول لہ مین کہتا ہون اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہی کمال الدین ابن الہمام نے آخر
باب مہر مین سو یون کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہی کہ وارثون کا حق مہر مین نہین بلکہ زوجہ کا حق ہی اور وارث اُسکا دعوی کرتے ہین اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج
منکر ہی تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثون کا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا فقال لا یملک عزلہا لانہ یمین من جہتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل
کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہی زوج کی جہت سے یعنی وکیل کرنے مین معنی یمین ہی یعنی طلاق زوجہ
کی تعلیق ہی زوجہ کے فعل پر اور یمین مین رجوع کا اختیار نہین لیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہی اسواسطے کہ فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجکو وکیل
کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہوتی ہی برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہین ہی اور رجوع کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلتک
بکذا علی انی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے
سے کہا کہ مین نے تجکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ مین جب تجکو معزول کرون سو تو میرا وکیل ہی تو اسکے معزول کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ یون کہے کہ مین نے تجکو معزول
کیا پھر تجکو مین نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہی اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کے واسطے موضوع ہی فلو قال کلما عزلتک
فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ الحاصلۃ من لفظ کلما فینئذ ینعزل تو اگر یون کہا کہ ہر بار مین تجکو
معزول کردون سو تو میرا وکیل ہی تو اسکے معزول کرنے مین یون کہے کہ مین پھرا وکالت معلقہ سے اور مین نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل
ہوئی کلما کی لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہی تو اب وہ معزول ہو جاویگا قبضی بدل الصلح شرط ان کان دینا بدین بان صالح علی دراہم عن دنانیر او

مسئلہ
ایسے کہ قول بنیجہ مختار ہی
قول ۱۲۴ مسئلہ فوقہ ذکر
ثم عزلتک لان الوکالۃ
یجوز تعلیقہا بالشرط فیجوز
تعلیق العزل عنہا فیجوز ان
العزل من الوکالۃ المنجزۃ
وتحت الوکالۃ المعلقۃ فصار
وکیلا جدیدا ثم بالعزل الثانی
العزل عن الوکالۃ الثانیۃ
وہذا اولی من قول لان متی
لعموم الاوقات ۱۲
کذا فی الطحطاوی ومصطفیٰ

عن الشی آخر فی الذمة قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہی اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسرے دین سے اسطرح پر کہ دراہم صلح کی دینارون سے یا اور کسی
چیز سے جو ثابت ہو ذمہ مین والا یکن دینا بدین لا یشترط قبضه لان الصلح اذا وقع علی عین متعین لا یبقی دینا فی الذمة فیجوز الافتراق عنها اور اگر صلح دین کا عین
سے ہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہین اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہو گئی ذمہ پر دین باقی نہ رہا تو اسپر افتراق جائز ہی لیکن برخلاف
مسئلہ سابقہ کے کہ وہان افتراق صحیح نہین کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرفی ہو گئی اور صرف مین افتراق جائز نہین قال الذی لا بینة لی فهو من ولو بعد حلف
خصمه جواہر الفتاوی وکذا لو قال عند طلب یمینه اذا حلفت فانت بری من المال الذی علیک وحلف ثم برہن [illegible]
نے کہا کہ میرے دعوے پر گواہ نہین پھر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کہا نے کے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی [illegible]
مدعا علیہ کی قسم کے طلب کرنے کے وقت یون کہا کہ جب تو قسم کہا ئیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اس مال سے جو تجھپر ہی [illegible]
کی اپنے حق پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکا مال دلایا جاویگا کذا فی الخانیة والطحطاوی [illegible]
دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کہا لے کہ ہزار درم مجھپر ہین تو مین انکو ادا کر دونگا [illegible]
سو اگر اسنے شرط مذکور پر ادا کیے تو یہ باطل ہوا اگر چاہے کہ پھیر لینا جائز ہی اسواسطے کہ یہ شرط باطل ہی [illegible]
او قال الشاہد لا شہادة لی فیه فشہد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہین پھر اسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی [illegible]
کے بھولنے سے پھر یاد کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہی کہ اول گواہی یاد نہین تھی تو اسکی نفی کی پھر یاد آئی تو ظاہر کی [illegible]
فلان شہادة ثم جاء به فشہد او قال لا حجة لی علی فلان ثم اتی بها بالحجة فانها تقبل [illegible]
شخص نے کہا کہ فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہین پھر اسی شخص کو لایا سو اسنے گواہی دی یا یون بولا کہ [illegible]
نہین پھر وہ حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہی اس دلیل سے جو ہمنے مذکور کی یعنی بدلیل امکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر [illegible]
بولا کہ میرا حق نہین پھر اپنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہوگا تناقض کے سبب سے ہم اگر کوئی کہے کہ یہان بھی نسیان اور تذکر سے توفیق ممکن ہی تو
اسکا جواب یون ہی کہ اس مسئلہ مین برات ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم برات ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی الامام
الذی ولاه الخلیفة اقطع انسانا من طریق الجادة ان لم یضر بالمارة لان للامام ولایة ذلک [illegible] بادشاہ نے حاکم کو [illegible]
دی ہو اسکو اختیار ہی کہ قطعہ زمین کا معین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اسقدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والون کو ضرر نہو اسلئے کہ بادشاہ
کو اسکا اختیار ہی تو اسیطرح اسکے نائب کو بھی [illegible] شارح نے کہا اقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہی [illegible] صادره السلطان ولم یعین بیع ماله
فلو باعه فمکره الا ان یاخذ الثمن طوعا فیباع ماله بسبب المصادرة صح بیعه لانه غیر مکره [illegible] کسی شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور اسکے مال
کا بیچنا مقرر نہین کیا یعنی یون نہین کہا کہ یہ مال بیچکر لا سو اسنے اپنا مال بیچا مصادره سلطانی کے سبب سے تو اسکی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ بائع مکره نہین [illegible]
بالخصوص جبر نہین ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ مین یہ مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اسکے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکره ہی [illegible]
وہ شخص ثمن اسکا اپنی خوشی سے لے تو مکره نہوگا بیع اسکی صحیح ہوگی کالدائن اذا حبس بالدین فباع ماله [illegible]
دیکن سبب سے سو اسنے اپنا مال بیچا اور دین دیا اسکے تو بیع اسکی بالاتفاق صحیح ہی [illegible]
لانها مکرهة علیه [illegible]
مال کی بخشش [illegible]

المکرہ واقع ولا یلزمہ المال یعنی اگر عورت بالاکراہ کیا خلع کرنے پر سوا سنے خلع کیا اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا اسواسطے
کہ مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اس دلیل سے جو ہنے مسائل سابقہ میں مذکور کی ہم آئین انکو کیا واسطے کہ زوج مکرہ نہیں
طلاق میں کذا فی الطحاوی عن المصنف ولو احالت المرأۃ انسانا علی الزوج ثم وہبت المہر للزوج لم یصح قالوا وہی الحیلۃ فلیت رنامہ بقبول فیعلم حیاتہما الا انہا
ایہا ان ینتقل الحال من مطالبۃ الی من لا یشترط قبولہ اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو وہ صحیح نہوگا
فقہاء نے کہا ہی اور یہ حیلہ ہے میں کہتا ہوں کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا اگر زوج کے قبول سے سو زوج اسکے حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی تو کیونکر قبول کریگا اور سوا اسکا
قبول شرط ہی مگر یہ یوں جواب دیا جاسکتا ہے کہ حال لینے صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اسکی تلاش کرکے اس واقعی کے پاس
جو محتال علیہ کے قبول کو شرط نہیں کرتا اتخذ بئرا فی ملکہ او بالوعۃ فنز منہا حائط جارہ وطلب جارہ تحویلہ لم یجبر علیہ فادہ انہ یجبر بالرفق وفیہا الا فی ایک
شخص نے اپنے ملک میں کنواں یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اس سے اسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اسکے ہمسایہ نے اسکی تحویل چاہی تو اسپر حاکم جبر نکریگا اور یہ حکم
جبر سے مستفاد ہوتا ہی کہ اسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور شفقت کی وجہ سے عدم جبر کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہی وان سقط الحائط
منہ لم یضمن لعدم تعدیہ اذا حفرہ فی ملکہ کان تسبیبا اور اگر دیوار گر گئی پانی کی تراوٹ سے تو کنواں دینے والے پر ضمان لازم نہوگا اسکے عدم تعدی سے اسواسطے
کہ اسنے اپنی ملک میں کنواں کھودا تو یہ تسبیب ہوا یعنی انہدام کا سبب ہوا نہ فاعل اسکا اور ضمان فاعل پر ہوتا ہی نہ مسبب پر مگر آخر الاجارۃ انہ لو سقی ارضہ سقیا لا
تحتملہ فتعدی لجارہ ضمن اور کتاب الاجارہ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اسمیں پانی نہ ٹھہرا سو اسکے ہمسایہ تک پہونچا یعنی اسکا نقصان
ہوا تو تاوان دیگا عمر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا زوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت
سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہی اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہی بسبب صحیح ہونے اسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہی نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسا کہ
دین کے ادا کردینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ ویکون غاصبا للعرصۃ فیومر بالتفریغ بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن
زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہی اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کردینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اسکی طالب ہوگی تو حکم ہوگا
ولہا بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وہو متطوع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کے واسطے بنائی بدون اسکے اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہی اور زوج عمارت بنانے میں
احسان کرنے والا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول لمنکرہ بیمینہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور
اسکے گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ ہو المتملک کما افادہ شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے
اختلاف اسمیں کیا کہ عمارت زوجہ کی ہی یا زوج کی تو یہاں زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو مالک ہے جیسا کہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہی اور کتاب الغصب
میں یہ مسئلہ مذکور ہوچکا قال ہذہ اختی ثم اعترف بالخطاء وصدقتہ فی خطاۂ فان تزوجہا اذا لم یثبت علیہ بان قال ما قلت حق افاد ان الثبات الا بالقول کقولہ ہو
حق او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلک شہود او فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیر خوار
بہن ہے یعنی میری زوجہ کی اسنے وہ دودھ پیا ہی پھر اسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اسکے چوک جانے کی تصدیق کی تو اس مرد کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز
ہی بشرطیکہ شیر خوارگی کے قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیر خوارگی کا حق یا راست ہی یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا اس قول پر لوگوں کو گواہ کیا ہو جو
یعنی یہ ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنے والا ہی شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دیکے فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم
مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یوں کہتا کہ اسکی شیر خوارگی حق یا راست ہی یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہی یا اسپر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف
کیا تو قول اسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اسکی خطا کی تصدیق کرے تو وہ فسخ نہوتا کذا فی الطحاوی دہل یکون تکرار اقرارہ بذلک ثباتا فی اقرار مبسوط فی المبسوط

وحاصله ان التکرار لاثبات ما الاقرار اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہی یا نہیں اسمین خلاف ہی عالمون کا جو مبسوط میں شرح مذکور ہی اور حاصل مبسوط یہ ہی کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا صرطحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمه فنزعه انسان من یده لم یضمن لانه تسبب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اسکو اسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ کھینچ لینا سبب سازی ہی بھاگنی کی ہمروان کی حق تلفی ہوئی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کی طرف حق تلفی منسوب نہوگی جو ضمان لازم آوے وکذا لو دل السارق علی مال غیره او امسک هاربا من عدوه حتی قتله عدوه لما قلنا اور اسی طرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو تیسے چور اپایا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگا ہوتا اسکو پکڑ رکھا یہان تک کہ اسکے دشمن نے اسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا تاوان مال اور ممسک پر لازم نہ آویگا اسوجہ سے جو ہمنے ذکر کیا یعنی تسبب ہوکر یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے وفی یده مال لانسان فقال له سلطان ادفع الی هذا المال والا اقطع یدک او اضربک خمسین فدفع لم یضمن الدافع لانه مکره ایک شخص کے ہاتھ مین دوسرے آدمی کا مال ہی سو بادشاہ نے اس سے کہا کہ یہ مال مجھکو دیدے اور اگر مجھکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجھکو پچاس بار مارونگا سو اسنے اسکو مال دیا تو دینے والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ مکرہ مجبور ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی الآخرة لا تسمع دعواه بعده ای بعد هذا القول ذکره فی القنیة ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلاں شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اسکا دعوی مسموع نہوگا قنیہ مین اسکو ذکر کیا ہی الاجازة تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز المالک غصبه صح اجازته وجینئذ فیبرأ الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کردینا فعلون کو بھی لاحق ہوتا ہی بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز رکھا تو اسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت یہ غاصب ضمان سے بری الذمہ ہو جاویگا غاصب تاوان سے علی جازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال مین اختلاف نہیں ہی چنانچہ فضولی کے تصرفات مین ولو انتفع به فاهره بالحفظ لا یبرأ عن الضمان مالم یحفظه ثما اسرف فی العمادیة وان اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ ہوگا جب تک اسکی خوبی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہی انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی وضع منجلا فی الصحراء للصید فجاء روحش وسمی علیه فجاء فی الیوم الثانی فیه القمافی او لو وجده میتا من ساعته لم یحل زیلعی وو جد الحمار مجروحا میتا لم یوکل لان الشرط ان یذبحه انسان او یجرحه والاعتوکا لنطیحة بچھایا جال جنگل مین تاکہ اس سے گورخر کا شکار کرے اور بسم اللہ کو ذکر کیا پھر شکاری دوسرے دن وہان آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہی کہ اسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے اور نہیں تو اس جانور کے مانند ہی جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اسکو اسی ساعت مین مردہ پایا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کره تحریما وقیل تنزیها والاول اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراهة ذلک مکروہ تحریمی ہین بھیڑ بکری سے سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر اس اثر اور خبر کے جو اسکی کراہت مین وارد ہی شارح نے کہا اور بعضوں نے ان چیزون کو مکروہ تنزیہی کہا ہی اور پہلا قول یعنے کراہت تحریمی ان اشیاء کی اقرب بدلیل ہی وجمعها بعضهم فی بیت واحد فقال فقل ذکر والانثیان مثانة + کذاک دم ثم المرارة والغدد اور بعضے فقیہون نے اشیاء مکروہ کو ایک بیت مین جمع کردیا سو یون کہا سو تو کہہ کہ مکروہ نر اور دونوں فوطے اور پھکنا اسی طرح خون پھر پتا اور غدود ہم اس بیت مین چھ چیزین ہین نہ سات وقال غیره سے اور ناظم کے بیت شاة وکلها سوی سبع فحیاء الحیاء + فخاء ثم خاء ثم غین + ودال ثم میمان وذال اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہی کہ جب بھیڑ بکری ذبح کیجاے تو اسکو کھا سواے سات چیزون کے کہ انکے کھانے مین وبال ہی سو وہ حاء مہملہ ہی پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ ہم حاء مہملہ سے

بھی اسمین کوئی روایت وارد نہین تو اسی واسطے عالمون کا اسمین اختلاف واقع ہوا جیسا ان المرأۃ لیس سنۃ بل مکرمۃ للرجال اور عورت کا ختنہ سنت نہین ہی بلکہ عورتون کا مردون کے واسطے کریم ہی ہم یعنی حق تعالی نے مشروعیت ختنہ ان لوگون سے مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ اسمین جماع مین لذت پاتے ہین کذا فی الطحطاوی وسے وقیل سنۃ اور قول ضعیف یہ ہی کہ عورتون کا ختنہ سنت ہی وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فقال ؎ وسبع الرسل مختونا لعمرک خلقۃ ثمان وتسع طیبون اکارم وہم زکریا شیث ادریس یوسف وحنظلۃ عیسی وموسی وآدم ونوح شعیب سام لوط وصالح سلیمان یحیی ہود یس خاتم اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کیا ہی ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سولہون کہا کہ رسولون مین تیری عمر کی قسم پیدائشی مختون ہین سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہین حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یس ہی علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز ثقب اذن الصغیر وافرحتہ دخیرہ من البدارہ الا ہمالیہ اور جائز ہی طفل صغیر کا کان چھیدنا اور اسکے فرج کو چیرنا پھاڑنا اور اسکے سواے اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کیواسطے درست ہی کذا فی الطحطاوی ویجوز فصد البہائم وکیہا وکل علاج فیہ منفعۃ لہا اور جانورون کی فصد کھولنا اور انکو داغنا اور جس علاج مین انکے واسطے فائدہ ہو درست ہی وجاز قتل ما یضر منہا ککلب عقور وہرۃ تضر ذبحہا کی الہرۃ ذبحا ولا تضرب بالانہ لا تفید ولا تحرقہا اور جانورون مین اس جانور کا مار ڈالنا درست ہی جو موذی ضرر رسان ہو چنانچہ کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پہونچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اسکو نہ مارے اسلئے کہ مارنا کسی فائدہ نہین کرتی اور نہ اسکو آگ سے جلا دے وفی المبتغی یکرہ احراق جراد وقملۃ وعقرب ولا باس باحراق حطب فیہا نمل وفی القارالقملۃ لیس بادب اور مبتغی مین ہی کہ مکروہ ہی آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین اُن لکڑیون کے جلانے کا جنمین چیونٹیان ہین اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہین ہی اور اسلئے کہ جون مسر شخص پر چڑھیگی اور تکلیف دیگی اور موجب نسیان ہی اور گرسنگی سے اسکے ناحق تعذیب ہی تو اسکا مارنا ہی بہتر گرانے سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وجاز المسابقۃ بالفرس والابل فی الارجل والرمی للریاضۃ للجہاد اور مسابقت یعنی باہم سبقت کرنا اور آگے نکلنا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہوکر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کرکے جائز ہی جہاد کی ریاضت کے واسطے ہم سابقت کی شرط یہ ہی کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہانتک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کر سکیگا بالضرور تو جائز نہین اسلئے کہ مسابقت خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کی وجہ سے اور اس صورت مین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہی اس شرط سے جسمین منفعت نہین تو کیونکر جائز ہوگا کذا فی المنح ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہو اور دل بہلانا تو مسابقت مکروہ ہی کذا فی الطحطاوی وحرم شرط الجعل من الجانبین اور حرام ہی مسابقت مین مال کا شرط کرنا دونون جانب سے صورت اسکی یہ ہی کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اس شرط سے کہ اگر زید کا گھوڑا نکلجائے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھجائے تو زید مال دے یہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہی الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما کما مرفی الحظر مگر دونون جانب سے مال کی شرط اسوقت حرام نہین ہی جبکہ دونون شخص تیسرے شخص محلل کو داخل کرلین اسکی شرط کے ساتھ چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہوچکا ہم صورت ادخال محلل کی یہ ہی کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہین کہ اگر تو ہم دونون سے سبقت کر جائے تو ہم دونون سے وہ مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھ سے سبقت کر جاوین تو ہم تجھ سے کچھ نہ لین ولیکن جو زید وخالد مین مال مشروط ہوا ہی وہ بحال خود باقی ہی جو آگے بڑھجاے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود سے سبقت کر گئے تو محمود کو کچھ نہین لیکن محلل کی شرط یہ ہی کہ اسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑون کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ ہو یقینا یا دونون سے کمتر ہو یقینا تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا تحرم من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین ہی ایک جانب

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً خالد نے زید سے کہا کہ اگر میں سبقت کر جاؤں تجھ پر تو سو اشرفی تجھ سے لونگا اور اگر تو بڑھ جائے تو میں تجھکو دونگا
اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہیں اسواسطے کہ قمار عبارت ہے دونوں طرف کی بازجیت کے احتمال سے سو یہاں دونوں طرف ایسا احتمال نہیں بلکہ ایک طرف
بازہار ہے اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہوا یہی وجہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سواروں کی جماعت سے کہا کہ جو تم میں سے آگے
بڑھجائے وہ مجھ سے اسقدر مال لے یا اپنے تیر اندازوں سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو جائز ہے اور یہ مسابقت کے مانند تھا میں اگر کسی مسائل میں
تنازع واقع ہوا اور تمیز کے واسطے مال مقرر ہوا یکجانب سے یا دونوں جانب سے بشرط ادخال ثالث محلل کے اسلیے کہ علت کی وجہ سبب کو شامل ہے کیونکہ دونوں
بابوں میں سیکھنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز استباق فی غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی
کل شیء کما مر فی الزیلعی اور ان چار کے سوا اپنے گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیر اندازی کے سوا اور چیزوں میں چنانچہ خچر پر سوار ہو کر مسابقت کرنا
مال شرط کر کے جائز نہیں اور بدون مال کے تو ہر شے میں مسابقت جائز ہے اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہے ہم نے یہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاوی عالمگیری
میں زیلعی سے منقول ہیں اور یہی ذکر ہوا کہ باب مسابقت میں جواز مذکور ہے مراد صلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال شرط دینے کو زید سے انکار کرے تو حاکم جبر سے
اسکو دلاویگا اور حکم قضا کو اسپر نافذ نہ کریگا ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سوائے حضرت انبیاء اور سوائے
حضرات ملائکہ کے اوروں پر نہ بولا جائے مگر بطریق پیروی مثلاً یون کہنا چاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد و آل اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون کہنا
درست ہے کہ اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضوں نے غیر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر صلوۃ کا دعا بالاستقلال جائز کہا اسلیے کہ
حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی ہو الذی یصلی علیکم و ملئکتہ وصل علیہم ان صلوتک لیکن جمہور علماء اسکے مانع
ہیں اسواسطے کہ حضرات انبیاء کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیاء انکے ساتھ شریک ہونگے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اسمیں اختلاف
ہے کہ آیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار میں اور کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیاء کے واسطے دعا کرنا بلفظ
صلوۃ اسواسطے شروع ہوا کہ اسمیں تعظیم اور تکریم ہے ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ
ملائکہ سے دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسی طرح صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی قولان زیلعی قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اسمیں دو قول ہیں
جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنی یون کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہیں ہم بعضوں نے کہا
کہ لفظ ترحم کا جائز نہیں اسلیے کہ صلوۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہیں کرتا ہے ولہذا غیر انبیاء اور ملائکہ کو اسی الفاظ سے دعا کرتے ہیں اور تحصیل حاصل بھی ہے اسواسطے
کہ انبیاء مرحوم ہیں یقیناً اور بعضوں نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہیں رحمت الٰہی کے خصوصاً اہل
میں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسماء معظمہ سے واجب ہے تو فقیر غریب کہ میں فر بیدطرہ کہنا جائز نہیں اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل حرمین کی
حضرت کے سبب خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم ہے تعظیم اولاد علی اور آل ابو بکر اور عمر اور عثمان کے ہیں رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی
ویجوزہ السیوطی تبعاً لا استقلالاً بان التوفیق و باللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا اور خدا
سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہیں ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طالب رضائے الٰہی میں نہایت
سرگرم تھے اور خوشنودی حق کے واسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہیں امت کے اور لوگ اگرچہ طالب اقطاب ہوں انکے اولی
مرتبہ انکی برابر نہیں ہو سکتے جبکہ اسمیں تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسی طرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے

اُن لوگوں کو جنکی نبوت میں اختلاف ہے جیسا کہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور
بعضوں نے کہا جنکی نبوت میں اختلاف ہے انکے نام لینے کے وقت یوں کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم جیسا کہ کرمانی کی شرح مقدمہ میں مذکور ہے والترحم
للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کے واسطے ہے اور جو انکے بعد ہیں از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ ہم انہیں
(یعنی رحمۃ اللہ علیہ)
وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت کو نہیں دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ وہو الترحم للصحابۃ والترضی
(صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲)
للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ القرمانی اور اسی طرح عکس اسکا جائز ہے یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور انکے بعد کے صالحین
کے واسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہے کرمانی نے لہم ولہذا کتب فقہ میں امام کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونوں لفظ مذکور ہیں وقال الزیلعی
الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہے کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا
کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگوں کے واسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے یعنی ساتھ مغفرت اور تجاوز کی انکیلیے دعا
(بخشے اللہ ان کو ۱۲ اللہ درگذر کرے ان سے)
ہووے کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام میں قلت ہو گئی کذا فی الطحطاوی علی الدر والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لا یجوز ای
الہدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہیں یعنی تحائف رسانی ان دونوں کے نام سے حرام ہے اور نوروز عبارت ہے آفتاب کے
آنے سے برج حمل میں وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہرجان سولہویں تاریخ ہے مہر ماہ کی آتش پرست دونوں دنوں میں عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی
حرام ہوئی جسطرح ہولی اور دیوالی مسلمانوں کو حرام ہے کہ مشابہت ہے ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اہدی لمشرک
یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبطت اعمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہیں تو تعظیم کرنے والا کافر ہوجاویگا ابو حفص کبیر
نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہوگیا اور اسکا عمل حبط ہوگیا یعنی
ساری عبادت اکارت ہوگئی انتہی کلامہ ولو اہدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اس دن کی تعظیم کا ارادہ
نہ کیا بلکہ تحفہ رسانی میں لوگوں کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اسکے تحفہ رسانی کرے شبہہ دفع
کرنے کے واسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ ما لم یشترہ قبل ان اراد
تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی جو اسکے قبل خریدی نہ تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس خریداری سے ہے تو کافر ہوگیا اور
اگر کھانے پینے اور لذت رسانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا بأس بلبس القلانس غیر حریر وکرباس حلیہ ابریسم فوق اربع اصابع سراجیہ اور کچھ مضائقہ
نہیں قلانس کے پہننے میں سواے ریشمی کے اور سواے اس کپڑے کے جسپر ریشم ہو چار انگلیوں سے زیادہ کذا فی السراجیہ قلانس جمع ہے قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ
اہل عجم اسکو سر پر رکھتے ہیں کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ میں ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی
وصح انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر ریشم چار انگل سے زیادہ ریشم ہو اسکے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہے برخلاف اس قول کے جو شرح مسکین میں قلنسوہ حریری کی
حلت مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل الی موضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہے لباس سیاہ اور
عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونوں مونڈھوں کے آدھی پیٹھ تک اور بعضوں نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضوں نے کہا ایک بالشت وکرہ ای للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ
لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال وایاکم والاحمر فانہ زی الشیطان اور مردوں کو مکروہ
ہے جیسا کہ باب الکراہیۃ میں گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے
منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہے شیطان کا ویستحب التجمل واباح اللہ الزینۃ لقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ

مستحب ہے تجمل اور آرائش اسلئے کہ حق تعالیٰ نے زینت کو مباح کیا ہے بدلیل قول حق تعالیٰ کے قل کسنے حرام کیا اس زینت کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں
کیواسطے نکالی الی آخر الآیۃ ہم مرد کو مستحب ہے کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظمؒ اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ دینار
تھی بدلیل آیۃ کریمہ (قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ بندہ کو نعمت دیتا ہے تو پسند کرتا ہے کہ اسکی نعمت کا اثر اسپر نمودار ہو
اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے رداء مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت چار ہزار درم تھی چنانچہ ملتقی
نے ذکر کیا ہے امام اعظمؒ سے کسی نے پوچھا کہ ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمرؓ ایسا قمیص پہنتے تھے جس پر ایسے اور ایسے پیوند تھے امامؒ نے جواب دیا کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب سے
ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو انکے عمال ان میں انکی پیروی کرتے اور اگر عمال کو بھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے
حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع رکھتے تھے کذا فی الطحطاوی عن الشبلی عن ابی السعود ولا شاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرشیا قال اللہ تعالیٰ والذین
اوتوا العلم درجات فالرافع الذین لم یضرہ اللہ فی غیرہم وہم اولوا الامر علی الاصح ورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا بوڑھے جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریشی
کی قوم سے ہو حق تعالیٰ نے فرمایا اور جنکو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو اسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالیٰ
اسکو دوزخ میں ڈالیگا اور واولو الامر سے جنکی اطاعت کا قرآن مجید میں امر ہے علما دین مراد ہیں بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہیں انبیاء کے بالاتفاق
اسمیں خلاف نہیں ہم پوری آیت یوں ہے واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب کہا جاے
کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ درجات انکے جو ایمان لاے تم میں سے اور انکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسکا عالم
اور دانا ہے تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالموں کے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہیں اسواسطے کہ علم اپنی بلندی شرافت کے ساتھ
اس عمل کا مقتضی ہے جو مقرون بمزید رفعت ہے اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث میں وارد ہے فضیلت عالم کی عابد پر
جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت باقی ستاروں پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں پر اہل علم کو
مجالس میں رفعت اور بلندی دیتے تھے تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرتؐ کے نزدیک انکی فضیلت اور منزلت ثابت ہے اسی طرح حضرتؐ کے بعد بھی علما کی
تعظیم کرنا چاہیے ابن عباسؓ سے کہا کہ علماء کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہیں ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہے زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد
کا حق شاگرد پر یکساں ہے برابر وہ یہ ہے کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہیں گیا ہو تو اسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو بے ادبی سے رد نکرے اور چلنے
میں اسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ اسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہے زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے
فرمایا کہ طالب علم دعا کریں لوگوں نے کہا اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ انمیں جو نیک ہیں وہ اور نیکوں سے بہتر ہیں اور جو انمیں بد ہیں وہ اور بدوں سے بہتر ہیں کذا فی الطحطاوی مستطرف میں
امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسی قدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہوجاتا ہے اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہے کہ جاہل بھی
جہالت سے بیزار ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہوجاتا ہے اختضب لاجل التزین للنساء والجواری جائز فی الاصح ویکرہ بالسواد وقیل لا ومر فی الحظر ایک
شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیوں کیلیے تو جائز ہے صحیح تر قول میں اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ
مکروہ نہیں اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر میں ہم ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ جیسے مجکو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اسکو میرا
آرائش کرنا اسمیں اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں قول اصح یہ ہے کہ نہیں کیا جواہر میں ہے کہ صغیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پاؤں میں لگانا لائق
نہیں کہ یہ آرائش ہے اور وہ عورتوں کو مباح ہے اکمل کی شرح مشارق میں ہے کہ خضاب میں دو مقام پر اختلاف علما ہے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب
کیا یا نہیں انسؓ نے کہا کہ مجکو آپکا خضاب کرنا معلوم نہیں اور بعضوں نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی حجت ام سلمہ اور ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ انھوں نے حضرتؐ کا

زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کا ہے خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا مقام
یہ ہی کہ خضاب افضل ہی یا ترک کرنا اسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلئے کہ تغیر پیری سے نہی وارد ہی اور علما نے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام کی
ایک جماعت نے خضاب کیا ہی صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضی زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور بعضی سیاہ خضاب
کرتے تھے چنانچہ حضرت عثمان او حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیون کا مذہب یہ ہی کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی دیا نچہ فتاو
قاضیخان مین مذکور ہی نووی شافعی مذہبنے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہی مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور صحیح قول مین خضاب سیاہ حرام ہی اسواسطے کہ حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغیر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق مین ہی اور غازیون کو حرام نہین کافرون پر رعب ڈالنے کیواسطے
اور اصحاب کبار سلف جو سیاہ خضاب کیا شاید اسکا یہی محمل ہی وفیہ الکلام کذا فی الطحطاوی ہم نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سنا وہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے
کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک کا خضاب وسمہ تھی واللہ اعلم
کما یجوز ان یاکل متکیا فی الاصح لما روی انہ علیہ الصلاۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہی کھانا تکیہ لگا کر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہی کہ آپ نے کھانا کھایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب اقرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل
ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر مین سو وہ بھاگا میدان کی طرف تو یہ مکروہ نہین بلکہ بھاگنا مستحب ہی بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے
واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شئی بقدر اللہ تعالی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی
یکرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اس شہر سے جسمین وبا ہی
سو اگر وہ یہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر سے ہی تو کچھ مضائقہ نہین اسکے نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہی اور اگر اسکے
نزدیک یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر مین گیا تو اسمین مبتلا ہوگا تو اسکو یہ مکروہ ہی تو وہان نجاے اور نہ وہان سے نکلے تاکہ اسکا اعتقاد
محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو لیس
لہ ذلک بزازیہ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہی کہ وہان اس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اسکو یہ جائز نہین ہی چنانچہ بزازیہ
وغیرہا مین ہی ہم یہ قول محمول ہی اس جہاد مین جو ہنوز فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانون کو زیادہ تر ہی ثواب مین اس جہاد کے ثواب
سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہی قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یأخذ من المرابحۃ التی جرت بینہما
الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتأخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین فقد قدمتہ قبیل فصل القرض مدیون
نے دین مؤجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اسکے مرنے سے دین حال ہوگیا یعنی مؤجل نرہا فی الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے
ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹھہرگئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہی اور اسیکا فتوی
دیا ہی مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اسکی وجہ مذکور کی ہی اور مترجم نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی صورت اسکی یہ ہی
کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید کی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو
صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملتقطہ شارح کا فی اخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ اخر
کنز الدقائق مین ہی کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہی کہ ہر چالیس دن مین ایکبار قرآن مجید کو ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہی نہ مجرد تلاوت قال تعالی
افلا یتدبرون القرآن خاتمہ قرآن خوان پر سلام کرنا نچاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا ندینا دونون درست مین قول صحیح مین اور جب قاری اذان سنے

تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن میں آوے تو اس پر صلوٰۃ واجب نہیں امام سے روایت ہے کہ جسنے قرآن کو سال میں دو بار ختم کیا تو اسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام کرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قنیہ میں ہے بہتر یہ ہے کہ ہر مہینہ میں ایکبار ختم کرے اور مستحب ہے اسکے واسطے تطہیر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اس مکان کو قندیل اور شمع سے روشن کرنا اور اہل و عیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور انکے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کمتر مدت میں ختم نکرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایکبار اسکو قرآن سنا دے جو اس سے زیادہ تر جانتا ہے اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور بازاروں اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نہ رکھے اور مصحف کو رکھ نہ چھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نہ ٹھہرے اور اگر کوئی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی طرف سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اس میں پڑھنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر لحد کی قبر کے مانند کھود کر دفن کرے یا اسکو دھو ڈالے یا ایسی پاک جگہ میں رکھ دے جہاں نجاست اور ملوثوں کے ہاتھ نہ پہنچیں اور مصحف اور کتب تفسیر و فقہ کو [illegible] کیطرف پاؤں پھیلانا نوم یا غیر نوم میں مکروہ ہے اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں اس سے زیادہ کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آیت یا سورت سیکھکر بھول گیا نسیان سے مراد یہ ہے کہ اسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہو اور بیٹا قرآن پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کے وقت اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لے اگر لڑکا گھر میں قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر انھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحاوی الملتقط واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں علم فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت میں بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہی مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا کہ سہام مقدر متفق علیہ ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں تو اس میں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکجا ہو گئے کذا فی العالمگیر عن الاختیار شرح المختار ہی علم اصول من فقہ وحساب یعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی پہنچانا حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اسکے تین ہیں وارث اور مورث اور موروث اور شروط اسکے تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع جنکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے استخراج کے تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کے ارث مغیرہ اور ابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور تیسرا اصل اجماع امت ہے چنانچہ دادے کی ارث عمر فاروق رضہ کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذا فی الطحاوی مختصرا والحقوق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہاں پانچ ہیں باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ میں حصر استقرائی ہے نہ حصر عقلی لان الحق اما للمیت او علیہ او لا ولا اسواسطے کہ حق متعلق بہ ترکہ میت یا میت کا ہے یا میت پر ہے یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول التجہیز والثانی اما ان یتعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق اولا وہو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہیں اور وہ متعلق بالعین ہے والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جسمیں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے وانما سمی فرائض لان اللہ تعالیٰ قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اسلیے کہ حق تعالیٰ نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو ایسا ظاہر اور روشن کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرایا اور اسکی تقدیر بیان فرمایا اور نبی علیہ السلام نے فرض

نہین کی اور پھر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم
اور حج وغیرہا سے کہ انکی نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین اُسکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولہٰذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص
لاغیر واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری مین کہتا ہون اور اسی واسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم
رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہی اور گاہے قیاس سے هم بیان اُسکا یہ ہی کہ علم یا فقط نص سے
ثابت ہی یا نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہی تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہی وہ فرائض ہی اور جو نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہی وہ فرائض کے سوا اور
علوم دینی ہین اور نص سے مراد وہ ہی جو اجماع کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہین وقیل لتعلقہ بالموت وغیرہ
بالحیوٰۃ او بعضون نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے هم یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کے
دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہی اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہی مجموع دو حال کا لہٰذا حدیث شریف مین فرائض کو
نصف علم فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض بسبب ضروری سے ثابت ہی اور غیر فرائض بسبب اختیاری سے ثابت ہی هم یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی
ہی وہ دو قسم ہی اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری چنانچہ ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وقیل
الارث الحی من الحی ام من المیت المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندے کو زندے سے ہوتی ہی یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہی یعنی زندہ وارث ہوتا ہی
مردے کا کذا فی شرح الوہبانیۃ هم شرح وہبانیہ مین ہی کہ ارث کے وقت مین علما کا اختلاف ہی مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزا جزاے حیات مورث سے وقت ہی میراث
کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہی اسواسطے کہ جب تک وہ زندہ ہی اپنے جمیع اموال کا مالک ہی ہر طرح سے تو اگر اُسکا وارث اس حالت
مین مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصون کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہین کرتین کذا فی الطحطاوی فتختصر ویبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ
عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستأجرۃ ابتدا کیجاے میت کے اس ترکے سے جو خالی ہو تعلق
حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ چنانچہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہی اور اجارہ کا گھر ترکہ لغت مین بمعنی متروک ہی اور اصطلاح مین
ترکہ وہ مال ہی جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل وعیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے چنانچہ رہن وغیرہ رہن
کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہی اور راہن نے سواے باغ کے کوئی مال نہین چھوڑا تو مرتہن کا دین مقدم
ہی راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر اوسے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہی کہ غلام
نے اپنے مولی کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولی کا کچھ مال نہین سوا غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ ترحقدار ہی مولی سے ہان اگر دیت دیکر
کچھ باقی رہے تو اس سے مولی کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہی کہ اُسپر لوگون کے دین ہین مالک کی زندگی مین پھر مالک مرگیا اور اُسکا کچھ مال
نہین سواے اُسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہی کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا اور بائع نے
غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہین سواے اس غلام کے تو بائع احق ہی اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہ صورت ہی کہ صاحب خانہ
نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اُسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مرگیا اسواسطے اجارہ فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سواے اس گھر کے
کچھ اور ترکہ نہین چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم ہوئے تکفین پر
مگر بسبب متعلق ہوجانے حقوق کے مال کے ساتھ مال کے ترکہ ہوجانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہی اور یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہوگئے تھے
بتجہیزہ ثم التکفین من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے چنانچہ کفن مسنون یا بقدر اُسکے

جو میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز تکفین میں کوئی شامل ہو دم نہو وا اسراف نہیں ہو کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہو شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد کا کفن سنت میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی میں دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح کی عبارت میں لفظ اوسط یعنی درمیانی وہ ہے کہ جو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا کفن مسنون اور قیمت زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے ... دیا جائیگا ... ہین قصور نہوتا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہو اسکے ضرر ہوتا ہو اور اسکے دین میں تو کفن کفایت دیا جائیگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جدید ہوں یا مغسول اور عورت کے اسی طرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحطاوی اور اگر کفن قبل تکفین کفن مرتہ اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھولنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اسکو کفن دیا جائیگا اور پھولنے کے بعد ہو تو ... آسکی یہ ہے کہ جب قبر کھودی گئی اور کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے قبر میں تو وارثوں پر اسکا کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کی طرح اسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہوا اور اگر درست نہ ہو تو اسکے ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسی طرح کرنا چاہیے اگر چہ یا کفن چھین لیا گیا ہو اور ادا سے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثوں میں ترکہ قسمت ہو گیا اور قرضداروں اور وصیت نے لے لیا تو وارثوں سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر اسکے میراث کے اور اسکو کفن دیا جائیگا اسی طرح ہر بار ہوگا تا ابقا مال میراث کذا فی الطحطاوی ... کل مال اور سر پا کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جائیگا نہ ثلث مال سے پھر تقدیم دیوں الہی لہا مطالب من جہة العباد پھر میت تجہیز کے بعد ان دیوں کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہو عباد کی جہت سے ہم جہت عباد کی قید سے وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حق تعالی کی طرف سے ہے چنانچہ زکوة کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحة علی دین المرض ان جہل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو ہم صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو مرض کی حالت میں یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کے واسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے والا فیستویان کما بسطہ السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہو چنانچہ سید شریف نے اسکو مشرح بیان کیا اور معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اسنے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقة صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اسکا واجب ہونا اسکے اقرار کے سوا اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم میں انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی ضعیف اور متوسط قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا رہن اور وسط وہ ہے جو گواہوں یا صحت کے اقرار سے یا مرض میں معاینہ سے ثابت ہو اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہے تو آئین وارثوں کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر ہو اور اگر ترکہ زیادہ ہو تو نفوذ تصرفات میں دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ نافذ ہوگا اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی قیاس المرہون شرح ملتقی میں ہے کہ ترکہ بمقدار قرضہ کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اسواسطے کہ وارث اس صورت میں مالک نہیں کذا فی الطحطاوی واما دین اللہ تعالی فان اوصی بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوة سو اگر میت نے اسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں ہم دین خدا چنانچہ زکوة اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلاً ان طاعات کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنے اپنی طرف سے مال دے کر اسقاط کیا تو بعضوں کے نزدیک نماز میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اسواسطے کہ فقہا نے بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا اگر اخیرنا ظاہر ہوا اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل بیان تو گنجائش رحمت الہی اور اسکے کمال کرم اور فضل کی امیدواری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے اور کمال نے کہا ...

حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خراج دین ہے اسواسطے کہ منافع حفاظت کا بدل ہے بخلاف زکوٰۃ کے اسواسطے
کہ اسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد میت کی وصیت
مقدم کیجاے اگرچہ وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے جسکو اختیار شرح مختار میں مختار کہا ہے اور وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت
سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو کسی شی معین سے متعلق ہو جیسا کہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ
اجنبی ثلث مال کی وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درہم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کے مانند [illegible]
سے منقول ہے یعنی وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہو اس مال کی تہائی سے
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد ہم وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادا ے دیون کے یا بشرط وجود ایک کے جبکہ دوسرا
امر نہ پایا جاے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نہ پاے گئے اسطرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جل گیا اور نہ رہے اسکو کہا لیا اور وہ کسی کا مدیون نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت
جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے زیادہ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور مقید ہونا
کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال جز قسمت سے ساقط کیا جاے نہ اسقدر کو جدا کرنا باقی مال سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا
فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کے واسطے اسسبب سے کہ وصیت
کے مظنہ تفریط کا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام
منظور ہوا مظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش
کر کے لے سکتے ہین تو اسکے ادا کرنے مین احتمال تھا تفریط بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا واسطے
وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم رابعا بل خامسا یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبہ بلکہ پانچوین مرتبہ مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت
کیا جاے میت کے وارثون مین ہم درمیان ترکہ مین پہلے تجہیز و تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادا ے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان
حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین جیسا کہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہے جہان حقوق
متقدمہ پاے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث ہو تو تمام
مال اسی کا ہے سواے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علما فرائض کے عرف مین وارث وہ ہے جو باقی رہے بعد
ہو جانے اس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے و باین معنی حق تعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے والے ہین بعد فنا ے خلائق کے لیکن نسب اور
سبب کی قید خالق عز شانہ کے حق مین ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب
مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے اس کتاب اللہ مین باپ اور مان اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹیون اور بھائی اور بہنون کی میراث
ثابت ہے او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے جیسا کہ یہ حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ دادیون
کو سدس کا اطعام کر دو یعنی چھٹا حصہ انکو دو ہم جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہوا اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے خاص کا مقتضی نہین اسواسطے
کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی
او الاجماع جعل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو جیسا کہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا

ہم اجماع امت سے مراد اتفاق ایسے مجتہدین امت محمدی کا ہے کہ حکم شرعی پر جس زمانہ میں کہ واقع ہو اور مراد اس سے اہل حل و عقد ہیں اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق
کا کچھ اعتبار نہیں اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی ویستحق الارث ولو مصحفا یعنی قیل لا یورث وانما للقاری
من ولدیہ صیرفیہ باحدی ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک
جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ مثل مصحف ہو اسی
قول کا فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف تو میت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصیرفیہ سبب نکاح
صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں ہے نکاح فاسد وہ ہے جس میں شرط صحت نکاح سے کوئی شرط نہ ہو اور نکاح باطل جیسا کہ
متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے یہ معنی ہوئے کہ
تو ایک وارث کو نہیں پہنچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپ لے اور اسکی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر انکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور تعلق قضا دین
مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسیواسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لیں کذا فی الطحطاوی
والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف رحمہ اللہ آئندہ قول میں اسکو بیان کیا ہے فیبدا
بذوی الفروض ای السہام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیا جائے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں سہام مقدرہ یعنی جو حصے کہ معین اور منصوص
ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سہام مذکورہ چھ ہیں نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثان اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی
اور آٹھواں اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ وہم اثنا عشر عشرۃ من النسب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من النساء واثنان من السبب وہما الزوجان اور تمام اہل فرض
بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے ان میں تین مرد ہیں اور سات عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجین ہیں اور تین مرد سے مراد ایک باپ دوسرا
دادا تیسرا اخیافی بھائی یعنی ماں شریک اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور زوجین وارث سببی ہیں ثم بالعصبات
ال للجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للازدواج النسبیۃ لانہا اقوی ثم بعد اہل فروض کے عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی
سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اس میں واحد اور جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہے ہم عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنی معتق پر
اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کی وجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کی وجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وہو العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث
شروع کیا جائے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت ہو مراد آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنے والے کے بعد ارث شروع
کیا جائے آزاد کرنیوالے کے عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتوں کو ولا سے کچھ حق نہیں سوائے اسکی ولا کے جسکو انہوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اسکی میراث پاویگی
اور اگر اسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مر گیا اور اس نے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اسکی میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک
کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات مذکورین کوئی نہیں تو باقی مال پھیر جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے
حقوق کے یعنی بقدر نسبت حصوں کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قال ابن الکمال ہم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی
چنانچہ زوجین خارج ہو گئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک انکو بھی دوبارہ دیا جاویگا
ابن القنادی نے کہا کہ اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کی وجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال میں نہ رکھا جاوے بلکہ
انکو یعنی زوجین کو پھیر دیا جاوے کیونکہ وہ اقرب ہیں میت کی طرف من جہۃ السبب اور شخصوں کے اور اسی طرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی رد المحتار شرح او بیاض
عمزاد اور دین تعلیم سے ہے کہ بیت المال منتظم اور اسکے ذوی الارحام وارث ہو سکتے ہیں ہمارے زمانہ میں جسکے مستحق کا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور اسی طرح ہمارے زمانہ میں

زوجین پر رد میراث ہوگا اور اسکو مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہے انتہی پھر مترجم زادہ نے کہا کیونکہ اسپر فتوی ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں بیت المال نہیں بیت المال
توصحابہ اور تابعین کے زمانہ میں تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف میں صرف نہیں کرینگے اور فرائض عبد الواحد شہید
میں بھی اسیطرح رد علی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہے اور درر المشرح میں قنیہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑکر مری سو زوج نے نصف باقی مسلمان
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ بعند اللہ مرضد ورہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ثم ذوی الارحام پھر ذوی الارحام ہیں یعنی جب اہل فروض نسبیہ و عصبات مذکورہ نہون تو ترکہ
مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ میں احد الزوجین ہوگا تو اسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا
اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہیں ہیں تو جیسے اہل فرض کے نہ ہونے سے ذوی الارحام میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح اہل فرض کے باقی رہے مال میں انکو دیا جاتا
ہے قال الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہیں جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہیں خواہ میت کی مان کی طرف سے قرابت دار ہوں یا اسکے باپ
کی طرف سے اور لغت میں ذورحم قریب ہیں جہتہ الام کو کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی ثم بعدہم مولی الموالاۃ کما مر فی کتاب الولاء پھر اصناف مذکورین کے بعد مولی الموالاۃ
ہے جنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء میں گذر گیا ہے یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولا سے موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت میں
معنی دوستی کے ہے اور اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنے دوست ہے میرے مال کا تو وارث ہوتا جبکہ میں مرون اور میری طرف
سے خونبہا دینا اگر میں کسی کو قتل کرون اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہوگئی اور قائل اس کلام کا اسکا مولی ہوا اسکا وارث ہوگا
وہ مرگیا اور دیت دیگا اسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیوں کے نزدیک خلافا للشافعی اور اگر دونوں طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال نے
کہا شرائط ولاء یہ ہیں کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو اور عربی نہو اور نہ اسکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کے وقت اسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اسکی طرف سے بیت المال
یا موالی سے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اسکے مجہول النسب ہونے یا ہونے کی شرط میں اختلاف ہے اور اسی طرح اسلام کی شرط میں اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
ملخصا دلہ الباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولا موالاۃ کا ہے سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے اور وارث ہونا مولا موالاۃ
مروی ہے حضرت عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوا ہے ابراہیم نخعی اور ہمارے علما نے عمل کیا ہے اور اسپر دلیل ہے قولہ تعالی والذین
عقدت ایمانکم فآتوہم نصیبہم یعنے میراث کا نصیب اہل التفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس عقد موالاۃ کا ہے اور امر وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت انکی طرف خصوصا
پر دلالت کرتی ہے اور دلالت استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فآتوہم نصیبا اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول کہ آیت
کریمہ میں قسم مراد ہے اسواسطے کہ اسوقت میں فآتوہم نصیبہم کو اس سے ترتیب نہیں ہوتا بلکہ مراد وہ عقد بالیمین ہے بنابر عادت کے اسطرح پہ کہ ہر واحد متعاقدین دوسرے
کا ہاتھ پکڑتا ہے معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمین بہت ہیں ازانجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے
پاس آتا ہے اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ ترحقدار ہے اسکی زندگی اور موت میں انتہی یعنے زندگی میں اسکی طرف سے
دیت جنایت کی دیگا اور موت کے بعد اسکی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی ملخصا عن ضوء السراج و شرح الاکمل ثم المقر لہ بنسب علی غیرہ لم یثبت پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ
شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اس طرح پر کہ اس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہیں ہوا مصورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے
خالد کو کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنے جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی
وارث نہیں اور اسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اسکی میراث پاویگا اسواسطے
کہ آدمی کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح پہ کہ اسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہیں جبکہ مقر مرجاے
اسی اقرار پر مصر رہے جنانچہ یوں اقرار کرے کہ یہ میرا بھائی ہے یا بہن اور باندا اسکے انتہی فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او فرثبت اقرارہ او شہد رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ

ورثہ احمد الورثۃ وان رجع المقر تو اگر مقر لہ کا نسب ثابت ہو گیا اسطرح کہ مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے
اقرار کے ساتھ گواہی دی یا قرابت سے اسکا نسب حقیقۃً ثابت ہو جاویگا اور مقر لہ مقر کے وارثوں سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جاوے
ہم مقر لہ کی تصدیق اسطرح ہے کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہاں خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثوں کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہوں مثلاً
زید کی اولاد یوں کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح ہو کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے مانع ارث میں معتبر ہے لیکن جب
مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہ ہوگا اور مانع ارث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل رجوعہ کما فی شرح السراجیۃ لسید الشریف
وقد حققتہ فیما علقتہ علیہا اور اسی طرح نسب مقر لہ کا ثابت ہوگا اگر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرح
میں مذکور ہے … اور الشرح میں اور التنقیح میں نے اسکا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح میں ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح آمین یعنی تصدیق مقر لہ
سے اثبات نسب ہونے میں مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے ورنہ لائق یہ قول بلا وجہ ہے
اسواسطے کہ مقر لہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور شرح مصنف کی خیر عبارت آئین صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقر لہ کی انتہی ملخصا ثم لمن بعدہم
الموصی لہ بما زاد علی الثلث تو بالکل پھر مرتبہ سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ پاویگا جسکے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت
کی ہو ہم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کی طرف صرف بلا اضرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اسکے کہ اگر اسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہ ہوگا کیونکہ
اسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثوں کے سبب ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جسکے واسطے موصی نے معین
کر دیا وہ پورا اسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقر لہ لانہ نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہیں کیا گیا مقر لہ
کو اسوجہ سے کہ مقر لہ میں ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اسمیں قرابت کا کچھ احتمال نہیں ہم یعنی حال مقر لہ کا قوی تر ہے اسمیں احتمال
کہ شاید یہ مقر صادق ہو اپنے اقرار میں بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی قدر پر مقتصر ہو گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع
بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین پھر مرتبہ تیسرے کے بعد میت کا ترکہ بیت المال میں رکھا جاوے ارث کے راہ سے نہیں بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لاوارثی
مال بیت المال میں رکھا جاتا ہے … علی مرتضی سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام میں بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اسکا حق بیت المال میں ہر سال
دو سو درہم ہے اور ایک روایت میں دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا میں نہ پاویگا تو آخرت میں لیگا اور شرح مختصر الطحاوی میں ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج ہے بیماروں کا اور کفن
موتی اور نفقہ عاجز کا اور جو عاجز ہو کسب اور پیشہ سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وموانعہ علی ما ہنا اربعۃ اور موانع ارث کے برابر اس مقام کے چار ہیں ہم جب اسباب ارث کے مذکور
ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کے تحقق میں فقط اسباب کا وجود کافی نہیں بلکہ اسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضروری ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے
مقتضی کے سبب نہ ہو سکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال میں یا اسکے اس حق میں جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح
یا صاحب ولاء کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولاء حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص باقی شخص ماضی کے مانند ہو جاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد گذرنے
مدت کے داخل ہو جاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب میں لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولا میں حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل ہو ولد نسب اور نکاح اور ولاء جو فقط میت
کے اقرار سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً الرق ولو ناقصا کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا
اگرچہ ملک ناقص ہو جیسا کہ غلام مکاتب اور اسی طرح وہ غلام جو نصف یا پاؤ آزاد ہو کل آزاد نہیں امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ہو
حر فیرث ویحجب قال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا پاؤ آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث
ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی رحمہ نے کہا کہ وہ وارث نہ ہوگا بلکہ اسکا مال اسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وارث ہوگا اور حاجب ہوگا بقدر اسکے حریت کے جو اسمیں ثابت ہے

وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الرقیق من حر و ہی کافر ذمی استامن ثم نقض العہد و لحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا لبیت المال اجنبیۃ فدیتہ لورثتہ و لم ار ہ

لائمتنا بحر اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں رقیق کا مال موروث ہوتا ہے اور وہ غلام کبھی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ

حربی مستامن ہے دار الاسلام میں جنایت واقع ہوئی یعنی کسی نے اسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب میں لاحق ہوا پھر وہاں گرفتار ہو کر غلام ہوا اور غلامی کی حالت میں

اسی زخم کی سرایت سے مر گیا تو اسکا خونبہا اسکے وارثوں کا ہے اور یہ مسئلہ ہمارے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہیے والقتل

الذی یجب القود او الکفارۃ و ان سقطا بحرمۃ الابوۃ مثلا و ہو مانع اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہو اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب

حرمت پدری کے ساقط ہو جاوے چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکا ہم قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد و خطا اور قائم مقام

خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں وہ مانع میراث نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنواں کھودا یا پتھر رکھا

اور اسکا مورث اس میں گر کے مر گیا تو کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا اسکی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک

قاتل مطلقا وارث نہیں ہوتا خواہ اسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہ ہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مر گیا مقتول سے

پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے و اختلاف الملتین اسلاما و کفرا و ہو

تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام و کفر کے ہم یعنی اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر یا بالعکس ہے تو ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا

اختلاف نہیں چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہیں ہے و قال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ الترکۃ ورث اور امام احمد نے کہا اگر کافر مسلمان

ہو گیا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال میں تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام

شافعی رحمہ اللہ کے ہم میراث جاری ہے مرتد کے اس مال میں جو اسنے زمانہ اسلام میں کسب کیا اسواسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کی طرف کیونکہ آخر اور سے وہ کافر

ٹھہریگا مقتول ہو زندگی سے ایمان تھا سو اس فوت ہوا اور اسکا قصور فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے بدلیل قولہ تعالی ومن کان میتا فاحییناہ جو کافر تھا اسکو ہم نے

ہدایت کی لیکن یہ بھی مرتد ہے اور بسبب ارتداد ورثہ کا اور حربی دار الاسلام کے مفقود کی ہے یعنی اسکی موت کا حکم ظاہر ہوگا جبتک قاضی حکم نہ کرے اسکی قتل یا موت یا لحوق

بالحاق کے ہم جیسے بقیہ نہ ہوگی کیونکہ مرتد کو موت حکمی ہے مر گیا ارتداد کے وقت سے تو اسکا مسلم وارث اسکی میراث پاویگا اور جو اسنے ارتداد کی حالت میں مال حاصل کیا

وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہو گئی تو امام رحمہ اور صاحبین سب کے نزدیک دونوں قسم کا مال وارث مسلم

کا ہے اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک مرتد کے دونوں کسب کا مال بیت المال میں رکھا جاویگا کذا فی الشرح و ملتقطا قلت و ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر و صورتہا کافر

مات عن زوجۃ حامل و وقفنا المیراث للحمل فاسلمت ثم ولدتہ ورث الولد و لم ارہ صریحا لائمتنا میں کہتا ہوں اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جس میں کافر

کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کافر مر گیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑ کر اور ہم نے حمل کی میراث اٹھا رکھی سو اسکی زوجہ مسلمان ہو گئی پھر اسلام کے بعد

لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور میں نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام میں صریحا نہیں دیکھا ہم اسلام میں لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوا والرابع اختلاف الدارین ولو بین

بین الکفار عندنا خلافا للشافعی اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملک کا اگرچہ یہ اختلاف کفار ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی کے ہم اختلاف دارین عبارت ہے لشکر اور

سلطنت کے اختلاف سے مورث کی عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنی حفاظت جان و مال کی باقی نہیں رہتی ... اور اختلاف دارین چند

قسم کا ہے ایک حقیقۃ اور حکما دونوں طرح اختلاف ہے جیسے کافر حربی دار الحرب میں اور ذمی دار الاسلام میں دوسرا حکما خلاف ہے چنانچہ وہ حربی مستامن جو لینے امان کے چلا آیا

ساتھ ذمی کے جو دار الاسلام میں ہے یا دونوں مستامن ہیں ... حکما اختلاف ہے چنانچہ حربی

مستامن دار الاسلام میں ساتھ حربی کے جو دار الحرب میں ہے اور وہ دونوں ایک ہی ملک کے ہیں اور مانع ارث ہمارے نزدیک یہ دونوں قسمیں ہیں تیسری قسم تو مانع اختلاف کی ہے خواہ اسکے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک اسکے بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن میں انکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی
حقیقۃ کحربی و ذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو چنانچہ حربی اور ذمی میں یعنی حربی مرگیا دار الحرب میں اور اسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو ذمی اس حربی کا وارث نہوگا
اور اسی طرح اگر ذمی دار الاسلام میں مرگیا اور اسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریہ عن الکافی او حکما کمستامن و ذمی و حربیین
من دارین مختلفین کترکی و ہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکماً ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا چنانچہ دو حربی دو ملکوں مختلف
کے جیسے ترکی اور ہندی کہ انمین توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان انکے ہم قولہ کحربیین کو اگر اسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں
میں ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ قبیل اختلاف دارین سے ہے حقیقۃ تو اختلاف حقیقی کے مثال میں اسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف
کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃ اور دو ملک مختلف میں ہیں حکماً تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے کحربیین کمستامنین
کہتا انقطاع عصمت اختلاف دارین سے اسطرح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اسکو پاتا ہے تو انکی اس کلام
کی طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونوں دار مختلف نہیں ہیں بلکہ بمنزلہ ایک ملک کے ہیں
کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین بخلاف مسلمین کے انہم فی حکم انفسہم فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا اگر اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور
سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہے نہ مسلمین کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہوا اور
اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہے تو اسلام کا حکم ان سب کو شامل ہے تو انکی تباین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب دار الاحکام
نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور روح الشروح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود
وسعت اور تباعد کے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر میں چنانچہ کافروں کے دین باوجودیکہ نفس الامر میں کفر
کے ہیں ایک ہی ہیں شارع کی نظر میں کذا فی الطحطاوی تذنیب فمن الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والقتلی کما سیجیئ میں کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث
کے باقی رہے ہیں [illegible] ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے
آویگا معنی اگر چند لوگ غرق یا حرق ہو کے مر گئے تو انمیں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ
مانع نہیں اسواسطے کہ اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوا اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جسنے جہالۃ
تاریخ موتی کو مانع کہا اسنے خطا کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل او اکثر مبسوطۃ فی التخمیس منہا ارضعت صبیا مع ولدہا وماتت وجہل ولدہا فلا توارث اور
منجملہ موانع ارث کے مجہول ہوتا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ میں مفصل مذکور ہے تخمیس میں ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے
لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اسکا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں میں سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا کذا [illegible]
ولد مسلم و ولد نصرانی عند ظئر وکبرا فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذ المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہو جائے
مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوں تو وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نپاوینگے اپنے باپوں کی [illegible] انکا زیادہ
بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونوں لڑکے آپس میں صلح کرلیں تو انکو میراث لینا جائز ہے آپس میں نصفا نصفا یا جسقدر پر صلح ہو وہ دونوں کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی
صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انھیں کی ہے بلاشک [illegible] مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اسکا حق تھا اور جو
دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا مستحق کی جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الولاد اذ منہا تتولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے
ذوی الفروض کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد ہے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

ولہا مع ولد او ولد الابن فان [illegible] سدس کا حصہ [illegible] تو فرض [illegible] ایک [illegible] جبکہ ان کے ساتھ ولد یا ولد ابن [illegible]

یعنی پوتا پڑپوتا [illegible] ولد اور ولد الابن خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث [illegible] خواہ [illegible] خواہ [illegible] ایک ہو یا چار

تو اگر چار زوجہ ہوں تو آٹھواں حصہ [illegible] برابر بانٹ لینگی [illegible] کذا فی المحیط [illegible] والربع لہا [illegible] حالتان الربع بلا ولد او ولد

ابن [illegible] اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجہ کے دو حال ہیں [illegible] الربع بلا ولد [illegible] مع الولد [illegible] فالکل کما لو ادعی رجلان

فالقرنکاح [illegible] الولد او ولد الابن اور زوج

کو حصہ یعنی تہائی [illegible] ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مرد ون نے [illegible] زیادہ دعویٰ کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ اسکے

اپنے نکاح پر [illegible] عورت [illegible] کسی کے گھر میں نہ تھی اور کسی [illegible] قریب کی تھی تو میراث زوج کو مدعی [illegible] بانٹ لینگے برابر

عدم اولویت کی وجہ سے اور اگر وہ زندہ ہے کہ نکاح کا چند مرد دعوی کریں اور گواہ ہوں سے ثابت کریں تو گواہیاں ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت [illegible]

مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ [illegible] پاس نہو جسکی [illegible] اور اگر دعوی میں تاریخ کا [illegible] تو تاریخ سابق کا ہوگا

احق ہے کذا فی المحیط [illegible] والنصف [illegible] حالتان النصف والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال

ہیں نصف بلا ولد او ولد ابن اور ربع مع الولد [illegible] للاب [illegible] احوال الفرض المطلق وہو السدس وذلک مع ولد او ولد ابن اور باپ [illegible] کے تین حال ہیں

فرض مطلق یعنی خالی [illegible] تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق [illegible] اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی

فرض سے [illegible] جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب

مع البنت او بنت الابن اور فرض و تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہم باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف

لیگی اور جو باقی رہا اسکو باپ یا دادا بطریق عصوبت کے لیگا [illegible] والجد کالاب الا فی [illegible] مسائل [illegible] الفرائض [illegible]

اور [illegible] دادا باپ کے مانند ہے مگر تیرہ مسئلوں میں دادا باپ کے مانند نہیں [illegible] تو فرائض میں ہیں اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض [illegible]

کے پانچ مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے دوسرا یہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا

[illegible] احد الزوجین [illegible] ماں اسکی باقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں اسکی جمیع مال کا ثلث پاویگی [illegible] نزدیک [illegible] یہ کہ بنی الاعیان اور

بنی العلات سب ساقط ہو جاتے ہیں باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام [illegible] نزدیک ساقط ہوتے ہیں [illegible] نزدیک [illegible] یہ کہ آزاد کرنے والے کا باپ

[illegible] سدس ولا کا لیتا ہے [illegible] ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کے واسطے [illegible] ولا [illegible] دادا کو کچھ نہ ملیگا باقی اماموں کے نزدیک [illegible] اگر غلام آزاد

[illegible] آزاد کرنیوالے کا دادا اور بھائی چھوڑا [illegible] نے کہا کہ ولا دادا کے واسطے [illegible] کہا کہ دونوں میں مشترک ہے اور اگر دادا کے بجائے باپ ہو تو تمام

[illegible] بالاتفاق [illegible] مسائل کی تفصیل [illegible] مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی اقرباء زید کے واسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت میں داخل نہو گا اور دادا اسکا داخل ہوگا [illegible]

[illegible] یہ کہ صغیر [illegible] باپ [illegible] دادا [illegible] یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے لڑکے کی ولا کو اپنے مولی کی طرف کھینچیگا نہ دادا اسکے ولی

کی طرف [illegible] یہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہے اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے [illegible] یہ کہ اگر زید مر گیا اور اولاد صغار اور مال چھوڑ کر تو اسکی ولایت زید کے باپ

[illegible] دادا کو [illegible] یہ کہ اگر صغار کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت [illegible] دونوں شریک ہیں اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص

[illegible] اور [illegible] باپ [illegible] کو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق [illegible] یہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا دادا کے ہونے سے اسکی یتیمی زائل نہیں ہوتی

[illegible] یہ کہ اگر میت مر گیا اور اسکی اولاد صغار ہے اور مال نہیں ہے اور میت کی ایک [illegible] اور دادا تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اس طرح کہ تہائی نفقہ ماں پر ہے

دو بھائیان دادا بہ اور اگر دادا کی جگہ باپ ہو تا تمام لتقہ اسکی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وزاد ابن المصنف فی زواہرہ اخری من الفقہ ولیین ضمن الاب مہر صغیرہ
فادے رجع لو شرط الرجوع والا لا ولو ادیا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فقولہ لو ادیا غیرہ یعم الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنے
حاشیہ اشباہ میں جس کا زواہر الجواہر نام ہے اشباہ کے نبیرہ مسائل پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کر کے وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے مہر کی
ضامنی کی پھر مہر اسکا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے پہلے اگر اسنے ادا کے وقت رجوع کر نا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہیں اور اگر باپ
کے سوا دوسرے کسی نے صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کر کے مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقا انتہی یعنے شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا
قولہ غیرہ سا کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی وصی کے مانند مطلقا رجوع کریگا برخلاف باپ کے وللام ثلثہ احوال السدس مع الولد او مع اثنین
من الاخوۃ او من الاخوات فصاعدا من ای جہۃ کانا ولو مختلطین اور ماں کے تین حالات ہیں چھٹا حصہ ہو بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی
یا دو بہنوں کے ساتھ بھائی بہن دو ہوں یا زیادہ کسی جہت سے ہوں اگرچہ ملے جلے ہوں ہم اگر ایک شخص مر گیا ماں اور فرزند چھوڑ کر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی
پوتا ہو یا پوتی تو اسکی ماں کا حصہ سدس ہو گا لقولہ تعالی ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت
دونوں کو شامل ہے اور ولد الابن کو بھی [illegible] ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہے تو بیٹی اور پوتی کا حکم یہی ہے اسی طرح ماں کا حصہ سدس ہے
دو بھائیوں کے ساتھ یا زیادہ دو بہنوں کے ساتھ یا زیادہ دو سے بھی خواہ بھائی بہن سگے ہوں یا سوتیلے یا ماں جائے ملے جلے ہوں یعنے ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا
سوتیلا اور تیسرا ماں جایا [illegible] مذکورہ حالتوں میں ماں کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہ ہوں یعنے بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن
وثلث الباقی مع الاب واحد الزوجین اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھ ہم بیان دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے
کہ ایک عورت نے زوج کو اور ماں باپ کو چھوڑ کر مر گئی تو یہ تقسیم چھ سہم سے صحیح ہوگی النصف یعنے تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنے ایک سہم ماں کا اور
باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ماں باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تہائی ماں کی یعنی تین سہم اور
باقی چھ سہم باپ کے لیے [illegible] ان دونوں حالتوں کو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہاں ذکر کر کے اشارہ کیا کہ ماں کے تینوں حالات ایک جگہ متصل
ذکر کرنا بہتر ہے [illegible] اور اگر بجائے مذکورہ میں بجائے باپ کے دادا ہو تو عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ ماں کو تمام مال کا
ثلث ملیگا انتہی [illegible] مطلقا کام ام الام او ام الاب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقا خواہ جدہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو یعنی نانی اور دادی دونوں
جدہ صحیحہ ہیں [illegible] نانی اور دادی کے مذکور کے [illegible] فصاعدا عند الثنتین فیہ اذا کن ثابتات ای صحیحات کا لمذکورتین فان الفاسدۃ من ذوی الارحام
لما سیجی متحاذیات فی الدرجۃ لان الفرض یحسب [illegible] مطلقا کما بینا ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی سدس میں جبکہ جدات
ثابتات ہوں یعنے جبکہ جدات صحیحہ ہوں [illegible] دو جدہ مذکورہ ہیں اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام میں ہے نہ ذوی الفروض میں چنانچہ اسکا ذکر ذوی الارحام
میں آئیگا اور دوسری شرط یہ ہے کہ جدات درجہ میں متساوی اور برابر ہوں اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقا خواہ جدہ
قریبہ جانب ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں [illegible] خواہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ اسکا بیان باب الحجب میں آئیگا کذا فی المحلاوی
ثم اعلم [illegible] دو جدہ ہوتی ہیں ایک ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسی طرح اسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم وحوا علیہما السلام
اور جدہ کی دو قسم ہیں صحیحہ اور فاسدہ [illegible] ایک باپ دو ماؤں میں نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤں کے مابین میں باپ
داخل ہو اسواسطے کہ [illegible] فاسدہ ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ تو نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہے اسواسطے کہ دو ماؤں
میں باپ [illegible] جدہ کا سدس [illegible] کی دلیل [illegible] ایک شخص [illegible]

ماں کی ماں صدیق اکبرؓ کے پاس آئی اور بولی کہ میرے نواسے کا حصہ مجھکو دیجیے صدیقؓ نے جواب دیا کہ تیرا حصہ کتاب اللہ میں نہیں پاتا ہوں اور تیری بابت
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا لیکن میں اصحاب سے مشورہ کرتا ہوں پھر اصحاب سے جا کر پوچھا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو
سدس دیا ہے پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھکو دیجیے تو عمرؓ نے کہا کہ میں کتاب اللہ اور حدیث میں تیرے واسطے
کچھ حصہ نہیں پاتا لیکن ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونوں میں مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اُسی کا ہے کذا فی المحیط [illegible] عن الاکمل بعدہما ولہن لبنت الابن
فاکثر مع البنت الواحدة تکملة للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیوں کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائی کے پورا کرنے کے واسطے ہم جبکہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا
تو اُن لوگوں کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہیں خواہ ہمیشہ خواہ جیسے جدہ یا بعضی صورت میں جیسے پوتیاں اور پوتیوں کے چھ حالات ہیں تین حال تو بیٹیوں کے مانند ہیں یعنی ایک
پوتی کو نصف اور دو یا زیادہ پوتیوں کو دو تہائیاں اور اگر پوتیوں کے ساتھ انکا بھائی بھی ہو تو بھائی انکو عصبہ کریگا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیوں کو مخصوص
ہیں ان میں ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملیگا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیوں کے ساتھ وہ ساقط ہو جائنگی لیکن اگر انکے ساتھ
بھائی ہوگا درجہ میں برابر یا اسفل تو انکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہو ثلثین سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیاں ساقط ہو جاتی ہیں اور
یہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیوں کے پورا کرنے کے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہیں ہوتا اور بنات کا لفظ
بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جب کہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنے نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنے ثلثین پورا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی و
السدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدة لابوین تکملة للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنوں کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیوں
کے پورا کرنے کے واسطے ہم یعنے اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہو تو نصف تو سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیاں پوری ہو جاویں معلوم کرنا چاہیے
کہ سگی بہنوں کے پانچ احوال ہیں اور یہی پانچوں احوال سوتیلی بہنوں کے بھی ہیں پہلا حال یہ کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنیں ثلثین پاوینگی تیسرا
یہ کہ اگر انکے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو انکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہ کہ بہنیں بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اجعلوا الاخوات مع البنات
عصبات پانچواں یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں بالاتفاق اور امام اعظمؒ کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہو
جاتی ہیں اور سوتیلی بہنوں کے دو حال اور بھی زیادہ ہیں تو سوتیلیوں کے سات احوال ہوئے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہ کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ
سدس پاتی ہے جیسا کہ مصنف نے اسکو بیان کیا اور ساتواں حال یہ کہ اگر سگی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں مگر یہ کہ انکے ساتھ بھائی ہو تو
انکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنیں ساقط ہو جاوینگی کذا فی الطحطاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین
فصاعدا من ولد الام ذکورہم کاناثہم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مرد انکی عورتوں کے برابر
ہیں حصہ میں ہم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہیں جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اُس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد
سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہیں طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنوں کے
تین حال ہیں ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونے
سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ انکی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتہی والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس کما مر اور تہائی ماں
کے واسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہوں جنکے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنیں یا زیادہ اسکے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی
ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدمناہ اور ماں کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں شرح میں
وذلک فی زوجة وابوین وام فلہا حینئذ الربع اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین میں ہے تو اس صورت میں درحقیقت ماں کے واسطے چوتھائی ہے

سلہ یعنی صورتوں میں کہ بیٹیاں نہوں ۱۲ [illegible]
[illegible] ۱۲ [illegible]

ھم اُم کا لفظ یہاں زیادہ کرنا اور اگلے مسئلہ میں بھول چوک یہ شارح کی ہو سبب کا م تو ابوین میں داخل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ نہیں کیا ثلث مابقی ہے یعنی کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ میں گذر گیا کہ اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اُسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنے تین سہم زوجہ کے ہیں اور باقی مال یعنے نو سہم کی تہائی ماں کی ہے تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنے بارہ سہم کی چوتھائی ہیں اور زوج والدین وام فلہا السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہے زوج اور والدین میں تو اسوقت میں درحقیقت ماں کے واسطے سدس ہے یہ صورت بھی ترجمہ میں مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم سے صحیح ہو نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنے تین سہم کی ایک سہم تو ایک سہم کل مال کا سدس ہے یہاں اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اسکو ثلث کیوں کہا شارح نے اسکا جواب اپنے قول آیندہ میں دیا وہی ثلث ما یا سمع قولہ تعالیٰ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث یعنے اگر میت کا ولد نہو اور اسکے والدین اسکے وارث ہوں تو اسکی ماں کے واسطے تہائی ہے باپ کا حصہ اسواسطے نہ ذکر فرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہے وعلی ہذا القیاس یوں ہے کہ ماں کا حصہ جبکہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہوں ثلث مابقی ہے چنانچہ جمہور کا قول ہے ثلث مال [illegible] چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمیں تفضیل انثی کی اُس ذکر پر لازم آتی ہے جو اُسکے برابر ہے جہت اور قرب میں اور یہ موضوع شرعی کے مخالف ہے کذا فی تفسیر البیضاوی

فصل وللثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف وھو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب والزوج الا الزوج لانہ لا یتعدد

اور ثلثین یعنے دو تہائیاں ان دو شخصوں یا زیادہ لوگوں کی ہیں جنکا فرض حصہ نصف ہے وہ پانچ ہیں بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کے واسطے ثلثین نہیں ہیں اسواسطے کہ اسمیں تعدد اور کثرت نہیں ہے یعنے زوج کے حق میں دو تہائیوں کا تحقق نہیں ہو تا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہیں مگر متعدد شخص جو کہ انفرادی حالت میں نصف کے وارث ہو جاتے ہیں فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید میں چھ ہیں نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس پس نصف پانچ صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا یا پوتی نہو اور بنت صلبی کا فرض ہے اور بنت الابن کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہے اور سوتیلی بہن کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہے زوج کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہے یعنے ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار صنف کا فرض ہے دو صلبی بیٹیوں کا یا زیادہ کا فرض ہے اور دو پوتیوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے اور سوتیلی دو بہنوں یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہے ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور نہ دو بھائی بہن نہ دو بہنیں اور اولاد مادری کا فرض ہے دو ہوں یا زیادہ ذکور ہوں یا اناث اور سدس سات صنف کا فرض ہے باپ کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسی طرح فرض ہے جبکہ میت کا باپ نہو اور ماں کا فرض ہے جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی بہن یا زیادہ نہیں اور جدہ صحیحہ کا فرض ہے خواہ ایک ہو یا چند بعد اتحاد اسکے وقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملۃً للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہے سگی بہن کے ساتھ تکملۃً للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزانۃ المفتین

فصل فی العصبات

یہ فصل ہے عصبات کے مسائل میں عصبات جمع ہے عصبہ کی اور عصبہ مطلقاً لغت میں عبارت ہے محیط بالشی سے اور یہی معنی حاطہ عصبہ شرعی میں موجود ہیں کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرتے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہیں عصبہ بنفسہا و عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ مگر شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق میں معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم پر منحصر ہوئی کیونکہ ثبوت عصوبت میں غیر کے ملنے کی حاجت نہیں تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہے تو اگر عصوبت میں غیر بھی اسکا شریک ہے تو وہ عصبہ بغیرہ ہے اور اگر غیر اسکے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہے

یحوز العصبۃ بنفسہ وہو کل ذکر فالانثی لا تکون عصبۃ بنفسہا بل بغیرہا او مع غیرہا لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کولد الام فانہ
ذو فرض وکاب الام وابن البنت فان ہما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہے ایک مرد ہو جسکے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے
عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ
وہ صاحب فرض ہے نہ عصبہ اور چنانچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنے نانا اور نواسا اسواسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ ما افضلتہ
الفرائض ای جنسہا عصبہ بنفسہ سمیٹتا ہے اُس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنے جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اُس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ چند
اہل فروض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اُسکی تفسیر بلفظ جنس کرکے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی وعند الانفراد یحوز جمیع
المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے یعنی اگر اہل فروض نہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا
فقط ایک عصوبت کی جہت سے شیخ اخضاری نے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہے جبکہ اُسکے ساتھ عصبہ نہو
اسلیے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا سبب رد کرنے کے تو دو جہت سے سب مال پایا بلکہ وہ جہت انفراد عصبہ بنفسہ
کہ وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بالنفس اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جہات
چار قسم ہیں میت کا جزء پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جزء پھر میت کے دادا کا جزء میت کا جزء چنانچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل چنانچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جزء
چنانچہ بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جزء چنانچہ چچا اور اُسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی
پھر اسکے بعد اس سے جو فروتر ہو وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جزء مقدم ہوگا میت کی اصل پر چنانچہ میت کا
بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنے پرپوتا اور پرپوتے کا پوتا علی ہذا القیاس اور تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنے میراث میں نقلاً اور عقلاً ثابت ہے دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنے
باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف
مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ اسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی نے بقدر
حصہ پدری کے اسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال میں اُسکی خواہش کی رعایت رکھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم اصلہ الاب پھر فروع کے بعد اصل میت یعنے
باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر ترکہ لیگا ویکون مع البنت ذا فرض وعصبۃ وذا سہم کما مر اور باپ
ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فروض کے بیان میں ہم طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ مصنف اس
مسئلہ کو اہل فروض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وہو اب الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہے یعنے باپ کا باپ
جسکو دادا کہتے ہیں اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا پھر دادا الی غیر ذلک اما اب الام ففاسد من ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام
میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزء ابیہ الاخ لابوین ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جزء یعنے سگا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلا بھائی
مقدم ہے بھتیجوں پر ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو
یعنے بھتیجے کا بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفۃ وہو المختار للفتوی خلافا لہما وللشافعی قیل وعلیہ الفتوی تاخیر بھائیوں کی دادا سے
اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابوحنیفہ کا اور یہی قول مختار ہے فتوے کے واسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر
فتوی ہے یعنے بھائی مقدم ہیں دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی
سگا چچا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

پھر سگے بھائی سافل ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب یعنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اسکا سوتیلا چچا ہے ثم ابنہ پھر اعمام پدری
کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد یعنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر
اسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک یعنی اسی طرح اعمام جد کے بعد انکا بیٹا اسی طرح مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور
عم جدی کے فرزند سافل ہوں کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط اھ اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار انکے ابدان
کے قسمت ہوگا نہ باعتبار انکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہیں یا ایک چچیرا بھائی ہے اور دس چچیرے بھائی اور ہیں تو مال کے
گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابھا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق
معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہیں بیٹا ہونا پدر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا و بعد ترجیحھم بقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بابوین
واب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالاخت الشقیقۃ مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب
اور قریب ورثہ کے بعد عصبات کو جنکا باہم تفاوت نہیں ہوسکے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دیجاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے
یعنی سے جو شخص میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہے جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ہم درجہ
مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم میں راجح جہت معتبر ہے تو جزء میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبوں میں سے
ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت کے چنانچہ جزئیت میں بیٹا اور پوتا یکسان ہیں لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب تقدیم قرب کی وجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ
قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں
اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چچیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں قوت قرابت کی یعنی سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہوسکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات
بنفسہ کے اصناف کا تو ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ محل ہے کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے
کہ اسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اسکی ذیل میں بہن کی قوت قرابت کو مذکور کردیا کذا فی الطحطاوی ملخصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون
دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماؤں کے فرزند ھم
یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے اپنے
سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیھا یقدم الاعلی وحاصل کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے
نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلی یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے ہم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا
سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے اور تفاوت
درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویصیر عصبۃ بغیرہ البنات
بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ بغیرہ ہوجاتی ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور
پوتیاں عصبہ بغیرہ ہوجاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں ھم بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل ہے (یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ
الانثیین) یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کے واسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا
اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیاں اور بیٹے
ہوں اسی طرح بہنیں اور بنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابوین او لاب باخیھن اور سگی سوتیلی بہنیں عصبہ بغیرہ ہوجاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے ھم اور بہنوں کا

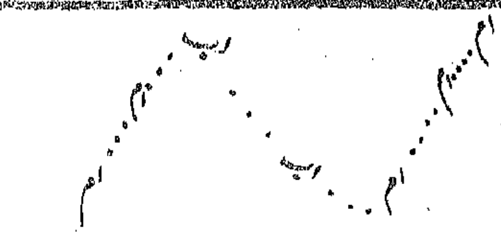
عصبہ ہونا اپنے بھائیوں کے ہونے سے حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین خمس اربع نو واستغنی المصنف بالثنتین عن ذکر
عصبہ بنا جو تین ہیں عصبہ بغیرہ چار عورتیں ہیں جنکا حصہ نصف اور دو تہائی ہے عصبہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائیوں کے ہونے سے اور جس عورت کا حصہ فرض نہیں اور اسکا بھائی
عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہیں ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہوں یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال ہے ابن العم کا بنت العم
کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکما کابن ابن ابن وان سفل او فوقہ اگرچہ بہنوں کا بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ میت کے
بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پرپوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو ہم عصبہ بغیرہ میں بھائی سے مراد وہ ہے
جو برادر حقیقی اور حکمی دونوں کو عام ہو سو حقیقی برادر تین میں ہوتا ہے بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے
ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن میں ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیرے بہنوں کو جو درجہ میں برابر ہیں اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ
کر دیتا ہے جو ان سے اسفل ہے درجہ میں تو ان میں سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا کچھ حصہ نہیں چنانچہ مسئلہ تشبیب میں آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع
غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہنا الجنس ہم مصنف نے
عصبہ مع غیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنیں ہیں بیٹیوں کے ساتھ یا پوتیوں کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ
عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونوں جمعوں سے جنس مراد ہے مترجم اور اسکی شرح میں اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم
چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اسکا جواب دیا کہ جمع پر
الف لام جنس کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد الزنا وولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ انکی ماں کا مولی ہے
ہم ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے پھر باہم لعنت کرکے زوجین میں فراق ہوگیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے
طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اسکی ماں کے ساتھ ملا دیا تو وہ اس شخص کے مانند ہوگیا جسکو باپ کی جانب سے
کچھ قرابت نہیں تو اب یہ واجب ہوا کہ اسکی ماں کے موالی اسکے وارث ہوں اور وہ انکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو
چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اسکا باپ ہی نہ تھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب
مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولے سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونوں مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولی کے
قرابت دار اسکی میراث میں باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہیں اور اگر مولی مر گیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی
میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المراد بالمولی ما یعم المعتق وعصبتہ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لہما اور متن میں مولی سے
مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونوں کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو بشرح
بیان کیا ہے ماں کا مولی ہوا اسلئے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہیں ہے یعنی شرعاً انکا کوئی باپ نہیں جس سے انکا نسب ثابت ہوا اور وہ اسکے وارث
ہوں اگرچہ واقع میں ولد بدون والد کے نہیں ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وہی ان ولد الزنا یرث من توأمہ
میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توأمہ میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ میں جدائی رکھتے ہیں
وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے اخیافی بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے
ویختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہیں یعنے سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا
آزاد کرنے والا ہم مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیر عصبات

ہیں واقع ہوا تو اسمیں اور باقی عصبات میں کوئی اور وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور ذوی الفروض پر پیچھے مقدم ہے اور یہی قول ہے علی مرتضیٰ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سے اور معتق جمہور کا قول ہے اور فریقین کے دلائل مطولات میں مذکور ہیں ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اسکا عصبہ بنفسہ ہے بنابر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولا قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہے اسکے عصبہ بغیرہ پر یعنی آزاد کرنیوالے کا آزاد کرنیوالا موخر ہے نسبی عصبہ سے اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہے پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اسکا دادا اگرچہ عالی ہو الی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پھر اسکے عصبات معلوم کرنا چاہیئے کہ آزاد کرنیوالے کی میراث غلام آزاد نہیں پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحاق بن راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب سے مراد ولا عتاقہ ہے نہ ولا میراث یعنی ولا عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطا و اذا ترک المعتق اباہ مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ غلام آزاد مر گیا اور مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے فرمایا کہ باپ کے واسطے چھٹا حصہ ہے او ترکہ جدہ المولی واخاہ فہو للجد علی الترتیب المتقدم و قالا بینہما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنابر ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہو چکی اور صاحبین نے کہا کہ دونوں کے مابین مال تقسیم ہوگا میراث کے مانند ولیس ہنا عصبۃ بغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث اور یہاں یعنی ولا عتاقہ میں عصبہ بغیرہ نہیں اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتوں کو ولا میں کچھ حصہ نہیں مگر اس غلام کا ولا ہے جسکو عورتوں نے آپ آزاد کیا الی آخر الحدیث اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتیں ہوتی ہیں اسواسطے ولا عتاقہ میں نہ ہونگی بموجب حدیث کے بعد نقل ہوا اور یہ حدیث ٹکڑا ہے اس حدیث طویل کا جو سراجیہ میں مذکور ہے وہو ان کان فیہ شذوذ لکنہ تاکد بکلام کبار الصحابۃ فصار بمنزلۃ المشہور کما ابطلہ السید واقرہ المصنف یہ حدیث میں اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متأکد ہو گئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہو گئی جیسا کہ سید شریف نے فرائض شریفی میں اسکو شرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے شاذ وہ حدیث ہے جسکو ثقہ راوی اور راویوں کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت میں راوی متفرد ہوا تو اسکو نظر کرنا چاہیے اگر اسکی روایت اس راوی کے مخالف ہو جو اس سے زیادہ تر حافظ اور ضابط ہے تو اسکی روایت شاذ مردود ہے یعنی قبول کرنے کے لائق نہیں ہے اور اگر اسکی روایت ثقات کے مخالف نہیں ہے تو اگر اس راوی کے حفظ اور اتقان پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہے اسکا افراد صحت حدیث میں قادح نہیں اور اگر اسکے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہیں تو اسکی حدیث خارج ہے حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور وہ ہے جو قرن اول میں آحاد ہو پھر قرن ثانی اور بعد کے میں متواتر ہو گئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہیں تو انکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت ہے جصاص نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہے حضرات فاروق اور مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتوں کو ولا میں کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحرم ستۃ من الورثۃ بحال البتۃ الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ چھ وارث کسی حالت میں محروم میراث سے نہیں ہوتے البتہ یعنی یقینا باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنی والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ ہم باپ کے واسطے یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہے یا ثلث کل ہے یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہوتا ہے اور بیٹی تین حال سے خالی نہیں اسکا یا نصف ہے یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہے یا ربع ہے ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہے یا ثمن ہمیشہ و فریق یرثون بحال و یحجبون حجب الحرمان بحال اخری وہم غیر ہولاء الستۃ سوا انکا تو عصبات اور ذوی الفروض اور ایک فریق وہ ہے جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسرے حال میں بالکل محجوب ہوتے ہیں اور وہ فریق سوا ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہیں خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنیں وغیرہ

یعنی علے اصلین اور حجب کی بنا دو اصلوں پر ہے یعنے محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو ذاتون کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قریبون میں دونوں اصلین یا ایک اصل
پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے والا وارث ہونگے احدہما انہ یحجب الاقرب منہم سواہم الابعد بالامر بنداقدم الاقرب فالاقرب اتحد الی السبب ام لا ایک اصل یہ ہے
کہ انکے سواے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثون میں سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے تو خواہ دونوں
قرابت والے سبب ارث میں متحد ہوں یا نہوں ہم جنس حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں مذکور ہو چکا کہ
میت کا جزئیت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنے فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے وعلی ہذا القیاس فوی الفروض میں اقرب
(یعنے بیٹا پوتے کا حاجب ہے ۱۲)
ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیات اور سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ کے بھائی
ہے والثانی ان من ادلی بشخص لا یرث معہ کابن الابن لا یرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل یہ ہے کہ جسکی قرابت کسی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اس
شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنے پوتے کی قرابت بواسطہ بیٹے کے ہے تو پوتا اور دادا کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فیرثون معہا
لانعدام استحقاقہا الترکہ بجہتہ واحدۃ مگر مادری بھائی ہوتا ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام ترکہ کو نہیں پاتی ایک جہت سے یعنے ہر چند میت کی قرابت مادری بھائی سے
بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضا اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث نہوتا مگر اسکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ ماں سب ترکہ کی مستحق نہیں ہوتی فقط ایک
فرضیت کی جہت سے اور اگر ماں عصبات میں سے کوئی باقی نہیں ہوا تو ماں کے تو اب بہ تمام ترکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضا وردا والمحروم
کابن کافر او قاتل لا یحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہیں ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ہم حجب محروم میں
صلاحیت میراث کی اصلا نہیں تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسیطرح حق حجب میں وہ بمنزلہ میت کے ہے بوجہ فوات اہلیت کی وجہ سے ویحجب المحجوب
اتفاقا کام الاب تحجب بالاب وتحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے
ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو جیسے کالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان ویحجبون الام من الثلث الی السدس حجب نقصان
اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے حجب حرمان کہ یعنے بالکل محجوب ہو جاتی ہیں اور بھائی بہنیں ماں کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک
حجب نقصان کہ یعنے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ ماں کا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے اور دوسری حجب نقصان کی
وتحقق حجب النقصان لخمسۃ بالام وبنت الابن مع البنت والاخت لاب مع الاخت لابوین والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو ہم
ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے
نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک
ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی وتسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب وام ثلثۃ بالابن وابنہ وان سفل وبالاب اتفاقا وبالجد
عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے انہیں سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا باپ ہے
باتفاق امام و صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران ثانی کا ذکر کرنا حجب کے مناسب ہے اور بعضی مصنفین نے مصنف کے مانند فرض کیا
اور انکے مستحقون کو ذکر کیا اور بعض وارثون کے سقوط کا حال حجب میں بیان کیا اسی مناسبت کی وجہ سے اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات ذکر کر کے
بیان کر دیے تو باب الحجب میں حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا یقاسمہم علی اصول
زید ویفتی بالاول وہو السقوط کما ہو مذہب ابی حنیفۃ واصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ دادا سگے بھائیوں سے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
کے اصول پر اور فتوی دیا گیا ہے اول قول کا یعنے جد کے ساقط ہونے کا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ میں شرح و مذکور ہیں ہم نے اختصار پر حصول کیا

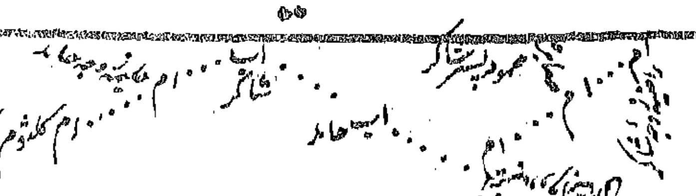
زیادہ یون مذکور ہین کہ جب جد بنی الاعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کے برابر ہو اگر برابر ہو گا مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر ثلث سے کم ہو گا تو اسکے لیئے ثلث مفروض ہو گا اور باقی دو تہائیان بھائیون مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد ہو تو مقاسمہ بہتر ہے کہ تین سہم ہونگے دو سہم بھائیون کے اور ایک سہم جد کا اور اگر جد اور دو بھائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بھائیون مین مقسوم ہوگا کہ اس صورت مین مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد اور بھائیون کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہو تو اسکو فرض دیا جاویگا پھر باقی مال کیا جاویگا کہ جد کے لیئے جو حالت کہ زیادہ بہتر ہو مقاسمہ یا ثلث ما بقی یا سدس کل جو اسکے حق مین بہتر ہو گا وہ اسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی الاعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحاوی مختصرا و فی الوہبانیۃ وما اسقطوا اولاد بنی علات قد سقوط الشی ای الجد الخ روسیا نیہ مین ہے کہ اصحاب نے سگے بھائیون اور سوتیلے بھائیون کو دادا کے ساتھ ساقط نہین کیا ہے اور الینبوع مین ہے یعنی امام اعظم نے ان کو ساقط کیا ہے اور یہی قول امام کا مختار اور معتمد ہے قولہ وعلیہ الفتوی اور یہی سے کہ یعنی جد مثل باپ کے وارث ہوتا ہے اور اسکے ساتھ وعلیہ الفتوی کما فی الملتقی وغیرہ قال بعضہم فی شرحہ علی قولہ وعلیہ الفتوی ای سقوط بنی الاعیان ہین امام کے قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہے اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ قول پر فتوی ہو تسقط بنو الاعیان و ہم الاخوۃ والاخوات لابیہم ای بنو الاعیان ایضا و ہو لا ای بنی بالابن و ابنہ و بالاب بجد و کذا بالاب الاتفاق الا یوسف اذا اصابت عصبۃ کما علمہ اور ذو العلات یعنے سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین سگے بھائیون سے بھی اور ان سب سے جنکے مذکور ہوئے یعنی بیٹا اور ولد الابن اور باپ اور دادا اور اسی طرح ساقط ہوتی ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہو جاتی بیٹی کے ساتھ چنانچہ تو اسکو معلوم کرچکا ہے کیونکہ بنی اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا انکے ہونے سے وہ ساقط ہوجاتے ہین اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ بغیرہ ہوگئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہوجاوینگے کذا فی الطحاوی و تسقط بنو الاخیاف و ہم الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنین ساقط ہوجاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق ائمہ اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد قبیل کلالہ سے ہین یعنی ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح بیان کیا ہے ہم بالاجماع جد سے مرتبہ ہو یعنی برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر وتسقط الجدات مطلقا ابویات او امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہوں یا مادری یعنی دادیان اور نانیان ماں سے ساقط ہوجاتی ہین والابویات بالاب اور جدات پدری یعنی دادیان باپ کے ہونے سے ساقط ہوجاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب ان علت فانہا ترث مع الجد لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ فکانا کالابوین اور اسیطرح سے جدات ساقط ہوجاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلیئے کہ وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جدہ زوجہ ہے جد کی تو وہ دونون ماں باپ کے مانند ہوئے یعنی اصلی قرابت مین تو جیسے والدین وارث ہوتے ہین ویسے جد اور جدہ وارث ہونگے ویحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک ای وارثۃ کانت القربی ام محجوبۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ کو اسیطرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہے خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے اسکو مقدم بیان کیا ہے تحجب المحجوب کی شرح مین ہم تو چار صورتون مین حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے تیسرے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہے چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے واذا اجتمعن کانت الجدات قرابتہ واحدۃ کام ام الاب کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی

مطلقا فافہم والاخری ذات قرابتین واکثر کام ام الام وھی ایضا ام اب الاب بہذہ الصورۃ



ہذہ ذات قرابۃ واحدۃ ہذہ ذات قرابتین

اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہو صورت اسکی یہ ہے



شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اسیطرح کام الاب ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور غلطی سے اسکو رہ چکا ہے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہے مطلقا تو وہ جیسے ہیں خلاصہ مصنف کو وہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانیں تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قرب کے دو قرابت والی کی حاجب ہو اسکے بعید ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہ کے مخالف ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ لازم آتا ہے بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو حالانکہ یہاں یہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا وتوضیحہا ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فہذہ المرأۃ جدتہ الاب ام اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی نواسی سے تو انسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہے جیسے اپنی بنت کے ابن سے نکاح کیا پہلی عورت کا پوتا سو اسکی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہ دونوں جدہ جمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلا دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنی رضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا انسے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی ہے اور اسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کر دیا انسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جسکا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا اس سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم سے اور وہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے فقسم محمد السدس بینہما اثلاثا باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کرکے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت کے ہم یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی حصہ اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس میں اسوجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار سے

تو ان میں ایک قرابت کی جہت ہوئی اسکو ایک حصہ ملیگا اور جس میں دو جہتیں قرابت کی اور مجتمع ہوئیں تو صورت میں وہ ایک ہو اور حقیقت میں متعدد ہو تو اسکو دو حصے ملینگے کیونکہ وہ مستحق میراث کی بوجہ جہت کے تھی وھذا ای ابو حنیفۃ وابو یوسف الثلث فاعتبرا الابدان وبہ قال مالک والشافعی وبہ جزم فی الکنز وقال محمد والثلثان باعتبار الجہات اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف نے ثلث کو تقسیم کیا ہے باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہے امام مالک اور امام شافعی کا اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں مصنف نے اور کہا ہے کہ دو جہت والی بمنزلہ ایک جہت والی کے برابر ہوگی اور محمد نے کہا ہے کہ اگر جہت کی تعداد دیکھا کر تمام متعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور یہاں ثمرہ اختلاف نہیں ہے جہت کا تعدد جہت واحد میں یعنی یہ ہے اور یہاں اس سے کہ دو قرابت والی کو بھی برابر حصہ ملیگا ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ جمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو بموجب قول ابو یوسف کے ان کی سدس نصف النصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ملینگے طحاوی نے کہا کہ فتوی تجنیس کے قول پر ہے سراجیہ میں ابو یوسف کا ساتھ امام ابو حنیفہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور کہا ہے کہ فرائض شریفی میں ہے کہ شرح میں کہا کہ امام سے تعدد قرابت جدات کی البتہ میں کچھ روایت نہیں ہے لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب نے فرائض میں ایسا ذکر کیا ہے کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کے قول کے مانند ہے انتہی واذا استکمل البنات او الاخوات لابوین فرضھن وھو الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا ان یعصبھن ابن ابن فی الصورۃ الاولی واخ فی الصورۃ الثانیۃ موازیا ای مساویا او نازلا ای سافلا فیعصبھن ویکون الباقی للذکر کالانثیین قال المصنف فی شرحہ اور جبکہ بیٹیاں اور حقیقی بہنیں اپنا فرض یعنی دو تہائی پورا کر لیں تو پوتیاں ساقط ہو جائینگی اور سوتیلی بہنیں بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کہ عصبہ کردینگے پہلی صورت میں اور بھائی کہ عصبہ کردینگے دوسری صورت میں بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ میں یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت میں ابن الابن بنات کو اور سوتیلا بھائی اپنی بہنوں کو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہ بنات کا حق کامل ثلثان ہے اسلئے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہیں ہوتا اور اخوات کا حق آخر سورہ نساء میں مذکور ہے قلت وفی اطلاقہ نظر ظاہر لتصریحہم بان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانہا من ذوی الارحام قال فی السراجیۃ ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ مصنف کے مطلق لکھنے میں ظاہر اعتراض ہے علما کی اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کردیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا اور آزاد کرنے والے کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہیں کرتا بلکہ تمام مال ان صورتوں میں مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت ان چاروں صورتوں میں ذوی الارحام کر سراجیہ میں کہا ہے کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہیں ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو نسب میں یعنی پھوپھی کو ان صورتوں مذکورہ میں عدم تعصیب کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت میں اور جو عورت کہ صاحب فرض نہو چنانچہ مسئلہ مذکورہ میں تو اسکا بھائی اسکو عصبہ نہیں کرتا اور شارح کے اعتراض کا یوں جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت میں موازی یا نازل فقط ابن الابن کی صفت ہے نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہے تو اب موازی یا نازل اسکی صفت نہیں پڑ سکتا ہاں یہ البتہ ہے کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف مناسب تھی کذا فی الطحطاوی ملخصا بحرف نخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب مثلہ او فوقہ ممن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ برخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو یعنی پھوپھی کو بشرطیکہ وہ ذوی الفرض نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہے ان عورتوں کو جو اس سے نیچے درجے والیاں ہیں یعنی اگر پھوپھی صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اسکا بھتیجا اسکو عصبہ نہیں کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے میں نیچے ہونگی وہ ساقط ہو جاوینگی چنانچہ اگلی مثال میں واضح ہوگا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضھن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر کذالک وثلث بنات ابن ابن ابن کذالک بھذہ

الفریق الثالث		الفریق الثانی		الفریق الاول	
	ابن		ابن		ابن
	ابن		ابن		ابن
	ابن	علیا	ابن ابن بنت	علیا	ابن ابن بنت
علیا	ابن ابن بنت	وسطی	ابن ابن بنت	وسطی	ابن ابن بنت
وسطی	ابن ابن بنت	سفلی	ابن ابن بنت	سفلی	ابن ابن بنت
سفلی	ابن ابن بنت				

سوا اگر میت نے اپنی تین پوتیاں چھوڑیں اسطرح کی کہ ایک دوسرے سے نیچے درجے والی ہے اور دوسرے فرزند کی پوتیاں اسی طرح چھوڑیں کہ ایک درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیاں اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑیں جیسا کہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کریں تو واضح ہوتا ہے اور توضیح اسکی یہ ہے کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اسکے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اسکی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علی ہذا القیاس تین یا پانچ پشت تک پھر وہ تیسرے نے اسیطرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین یا پانچ پشت پھر مرگئے تمام طبقات کے اور لڑکیاں انکی باقی رہیں اور میت جد اعلی ہے اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب بولتے ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا فالعلیا من الفریق الاول لا یوازیہا احد فلہا النصف تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہیں تو جد اسکی سب کے ترکہ میں سے اسکو نصف ترکہ ملیگا ہم چونکہ اسمیں اور میت میں ایک واسطہ ہے برخلاف اور بنات کے لہذا اسکے برابر میں کوئی عورت نہیں تو وہ نصف لیگی کیونکہ وہ قائم مقام بیٹی صلبی کے ہے والوسطی من الفریق الاول توازیہا العلیا من الفریق الثانی فیکون لہما السدس تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہے تو ان دونوں کو سدس باقی ملیگا ثلثین پورا کرنے کیواسطے اسلیے کہ یہ دونوں پوتیاں اسواسطے ہمدرجہ ہوئیں کہ میت میں اور انہیں دو دو واسطے ہیں انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پا چکی تو ثلثین میں باقی جو رہا تھا وہ انکو ملا تاکہ دو تہائیاں پوری ہوجاویں ولا شیء للسفلیات اور کچھ نہیں پہنچے پوتیوں کے واسطے اور پوتیوں میں سے تین پوتیوں نے دو تہائیاں پائیں اب باقی چھ سفلیات پوتیوں کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائی سے زیادہ فرض نہیں ہے اور عصوبت انکی قطعا ثابت نہیں الا اذا کان معہن غلام فیعصبہن کذا فی الدر المختار یعنی الا ان یکون مع واحدۃ منہن غلام فیعصبہا ومن بحذائہا ومن فوقہا ممن لا تکون صاحبۃ فرض وسقطت السفلیات سفلیات کے لیے کچھ نہیں مگر یہ کہ سفلیات میں سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اس بہن کو اور اسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اسکے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہیں ہے عصبہ کردیگا اور باقی سفلیات ساقط ہوجاوینگی پس اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اسکے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا میں للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کی سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بھائی فریق ثانی کے سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث انہیں اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی میں اور فریق ثانی کی سفلی میں سات حصے ہوکر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث انہیں اور چھ سفلیات میں آٹھ حصے ہوکر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کی علیا کے ساتھ فرض ہو تو تمام مال انہیں اور اسکی بہن میں تین حصے ہوکر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھائی سدس والیوں کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور باقی انہیں اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہوجاوینگی کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ویاخذہ ابن عمہ کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ السید وغیرہ ویاخذ احد ابنی عمہ ہو اخ لام السدس بالفرض

شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخون مین اسیطرح ویأخذ ابن عم مرقوم ہی اور سید وغیرہ کی عبارت یأخذ احدابنی عم ہی لیکن وہ صحیح ہے بھائیون مین جو
اخیافی بھائی ہی بسبب قرابت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ دو بھائی ہین ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا
مثلاً خالد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا کہ وہ مرگیا اور دوسرے بھائی باقی نے اس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا
بیٹا اسکا حمید نام پیدا ہوا پھر خالد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی جو اسکا اخیافی بھائی ہی چھوڑ کر مرگیا تو حمید خالد یا محمود کی میراث سے
سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحطاوی [illegible] وکذا لو کان الآخر زوجا فله النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اسکو
نصف حصہ ملیگا فرضیت کا اعتبار سے ویقسمان الباقی بینهما [illegible] باعتبار [illegible] الا ان ارثه فرضاً [illegible] فرض [illegible] دونون [illegible] باقی مال کو
آپس مین نصفا نصف بانٹ لینگے عصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین اسکی میراث سے فرض و [illegible] کی دونون جہتون سے اخیافی بھائی وارث ہوتا فرض
اور عصوبت کی دونون جہتون سے تو پہلی صورت مین باقی مال پانچ سدس ہین اور دوسری صورت مین نصف ہی اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو ابن العم کا عصبہ ہوگا
ابن العم ہونے کی وجہ سے زوجیت کی وجہ سے اور اخیافیت کی وجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل [illegible] [illegible] فليس الا الام
والاب والجد وفرض [illegible] کا ساقط ہونا ایک ہی جہت سے ہو تو باپ یا بیٹا کسی [illegible] باپ دادا [illegible] ہو یا باپ
ہونا یا دادا ہونا [illegible] [illegible] [illegible] ابن ابن عم [illegible] ابن عم [illegible] [illegible] ہین کہ وہ [illegible] [illegible] [illegible]
چنانچہ بیٹا ہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہو تو وہ بیٹا ہوگی کی جہت سے [illegible] ہو اور چچا کا پوتا
ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہو لیکن اس مثال مین کلام ہی کیونکہ یہان پر شمار لیگا فقط فرزندی کی جہت سے چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے [illegible] فرزندی کی جہت
اگر اسکا [illegible] [illegible] کہ اجتماع جہتین بھائی ہونا اور بیٹا ہونا فقط میراث سے کذا فی الطحطاوی [illegible] اور چچا کا بیٹا وہی آزاد کرنیوالا [illegible] [illegible]
یہ ہو کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہوگیا پھر دختر داری [illegible] بیٹا عصبہ ہی فرزندی کی جہت سے اور عتاق کی جہت سے بھی وہ [illegible] فرض
وانما يتصور فى المجوس لنكاحهم المحارم ويتوارثون بهما جميعا عندنا وعند الشافعى بأقوى الجهتين وتمامه فى كتب الفرائض وقال الاشارة اليه فى الغرقى اور
کبھی جمع ہو جاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہ متصور نہین مگر مجوسیون مین اسواسطے کہ وہ لوگ اپنی محرم عورتون سے نکاح کرلیتے ہین اور باہم وارث ہونگے
دونون جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم فرائض کی کتابون مین مذکور ہی اور اسکی
طرف غریقون کی فصل مین اشارہ آویگا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہی اس عورت کا اور بھائی بھی ہی پھر اگر وہ مرگیا
تو اسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اسکی وارث ہوگی دونون جہت سے ماں ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت زوجا وابا او جدة
والاخوة لام والاخوة لابوين اخذ الزوج النصف والام او الجدة السدس وولد الام الثلث ولا شئ للاخوة لابوين لانهم عصبة ولم يبق لهم شئ اور
اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیون اور سگے بھائیون کو چھوڑا تو زوج نصف ترکہ لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ لیگی اور اخیافی بھائی تہائی لینگے
اور سگے بھائیون کے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور انکے واسطے کچھ باقی نہین رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہین اس مال کے جو اصحاب فروض سے
باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھ باقی نہین رہا وعند مالك والشافعى يشترك بين الصنفين الاخرين كان الكل اولاد ام اور مالک اور شافعی کے نزدیک پچھلی
دونون قسمون مین یعنی اخیافی اور سگے بھائیون مین شرکت کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین ہم اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح را رکھا ہی چنانچہ ابن الکمال اور نووی
اسکو ضبط کیا ہی اور بعضون نے اسکو بکسر را صحابہ بھی کہا ہی اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ و حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی مختصراً وکذا الاکدریہ فرض مالک
والشافعى للاخت للابوين او لاب النصف وللجد السدس مع زوج وام فتعول الى تسعة اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی سگی بہن یا سوتیلی بہن کے واسطے نصف کو فرض

کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کی طرف ہم اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں توضیح اسکی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ اکدریہ میں اسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے ہیں صورت اکدریہ کی یہ ہے کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن زوج کیواسطے نصف ہے اور ماں کیواسطے ثلث اور دادا کیواسطے سدس اور بہن کیواسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین سو اسلئے کہ اصل سہم دادا کے واسطے بہتر ہے سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی طرف تو چھ سہم میں تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیواسطے کچھ نہ رہا تو اول مسئلہ چھ میں تین سہم کو زیادہ کیا تو نو سہم ہوگئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع دونوں حصوں کا چار سہم ہوا انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر مستقیم نہیں لہذا تین کو نو میں ضرب کیا تو حاصل ستائیس ہوئے زوج کے نو سہم اور ماں کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن کے حصے کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو انکو دونوں میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا میں عصبہ کر دیا تاکہ اسکا حصہ دادا کے حصے سے زیادہ نہ ہو جائے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں سو اسلئے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابت پر انکا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی السراجیہ وشرحھا اشرفی ملتقطا وعند ابی حنیفۃ واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے ہم تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ کی مانند قلت وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشترکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما ہو میں کہتا ہوں اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشترکہ کا مسئلہ بالاتفاق نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں نزد قولہ ویسقط بنو الاعیان بالابن والاب والجد امام کے نزدیک دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کی مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہیں بہر حال میں تو صاحبین کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل میں ہم عول بفتح اول وسکون ثانی لغت میں بمعنی جور وغلبہ ورفع وزیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر زیادہ مناسب تر ہے معنی اصطلاحی سے سو اسلئے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جائے وضدہ الرد کما سیجیء اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ہم اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجیے کہ عول میں سہام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ہو زیادۃ السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح میں عبارت ہے سہام ورثہ کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاویں فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اسکے فرض حصے کے جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے بقدر حصہ متروکہ کی تنگی کے سبب سے یعنی جیسے میت مدیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور ادا سا ہی پاتے ہیں ہم الحاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج ادائے فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر کچھ اسکے اجزا سے زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب المخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہو پھر تقسیم کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پر یعنی یکساں کمی ہو بقدر حصوں کے کذا فی شرح نفی الطحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا سات کی طرف تو زوج پر نقصان

داخل ہوگا تو ہر سہم میں سبع یعنی ساتویں حصے کا تو وہ چھ میں سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنوں پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی
انتہی خلاصہ یہ ہے کہ ایک سہم کا استحقاق جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم میں کمی ہوگئی
واضح ہو کہ حکم بالعول بالاجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین ثابت ہے عول کا حکم کیا وہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ہم فاروق اعظم کے زمانے میں ایک صورت
واقع ہوئی جس کا مخرج تنگ تھا اور فرض زیادہ تھے تو آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سو
صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا اور کسی نے انکار نہ کیا مگر ابن عباس نے ان کی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی اور عالمگیری میں ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام میں
واقع ہوا [illegible] زوج اور ماں اور دو سگی بہنیں وارث تھیں تو [illegible] تہائی [illegible] نصف [illegible] اور اس نے عول کیا آٹھ
کی طرف [illegible] مخرج [illegible] کے ساتھ [illegible] جو کتاب اللہ میں چھ فرض مذکور ہیں یعنی نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس
اور مخارج ان کے پانچ ہیں [illegible] ثلث کا [illegible] مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہوں تو کمتر کسور کا مخرج [illegible] ہوگا اور اسی سے مسئلہ
ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہوں تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلثان اور ثلث اور سدس جمع ہوں تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور
مخرج مخارج [illegible] مذکورہ سے [illegible] نوع اول میں سے نصف نوع ثانی یعنی ثلثین یا ثلث یا سدس [illegible] مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا
اور [illegible] مخارج [illegible] داخل ہے اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ بارہ سے ہوگا اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے
ساتھ تو مسئلہ چوبیس سے ہوگا [illegible] مخارج [illegible] سات مخرج ہوئے یعنی دو تین چار چھ آٹھ بارہ چوبیس اربعۃ لا تعول الاثنان والثلاثۃ والاربعۃ والثمانیۃ
مخارج [illegible] چار مخرج کہ عول نہیں کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھ [illegible] اس واسطے کہ ان مخارج کے فروض [illegible] کے واسطے مال ترکہ کا
پورا ہوتا ہے یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو بعد وضع عول کی حاجت نہیں ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ [illegible] ہوگا جو دو نصف جمع ہوں چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ
زوج اور سگا بھائی [illegible] الی غیر ذالک من الصور کذا فی شرح [illegible] الثلاثۃ قد تعول بالاختلاط کما سیجی فی باب المخارج اور تین مخارج میں کبھی عول ہوتا ہے
اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج میں آویگا ہم شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ میں عول لازم نہیں ہے فستۃ تعول الی سبعۃ والی ثمانیۃ
الی عشرۃ وترا و شفعا [illegible] تو چھ میں چار عول واقع ہوتے ہیں دس تک طاق و جفت دونوں کے اعتبار سے یعنی چھ عول کرتا ہے سات کی طرف
اور آٹھ کی طرف اور [illegible] اور دس کی طرف [illegible] فتعول بسدسہ [illegible] تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنوں کے وارث ہونے میں ہم
تو اس صورت میں سدس کے ساتھ عول ہوا یعنی سدس کے زیادہ کردینے سے سات ہوگئے اور بقدر النقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ میں طحطاوی سے مذکور
ہوگئی والثمانیۃ کزوج وام واخت [illegible] اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں ہیں یعنی زوج اور دو سگی بہنوں اور ماں ہیں ہم تو اس صورت
میں ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنی چھ کی تہائی دو ہے جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو ہر سہم ورثہ میں ربع کا نقصان ہوگا اس واسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا
والتسعۃ کہم واخ لام اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی ہیں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی ہیں ہم تو
اس صورت میں نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہاں سہام ورثہ میں تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے
نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ یہ صورت اول زمانہ بنی امیہ میں واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو [illegible] چاہا کہ میں نصف مال لوں تو
علما حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ ثلث مال اسکا حق ہے والعشرۃ کہم واخ آخر لام اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی
اخیافی ہیں یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہیں ہم تو اس صورت میں ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہیں چھ کے جب انکو چھ پر زیادہ
کیا تو دس ہوگئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہیں اسواسطے کہ اسمیں قاضی شریح نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہروں

[illegible]

لگو منا پچھ تا تھا اور لوگون سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مر گئی زوج چھوڑ کر اور اسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہین چھوڑا اسکو زوج کا حصہ کیا ہی تو لوگ کہتے تھے کہ نصف ہی تو وہ کہتا تھا کہ شریح قاضی نے مجھکو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اسکو طلب کیا اور کہا کہ تجھکو سزا کے لیے باقی ہی ہمارے پاس کچھ جب وہ آیا تو اسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہی اور بری حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہی اور یہ حکم کی تھیں پہلے امام عادل نے سبقت کی ہی یعنی عول کا حکم امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہی انتہی مختصرا بالجملہ وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہی جبکہ میت خنثی یا تو یا آٹھ کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہی اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہی کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی و اشار المصنف بقولہ ثم اسکے سبعۃ عشر و تر الا فتعول ثلاثۃ عشر کو جہ و تسعۃ عشر و ام و خمسۃ عشر کو جہ و ام و اخ لام و سبعۃ عشر کو جہ و اخ لام و اخرے بارہ عول کرتا ہی تین بار سترہ تک طاق عددمین یعنی تو بارہ عول کرتا ہی تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں ہین اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور اخیافی بھائی ہین اور سترہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہین جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت مرد ہی اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مرد دونون کا احتمال ہی کذا فی العالمگیریۃ و اربعۃ و عشرون تعول الی سبعۃ و عشرین فقط کامراۃ و بنتین و ابوین و تسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہی فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیوں اور ماں اور باپ کے وارث ہوئے ہین اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہین اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفہ کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپ نے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہین ہی تو فرمایا کہ صار ثمنہا تسعا یعنی اسکا آٹھوان حصہ نوان ہوگیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی فطانت اور ذکاوت کا اور شرنبلالی نے شرح ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپ سے یہ سوال ہوا وہ خطبہ یہ تھا الحمد للہ الذی یحکم بالحق قطعا و یجزی کل نفس بما تسعی و الیہ المعاد و الرجعی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنہا تسعا انتہی خواہر زادہ کی شرح مین ہی کہ علی مرتضی کمال حاذق و ماہر تھے علم حساب مین حکایت ہی کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کتنے برس رہے ہم اپنی کتاب یعنی قرآن مین پڑھتے ہین ثلث مائۃ سنین و ازدادوا تسعا اور ہماری کتاب مین ثلث مائۃ سنین مذکور ہی اور یہ نو زیادہ نہین تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہی تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری کتاب مین جو تین سو مذکور ہین تو یونان کے حساب کے موافق ہی یعنی شمسی حساب پر ہی اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہی یعنی قمری حساب کے موافق ہی اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب سے تین سو نو ہوتے ہین تو نصرانی حیران ہوگیا فی البدیہہ جواب سنکر اور مسلمان ہوگیا و لہذا کہا گیا ہی کہ علی مرتضی معجزہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین منقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تھے آپکی نبوت کے اور یہ ایسا کلام ہی جیسا بعضے علما نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی والرد ضدہ کما مر اور رد ضد ہی عول کا چنانچہ اول باب مین گذر گیا ہم مسائل فرائض کے تین قسم ہین فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر پڑین اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنین اور دو سوتیلی بہنین چھوڑین تو سوتیلیون کا فرض حصہ ثلث ہی اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اسکو عصبہ لیگا تو یہ فریضہ عادلہ ہی یعنی پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور ماں کو چھوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین اور ماں کا سدس ہی اور یہان کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم ہی رد کا یعنی سدس باقی انھین وارثون کو پھیر دیا جاے اور فریضہ عائلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہو چکین کذا فی العالمگیریۃ فان فضل عنہا ای عن الفروض و الحال انہ لا عصبۃ ثمۃ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعا لفساد بیت المال یعنی جبکہ رد عول کا ضد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل اگر

فروض سے تو اس عبارت مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فروض سے اور حالانکہ وہان کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب
فروض پر بقدر اُنکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب ہم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر قائل ہر تقی اور اُنکے تابعین جیسے حنفیہ
وغیرہم کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالک نے اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق
کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہو گیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کے بہت دلائل ہیں ازانجملہ یہ آیت قرآنی ہے و اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض
فی کتاب اللہ یعنی بعض اہل قرابت اولی بمیراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت
مواریث نے مال کے جزو معین کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہے اس طرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے موافق
کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال انھیں وارثوں کو پھیر دیا جاتا ہے بوجہ صلہ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لیے فساد بیت المال کو
علت بیان کیا سو ظاہر صحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے نزدیک بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور بنات
معتق اور اسکے قرابت دار ہیں یعنی اگر مراتب مذکورین سے کوئی نہو سواے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد
بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر اور درست نہیں اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل
مال بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی الا علی الزوجین فلا یرد علیہما فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا
ہم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انھیں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہون تو اُنپر
قرابت کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بانہ وہم
من الراوی ترجمہ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جاے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار
میں اسپر یقین کیا ہے کہ یہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور غلط ہے تو اسکی طرف سے اجتہاد کرو ہم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول
عثمانی پر یہ اعتراض ہے کہ شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو نقل کرتے ہیں اور تحقیق شرح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور ممکن ہے جواب یہی انتہی والعلم
وفی الاشباہ انہ ای [illegible] یفتی بالرد علی الزوجین فی زماننا لفساد بیت المال وقد بناہ فی الولاء اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاے بسبب فاسد ہوجانے بیت المال کے
اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الولاء میں ہم یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعة
اقسام لان المردود علیہ اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیہ اولا یکون پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اسواسطے کہ
جن لوگون پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر یا اُنکے ساتھ وہ لوگ ہیں جنپر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں پس اگر الاول ان اتحد جنس
المردود علیہم کبنتین او اختین او جدتین قسمة المسئلة من عدد رؤسہم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم یعنی اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو
چنانچہ دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیان یا نانیان ہون تو سر سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثون کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جاے یعنی چونکہ جمیع ترکہ انھیں وارثون کا ہے فرض اور رد
کی راہ سے اور ذاتیں انکی یکسان برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جاے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر انکے فرض کے دیا جاے
پھر دوسرے بار باقی مال انکو بقدر انکے سہام کے دیا جاے تو دوبار قسمت کرنا ہوگا تو سب ترکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے والثانی ان کان المردود
علیہ جنسین او ثلاثة لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سہامہم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہون تو انکے سہام کے شمار سے
قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی
پائی نہیں گئی فمن اثنین لو سدسان وثلاثة لو ثلث وسدس واربعة لو نصف وسدس وخمسة لو ثلثان وسدس تقسیم المسائل فقط تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

ہون اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور
ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس ہونگی یہ صورت ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہین تو مسئلہ چھ سے ہے جسمین انکے دو سہم
ہین فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور ترکہ دو نون پر قسمت کر دیا نصف نصف ہر ایک کو پہنچ گیا [illegible] مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا تو
تین پر قسمت کرنے کی ضرورت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہین تو اس تقدیر پر بھی مسئلہ چھ سے ہے اور دو ثلث
کے سبب سہام ہین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور لہٰذا سہام کے تین تہائی کر کے بانٹ دیا تو اخیافی بھائیون کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور
سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہین یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہو تو یہان بھی مسئلہ چھ سے ہے اور مجموع سہام چار ہین تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی
یا ماں کا ہے تو دونون مسئلے چار سے قرار دئیے اور ترکہ کو چار حصے کر کے بانٹ دیا اس طرح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی صورت یہ ہے
کہ دو بیٹیان اور ماں وارث ہین یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہون چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو جیسا کہ ایک حقیقی بہن اور دو اخیافی بہنین جو ماں
کی ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینون صورتون مین بھی مسئلہ چھ سے ہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہین تو پہلی صورت مین دو بیٹیون کے چار سہم ہین اور ماں کا ایک سہم ہے
تو ترکہ کے پانچ حصے کیے انمین سے چار خمس بیٹیون کے اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت مین بھی [illegible] اور تینون کی [illegible] چھ کے سہام
ماخوذہ بھی پانچ ہین انمین سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو ترکہ کے پانچ حصے کر کے بانٹ دیا لہٰذا انکے سہام کے تین خمس
اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت مین بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذہ ہونگے بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنون کے دو سہم [illegible]
سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہین تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور ترکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا مسافت کے واسطے دو قسمون کو ایک قسمت قرار دینگے کہ اخیافی بہنون کا
والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وہو الزوجان اعطی من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی عدد
رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فہی من اربعۃ للزوج واحد لبقی ثلثۃ وہی تستقیم علیہن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول
قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جسپر رد نہین ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہین ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جاوے اسکے کم تر مخرج سے
اور باقی رد کیا جاوے انکی ذاتون پر جنپر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیان وارث ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا [illegible] باقی رہے
تین اور وہ تینون بیٹیون پر مستقیم ہین تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہین ہم زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اسکا کم تر مخرج چار ہے جسمین سے زوج کو چار مین سے
ایک دیا تو باقی تین تینون بیٹیون پر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھ حاجت نہوئی وان لم تستقم فان وافق رؤس من یرد علیہم کزوج وست
بنات ضرب وفقہا وہو ہہنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیہ وہو ہہنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض
زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی مین اور انکی ذاتون مین جنپر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیان ہین تو انکا وفق
جو کہ یہان دو ہے اسکے مخرج مین ضرب کیا جاوے جسپر رد نہین کیا جاتا اور وہ مخرج یہان چار ہے تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیون کے چھ
ہم فی مخرج زوج چار ہین پھر جب مخرج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیون پر منقسم نہین ہوتے لیکن تین اور چھ مین توافق بالثلث ہے تو رؤس
بنات کے وفق کو جو یہان دو ہے چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی والا توافق بل باین ضرب کل عدد رؤس من یرد علیہ فی
المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ہہنا اربعۃ للزوج واحد لبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ تبلغ عشرین
کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ فہی لہ والباقی ثلثۃ اضربہا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ اور اگر
باقی اور عدد رؤس مین توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثون کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور مین چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہے انمین زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو ضرب کر
مضروب مین یعنے پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیون کا تین ہے اسکو بھی مضروب مین یعنے پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ
تو ہر بیٹی کو تین تین سہم ملینگے ہم یہ صورت بھی صورتین سابقین کے مانند ہے اصل اسکی بارہ سے ہے اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھیرا
کرو کہ کثیر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب انمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر مستقیم نہین بلکہ تین مین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہے
تو عدد رؤس بنات کو مخرج مین یعنے پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہوگیا کذا فی الفرائض الشریفیۃ والرابع لو کان مع الثانی ای
الجنسین فقط لا الکل ... ہنا بحکم الاستقراء ای لا یرد مع الربع طوائف اصلا بالاستقراء اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنے فقط دو جنسون کے ساتھ
دو جنسون سے یہان یعنے قسم رابع نہین ہوسکتا بحکم استقراء کے اس واسطے کہ رد کرنا چار جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقراء یعنے تتبع جزئیات کی دلیل سے ہم یعنے اگرچہ
قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اسکی مثال مذکور ہوچکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اس واسطے کہ اگر تین جنسون کے ساتھ
من لا یرد علیہ یعنے احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسین ہوجاتی ہین اور جاننا کہ رد کرنا چار جنسون کے ساتھ ہرگز نہین ہوتا استقراء کی دلیل سے ولعل ہذا
نکتہ اقتصارہ فیما مر فقط علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہو مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا ہم یعنے مصنف نے
جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع مین دو
جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والاظہر او بالثانی بعضہ لا کلہ فتامل اہ اور اگر اقتصار
علی الجنسین کا یہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام مین یہان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سو اسکو تامل کر ہم یعنے قسم ثانی کی بعض صورتین
یعنے جسمین دو جنسین مجتمع ہون مراد ہین نہ اسکی سب صورتین اس واسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج
فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنے اگر دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ
یعنے احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو قسمت کر ان وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہوجاوے
چنانچہ زوجہ اور چار دادیان اور چھ اخیافی بہنین وارث ہون ہم استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلے مین جو متن مین مذکور ہوا یعنے احد الزوجین کا ربع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہین تو اب قسمت مسئلہ پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی فمخرج فرض
من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقی ثلثۃ تستقیم علی سہم الجدات وسہمی الاخوات لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق کما سیجئ تو مسئلہ
مذکورہ مین من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے انمین سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنون کے دو سہمون پر مستقیم ہین لیکن ٹوٹتے ہین ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ
انکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا ہم چار دادیون کا حصہ ایک تھا وہ انپر قسمت نہین ہوتا اور اسی طرح بہنون کا حصہ دو ہے وہ انپر بٹ نہین سکتا وان لم یستقم
ضرب جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل بہذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو مردود علیہم کے تمام
مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونون فریق کے حصون کا مخرج ہوگا یعنے فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے
حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد یبقی سبعۃ لا تستقیم علی مسئلۃ
من یرد علیہ وہی خمسۃ لان لہن الثلثان والسدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین وہی مخرج فروض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھ
دادیان وارث ہون تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنے ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہے اسلیے کہ بیٹیون اور
دادیون کے دو فرض ہین ثلثان اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنے پانچ کو آٹھ مین جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کر حاصل ۴۰ ہونگے تو یہی مخرج ہے دونون فریق کے فرض کا ہم من یرد علیہ

مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہیں اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو ثلثین کے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو کل پانچ ہوئے غنیمین
پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ میں ضرب کیا تو چالیس ہوئے جو مخرج ہے فروض کا اسی لئے مصنف ہر ایک کا حصہ چالیس میں سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وہو سہم
للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ یکن خمسۃ فہی حق الزوجات الاربع من الاربعین ثم من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من
یرد علیہ یعنی پانچ میں ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے چالیس میں سے واضرب سہام کل فریق من یرد علیہ وہی اربعۃ للبنات
وسہم للجدات فیما بقی من الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض
کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصحح بالاصول السبعۃ الآتیۃ فی باب المخارج تصح من الف واربعمائۃ واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ
اور وہ سہام پانچ ہیں چار بیٹیوں کے اور ایک سہم دادیوں کا ضرب کر ان سات میں جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئے اٹھائیس
بیٹیوں کے اور سات سہم دادیوں کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہیں ہوتا ٹوٹتا ہے تو اسکی تصحیح کر ان
سات قاعدوں سے جنکا بیان آویگا باب المخارج میں تصحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایک ہزار چار سو اور چالیس سہم سے ہم بالجملہ موجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب
۱۸۰ ہے اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہے اور انمیں سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیوں کا نصیب ۲۵۲ اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا
مختصرا و تصح الاولی من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ہنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنوں کا مسئلہ
صحیح ہو جاتا ہے اڑتالیس سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ میں اس مقام میں وسیع کلام کرتا سو اڑتالیس میں سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہے اور
ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنوں کا نصیب ۲۴ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل میں ہم مغرب میں ہے کہ رحم اصل میں بچہ دان ہے اور اسکا اطلاق قرابت پر ہوا وصلتہ من جہۃ الولاد یعنی رحم ہو گئی اسواسطے کہ
رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی سے کہا لغت میں ذو رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقاً خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو و ہو کل قریب لیس بذی سہم ولا
عصبۃ فہو قسم ثالث حینئذ ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثوں کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت میں یہ اصطلاح شرعی کا بیان ہے اکثر
صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام
کے قائل ہیں اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور اکثر تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس بروایت شاذہ میراث ذوی الارحام کے قائل نہیں انکے نزدیک بعد اصحاب
فرائض اور عصبات نہونے تو متروکہ بیت المال میں رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی کا نفی کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آیت مواریث
میں ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ ذکر نہیں کیا اگر انکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنے والوں کی دلیل آیت
ہے (واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ) چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہو چکا ہے اول کتاب الفرائض میں یعنی مختصرا و تمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم
ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہیں ہوتا صاحب فرض اور عصبہ کے ساتھ سوائے زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض
ہیں مگر ذو رحم انکے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ انپر رد کرنا فرض نہیں فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ ہو گیا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کی وجہ
تمام مال [illegible] میں اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہے اسمیں اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب کبھی ہوتا ہے قرب درجہ سے اور کبھی قوت
قرابت سے تو جیسے تعصیب میں بیٹا مقدم ہے باپ پر اسی طرح ذوی الارحام میں جزئیت کا مقدم ہے آل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربہم الابعد کترتیب
العصبات اور ذوی الارحام کا قریب ترا بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنی جیسے عصبات میں اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام میں

اور ایک نسخہ میں احد بنا کے
والنزاع بالصواب کے
۱۲ اسکے یعنی وصیا ابضر
فی اولاد کم الآیہ ۱۲
کہ یعنی قرابت والا
ہیں بعض انکے بعض
کے بعض نسخ کتاب اللہ
میں ۱۲

باب توریث ذوی الارحام

اقرب ہونگے ہوتے ابعد وارث نہیں ہوتا ہے اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابویہ ثم جزء جدیہ او جدتیہ تو کل ذوی الارحام چار قسم ہیں قسم اول میت کا جزء
یعنی میت کی اولاد دختری چنانچہ نواسی اور نواسین پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیان پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جزء یعنی بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جزء یعنی دادا
اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جزء یعنی دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل انکی آگے آویگی فتن در شرح میں و جنانچہ یقدم جزء المیت وہم اولاد البنات و اولاد بنات
الابن وان سفلوا اور اس وقت میں یہ جو کہ یہ قاعدہ مشہور کہ ذوی الارحام میں جو میت سے قریب تر ہو وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جزء مقدم ہوگا میراث پانے میں ذوی الارحام
کی اقسام میں اور جزء میت کا عبارت ہے بیٹیوں کی اولاد سے اور پوتیوں کی اولاد سے خواہ مرد ہوں یا عورت اگرچہ وہ کیسے ہی نیچے سافل و نازل ہوں تو اگر میت کی نانی
یا پرنانی ہو اور نواسا یا نواسی ہو تو نواسی یا پرنواسی میراث پاوے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ جزء مقدم ہوا ہے پھر عصبات کے مانند ثم اصلہ وہم الجد الفاسد
والجدات الفاسدات وان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہوا اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہیں اگرچہ کیسے ہی درجہ بالا اور اونچے ہوں اور
جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھنے کے بواسطہ عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت میت کی طرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی
ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم میں بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحاوی
مختصراً ثم جزء ابویہ وہم اولاد الاخوات لابوین او لاب و اولاد الاخوۃ والاخوات لام و بنات الاخوۃ لابوین او لاب وان نزلوا پھر والدین میت
کا جزء مقدم ہے یعنی سگی بہنوں یا سوتیلی بہنوں کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنوں کی اولاد اور سگے بھائیوں یا سوتیلے بھائیوں کی بیٹیاں اگرچہ سافل اور نازل ہوں
ہم ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنوں کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہوں یا عورت یعنی بھانجے اور بھانجیاں ذوی الارحام سے ہیں اور سگے یا سوتیلے
بھائیوں کی بیٹیاں اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیاں ذوی الارحام میں داخل ہیں اور بھتیجے عصبات میں سے ہیں چنانچہ عصبات میں مذکور ہوگیا اور اخیافی
بھائی اور بہنوں کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہیں الحاصل اس قسم میں اولے بالمیراث اقربہم الی المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے
اور اگر سب میں برابر ہوں تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا نواسا تو تمام مال کو بھائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا نواسا اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ
ہے کذا فی الطحاوی مختصراً و یقدم الجد علیہم خلافاً لہما اور مقدم ہے نانا انپر یعنی اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین کے کہ امام سے دو روایتیں ہیں
ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے نانی اور نواسی پر لیکن یہ روایت مشہور نہیں اور نہ اسپر فتوے ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ نانی اور نواسی نانا پر مقدم ہیں
اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیوں اور بھتیجیوں پر اور اسی روایت پر فتوے ہے اور صاحبین کے نزدیک بھانجے اور بھانجیاں اور بھتیجیاں نانا پر مقدم ہیں
اور امام کا مذہب ذوی الارحام میں عصبات کے قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات میں دادا مقدم ہے میت کے بھائیوں پر کذا فی الطحاوی ثم جزء جدیہ او
جدتیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ہم یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے لیکن آخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنی دادا اور ماں کا باپ یعنی نانا
مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنی دادی اور ماں کی ماں یعنی نانی مراد ہے وہم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہیں ہم یہ لوگ ماں کے
رشتہ دار ہیں ماموں تو بھائی ہیں میت کی ماں کے اور خالہ بہنیں ہیں اسکی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہیں تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہیں اور اگر ماں کے اخیافی
بھائی بہن ہیں تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہیں کذا فی الطحاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہیں یعنی میت کے باپ کے اخیافی یعنی مادری بھائی ہیں اعمام
میں مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات میں داخل ہیں نہ ذوی الارحام میں والعمات اور پھوپھیاں ہیں ذوی الارحام سے مطلقاً خواہ
سگی ہوں یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی پھوپھیاں ہیں یعنی باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہیں جانب پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنیں ہیں تو وہ منسوب ہیں انکی جدہ
پدری کی طرف قسم رابع میں خلاصہ یہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری و جملہ برابر ہیں بھائی کی اقرب اور ابعد نہیں اگر ان میں کوئی ایک منفرد ہو گا تو
مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہیں اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری تو اقرب اولے ہے

یا الاجماع یعنے سگا اوسکے بعد سوتیلا سے اور سوتیلا اوسکے بعد اخیافی سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر قوی ہونے مین یکسان ہون تو وہو مع استوا والقرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر
قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی مان کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری کے واسطے
تہائی ہو کذا فی الطحطاوی ثم خامسًا اولادہم یعنی بنات الاعمام و اولاد ہولاء اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنے اخوال وخالات اور
اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین ثم عمات الاباء والامہات واخوالہم وخالاتہم واعمام الاباء
لام واعمام الامہات کلہم واولاد ہولاء وان بعدوا اسطرح سے نیچے تک مسلسل ہو اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماون کی پھوپھیان اور انکے مامون اور خالائین
اور باپون کے اخیافی چچا اور ماون کے چچا بالکل خواہ سگے ہون یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اور نیچے اور نیچے ہون تم یعنی جبکہ میت کے
عمات و خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات و اخوال اور اسکی مان کے چچا اور مان اور باپ کی خالہ کی طرف
تو اگر انمین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا بعدم مزاحم کے بسبب اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انمین سے قوی تر مقدم ہوگا خواہ مرد ہو یا عورت
اور اگر قرابت انکی برابر ہو تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہو تو باپ کے قرابت والون کو دو تہائیان ہین اور مان کی قرابت والون کو ایک تہائی سے آخر تمام حکم
اگر یہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم کی طرف پھر انکے
بعد انکی اولاد کی طرف الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم مین ہم
قسم رابع مین یہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ انمین کوئی اقرب نہین ہان انکی اولاد مین البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی و ان استووا
فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجہ مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث
کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع مین یہ نہین ہوتا ہان انکی
اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان والقرابۃ الام الثلث
اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور مان کی قرابت والون کے واسطے ایک تہائی ہے ہم طحطاوی نے لکہا
یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین اور انکی اولاد مین ہوتی ہے نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ
اعتبر ابدان الفروع اتفاقًا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو
فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد رحمہم کے ہم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر
مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو نواسا دو ثلث پاویگا اور نواسی ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت و ابن بنت
بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وہو ہہنا البطن الثانی وہو ابن بنت و بنت بنت فمحمد اعتبر
صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فقسم علیہم اثلاثا و اعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون ثلثا المال لبنت
ابن البنت نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ کذا فی السراجیۃ وشرحہا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول
کی صفت مین چنانچہ نانی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اسمین محمد رح نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اس اول بطن پر جسمین اختلاف
ہوا ذکورت اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال مین بطن ثانی مین پڑا ہے یعنے ناتی اور ناتن مین تو محمد رح نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن
ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ مین تو انپر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیان ناتی کی بیٹی
کی ہونگی جو اسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اسکی مان کا حصہ ہے اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اسکی

شہرہون نہایت مختصر مذکور ہوا ہم جبکہ اصول میں اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور اختلاف اصول کا
کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلاے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اسکی فرع کے واسطے مقرر کیا ہے تو تین کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف کے نزدیک
مال کی تین تہائیاں ہوکر دو تہائیاں نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد رح کا اور تعدد و اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب کے موافق اور
ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحطاوی اور شرح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اسکے ترجمہ کرنے سے معذور ہے فمن شاء الاستفسار فلیرجع الیہما
وہہنا اعتبر الفروع فقط او ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے نہ اصول کا ہم یہاں ضمیر کا مرجع مقدم مذکور نہیں ہوا اکثر ضمیر کا مرجع سراج الدین کا کلام میں
مذکور ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی کذا فی شرح السراجیۃ لابن الکمال لیکن محمد کا قول مشہور تر
ان دو روایتوں میں سے جو امام ابوحنیفہ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ہی شرح سراجیہ کی شرح میں ہے کذا فی الطحطاوی
اور یہی عالمگیری میں ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے ذکر کیا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف
کا قول لیا ہے اسی قسم کے مسائل میں اور طحطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے کذا فی الملتقی والقول محمد
ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ ... فالبنت ... الفروع ...
بیٹا لصنفین ... نصف الشقیقۃ میں اولاد ... اور ملتقی میں ہے کہ محمد رح کے قول پر فتوی دیا ہے سوال ہوا اس میت کا
بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اسکا متروکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا
میں شرط کیا ہے اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اس وقت میں سگی بہن دو سگی بہنوں کے مانند ہو جاویگی
میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں کے ہے ... تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اسکی
اولاد میں تین تہائیاں ہوکر تقسیم ہوگا ... اگر فروع میں ... تو فروع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا
اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی
ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکورت اور انوثت کا اصل میں
اعتبار نہ کرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کے دو فرع ہیں لہذا اسکی بہن کو بمنزلہ دو بہنوں کے قرار دیا درست ہے ... سگے بھائی کو
ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیاں کرکے اسکی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لیگا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی

فصل فی الغرقی والحرقی وغیرہم یہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام میں غرقی جمع ہے غریق کی اور حرقی جمع
ہے حریق کی جیسے قتلی جمع ہے قتیل کی مراد لیتے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر
کے لوگ ساتھ ہی جل گئے یا انپر دیوار یا چھت گر پڑی یا سفر کے بیچ مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھ
ایک ہی آن میں مر گئے لا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں باہم وراثت نہوگی
غریق دوسرے غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جاوے اس طرح پر کہ ... واقع نہو تو اسوقت پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے مردہ کا
ہم غرقی اور انکی امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ انمیں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اسکا حکم صریح ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت
یہ ہے کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اسمیں شبہہ پڑ گیا اسکا حکم یہ ہے کہ اسکی میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہوکر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح
کر لیں اسواسطے کہ یاد آجانے سے مایوسی نہیں ہے تیسری صورت یہ ہے کہ میت سابق بلاتعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہے کہ سب کی موت ساتھ ہی ہو پانچویں صورت یہ ہے کہ

شبہت اور میت کچھ معلوم نہو تو ان تینوں صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شیخ زادہ محشی الشربنی فالو جہل الحدہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم
ہو پھر مجہول ہو جاوے یعنے اسکی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہو اسکی ذات میں اور یہ دوسری صورت ہے تو یہ پانچ صورتیں ہیں جو مذکور ہوئیں کذا فی الطحطاوی فتقسط کل ما بعد
و وقت الاشکال فیہ جتنے شخصوں میں اسی طرح شرح المجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جس میں شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہو جاوے یعنے یاد پڑ جاوے
اشتباہ کے بعد یا کہ وہ باہم صلح کرلیں کذا فی الشرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا لمحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایہما ہو جعل کانہما
ماتا معا لتحقق التعارض بینہما وہو قضیۃ ما قدمنا ہم میں کہتا ہوں اور شرح المجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء السراج سے منسوب
کرکے امام محمد کے اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مرگیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں سے کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مرگئے بثبوت تعارض
کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول سے جو گذر گیا اور اسکو جواب یہ ہے کہ ضوء سراج میں صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے ہے وہ صورت ثانیہ ہے تو منافی اور
مخالف دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ میں میت سابق کا علم بلا تعیین ہے اور صورت ثانیہ میں علم علی التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اسواسطے اختلاف قولین باقی نرہا
ولو ذوا الہم یعنے تقسیم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگوں پر جو اسکے زندہ وارث ہوں
تقسیم کیا جاوے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہیں شک سے ثابت ہے یعنے استحقاق میراث کے سبب میں یہاں شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے
کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جبتک سبب متحقق نہیں استحقاق میراث کا متحقق نہیں اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی الفرائض
شریفیہ یہ ہے کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین میں اسی طرح کا حکم کیا یعنے زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جبکہ عمواس میں
وباء سے لوگ مرگئے تو عمر فاروق نے اسی طرح حکم کیا اور علی مرتضیٰ نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم
اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کے طریق پر جبکہ کفار احکام مسلمین کو
منظور کریں اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع فیہ قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدہما الآخر فانہ یرث بالحاجب والا فبہما اور اگر کافر میں
ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے مثلاً کسی مجوسی نے اپنی ماں سے
نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے
اور محجوب ہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدہما الآخر یرث بالقرابتین عندنا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر
وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ یہ مسئلہ آگے ذکر کردیا ہے باب عول سے پہلے اور صورت اسکی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا
اس سے فرزند پیدا ہوا تو عورت اسکی ماں ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو ماں ہونے کی راہ سے تہائی اور سوتیلی بہن
ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃ مستحلۃ عندہم لا یستحلونہا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب التوارث
بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان والا فلا انتہی وصحح فی الظہیریۃ اور کفار
وارث نہیں ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحوں کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہیں یعنے جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح کرنا
اپنی ماں سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرہ اسکے مصنف نے کہا
کہ کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نرکھے جاویں
تو باہم وارث نہونگے انتہی مافی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ میں ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب
لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہم نے عصبات کے بیان میں ذکر کردیا ہے

کہ ان دونون کا باپ نہین ہے یعنے احکام شرعی مین نہ واقع مین ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث لیگا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اسکی مان سے لیگی فرضًا اور ردًا اور اگر مان نہو تو مان کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی و وقف للحمل حظ ابن واحد او بنت واحدة ایہما کان اکثر وعلیہ الفتوی لانہ الغالب ویکفلون احتیاطا اور انتظار رکھا جاسے حمل کے واسطے ایک بیٹے یا ایک بیٹی کا حصہ ان دونون مین سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثون سے اسقدر حصے کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اسکو صرف نہ کر ڈالین ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطے چار بیٹون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ انتظار رکھا جاتا اور ابو یوسف کے نزدیک ایک بیٹے یا بیٹی کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول صحیح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ ایک پیٹ سے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے اگرچہ کبھی اکثر بھی ہوگا جبتک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحہا للسید کالو ترک ابوین وبنتا وزوجۃ حبلی فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض الحمل ذکرا و تعول لسبعۃ وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور ستائیس سے عول کریگا اسی طرف اگر اسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کے واسطے دو تہائیان فرض ہین ہم تم اسواسطے کہ شوہر اگر فوت ہو زوجہ کا والدین سے بیٹی کے ساتھ چھوڑا ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم چوبیس سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہین چار چار ماں کا اور باپ کا باقی رہے تیرہ وہ بیٹا بیٹی مین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ... اور اگر بچہ عورت ہو تو دونون بیٹیون کو سولہ چاہیین اسلیے مسئلہ عول کریگا ستائیس کی طرف قلت ہذا مثال کون الحمل من المیت والامثلۃ کثیرۃ مین کہتا ہون یہ مثال اس تقدیر پر ہے کہ حمل میت کا ہو اور اگر حمل غیر میت کا ہو تو اسکی مثالیں بہت کثیر ہین ... کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت ہو تو اسکی یہی مثال خاص ہے جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ترکت زوجا وامًا حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مان حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور مان کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہو کر باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اسکے واسطے نصف مقرر کہ مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہین ہے ہم یہ مسئلہ چھ سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہوجانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ارلو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الآخر لا کم واخرین لام فان قدر ذکرا لم یرث لانہ ینبغی ان یقدر انثی و تعول بالسدس احتیاطا مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ مان اور دو اخیافی بھائیون کو چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اسکے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا تو لائق یہ ہے کہ اسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور مان کا سدس ہے اور اخیافی بھائیون کا ثلث ہے یہ جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہوگیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس مان کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کے واسطے تین سہم انتظار رکھینگے نو مین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وفی الوہبانیہ قال من وحاملہ ان تات ... ثلث یرث ... وان یلد ... اور وہبانیہ مین کہا اور جانا اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے واسطے تہائی مقرر ہے ہم یہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے وہی مذکور کیا ثلث نصف عائل ہے اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات یہ فصل ہے مناسخات مین ہم مناسخہ لغت مین عبارت ہے ازالہ اور تغییر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فقہ الفرائض مین مناسخہ یہ ہے کہ بعض یا کل وارثون کے سہام انکے پچھلون کی طرف منقول ہوجاوین بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثون کو وہ پہونچ جاوین کذا فی الطحطاوی

یعنے ترکہ ہنوز تقسیم نہوا تھا کہ وارث مر گیا تو اسکے حصے کو اسکے وارثوں کی طرف نقل کیا اسی کا نام مناسخہ ہوا ہے بمعنی الانتقال الورثۃ قبل القسمۃ فاذا صحح المسئلۃ الاولی و اعطیت سہام کل وارث ایضا وارث مر گیا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث کے سہام دیے جاویں گے تصحیح مسئلہ اس سے عبارت ہے کہ سہام ایسے ہوں کہ کسر نہ رہے [illegible] کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشریفیہ اور تصحیح کا بیان [illegible]
ہوگا ثم الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی پہلے مسئلہ کے بعد اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے [illegible] پر نظر کرینگے تو یہ نظر تین حال سے خالی نہیں یا دونوں [illegible] مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت [illegible] اگر چہ دونوں مسئلوں کی تصحیح ہوئی ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہیں [illegible] ایک شخص مر گیا [illegible] پھر ان میں سے ایک بیٹا مر گیا تو بھائی چھوڑ کر [illegible] تمام سہام [illegible] تقسیم ہوگا [illegible] ثانی موجود ہی نہ تھا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کئے جائیں [illegible] فاذا انقسم نصیب المیت الثانی علی ورثتہ فبہا تقسیم پھر مسئلہ ثانیہ اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اسکے ترکہ پر یعنے اسکے وارثون پر بلا کسر منقسم ہوگیا تو بہت خوب اور بہتر ہو اور ہم ایک مثال ذکر کرتے ہیں جس میں احوال ثلثہ یعنے استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہوں [illegible] ایک عورت زوج اور بیٹی اور ماں کو چھوڑ کر مر گئی پھر زوج قبل از قسمت [illegible] زوجہ اور والدین کو چھوڑ کر مر گیا پھر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اس جدہ کو چھوڑ کر مر گئی جو میت اول کی ماں ہے پھر وہ جدہ یعنے ثانی زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مر گئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالثہ موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباینت کی مثال ہے پھر جب عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اسکے سہام دیے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اسکی تصحیح میں تامل کیا تو مسئلہ اولی کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ثلث اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلہ میں رد فرض کرنا ہوگا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور ماں کے دو اور ایک سہم باقی رہا اسکو بیٹی اور ماں پر انکے سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد فرائض میں سابق ذکر ہو چکا سو اس مسئلہ میں من یرد علیہ کے دو جنس ہوں گے ساتھ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنے بنت اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنے چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہے اسواسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجیے تو کل ہے سے نصف اسکا تین سو بنت کا فرض ہے اور سدس اسکا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور یہی اعداد نصف زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہیں تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنے چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج میں اور وہ مخرج بھی چار ہے تو چار کو چار میں ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جو اسکو مسئلہ من یرد علیہ یعنے چار میں ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کے باقی میں ضرب کیا گیا تو ماں کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو تین میں جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اسکو تین میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور ماں کو تین اور بیٹی کو نو سہم پھر جب میت ثانی کے مسئلہ کی تصحیح کی یعنے زوج کی تو چار سہم سے اسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اسکی زوجہ کا ربع ہے اور اسکی ماں کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اسکے باپ کا حصہ دو تہائیاں پھر جب یعنے زوج کی ما فی الید سہام میں نظر کی تو چار سہام پائے سو اسکے وارثوں پر بلا کسر منقسم ہیں انہیں سے زوجہ کا ایک سہم اور ماں کا ثلث باقی یعنے ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنے دو سہم تو اس تصحیح میں ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑے اور پہلا مسئلہ اور دوسرا سولہ سے صحیح ہوگیا کذا فی الطحطاوی والشریفیہ وان لم ینقسم فان کان بین سہامہ و بین مسئلتہ موافقۃ ضربت وفق التصحیح فی کل التصحیح الاول اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہو اسکے وارثوں پر سو اگر میت ثانی کے سہام میں اور اسکے مسئلہ میں موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام میں ضرب کریگا مثال اسکی وہ میت ہے جو صورت مذکورہ میں ہو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑ کر مر گئی تو مسئلہ چھ سے ہوگا جدہ کا ایک سہم [illegible]

[illegible]

لیکے ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہیں یعنے چار سہم دو بیٹوں کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی انکے مافی الید میں جو نو ہیں اور انکے مسئلہ میں جو چھ ہیں تو دونوں میں توافق ہوا
بالثلث یعنی باقی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہے تو اسکا ضرب کیا تین تصحیح اول میں جو سولہ ہیں تو حاصل ہوئے ۴۸ جسکے سہام سولہ تھے یعنے میت اول کے ورثہ کے سو وہ لیگا دو میں
ضرب کرکے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلہ کا اور جسکے سہام چھ سے ہیں یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین میں ضرب کرکے کیا سولہ کہ تین ہے میت ثانی کے وفق
کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب انکو دو میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے سولہ سے انکو دو میں ضرب
کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ اڑتالیس کی تقسیم زوج کے وارثوں پر بھی مستقیم ہے انمیں سے زوجہ کے دو سہم اور انکے باپ کے چار سہم اور انکی ماں کے دو سہم اور
میت ثانی کے مسئلہ سے جدہ کا ایک سہم تھا انکو تین میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین میں ضرب کیا ۱۵ حاصل ہوئے انمیں سے
ہر بیٹے کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۴۸ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحاوی والشرنبلالی الخ لیکن ان تباینا بان لم یوافقا بل باینا ضرب کل الثانی فی کل الاول
یحصل مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام میں اور اسکے مسئلہ میں موافقت نہ ہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کر کل تصحیح ثانی کو تمام تصحیح
اول میں حاصل ہوگا دونوں مسئلوں کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح اول
میں موافقت اور مباینت کے دونوں مسئلوں کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ میں دو جدہ ہے زوج اور دو بھائیوں کو چھوڑ کر مرگئی اور انکے
نو سہم میں چھ سہم انکے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی نانی سے جو میت ثالث ہے پائے تو یہ مسئلہ چار سے ہوا اسلئے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اسکا نصف زوج کو دیا یعنے ایک اور دو سے تو باقی رہا ایک وہ دو بھائیوں پر تقسیم نہیں ہوسکتا اسکی
وجہ سے تو بھائیوں کے رؤس کو اصل مسئلہ میں یعنے دو میں ضرب کیا حاصل ہوئے چار انمیں سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ کے ہاتھ میں نو
ہیں اور نو میں اور چار میں مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنے چار کو تصحیح اول یعنے ۴۸ میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۹۲ تو جسکا حصہ ۴۸ میں تھا وہ مضروب ہیں یعنے چار میں
ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار میں ہے وہ جدہ کی مافی الید یعنے نو میں ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اسکی دو سہم کی زوجہ کا حصہ دو تھا
اسکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اسکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا بھی حصہ دو تھا اسکو بھی چار میں ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ انکی ماں کا حصہ ٹھہرا اور
میت ثانی کے والد کے سہام چار تھے جب انکو چار میں ضرب کیا سولہ حاصل ہوئے یہ والد کا حصہ ہوا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بنت کے دونوں فرزند وں
کا حصہ چھ تھا ۴۸ سے چار میں ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اسکو چار میں ضرب کیا بارہ حاصل
ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کے مافی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ حاصل ہوئے
یہ اسکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اسکو بھی نو میں ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ نو نو سہم کا ہوا کذا فی الشرنبلالیہ والطحاوی
ثم تضرب سہام ورثۃ المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او فی وفقہ پھر ضرب کرے سہام ورثہ میت اول کے
ضرب کرے تو مضروب میں یعنے تصحیح ثانی میں مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق میں موافقت کی تقدیر پر ہم تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے سے
اس مضروب میں ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا اسلئے سابقہ میں تو سہام
ورثۃ المیت الثانی فی کل مافی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثوں کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام مافی الید میں
علے تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق میں ضرب کرے علے تقدیر الموافقۃ ہم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما قدمنا سابقا اور
فہم من یرث من المیتین ضرب نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ ونصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ اور اگر
وارثوں میں وہ وارث ہو جو دونوں میت سے میراث پاتا ہو تو انکے حصہ کو اول سے ضرب کرے تو ثانی میں اگر مباینت ہو یا اسکے وفق میں اگر موافقت ہو

اور ضرب کرے تو اسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید مین اگر مباینت ہو یا اسکے وفق مین اگر موافقت ہو پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چھوڑ کر ایک عورت سے اور تین بیٹیان چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مر گئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہے اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ مین ایک ہے اور ایک مین اور تین مین مباینت ہے تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کا اول سے ایک سہم ہے اسکو مسئلہ ثانیہ مین ضرب کیا یعنی تین تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تھے انکو ایک مین ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اسکو ایک مین ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مر گئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر اور اسکی مان اور دادا میت اول کے بھی وارث ہین تو میت اول کی تصحیح سہم سے ہے اسواسطے کہ ثمن ظاہر ہے اور سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جب بیٹی مر گئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ مین بارہ سہم ہین اور بارہ اور تین مین موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہے ۲۴ مین ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولی مین ہے وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کر کے جو تصحیح کا وفق ہے اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ مین ہے وہ اپنا حصہ لیگا چار مین ضرب کر کے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی مافی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولی مین زوجہ کے تین تھے انکو ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے انکو بھی ایک مین ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین مان کا ایک سہم تھا منجملہ تین سہم کے اسکو چار مین ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے منجملہ تین کے انکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی **ولو مات ثالث قبل القسمة جعل المبلغ الثاني مقام الاولى وجعل الثالثة مقام الثانية في العمل وهكذا كلما مات واحد تقيم مقام الثانية والمبلغ الذي قبله مقام الاولى الى ما لا يتناهى** اور اگر وارثون مین تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹھہرایا جاے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جاے عمل کرنے مین اور اسی طرح جب ایک وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرو جو مبلغ اسکے پہلے حاصل ہو چکا ہے اسکو مسئلہ اولے کے مقام پر قائم کرتا جا مرتب غیر متناہی تک ہم یعنے ثالث کی موت قبل القسمت سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہے وہ بجاے تصحیح مسئلہ اولے کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجاے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل مین گویا کہ میت اول و ثانی ایک ہی میت ہو گئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا اسی طرح میت رابع اور خامس مین الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جب میت اول و ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہو گئی تینون گویا ایک ہو گئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسی طرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہو گئی چارون مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی ہذا القیاس الی ما لا یتناہی پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ واحد مین ہو یا مراتب متعددہ مین ہو عمل مین کچھ فرق نہین ہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وہذا علم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنے کا سو اسمین غفلت نکیجیو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہے اسمین ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اسواسطے کہ یہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہ باب ہے مخارج مین ہم مخارج جمع ہے مخرج کی یعنے جاے خروج فروض سے تھا اب ان قاعدون کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہے اور چونکہ سب فروض کسور ہین تو انکے مخارج بھی کسور کے مخارج ہین اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس سے وہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح ہے مخارج کو تصحیح حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو تماثل اور تداخل اور تباین بین العددین کو پھر معرفت حصہ ہر فریق کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثہ والغرماء **والفروض المذکورة فی القرآن نوعان الاول النصف** ومخرج کل کسر سمیہ کالربع من اربعة الا النصف

فرض و اولاد ۱۲

نا ہمین اثنین فرض حصے جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اسی کسر کا ہمنام ہے چنانچہ ربع نکلا ہے اربعہ سے سواے نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنے دو سے ہم ہمنام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف مین شریک

بین اور اسی طرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام مین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سواے آدھے کے کہ وہ ہمنام سے نہین ہے کیونکہ اسکا مخرج دو ہے اور معلوم
کرنا چاہیے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہے ربع سے اور مخرج اسکا اقل ہے ربع کے مخرج سے والربع من اربعة
والثمن من ثمانية والثانی الثلث والثلثان کلاهما من ثلثة والسدس من ستة اور منجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض
کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلے ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہے اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسہ ہے دوسرا سین تے
کے ساتھ بدل گیا اور اسی طرح دال تے ہوگئی اور پہلے تے دوسری تے مین چھپا ہوگئی تو ستہ ہوگیا علی التضعیف والتنصیف فنقول مثلا الثمن وضعفه وضعف ضعفه
او نقول النصف ونصفه ونصف نصفه فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہے تو مثلا تو یون کہہ کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکے دونے کا دونا یا تو یون
کہہ کہ نصف اور اسکا آدھا اور آدھے کا آدھا ہم اس کلام سے مراد یہ ہے کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہے اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہے اسیطرح
سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہے اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہے اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہے اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہے اور یہی حال ثلثین اور
ثلث کی تنصیف مین ہے اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ انھون نے ان فروض مین اس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا
مخرج ثمانیہ ہے اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلا کسر نکلتے ہین تو انھون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا
تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہے اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمین سے بلا کسر نکلتے ہین پس ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفیہ قلت واخصر منه ان
نقول الربع والثلث ونصف کل وضعفه مین کہتا ہون اور جمیع فروض بیان سب عبارتون سے مختصر تر یہ عبارت ہے کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا
نصف اور ہر ایک کا دوچند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمیع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دوچند نصف ہے اور ثلث کا
نصف سدس ہے اور ثلث کا دوچند ثلثین ہے فاذا جاء فی هذه الفروض احادا فمخرج کل فرض منفرد سمیه الا النصف [illegible] جبکہ مسئلہ فرائض
مین ان چھ فرضون مین سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا [illegible] سواے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا
فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ ہے یا فقط ثلثہ ہے یا فقط ستہ [illegible] واذا جاء مثنی او ثلث وهما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا
لجزء فذلك العدد ایضا یکون مخرجا لضعفه واضعافه کالستة هی مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ
سے دو دو یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کسی جز کا مخرج ہے سو وہی عدد اسکے دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہے چنانچہ
ستہ یعنے چھ سدس کا اور اسکے دوچند یعنے ثلث کا اور سدس کے دوچند کے دوچند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہے ہم یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہے بشرطیکہ فروض
مجتمعہ ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہے اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہے سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا مخرج ہے اور سبب اسکا یہ ہے
کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہے بلا کسر تو اقل کے مخرج مین استغنا ہے اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو وہ سدس کی مخرج مین یعنے ستہ مین موجود ہے
اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہے فاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل الثانی ای الثلثة الاخر او ببعضه
فاذا کان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستة لترکبها من ضرب اثنین فی ثلثة [illegible] جب فروض
کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنے تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو جس وقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث
اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہے اسواسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین حاصل
ہوا ہے ہم یہ مثال ہے اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہین مذکور کی سو فرائض شریفیہ مین اسکا یون
بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ صورت مسئلہ زوج اور دو اخیافی بہنون کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے اسی طرح کہ زوج [illegible]

اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور ماں وارث ہوا اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین
اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور ولد الام وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث و سدس
کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہون **واختلط الربع من النوع الاول بکل الثانی او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ زوجۃ و من**
فمن اثنی عشر لانہ کیما من ضرب الاربعۃ فی ثلثۃ الموافقۃ للستۃ بالنصف یا اختلاط اور مجمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو جبکہ مسئلہ
مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اسکا بارہ سے ہے بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھ کو چار کے ساتھ توافق بالنصف
ہے ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط نصف کے ساتھ بیان کیے یعنے دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں یہ مثال ہے اختلاط ربع کی تمام نوع
ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم مذکور کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیاں وارث ہون اور اختلاط ربع کا فقط ثلث کے ساتھ
اسطرح کہ زوجہ اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھ
اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط
ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ ہے اسواسطے
کہ جب تمام نوع ثانی کا مخرج چھ ہے یعنے ربع کا مخرج لیا وہ چار ہے اور چار اور چھ مین موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے دو کو چھ مین
یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشریفیۃ **واختلط الثمن من النوع الاول بحص الثانیۃ واما بکلہ فغیر متصور الا علی رای ابن مسعود او**
فی الوصایا فانہ حینئذ فمن اربعۃ وعشرین یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہے اور اختلاط ثمن کا تمیع نوع ثانی کے
ساتھ متصور نہین مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہو سکتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن مسعود کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے حجب نقصان
چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہوگیا ربع سے ثمن کی طرف اور ہمارے مذہب
مین متصور نہین اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیاں ہون اور صاحب سدس ماں ہوگی یا جدہ تو اسوقت مین صاحب ثلث
نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہے یا اسکی اولاد اور ماں یہاں محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کی طرف اور اسکی اولاد تو تمیع ثلث سے محجوب ہین تو
ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہے کہ وصیت کی ثمن ترکہ کی اور ثلثین کی اور
ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہوگی وصیت یعنے ۲۴ کو ۵۱ کی طرف عول کرکے قسمت کرینگے کذا فی الطحطاوی
مختصر اگر زوجۃ وبنتین وام لستۃ **کیما من ضرب الثانیۃ فی ثلثۃ لما فیہ منہا من موافقۃ الستۃ بالنصف** مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے
چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیاں اور ماں بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم مذکور کرچکے کہ چھ مین توافق بالنصف ہے ہم
بیان اسکا یہ ہے کہ اقل جز ثانی کا مخرج چھ ہے اور اسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہے تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ مین اور آٹھ مین جو ثمن کا مخرج ہے
موافقت بالنصف ہے تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے تین کو آٹھ مین یا آٹھ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے **ولا یجتمع**
اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہے کہ کبھی پانچ
فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہوجاتی ہین جیسا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کبھی چھ فرض بھی
جمع ہو سکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اس طرح کہ خنثی مشکل یعنی ایک مرد نے دعوے کیا کہ یہ میری زوجہ ہے اور ایک عورت نے
اسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہے اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو ہر ایک پر حقیقی کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہے کہ اسمین سدس کم ہوگیا اور کلام

فرض ہیں غیر مکررہ ہیں اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے کہ وہ نادر ہے اور نادر پر حکم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجتمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب
فرائض میں سے پانچ گروہوں سے زیادہ اجتماع نہیں ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام میں چار فرقوں سے زیادہ کسر واقع نہیں ہوتی ہم بیان
مخارج کسور کا بیان ہوچکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہیں فرائض شریفیہ میں ہے کہ تصحیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہے کہ کمتر عدد ممکن
سے اسطرح پر سہام نکالے جاویں کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنے سب وارثوں کے سہام پورے ہوں کسی کا سہام [illegible] نہو اور تصحیح مسائل کے واسطے سات
قاعدوں کی طرف حاجت ہے انمیں سے تین قاعدے تو ما بین سہام مخارج اور رؤس ورثہ کے ہیں اور چار قاعدے ما بین رؤس و رؤس کے ہیں سو تین کا پہلا قاعدہ
تصحیح باستقامت کا ہے وہ یہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثوں پر بے کسر منقسم ہوجاویں پس ان میں کسر نہ پڑے تو یہاں ضرب کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ والدین اور دو بیٹیاں
وارث ہوں اسواسطے کہ یہاں مسئلہ چھ سے ہے والدین میں سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنے ایک ایک اور دو بیٹیوں کا دو ثلث یعنے چار ہیں تو ہر ایک کے دو سہم تو سہام مستقیم
ہوگئے رؤس ورثہ پر پہلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو و لیکن انکے سہام اور رؤس میں موافقت ہو تو یہاں عدد رؤس کے وفق
کو اصل مسئلہ میں ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل اور عول میں ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیاں یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں
اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سہام میں کسر پڑتی ہو و لیکن انکے سہام اور رؤس میں موافقت نہیں بلکہ مباینت ہے تو یہاں تمام عدد رؤس
کو اصل مسئلہ میں ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور جدہ اور تین اخیافی بہنیں اور اگر عول ہوا ہے تو اصل مسئلہ اور عول میں ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی
یا سوتیلی بہنیں اور باقی چار قاعدے جو ما بین رؤس کے ہیں سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ میں سے
چہار قاعدوں کو ذکر کریگا اور استقامت کو اسنے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہیں اور پچھلے چاروں قاعدے نہیں ہوتے مگر وارثوں کے مسائل میں جو گروہ
ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشریفیۃ مختصرا واذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت
عائلۃ کامرأۃ واخوین للمرأۃ الربع سہم لہما ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثوں پر ٹوٹ
جاویں تو انکے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلہ اور اسکے عول میں ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنے زوجہ اور دو بھائی وارث
ہوں تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیوں پر مستقیم نہیں اور یہاں دو اور تین میں توافق کی بھی نسبت نہیں تو دو کو یعنے عدد رؤس کو چار میں یعنے
اصل مسئلہ میں ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنیں وارث ہیں اصل مسئلہ چھ ہے
اسکا نصف یعنے تین زوج کا حصہ ہے اور اسکی ثلثین یعنے چار بہنوں کا حصہ ہے تو مسئلہ نے عول کیا سات کی طرف اور یہاں فقط بہنوں کے سہام انپر مستقیم نہیں اور
انکے سہام اور رؤس یعنے چار اور پانچ میں مباینت ہے تو ہمنے عدد رؤس یعنے پانچ کو اصل مسئلہ اور اسکے عول یعنے سات میں ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی سے اصل
مسئلہ صحیح ہوگیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے پانچ میں ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنوں کے چار سہم تھے انکو بھی پانچ میں ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے
تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہے منجملہ تین قاعدوں کے وان وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا
کامرأۃ وست اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ ایضا اور اگر وارثوں کے سہام میں اور انکے عدد رؤس میں
توافق ہو تو انکے عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں تو ضرب کرے اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلہ اور اسکے عول میں ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہوں
تو بھائیوں کے تین سہم ہیں تو تین میں اور بھائیوں کے عدد رؤس یعنے چھ میں توافق ہے تو دو کو چار میں ضرب کر تو مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ
کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیاں وارث ہیں تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے
تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنے تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنے چار سہم اور چھ بیٹیوں کے دو ثلث یعنے آٹھ سہم تو مسئلہ نے عول کیا بارہ سے پندرہ کی طرف

اور بیٹیون کے سہام یعنی آٹھ انکے عدد رؤس یعنی چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہے تو نصف انکے رؤس کو نصف کی طرف پھیر یعنی تین کی طرف پھیر تین کو اصل مسئلہ اور انکے عول مین یعنی پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہوگیا اسواسطے کہ زوج کا حصہ اصل مسئلہ مین سے تین سہم کا تھا اسکو مضروب یعنی تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ یعنی چار سہم کا تھا اسکو اسی مضروب یعنی تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثانیہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہے کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثون پر مستقیم ہوگئے تو یہ پہلا قاعدہ ہے اور اگر مستقیم نہوئے تو یا ایک گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہے اور اول شق یعنی ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام مین اور انکے عدد رؤس مین موافقت ہے یا نہین اگر موافقت ہے تو وہ دوسرا قاعدہ ہے اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو وہ تیسرا قاعدہ ہے کذا فی الشریفی فاذا انکسر سہام فریقین او اکثر وعدد رؤسہم متماثلۃ ضرب احد الاعداد فی اصل المسئلۃ وعولہا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہین اور وارثون کے رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلہ مین اور انکے عول مین یعنی اگر عول ہو تو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے مین انکے عول کے ساتھ ضرب کر یہ چہارم ہے یہان اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو مابین رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اسکے شروح مین عول مذکور نہین مگر دو

فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہے کہ زوجہ اور تین سگی بہنین اور تین اخیافی بہنین وارث ہون کثلاث بنات وثلثۃ اعمام فکلف باحد

المتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منہا تصح چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین کو اصل مسئلے مین ضرب کر نو حاصل ہونگے انھین سے مسئلہ صحیح ہوگا مم اصل مسئلہ تین سے ہے بسبب اجتماع ثلثین وثلث کے اور تین کے ثلثین یعنی دو بیٹیون پر مستقیم نہین اور اسکا ثلث یعنی ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ مین یعنی تین کو تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی بنات کا حصہ دو تھا اسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیون کو دو دو پہونچے اور اعمام کا حصہ

ایک تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلثۃ فرق او اربع فاطلب المشارکۃ اولا بین السہام والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی القسم یقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل یسمی

جزء السہم فاضربہ فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل البعض الاعداد فی البعض کاربع زوجات وثلث جدات وستۃ عشر عما ضربت اکثر الاعداد لانہا فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائۃ واربعۃ واربعین منہا تصح اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین یا چار گروہ پر تو مشارکت یعنی نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تونے کیا ہے دونون فریق کے اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہو اسکا نام جزء سہم ہے اور اسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی سو اسکو ضرب کر اصل مسئلہ مین مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہوجاوین چنانچہ چار زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب انکے تداخل کے اصل مین ضرب کر اور وہ یعنی اصل مسئلہ بارہ ہے تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل ہونگے انھین سے مسئلہ صحیح ہوگا مم اصل مسئلہ بارہ سے ہے تین دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی دو سو انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین مباینت ہے تو انکے تمام رؤس کو یعنی تین کو لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہے یعنی تین سو انمین بھی استقامت نہین اور انکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت ہے تو انکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنی سات چچون کا حصہ ہے وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون مین تباین ہے تو انکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہے تو اسی بارہ

کو اصل مسئلہ میں کہ وہ بھی بارہ ہے ضرب دیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بالکسر صحیح ہو گئی ہے جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق میں دو فریق کے مانند عمل کرو دو فریق میں فقط مماثلت ذکر ہے اور توافق اور تباین جو سابق میں مذکور ہو چکے سو انکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کما فی الطحطاوی **وان وافق بعضہا بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدہما لکے احد الاعداد فی جمیع الآخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا ففی جمیعہ ثم الرابع کذلک ثم المجتمع وہو جزء السہم وہو فی مسئلتنا مائة وثمانون فی اصل المسئلة وہو ہنا اربعة وعشرون تحصل اربعة آلاف وثلثمائة وعشرون منہا تصح** اور اگر بعض اعداد روس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو جیسا چار زوجہ اور پندرہ دادیاں اور اٹھارہ بیٹیاں اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام میں تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہوا اسکو تیسرے اعداد کے وفق میں ضرب کرے اگر تیسرے میں توافق ہو اور اگر توافق نہ ہو بلکہ تباین ہو تو اسکے تمام میں ضرب کرے پھر چوتھے میں اسی طرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اسکے وفق میں ورنہ کل میں ضرب کرے پھر مجتمع کو جو سہم یعنی جزء سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے میں ۱۸۰ ہے اصل مسئلہ میں جو یہاں ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ سہم ہوئے ان اعداد سے تقسیم بالکسر صحیح ہوگی کیونکہ اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنی تین وہ ان پر منقسم نہیں اور عدد سہام اور عدد روس میں تباین ہے تو تمام عدد روس میں تباین ہے تو تمام عدد روس کو یعنی چار کو یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیوں کی دو تہائیاں ہیں یعنی سولہ اور وہ ان پر منقسم نہیں اور انکے سہام اور روس میں توافق بالنصف ہے تو نصف عدد روس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ ان پر منقسم نہیں اور انکے سہام اور روس میں تباین ہے تو انکے تمام عدد روس کو یاد رکھا اور چھ چچوں کا حصہ ما بقی ہے یعنی ایک وہ ان پر منقسم نہیں اور سہمین اور انکے عدد روس میں تباین ہے تو انکے تمام عدد روس کو یاد رکھا تو چار ہوئے عدد روس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہم نے اعداد میں توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ میں موافقت بالنصف پائی سو ان دونوں میں سے ایک کو لیا یعنی ایک کے نصف کی طرف پھیرا اور اسکو دوسرے میں ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو میں توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام میں ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور پندرہ میں بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے میں یعنی ۲۴ میں ضرب کیا تو ۴۳۲۰ سہم حاصل ہوئے انسے مسئلہ صحیح ہوگیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلہ میں تین تھا اسکو مضروب میں یعنی ۱۸۰ میں ضرب کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیوں کا حصہ سولہ تھا اسکو مضروب مذکور میں ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیوں کا حصہ چار تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھ چچوں کا حصہ ایک تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی **وان تباینت اعداد رؤس من انکسر علیہم سہامہم کامرأتین وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام ضربت احدہا لکے احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع یحصل جزء السہم وہو ہنا مائتان وعشرة لتوافق رؤس البنات والجدات سہامہم بالنصف فاضربہا فی اصل المسئلة وہو ہنا اربعة وعشرون تحصل خمسة آلاف واربعون ومنہا تستقیم** اور اگر اعداد روس متباین ہوں انکے جن پر انکے سہام منکسر ہیں جیسا کہ دو زوجہ اور چھ دادیاں اور دس بیٹیاں اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی میں اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث میں اور اسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع میں حاصل ہوگا جزء سہم یعنی مضروب اور وہ یہاں ۲۱۰ ہے بسبب توافق بالنصف ہونے روس بنات اور جدات کے انکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے میں اور وہ یہاں ۲۴ ہے حاصل ہونگے پانچ ہزار اور ۴۰ اور انہیں سے مسئلہ مستقیم ہوگا کیونکہ اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے دو زوجہ کا حصہ ثمن ہے یعنی تین وہ ان پر منقسم نہیں اور انکے روس اور سہام میں تباین ہے تو ہم نے انکے عدد روس کو یعنی دو کو یاد رکھا اور چھ دادیوں کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے عدد روس اور عدد سہام میں موافقت بالنصف ہے تو ہم نے انکے عدد روس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیوں کا حصہ دو ثلث ہے یعنی سولہ وہ ان پر مستقیم نہیں اور انکے روس اور سہام میں موافقت بالنصف ہے تو ہم نے انکے نصف عدد روس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چچوں کا حصہ ما بقی ہے یعنی ایک وہ ان پر مستقیم

تین اور ایک پانچ اور سات مین مباینت ہو تو جیسے انکے تمام عدد روس کو یعنے سات کو لیا تو چار سے پانچ بار حاصل ہوا اور تین اور پانچ اور سات حاصل
ہوئے اور یہ سب عدد متبائن ہین تو جیسے دو کو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل
ہوئے یہی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر یعنے اس مبلغ کو اصل مسئلہ یعنے ۲۴ مین ضرب کیا تو مجموع ۵۰۴۰ ہوئے انھین سے مسئلہ صحیح ہوگیا سب کو باقی
پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے ۲۱۰ مین ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۳۱۵ سہم ملے اور چھ دادیون
کا حصہ چار سہم کا تھا انکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیون کے سہم سولہ تھے انکو بھی مضروب مذکور
مین ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچون کا حصہ ایک تھا انکو بھی اسی مضروب مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے
اور مجموعہ ان حصون کا ۵۰۴۰ ہو کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا جزء سہم یہان عبارت ہو مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا
اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث مین مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع مین مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہوا اور سہام
بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہوگیا شارح نے یہ تعلیل اسواسطے ذکر کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہوجاتی اور یہ مقدمہ فقہ
تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ مذکور کرتا ہو **واذا اردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباين بين العددين هذه مقدمة**
يحتاج اليها في تقسيم التركة اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کی کسی دو عددون مین شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت پڑتی ہو
ترکہ کی تقسیم مین یعنے اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلاکسر بدون یاد رکھنے اس مقدمہ کے نہین ہوسکتا **فتماثل العددين كون احدهما مساويا للاخر كثلثة وثلثة** سو دو
عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین ہم اور ایسے دونون عددون کو متماثلین کہتے ہین اور یہان اسکا اعتبار کرنا ضرور ہو کہ
دونون عدد دو محل مین واقع ہون چنانچہ روس اور سہام مین اور اگر محل کا اعتبار نہ کیجیے تو تین مطلق مین تعدد نہین تو متصف بمساوات نہ ہونگے قطعا کذا فی الشریفی
والطحطاوی **وتداخل العددين المختلفين ان يعد اقلهما الاكثر اي يفنيه او يكون اكثر العددين منقسما على الاقل**
قسمة صحيحة بلا كسر كثلثة مع تسعة اور دونون عددین مختلفین کا تداخل بنا بر اس مقام کے متحقق ہوتا ہو احد الامرین سے یا اسطرح پر کہ عدد اقل
عدد اکثر کو فنا کر دے اور مٹا دے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہوجاے تقسیم صحیح بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھ کا تین یا دو پر پس اقل اکثر کو فنا کر دے یعنے اگر اقل کو اکثر
سے دو بار یا زیادہ گرائین تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرا لیجے تو چھ بالکل فانی ہوجائینگے اور اسی طرح اگر نو سے تین کو تین بار گرا لیجے تو کچھ
باقی نہ رہے تو ایسے عددون کو اصطلاح مین متداخلین کہتے ہین برخلاف آٹھ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہین ہوتا اور سراجیہ مین تداخل کی تعریف مین دو امر اور زیادہ
مذکور کیے ہین ایک یہ کہ تداخل وہ ہو کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجیے تو اکثر کے برابر ہوجاے دوسرے یہ ہو کہ اقل جزء ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف
فی العبارة کے ہو **وتوافق العددين ان لا يعد اقلهما الاكثر لكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين يعدهما اربعة فهما متوافقان**
بالربع اور توافق عددین کا یہ ہو کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونون کو تیسرا عدد فنا کر دے چنانچہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونون کو چار فنا
کر دیتا ہو تو آٹھ اور چار مین توافق بالربع ہو پس توافق عددین یعنے دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء مین یعنے نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا مین معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح مین واحد
عدد مین داخل نہین اسواسطے کہ عدد عبارت ہو کمیت متالفہ من الوحدات سے اور واحد ایسا نہین ہو تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہو اور اگر عدد کی تعریف یون کیجیے کہ
مرتبہ عددین واقع ہو یا کم ہو سکے جو لب مین پڑے تو اسمین واحد بھی داخل ہو تو یہان یون کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہو کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے ولیکن انکو عدد
ثالث جو واحد کے سوائے ہو فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہو اور اصطلاح مین مابین واحد اور کسی شے کے تداخل نہین بلکہ تباین ہو کذا فی الشریفی والطحطاوی
وتباين العددين ان لا يعد العددين المختلفين معا عدد ثالث اصلا كالتسعة مع العشرة اور دو عددون کا تباین اس طرح ہوتا ہو کہ

ف بیان نسبت کا دو عددون مین ۱۲ ... موافقت بالنصف ... ضرب ... بالکسر ... بالثلث ... تماثل بلا کسر ... ۱۲ ... ۱۲

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اسکو فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ یعنی نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوائے ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد علی الاصح
عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل و تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے اسکی توضیح قول آیندہ سے شروع کی

واذا اردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من الجانبين مرارا حتى اذا اتفقا في درجة واحدة
اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہاں تک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں متفق
ہو جاویں ہم مثلاً جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو مراد ہے
سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہوگئے واحد میں یعنی ایک ہی باقی رہا دونوں عددوں میں اسقاط کے درجات میں فان اتفقا في واحد فتباينا
ولا وفق سوا اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں واحد میں تو وہ دونوں عدد متباین ہیں اور ان دونوں میں وفق نہیں ہے وان توافقا في اثنين
فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں ہم مثلاً اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو دو باقی رہینگے
اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرایا تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونوں عدد یعنی اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا توافق بالنصف
یا توافق بالثلث و نظائرہا کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں عددوں کو فنا کر دیتا ہے وفي ثلاثة فبالثلث وهكذا الى العشرة وتسمى الكسور المنطقة
یا عددین مختلفین باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسی طرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں ہم یعنی اگر عددین دو میں توافق کریں چنانچہ چار اور دس
تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں چنانچہ آٹھ اور بارہ
تو متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات
میں بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین
بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنی بغیر کسر کی جانب اضافت کرنے کے اسکے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یوں کہنا کہ نصف و ثلث و ربع الی العشر
الکسور التسعة بخلاف کسر اصم کے کہ اس سے تعبیر کرنا بدون اضافت اسکے مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یوں کہنا جزء من احد عشر یعنی گیارہ کا ایک جزء اسکو اصم بلحاظ لغوی
کہا باعتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی او احد عشر فبجزء من احد عشر وهكذا وتسمى الاصم یا عددین نے توافق کیا گیارہ
میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہ کسر یعنی اصم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور
گیارہ گیارہویں جزء کا مخرج ہے تو وہ دونوں عدد گیارہویں جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارہویں جزء میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرھویں میں چنانچہ
۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح انیسویں جزء میں توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ میں کذا فی الطحطاوی ملخصا انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہیں
اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کردے تو وہ متداخلین ہیں والا اگر دونوں کو تیسرا عدد فنا کردے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا
عدد ثالث مخرج ہو وہی کسر ان دونوں عددوں کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنی تداخل اور توافق
اور تباین یوں پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی
پر قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونوں کا فنا کرنے والا
ہے یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصة الحساب واذا اردت معرفة نصيب كل فريق كالبنات والجدات والاعمام
من التصحيح الذي استقام على الكل فاضرب ما كان لكل فريق من اصل المسئلة فيما اي في جزء السهم الذي ضربته في اصل المسئلة
يخرج نصيبه اسے ذلك الفريق اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کا اس تصحیح سے جو

ہو جائیگی ہر فریق یعنی ہر فریق کا حصہ جو تھا اصل مسئلہ سے اسکو ضرب کرو اس جزء سہم اور مضروب میں جبکہ تو نے ضرب کیا ہو اصل مسئلہ میں تو اس فریق کا حصہ تصحیح کل سے نکلیگا
ہم مثلاً بتائیں کی مثال مذکور میں جزء سہم یعنی مضروب ۲۱ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلہ یعنی ۲۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱ میں تو ۶۳ حاصل ہوئے
تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳ ہے و علی ہذا القیاس معرفت نصیب بنات و جدات و اعمام کی اور اگر تو چاہے معرفت نصیب ہر ایک کل واحد من احاد
ذلک الفریق ضرب سہام کل وارث فی جزء السہم المضروب تخرج نصیبہ پھر جبکہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت
کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب میں ضرب کر اسکا حصہ تصحیح کل سے نکل آویگا ہم تو مسئلہ مذکورہ میں بتائیں اعداد رؤس کی وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلہ میں
تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵
حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلہ سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اسکو عدد رؤس یعنی دس پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہوا
سو اسکو جبکہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلہ سے چار سہم کا تھا پھر جب اسکو چھ دادیوں پر قسمت
کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اسکو جبکہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلہ سے ایک سہم
کا تھا پھر جب اسکو سات چچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا سو اسکو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا والا وسع
طریق النسبۃ اور ہر وارث کے حصہ کی شناخت میں واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اسواسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی بر خلاف اور طریقوں کے

وہو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم ثم تعطی بمثل تلک النسبۃ من المضروب لکل واحد من احاد ذلک الفریق اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ
یہ ہے کہ اصل مسئلہ سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط انکے عدد رؤس کی طرف پھر اسی نسبت کے مانند دیوے تو مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو ہم تو مسئلہ مذکورہ میں جبکہ
تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی انکے عدد رؤس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جبکہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰
اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو انکے عدد رؤس یعنی دس کی طرف نسبت
کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئی پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اسکے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہونچے اور جبکہ سہام جدات کو انکے عدد رؤس
کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ۱۴۰ اسکا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو انکے عدد
رؤس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتویں حصہ کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ
چونکہ مواریث سے مقصود یہی ہے کہ ہر وارث کو اسکا حق دیا جاوے تو اس اہتمام کے واسطے علما نے اسکے تین طریقے ذکر کیے ہیں دو طریقے مذکور ہو گئے ایک طریقہ ضرب سہام
ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کریں فریق پر تو جو خارج قسمت کو
اسی فریق کے سہام میں ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جبکہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵
ہوا پھر جبکہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلہ میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب مذکور کو دس
بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو انکے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا اور جبکہ اسی مضروب
کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جبکہ انکو جدات کے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہے ہر دادی کا اور جبکہ مضروب
مذکور کو اعمام پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو انکے اصل مسئلہ کے نصیب یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی

واذا اردت قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ والغرماء یعنی کلا واحد والا فما تقدم القسمۃ علی قسمۃ المواریث کما فی شرح السراجیہ للسید
اور جبکہ تو چاہے ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا یعنی فقط وارثوں میں یا فقط قرضخواہوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں بسبب مقدم ہونے

ارباب دیون کے مواریث کی قسمت پر یا پچھیدر کی شرح [illegible] بتصریح مذکور ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پورا ادائے تصحیح و ادائے دین اور کچھ باقی رہا تو ارباب دیون میں اب قسمت کرنیکی کچھ حاجت نہ رہی وارثوں میں البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادائے دیون میں کافی نہوا تو وارثوں کے لیے کچھ باقی نہ رہا تو اب ان میں کے قسمت بھی نہ ہوگی حاشیہ عجم زادہ میں ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد میں بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین کذا فی الطحطاوی فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر سو اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت اور برابری ہے تو ظاہر ہے جیسے اگر بیٹے ماں اور باپ اور چار بیٹیوں کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ہر ایک ماں باپ کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین میں مشترک ہے اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا دقت تقسیم ہوگیا

او موافقۃ ضرب سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ کذا فی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیۃ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما یضرب فی تصحیح الترکۃ عند المباینۃ یا ترکہ اور تصحیح میں موافقت ہے تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ میں شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح کے نسخوں میں اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یوں ہے کہ سہام کو وفق ترکہ میں ضرب کرے اور تمام ترکہ میں تو ضرب کیجاتی ہے فقط مباینت کے وقت ہم سراجیہ وغیرہا کا مطلب بیان کیے دیتے ہیں فرائض شریفی میں واضح کیا ہے کہ جو اصل میں مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت میں بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کیجاتی میں ہر وارث کے سہام تصحیح سے تمام ترکہ میں اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کیجاویں ترکہ کے وفق میں پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر تقسیم کیا ہو تو جو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شریفیہ ہے موافقت کے اس طریقہ میں تو تجکو اختیار ہے اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت میں تباین کا طریقہ اختیار کرے اور چاہے ضرب فی الوفق کا طریقہ لیکن پہلے دونوں کا مآل ایک ہے اور مباینت کی صورت کا یہ بیان ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سگی بہنیں چھوڑ کر مر گئی اور ترکہ ۲۵ اشرفیاں ہیں تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا آٹھ کی طرف تو زوج کا تین سے تین ہے اور ماں کا ایک اور بہنوں کا دو دو ہیں اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھ میں تباین ہے پس اگر تو نصیب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تو حاصل ہونگے پھر اس پچھتر کو تقسیم یعنی آٹھ پر تقسیم کرے تو نو اشرفیاں اور ایک اشرفی کے تین آٹھویں خارج ہونگے تو یہ حصہ ہے زوج کا اسی طرح اور ماں کا نصیب تصحیح سے یعنی ایک کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کرے ۲۵ حاصل ہونگے پھر جب ان کو آٹھ پر قسمت کیا تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور بہن کا نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ میں ضرب کرے ۵۰ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا چھ اشرفیاں اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ میں ترکہ ۱۵ اشرفیاں فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالنصف ہے اور جبکہ ترکہ ۱۲ اشرفیاں فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ میں تداخل ہے اور ان دونوں صورتوں میں تجکو اختیار ہے چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ میں ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ میں کسر ہو تو اسمیں کے بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک جنس ہو جاوے اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر میں ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کرے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ تصحیح ہو گیا ہے مخرج کسر میں ضرب کرے پھر دونوں حاصل میں ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ ہمنے مسئلہ مذکورہ میں ۲۵ اشرفیاں اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین میں ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیاں ہوئیں پھر تصحیح یعنی آٹھ کو بھی تین میں ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۶ میں ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشریفی وہذا المعرفۃ نصیب کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے و تعمل کذلک لمعرفۃ نصیب کل فریق منہم اور اسی طرح تو عمل کرے وارثوں کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے میں یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ میں ضرب کرے تباین کی صورت میں اور توافق اور تداخل میں اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا ہر فریق کا حصہ ہوگا وہ حصہ ہوگا جیسے پانچ حصہ دو بہنوں کا مسئلہ سابقہ میں تجکو معلوم ہو چکا اور تجکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل میں وہ دوسرا طریقہ کرے جو تقریب مذکور ہو چکا مصنف نے حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم ذکر کیا ہے

حصے کے بیان پر ہو حالانکہ ترتیب بالعکس ہی اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا بعد قسمت کے ہی ... الدیون فان وسعہا اوفا وا دا سے دیون کی تو
یہ تفصیل ہی کہ اگر مال متروک پورا پڑا ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہی وان لم یف وتعدد الغرماء اور اگر نہ پورا پڑا اور اصحاب دیون چند لوگ ہیں یعنی اگر تعدد نہ ہو بلکہ صاحب
دین ایک شخص ہو تو بعد تجہیز و تکفین باقی مال کو وہی لیگا فنزل مجموع الدیون کالتصحیح للمسئلۃ وینزل کل دین غریم کسہام وارث وتعمل کما مر
عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے آتا ہے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے اور ہر ایک کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کر جو قسمت میں ورثہ
میں گذرچکا ضرب اور قسمت کا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص مرگیا نو اشرفیوں کا متروکہ چھوڑ کر اور اسپر دس اشرفیاں ایک شخص کی ہیں اور پانچ اشرفیاں دوسرے
شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ ۱۵ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سو اگر دونوں میں توافق ہو چنانچہ یہی صورت
ہو کہ دونوں میں توافق بالثلث ہی سو دس اشرفی والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج
قسمت چھ ہوئے سو یہ اسکا حصہ ہوا نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنی پانچ پر
قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیوں والے کا حصہ ہی اور اگر اس صورت میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہی تباین ہی
تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا ایک سو
تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اسکو پندرہ پر قسمت کیا تو آٹھ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہ دس اشرفیوں والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے
دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں
والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے
کے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی
یہ حصہ ہو دس اشرفیوں والے کا اور پانچ اشرفیوں والے کے دین کو بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوگی ایک اور دو تہائیاں
ایک کی یہ حصہ ہو پانچ اشرفیوں والے کا اور یہ بھی اختیار ہی کہ تباین اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں
وفق کا ہی اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ثم شرع فی مسئلۃ التخارج پھر مصنف نے بیان سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض
میں اس سے عبارت ہی کہ ورثہ باہم صلح کریں بعض وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اس مال کے جو اسکے حصے سے کمتر ہی اور یہ شرح میں ہی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے
کتاب الصلح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہی اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہی کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو
اپنے مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مرگئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تینوں زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا تو انکے وارثوں نے اس عورت
سے صلح کرلی اسکے ربع ثمن یعنی آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اسکے نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہی تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ اکمل الدین اور حالانکہ عبد الرحمن
بن عوف نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا نصف اللہ تقسیم کردیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہی اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضائقہ
نہیں بشرطیکہ ادائے حقوق واجبہ ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی پاک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہی کذا فی الطحطاوی فقال ومن
صالح من الورثۃ والغرماء علی شیء معلوم منہا طرح سہامہ من التصحیح وجعل کانہ استوفی نصیبہ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب
دیون میں سے صلح کرے کسی چیز معین پر ترکہ میں سے تو اس وارث کے سہام یا اس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اسنے اپنا حصہ پورا پایا ہم
یعنی مع وجود مصالح میں الورثۃ اولاً مسئلہ کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشرنبلالی طحطاوی نے کہا شیء معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ
مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شیء مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ اسپر صلح درست ہو ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سہام من بقی منہم فتصح منہ کزوج وام وعم

پھر قسمت کیا جائے باقی تصحیح یا دیون سے انکے سہام [illegible] ہونگے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور چچا وارث ہیں ہم تو مسئلہ
مع وجود زوج کے چھ سے ہے اور یہ ہی تصحیح ہے وارثوں پر انکے [illegible] ہیں اور ماں کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر
وخرج من بین الورثۃ فاطرح سہامہ من التصحیح وہی ثلثۃ واقسم باقی الترکۃ وہی ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل
التخارج وحینئذ فیکون سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کرلی اپنے حصہ کی یعنے نصف میراث کی اُسپر جو اُسکے ذمہ پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج
ہوگیا وارثوں کے درمیان سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرادے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے ماں اور چچا میں تین تہائی کرکے بقدر انکے سہام کے تصحیح قبل تخارج
قسمت کردے اور اسوقت میں دو سہم ماں کے ہونگے اور ایک سہم چچا کا حاصل یعنے جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج ہونے
سے سہام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں ہوا ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی اور یہ جائز
نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ ماں کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل جاوے ہم اصل مال چھ سہم تھے اسکی تہائی
دو سہم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ساقط ہوکر تین سہم باقی رہینگے اسکی تہائی ایک سہم ہوا لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وہو خلاف
الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وہذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ہذہ المسئلۃ صاحب المختار وصاحب مجمع البحرین وغیرہما علی ما عزاہ من الشرح
فانہما قسما الباقی للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اسواسطے کہ اسوقت میں یعنے باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہوگا
اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں کہتا ہوں اور یہی قول ہے کہ زوج کو نابود نہ فرض کیجیے اور
ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کہ گئے ہیں جیسا اُن کتابوں کی شرحوں کو جو میرے پاس تھیں دیکھا ہے اسواسطے کہ ان دونوں
مصنفوں نے باقی مال کو یعنے تین سہم کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھکو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہوگیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے
ہے ہم اور یہ [illegible] پر محمول ہے جبکہ اسکا حق مختلف ہوتا ہو اسکے دخال اور اسکے فرض عدم سے اور جسکا حال اسطرح مختلف نہ ہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اسکے دخول کا
اعتبار کرنا لازم نہیں اسواسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہیں دونوں تقدیر میں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کرلی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ چچا کا حصہ یعنے
ایک سہم گرادیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاویگا زوج اور ماں میں تو تین خمس زوج کے اور دو خمس ماں کے اور اگر یوں فرض کیجیے
کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہوگئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ ماں کے دو سہم ساقط کردیے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار حصے ہوگا تین زوج کے اور ایک چچا
کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن فیہ نظر ثم ذکر نحو ما حررناہ بر علامہ قطب الدین محمد بن
سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا کہ تحریر ہوچکا سو اسکو
تامل کرے قال مولفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین بن الشیخ علی الحصنی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ وقد فرغت
من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام سنۃ احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنے
محمد علاء الدین ابن شیخ علی حصن کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا
پچھلی تاریخوں شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکہتر ہجری میں ہجرت والے رسول پر جو بہتر درود اور سلام ہو قاموس میں ہے کہ حصن کسی ایک موضع کا نام ہے شاید کہ شارح اسی
کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ
میں نے اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تنقیح میں بہت مبالغہ کیا ہے تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ
تفسیریہ میں کہا کہ ایجاز اور اختصار بمعنے واحد میں یعنے اقلال لفظ مع توسیع المعنی یا تادیۃ بلا اخلال یا اقلال مبانی وافادۃ معانی یا رد الکثیر الی القلیل وقیل

خلل [illegible] ۱۲

[illegible]

وعلے خیر ہو پہنچائی ہیں اور شکر کیجیے حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب ہماری استقامت دینی کا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نعم المولی

ونعم النصیر اور حق تعالی ہمارا کافی ہو اور کیا اچھا کارساز ہو اور بچاؤ نہیں خدا کی معصیت سے اور نہ طاقت اسکی طاعت پر مگر اللہ تعالی کی توفیق سے اور وہ کیا اچھا آقا ہو اور کیا اچھا مددگار

خاتمۃ الطبع

پروردگار کا شکر کہ چوتھی جلد غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار بار سوم مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں ماہ رمضان المبارک [illegible] مطابق ماہ [illegible] میں بہ تصحیح [illegible] طبع سے محلی ہوئی

(جلد دوم) دونوں جلدیں آخر تک معاملات
در المختار شرح تنویر الابصار مختصر فقہ از
علامہ علاء الدین حصکفی معروف متداول
ہر چہار مجلدات کامل
فتاوی عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در چھ جلد
ہدایہ مع الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی
نہایت مستند شرح مشہور معروف حامل المتن
اسکے مجلدات یہ ہیں جلد اول دوم [illegible]
[illegible] الکامل جلد سوم چہارم تا آخر کتاب [illegible]
فتاوی قاضیخان - از امام قاضی حسن [illegible]
منصور قاضیخان مستند متد معروف متداول
مع فتاوی سراجیہ آخر میں طبع شدہ جدید
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ چلپی کلم
مع حاشیہ ذخیرۃ العقبی چلپی داخل
درس تقطیع کلاں خوشخط صحیح
شرح وقایہ مترجم مع دائرہ [illegible] وسط [illegible]
ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف
بن جنید چلپی متداول معروف
اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف
مستند متداول -
ملا مسکین - از [illegible] تا [illegible] محشی جدید
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب -
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول
عینی شرح کنز الدقائق - محشی مستند معروف
متداول دو مجلد -
(۱) دونوں جلد عبادات -
(۲) دونوں جلد معاملات -

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ
درسی متداول -
عمدۃ الرعایۃ فی مسائل الرضاعۃ از
مولوی تراب علی مرحوم
قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن
درسی متداول -
شرح الیاس - شرح مختصر وقایہ - از
شیخ محمد بن الیاس دو مجلد -

اصول فقہ عربی

نامی التحقیق شرح حسامی - از مولانا
عبد الحق خیرآبادی معروف و متداول -
توضیح تلویح - از صدر الشریعہ و سعد الدین
تفتازانی مع کامل حاشیہ از حسن چلپی
و شیخ الاسلام و ملا خسرو نہایت باسحت مع
حسامی - از مولانا حسام الدین -
شرح مسلم الثبوت - از ملا بحر العلوم [illegible]
انصاری معروف و مستند شرح -
اصول الشاشی محشی مع اصول الحواشی از
ملا محمد حسن سنبھلی مرحوم

حدیث اردو

مظاہر حق - ترجمہ مشکوۃ المصابیح مترجمہ
جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم
و مغفور کامل چار جلدوں میں -
تحفۃ الاخیار ترجمہ اردو مشارق الانوار
مترجمہ مولوی خرم علی -
ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول
مترجمہ مولوی فضل احمد جلد ثانی زیر طبع -

عربی

اشعۃ [illegible] حامل المتن شرح مشکوۃ
مولانا عبد الحق محدث دہلوی - چار مجلد
میں پوری شرح مع ترجمہ -

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول
از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -
جامع ترمذی - امام ابو عیسی ترمذی [illegible]
مع جامع الاصول [illegible] شمائل ترمذی
قسطلانی شہاب الدین قسطلانی کی شرح
صحیح البخاری (نام) ارشاد الساری معروف قسطلانی
دس جلد [illegible] پوری شرح [illegible]
سنن ابی داؤد - ہر چہار جلد کامل دو جلد
میں از امام [illegible] داخل صحاح
مستند معروف -
دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسماء
متبرکہ و خواص اسماء حسنی معروف -
زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل
ذخیرہ احادیث از مولانا غلام یحیی -
فضائل الخیرات - با ترجمہ اردو از حکیم
ناصر علی [illegible] آروی بے نقط درود کا مجموعہ

تفسیر اردو

تفسیر قادری - ترجمہ اردو تفسیر حسینی
مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم کامل دو جلد
تفسیر زاد الآخرت - نظم میں پوری تفسیر
قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلد میں از

مولوی عبد السلام [illegible]

تفسیر سورۃ الفاتحہ [illegible] از

مولوی اکرام الدین۔

تفسیر سورۂ یوسف۔ مع مصدر از مولوی [illegible]

ایضاً۔ چہار مصرعہ۔

تفسیر سورۂ مترجم۔ باترجمہ اردو۔

تفسیر فارسی

تفسیر حسینی۔ از ملا حسین واعظ۔ متعارف

متداول پوری تفسیر خوشخط۔

تفسیر بحر مواج۔ ہفت پارہ از علامہ قاضی

دولت آبادی نفیس بالقید تا لیم تفسیر اول منزل۔

تفسیر اسرار الفاتحہ۔ مصنفہ ملا معین [illegible]

در تصوف۔

میزان الفرقان۔ در اصول تفسیر از ملا

محمد عثمان تیمی۔

ایضاً عربی

عرائس البیان۔ حوص بین مولفہ حضرت

شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان

الاولیا اور تفسیر کی حاشیہ پر مولفہ خاتم الاولیا

محی الدین عربی دونون تصوف مین بہت

معروف و مشہور ہین بخط نسخ کامل دو جلدین

(جلد اول) اولین پندرہ پارہ۔

(جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ۔

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام

علم کے سرکا تاج ہے یہ کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ

اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اسنے خزانہ کی زینت

کیجیے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسپر عجب

[illegible] وسلاست مہر جتیا وغیرہ شرطہ جزو کی

اصطلاح سے نقط۔ فرعون فوا ست کا نام نقطہ

روایت کا ترجمہ سے نقط شہنشاہ [illegible] کا

فرمندہ کرتا واقعی ہوا تھا اور فیضی مصنفہ کا فخر

ترجیا۔ ولیمارزی پایا جیسا تھا شکل کی

تمام کوشش سے شایستہ نفیس بخط نستعلیق

جواہر رقم خوشخط لیس سے لکھا بہت عمدہ چھپا۔

فتح الخبیر۔ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی مطبوعہ بغیر۔

تفسیر جلالین مع کمالین۔ محشی عمدہ

مطبوعہ دہلی۔

تفسیر سراج المنیر۔ چار جلد مع تفسیر تالیف

شیخ محمد بن احمد شربینی

بیضاوی وکشاف۔

تحقیق وقراءت [illegible]

تبیان فی اعراب القرآن۔ مولفہ شیخ

عبد اللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی

متوفی سنہ [illegible] اس فن کی کوئی کتاب ہندوستان مین

طبع نہوئی۔ غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام

درج ہوگیا ہے۔ ساتھ مین رسالہ فتح الخبیر مولانا

ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہے۔

تفسیر جلالین فی شرح الجلالین تفسیر

جلالین پارہ عم پر شرح مولانا تراب علی مرحوم

دور النظیم۔ خواص وتاثیرات آیات وسور

قرآنی مولفہ قاضی ابو الحسن المصری۔

توریت۔ بزبان عربی۔ ترجمہ بلا اصل کے

اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا۔ اور اردو

[illegible] مطبع [illegible] اضافہ

ترجمہ و تصوف اردو

جامع الاخلاق۔ ترجمہ اخلاق جلالی

تہذیب النفوس۔ از سید فخر الدین [illegible]

باب دانش۔ مولفہ مولوی محمد کریم بخش

اوقات خوشی۔ از سید غلام حسین [illegible]

ترجمہ عوارف المعارف کامل دو جلد

مترجمہ مولانا ابو الحسن فریدآبادی

تحفۂ دانش۔ ہوشمندی کی [illegible]

محمد کریم بخش۔

[illegible]

[illegible] ترجمہ احیاء العلوم الدین عربی

[illegible]

پیراہن یوسفی۔ ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد تصوف

بحر الحقیقت۔ اصلاح نفس مین۔

آبحیات۔ اخلاق و موعظت مین مصنفہ

نقشی کا متاپرساد۔

اکسیر ہدایت۔ ترجمہ اردو کیمیائے سعادت

جامع شریعت وحقیقت ترجمہ مولوی فخر الدین احمد

کیمیائے حکمت۔ حصہ اول۔ بیان شرائف

علم و ادب۔

شمائل المومنین۔ ذکر کرامات حضرت شاہ [illegible]

مطبوعہ مطبع پٹیالہ۔